هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ وَکَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیْدًا

ظہور المہدی علیہ السلام

یعنی

حجج احمدیہ

مؤلفہ

محمد ظہور الدین اکمل

دارالامان قادیان

جس میں

اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ سے یوم الآخر تک احمدی مذاہب اور حضرت مسیح موعود کے دعاوی کو مدلل

بآیات قرآنیہ و احادیث صحیحہ شرح وبسط سے بیان کیا گیا ہے

دسمبر ۱۴ ۱۹ء مطابق صفر المظفر ۱۳۳۳ھ

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپی)

اور مؤلف نے شائع کی

(قیمت دو روپیہ) (۲ ع)

تعداد جلد (۳۰۰)

فہرست مضامین ظہور المہدی

محمد شمس الدین احمدی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

حمد و ثنا اے تمام فیضوں۔ قدرتوں اور طاقتوں کے سرچشمے میرے مولا کریم! اس ہیچمدان کی زبان قلم میں طاقت دے طاقت میں طلاقت۔ طلاقت میں فصاحت فصاحت میں اثر۔ اثر میں مقبولیت دے۔ تا تیرے حبیب تمام جہان کے سردار کل نبیوں کے پیشوا محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جلال۔ جمال کے رنگ میں ظاہر کروں۔ اور دنیا پر اس الکریم المتطہر عظیم الشان اُمّی نبی (فداہ ابی وامی) کا خاتم الانبیاء ہونا ثابت کردوں۔ جس کی غلامی کی طرف امام الائمہ حجۃ اللہ خلیفۃ اللہ۔ خاتم الخلفاء جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود۔ مہدی مسعود۔ کرشن معہود۔ مرسل یزدانی احمد قادیانی منسوب کیا گیا ہے (صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ)

میرا ارادہ میں نے ارادہ کرلیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس ارادے کو پورا کرنے والا ہے۔ اور انشاء اللہ ضرور پورا کریگا کیونکہ میں دیکھتا ہوں۔ کہ اسوقت میرا دل محبت واخلاص سے معمور میرا دماغ دینی خیالات سے مخمور ہے اور میری روح پانی کی طرح آستانہ الوہیت پر بہ رہی ہے۔ وہ ارادہ کیا ہے ؟ یہ کہ ایک مختصر سا رسالہ لکھنے کی عزت حاصل کروں جس میں احمدی مذہب کے عقائد واعمال کو بالدلائل مرقوم ہوں۔ اور جسے میرے پیارے بھائی بطور سند اپنے پاس رکھیں ؛

سبب تالیف یہ رسالہ تائید ایزدی سے مخالفین پر از سر نو اتمام حجت کریگا۔ کیونکہ اس میں تقریباً تمام مختلف فیہ مسائل کو بالدلائل لکھا جائے گا۔ جتنے موٹے موٹے اعتراض کرتے ہیں دفع کردئیے جائینگے جتنی غلط فہمیاں پھیلائی ہیں دور کردیجائینگی۔ اور طالبان حق پر اطمینان کی راہیں کھولیگا۔ کیونکہ یہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تمام کتابوں کا خلاصہ ہے۔ ونیز زیادہ وقت بھی خرچ نہیں ہوگا۔ اور وہ کم ازکم اس امر سے واقف ہو جائینگے۔ کہ ہم کہتے کیا ہیں ؟ اور ہماری مخالفت کیوں کیجاتی ہے۔ اور اپنے بھائیوں کے ازدیاد ایمان کا موجب ہوگا خصوصاً میرے بعض احباب کی شکایت رفع ہو جائیگی جو کہتے تھے۔ کہ اب ہم سے وفات مسیح کی نسبت زیادہ تر سوالات نہیں ہوتے۔ کیونکہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ احمدیوں کے پاس اس مسئلہ کی اتنی دلیلیں ہیں۔ کہ ان کا جواب دینا مشکل ہے۔ بلکہ اور قسم کی بحث چھیڑتے ہیں۔ کہ فلاں الہام خلاف شرع ہے یا فلاں پیشگوئی پوری نہیں ہوئی یا فلاں عقیدہ اہل سنت کے برخلاف ہے وغیرہ ذالک ؛

فیصلے کا معیار اے ہمارے کلمہ گو بھائیو ! ہم میں اور آپ میں جو اختلاف ہے۔ اس اختلاف فیصلہ کرنے کے لیے

وہ تجویز کرنی چاہیئے جو خود خداوند کریم نے اپنی کتاب حکیم میں فرمائی ہے۔ (النساء ۸ع ۵) فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ
وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ (اگر تمہارا کسی بات میں جھگڑا ہو جائے تو اللہ اور اسکے رسول کی طرف رجوع
کرو جبکہ تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان لاتے ہو) آگے فرمایا جب اُن سے کہا جاوے تو وہ منافق ہیں جو ایسا کرنے سے رُکتے ہیں

مومنوں کا طرز عمل

پھر فرمایا فَلَا وَرَبِّکَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ (تیرے رب کی قسم یہ سچے مومن نہیں جب تک
اپنے جھگڑوں میں تجھے ہی حکم نہ بنائیں۔ اور پھر) ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا
(جو کچھ تیرے دربار سے فیصلہ ہو۔ اسکی نسبت انہیں کوئی وسوسہ نہ رہے بلکہ کھلے دل سے بسرو چشم قبول کرلیں۔ واقعی مومن ایسا ہی ہونا
چاہیئے جیسے فرمایا (پ۱۸ نور ع۷) اِنَّمَا کَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ اَنْ یَّقُوْلُوْا
سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا (مومنوں کا حال جب اللہ اور اسکے رسول کی طرف جھگڑے کے فیصلہ کے لئے بلائے جائیں۔ یہ ہوتا ہے کہ ہمنے سن لیا

خدا رسول کے حکم کو ماننا چاہئیے

اور مان لیا) نہ یوں کہ سن کر کہے کہ ہمارے باپ دادا یا پچھلے بزرگوں نے کیوں اس طرح نہ کہا۔ دیکھو یہاں اللہ اور
اسکے رسول کا نام ہے نہ کسی اور کا فرمایا اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِیَآءَ
سورہ اعراف ع ۱ (فرمانبرداری کرو اس چیز کی جو تمہارے رب سے تمہاری طرف اتاری گئی اسکے سوا اولیاء کی پیروی (نہ کرو) یاد رکھو حکم اللہ
ہی کا ہے۔ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰہِ پ۱۲ ع۳ یوسف) حکم اللہ ہی کے لئے ہے وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِیْهِ مِنْ شَیْءٍ فَحُکْمُهٗٓ اِلَی اللّٰہِ (شوریٰ) جس
میں تم اختلاف کرو اسکا فیصلہ اللہ کی طرف ہے اَلَا لَهُ الْحُکْمُ (خبردار ہو حکم اسی کا ہے) وَلَا یُشْرِکُ فِیْ حُکْمِهٖٓ اَحَدًا (اسکے حکم میں کوئی
شریک نہیں (پ۱۵ کہف ع۱۰۶) اَفَغَیْرَ اللّٰہِ اَبْتَغِیْ حَکَمًا (پ ۸) کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنیوالا بناؤں) اور رسول کی
تابعداری اسلئے کیجاتی ہے کہ وہ اسکے حکموں کا بیان کرنیوالا ہے وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِی اخْتَلَفُوْا فِیْهِ پ۱۴
نحل ع۸ (یہ کتاب ہمنے اسی لئے اتاری کہ جن باتوں میں اختلاف ہے۔ انہیں اچھی طرح سمجھا دو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا
(اللہ کی رسی قرآن کو مضبوطی سے پکڑو اور فرقے فرقے نہ ہو آل عمران پ۴ ع۲۵ نیز اللہ تعالے کا حکم ہے وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ (اطاعت کرو
رسول کی) پس اے میرے دوستو! کسی امر کے فیصلہ کے لئے اللہ تعالے کے کلام اور رسول صلعم کی حدیث کی طرف رجوع کرو۔ اور جو
کچھ اس سے ثابت ہو بلا چون و چرا قبول کرو۔ وَمَا کَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَی اللّٰہُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ یَّکُوْنَ لَهُمُ
الْخِیَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ (اللہ اور رسول کے فیصلہ کے بعد کسی مومن یا مومنہ کو اپنی رائے کے دخل کا اختیار نہیں احزاب پ۲۲ ع۵)

سب سے مقدم قرآن ہے

مگر یہ یاد رہے کہ کلام الٰہی کو بہر حال ترجیح ہوگی۔ اگر کوئی حدیث اسکے موافق نہ ہو۔ تو اس حدیث کی تاویل کیجائیگی یوں
نہیں کہ کلام اللہ کے خواہ مخواہ توڑ موڑ کر ایسے معنی کئے جائیں کہ اس حدیث کے موافق ہوں۔ بلکہ حدیث کو تابع قرآن
مجید سمجھا جائیگا اگر موافق نہ ہو تو بالکل چھوڑ دیجائیگی۔ یہی قاعدہ دوسرے اماموں اور بزرگوں کے اقوال کے لئے ہے۔ اور اگر کوئی حدیث
یا قول کلام اللہ کے مطابق ہو تو وہ خواہ کسقدر ضعیف مشہور ہو قبول کیا جائیگا خصوصًا ایسی حدیث جس میں کوئی پیشگوئی ہو۔ اور وہ
پیشگوئی پوری ہوگئی ہو تو اسے ضعیف کہنے والے کو ہم مومن نہیں سمجھتے۔ اس تقریر کے ثبوت میں یہ آیت پڑھو زمر پ۲۴ ع۲ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ

مَا اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ (وہ اچھے سے اچھا کلام جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا۔ اس پر چلو) اَلَّذِیْنَ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَہٗ زمر ۲۳ (جو ہماری کلام کو دل لگاکر سنتے اور ان سب سے اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں انہیں بشارت دی) اَللّٰہُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِیْثِ کِتٰبًا (اللہ نے سب سے اچھا کلام یہ کتاب اتاری ہے) فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِہٖ طور ۲۶ (اسکی مثل کوئی اور کلام دکھلاؤ) پھر فرمایا فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَ اللّٰہِ وَاٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ پس اب یہ اللہ اور اسکی آیتوں سے مقدم کونسی حدیث سمجھتے ہیں جس پر ایمان لاتے ہیں الجاثیہ اس سے آگے فرمایا ویل ہے اس جھوٹے بدکار کے لئے جو اللہ کی آیتیں اسپر پڑھی جائیں سنے اور پھر اپنے فاسد عقیدے پر تکبر سے جما رہے گویا کہ سنا ہی نہیں فَبِاَیِّ حَدِیْثٍ بَعْدَہٗ یُؤْمِنُوْنَ پ ۹ ۲۲۶۔ اعراف۔ اس کلام کے بعد اور کس کی بات پر ایمان لائنیگے۔ وَمَنْ لَّمْ یَحْکُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ (پ ۶ مائدہ ۶۷) اس رکوع میں تین بار یہی فرمایا (جو کچھ اللہ نے اتاری ہے جو اسے حکم نہ بنائیں وہ کافر ہیں فاسق ہیں ظالم ہیں) پھر اَنْزَلَ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ فرماکر فَاحْکُمْ بَیْنَھُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَلَا تَتَّبِعْ اَھْوَآءَھُمْ (جو کچھ اللہ نے اتارا۔ اس ہی انکے درمیان فیصلہ کر اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کر) فرمایا۔ اسپر زیادہ زور دینے کے باوجود ارادہٗ اختصار یہ ضرورت پیش آئی۔ کہ آجکل ہماری بھائیوں کی توجہ قرآن مجید سے بہت ہٹ رہی ہے۔ اور وہ کسی امر کے فیصلے کے لئے پہلے فرقان حمید کو ہاتھ میں نہیں لیتے وَلَمَّا جَآءَھُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِیْقٌ مِّنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ کِتٰبَ اللّٰہِ وَرَآءَ ظُھُوْرِھِمْ کَاَنَّھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (جب انکے پاس اللہ کا فرستادہ آگیا۔ جو اس چیز کی جو ان کے پاس ہے تصدیق کرنے والا ہے تو ایک فریق نے ان لوگوں میں سے جنہیں کتاب دیگئی۔ کتاب اللہ کو اپنی پیٹھ پیچھے ڈالدیا۔ گویا انہیں کچھ خبر ہی نہیں بقرہ ۱۲۶)

آہ! مجھے اسوقت ایک شقی ازلی یاد آگیا جسے فیصلہ کے لئے قرآن دیا گیا۔ تو اس نے بھری محفل میں زمین پر دے پٹکا۔ غرضیکہ رسول اللہ صلعم کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہو رہی ہے (سعید) لَتَتَّبِعُنَّ سُنَنَ مَنْ قَبْلَکُمْ شِبْرًا بِشِبْرٍ (رواہ البخاری) تم اپنے سے پہلوں کے طریق کی بالشت بہ بالشت پیروی کروگے۔ عرض کیا گیا کیا یہود و نصاریٰ کی قَالَ فَمَنْ (فرمایا اور کون یعنی ہاں انہی کی) غرض کہ مسیح موعود آگیا۔ وہ اسی نماز۔ روزے احکام شرعی کی تصدیق کررہا ہے اور پھر بہ ناحق مخالفت کررہے ہیں۔ حالانکہ پہلے اسی کے ظہور و نزول کی دعائیں مانگتے۔ البقرہ ۱۱۶

مامور من اللہ کا انکار	وَکَانُوْا مِنْ قَبْلُ یَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَی الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَلَمَّا جَآءَھُمْ مَّا عَرَفُوْا کَفَرُوْا بِہٖ

اس سے پہلے کافروں کا غلبہ دیکھکر انکے مقابلہ میں دعائیں مانگتے مگر جب وہ موعود آیا تو پہچانا ہی نہیں یا پہچان تو لیا مگر دیدہ دانستہ منکر ہو بیٹھے دوستو! کیا تم سمجھتے ہو۔ یہ یہودیوں کے قصے اللہ تعالے نے عبث بطور دل لگی کے سنا تا رہا (تعالیٰ شانہ عن ذٰلک) ہرگز نہیں بلکہ خوشتر آن باشد کہ سر دلبراں * گفتہ آید در حدیث دیگراں * والا معاملہ ہے سب کچھ ہم میں ہونا تھا چنانچہ ہوگیا مگر کیوں؟ صرف اسی لئے کہ خدا کا فرستادہ اپنی آرزوؤں کے مطابق نہیں نکلا۔ اَفَکُلَّمَا جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَھْوٰٓی اَنْفُسُکُمُ اسْتَکْبَرْتُمْ فَفَرِیْقًا کَذَّبْتُمْ وَفَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ ع ۱۱ (کیا جب کبھی کوئی رسول تمہارے پاس آیا جو تمہاری خواہشوں کے خلاف نکلا۔ تو تم اکڑ بیٹھے۔ اور

بعض کو لگے جھٹلانے اور بعض کے قتل کی تدابیر کرنے یاد رکھو سعادتمندی اسی میں ہی کہ اپنی خواہشوں اپنے خیالوں اپنے فاسد عقیدوں کے بت توڑ ڈالیں۔ اور محض خدا کے ہو جائیں۔ اور اسکے کلام کے مخالف کسی کے قول کی پروا نہ کریں فرمایا نبی اکرم صلعم نے (ابن عساکر عن علی)

حدیث یا قول جو قرآن کے مخالف ہو

عنقریب میری طرف سے حدیثیں بیان کیجایا کرینگی تم انہیں قرآن مجید پر پیش کیا کرنا۔ فَاِنْ وَافَقَ الْقُرْاٰنَ فَخُذُوْهَا وَاِلَّا فَدَعُوْهَا اگر قرآن کے موافق ہوں تو انہیں لے لو۔ ورنہ ترک کر دو (کنز العمال جلد) ایسا ہی کافی کلینی میں ہے فَمَا وَافَقَ كِتَابَ اللّٰهِ فَخُذُوْهُ وَمَا خَالَفَ كِتَابَ اللّٰهِ فَدَعُوْهُ (ابو عبد اللہ)

اور ایسا ہی امام ابو حنیفہ رح سے روضۃ العلماء میں بروایت صاحب ہدایہ مسطور ہی جب میرا قول کتاب اللہ کے مخالف ہو اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِكِتَابِ اللّٰهِ تو کتاب اللہ پر عمل کرو اور میرا قول چھوڑ دو۔ ایسا ہی (۲) اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِخَبَرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (۳) اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِقَوْلِ الصَّحَابَةِ۔ رسول اللہ صلعم یا صحابہ کرام کے اقوال کے مخالف جو میرا قول ہو اسے بھی چھوڑ دو امید ہی حنفی بھائی اپنے امام ہمام کی وصیت پر عمل کرنا اپنا فرض سمجھینگے اور اس حدیث کو زیر نظر رکھینگے (عبد اللہ بن عباس) فرمایا رسول اللہ صلعم نے كُلُّ شَرْطٍ لَيْسَ فِيْ كِتَابِ اللّٰهِ فَهُوَ بَاطِلٌ وَاِنْ كَانَ مِائَةَ شَرْطٍ (رواہ النسائی)

قرآن مجید مفصل کتاب ہے اور مدلل

بعض نادان قرآن مجید کو ایک معما چیستان اور پہیلی سمجھتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اس سے کسی مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہو سکتا کیونکہ مجمل ہی انپر یہ آیات حجت ہیں (۱) كِتَابٌ اُحْكِمَتْ اٰيَاتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ (پ ۱۱ ھود) ایسی باعظمت کتاب جس کی آیتیں دلائل سے مستحکم ہیں۔ پھر حکیم خبیر کی طرف سے انکی خوب تفصیل کردی گئی ہی (۲) قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيَاتِ (ہمنے اپنی آیتوں کو مفصل بیان کیا انعام ۱۵۶) (۳) وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ اعراف ۱۷۴ (ہم اسی طرح اپنی آیات کو تفصیل سے بیان کرتے ہیں (۴) وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا (ہمنے ہر مسئلے کو خوب تفصیل سے بیان کر دیا ہی بنی اسرائیل ۱۵ / ۲۶) (۵) هُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا پ انعام ۱۴۶ (اسی پاک ذات نے مفصل کتاب اتاری) (۶) وَتَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ یوسف ۱۲۶ ۱۳ (ہر چیز کا مفصل بیان ہی) (۷) وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ پ النحل ۱۴ (ہمنے تجھ پر کتاب اتاری جس میں ہر چیز کا واضح اور کھلا کھلا بیان ہی) غرض قرآن مجید میں سب کچھ واضح اور مفصل لکھا ہی۔ اور پھر یاد رہے ایسا ہی با دلائل بھی تورات و انجیل اور اس میں فرق ہی قَدْ جَاۤءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ پ النساء ۲۴۶ (تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس مدلل کتاب آچکی)

قرآن مجید میں تدبر کی ضرورت

اسکے سمجھنے کے لئے تقوی طہارت اور تدبر شرط ہی۔ آپنے فرمایا (۱) وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ (تقوے اختیار کرو۔ اللہ تعالی خود تمہارا معلم بنیگا) (۲) لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (ناپاک لوگ اسکے فہم سے بیبہرہ ہوتے ہیں واقعہ ۲۷) (۳) اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا کیا یہ لوگ قرآن میں غور و فکر نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر قفل لگ گئے محمد ۲۶ پھر فرمایا ہم نے یہ مبارک کتاب تیری طرف اتاری۔ لِيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ صٓ ۲۳ (تاکہ اسکی آیتوں پر تدبر کیا جائے یعنی یوں نہیں کہ صرف فر فر پڑھتے چلے جائیں نہ کچھ سمجھیں اور نہ سوچیں اور پھر فخر کریں ہمنے تین پارے پڑھ لئے)

قرآن مجید آسان ہے

غرض کہ جیسا آفتاب کا نور حاصل کرنیکے لئے دریچہ کا کھول دینا ضروری ہے ایسا ہی دل کی کھڑکی کے قفل توڑ ڈالو۔ اور اسے مطلع فیوضات نامتناہی کے آگے کر دو الٰہی فہم کا نور داخل ہوگا اور قرآن بالکل آسان ہو جائیگا اور ہے بھی آسان جیسا کہ فرمایا وَلَقَدْ یَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ (ہم نے قرآن مجید کو آسان کر دیا ہے پ۲۷ القمر ع۱) بِلِسَانٍ عَرَبِیٍّ مُّبِیْنٍ پ۱۹ (عربی زبان صاف اور واضح پر)

فہم قرآن اگلے مفسرین سے خاص نہیں؟

میں بڑا تعجب کرتا ہوں جب ہمیں پوچھا جاتا ہے کہ یہ معنی کس مفسر نے لکھے ہیں غالباً یہ لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ قرآن مجید کا فہم کسی خاص زمانے کے خاص لوگوں سے مخصوص ہے حالانکہ اسکی رحمانیت کا فیض ہر زمانے کے مومنوں پر عام ہے خصوصاً اس جماعت پر جو ثُلَّۃٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (ایک گروہ پچھلوں کا واقعہ ۲۷ ع۲) اور اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ (وہ سب سے آخری آیت جو انہی کے رنگ میں ہے مگر ابھی تک شامل نہیں ہوئی جمعہ ۲۸ ع۱) کی مصداق اور صحابہ کرام کے رنگ میں رنگین اور انہی کیطرح بروز محمدیہ سے فیض آگین ہے ہمکو یہ نہیں بتایا جاتا۔ کہ ہم نے لغت صرف و نحو معانی بیان وغیرہ ذالک کے رو سے کونسی غلطی کی صرف یہ کہدیتے ہیں کہ ملحدانہ معانی ہیں۔ حالانکہ خود انہی کے مقتدا مفسرین نے بھی یہ معنی کئے ہیں۔ جو ہم کرتے ہیں ؂

قرآن کے معارف ختم نہیں ہوتے

ہاں ہمارا یہ اعتقاد ضرور ہے کہ ہر ایک آیت قرآنی اپنے اندر لاکھوں معارف و حقائق رکھتی ہے جو اپنے اپنے موقعہ اور وقت پر خدا کے حبیب ظاہر کرتے آئے ہیں اور کرتے چلے جائینگے (۱) قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ (کہدے میری رب کے کلمات (کلام اور کلام کے معارف) کے لئے اگر سمندر سیاہی کی بجائے ہوں تو بھی ان کلموں کے ختم ہونے سے پہلے سمندر ختم ہو جائے کہف ۱۶ ع۱۲۔ اور سورہ لقمان ع۳ ۲۱) (۲) وَلَا یَنْقَضِیْ عَجَائِبُہٗ (اور اسکے عجائبات ختم نہیں ہوتے۔ رواہ الترمذی عن علی) ایسا ہی فرمایا رسول صلعم نے اَتَانِیْ جِبْرِیْلُ فَقَالَ × × × ھُوَ الَّذِیْ لَا تَفْنٰی عَجَائِبُہٗ (یہ کتاب اللہ ہے کہ اسکے عجائبات ختم ہونے میں نہیں آئینگے) واقعی اس لحاظ سے اسکا نام ذکر محدث اور احسن حدیث رکھا گیا کیونکہ ہر زمانے میں نئے نئے معارف و حقائق اسرار کیساتھ تازہ بتازہ نو بنو ہے[۱] ؂

سلف صالحین اپنی اپنی رائے رکھتے ہیں

جب ہم سلف صالحین کے سوانح زندگی پر غور کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک اپنی رائے رکھتا تھا دیکھو امام اعظم اور ان کے شاگردوں امام محمد و ابو یوسف اور دیگر ائمہ کے اختلافات حرام و حلال تک نوبت پہنچگئی ہے اس واہب العطایا نے جو غور و فکر "سوچ بچار" کا مادہ انسان کو دیا ہے تو اسی لئے کہ اسے کام میں لائے۔ نہ یہ کہ اس سے

دین میں عقل سے کام لینا چاہئیے

کچھ کام نہ لیں۔ اور کفران نعمت کی پاداش میں کُوْنُوْا قِرَدَۃً خَاسِئِیْنَ پ۹ اعراف) کے مصداق ٹھہریں یہ اسلئے فرمایا کہ انسان اور بندر میں صرف سوچ بچار ہی کا فرق ہے جس سے پہلوتہی کرنے پر وہ صرف صورۃً آدمی رہگئے کوئی بندر تو نہ ہوگئے تھے جس کا ثبوت اس سے اگلی آیتیں ہیں جن میں منھم الصالحون (انہی میں سے مادہ صلاحیت رکھنے والے بھی تھے) اور لَعَلَّھُمْ یَرْجِعُوْنَ (تاکہ باز آئیں) اور پھر جَعَلَ مِنْھُمُ الْقِرَدَۃَ (ان میں سے بندر بنادئے) کے آگے وَاِذَا جَآءُوْکُمْ

---

[۱] اسی لئے بروایت ابن مسعود نبی کریم صلعم نے فرمایا وَلِکُلِّ اٰیَۃٍ مِّنْھَا ظَھْرٌ وَّبَطْنٌ ہر آیت کا ایک ظاہر ہے اور باطن لَا یَکُوْنُ اَحَدٌ فَقِیْھًا حَتّٰی یَحْمِلَ الْاٰیَۃَ الْوَاحِدَۃَ عَلٰی مَحَامِلَ مُتَعَدِّدَۃٍ (فوز الکبیر) فقیہ نہیں ہوتا جب تک ایک آیت کو کئی وجوہ پر بیان کرے ۱۲

جب تمہاری پاس آئیں بھی لکھا ہی جس سی ثابت ہوتا ہی کہ بندر کن حیوانات سے کہا گیا غرض یہ بھی ایک بھاری غلطی ہی جو بعض سمجھیں کہ عقل کو دین میں کچھ دخل نہیں۔ خود انکی فطرت گواہی دے رہی ہی کیونکہ جب انہیں کہیں تم بڑے بے عقل ہو تو غصّے سے لال پیلے ہو آنکھیں نکال کر کھانے کو چھٹتے ہیں حالانکہ انکے عندیہ کے موافق یہ انکی تعریف ہی۔ اگر عقل کو کچھ دخل نہ ہوتا تو لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِیْٓ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ پ۲۹ - ملک) دوزخیوں کا قول حکایتاً کیوں قرآن میں درج ہوتا جس کے معنے ہیں ہائے ہم سنتے اور عقل (غور و فکر) سی کام لیتے اور دوزخیوں سے نہ بنتے اور اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ (چشم بصیرت سے کیوں کام نہیں لیتے) الذاریات ع۱) اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (کیوں عقل سی کام نہیں لیتے ۱۸ المؤمنون ع۵) لِقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ پ۱۱ ع) لِقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ پ۲ ع۱۷۶) لَعَلَّهُمْ یَتَفَكَّرُوْنَ پ۱۲ ع (یعنی واسطے ایسے لوگوں کے جو فکر کرتے عقل سی کام لیتے ہیں تاکہ وہ فکر و تدبّر کریں) لِیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ پ۱۱ توبہ ع۱۵ (تاکہ دین میں سوجھیں سمجھیں) لَعَلَّهُمْ یَفْقَهُوْنَ پ۷ انعام ع) اور اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ پ۲۳ زمر ع (عقل والے ہی نصیحت پکڑتے ہیں)۔ وَیَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَعْقِلُوْنَ (کفر کی پلیدی اپنر ڈالتا ہے جو عقل کو کام میں نہ لائیں) تنزیل میں کیوں وارد ہوتا

قرآن میں ناسخ منسوخ نہیں

حضرات یہ عدم تدبّری کا نتیجہ ہی جو قرآن میں نسخ قرار دیتے ہیں۔ اور دو تین آیتوں کے غلط معنے کر کے ان سی ناسخ منسوخ مرحومہ کا ثبوت دیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا کلام ان باتوں سی پاک ہی کیونکہ وہ فرماتا ہی وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَیْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِیْهِ اخْتِلَافًا كَثِیْرًا النساء ۱۱ ع ۵ (اگر یہ قرآن غیر اللہ سی ہوتا تو البتّہ اس میں بہت اختلاف ہوتا) چونکہ اختلاف نہیں اسلئے خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی لیکن اگر ایک جگہ ایک حکم قرار دیکر دوسری جگہ کی آیت کی نسبت کہا جائے یہ اس پہلے حکم کی تردید کرتی ہی تو کیا یہ اختلاف نہیں۔ بعض کہتے ہیں اختلاف جب ہوتا کہ پہلا حکم رہتا مگر ہم کہتے ہیں کہ ایک حکم دیکر پھر اسکے برخلاف حکم دینا بھی تو ایک قسم کا اختلاف ہی ہی پھر فرمایا (۲) لَا تَبْدِیْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ (اللہ کے کلمات بدلتے نہیں ۱۱- یونس ع) (۳) لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ (اس کے حکموں کو بدلنے والا کوئی نہیں کہف ۱۵) (۴) مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ (ہمارا قول بدلا نہیں جاتا - ۲۶ ق ع) جن آیتوں سی نسخ کا ثبوت دیا جاتا ہی وہ ہرگز نسخ پر دال نہیں (۱) مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا (البقرہ ۱۳) کے تو یہ معنے ہیں کہ ہم کوئی معجزہ یا نشانِ قدرت تبدیل نہیں کرتے۔ اور نہ ترک کرتے ہیں کہ اس سی بہتر یا اسکی مثل لاتے ہیں چنانچہ ان معنوں پر قرینہ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى (کیا تمہیں یہ مطلوب ہی کہ اپنے رسول سے وہی سوال کریں جیسے موسیٰ سے کئے جاتے کہ یہ معجزہ دکھاؤ جب وہ دکھاتے تو کہتے فلاں دکھاؤ۔ اور وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰیَةً مَّكَانَ اٰیَةٍ سی مراد اول تو قدرت کے نشان اور معجزات ہیں۔ اور یوں بھی اس سے توریت کے احکام کی تبدیلی مراد ہی اور اس قسم کے نسخ کے ہم بھی قائل ہیں کہ تورات کے بعض احکام تبدیل کر دیئے گئے کیونکہ خدا تعالےٰ نے اپنی شریعت کو خاتم النبیّین کے دست مبارک پر کامل کرنا چاہا۔ اور اسی طرح اس قسم کی تبدیلی بھی ہم مانتے ہیں کہ پہلے ایک حکم دیا گیا اور پھر حالت بدلنے پر دوسرا حکم مگر ہر دو حکم اپنے اپنے وقت موقع

---

۱ ہم عقل کو آیات قرآنی کے ماتحت رکھتے ہیں حدیث شریف میں جو ممانعت ہی وہ ایسے قیاس سے ہی جو بیجا طور سی ہوائے نفسانی کی پیروی میں کئے جائیں۔ بے عقلوں کے لئے جنت نہیں لکھا بلکہ سادہ مزاجوں کے لئے جو بناوٹ و تصنع و تکلف نہیں کرتے ۱۲ ۲ اگر آیت قرآنی کی تبدیلی مراد ہوتی علیم حکیم فرماتا یہ جواب ہے ان کفار کا جو کہتے ہمیں موسیٰ جیسے معجزے دکھاؤ فرمایا ہم ایک جیسے معجزے دکھانیکے پابند نہیں ۱۲

پرواجب التعمیل ہیں جیسے نماز کھڑے ہوکر وضو سے پڑھنی چاہیئے مگر بحالت عذر بیٹھکر یا لیٹ کر حتّٰی کہ اشاروں سے بہ تیمم[1] بھی جائز ہے نسخ کے معنے ہیں اقام شیئًا مقامہٗ (قاموس) اور اس قسم کا نسخ بھی ہو کہ آپ نے اپنے اجتہاد سے ایک حکم یا فیصلہ دیا اور آیت قرآنی سے وہ منسوخ کر دیا گیا۔ جیسے آپ نے چند شخصوں کا عذر سن کر جنگ سے پیچھے رہنے کا حکم دیدیا۔ تو نازل ہوا۔ عَفَا اللّٰہُ عَنْکَ لِمَ اَذِنْتَ لَہُمْ حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکَ الَّذِیْنَ صَدَقُوْا (تونے کیوں اذن دیدیا۔ پیشتر اسکے کہ تم پر سچے جھوٹوں کا حال اچھی طرح کھلتا)

انبیاء سے اجتہادی غلطی ممکن ہے

(۲) لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ تحریم (کیوں حرام کرو اپنے اوپر اس چیز کو جو اللہ نے حلال کر دی) بیشک نبی اللہ سے اجتہادی غلطی کا کسی معاملہ میں ہوجانا ممکن ہو۔ مگر فوراً اسکی تصحیح ممکن ہو مگر فوراً اسکی تصحیح کر دیجاتی ہی اسکے ثبوت میں کئی آیات واحادیث کا ذخیرہ موجود ہو دیکھو موسٰی وخضر علیہ السلام کا قصہ کہ خضر علیہ السلام نے کشتی[1] کو توڑ دیا۔ ایک معصوم[2] لڑکے کو مار دیا۔ اور موسٰی علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے اس فعل کو ظلم قرار دیا۔ حالانکہ اصل میں ایسا نہ تھا دیکھو سورہ کہف رکوع ۸۔۹۔ ایسا ہی وہ بکریوں والا مقدمہ (جو کسی کے کھیت میں جا پڑی تھیں جس کی نسبت حضرت داؤد ؑ نے فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والے کو دلادی جائیں اور حضرت سلیمان نے فرمایا کہ نقصان کا قدر پورا ہونے تک بکریاں اسکے پاس رہیں فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ (الانبیاء ۱۷ ع ۶) (صحیح فیصلہ سلیمان کو سمجھایا) ان دونوں قصوں سے دو نصیحتیں لینی چاہئیں۔ ایک تو یہ کہ نبی سے بھی اجتہادی غلطی ہوجاتی ہو جس کی تصحیح ہوجاتی ہی چہ جائیکہ ان بزرگوں سے جو نبی نہیں ہیں۔ دوسری یہ کہ اولیاء اللہ کے بعض افعال واقوال ظاہر نظر میں خلاف شریعت معلوم ہوتے ہیں۔ حالانکہ خلاف شریعت نہیں ہوتے۔ صبر سے ان کے بیان کا انتظار کرنا چاہیئے پس افسوس ہو ان لوگوں پر جو حضرت مسیح موعود کے معاملہ میں اور ان کے بعض الہامات متشابہات کی نسبت جلدی

مفسرین غلطیوں سے محفوظ ہیں۔

کرتے اور مفسرین کو غلطیوں سے بالکل پاک ومبرا قرار دیتے ہیں حالانکہ انہی مفسرین کی نسبت علامہ ابن خلدون نے یہ رائے دی ہو۔ اہل عرب لکھے پڑھے نہ تھے جب کسی مجمل بات کی تفصیل دریافت کرنیکا شوق ہوتا تو قصص انبیاء وغیرہ کو یہودیوں سے دریافت کرتے یا ان عیسائیوں سے جو انکے مقلد تھے اس زمانہ کے یہود بھی ایسے ہی جاہل تھے جیسے بادیہ نشین عرب جب یہ لوگ اسلام لائے تو ان امور کے متعلق جو احکام شرعی سے تعلق نہیں رکھتے مثلاً دنیا کا آغاز۔ واقعات قدیمہ اور قصص انبیا انکے خیالات وہی رہے جو پہلے سے تھے ان اسلام لانیوالوں میں کعب احبار۔ وہب بن منبہ۔ عبداللہ بن سلام وغیرہ تھے اس لئے تمام تفسیریں انکی روایتوں سے بھر گئیں مفسرین نے سہل انگاری کی۔ اور چونکہ مذہباً ان لوگوں کا پایہ بلند تھا۔ اسلئے وہ روایتیں قبول ہوگئیں آگے چلکر مضمون نگار نے لکھا ہو (جو اہل سنت وجماعت سے ایک فاضل ہے) کہ انبیاء سابقین کے متعلق جو کچھ تفسیروں میں مذکور ہو وہ قدما مفسرین سے ماخوذ ہے یعنی مجاہد۔ سدی ضحاک۔ مقاتل۔ کلبی۔ مجاہد کی تفسیر کے متعلق امام اعمش نے فرمایا کہ اہل کتاب سے ماخوذ ہو اسلئے اس میں غلطیاں ہیں ضحاک کی نسبت یحیٰی بن سعید امام اسماء الرجال نے تشریح کی ہو کہ ضحاک ضعیف الروایت ہیں سدی کی نسبت امام شعبی نے لکھا انکو قرآن کے جہل کا حصہ ملا ہو مقاتل کی نسبت وکیع کا قول ہو کذاب تھا *

---

[1] وضو اور تیمم دونوں کے نزدیک جائز ہے ۱۲ منہ

عبداللہ بن مبارک فرماتے "کاش ثقہ بھی ہوتا" کلبی کی نسبت امام احمد حنبل و امام بخاری نے تصریح کی کہ وہ ناقابل اعتبار تھا۔ ابن حبان کا قول ہے کہ اسکا کذب و دروغ ظاہر ہے پھر فاضل مضمون نگار نے لکھا ہے ان لوگوں نے اسلام کو اسقدر نقصان پہنچایا ہے اسکا کم سے کم یہی صلہ تھا۔ انہی حضرات کی روائتیں ہیں۔ جن سے تفسیر کبیر کشاف۔ بیضاوی اور سینکڑوں کتابیں لاامال ہیں۔ مسلمانوں میں عجائب پرستی و دقیقی غلط خیالی خلاصہ بنگیمی۔ انہی کی روایات و منقولات کی بدولت ہے (ماخوذ از رسالہ ندوۃ العلماء)

بقیہ بحث نسخ ہاں تو بات کدھر چلی گئی۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس قسم کے اجتہاد کا نسخ بھی ہوتا ہے اور اپنے مزعومہ نسخ کی مثالی طبیب کے نسخے سے دینی سخت غلطی ہے کیونکہ طبیب جو اپنا نسخہ بدلتا ہے تو اصل میں اسی لئے کہ اسکا علم کامل نہ تھا۔ ورنہ اسی نسخے سے بیماری کا قلع قمع ہو جاتا۔ نیز وہ اپنے پہلے نسخے کی نسبت یہ نہیں کہتا کہ اسکا استعمال اب کسی جگہ بھی جائز نہیں اور آپ ان کی نسبت تو کہتے ہیں کہ اب یہ عضو معطل کی طرح ہیں انکا حکم کہیں بھی نہیں۔ پھر تعجب ہے کہ ۲۳ برس میں لوگوں کی طبائع ایسی بدلیں کہ احکام کی تبدیلی کی ضرورت معلوم ہو اور اسکے بعد تیرہ سو برس تک نہ ہو معلوم ہوتا ہے کہ یہ اصل ہی غلط ہے اور ننسہا کے معنے ترک کرانے او تاخیر میں ڈالنے کے ہیں تاخیر اس طرح کہ مثلاً شراب کی حرمت کے بارے میں پہلے فرمایا نماز میں بحالت سکر نہ جاؤ پھر ان کا گناہ ان کے نفع سے زیادہ ہے پھر رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ (المائدہ) (پلید شیطانی کام پس اس سے پرہیز کرو) اور یوں بھی کہ بعض احکام پہلے نازل ہوئے بعض پیچھے غرض میرا مقصود ناسخ منسوخ کا ذکر چھیڑنے سے عدم تدبر کے مفاسد بتلانے کا تھا۔

پس قرآن کریم میں کوئی نسخ نہیں کِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ اور لَا رَيْبَ فِيْهِ اس میں کسی قسم کا شک نہیں۔ اور ناسخ منسوخ بنانے سے تو شک پڑ جاتا ہے کہ شائد یہ حکم منسوخ ہو اور اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ اور يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ (یعنی نہایت ہی پختہ رستے کی ہدایت دیتا ہے پختہ جب ہی ہو کہ کوئی قول بدلے نہیں۔ بنی اسرائیل ع ۱ سپرہ ۱۵ ہیں)

فیج اعوج کا زمانہ خلاصہ کلام قرآن مجید کے سمجھنے کے لئے تقوی۔ طہارت۔ دعا۔ تدبر بس ہے اسکا فہم مفسرین سابقین سے مخصوص نہیں ہے اور نہ ان کا غلطی کھا جانا ناممکن ہے کیا آپکو معلوم نہیں کہ یہ سب تصانیف فیج اعوج کے زمانہ کی ہیں۔ جس کی نسبت فرمایا نبی کریم صلعم نے (ابو مسعود) خَيْرُ النَّاسِ قَرْنِيْ ثُمَّ الثَّانِيْ ثُمَّ الثَّالِثُ ثُمَّ يَجِيْئُ قَوْمٌ لَا خَيْرَ فِيْهِمْ (بہت اچھے لوگ میرے زمانے (صدی) کے پھر دوسری کے پھر تیسری کے پھر ایسی قوم آئیگی جن میں بھلائی نہیں (طبرانی) خَيْرُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَوَّلُهَا وَاٰخِرُهَا۔ اَوَّلُهَا فِيْهِمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلعم۔ اٰخِرُهَا فِيْهِمْ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَبَيْنَ ذٰلِكَ فَيْجٌ اَعْوَجُ لَيْسُوْا مِنْكُمْ وَلَسْتُ مِنْهُمْ (کنز العمال بروایت عروہ) اس امت کا اول جس میں رسول اللہ صلعم ہیں اچھا ہے اور آخر جس میں مسیح موعود ہوگا۔ اور درمیان میں کجروی کا زمانہ ہے نہ انہیں تم سے کچھ تعلق اور نہ تمہیں ان سے) ایسا ہی ہدیۃ المہدی وہ بروایت انس ہے کہ اُمَّتِيْ عَلٰى خَمْسِ طبقات فاربعون سنۃ اہل بر وتقوی۔ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ اِلٰى عِشْرِيْنَ ومائۃ سنۃ اہل تراحم و تواصل۔ ثم الذین یلونھم

الی ستین ومائة اهل تدابر ثم الهرج الخ۔ یا میری امت کے پانچ طبقے ہیں ۴۰ سال صاحبان نیکی و تقوی پھر انکے بعد ۱۲۰ سال تک صلہ رحمی کرنے والے پھر ۱۶۰ برس تک قطع تعلق کرنے والے پھر تو فتنہ فساد ہے اس سے نجات کے خواستگار ہیں۔

اسپر بھی کہتے ہیں کہ بجائے باپ دادا بھیجتے نہی آئے اور اب بھی تم تھوڑے ہو اور مخالفین زیادہ حدیث میں اتبعوا السواد الاعظم آیا ہے اسکا جواب سنیے کہ:۔

سواد اعظم کی پیروی

اعظم سے مراد کثیر نہیں بلکہ عظمت والی جماعت مراد ہے جو متبع کتاب و سنت اور ما انا علیہ و اصحابی کی مصداق ہو چنانچہ ہمارے تمام عقاید و اعمال کتاب و سنت کے مطابق ہیں) ورنہ لازم آئے گا کہ بہتر فرقے اسلام کے تو بوجہ زیادہ ہونے کے حق پر ہوں اور ایک بوجہ تھوڑا ہونیکے باطل پر ہو حالانکہ فرقہ ناجیہ ایک ہی ہے (عبد اللہ ابن عمرؓ) تَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلٰثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّةً کُلُّهُمْ فِی النَّارِ اِلَّا مِلَّةً وَّاحِدَةً قَالُوْا مَنْ هِیَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم قَالَ مَا اَنَا عَلَیْهِ وَاَصْحَابِیْ (میری امت کے تہتر فرقے ہونگے۔ سب دوزخی مگر ایک پوچھا گیا وہ کون یا رسول اللہ صلعم فرمایا جسپر میں اور میرے اصحاب ہیں) اور بمقابلہ ان بہتر کے قلیل۔

ایمان لانے والے تھوڑے ہوتے ہیں

حضرات! فَقَلِیْلًا مَّا یُؤْمِنُوْنَ (بہت کم ایمان لاتے ہیں بقرہ ع ۱۱) (۲) وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ (تھوڑے ہی ہیں میرے بندوں سے شکر گزار) (۳) اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِیْلٌ مَّا هُمْ (مگر جو ایمان لائے اور عمل صالح کئے مگر ایسے تھوڑے ہیں ص ع ۲۳) (۴) ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِیْنَ وَقَلِیْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِیْنَ (ایک بڑا گروہ پہلوں میں سے اور تھوڑے سے آخرین کی جماعت سے واقعہ ع ۱) ان آیات سے ظاہر ہے کہ مومن خصوصاً ابتدائی زمانہ میں بہت تھوڑے ہوتے ہیں اخیر میں وہ سب پر غالب آتے اور انہیں برکت ڈالی جاتی ہے دیکھو اِنَّ اِبْرٰهِیْمَ کَانَ اُمَّةً میں ابراہیم علیہ السلام شخص واحد کو امت کہا گیا اور کثیر کی نسبت تو خدا تعالی فرماتا ہے اَکْثَرُ النَّاسِ لَا یُؤْمِنُوْنَ (بہت لوگ ایمان نہیں لاتے المومن ع ۶) (۲) وَاِنْ تُطِعْ اَکْثَرَ مَنْ فِی الْاَرْضِ یُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ (اگر تو زمین میں سے بہتوں کی پیروی کرے تو تجھے خدا کی راہ سے بہکا دیں) انعام ع ۱۴ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰیٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ (بہت سے لوگ ہماری آیتوں سے غافل ہیں) یونس ع ۹ ۱۱ وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ (بہت سے آدمی فاسق ہیں المائدہ ع ۷) باقی رہا باپ دادا کی راہ پر چلنا سو ہم نہیں کہتے کہ نہ چلو مگر بالکل انہیں معبود بنا لینا یا خدا و رسول کے فرمودہ پر انکو ترجیح دینا ہرگز جائز نہیں۔ چونکہ یہ خلافت منہاج نبوت پر

یہ خلافت منہاج نبوت پر ہے

واقع ہوئی ہے جیسا کہ فرمایا سرور کائنات علیہ التحیات نے (حذیفہ) تَکُوْنُ النُّبُوَّةُ فِیْکُمْ مَا شَاءَ اللّٰهُ × × × ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ × × × ثُمَّ تَکُوْنُ مُلْکًا جَبْرِیَّةً × × ثُمَّ تَکُوْنُ خِلَافَةٌ عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ ثُمَّ سَکَتَ (نبوت رہیگی جب تک خدا نے چاہا۔ پھر خلافت منہاج نبوت پر (یعنی خلفاء اربعہ کا زمانہ) پھر جبری سلطنت کا زمانہ گزر کر اخیر میں پھر خلافت منہاج نبوت کے طریقے پر قائم ہوگی۔ مشکوۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے المراد بہ زمن عیسی والمهدی یعنی مراد اس سے عیسی

وحمدی کا زمانہ ہے) پس اسپر اعتراض وہی ہوتے ہیں جو اگلے نبیوں پر ہوتے اور جواب بھی وہی دیئے جاینگے جو انکی طرف سے قرآن مجید میں مذکور ہو گئے۔ جب میں ان اعتراضوں کو سنتا ہوں تو بے اختیار منہ سے نکلجاتا ہے۔ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ (بقرہ ۱۴۶) اسی طرح کہا ان مخالفوں نے جو ان سے پہلے ہوئے انکے دل آپس میں ملتے جلتے ہیں) اب پڑھئے یہ آیات (۱) مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِي الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ اِنْ هٰذَا اِلَّا اخْتِلَاقٌ ءَاُنْزِلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَيْنِنَا (ص ۲۳) (یہ باتیں ہمنے تو پچھلے طریقے میں سنی نہیں پس یہ تو من گھڑت عقیدے ہیں کیا ہم سب میں سے اسی پر وحی نازل ہونے لگ گیا) اسکے جواب دو تین دیئے ہیں انکو سرے سے بہانا تو قرآن مجید ہی میں شک ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ابھی انہوں نے عذاب نہیں چکھا کیا زبردست بہت بخشش کرنے والے رب کی رحمت کے خزانے انکے پاس ہیں کہ جسکو جی چاہے دیدیں"

معترضین اور اگلے زمانہ کے مخالفین

باپ دادا کا طریقہ اور اسکی پیروی

(۲) حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (ہمیں کافی ہے وہی جسپر اپنے باپ دادا کو پایا المائدہ ۱۴ ع ۷) (۳) جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ نے اتارا اسکی متابعت کرو تو کہتے ہیں بَلْ نَتَّبِعُ مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (ہم اسی عقیدے پر رہینگے جس پر اپنے باپ دادا کو پایا خواہ شیطان دوزخ کی طرف بلا رہا ہو لقمان ۲۶ ع ۲۱) (۴) مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (المؤمنون ۴ ع ۱۰) (یہ بات اپنے بڑے بوڑھوں سے تو کبھی سنی نہیں پس یہ ایک دیوانہ ہے) (۵) اَجِئْتَنَا لِتَاْفِكَنَا عَنْ اٰلِهَتِنَا (احقاف ۳ ع ۲۲) (اسلئے پیغمبر بن بیٹھا کہ ہمیں اپنے بزرگوں معبودوں سے پھیر دے) (۶) اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (یونس ۸ ع ۱۱) (کیا جسپر ہمنے اپنے بزرگوں کو پایا اس سے ہمیں پھسلانے آئے ہو تاکہ ملک میں تمہارا سکہ چلے۔ ہم تو تمہیں کبھی نہ مانینگے (۷) اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ (کیا تم لوگوں کی نماز یہی تمہیں یہی سکھاتی ہے کہ ہم اپنے بڑوں کا طریقہ چھوڑ دیں ہود ۸ ع ۲۲) (۸) بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا (ہم باپ دادا کے طریقے پر چلینگے خواہ انکو کچھ سمجھ نہ آئی ہو سورہ بقرہ ۲۱)

بعض لوگ کہتے ہیں یہ تو کافروں کے قول ہیں۔ ہم کافر تو نہیں۔ صاحبان! اگر آپ مومن ہیں تو کیا وجہ ہے کہ تمہارے منہ سے وہی باتیں ہو بہو کیوں نکلیں جو ان مخالفین کے منہ سے نکلتی تھیں۔ ان اقوال کا قرآن کریم میں اسی لئے ذکر ہوا کہ مومنین اپنے منہ سے یہ دلیل دیں اور نہ ایسا کریں اور کہیں بلکہ ہدایت کے دیکھیں جیسا کہ فرمایا وَكَذٰلِكَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰٓى اٰثٰرِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ۔ قٰلَ اَوَلَوْ جِئْتُكُمْ بِاَهْدٰى مِمَّا وَجَدْتُّمْ عَلَيْهِ اٰبَآءَكُمْ (زخرف ۲ ع ۲۵)۔ اسی طرح تجھ سے پہلے جب کسی بستی میں اپنا ڈرانیوالا بھیجا اسکے عیش پرستوں نے یہی کہا کہ ہمنے اپنے بڑوں کو ایک طریقہ پر پایا۔ اب ہم بھی انکے قدم بقدم چلے جاینگے پیغمبر نے فرمایا خواہ میں اس طریقہ سے جسپر تمنے اپنے باپ دادا کو پایا زیادہ ہدایت والا طریقہ سکھاؤں تو بھی ایسا ہی کروگے؟ سپر وہ بولے ہم تمہارے طریقے کو تو ماننے کے نہیں۔ اب تم خوب غور کرلو۔ کہ تمام اسلامی فرقوں سے یہی ایک فرقہ ہے جسکو توحید یہاں تک پسند ہے حتی کہ اسکی صفات میں ذرا سا شرک بھی پسند نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ عیسے علیہ السلام کو اب تک زندہ نہیں مانتا۔ ایسا ہی نبی کریم صلعم کی محبت سب سے زیادہ اسی جماعت کے دل میں ہے کہ وہ پسند نہیں کرتے کہ اسکے دین کی اشاعت کے لئے کسی اور امت کا نبی آئے۔ اور نہ وہ

باپ دادا کے طریقہ پر رہنے کا عذر

اصل موحد اہل حدیث ہیں

اسکی بتائی ہوئی عبادتوں سے زیادہ کوئی عبادت کرنا چاہتے ہیں وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ہمارا نبی (صلعم) وہ چشمہ فیض ہے کہ اس سے اس امت کے ہزاروں لوگ سیراب ہو کر انبیاءے بنی اسرائیل کے درجہ کو پہنچینگے۔ ہمارے بھائی بھی تسلیم کرتے ہیں کہ "زیادہ ہدایت" تو اسی میں ہے مگر پہر کہتے ہیں۔ اگلے بزرگ بھول گئے ہم دکھا دینگے کہ ان بزرگوں کا یہی مذہب تھا اور یہی اعتقاد (جو ہمارا ہے)۔ مگر فی الحال ہم کہتے ہیں کہ ہر شخص اپنے اعمال کا جواب دہ ہے تم اپنا فکر کرو ان سے اگر غلطی ہوئی تو معاف ہے کیونکہ کسی نے سمجھایا نہیں اور تم پر تو حجت

ہر ایک اپنے اعمال کا جواب دہ ہے

پوری ہو چکی (۱) وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى (ہر ایک شخص جو کچھ کماتا ہے اسکا اثر اسی پر پڑتا ہے اور کوئی کسی کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھائیگا (ش اخر انعام) (۲) ابرہیم و موسیٰ کے صحیفوں میں بھی یہی لکھا ہے کہ کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائیگا نہ اٹھاتا ہے وان لیس للانسان الا ما سعی (آدمی کو وہی ملیگا جواسنے کوشش کی النجم ۲) (۳) وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ شَيْءٌ وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى فاطر ۲۲ (کوئی شخص گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے اگر کسی کو اٹھانے کے لئے بلائے تو خواہ کیسا قریبی ہو وہ ذرا بھی نہ اٹھائیگا) (۴) اگر کوئی ہدایت پاتا ہے۔ تو اسکا فائدہ اسی کے لئے ہے وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا بنی اسرائیل ۱۵ – اور جو گمراہ ہو تو اس گمراہی کا خمیازہ بھی آپ ہی بھگتیگا (۵) کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور انکی اولاد یہودی یا نصرانی تھی اس سے آگے فرمایا تِلْكَ اُمَّةٌ

اگلے بزرگوں کا کیا حال

قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْئَلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (اخیر البقرہ) یہ لوگ اپنے اپنے وقت گزار کر مر چکے واسطے انکے ہے جو انہوں نے کمایا اور واسطے تمہارے ہے جو تم کماؤگے اور تم سے انکے عملوں کی نسبت کوئی نہ پوچھیگا یعنی تم اپنا فکر کرو) ایسا ہی فرعون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا تھا کہ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ طٰهٰ ۲۴ (کہ پھر اگلے لوگوں کا کیا حال ہوگا) تو جواب دیا (انکا علم میرے رب کے پاس موجود ہے) یعنی ع

تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ المائدہ ۱۲۶

اے مومنو! اپنے تئیں سنبھالو جب تم ہدایت پر ہو تو کسی کا گمراہ ہونا تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا)

قرآن کریم کے معانی صحیح کرنے کا قاعدہ

اسقدر لکھ چکنے کے بعد میں قرآن مجید کے معانی کی نسبت ایک اصل بتاتا ہوں کہ اگر اسپر عمل کریں۔ تو خطا سے محفوظ رہ سکتے ہیں وہ یہ کہ قرآن مجید کے ایسے معنے کرنے چاہئیں جو ایک آیت دوسری سے مختلف نہ ہو کیونکہ اس میں اختلاف نہیں فرمایا (۱) وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا (۲) كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ایسی کتاب جس کی آیتیں ایک دوسری سے ملتی ہیں زمر ۲۳ پھر کسی آیت کی تفسیر پہلے قرآن مجید ہی سے تلاش کرنی چاہیئے جیسے فرمایا ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (پھر اسکا بیان بھی ہمارے ہی ذمہ ہے القیٰمۃ ۱۹) ۲۹ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ اسکی آیتیں محکم ہیں پھر

پھر سنت رسول سے یعنے دیکھنا چاہیئے کہ رسول اللہ صلعم نے . . . . اس پر

ملہ جیسے ایسے کہتے ہیں ہمارا فلاں بزرگ سہروردی یا قادری یا حنفی یا شافعی تھا۔ ہم کیوں مرزائی بنیں۔ دوستو ان حضرتوں میں مسیح موعود تو تھا نہیں ورنہ وہ ضرور مان لیتے ۱۲ ملہ یہ آیت اس کورع میں بھی گزر چکی ہے

کسطرح عمل کرکے دکھایا (۱) لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ (جو کچھ انکے لئے اتارا گیا ہے اسکو کھول کھول کر بیان کرے النحل ع۶ پ۱۴)

اور یاد رکھو کہ آیات قرآنیہ دو قسم کی ہیں۔ محکمات اور متشابہات۔ محکم وہ جن کی دلالت واضح ہو اور متشابہ وہ جنکی دلالت واضح نہ ہو۔ کسی اختلاف کا فیصلہ کرنیکے لئے آیات محکمات کی پیروی کیجائیگی اور متشابہ آیتوں کے معنے ان محکمات کے مطابق کئے جائینگے۔ کیونکہ متشابہات کے پیچھے وہی پڑتے ہیں جنکے دلوں میں کجی ہو فرمایا هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ ط فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ (وہی خدا ہے جس نے تم پر کتاب اتاری اس میں بعض آیتیں محکم ہیں جو کتاب کا اصل[1] ہیں اور دوسری متشابہ۔ پس جنکے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تاکہ فساد ڈالیں۔ آہ) اس سے آگے فرمایا کہ انکا اصل مطلب اللہ اور وہ لوگ جو علم میں پختہ کار[2] ہیں جانتے ہیں ایمانداروں کا تو یہ فرض ہے کہ کہیں "سب ہمارے رب کی طرف سے ہے" پس اس میں اختلاف کیوں ہو اور اسی خیال سے وہ متشابہات کے معنے محکمات کے مطابق کرتے ہیں تاکہ اختلاف نہ رہے[3] (دیکھو آل عمران شروع)

اب آؤ دوستو! کتاب اللہ کی طرف اور وہ بات نہ ہو کہ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ اللَّهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ يَتَوَلَّىٰ فَرِيقٌ مِنْهُمْ وَهُمْ مُعْرِضُونَ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَاتٍ وَغَرَّهُمْ فِي دِينِهِمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ (بلائے جاتے ہیں طرف کتاب اللہ کی کہ انکا فیصلہ کیا جائے ایک فریق ان سے منہ پھیر لیتا ہے گویا کہ وہ منحرف ہو بیٹھا۔

جو کتاب اللہ سے فیصلہ نہیں کرتے

یہ اسلئے کہ (انکے دلوں میں کبر ہے اور وہ اپنے کو فرقہ ناجیہ سے سمجھے بیٹھے ہیں) کہتے ہیں کہ ہمیں آگ نے چھوا بھی تو چند روز۔ حالانکہ انکے افتراؤں نے دین میں انہیں بہت کچھ مغالطے دے رکھا ہے آل عمران ع۳ پ۳)

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْهِ أُنِيبُ (ہود ع۸ پ۱۲) رَبِّ اشْرَحْ لِي صَدْرِي وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي يَفْقَهُوا قَوْلِي۔

هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمَٰنُ الرَّحِيمُ ○ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ۔ الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ۔ سُبْحَانَ اللَّهِ عَمَّا يُشْرِكُونَ۔ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ (اخیر سورہ حشر) وَهُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ (المومنون ع۵ پ۱۸) اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ (آل عمران)

ہمارا اللہ

ہمارا اللہ وہ پاک ذات ہے جس کی ذات و صفات[4] میں کوئی بھی شریک نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ (اسکی مثل کوئی چیز بھی نہیں)

---

[1] دوسری آیتیں اسکی تابع ہیں جیسے اولاد ماں کی [2] جن پر وحی بھی نازل ہو اور مامور یا مبعوث من اللہ ہوں۔

[3] بل رفعہ اللہ الیہ کے معنے اگر دیگر آیات محکمت توفیتنی وغیرہ کے مطابق کریں تو کیوں اختلاف ہو

[4] اسی لئے دو بار لا الہ الا ہو فرمایا۔

هل تعلم له سميا مریم ع ۱۶ (کیا اس جیسا کوئی اور بھی تو جانتا ہے) ولم یکن له کفوا احد (کوئی بھی اسکا ہمسر نہیں) لا شریک
له (کوئی بھی اسکا ساجھی نہیں) پس پرستش و فرمانبرداری و مدد طلب کرنیکے لائق بھی وہی ہے۔

عالم الغیب ہے | وہ اپنی ذات (جو غیب الغیب ہے) اور دیگر غیبوں کا جاننے والا ہے۔ پس اسکے سوا کسی کو عالم الغیب ہونیکا دعویٰ زیبا نہیں
اور نہ کسی کو عالم الغیب کہنا جائز ہے (۱) وما کان الله لیطلعکم علی الغیب ولکن الله یجتبی من رسله من
یشاء آل عمران ع ۱۸ (اللہ کسی کو اپنے غیب کی باتیں نہیں بتلاتا۔ لیکن اللہ تعالے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے منتخب کرلیتا
ہے (اور اسے جتنا مناسب ہو بتا دیتا ہے) (۲) علم الغیب فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول
(عالم الغیب ہے بس وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں کسی رسول کو برگزیدہ کرکے حسب مصلحت بات بتا دیتا ہے
جن ع ۲۹) ان آیات سے ظاہر ہے کہ اپنے رسول پر بعض باتیں ظاہر کردیتا ہے اور بس۔ ورنہ تمام علم غیب خدا کو ہی ہے۔ قوله
تعالے (۱) قل لا یعلم من فی السموت والارض الغیب الا الله النمل ع ۲۰ (کہدے۔ غیب کو اللہ کے سوا کوئی
بھی آسمانوں اور زمین والوں میں نہیں جانتا) (۲) ان الله یعلم غیب السموت والارض (حجرات) اللہ ہی جانتا ہے غیب آسمان
وزمین کا) (۳) عنده مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو (اسی کے پاس غیب کے خزانے ہیں جنکو اسکے سوا کوئی نہیں جانتا انعام ع ۷)
(۴) ولله غیب السموت والارض هود ع ۱۲ (اللہ ہی کے لئے آسمان زمین کا غیب (۵) وما تدری نفس ماذا تکسب
غدا کوئی نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا۔ اب سنو! رسول الثقلین سید الکونین کو علم غیب کتنا تھا۔ ولو کنت اعلم الغیب لاستکثرت
من الخیر وما مسنی السوء اعراف ع ۲۳ (اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو اپنے لئے بہت ہی بھلائی جمع کرلیتا اور مجھے تکلیف نہ پہنچتی
میں تو مومنوں کے لئے بشیر و نذیر ہوں (۲) وما ادری ما یفعل بی ولا بکم (مجھے معلوم نہیں میرے ساتھ کیا گزریگا
اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائیگا احقاف ع ۲) اور علمک ما لم تکن تعلم النساء ع ۱۷ (سکھایا تجھے جو تو نہیں جانتا)
سے مراد دینی معرفت و اسلامی طریقہ ہے جیسا کہ عام مومنوں کو فرمایا کما علمکم ما لم تکونوا تعلمون (سکھایا تم کو جو تم نہیں جانتے تھے)
دوستو! جب سرور انبیاء (علیہ السلام) کا یہ حال ہے تو پھر دوسرے انبیاء و اولیاء کا کیا مذکور۔ پس ایسے اعتراضات بالکل لغو ہیں کہ "ہمیں مرزا
صاحب فلاں دفینے کا حال بتائیں تو مان لیں (۲) ہمارا دلی خیال بتلائیں کہ کیا ہے (۳) اگر ایسے ہی ملہم ہیں تو فلاں کام کی نسبت پہلے ہی کیوں
معلوم نہ ہوگیا کہ یوں ہوگا۔ تاکہ بیفائدہ کوشش نہ کرتے" اللہ تعالے اپنے برگزیدوں کو غیب سے بعض وقت اطلاع دیتا ہے مگر ایسے
غیب سے جس میں کوئی دینی فائدہ یا خدا کی ہستی کا ثبوت اسکے رسول کی صداقت کا اظہار مقصود ہو۔ خدا کے مامور دنیا داروں کے لئے کاہن
جفری۔ رمال۔ نجومی کی طرح نہیں۔ کہ ٹکہ پر ایمان بیچیں اور وقت کو رائگاں ضائع کریں۔ دیکھو پنڈت لیکھرام کی موت کی خبر کتنی سال پہلے
دی۔ ایسا ہی عبداللہ آتھم مرزا احمد بیگ پنڈت دیانند کی موت کی خبر سے اللہ تعالے کی کتاب قرآن مجید اللہ تعالے کے
رسول محمد صلعم اللہ تعالے کے دین اسلام کی زندگی اور خود مسیح موعود کا مستجاب الدعا ہونا روز روشن کی مانند ظاہر ہوا۔ غرض انبیاء کا یہ حال
ہے سے گہے بر طارم اعلیٰ نشینم * گہے بر پشت پائے خود نہ بینم * . . . . با اینہمہ ہم دلی یقین سے

گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے اپنی مخلوقات میں سے سب سے زیادہ جس کو اپنے غیب پر اطلاع دی وہ (حضرت) محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم ہے چونکہ وہ عالم الغیب ہے اسلئے کوئی چیز اسکی نظر سے پردہ میں نہیں وہ بے مانگے اپنی مخلوقات کے لئے انکی ضروریات وفطرت کے مطابق سامان بہم پہنچا دینے والا ہے رَبُّنَا الَّذِیْٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَہٗ ثُمَّ ھَدٰی (ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اسکے مناسب حال پیدائش عطا کی۔ پھر کمال مطلوبہ کے حصول کے لئے سامان بہم پہنچا کر راہ دکھلادی) جب[1] رحمٰن ہماری ظاہری جسمانی ضروریات کے لئے ہر موسم میں سامان بہم پہنچاتا رہتا ہے جیسا کہ خزاں کے بعد بہار۔ خشک سالی کے بعد بارش۔ رات کے بعد دن تو کیا وجہ ہے کہ روحانی ضروریات کے سامان بہم نہ پہنچائے قولہ تعالیٰ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ وَالْفُلْکِ الَّتِیْ تَجْرِیْ فِی الْبَحْرِ بِمَا یَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْیَا بِہِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَا وَبَثَّ فِیْھَا مِنْ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّتَصْرِیْفِ الرِّیٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَیْنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ (البقرہ ع ۲۰ ۲) یعنی آسمان وزمین کی پیدائش اور دن کے بعد رات۔ رات کے بعد دن کے آنے اور جہازوں میں جو لوگوں کی نفع کی چیزیں لے کے چلتے ہیں اور اس بات میں کہ آسمان سے اللہ پانی اتارتا ہے اور زمین کو اسکی موت کے بعد زندہ کرتا ہے اور ہر طرح کے جاندار جو زمین میں پھیلائے ہیں اور ہواؤں کے پھیرنے اور آسمان و زمین کے درمیان مسخّر بادلوں میں عقل سے کام لینے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں) کہ جیسے آسمان کے ستاروں میں ایک چاند اور زمین میں ایک بادشاہ ہوتا ہے۔ ایسا ہی روحانی آسمان وزمین میں بھی ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی امام ہوتا ہے جیسے رات کے بعد دن کا آنا ضروری ہے ایسے ہی وَالَّیْلِ[2] اِذَا عَسْعَسَ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ (رات جب کمال تاریکی کو پہنچے تو صبح کا سپیدہ نمودار ہوتا ہے تکویر) کے مطابق ضلالت کی رات کے بعد ہدایت کا آفتاب ضرور چڑھتا ہے جیسے آسمان سے دقت پر بارش ہو کنوئیں چڑھ آتے اور انواع واقسام کی روئیدگیاں اُگ پڑتی ہیں ایسے ہی آسمانی وحی کی بارش سے عقلوں کے چشموں کا پانی ابلتا اور معارف وحقائق علوم وفنون کی نباتات پیدا ہوتی ہے وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجْعِ وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ (طارق) قسم آسمان کی جو بارش برسانے والا اور زمین کی جو نباتات اُگانے والی ہے) میں اسی ظاہری انتظام سے جو از قسم بدیہیات ہے باطنی انتظام کو جو از نوع نظریات ہے ثابت کیا گیا ہے۔ اب مادی ترقی تو ہر ایک دیکھ رہا ہے پس روحانی تغیر کیوں نہ ہو۔ کسی کی آنکھیں ہیں تو دیکھے کان ہیں تو سنے دل ہو تو سمجھے۔ وہ ہمیشہ سے متکلم ہے اور ابد تک متکلم چلا جائیگا جیسے اسکے دوسرے فیض بند نہیں ہوئے یہ فیض ابھی بند نہیں ہوگیا قُلْ لَّوْ کَانَ الْبَحْرُ[3] (کہف ع ۱۲ ۱۶) یعنی اگر تمام سمندر میرے رب کے کلمات لکھنے کے لئے سیاہی بنیں تو خواہ اتنی مدد کو اور اتنے سمندر بھی آجائیں وہ بھی کلمات ربی ختم ہونے سے پہلے ختم ہو جائیں پھر یہ کسطرح ممکن ہے کہ کلام الہی کا نزول تیرہ سو برس سے بند ہو چکا ہے دخشل بخشش آگے آتی ہے اور وہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا ہر عمل کی جزا دیتا ہے۔ کوئی دنیا کی کوشش کریگا تو دنیا پائیگا۔ دین کی کوشش کرے تو دین پائیگا قولہ تعالیٰ کُلًّا نُّمِدُّ ھٰٓؤُلَآءِ وَھٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّکَ وَمَا کَانَ عَطَآءُ رَبِّکَ مَحْظُوْرًا (بنی اسرائیل ع ۲)

---

[1] قسم بطور گواہ ہوتی ہے [2] یہ آیت پہلے لکھی جا چکی ہے ۱۲

(ہم طالبانِ دنیا کو بھی اور طالبانِ آخرت کو بھی تیرے رب کی عطا سے مدد دیتے ہیں اور تیرے رب کی بخشش عام ہے کسی پر بند نہیں) پس یہ اعتراض بھی فضول ہے کہ کافروں کو کیوں زیادہ رزق دے رکھا ہے جتنی کوشش دنیا طلبی میں وہ کرتے ہیں تم بھی کرو اسکا اجر برابر پاؤگے نیز انکو مال مبتلائے عذاب کرنیکے لئے ہے فرمایا فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا التوبۃ (پس تجھے انکے اموال اور اولاد تعجب میں نہ ڈالیں اللہ تعالےٰ انکے ساتھ انہیں دنیا کی زندگی میں عذاب دینا چاہتا ہے) ایسا ہی دین میں سعی سے وہ تمام مراتب مل سکتے ہیں جو اگلے لوگوں کو حاصل ہوئے مگر ان کا ملنا محض فضلِ ربی پر موقوف ہے

الملك القدوس وہ تمام بادشاہوں کا بادشاہ ہے مگر اس میں انسانی بادشاہوں کی طرح کوئی کمزوری نہیں وہ تمام ایسے عیوب ونقائص سے پاک ہے وہ اپنی رعیت کی امداد کا محتاج نہیں اور نہ انکے بھاگ جانے یا نابود ہو جانے سے ترساں ہے قولہ تعالیٰ (۱) وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ وَاِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْٓا اَمْثَالَكُمْ (اخیر محمد) اللہ تعالےٰ بے نیاز ہے اور تم سب اسکے محتاج اگر تم روگردانی کرو تو وہ اور قوم تمہارے سوا تمہاری قائم مقام بناوے اور وہ تم جیسے نہیں بلکہ تم سے بڑھکر ہونگے[۱]

اسکا بھی ان بادشاہوں کی طرح عرش ہے مگر اس رب العزة کے عرش کا قیاس اس دنیوی عرش پر کرنا ایسا ہی لغو ہے جیسا کہ اسکے سمع وبصر وکلام کا قیاس اپنے سمع وبصر وکلام پر۔ اسکی مثل کوئی چیز نہیں فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (پس مخلوقات سے اسکی مثالیں نہ دو) یہ ایک صریح ظلم ہے کہ باری تعالیٰ کی صفات کو اپنی صفات جیسا قرار دیا جائے وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ (انہوں نے اللہ کی وہ قدر نہ کی جیسا کہ قدر کرنیکا حق تھا الحج ۷۴) یہ اس رحمٰن کی رحمت ہے کہ اپنی صفات کو ایسے الفاظ میں بیان فرمایا کہ جنکے مشابہ اپنے نفس میں موجود ہونے کے سبب ایک گونہ سمجھ سکتے ہیں۔ مگر اس سے وہی مراد نہیں جو ہماری صفات سے مراد ہے کیونکہ اس طرح خدا تعالےٰ عرش کا محتاج بنیگا) حالانکہ اسکی شان اس سے بلند ہے عرش کو مخلوق سمجھنا بڑی بھاری خطا ہے درِاصل وہ مخلوق۔ غیر مخلوق کے جھگڑوں سے پاک ہے۔ خدا تعالےٰ کے تجلّیات کا اعلیٰ مقام جو دونوں جہان میں ہو سکتا ہے وہ عرش کا مقام ہے۔ عرش گویا مظہر تجلیّات جمالی وجلالی ہے اور جیسے تخت پر بیٹھنے سے مراد زمام سلطنت کو ہاتھ میں پورے طور پر لیکر حکم واحکام نافذ کرنا ہے ایسا ہی ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کے معنے ہیں کہ خدا پوری تجلی سے کام لے رہا ہے اور اس مناسبت کے لحاظ سے اسکا نام عرش ہے اور رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ (النمل) سے مراد یہی ہے کہ وہ صاحب عظمت وجبروت اور کل موجودات پر تصرف کرنیوالا اور قابض ہے۔

اللّٰہ السلام ہے اور مسیح کی وفات پھر وہ تمام عیوب سے سلامت ہونے کے علاوہ سلامتی کا . . . . سر چشمہ ہے

---

[۱] اس آیت کے نزول کے متعلق ابوہریرہ سے روایت ہے کہ عرض کیا گیا وہ کون لوگ ہیں اے رسول اللہ؟ فضرب علیٰ فخذ سلیمان آپ نے سلمان فارسی کی ران پر ہاتھ مار کر فرمایا یہ اور اسکی قوم وَلَوْ كَانَ الدِّيْنُ عِنْدَ الثُّرَيَّا لَنَالَهٗ رِجَالٌ مِّنَ الْفُرْسِ (ترمذی) اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح موعود اہل فارس سے ہوگا آپکے آباؤ اجداد سمرقند کی طرف سے آئے کیونکہ مسیح موعود بروز محمدیہ ہونا تھا پھر اسکے اصحاب صحابہ کرام کے مثیل ہونے تھے

اور کوئی مخلوق نہیں جو اپنی فطرت کے خلاف معرض فنا میں نہ ہو۔ قولہ تعالیٰ کُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (ہر ایک شخص پر فنا کا قانون اپنا کام کر رہا ہے اس فنا سے محفوظ تیرے رب کی ذات ہے جو صاحب جلال واکرام ہے رحمٰن ۳) پس عیسٰی علیہ السلام اس قانون سے کیونکر نکل سکتے ہیں اگر کہو اس دنیا میں نہیں تو ہم کہتے ہیں اس دنیا کی قید آیت میں نہیں اگر اس عالم بالا کا قانون کچھ اور ہے تو وہاں اس قسم کے وجود خاکی بھی تو نہیں۔ نیز کیا وہ اولاد آدم نہیں جسکی نسبت فرمایا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْئًا الحج ۷ (بعض تم میں سے ایسے ہیں جو عمر طبعی کو پہنچنے سے پہلے مرجاتے ہیں اور باقی بعض ارذل عمر یعنے بڑھاپے کی طرف پھیرے جاتے ہیں تا سمجھنے کے بعد کچھ نہ سمجھیں بوجھیں یعنی ستر بہتّرے ہو جائیں) اب کیا عیسٰی علیہ السلام ان دو حالتوں میں سے کسی ایک حالت میں نہیں ہونے چاہئیں کیا انپر دو ہزار برس نہیں گزرے اور اس امت اور زمانہ کا اثر وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ (جسے ہم عمر میں بڑھاتے ہیں پیدائش میں گھٹاتے ہیں)۔ یعنے اسے حواس وغیرہ میں فتور آجاتا ہے) انپر کیا وجہ ہے کہ ظاہر نہ ہو اور وہ جب انہیں ۳۳ برس کے ہوں۔ اور اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ (جہاں کہیں بھی ہو موت تمہیں پالیگی النساء ۱۱ ۵) اور ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ مومنون ۱۸ (پھر اسکے بعد تم سب کو مرنا ہے) کے قانون سے اب تک بلا وجہ بے سبب بچے رہیں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ الروم ۲۱ (یہ اللہ تعالےٰ کی بنائی ہوئی سرشت ہے جسپر لوگوں کو پیدا کیا گیا ہے۔ اب اللہ کی بناوٹ میں کوئی فرق و تغیر نہیں آئیگا کیونکہ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (اللہ تعالیٰ کی سنت یعنی قانون میں ہرگز تبدیلی نہیں پائیگا فاطر ۵) آچکا ہے

پس جب ہر بشر کے لئے یہ قانون مقرر ہو چکا ہے کہ وہ ایک حالت پر رہ نہیں سکتا جیسا کہ فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ الانبیاء ۱۷ (ہم نے تجھ سے پہلے کسی شخص کے لئے "ایک حالت پر رہنا" اور ہمیشگی نہیں رکھی) تو کیا سبب کہ عیسٰی علیہ السلام اس سے مستثنٰی ہوں۔ یہ صفت تو اللہ تعالےٰ کی ہے۔ کسی دوسرے میں قرار دیکر کیوں صاحبان ضلالت کو مدد دیتے ہوں (ابوسعید خدری) فرمایا رسول اللہ صلعم يَتْبَعُ الدَّجَّالَ مِنْ اُمَّتِيْ سَبْعُوْنَ اَلْفًا عَلَيْهِمُ السِّيْجَانُ (گمراہ گروہ کی تابع ہونگے میری امت سے ستر ہزار جن پر سیاہ جبّے ہونگے۔ مشکوٰۃ جلد ۲)

اَلْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ	پھر فرمایا وہ خدا امن عطا کرنے والا اور اپنے مامن وملجا ہونے پر قطعی دلائل قائم کرنیوالا
اَلْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ	ہے۔ وہ سب کا محافظ ہے سب پر غالب بگڑی کا بنانیوالا اور اس میں کسی کا محتاج

نہیں بلکہ وہ کبریا کا مالک ہر ایک سے مستغنی ہے۔

۱؎ اسی مضمون کی آیت النحل ۹ میں ہے کہ اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں موت دیتا ہے اور بعض نکمی عمر کو پہنچتے ہیں کہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانیں اب اس آخری عمر کو پہنچکر جو دو ہزار برس گزرنے سے ضروری ہے کیا اسلامی خدمت کرینگے۔ حضرت عیسٰی کے زمانے میں لوگوں کی عمر یہی سو ڈیڑھ سو برس تھی پس نوح کے زمانے پر قیاس غلط ہے ۱۲۔

تردید استمداد من غیر اللہ

ان چار صفتوں پر غور نہ کرنے سے ہمارے افسوس مسلمانوں میں بھی قبر پرستی پیر پرستی اور مختلف عقاید فاسدہ پھیل گئے بیشک یہ دنیا دار المحن والابتلاء ہے مگر دیکھنا یہ ہے کہ ایک موحد انسان جب اسے تکلیف پہنچے۔ اس بچے کی طرح جسے باہر کھیلتے ہوئے یا گلی میں کوئی ضرر پہنچتا ہے باوجود اس بات کے کہ رستے میں اسے بیسیوں ہمدرد ملیں جو دلسوزی سے اسے گود میں اٹھانا چاہیں اور مدد دینے اسکی تکلیف کی تلافی کرنے پر قادر ہوں وہ کسی کے پاس آرام نہیں لیتا۔ نہ اسکا دل مطمئن ہوتا ہے بلکہ سیدھا اپنی ماں کی طرف دوڑتا ہے اپنے مولا کریم کے آستانۂ رحمانیت پر جس سے بڑھکر کوئی ارحم الراحمین کوئی غالب علی کل شیئ قدیر کوئی قریب کوئی مشکلات کا حل کرنیوالا نہیں۔ گرتا ہے۔ یا ادہر ادہر عارضی اور غیر قادر غیر مالک علی الشی اپنے جیسے بندوں سے ایجاد یا احداث فعل کے لئے استعانت کا طلبگار ہوتا ہے فرمایا (۱) اِنَّ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ عِبَادٌ اَمْثَالُکُمْ فَادْعُوْھُمْ فَلْیَسْتَجِیْبُوْا لَکُمْ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ اعراف ع ۲۳ ﴿ جنکو تم خدا کے سوا مدد کے لئے بلاتے ہو وہ بھی تمہاری جنس سے تم جیسے بندے ہی ہیں پس تم انہیں بلا دیکھو اگر تم سچے ہو تو پھر وہ تمہیں جواب دیں اور تمہاری فریاد رسی کریں) دعا کی اجابت اور جواب دینے کا حق صرف خدا ہی کو حاصل ہے[1] اور اکثر مقامات پر مشرکین کے ٹھاکروں کا رد اسی اصل سے کیا گیا کہ وہ تمہیں جواب نہیں دے سکتے اور نہ اجابت پر قادر ہیں قولہ تعالیٰ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ (کون زیادہ گمراہ ہے اس شخص سے جو اللہ کے سوائے کسی اور کو پکارے (اور بڑی مانگے) جو اسے روز قیامت تک جواب نہیں دے سکتے اور وہ انکی دعا سے غافل ہیں احقاف ع ۱ ۲۶) (۲) اَفَلَا یَرَوْنَ اَلَّا یَرْجِعُ اِلَیْھِمْ قَوْلًا (کیا وہ یہ نہیں سوچتے کہ انکی باتوں کا جواب نہیں دیتا طٰہٰ ع ۱۶) دعا سے بے خبر ہونے پر یہ آیت نص ہے۔ اِنْ کُنَّا عَنْ عِبَادَتِکُمْ لَغٰفِلِیْنَ یونس ع ۲۶ ۱۱ (ہم تمہاری عبادت اور پکار سے غافل تھے) پس صاف ثابت ہوا۔ کہ جن متوفی بزرگوں کو یہ لوگ مدد کے لئے پکارتے ہیں انہیں انکی پکاروں کی کچھ خبر نہیں۔ اس آیت سے ان لوگوں کا جواب بھی رد ہو. جو کہتے ہیں ہم انہیں شریک نہیں سمجھتے سفارش بحضور خدا کے لئے عرض کرتے ہیں۔ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ شُفَعَآءَ ط قُلْ اَوَلَوْ کَانُوْا لَا یَمْلِکُوْنَ شَیْئًا وَّلَا یَعْقِلُوْنَ قُلْ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیْعًا الزمر ع ۴۲ (کیا انہوں . . . .

---

[1] بذریعہ خواب یا الہام یا وحی یا کامیابی جیسا کہ ہمیشہ سے سنت اللہ ہے ۱۲ [2] بعض لوگوں کو مرض ہے یہ کہنے کی کہ یہ آیت تو فلاں کے حق میں ہے۔ ہمیں خوف ہے کہ کہیں اسی خیال میں نماز روزہ بھی چھوڑ دیں کہ یہ اس زمانے کے مکی لوگوں سے مخصوص تھا یا جب وہ کسی کافر کی مذمت مثل اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ وغیرہ پڑھیں تو یہ نہ سمجھ لیں کہ یہ اسی کے لئے ہے ہم میں اگر یہ اوصاف ہوں تو کوئی ڈر نہیں ہم ٹھہرے مسلمان وہ ہوئے کافر۔ وَلَقَدْ ضَرَبْنَا فِیْ ھٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ کُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّھُمْ یَتَذَکَّرُوْنَ الزمر ع ۲۳۔ یعنی ہمنے اس قرآن میں ہر طرح کی مثالیں بیان کردی ہیں تاکہ یہ لوگ نصیحت پکڑیں اور سمجھیں کہ کہیں ہم بھی انہی عیبوں میں گرفتار تو نہیں ہو گئے میں پوچھتا ہوں ایک بچھڑے ایک بت ایک ایسے وجود میں جو روح نہیں رکھتا کیا فرق ہے [3] اس سے وفات مسیح کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ عیسائی انکی پرستش کرتے ہیں جب دوبارہ دنیا میں آئینگے تو انہیں معلوم ہوگا کہ میری پرستش کرتے رہے پھر قیامت کو خدا کے حضور کیونکر کہینگے میں انکی عبادت سے غافل تھا

نے خدا کے سوائے کسی اور کو سفارشی قرار دے لیا کہ خواہ وہ کسی چیز کے مالک ہوں اور کچھ سنتے گنتے نہ ہوں جب بھی ایسا ہی کرتے جاؤ کہ سفارشیں سب اللہ ہی کے اختیار میں ہیں) تو بس جب ہر پھر کے خدا ہی کی طرف آنا ہے۔ اور اسی کا ملک سموات و ارض ہے تو پہلے ہی کیوں نہ اسکے دروازے پر گریں۔ پھر مشرکین بھی تو انہیں شفیع ہی کہتے تھے هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ (یونس ۱۱) (یہ ہمارے سفارش کرنے والے ہیں اللہ کے نزدیک) مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر ۲۳) تو کیا انکا یہ فعل اچھا یا جائز سمجھا گیا تھا؟ ہرگز نہیں۔ پس دوستو! تم اپنا قصور اچھی طرح سوچو وہ جنکو مشرک کہا گیا وہ بھی خدا کو تو مانتے تھے صرف حاجت روائی کے لئے دوسروں کو پکارتے وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ (زمر ع) اگر تو ان سے پوچھے زمین و آسمان کس نے پیدا کئے ہیں تو وہ یقیناً ضرور یہی کہینگے کہ اللہ نے۔ اس سے آگے انہیں ملامت کی گئی ہے کہ اللہ کے سوا دوسروں کو کیوں پکارتے ہو۔ پکارنے کی علت غائی کچھ نفع حاصل کرنا ہے یا ان کے ضرر سے ڈرنا۔ اللہ تعالےٰ نے اس عقیدہ باطلہ کا کئی طرح سے رد فرمایا ہے (۱) قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ (السبا ۲۲) اللہ کے سوا جنکو تم کچھ سمجھتے ہو بلاؤ دیکھو وہ تو نہ آسمانوں میں ذرہ بھر کے مالک ہیں نہ زمین میں اور نہ انہیں انکا کچھ حصہ ہے اور نہ ان سے خدا کا کوئی مددگار ہے اور نہ کسی کی سفارش نفع دیتی ہے مگر جسے کہ یا جس کیلئے اذن دے (۲) يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ (الحج ۱۷) اللہ کے سوا اوروں کو پکارتا ہے جو نہ اسے ضرر پہنچا سکیں نہ نفع یہ پرلے درجے کی ضلالت ہے (۳) خدا کے سوا جنہیں کچھ سمجھ رکھا ہے انکو عبث بلاتے ہو فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا۔ (بنی اسرائیل ۱۵) (وہ تم سے مصیبت کے ہٹانے یا اسکو بدلانے کا اختیار نہیں رکھتے) (۴) وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ (یونس ۱۱) (خدا کے سوا کسی کو نہ پکار جو تجھے نفع و نقصان نہیں پہنچا سکتے اگر تو ایسا کریگا تو بیشک تو ظالموں میں سے ہے) پھر آگے فرمایا اللہ کوئی تکلیف پہنچائے فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ (تو اس مصیبت کا ہٹانے والا کوئی نہیں مگر وہی) (۵) وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا اسْتَجَابُوْا لَكُمْ (جنکو خدا کے سوا بلاتے ہیں انہیں ذرا بھی اختیار نہیں اگر تم انہیں بلاؤ تو وہ سنتے ہی نہیں۔ سن لیں تو فریاد رسی سے عاجز ہیں فاطر ۲۲۔ اس سے آگے فرمایا يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ اے سب لوگو سنو۔ تم اللہ ہی کے محتاج ہو۔ یعنے اس سے حاجت روائی چاہو

ف رعد ۱۳۔ میں کون ہے رب آسمانوں اور زمین کا جواب اللہ دیکر فرمایا قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا (کیا تم اللہ کے سوائے انکو اپنا کارساز و اولیاء بنائے بیٹھے ہو جو اپنی جان کے بھی نفع و نقصان کے مالک ہی نہیں۔ جب وہ اپنا کچھ نہیں کر سکتے تو دوسروں کا کیا بنا ینگے ۱۲ ف۲ یعنے زمینی بادشاہوں کی طرح نہ سمجھو کہ ایک اپیل نویس ہو جسے جا کر عرضیں سنی جائیں یا وہاں تک پہنچنے کے لئے چند لوگوں کی منت و مدد کا وسیلہ درکار ہے اسی لئے فرمایا فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ (نحل) اللہ کے لئے ایسی مثالیں نہ بناؤ

یَا شَیْخ شَیْئًا لِلّٰہِ پڑھنے والے خدا کے لئے ان آیات کو سوچیں اور تعصب سے پاک ہو کر حوصلے سے غور کریں کیونکہ ایسا کہنے میں تو سفارش والا بہانہ بھی نہیں بلکہ صاف کہتے ہیں ہمیں کچھ دو حالانکہ خدا فرماتا ہے وہ کسی چیز کے مالک نہیں۔ اس عالم پر قیاس کرو یہاں تو ملک ہوتا ہے خواہ عارضی ہی کیوں نہ ہو اگر ایسا کہنا جائز ہوتا تو سب سے اول سید الکونین رسول الثقلین صلعم کا حق تھا۔ مگر انکی بابت قرآن مجید میں آیا ہے قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ یونس ۱۱ (کہدے میں تو اپنے آپکے نفع و ضرر کا بھی مالک نہیں مگر جو اللہ چاہے وہ ہوتا ہے (۲) قُلْ اِنِّيْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا الجن ۲۹) کہدے مجھ نہ فائدے پہنچانے کا اختیار ہے نہ ضرر پہنچانے کا) بس کون مرد اب ان سے بڑھکر ہے جسے ہم مصیبت کے وقت پکاریں۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ یٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ (اے مومنو! استقلال ثابت قدمی یا روزہ اور نماز کے ذریعے خدا سے مدد مانگو البقرہ ۲) دیکھو یہ نہیں فرمایا کہ جب کوئی مصیبت پڑے تو حاجت روائی کے لئے فلاں مردہ بزرگ یا فلاں بٹھا کر کے ذریعے سفارش کرانا اور مدد مانگنا۔ پھر دعا کے رنگ میں تعلیم فرمائی جسے ہم پانچوں نمازوں میں کوئی چھیالیس بلکہ چونتیس دفعہ دہراتے ہیں۔ باوجود اس مشق کے پھر بھی اس حصر کلام الٰہی کو توڑتے ہیں یعنی وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ (ہم تیری ہی عبادت کرتے اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں) اِیَّاکَ کی نحوی ترتیب پر غور کرو۔

احادیث میں بھی یہی ہے کہ اللہ سے استعانت کرو۔ فتوح الغیب میں حضرت پیر رض بروایت ابن عباس ناقل ہیں فرمایا رسول اللہ صلعم نے اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰہِ ۱۱ (جب ایجاد فعل کی مدد مانگنی ہو تو اللہ سے مانگ کیونکہ اگر سارے بندے تجھے نفع پہنچانا چاہیں تو ہرگز قادر نہ ہونگے اگر تیرے لئے خدا نہ چاہے) غوث پاک کے مرید اس پر عمل کریں۔ بہتیرے بہلانے بناتے ہیں کہ ہم انہیں مالک نہیں سمجھتے صرف مدد چاہتے ہیں جیسی دنیا میں مگر غور کرو تو یہ کم از کم شرک نہیں تو مقدمہ شرک تو ضرور ہے اسی آزادی کی وجہ سے جاہلوں کی عورتیں یہی کہتی ہیں بھاگی بھرے پیر نے یہ کام کیا اسکی منت مانی تھی۔ وہی رکھوالا ہے دوستو! جب پھر کر خدا کی طرف آنا ہی تو پہلے ہی کیوں نہ اسی کے دروازے پر گریں والیہ یرجع الامر کلہ فاعبدہ . . . .

سلہ حضرت پیر کی طرف یہ قول جو منسوب کیا گیا ہے یا حبیب الا الیہ خذ بیدی۔ اول تو ثابت کرو کہ انہی کا ہے پھر بزرگوں کو تو کشفی حالت میں روح متجسد نظر آجاتے ہیں۔ اس حالت میں اگر کوئی کہہ لے کہ میرے لئے دعا کرو۔ تو کیا مضایقہ ہے اور یا رسول اللہ بطور اظہار اشتیاق میں کچھ حرج نہیں اپنی نیت دیکھنی چاہیئے اس سے انکا حاضر و ناظر ہونا لازم نہیں آتا التحیات میں ہر روز پڑھتے ہیں السلام علیک ایہا النبی تو پھر کیوں منع ہو؟ سلہ الاعراف ع ۹ میں یہی آیت ہے سلہ اس آیت سے یہ بھی ثابت ہوا کہ دعا نماز کے ذریعہ کرنی چاہیئے ۱۲ سلہ جو لوگ کہا کرتے ہیں تو یہ اہم غریبوں کی سنتا ہے دہ استغفار پڑھیں دیکھو آیت کیا کہتی ہے ۱۲ سلہ فیمسک التی قضی علیہ الموت سے ثابت ہے کہ موت کے بعد روح کے تمام تصرفات و افعال بند کر لئے جاتے ہیں اور اسکو روک دیا جاتا ہے پس یہ خیال باطل ہے کہ وہ اس دنیا میں لوگوں کی مدد کرتے پھرتے ہیں جس نے کوئی ایسا کرشمہ دیکھا وہ اسکا اپنا خیال و وہم متمثل ہوا۔

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ (اسی پر بھروسہ رکھو) جب تمام کاموں کا دارومدار اسی پر ہے تو اسی کی عبادت کرو اور اسی پر سہارا رکھو۔ پھر تمام دوسرے پکارے گیوں سے اپنی افضلیت جتانے کے لیئے فرمایا جب میرے بندے مجھ سے سوال کریں (تو کہہ دو) فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ۔ میں انکے نزدیک ہوں جیسے ایک اور مقام پر فرمایا وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق ۲) ہم تو اسکی شاہ رگ سے زیادہ نزدیک ہیں۔ پس دور دور کے بزرگوں کے پکارنے کی بجائے مجھے پکارو جو سب سے نزدیک ہوں پھر فرمایا اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِیْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِیْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ (میں دعا کرنیوالے کی دعا سنتا ہوں جب وہ مجھے پکارتا ہے پس چاہیئے کہ مجھ ہی سے مانگیں اور میرے علی کل شیٔ قدیر اور ان صفات میں کسی کے شریک نہ ہونے پر کامل ایمان لائیں تاکہ کامیاب ہوں (البقرہ ۲۳ع ۲) (۲) وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن ع۶ ۲۴) تمہارے رب نے کہدیا کہ مجھ ہی سے دعا مانگو میں قبول کرونگا) (۳) اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل ع۱ ۲۰) کون ہے جو بیقرار کی (جبکہ وہ دعا کرے) دعا قبول کرتا اور اسے جواب دیتا ہے اور مصیبت کو دور کرتا ہے اس آیت پر تدبّر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں جو دعا کی قبولیت اور مشکلکشائی کا ضامن ہو اور یہ بھی کہ دعا کی استجابت کے لئے بیقراری۔ سوز اور قلق نہایت ضروری ہے یعنی ایسی بیقراری جیسے کسی کو سخت بخار ہو اور درد اور وہ کروٹیں بدل بدل کر ہائے اللہ ہائے اللہ کرتا ہے اور کسی صورت آرام نہیں آتا۔ اس طرح کی بے قراری ہو تو پھر دعا ضرور منظور ہوتی ہے مگر یہ قلق پیدا نہیں ہوتا۔ جب تک کہ دعا اپنی زبان میں نہ کیجائے کیونکہ دعا وہی ہے جو دل سے اٹھے۔ نہ وہ جو کسی کی بتائی ہوئی یاد کرلیجائے۔ خدا تعالے سوز و گداز کو دیکھتا ہے الفاظ کی فصاحت و بلاغت و قافیہ پیمائی نہیں دیکھتا۔ پس جو لوگ کہتے ہیں ہم تو دعا کرتے رہتے ہیں یا کرتے ہیں اور منظور نہیں ہوتی وہ پہلے آداب دعا کی رعایت تو کرلیا کریں تو صدہا لوگوں کو دیکھتا ہوں نماز پڑھ جاتے ہیں مگر انکے دل محسوس نہیں کرتے کہ ہمنے کوئی دعا کی وہ ہاتھ اٹھا کر کچھ بڑبڑ کرتے جاتے ہیں مگر دل پر چوٹ نہیں لگتی۔ وہ اپنی طرف سے کسی پیر کا بتلایا ہوا حرف پڑھتے ہیں نہیں سمجھتے کہ یہ دعا ہے بلکہ ان حروف پر کچھ تاثیر خیال کرتے ہیں دعا کو دعا سمجھکر کریں تو روح گداز ہوکر پانی کی طرح بہنے لگے آنکھوں سے آنسو ٹپکیں لب پر آہ ہو سینہ میں سوزش ہو اور دل میں اضطراب ہو پھر دعا کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیں گویا مرنے سے پہلے مرجائیں۔ اسپر بھی اگر استجابت نہ ہو تو میرا ذمہ۔ مگر یاد رہے کہ جیسے ایک قطرہ پانی سے ایک من پلیدی نہیں دھل سکتی۔ ایک ہاتھ کھودنے سے پانی نہیں نکل آتا۔ ایسا ہی تھوڑی سی دعا کرکے کامیابی کا حقدار بننا عبث ہے بہتیروں کو دیکھا کہ اچھے دمنٹ زبانی جمع خرچ کیا۔ اور کچھ نتیجہ نہ نکلا تو مایوس ہو بیٹھے اور کہنے لگے ابھی کچھ نہیں بنتا۔ وَاِنْ مَّسَّهُ الشَّرُّ فَيَئُوْسٌ قَنُوْطٌ (۲۵/۱۶) اگر اسے تکلیف پہنچے تو ناامید شکستہ دل ہو بیٹھتا ہے) او نادان! یہ بڑی غلطی ہے آ میں تجھے بتلاؤں خدا کا برگزیدہ مسیح موعودؑ کیا فرماتا ہے[1] دعا رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بنا جاتی ہے ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے مبارک وہ قیدی جو دعا کرتے ہیں تھکتے نہیں کیونکہ ایک دن. . . . .

---

[1] ذرا پہاڑی وعظ کا اس سے مقابلہ کیجئے ۱۲

رہائی پا ئینگے۔ مبارک وہ اندھے جو دعاؤں میں سست نہیں ہوتے کیونکہ ایکدن دیکھنے لگینگے۔ غرض دعا وہ اکسیر ہی جو مشت خاک کو کیمیا کر دیتی ہے"۔

دعا و تدبیر دعا کے لئے ضروری ہے کہ تدبیر سے بھی دل کھولکر کام لیا جائے تا کہ انسان اپنی کوشش سے تھک کر در مولیٰ پر آگرے اور فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ المؤمن ع۲ کا مصداق ہو۔ دعا اور تدبیر آپس میں منافی نہیں دیکھو اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ ہم ہر روز پڑھتے ہیں یعنی پہلے کوشش کی پھر مدد طلب کرنیکا استحقاق ہوا۔ ہاں کوشش سے پہلے بھی دعا ہی چاہیئے تا کہ اپنے مقصد کے موافق اسباب پیدا ہوں۔ دعا کیا ہے؟ کسی مقصد کے حصول کے لئے جو غور و فکر کیا جاتا ہی اور ایک اعلیٰ ہستی سے کامیابی کی راہ کھلنے کی امید کیجاتی ہی بس وہی دعا ہے فرق اتنا ہے کہ مادی انسان یونہی بھٹکتا پھرتا ہی جیسے کوئی اندھا اندھیرے میں ادہر ادہر ہاتھ پاؤں چلاتا ہے اور عارف علیٰ وجہ البصیرۃ اپنے حقیقی ہادی اور مبدء فیوض سے کامیابی کی بات دل میں پڑنے اور اسباب پیدا ہونیکی راہ کھلنے کے لیے خواستگار ہوتا ہے پھر جب کام ہو جاتا ہے تو عارف کی روح سجدہ میں گر پڑتی ہے اور خدا تعالیٰ پر اسکا ایمان بڑھ جاتا ہے وہ یقین کر لیتا ہے کہ میرا رب واھب العطایا ہے[1]۔ اور جاہل مادی اگر بالفرض کام ہو جائے تو تکبر اور استکبار میں بڑھتا ہے اور آخر وہی مال اسکے لئے وبال جان ہو جاتا ہی کاش وہ سمجھتا کہ مینے بھی اسی نور سے روشنی لی۔ گو آفتاب کی طرف متوجہ نہیں ہوا مگر روشنی اسی کی تھی جس سے کامیابی کی راہ نظر آئی جسے محض تدابیر پر بھروسہ کرنے والا حقیقی ایمان[2] سے محروم رہتا ہے۔

تقدیر ایسا ہی وہ انسان جو یہ کہتا ہے کہ جو ہونا ہے ہو رہیگا اور پھر نہ دعا کرتا ہے نہ تدبیر سے کام لیتا ہے ایسا شخص بزعم خود "توکل" کا دم مارتا ہے مگر اسکا نام توکل نہیں۔ شاید اسنے "تقدیر" کے معنے نہیں سمجھے۔ تقدیر کے معنے ہیں۔ خدا کا وہ قانون جسکے مطابق ہر شے وجود میں آتی اور اپنے خواص ظاہر کرتی ہے اور چونکہ جو کام ہوتا ہے خاص خاص اسباب کے مطابق ہوتا ہے پس اسی کا نام تقدیر ہے فرمایا اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ (یعنے ہر چیز کو ایک خاص قانون اور اندازے پر پیدا کیا ہی القمر ع۳) وَ خَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا فرقان ع۱ ہر ایک چیز پیدا کی پھر ہر ایک کے لئے ایک مناسب قانون اندازہ مقرر کیا) والقدر خیرہٖ وشرہٖ پر ایمان لانے کے بھی یہی معنے ہیں کہ نیکی اور بدی کے جو قانون اللہ نے باندھے ہیں اور جس کام کو نیک اور جس کو بد مقرر کیا ہے ہمنے اسے تسلیم کر لیا۔ اور نیز یہ مان لیا کہ ہر نیک و بد کا علم خدا تعالیٰ کو ازل سے ہے مگر چونکہ علم تابع معلوم ہے اسلئے یہ لازم نہیں آتا کہ جو کچھ علم الٰہی میں ہی اسی کے مطابق کرنے پر ہم مجبور ہیں اور ہمارا کچھ بس نہیں بلکہ اصل بات ہی کہ جو کچھ ہمنے اپنے اختیار سے کرنا تھا وہ خدا تعالیٰ کو پہلے ہی سے معلوم ہے انسان اصل میں نہ تو بالکل مجبور ہے نہ بالکل مختار۔ بلکہ ان دونوں کے بین بین ہے اسکی حالت اس گھوڑے کی ہے جسکو اسکے مالک نے چراگاہ میں چھوڑ کر ایک رسّے سے ایک میخ کیساتھ باندھ دیا ہو اب وہ اپنے دائرہ کے اندر آزادی سے اپنی مرضی کے موافق کام کر سکتا ہی یا اس گھڑی کی مانند جسکی دمیاں ڈائل میں اپنی گارنٹی کے ایام تک چلتی رہتی ہیں۔ مگر جیسی وہ چابی کی محتاج ہے ایسے ہی انسان ہر وقت ہر آن اس قیوم سے

[1] اس شعر سے ... معرفت سے یقین۔ یقین سے محبت۔ محبت سے گناہوں سے نفرت اور غیر اللہ کی طرف سے قطع کا نام ہے (۲) سورہ فطرت ... ۱۲

جسکے ساتھ ذرہ ذرہ قائم ہے مدد پانے کا محتاج ہے اور اسی استمداد کا نام استغفار ہے یعنی حفاظت طلب کرتے رہنا چونکہ بعض لوگ اپنے تئیں کلی مختار سمجھتے تھے اور بعض کلی طور سے مجبور اسلئے کلام الٰہی میں دونوں کا رد آیا۔ کلی مختار نہ ہونا تو ظاہر ہے کہ کوئی انسان سب کام اپنی خواہشوں کے موافق نہیں کر سکتا۔ ہاں جس حد تک کرنے نہ کرنے پر قادر ہے اسی حد تک جواب دہ بھی ہے جیسے فرمایا كُلُّ نَفْسٍۭ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ (ہر ایک شخص اپنے عملوں کے بدلے گرو ہے المدثر ۲۹) ایسا ہی كُلُّ ٱمْرِئٍۭ بِمَا كَسَبَ رَهِينٌ (ہر ایک انسان اپنے عملوں کا جواب دہ ہے) فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ جمعہ ۲۹ (پھر تم جو کچھ کرتے رہے ہو اسکی ضرور باز پرس کریگا) اور وَمَن جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوهُهُمْ فِى ٱلنَّارِ (جو برے عمل کمائیگا اوندھے منہ دوزخ میں ڈالا جائیگا النمل ۲۰) کلی طور سے مجبور بھی نہیں بعض کو ان دو آیتوں سے دھوکا لگا ہے بنی اسرائیل ۱۵ - وَكُلَّ إِنسَٰنٍ أَلْزَمْنَٰهُ طَٰٓئِرَهُۥ فِى عُنُقِهِۦ[1] (اسکے صحیح معنے یہ ہیں کہ ہمنے ہر انسان کا نامۂ اعمال[1] اسکی گردن میں لگا رکھا ہے یعنی جو کچھ کرتا ہے اسکا وبال اسی کی گردن پر ہے اسی لیے آگے فرمایا کہ ہم قیامت کے دن اسکے روبرو کھول نکالینگے اور فرمائینگے پڑھ اور اپنا حساب آپ ہی کرلے کیونکہ یہاں تو جیسی کرنی ویسی بھرنی کا معاملہ ہے۔ اب اگر رشتہ در گردنم افگندہ دوست والا معاملہ تھا یعنی مجبور محض تھا تو پھر اسکا جواب دہ کیونکر ہوا اور یہ کیوں فرمایا جاتا وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا (جو گمراہ ہوا تو اس گمراہی کا خمیازہ وہی اٹھائیگا) اور كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِۦ[2] کے بھی یہی معنے ہیں کہ ہر ایک اپنے اپنے خیال کے موافق کام کر رہا ہے خدا خوب جانتا ہے وہی فیصلہ کریگا دوسری آیت يَقُولُونَ هَل لَّنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ مِن شَىْءٍ ۗ قُلْ إِنَّ ٱلْأَمْرَ كُلَّهُۥ لِلَّهِ آل عمران ۱۴۶[3] - یہ تو جنگ کے موقعہ کا ذکر ہے چنانچہ اس سے اگلی آیت اسکے معنی پر روشنی ڈالتی ہے جس میں لکھا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ ٱلْأَمْرِ شَىْءٌ یعنی اگر ہماری باتوں کا بھی کچھ لحاظ کیا جاتا تو ہم ہلاک نہ ہوتے۔ بات یہ ہے کہ وہ لوگ سمجھتے کہ کیا ہماری صلاحوں اور مشوروں پر بھی بالضرور عمل کیا جائے گا۔ یا نہیں تو جواب دیا گیا کہ یہاں تمہاری خواہشوں کے موافق کارروائی ہونی ضرور نہیں ہمارے سب کام تو اللہ ہی کے ہیں اور چونکہ ہم مامور من اللہ ہیں جیسے وہ فرمائیگا کرینگے ایک اور مقام پر فرمایا لَوْ يُطِيعُكُمْ فِى كَثِيرٍ مِّنَ ٱلْأَمْرِ لَعَنِتُّمْ الحجرات ۱۶ ۲۶ (بہت سے کام ایسے ہیں کہ اگر وہ تمہارا کہا مانے تو تم بڑی مشکلات میں پڑ جاؤ) باقی رہا ہدایت و ضلالت کا معاملہ وہ بیشک خدا تعالےٰ کے اختیار میں ہے جب تک اسکا فضل شامل حال نہ ہو کوئی ہدایت نہیں پا سکتا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِىَ لَوْلَآ أَنْ هَدَىٰنَا ٱللَّهُ اعراف ۵۶ ۸ - ہم ہدایت نہیں پاتے - جب تک خدا ہدایت نہ دے) مگر یہ کہنا کہ گمراہ بھی وہی کرتا ہے یا بدیاں بھی وہی

---

[1] انسان جو عمل کرتا ہے وہ اڑ جاتا ہے اسلئے طائر فرمایا اسکا نشان اس عضو پر رہ جاتا ہے جسکے ساتھ کیا قیامت کے دن وہ نشان کھلم کھلا جسم اختیار کریگا - یہی نامہ اعمال کا راز ہے [2] یہ شعر اگر کسی عارف کا ہے تو اسکے معنے یہ ہونگے کہ میں نے اپنے تمام خیالات خواہشوں کاموں کو خدا کے ارادہ و مرضی کے ماتحت کر دیا ہے محیای و مماتی للہ رب العلمین [3] یہ آیت ان لوگوں کے لیے جو کہا کرتے ہیں حضرت مرزا صاحب اگر فلاں عوے نہ کرتے یا فلاں سے افضل نہ بنتے یا فلاں سے مباحثہ کرتے تو ہم ضرور مانتے وہ اس آیت میں تدبر کریں کہ مامور من اللہ یفعلون ما یومرون کی ملت میں ہوتے ہیں ۱۲

کرانا ہی سخت گستاخی اور بے ادبی ہے خدا کے حضور۔ جن آیات سے یہ معنے نکلتے ہیں وہ ترجمہ کرنیوالوں کی غلطی ہی افسوس ہمارے علماء بھی ان غلطیوں سے نہ بچے اور غیر قوموں کو اعتراضات کرنیکا موقعہ دیا اگر وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (اللہ کے لئے وہی باتیں ہیں جو اسکی شان کے موافق ہیں النحل پ ۱۴) پر نظر ہوتی تو کیوں فَالْیَوْمَ نَنْسٰھُمْ (اعراف ع ۶ پ ۸) کے معنے آج کے دن ہم ان کو بھول گئے کریں جبکہ نسیان خدا کی صفت علیم کے برخلاف ہی وَسِعَ رَبُّنَا کُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا یہاں نسیان کا جو نتیجہ ہی یعنی جسکو بھولتے ہیں اسکو چھوڑ دیتے ہیں پس یہاں چھوڑنے اور ترک کر دینے کے معنی لئے جائینگے ایسا ہی اَللّٰہُ یَسْتَھْزِئُ بِھِمْ (البقرہ ع ۲ پ ۱) کے معنے کرتے ہوئے جب الٰہی صفتوں کا خیال ہوگا تو ہم معنے کرینگے اللہ انکی ذلت کرتا اور انہیں حقیر بناتا ہی کیونکہ ٹھٹھا کرنے سے یہی مقصود ہوتا ہے ایسا ہی ھُوَ خَادِعُھُمْ (نساء) کے معنے انکو چھوڑنے والا کرینگے کیونکہ خدع کے معنے لغت میں یہ بھی ہیں ایسا ہی جب انہیں وَلِلّٰہِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی فَادْعُوْہُ بِھَا (سب اچھے نام اللہ ہی کے ہیں پس انہی سے انکو پکارو) کا خیال ہو تو یُضِلُّ کے معنے کرتے ہوئے موقعہ و محل دیکھیں ایک تو چونکہ اسباب کا مسبب وہی ہے اسلئے انکی طرف سب کام منسوب کئے جاتے ہیں اور دوسرا وہ کسی کو بے وجہ بے گناہ مجرم نہیں کر دیتا۔ بلکہ پہلے ایک کام انسان کرتا ہے جسپر ساتھ ہی نتیجہ کے طور سے ایک فعل خدا کی طرف سے صادر ہوتا ہے جیسے دروازہ بند کر دو یہ تمہارا اختیار ہے اب اسپر اندھیرا ہو جائیگا یہ خدا کا فعل ہی ایسا ہی خدا اونپر مہر لگی رہنے دیتا ہے مگر اسی صورت میں جبکہ انہوں نے انکار کیا پھر ڈرانے کی کچھ پرواہ نہ کی اور انکے نزدیک ڈرانا نہ ڈرانا ایک ہی بات ہوگئی اور وہ ایمان نہ لائے تو خدائی فعل صادر ہوا کہ مہر لگ گئی مگر اسی وقت تک جب تک کہ دل کی کھڑکیاں نہ کھولیں فَلَمَّا زَاغُوْآ اَزَاغَ اللّٰہُ قُلُوْبَھُمْ (صف ع ۱ پ ۲۸) (جب ٹیڑھی چالیں چلنے لگے اور کجروی اختیار کی تو خدا نے انہیں کجروی ہی پر رہنے دیا کیونکہ وہ کسی پر جبر نہیں کرتا) (۲) کَذٰلِکَ یَطْبَعُ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ (المؤمن ع ۴ پ ۲۴) (اسی طرح مہر لگی رہنے دیتا ہے اللہ تعالےٰ ہر ایسے دل پر جو تکبر اور سرکشی اختیار کرنے والا ہو) غرض کہ پہلے انسان کچھ کرتا ہے تو پھر اللہ اسکی سزا دیتا ہے اور وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰہُ فَمَا لَہٗ مِنْ ھَادٍ (المؤمن ع ۴ پ ۲۴) کے وہی معنے ہیں جو وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَہٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا (بنی اسرائیل ع ۱۰) کے ہیں کہ جسے خدا ہلاک کرنا چاہے اسکا کوئی والی وارث اور بھلائی کا پہنچانے والا نہیں۔ نیز دیکھنا چاہیئے کہ وہ ہدایت کس کو نہیں دیتا فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ (المؤمن ع ۴ پ ۲۴) (اللہ نہیں ہدایت دیتا اسکو جو حد سے بڑھنے والا اور نہایت جھوٹا ہو) یعنی جو اسراف و کذب کا مرتکب ہو . . . .

---

(۱) کاش ان لوگوں کے دلوں میں نبی کریم صلعم کی عظمت ہو تو وَجَدَکَ ضَآلًّا فَھَدٰی کے معنے تمہیں بھٹکا ہوا یا گمراہ پایا کرتے ہوئے انہیں کپکپی لگجائے کیونکہ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ (تمہارا صاحب نبی کبھی نہیں بھٹکا۔ النجم) کے مخالف ہیں۔ دوسرے ضلال کے معنے عاشق سرگردان کے بھی ہیں اور ھدیٰ کے معنے ہیں کہ تم ہم سے محبت کرنے والے اور ہمارے دیدار کے طالب تھے ہمنے تمہیں منزل مقصود پر پہنچایا ایسی ایسی تمام باتوں کا خیال رکھو تاکہ تمہیں مسیح موعود کے نزول کی قدر معلوم ہو سوئی تو ہنا امت مرحومہ سے کہلانیکا مگر اپنے مقتدا کو بھٹکا ہوا کہنے میں بھی دریغ نہیں کیا افسوس ہے تم پر (۲) یعنی انکو انکی اختیار کی ہوئی حالت پر چھوڑ دیا کیونکہ وہ چاہتے ہے نَذَرُھُمْ فِیْ طُغْیَانِھِمْ یَعْمَھُوْنَ (اخیر پارہ ہفتم) ہم انہیں انکی سرکشی کی حالت میں چھوڑ دیتے ہیں (۳) اضلال کے معنے ہلاک کے بھی ہیں دیکھو آیت اِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ (السجدہ) اور نیز اسکے معنے مغلوب کرنے کے بھی ہیں پھر یہ بھی خیال رہے کہ خدا علت العلل ہی اسلئے اسباب کو اٹھا کر ہر ایک کام اپنی طرف منسوب کر لیتا ہے جیسے خالد کو سانپ نے ہلاک کر دیا انکی بجائے خدا نے خالد کو ہلاک کیا بھی کہہ لیتے ہیں مگر یہ نہیں کہ خدا معاذ اللہ سانپ ہے

اسے "ہدایت نہ پانے" کی سزا ملتی ہے ایسا ہی گمراہ بھی اسے رہنے دیتا ہے جو "فسق" اختیار کرے جیسا کہ فرمایا وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ نہیں گمراہی کا حکم لگاتا مگر انپر جو فسق اختیار کریں بقرہ ۱ - ایسا ہی فرمایا - يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُ نِ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ المؤمن ۲۴ - اللہ گمراہی کا حکم لگاتا ہے اسپر جو حد سے بڑھنے اور بیہودہ بدظنیوں سے کام لینے والا اور جھگڑالو ہو - اور فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ابراہیم ۱۳ کے معنے تو یہ ہیں کہ اللہ گمراہی پر چھوڑ دیتا ہے اسے جو گمراہی چاہے اور ہدایت دیتا ہے جو ہدایت چاہے گمراہی چاہنے کی نشانی اس سے پہلی آیات میں فرمائی آخرت کا خیال چھوڑ کر محبت زندگی دنیا کی - اللہ کی راہ پر چلنے سے روکنا اور دیدہ دانستہ کجروی کا خواہاں ہونا - اور ہدایت پانے کی دوسرے مقام پر تشریح فرمائی وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ الرعد ۱۳ (اپنی طرف ہدایت دیتا ہے اسکو جو ہمہ تن متوجہ ہو کر جھکے) گمراہ کرنے یا بدی کرانے سے اللہ تعالیٰ پاک ہے جیسے کہ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ النحل ۱۴ (اللہ عدل احسان اور ذی القربیٰ کو دینے کا حکم کرتا ہے) اور بے حیائی ناشائستہ حرکات اور زیادتیاں کرنے سے منع کرتا ہے) اللہ کے ساتھ عدل یہ ہے کہ اسکی صفات میں کسی کو شریک نہ ملائیں اسکے احکام کی تعمیل کریں - لوگوں کے ساتھ یہ کہ نیکی کے بدلے نیکی کریں - اللہ کے ساتھ احسان یہ کہ اسکی عبادت ایسی کریں کہ اسے دیکھ رہے ہیں اَنْ تَعْبُدَ رَبَّكَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ (مشکوٰۃ) اور لوگوں کے ساتھ احسان یہ کہ بلا لحاظ اسکے کہ کسی نے نیکی کی ہے یا نہیں مخلوق خدا سے نیکی کرتے جائیں - خدا کے ساتھ ذالقربیٰ سا معاملہ یہ ہے کہ اسکی عبادت طبعی محبت بلا لحاظ کسی عوض معاوضہ کے کریں اور مخلوق سے یوں کہ ہمدردی باوجود انکے بدسلوک کے کئے جائیں جیسے ماں بچہ سے محبت رکھتی ہے اور بعض اوقات بچہ گالیاں دیتا نافرمانبرداریاں کرتا ہے مگر پھر بھی ماں نیک سلوک نہیں چھوڑتی - عدل حد سے بڑھے تو فحشاء (ناپاک صورت) احسان حد سے بڑھے تو منکر (جس سے عقل و ضمیر انکار کرے) ایتاء ذی القربیٰ تو بے محل ہو تو اس بارش کی طرح (جس سے زمین تباہ ہو جاتی ہے) اور جسے بغی کہتے ہیں ہو جائیگا - پھر فرمایا وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ الزمر ۲۳ (اور اپنے بندوں کے لئے کفر پسند نہیں کرتا نہیں چاہتا کہ کفر کریں) پھر اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ آل عمران ۳ (کیا جب تم فرمانبرداری کا اقرار کر چکے تو وہ تمہیں کفر (جسمیں تمہارے برے کام شامل ہیں) کا حکم دینے لگا ہے ہرگز ایسا نہیں کرتا) پھر قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (اللہ تعالیٰ ہرگز برے کاموں کا حکم نہیں دیتا - پس یہ خیال فاسد ہرگز قبول نہیں . . . .

---

۱ حکم لگانے سے یہ مراد ہے کہ فرد جرم لگ گیا وہ گمراہ ہو گیا ۱۲ ۲ ہر مومن کا کام ہے حسن ظن جو لوگ خواہ مخواہ بدظنیوں سے کام لیتے ہیں (ان سے) عبرت پکڑیں ۳ گمراہ کرتا ہے جسکو چاہے کے معنے کرنے میں بعض اوقات بڑے مفاسد لازم آتے ہیں دیکھو النحل ۱۳ ۱۴ - وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ کے معنے اگر کریں - اگر اللہ چاہے سب کو ایک مذہب کر دے لیکن گمراہ کرتا ہے جسے چاہتا ہے تو پھر وَلَتُسْئَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (ضرور باز پرس ہوگی ان کاموں کی جو تم کرتے رہے ہو) اسکے ساتھ ٹھیک نہیں بیٹھتا کیونکہ جب اللہ نے جبراً گمراہ کر دیا تو پھر باز پرس کیسی ۹ صاف معنے یہی ہیں کہ اللہ چاہے تو سب کو ایک مذہب پر کر دے مگر وہ کسی پر جبر نہیں کرتا اسکا قانون ہے کہ جو گمراہی چاہے اسے گمراہ رہنے دے جو ہدایت چاہے اسے ہدایت دیدے اسی اختیار دینے کے سبب ان سے باز پرس ہوگی ۱۲ (الکمس)

نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی بدیاں کراتا ہے[1] مسلمانوں میں یہ خیال زیادہ تر اس جملہ سے پھیلا کہ نیکی بدی اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اسکا یہ مطلب نہ تھا۔ ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ انسان میں بدی سے بچنے شرک و کفر سے باز رہنے کی طاقت ہے یہی وجہ ہے کہ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا انعام ۱۴۶ (اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم مشرک نہ بنتے اور نہ ہمارے باپ دادا ایسے ہوتے) کا عذر قابل تسلیم نہیں سمجھا گیا اور فرمایا گیا۔ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ کہ تم نفسانی خواہشوں اور اپنے وہموں کی پیروی کر رہے ہو اور اٹکل کے تکے چلا رہے ہو پھر فرمایا کہ ہمنے اپنی امانت (وہ وجود و فطرت و کمالات جو خدا نے بخشے ہیں) آسمان و زمین و پہاڑوں پر پیش کی مگر وہ اپنے تئیں آپ سنبھالنے کی صلاحیت نہ رکھتی تھیں۔ مگر انسان نے یہ ذمہ داریاں اٹھالیں وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا[2]۔ کیونکہ وہ اپنے تئیں مدارج کمالات تک پہنچانے کے لئے اپنے نفس پر ظلم یعنی مشقت ڈال سکتا اور اپنے مطلوب کے سوا غیر (یعنی ما سوی اللہ) کو فراموش یعنی اس سے انقطاع کرنے پر قادر ہے۔ میں تعجب کرتا ہوں کہ مفسرین و مترجمین جنکے ہر قول کو ہمارے بھائی وحی سمجھتے ہیں اسکے ترجمہ کرنے میں کیسے چوکے وہ معنی کرتے ہیں کیونکہ وہ بڑا ظالم اور بڑا جاہل تھا یعنی گویا خدا فرماتا ہے یہ بار اسکو بھی نہیں اٹھانا چاہیئے تھا بیوقوفی سے اٹھا لیا گویا جس ہمت و جرأت پر اسے انعام ملنا چاہیئے تھا اس پر (معاذ اللہ) نفرین کی دوستو یہ انکی غلطی ہے اور ایسی غلط فہمیوں کے دور کرنے کے لئے مسیح موعود کا نزول ضروری تھا دیکھو اس سے آگے فرماتا ہے لِيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ الآیۃ یہی وجہ ہے کہ اللہ عذاب دیگا منافق اور مشرک مردوں اور عورتوں کو یعنی جب ان میں نفاق و شرک سے بچنے کی طاقت موجود تھی تو چونکہ اس طاقت سے کام نہ لیا اسلئے عذاب دیا جائیگا۔ اور مومنوں پر لطف و عنایت ہوگی کہ وہ ثابت قدم رہے ؛

مصائب کے انکشاف کے لئے دعا کی ضرورت

یہی حال ہے ان مصائب کا جو دنیا میں پیش آتی ہیں ان سے بچنے کے لئے بھی تدبیر و دعا سے کام لینا نہایت ضروری ہے دعا سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ یا تو وہ مصیبت ٹلجاتی ہے یا اگر تقدیر مبرم ہو تو اس کے سہنے کے لئے غیر معمولی طاقت خدا سے حاصل ہوتی ہے در اصل ہر ایک دعا جو تمام شرائط و آداب کا لحاظ کرکے کیجائے قبول ہوجاتی ہے جو بظاہر قبول نہیں ہوتی اسکی وجہ یہ ہوتی ہے کہ وہ امر فی الحقیقت دعا کرنے والے کے لئے نافع نہیں ہوتا انسان تو اس نادان بچہ کی طرح سمجھتا نہیں جو اپنی ماں سے دہکتا ہوا کوئلہ لعل کے خیال سے مانگ رہا ہے مگر وہ ارحم الراحمین تو خوب جانتا ہے۔ دوسرا بعض اوقات خدا تعالیٰ اسکا اجر کسی اور نعمت کے ذریعے دیتا ہے اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے صبر و ایمان و استقلال و استقامت کو آزمانا اور نیز اس کے خفیہ کمالات کو لوگوں پر ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ دیکھو میرا بندہ کیسا وفادار ہے کہ باوجود اتنے موانع کے میری طرف دوڑ آتا ہے نیز جیسے صندل کے گھسنے سے خوشبو نکلتی ہے ایسے ہی ان حالات میں اسکے بعض اخلاق ظاہر ہوتے ہیں جن پر قائم ہونا ہر کس و ناکس

---

[1] خدا کا اضلال بطور سزا ہے اور شیطان کا بطور عادت فطری جو عین اسکی مرضی کے مطابق ہے جیسے عادل حاکم بھی بہتوں کو پھانسی دلاتا اور قتل کراتا ہے اور راہزن بھی گو نتیجہ ایک ہے مگر کام میں فرق ہے اور شیطان بھی بدی پر مجبور نہیں کرتا بقولہ تعالیٰ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ابراہیم ۳ ع ۴ (میری تم پر زبردستی نہیں میں نے بلایا تم نے کہا مان لیا) اور اِنَّآ اَرْسَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تو وہ خدا کا میں شیطان سے مراد ظالم حاکم ہیں کیونکہ شیاطین صرف جنوں سے نہیں بلکہ ناس سے بھی ہیں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ فرمایا نیز یہ بھی کہ خود بخود اضلال کرنیوالوں پر اسکا جن میں سے بڑا [illegible] ہے ۱۲

کا کام نہیں دیکھو آنحضرت صلعم پر اگر گی زندگی نہ آتی تو آپ کے اخلاق از قسم صبر و رضا بالقضاء و استقامت وغیرہ کس طرح ظاہر ہوتے اور لا تثریب علیکم الیوم کی قدر کیونکر آتی چونکہ مصائب مومنین و غیر مومنین دونوں گروہوں پر آتی ہیں اسلئے انکا مابہ الامتیاز جاننا ضروری ہے وہ یہ کہ جو مصیبت بطور عذاب ہو۔ اسکا انجام ذلت تباہی اور بربادی ہوتی ہے اور جب تک اپنے انسان کے قلب میں ایک سوزش رہتی ہے کیونکہ وہ اپنے ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے جب ہی فرمایا وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ الشوریٰ ع ۲۵ (جو مصیبت تمہیں پیش آتی ہے وہ تمہارے ہاتھوں کے کمائے ہوئے کا نتیجہ ہے یعنی تمہاری کرتوتیں ہی رنگ لاتی ہیں اور جو مصیبت بطور ابتلاء ہے اس سے انسان کے دل میں طمانیت اور فرحت رہتی ہے اور جوں جوں مصیبت پڑے انسان کو خدا سے محبت پیدا ہوتی ہے اسکا انجام کسی بڑی کامیابی پر ہوتا ہے اور وہ مصیبت بطور ابتلاء ہے جو کہ مومن کے لئے ضروری ہے فرمایا أَحَسِبَ النَّاسُ أَن يُتْرَكُوا أَن يَقُولُوا آمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكَاذِبِينَ ابتدا ع عنکبوت کیا لوگوں نے یہ سمجھ لیا ہے کہ ایمان لانے والے یونہی چھوڑے جائینگے اور ابتلاء میں نہ پڑینگے حالانکہ ان سے پہلے انبیاء اور انکی جماعتوں کو ابتلاء پیش آئے تو پس اللہ ضرور صادقوں اور کاذبوں کو ظاہر کر کے رہیگا پھر فرمایا وَلَنَبْلُوَنَّكُم بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ البقرہ ع ۱۹ (ہم تمہیں خوف (جنگ غلبہ اعداء) بھوک افلاس اور مال و جان کے نقصان سے ضرور ابتلاء میں ڈالینگے اس میں صبر کرنے والوں یعنی ثابت قدم رہنے والوں کے لئے خوشخبری ہے) (۲) وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ حَتَّىٰ نَعْلَمَ الْمُجَاهِدِينَ مِنكُمْ وَالصَّابِرِينَ وَنَبْلُوَ أَخْبَارَكُمْ محمد ع ۲۶ (ہم تمہیں ضرور ابتلاء میں ڈالینگے تاکہ تم پر سے راہ خدا میں مجاہدہ کر کے اور مشقت سے کام لینے والوں اور صبر و استقامت کرنے والوں کو ظاہر کردیں اور تمہاری اصلی قلبی حالات و کمالات کا انکشاف کریں) پس جو لوگ احمدیوں کو کسی ابتلاء میں دیکھکر بغلیں بجایا کرتے ہیں اور انہیں طعنے دیتے ہیں وہ ان آیات پر غور کریں اور خود ہمارے بھائی بھی یہ آیت یاد رکھیں وَمِنَ النَّاسِ مَن يَقُولُ آمَنَّا بِاللَّهِ فَإِذَا أُوذِيَ فِي اللَّهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ كَعَذَابِ اللَّهِ عنکبوت ع ۲۰ (بعض بندے ایسے ہیں کہ جب کہیں ہم اللہ پر ایمان لائے اور پھر خدا کی راہ میں کوئی تکلیف پہنچ جائے تو لوگوں کی تکلیف دہی کو اللہ کے عذاب کی مانند بنا لیتے ہیں یعنی اسے عذاب خدا سمجھنے لگتے ہیں) تعجب ہے کہ جب ہماری وجہ سے انہیں (یعنی مخالفین منافقین) کوئی آرام پہنچے تو کہہ دیتے ہیں ہم بھی تمہارے ساتھ ہی تھے وَلَئِن جَاءَ نَصْرٌ مِّن رَّبِّكَ لَيَقُولُنَّ إِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ (عنکبوت) اگر تیرے رب کی کوئی نصرت آئے تو ضرور کہتے ہیں اور کہینگے کہ ہم تمہارے ساتھ تھے اور جب کوئی تکلیف یا مصیبت پڑے مثلاً آجکل طاعون ہے سخت سردی ہے کئی کئی دن تک آفتاب ماہ چیت میں بسبب گرد و غبار نہیں نکلتا فصلوں میں پھل نہیں لگا۔ چارہ ندارد تو کہتے ہیں مرزائیو! تمہاری شامت و نحوست ہے۔ یہ اعتراض کوئی نیا اعتراض نہیں آگے بھی یونہی کہتے تھے دیکھو! حضرت موسیٰ کے مخالفین کا قول وَإِن تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَىٰ وَمَن مَّعَهُ اعراف ع ۱۴

۱؎ ایک تو مصیبت میں ثابت قدم رہنے سے دوسرا انجام کے اعتبار سے کہ والعاقبۃ للمتقین ۲؎ صرف مال غنیمت نہ سمجھو نصر نکرہ ہے

(اور جب انپر کوئی مصیبت پڑتی تو موسیٰ اور اسکے مریدوں کی نحوست گردانتے) اسکا جواب دیا گیا اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ متنبہ رہو کہ یہ نحوست اعمال بد کا نتیجہ ہی جو اللہ کی طرف سے نازل ہوئے مگر بہتے ان میں سے نہیں سمجھتے۔ پھر حضرت صالح کو کہا گیا قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَنْ مَّعَكَ قَالَ طٰٓئِرُكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ النمل ۱۹ (ہم پر تیری اور تیرے پیروؤں کی شامت پڑی جواب دیا خدا کی طرف سے بد عملیوں کا عذاب ہے) پھر حضرت عیسیٰ کے مرسلین کو اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ (ہم تمہاری نحوست سے مصیبت میں پڑ گئے) کہا گیا انہوں نے جواب دیا طٰٓئِرُكُمْ مَّعَكُمْ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ یٰسٓ ۲۲ (یہ نحوست اپنے ہی کئے کا پھل ہے۔ کیا نصیحت دیئے جانیکے لئے ہم پر الزام لگاتے ہو حد سے بڑھنے والی قوم تو تم ہو) پھر ہمارے نبی اکرم صلعم پر بھی یہی اعتراض کیا گیا وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ (اور جب انپر کوئی وبال پڑے تو کہتے ہیں یہ تیری وجہ سے ہی) اب اگر مسیح موعودؑ اور اسکے حواریوں پر بھی یہی اعتراض کیا جائے تو کچھ عجب نہیں کاش یہ لوگ ان سختیوں اور تکلیفوں سے متاثر ہو کر شوخی و گستاخی و ایذا دہی و طعن و تشنیع سے باز آتے اور خدا کی جناب میں جھکجاتے تاکہ انپر رحمت کے دروازے کھلتے (۱) فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا (ہمنے انہیں مصیبتوں اور سختیوں میں پکڑا۔ تاکہ عاجزی اختیار کریں۔ پس جب عذاب پڑ چکا ہے تو کیوں نہیں گڑگڑاتے مگر) وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ الانعام ۵ (انکے دل سخت ہو گئے اور شیطان نے ان کے عملوں کو اچھا کر دکھایا) والا معاملہ ہی[1] حالانکہ ایسی مصیبتیں نصیحت پکڑنے کے لئے آتی ہیں وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ اعراف ۹ (ہمنے آل فرعون کو قحط اور پھلوں کی کمی کی مصیبت میں مبتلا کیا تاکہ نصیحت پکڑیں) اور خدا کے مامور پر ایمان لانے اور اسکے حضور شوخی و شرارت و معصیت سے تقویٰ اختیار کرنے سے یہ مصیبتیں برکتوں سے تبدیل ہو جاتی ہیں وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اعراف ۹ (اگر گاؤں والے ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم انپر آسمان و زمین سے برکتوں کے دروازے کھولدیتے) یہ سب واقعات قرآن شریف میں اسلئے مذکور ہوئے تاکہ آنیوالی قومیں ان سے عبرت پکڑیں مگر جہاں بھی کسی مخفی وجہ سے طاعون نہیں آیا۔ یا کسی مصیبت کا احساس نہیں ہوا وہ کہتے ہیں ہم سے یہ عذاب کس نے روکا۔ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ هود ۱۲ (اگر چند روز تک عذاب کی ان سے تاخیر کیجائے تو کہتے ہیں اور کہینگے کونسی چیز نے اسے روک رکھا ہی) اسکا جواب بھی قرآن مجید ہی سے مطالعہ فرمایئے وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ خَيْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ اِنَّمَا نُمْلِيْ لَهُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ آل عمران ۱۸۶ (انکار کرنے والے یہ نہ سمجھ بیٹھیں کہ ہم جو انکو ڈھیل دے رہے ہیں۔ تو یہ انکے لئے بہتری کی بات ہی ہم تو اسلئے مہلت دے رہے ہیں تاکہ وہ گناہوں میں بڑھ لیں انجام کار انکے لئے خوار کرنے والا عذاب ہے) تعجب ہی کہ باریتعالے کا شکر بجا لانیکی بجائے عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے

---

[1] یعنی جو استہزا و شوخی۔ شرارت۔ گناہ وغیرہ کرتے تھے وہی عبادت اور ثواب کا کام سمجھنے لگے چونکہ بعض اوقات اس میں کامیابی بھی ہوتی اسلئے وہ سمجھتے کہ خدا کی مرضی بھی یونہی ہے حالانکہ اسکا نتیجہ تھا۔ اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ہمنے یکایک انکو دھر پکڑا اور وہ ناامید ہو کر رہگئے انعام ۵

اگر اللہ تعالے لوگوں کو بداعمالیوں کے بدلے پکڑنے لگے تو زمین کے منہ پر کوئی بھی جاندار باقی نہ رہے دیکھو فاطر ۲۲ فاطر ۵ ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوا مَا تَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ + عذاب نہیں آتا تو یوں کہتے ہیں آتا ہی اور پھر رحمت سے دور ہو جاتے ہیں کہ قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ ہمارے بڑوں کو بھی ایسے رنج اور راحتیں پہنچتے رہے ہیں اعراف ۱۲ ع ۹

شفاعت | حاصل کلام مصیبت[۹۱] کے لئے دعا کرنی بھی چاہیئے اور کرانی بھی چاہیئے کیونکہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی جو ایمان اور عمل صالح رکھتے ہیں دعائیں قبول فرماتا ہے وَيَسْتَجِيْبُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَيَزِيْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ (وہ پاک ذات دعا قبول فرماتا ہے ان لوگوں کی جو ایمان لائے اور عمل صالح (جس میں کسی قسم کا فساد نہ ہو) بھی کئے بلکہ انہیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے منہ مانگے سے زیادہ عطا کرتا ہے الشوریٰ ۲۵ ع ۳

قرآن مجید کی آیات سے ظاہر ہے کہ نبی کریم سے دعاؤں کی درخواست کیجاتی تھی اور آپ دعا فرماتے مگر اسپر اثر مرتب کرنا اور نفع پہنچانا یہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (کاش وہ جب اپنی جانوں پر ظلم کرتے کوئی گناہ یا شامت اعمال سے کسی مصیبت میں پڑتے) تو تیرے پاس آتے اور اللہ سے حفاظت و بخشش اور اپنی کمزوریوں[۹۲] کا مداوی طلب کرتے اور رسول بھی انکے لئے حفاظت طلب کرتا تو اللہ تعالے کو توبہ قبول کرنے والا اور مہربان پاتے النساء ۹ ع ۵ اور اس آیت سے ظاہر ہے کہ جو رسول اللہ صلعم سے دعا کرانے سے پہلو تہی کرتے وہ منافق تھے وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا يَسْتَغْفِرْ لَكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ لَوَّوْا رُءُوْسَهُمْ (منافقون) اور جب ان سے کہا جاتا ہے آؤ تمہارے لئے رسول اللہ دعائے بخشش فرمائے تو وہ اپنے سر پھیر لیتے ہیں اور تو انہیں دیکھتا ہے کہ متوجہ نہیں ہوتے اسکی وجہ "استکبار" ہے) پھر فرمایا لَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ (ہرگز نہ بخشے گا انہیں اللہ تعالیٰ ایک اور مقام پر فرمایا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ (اور انپر رحمت کی درخواست کر کیونکہ تمہاری دعا ان کے لئے موجب آرام و اطمینان ہے اور اللہ تیری دعائیں سننے والا اور جاننے والا ہے) (۲) وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ نور ۹ ع ۱۸ (ان کے لئے اللہ سے دعائے مغفرت کر) وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ محمد ۲۶ ع (اپنی کمزوریوں کے لئے خدا سے حفاظت مانگ۔ اور مومن مرد اور مومن عورتوں کے لئے بھی دعا کر کہ گناہ سے بچیں اور کئے ہوئے گناہوں کے بد نتائج سے محفوظ رہیں)

جناب رسالتمآب کی شفاعت کی بھی یہی حقیقت ہے جو نہ صرف آخرت میں ہوگی۔ بلکہ دنیا میں بھی ہوئی چنانچہ اس ذات مبارک نے اپنی عقد ہمت و قوت قدسیہ سے لاکھوں کروڑوں لوگوں کو قمار بازی چوری شراب خوری جھوٹ زنا وغیر ذالک گناہوں کی دہکتی ہوئی آگ سے بچالیا اور ہر ایک خدع وحشی کو انسان اور انسان سے باخدا انسان بنا کر اپنے اس گہرے تعلق کو ثابت کر دیا جو کہ ذکا[illegible]

---

۹۱ اور سب سے بڑھکر مصیبت تو یہ ہے کہ دین کی طرف توجہ نہ ہو یا اس پر کماحقہ چلنے کی توفیق حاصل نہ ہو۔

۹۲ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنے لئے آپ بھی دعا کرنی چاہیئے صرف کسی کے بھروسہ پر نہ پڑ رہیں جیسا کہ آجکل عوام الناس کا قاعدہ ہو رہا ہے کہ اپنے مرشد کو کہتے ہیں دعا کرنا اور خود بالکل غافل رہتے ہیں اور خدا سے صلح کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ۱۲

قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی کی صورت میں سر تاج انبیاء جب وجود میں تھا اور اب بھی آپ کے فیض کا نور ایک پاک وجود کے ذریعے کام کر رہا ہے اور کرتا رہیگا دوستو! میں سچ کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عدیم النظیر نبی ہے جس کی تعلیم پر چلنے سے اسکی شفاعت کے ذریعے انسان انبیاء بنی اسرائیل کو پہنچ سکتا ہے یہ تو دنیا کی شفاعت کا حال ہے آپ روز آخرت میں بھی شفاعت فرمائینگے اور ہم گنہگاروں کو بچائینگے جیسے کہ قولہ تعالیٰ وَلَسَوْفَ يُعْطِيْكَ رَبُّكَ فَتَرْضٰى (اور عنقریب تجھے تیرا رب شفاعت کے ذریعے تیری امت دیگا کہ تو راضی ہو جائیگا - والضحیٰ) (۲) اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ (مگر جسے خدا رحمٰن نے اذن دیا اور اسکے لئے راضی ہوا) اب حضرت ختمی مآب سے بڑھکر کون ہے جس کے لئے شفاعت پر خدا نے راضی ہونا ہے (۳) عَسٰى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا (یہ کچھ عجب نہیں بلکہ ضروری الوقوع ہے کہ تجھے تیرا ربوبیت کرنے والا مقام محمود یعنی مقام شفاعت پر پہنچاتا ہے بنی اسرائیل ع ۹) مگر فیض شفاعت کے جذب کے لئے ہمیں بھی حتی الوسع آپ کی متابعت اور آپکی اطاعت میں اپنے تئیں فانی کر دینا ضروری ہے قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ آل عمران ع ۴ (انہیں سنادو کہ اگر تم اللہ کی محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو اللہ تمہیں اپنا محبوب بنالیگا اور تمہاری گناہ بخشدیگا) اس آیت سے ظاہر ہے کہ رسول اکرم صلعم کے نقش قدم[1] پر چلنا انسان کو خدا کا محبوب بنا دیتا ہے اور اسکے گناہ بخشے جاتے اسکی کمزوریاں دور ہو جاتی ہیں یعنی جیسے نور کے آنے سے تاریکی نہیں رہتی ایسا ہی یہ بات ضروری ہے کہ سنت رسول مقبول پر چلنے سے ہر طرح کے نقص عیب اور کمزوریاں جاتی ہیں شفاعت اور يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ کی ایک ہی مراد ہے فاتبعونی کی شرط پڑھکر وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اس امید پر اعمال صالحہ کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ہمیں رسول اللہ صلعم خود ہی شفاعت سے چھڑا لینگے تعجب ہے کہ اس دنیا میں سفارش حاصل کرنیکے لئے طرح طرح کے حیلے کرتے ہیں اور سفارش کرنیوالے سے تعلقات پیدا کرتے اسکے رنگ میں رنگین ہو جاتے ہیں مگر اس شفاعت عظمیٰ کے لئے اپنی کوششوں کو کام میں نہیں لاتے کم از کم محمدی صورت تو بنائیں جو نماز سے بنتی ہے[2] کیونکہ دوسری باتیں تو اور قوموں اور ہم میں کسی قدر ملتی جلتی ہیں کفر و اسلام میں فارق تو یہی نماز ہے اور شفاعت بھی انہی کی ہوگی جنہوں نے نہ صرف اپنی زبان سے بلکہ اپنی ہاتھ سے پاؤں سے دیگر اعضا سے حق بات یعنی کلمہ توحید کی گواہی دی جیسا کہ فرمایا اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اخیر زخرف گواہی دیں پھر اسکا یقین بھی ہو یقین کا ثبوت یہ ہے کہ آدمی جو کہتا ہے پھر اسپر عمل بھی کرتا ہے - ایک اور مقام مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا مریم ع ۶ شفاعت اسی کی ہوگی جس نے رحمٰن سے عہد لیا ہے اور وہ وعدہ مغفرت مومن نیکوکار سے جابجا مذکور ہوا ہے دعا کے علاوہ تدبیر سے بھی کام لیں ۔

عملیات تدبیر و دم بھی اگر تدبیر مثل دوا سمجھکر کریں تو چنداں مضائقہ نہیں مگر انکا شرک سے پاک ہونا نہایت ضروری ہے یعنی اس میں غیر اللہ سے استمداد نہ چاہی گئی ہو اور نہ کسی کی دوہائی دیگئی ہو (عوف بن مالک، مشکوٰۃ) فرمایا رسول علیہ الصلوٰۃ نے لَا بَاْسَ بِمَا لَيْسَ فِيْهِ شِرْكٌ (مسلم و ابوداؤد) کچھ مضائقہ نہیں اسکا جس میں شرک نہ ہو - جو لوگ ایسے شعبدوں کی طرف متوجہ ہوتے ہیں انکی پہلی نشانی یہ ہے کہ کتاب اللہ کو وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ پس پشت ڈالدیتے ہیں اگر اسے کھولتے بھی ہیں تو اسپر عمل کرنے معارف و حقائق کا لطف پانے کے

---

[1] یعنی احکام قرآنی پر جس طرح آپنے عمل کیا ٹھیک اسی طرح بلا کمی بیشی عمل کرنا یہ اس آیت میں آپکے شفیع ہونیکا بڑا بھاری ثبوت ہے ۱۲

[2] سجدے میں پڑیں تو سر بصورت میم ہاتھ بشکل ح کمر بہیئت م اور باقی حصہ بطرز د نظر آتا ہے یہ بھی اشارہ ہے محمدی بننے کا ۱۲

لئے نہیں بلکہ اسلئے کہ فلاں آیت کو فلاں طریقے سے اتنی دفعہ پڑھیں تو فلاں مطلب دنیاوی حاصل ہو جائے ہمارا فلاں دشمن مارا جائے چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ بدقسمتی سے بعض مسلمانوں نے قل اعوذ برب الفلق وغیرہ آیات کو الٹا یاد کر رکھا ہے اور وہ اس عمل کو بہت خفیہ یاد رکھنے میں بعض سورۃ یٰسین و مزمل کو خاص طریقے سے پڑھتے اور موکلوں کو قابو کرنیکا ذریعہ سمجھتے ہیں مگر میرا سوال ہے کہ کیا کتاب اللہ ایسی بیہودہ کارروائیوں کے لئے نازل ہوئی تھی؟ پھر کہتے ہیں فائدہ کیوں ہوتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ ارْتَدُّوْا عَلٰٓی اَدْبَارِھِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدَی الشَّیْطٰنُ سَوَّلَ لَھُمْ وَاَمْلٰی لَھُمْ ۲۶ پہلے فرمایا کہ قرآن میں تدبر کیوں نہیں کرتے۔ پھر یہ کہ "جو لوگ باوجود اسکے کہ انپر ہدایت ظاہر ہو چکے پھر اپنی جاہلیت رسم و رواج و عقائد فاسدہ کیطرف لوٹ رہے ہیں شیطان انکو دھوکے دے رہا ہے اور انکی رسی دراز کر دی ہے فائدے تو برہمنوں جوگیوں کے منتروں اور ٹونے ٹوٹکوں سے بھی ہوتے ہیں اور یہی باتیں بڑا بھاری ثبوت ہیں اس بات کا کہ اس قسم کے فوائد ولی اللہ ہونیکا ثبوت نہیں۔ اور نہ یہ اسلام سے خاص ہیں۔ ان سب سربستہ رازوں کی حقیقتیں مسمریزم۔ ہپناٹزم وغیرہ علوم نے جو آجکل ولایت اور پھر ہندوستان کے بعض حصص میں رائج ہو رہے ہیں کھول دی ہیں اس سے پہلے ہاتھ پھیر کر یا دو تین پھونکیں مار کر یا پانی پر توجہ کر کے پلانے سے درد و بخار کو دور کر دینا ولایت کا جزو اعظم سمجھا جاتا تھا مگر اب صاف ظاہر ہو گیا کہ یہ روحانی مشق کے نتائج ہیں انکے لئے اسلام بھی شرط نہیں کسی مذہب یا قوم کا کوئی شخص ہو اپنے ہاتھوں پر پاس کرنے کی مشق کرے یا آنکھوں کے برقی اثر کو سیاہ داغ وغیرہ دیکھنے سے بڑھالے یا بہت دیر تک دم بند کرنیکا عادی ہو جائے تو اس میں یہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسمریزم نے اپنے ایسے ایسے اثر دکھلائے ہیں کہ ہمارے صوفی بھی حیران رہ گئے ہیں۔ علم حاضرات کوئی شے نہیں رہا ہمنے خود ایک تپائی پر مسمریزی اثر کا کرشمہ دیکھا کہ دو چار منٹ کے بعد اس پر جس روح کو بلانا مقصود ہوتا حاضر ہو جاتی اور جو کچھ پوچھتے بتاتی اسی طرح اپنی توجہ سے سلب امراض کرنے کا طریقہ سیکھا اور آزمایا بھی آخر سمجھ لیا کہ یہ سب بکھیڑے ہیں۔ ان باتوں میں حقیقی تقوے اور خدا پر توکل کرنیکی کوئی روح نہیں۔ جو باتیں تعویذ یا عمل کی زکوٰۃ نکالنے کے نام سے مشہور ہیں وہ اصل میں مسمریزم کی مشقیں ہیں جن سے یہ قوتیں حاصل ہوتی ہیں اسکے علاوہ فوائد کے اور بھی کئی وجوہات ہیں۔ مثلاً چیز ہی ایسی دم کر کے دینا جو اس بیماری کا علاج ہو شب کوری کے کلیجی نیم بریان کر کے اسکا پانی آنکھوں میں ڈالنا مفید ہے۔ اب اس میں اپنے دم کے اثر کا دم ملانا ہم ان مولوں میں نہیں آتے داڑھ میں درد ہے اسکے لئے سیاہ لکوٹی کاغذ پر تعویذ لکھ دینا کہ اسکا بخور لو فضول ہے کیونکہ اسکا بخور بذاتہ نافع ہے ایسا ہی کسی کے گھر اولاد نہ ہو تو اسکو کالی مرچیں گیری اور چھوہارے دم کر دینا کہ نو ماہ تک متواتر استعمال کرو۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ چیزیں قوت باہ کو بڑھاتی ہیں۔ باری کے تپ کے لئے ایک شخص قند سیاہ دم کر کے دیتا اور بخار اتر جاتا بعد میں معلوم ہوا۔ کہ حضرت اس میں لکڑی کا جالا اور ایک بسوٹے کا پتا ملا کر دیتے ہیں جو اس تپ کی حکمی دوا ہے۔ کئی اصحاب سنکھیئے سے تعویذ لکھنے کے عادی ہیں جنکے چند روز استعمال سے اسہال آتے ہیں تو انکا نام ہی مسہل تعویذ ہو گیا۔ جن نکالنے کے لئے کتوں کے براز کی دھونی واقعی مکار فریبی عورتوں کے مکر و بد مستی نکالنے کے لئے اکسیر ہے اور انکی طبیعت کو یکسو کرنیکے لئے چراغ کی طرف ٹکٹکی لگوائے رکھنا نافع جیسے کہ سر درد کے لئے کنپٹی کو چھ سات بار دبانا۔ اس قسم کے کئی بہانے ہیں اور مکر جن کو میں ظاہر کرنا نہیں چاہتا۔

پھر یقین ایک ایسی چیز ہے جس کا ایسی باتوں میں بہت ہی اثر ہوتا ہے بیماری میں مرض اور طبع کی لڑائی ہوتی ہے جب تعویذ لینے
والے کو یقین ہو جاتا ہے کہ آج مجھے ہرگز بخار نہیں چڑھیگا تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ نہیں چڑھتا کیونکہ یقین کے اثر نہایت عجیب ہیں۔ ابھی
کل میں نے اخبار میں دیکھا کہ ایک شخص کو اپنے پیٹ میں کسی معدنی چیز کے اٹکنے کا وہم تھا ڈاکٹر نے بیہوش کر کے پٹی باندھ دی یعنی جتلایا کہ عمل
جراحی کر دیا وہ بیمار صحت مند درست ہو گیا۔ نیز یہ بھی مخفی نہ رہے کہ بعض اوقات ٹونے ٹوٹکے گنڈے وغیرہ کی مہلت ہی اتنی ہوتی ہے کہ
وہ عارضہ خود بخود اتنے عرصہ میں دور ہو جاتا ہے جیسے کہ کسی کام کے اتفاقیہ ہو جانے سے عامل صاحب کی کرامت بنجاتی ہے اور یہ
کثیر الوقوع ہے کہ لوگ حاجتوں کے لئے عامل یا جعلی فقیر کے پاس جاتے ہیں اور وہ ہاں ہوں کر دیتا ہے کچھ دن بعد وہ کام خود بخود ہو جاتا
ہے اور پھر شیاطین یہ خبر لے اڑتے ہیں کہ بڑی پہنچ والا ہے اور لوگ اندھا دھند دوڑتے ہیں پھر خواہ کام ہو یا نہ ہو۔ مگر ایک دفعہ
جو بات اڑ جاتی ہے وہ برابر قائم رہتی ہے غرض جن لوگوں کا یہ پیشہ ہے وہ خود بھی اگر گریبان میں منہ ڈالیں تو انہیں اپنی بہت سی
حیلہ فریب بر تزویر کارروائیاں یاد آ جائینگی اور وہ دو تین منٹ کے لئے جھینپ جائینگے بایں ہمہ میں ان نیکدل بزرگوں کی قدر کرتا ہوں جنکے
دم اور تعویذ وغیر ذالک ایسی قابل شرم حرکات سے پاک ہیں مگر اتنا عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آجکل جو دس فیصدی مسلمان مرد اور
عورتیں تو دو فیصدی بھی نمازی نظر نہیں آتیں اسکی وجہ یہ ہے کہ دنیا طلبی میں از بس استغراق و انہماک ہے اور اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ
کا مضمون صادق آ رہا ہے جب کبھی کوئی بیماری آتی ہے یا مصیبت پڑتی ہے تو اسوقت جھٹ تعویذ لینے دوڑتے ہیں یقین کے مطابق
اکثر فائدہ بھی ہو جاتا ہے بس پھر خدا کیسے یاد آئے اگر یہ حضرات اپنی پاس آنے والوں کو سمجھائیں کہ بھئی اس مصیبت کے دور کرنیکا یہی علاج ہے
کہ کپڑے دھلواؤ پاک کراؤ اور نماز شروع کر دو۔ خدا سے صلح کر و۔ اسکے حضور گڑگڑاؤ وہ تم پر رحم کریگا اسکے سوا اور کوئی طریق بچنے کا نہیں
میں بھی اسی وقت دعا کرونگا تو آج کم از کم پچاس فیصدی مسلمان نمازی نظر آتے۔ مگر شیرینی کے دو آنے یہ نصیحت نہیں کرنے
دیتے۔ اور اگر ایسا کریں تو پھر بھلا یہ کون کہے کہ حضرت کے تعویذ کا اثر ہے جھجھو اور تو کسی بات کا چنداں غم نہیں صرف یہ کہ ان عملیات کے اثر کا
اسقدر اثر جہال کے قلوب پر طاری ہے کہ اگلے نبیوں رسولوں کو انہی کا مجموعہ سمجھے ہوئے ہیں اور اسی طریق سے اب بھی خدا کے ماموریں
یہ باتیں دیکھنے کے شائق ہیں ایک کہتا ہے مجھے کوئی ایسا حرف یعنی وظیفہ بتائیں کہ آٹھ آنے روز ملنے لگجائیں تو میں ابھی بیعت کر لوں ایک
آتشبازی کے چکر کی طرح پھر پھر کر شعلہ فشانی کرنے والا کہتا ہے کہ میری بھینس راضی ہو کر دودھ نہیں دیتی اور گئی نہیں نکلتا۔ اگر اسکے
لئے کوئی کامل تعویذ دیں تو ابھی بیعت کر دوں۔ اور نادان نا عاقبت اندیش کیا اس برگزیدہ موعود کے لئے جسکے انتظار میں بڑے بڑے
ولی قطب۔ غوث دنیا سے رخصت ہوئے جسکے لئے جناب سرورِ کائنات نے اپنی امت کو "سلام" امانتاً دیا کیا تو بھی آرزو سینے
میں چھپائے ہوئے تھا کیا تیرے پیدا ہونیکی علت غائی یہی تھی "عبادات پر تو قائم ہو چکا" اور اس میں تجھے سرور و لذت حاصل ہونے
لگ گیا ہے قرآن مجید میں مومنوں کے جو نشان ہیں وہ سب تجھ میں موجود ہو گئے کیا اور سب مطالب تیرے حاصل ہو گئے جو تو صرف
اس مشکل کے حل کرانے کا خواہاں ہے اور بڑے اصرار سے پیش کرتا ہے افسوس ہے تیری سفلی زندگی پر کاش تیری ماں تجھے نہ جنتی اور
تو پیدا ہونے سے پہلے مرگیا ہوتا کاش تجھے اسقدر سمجھ ہوتی کہ خدا کے مامور دنیا کی محبت کم کرنے کے لئے آتے ہیں نہ کہ بڑھانے کیلئے

حاصلکلام اس میں کچھ شک نہیں کہ ایسے عملیات توکل علی اللہ میں قاصر کرنے والے ہیں جیساکہ خود نبی کریم صلعم نے فرمایا[1] بروایت مغیرہ بن شعبہ مَنِ اکْتَوٰی (داغ لگانا) اَوِ اسْتَرْقٰی فَقَدْ بَرِئَ مِنَ التَّوَکُّلِ (رواہ احمد ترمذی) منتر جنتر والا طالب توکل سے نکلجاتا ہے پھر (ابن عمر) فرمایا آنحضرت صلعم نے مَا اُبَالِیْ مَا اَتَیْتُ اِنْ اَنَا شَرِبْتُ تِرْیَاقًا اَوْ تَعَلَّقْتُ تَمِیْمَۃً۔ کہ اگر میں تریاق پیوں یا تعویذ لٹکاؤں تو میں اپنے لئے کی کچھ پرواہ نہیں کرتا اور جسکا کرنا شرعاً جائز نہیں اس سے نہیں ہٹتا پھر فرمایا مَنْ تَعَلَّقَ شَیْئًا وُکِّلَ اِلَیْہِ جس نے کوئی شے از قسم تعویذ گنڈہ گلے میں لٹکائی وہ اسی کے سپرد کردیا گیا[2] (ابوداؤد) خانقاہوں کی ٹھیکریاں اور مٹی اور درختوں کی شاخوں کے تنکے باندھنے والے[3] عبرت پکڑیں۔ پھر ابن مسعود نے اپنی بیوی کے گلے سے تاگہ کاٹ ڈالا اور کہا عبداللہ کے کنبے کو ایسے شرکوں سے بے پرواہ ہونا چاہیئے۔ کیونکہ میں نے سنا ہے رسول اللہ صلعم کو فرماتے کہ اِنَّ الرُّقٰی وَالتَّمَائِمَ وَالتِّوَلَۃَ شِرْکٌ کہ جھاڑ پھونک تعویذ اور حب کے عمل شرک ہیں[4] حاشیہ مشکوٰۃ پر لکھا ہے اِتِّخَاذُھَا یَدُلُّ عَلٰی اِعْتِقَادِ تَاْثِیْرِھَا وَھُوَ یُفْضِیْ اِلَی الشِّرْکِ انکا اختیار کرنا انکے تاثیر کرنے پر دلالت کرتا ہے اور یہ بات شرک تک پہنچاتی ہے۔ اب پوچھتا ہوں کہ مسلمان شائقین سے کون انکے مؤثر ہونیکا اعتقاد نہیں رکھتا۔ اس مسئلہ میں طول کرنے کی یہ ضرورت تھی کہ ایک کثیر گروہ ایسی لایعنی امور میں منہمک ہے۔ حالانکہ ہمارا اصل مذہب یہ نہ تھا۔ خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا۔ کہ جنت میں ستر ہزار آدمی بغیر حساب کے بہشت میں داخل ہونگے اور وہ ایسے ہیں جو جھاڑ پھونک کروانے فال بد لینے سے بچتے رہے اور عَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ اپنے رب پر توکل رکھتے رہے تلخیص الصحاح اور قرآن مجید میں تو بارہا آیا کہ وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ وَکَفٰی بِاللّٰہِ وَکِیْلًا احزاب ۲۱ (اللہ پر تکیہ کرو۔ اور اللہ کارساز سب کاموں کے لئے کافی ہے کسی دوسرے کی کیا حاجت ہے) (۲) وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ الطلاق ۲۸ (جو اللہ پر توکل کریگا تو وہ مشکلکشائی کو کفایت کرتا ہے فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَوَکِّلِیْنَ آل عمران ۴ (اللہ پر سہارا رکھو نہ کہ تعویذ و عملیات وغیرہ پر۔ تحقیق اللہ توکل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے) وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ (اللہ ہی پر توکل کرنا چاہیئے آل عمران ۴) اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ فَعَلَیْہِ تَوَکَّلُوْا اِنْ کُنْتُمْ مُّسْلِمِیْنَ یونس ۱۱ (اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو (یعنی اسکے قادر متصرف ارحم الراحمین اقرب من حبل الورید ہونے کا یقین ہے) تو اسی پر توکل کرو (یعنی اپنے کاروبار کا اسی کو وکیل گردانو اور اسی کے سپرد کردو قبروں کی طرف اور عاملوں کے پاس کیوں دوڑے جاتے ہو) اگر تم مسلمان ہو تو ایسا ہی کروگے کیونکہ اسلام کے یہی معنے ہیں ایسے مومنوں کا قول کہا ہی عَلَی اللّٰہِ تَوَکَّلْنَا (اللہ ہی پر ہمنے توکل کیا) اسوقت مجھے اپنے محسن مکرم مولوی عبدالکریم سلمہ اللہ تعالےٰ کا ایک فقرہ یاد آگیا۔ جو انہوں نے میرے اباجان کے ایک خط کے جواب میں لکھا حضرت علیہ السلام کے حضور دعا کے لئے لکھا گیا تھا کہتے

---

[1] یہ احادیث مشکوٰۃ میں موجود ہیں [2] یہ حدیث عبداللہ بن حکیم نے عیسےٰ بن حمزہ کے اس سوال کے جواب میں سنائی کہ تم کوئی تعویذ کیوں نہیں باندھتے [3] ایک خانقاہ کی مٹی کی نسبت مشہور ہے کہ زخموں کے کیڑوں کو مفید ہے۔ [4] بات یہ ہے کہ بعض جگہ کی مٹی میں یہ تاثیر طبعی ہو جو اسکی کلیمیائی ترکیب سے بات ہو سکتی ہے [5] ایک عورت نے کہا کہ شرک کیوں ہے میری آنکھوں میں درد تھا یہودی کے دم سے فائدہ ہوا فرمایا۔ انما ذالک عمل الشیطان یہ شیطان کے دہوکے ہیں +

ہیں مولوی صاحب بیٹھے تو اپنے رب کو بلا واسطہ رحمٰن و رحیم پالیا ہے" سبحان اللہ ایمان علی اللہ ہو تو ایسا ہو درحقیقت مولانا کو خداوند کریم نے اپنے خاص لطف سے عرفانی عطر کیساتھ معطر کیا ہے ایسا ایمان خدا کرے سب کو نصیب ہو عملیات کے دلدادے بہانے پیش کرتے ہیں مگر کامیابی پر محض خدا کا نام تو کبھی نہیں سنا گیا پس یہی کہ فلاں حضرت اگر تعویذ نہ دیتے تو میں فنا ہو چکا تھا ابتدائی مصیبت میں اخلاص ہو تو ہو بعد میں تو یہ حالت ہوتی ہے اِذَا مَسَّکُمُ الضُّرُّ فَاِلَیۡہِ تَجۡـَٔرُوۡنَ ثُمَّ اِذَا کَشَفَ الضُّرَّ عَنۡکُمۡ اِذَا فَرِیۡقٌ مِّنۡکُمۡ بِرَبِّہِمۡ یُشۡرِکُوۡنَ لِیَکۡفُرُوۡا بِمَاۤ اٰتَیۡنٰہُمۡ النحل ۱۴ (جب تم کو کوئی تکلیف پہنچے تو اسکے آگے گڑگڑاتے ہو۔ پھر جب مصیبت دور ہو جاتی تو تم سے ایک فریق اپنے رب کے ساتھ شریک بنانے لگتا ہے تاکہ جو کچھ ہمنے انعام کیا اسکی ناشکری کریں)

زیارت قبور اصل میں اسی توکل پر استقامت نہ کرنے کے باعث زیارت قبور قبر پرستی سے تبدیل ہوگئی نبی کریم نے جو قبروں میں جانے کی اجازت دی تو اسکی وجہ بھی فرمادی فَزُوۡرُوۡہَا فَاِنَّہَا تُزَہِّدُ فِی الدُّنۡیَا وَتُذَکِّرُ الۡاٰخِرَۃَ (رواہ ابن ماجہ مشکوۃ) اب قبروں کو دیکھنے جانیکی اجازت ہے کیونکہ دنیا میں اسکی محبت کم کرنیکا موجب ہیں اور آخرت کو یاد دلاتی ہیں" بس یہ تھا مقصود نہ یہ کہ جا کر وہاں مردوں سے مرادیں مانگو انکو سجدے کرو۔ منتیں چڑھاؤ دیکھو! قبروں میں جاکر مسلمان کو کیا کرنا چاہیئے ۔ کان رسول اللہ صلعم یعلمہم اذا خرجوا الی المقابر السَّلَامُ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الدِّیَارِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُسۡلِمِیۡنَ وَاِنَّا اِنۡ شَاءَ اللہُ لَلَاحِقُوۡنَ نَسۡاَلُ اللہَ لَنَا وَلَکُمُ الۡعَافِیَۃَ (مسلم ۔ مشکوۃ) رسول اللہ صلعم سکھاتے کہ جب قبروں کی طرف نکلیں تو کہیں مومنو! مسلمانو! تمپر سلام ہم عنقریب تم سے ملنے والے ہیں اللہ سے اپنے لئے اور تمہارے لئے عافیت چاہتے ہیں) دیکھو مردوں سے کچھ مانگنے کی بجائے انکے حق میں دعا کرنیکا حکم ہے اب میں مسلمان بھائیوں سے پوچھتا ہوں خصوصاً عام حنفی اصحاب سے کہ کیا آپنے قبروں میں جا کر السلام علیکم کہا ہے اور کیا ایسا کرنا جناب سرور کائنات کا حکم ہے یا نہیں اب اسکی بجائے اگر تم خود ساختہ کلام پڑھو تو تم خود ہی کہو کیا یہ آنحضرت صلعم کی پیروی ہے یا اپنی خواہشات کی زیادہ سے زیادہ یہی کہہ سکتے ہو کہ جو کچھ ہم کرتے ہیں وہ بھی موجب ثواب ہے۔ مگر دیکھنا تو یہ کہ ثواب کس چیز کا نام ہے کیا اسپر عمل کرنیکا جو رسول اللہ صلعم فرمائیں یا اسکا جو تم خود یا تمہارے بڑے سمجھیں ایک شخص اگر سردی کے موسم میں صبح کے وقت دریا میں کھڑے ہو کر دلائل الخیرات پڑھتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس درجے کو پہنچے جو اسوقت نماز پڑھنے سے ہے غرضیکہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ اسوقت زیارت قبور پرستش قبور سے تبدیل ہوگئی ہے۔ آہستہ آہستہ اور زمانہ سے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بانی کی اصل غرض لوح دل سے بالکل محو ہو جاتی ہے جیسا کہ ایکدفعہ میں نے خیال کیا کہ قبر پر چراغ جلانی کیونکر رائج ہوگئی تو تھوڑی سی غور کے بعد سمجھ میں آیا کہ اکثر لوگ شام کے وقت فرصت پاکر قبروں کو دیکھنے کو چلے جاتے تھے چونکہ ویرانے میں سانپ بچھو وغیرہ کا ڈر ہوتا ہے اسلئے روشنی کر دیگئی آہستہ آہستہ یہ اصل مقصود تو بھول گیا اور یقین راسخ ہو گیا کہ دیا اسلئے جلایا جاتا ہے

ف ۱ اگر اللہ کو وہی بندے محبوب ہیں۔ جو ہر تکلیف میں اسی کی طرف جھکتے ہیں سلیمان کی نسبت فرمایا نِعۡمَ الۡعَبۡدُ اِنَّہٗۤ اَوَّابٌ۔ اچھے بندے تھے ہر بات میں خدا ہی کے حضور بار بار جھکنے والے تھے ص ع ۲۳ پھر فرمایا اِنَّہٗ کَانَ لِلۡاَوَّابِیۡنَ غَفُوۡرًا جو بات بات میں اسکی جناب میں جھکتے ہیں انکی کمزوریاں دور کرنیوالا ہے بنی اسرائیل ع ۳

تاکہ اہل قبر کو روشنی پہنچے تعجب ہے اس عالم مثال کی باتوں کو اس عالم پر قیاس کر لیا اور یہ نہ سمجھو کہ وہاں تو ایمان و اعمال صالحہ کی روشنی چاہیئے۔ اسطرح کے تو ہزار ہا برقی لیمپ بھی اس تاریک گوشے میں روشنی نہیں پہنچا سکتے کہاں ایک چھوٹا سا مٹی کا دیا پھر لطف یہ کہ مشہور کر رکھا ہے کہ فلاں قبر کا چراغ نہیں بجھتا خواہ آندھی آئے یہ محض افواہ ہی ہے ممکن ہے کوئی چراغ ایسے رُخ پر رکھا ہو کہ وہاں ہوا اثر نہ کر سکے۔ ایسا ہی بعض دیہات میں برات جانے سے پہلے دولہا کسی بزرگ کی خانقاہ پر سلام کرنے جاتا ہے۔ اس رسم کی سنت صحیحہ میں کوئی نظیر نہیں معلوم ہوتا ہے کہ شاید کبھی کسی نے اپنے لڑکے کو اس خیال سے زیارت قبور کو بھیجا ہو تاکہ وہ سوچے اور سمجھے کہ میں جو نئی زندگی میں قدم رکھنے والا ہوں اسکا انجام یہی ہے (یعنی قبر) بس مجھے اسی کی تیاری کی فکر کرنی چاہیئے اور بیہودہ دنیاوی امور میں اتنا منہمک نہ ہونا چاہیئے اب اس بات کا تو کسی کو خیال بھی نہیں آتا اور اندھا دھند دوڑے جاتے ہیں اور مقصود ان خاک لحد میں سوئے ہوئے بزرگوں سے کچھ امداد یا انکی رضامندی حاصل کرنا ہوتا ہے جو سراسر باطل ہی منع کرنے پر کہتے ہیں نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے اور یہ بھی ضعف ایمان کا بیّن ثبوت ہے اگر خدا تعالے کے قادر ہونے پر یقین ہو تو یہ خیال بھی نہ گزرے اور پھر نقصان بھی نہ پہنچے جب خدا تعالے پر بھروسہ نہیں کیا جاتا۔ تو اسکا فضل کیونکر شامل ہو اگر بین الخوف والرجاء رہیں اور پھر کوئی نقصان بھی پہنچ جائے تو تعجب نہیں اور یہ بھی عجب نہیں کہ بطور آزمائش سچ مچ کوئی ایسا ابتلا آجائے اور دولہا دلہن کو آرام حاصل نہ ہو مگر یہ امر بھی قابل غور ہے کہ کیا جسقدر لوگ سلامی بجالا کر جاتے ہیں وہ ہمیشہ آفات سے محفوظ ہی رہتے ہیں۔ ہرگز نہیں *

اللہ کو اپنا مولیٰ سمجھو

نیز میں بہت سی آیات نقل کر چکا ہوں جن سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کے سوا کوئی نفع نقصان پہنچانے کا مالک نہیں پھر ڈر کیسا بعض اوقات اگر ایسے شرک آمیز افعال سے فائدہ نظر آئے تو استغفار پڑھنا چاہیئے کیونکہ اس طرح سلب ایمان کا اندیشہ ہے ایک طرف کچھ دنیاوی نفع ہے تو دوسری طرف اس سے دُگنا نقصان ایمان باللہ میں آرہا ہے یَدۡعُوۡا لَمَنۡ ضَرُّهٗۤ اَقۡرَبُ مِنۡ نَّفۡعِهٖ ؕ لَبِئۡسَ الۡمَوۡلٰى وَلَبِئۡسَ الۡعَشِيۡرُ الحج ۲-۷ (پکارتا ہے انکو جن کے نفع سے انکا نقصان زیادہ نزدیک ہے برا ہے ایسا مولیٰ اور برا ہے ایسا رفیق) پس احتراز چاہیئے ہر قسم اوہام سے اپنے دل کو پاک رکھنا چاہیئے کیونکہ بہت سے لوگوں کو اپنا کارساز یقین کر لینا انسان کو مصیبت میں ڈالتا ہے اسی لئے فرمایا ءَاَرۡبَابٌ مُّتَفَرِّقُوۡنَ خَيۡرٌ اَمِ اللّٰهُ الۡوَاحِدُ الۡقَهَّارُ (کیا بہت سے اچھے یا ایک اللہ یگانہ اور سب پر زبردست ہے یوسف ۱) اور نبی یا ولی اسلئے تو نہیں آئے کہ انکی پرستش کیجائے یا انکی قبروں کو مرنے کے بعد جائے سجود و عید (عرس وغیرہ) بنایا جائے۔ بلکہ وہ تو اسلئے آتے ہیں کہ دوسروں کے لئے نمونہ بنیں اور لوگ سمجھیں کہ خدا کی راہ میں اپنے تئیں فنا کرنے والے ایسے ہوتے ہیں فرمایا وَلَا يَاۡمُرَكُمۡ اَنۡ تَتَّخِذُوا الۡمَلٰۤـئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرۡبَابًا ؕ آل عمران (اور نہیں یہ حکم نہیں دیتا کہ فرشتوں اور نبیوں کو اپنا صاحب بنالو) پھر اور مسلمانوں کو تو خاص کر فرمایا کہ تمہیں نہیں میانہ رو امت بنایا یعنی افراط و تفریط کا پہلو نہ اختیار کرنے والی لِّتَكُوۡنُوۡا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوۡنَ الرَّسُوۡلُ عَلَيۡكُمۡ شَهِيۡدًا البقرہ ۲ تاکہ تم نیک نمونہ بنکر لوگوں پر حجت اور گواہ[1] بنو اور رسول تمہارے لئے نمونہ بنکر تم پر حجت ہو کہ

[1] گواہ اس طرح کہ دوسرے منکروں اور فاسقوں کو کہا جائیگا کہ یہ بھی تمہاری طرح بندے ہی تھے آخر انہوں نے بھی احکام الٰہی پر عمل کیا اور باوجود دنیاوی کاروبار کے منقطع الی اللہ رہے ۱۲

احکام الٰہی کی تعمیل تو کیجاتی ہی پھر بار بار یہ مضمون آیا کہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ (یعنی جو اللہ اور آخرت کے روز کا امیدوار ہے (جو چاہتا ہو کہ میں اللہ کا دیدار کروں اور آخرت کو اعلیٰ مدارج پاؤں) اسکے لئے رسول اللہ میں نمونہ اور پیروی نیک ہے احزاب ۲۱) یعنی اسے چاہیئے کہ یہ مطالب حاصل کرنیکے لئے انکی تابعداری کرے جس طرح وہ عبادت کرتے رہے عبادت کرے جس طرح آپنے استقامت اختیار کی۔ استقامت کرے تو پھر سب مقصود حاصل ہو جائینگے بعض لوگ کہتے ہیں تو بہ ہم انکی تقلید کس طرح کر سکتے ہیں نہیں کر سکتے تو بھی نہ کرنے سے کرنا بہتر ہے تقلید نہ کرنی تھی تو پھر انکے آنے کا کیا فائدہ تھا یہ اصل میں شیطانی بتے ہیں کہ انسان مرضات اللہ کی راہوں میں چلنے سے رہجاتا ہی ہم اپنے نفس پر جبر کریں تو سب کچھ کر سکتے ہیں اور محض اللہ کے فضل سے وہ مدارج پالینے مشکل نہیں جو اگلے نبیوں اور ولیوں کو حاصل ہوئے ہم تو روز دعا مانگتے ہیں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ تو ہمیں سیدھی راہ دکھا اسپر چلا پھر منزل مقصود کو پہنچا" ان لوگوں کی راہ جن پر تونے انعام کیا) اب جبکہ منعم علیہ گروہ کی راہ طلب کرتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ اس راہ کے پانے پر وہاں نہ پہنچیں جہاں وہ گروہ پہنچا تعجب ہے کہ ایک شخص ایک راہ سے لاہور پہنچ جائے دوسرا اس راہ سے نہ پہنچ سکے خیر میرا مطلب یہاں اس آیت کے لانے سے یہ تھا کہ دیکھو انکی راہ طلب کیگئی ہے نہ یہ کہ ان سے کچھ استعانت چاہی گئی اور نہ انکی قبروں پر گرنے کی آرزو پھر فرمایا فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِهْ (ان پیغمبروں کی ہدایت کا اتباع کرو) یہ بھی اسی لئے کہ ان انبیاء کی بعثت کا اصل مقصود یہی تھا کہ تا لوگوں کے لئے نمونہ بنیں اور لوگ انکے پیچھے چلیں اور ان سا صدق و وفا اللہ پر توکل دکھائیں، نہ یہ کہ خود انہی کو حاجت روا اور اپنا مرجع و مآب بنائیں قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرَاهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ (تمہارے لئے ابراہیم اور اسکے ساتھیوں کے طرز عمل میں اچھا نمونہ تھا الممتحنہ ۲۸) بھائیو! سوچئے کا مقام ہے صراط مستقیم قبروں پر جانیسے حاصل نہیں ہوتا بلکہ نبی کریم کی تابعداری سے وَاتَّبِعُونِ هَٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ (میری تابعداری کرو یعنی جیسے میں عمل کرتا ہوں ویسے ہی تم بھی یہ ہے صراط مستقیم زخرف ۲۵ اب آنحضرت صلعم کے طرز عمل کو احادیث و قرآن میں پڑھو کہ آپنے اللہ کی صفات میں کسی کو شریک کیا یا جو باتیں مثل استعانت ۔ نذر اسکی ذات سے خاص ہیں کسی اور سے مخصوص کیں بحالیکہ بعض مسلمان غیر اللہ کی نذر منت مانتے عرس کرتے میلہ لگاتے ان سے استعانت چاہتے اور انکی قبروں پر عکوف کرتے ہیں ایسی باتوں کی اصلیت غور سے یہ معلوم ہوئی کہ مجاور کو کچھ دینے کا دستور تھا جو اسکی تنخواہ تھی تا کہ خانقاہ کی حفاظت رکھے وہ مطلب تو یاد نہ رہا یا اس میں کمی نہ آئیکا یہ حیلہ سوچا گیا کہ منتیں اور چڑھاوے چڑھنے لگے ؎

نذر لغیر اللہ خدا کی کتاب میں جس چیز پر غیر اللہ کا نام بہ نیت تقرب لیا جائے اسے حرام لکھا ہی فرمایا (۱) إِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنزِيرِ وَمَا أُهِلَّ بِهِ لِغَيْرِ اللّٰهِ البقرہ ۲ (تم پر حرام ہی مردار اور خون اور خنزیر کا گوشت اور وہ چیز جو اللہ کے سوا کسی اور کے نامزد کیجائے بجنبال عیاذ المائدہ ۱ میں بھی یہی آیت ہے اور اس میں مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ (جو تھانوں پر ذبح کیا جائے ایزاد فرمایا یعنی کسی خانقاہ یا متبرک مقام مثل درخت چبوترہ پر غیر اللہ کی نذر چڑھا کر ذبح کرنا

سلہ خنزیر کا گوشت اسی ایک مرتبے میں رکھا ۱۲

شرح وقایہ اردو میں اسی کے متعلق لکھا ہے ذبح کیا ایک نور امیر کے آنے کے لئے یا کسی اور شخص کی تعظیم کیواسطے سوا خدا کے تو وہ ذبیحہ مردار ہے اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے (در مختار) اس سے معلوم ہوا کہ یہ جو ہندوستان میں رواج ہے کہ منت مان کر سید احمد کبیر کی گائے یا شیخ سدو کا بکرا یا دو جلالشاہ کا مرغا ذبح کرتے ہیں۔ وہ گائے بکرا مرغا مردار ہے حضرت علی مرتضیٰ سے لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ ذَبَحَ لِغَیْرِ اللّٰہِ یعنی لعنت کرے اللہ اس شخص پر جو ذبح کرے غیر خدا کے لئے (غایۃ الاوطار) اب تو یہ اس جانور کا حکم لکھا ہے جو غیر اللہ کے نامزد ہو البعد میں وقت ذبح خواہ خدا کا نام لیا گیا۔ اب بتاؤ اس طعام کا کیا حکم جس پر اول سے آخر تک خدا کا نام آتا ہی نہیں بلکہ کہا جاتا ہے فلاں کی بارہویں یا توشہ دوستو! اسکی اصلیت یہ ہے کہ وہ طعام پکایا خدا کے نام پر جائے اور کہا جائے محض اللہ کے واسطے ہے پھر اسکا ثواب اس نبی یا ولی یا شخص کی روح کو بخشا جائے بلا خیال اسکے کہ وہ مراد بر لائیں نہ یہ کہ اسکے نام پر پکایا جائے اور اس طعام پر پڑھا جائے کہ امداد کن امداد کن وغیرہ فلک یہ پڑھنے کا دستور بھی عجیب ہے۔ سنت صحیحہ سے اسکی کوئی سند نہیں ملتی کہ نبی کریم یا صحابہ کرام یا تابعین یا ائمہ کرام میں سے کسی نے ایسا کیا ہو قرآن مجید میں کھانے کا طریقہ یوں بتلایا گیا اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ (جب تم کو بلایا جائے تو گھر میں داخل ہو اور جاتے ہی کھانا شروع کرو پھر کھاتے ہی رخصت ہو جاؤ بیہودہ باتوں میں نہ لگ جاؤ احزاب ۲۲۔ ہاں احادیث میں کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے اور بعد میں بعض اوقات کھلانے والوں کے لئے دعا کرنے اور خدا کا شکر بجا لانے کا ثبوت ملتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ کلام کا ثواب مردے کو پہنچانا منظور تھا وہ بھی کسی نے پہنچایا اور کھانے کھلانے کا ثواب بھی بخشا اس پر دونوں کو ملا کر اچھی خاصی بدعت بنا دی پھر یہ طعام جو دیئے جاتے ہیں۔ ان میں بعض کے ساتھ شرط لگا رکھی ہے کہ فلاں قوم کے لوگ نہ کھائیں مگر کیا یہ اسلامی رسم ہے ہرگز نہیں مشرکین کی نسبت لکھا ہے وَقَالُوْا هٰذِهٖٓ اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ لَّا يَطْعَمُهَآ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُوْرُهَا انعام ۱۴۶ ۸ (اور کہتے ہیں یہ چارپائے یا کھیتی (جس میں طعام وغیرہ داخل ہے) اچھوتی ہے گی اسے نہ کھائے مگر وہی جسے ہم اپنے زعم کے موافق اجازت دیں اور چاہیں۔ اور بعض مویشی ایسے رکھے ہیں جن کی پیٹھ پر سوار ہونا یا بوجھ لادنا منع کر لیا ہے) افسوس کہ مسلمانوں میں بھی ایسے اصحاب پائے جاتے ہیں جو گھوڑی یا مویشی پالتے اور پھر ان پر چڑھنا یا ان سے کام لینا منع سمجھتے یا کھانا پکاتے اور کہتے ہیں کہ فلاں کھائے مثلاً کالا مہر جو حقیقت کی سچائی ہے اسکا کھانا خاص ذات سے مخصوص ہے اسکی اصلیت مجھے یہ سمجھ میں آئی کہ اپنے تئیں الگ قسم بنائے یا بعض لوگوں کے تنبیہ کرنے کے لئے شاید کسی بزرگ نے یہ طریقہ اختیار کیا ہو مثلاً ایک طعام پکایا کہ فلاں کا توشہ ہے اور کہا کہ حقہ پینے والوں کو نہیں کھلانا اس سے انکو تنبیہ دینی مقصود تھی مگر اب تو ایسی باتیں بطور فرض واجب ادا کی جاتی ہیں حتیٰ کہ کسی ایسے کو دے بیٹھیں جنکو نہیں دیا کرتے تو سمجھتے ہیں کہ اب یہ طعام مقبول نہیں ہوا۔ اور کہ ہم پر کوئی مصیبت پڑیگی جذام ہو جائیگا۔ ایسا ہی بعض دیہات میں رواج ہے کہ وہ اپنا دودھ یا چھاچھ ایک خاص روز کو استعمال نہیں کرتے یا مرد ھونے کو نہیں دیتے یا ہمیشہ کے لئے وہ کسی خاص قوم کو پلانا اپنے لئے نحمت خطرناک سمجھتے ہیں۔ اور انکا عقیدہ ہے کہ ہم اپنا دودھ اور چھاچھ میراسی کو پلائیں تو گائے کے تھنوں میں بلھور پڑ جائیگا حالانکہ

۵؎ احل کے معنی ذبح کے ہرگز نہیں بلکہ نامزد کرنے کے ہیں ۱۲

یہ سب شیطانی اوہام ہیں مسلمانوں کو احتراز لازم ہی شاید گداگروں کو رد کرنے اور کفایت شعاری کے خیال سے یہ رسمیں ابتدا میں رائج ہوئیں اُنھیں روز دودھ استعمال کرنا تو پیروں نے اپنے لینے کے لئے بنایا ہوگا۔ گو اس بات سے مجھے اتفاق ہی کہ خدا کی نعمتوں سے راہ مولیٰ میں ضرور خرچ کرنا چاہیئے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (اللہ کے دیئے سے دیتے ہیں) مومنوں کی نشانی ہی مگر اسکے لئے خاص دن اور خاص مصرف کی جس کی کتاب اللہ میں کوئی سند نہیں) مقرر کرنیکی کیا ضرورت ہی غرض کہ نذروں کے متعلق کئی طرح کی غلط فہمیاں ہیں بعض کہتے ہیں کہ ہم اللہ کا حصہ بھی دیتے ہیں اور اپنے پیروں کا بھی ایک درجہ میں کہا جائے ہمارے ایسے بندے بھی ہیں فرمایا وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ البقرہ ۲ (اور لوگوں میں سے ایسے بھی ہیں جو اللہ کا اوروں کو ہمسر ٹھہراتے ہیں (ہمسر ٹھہرانے کا ثبوت یہ ہے) کہ وہ ان سے محبت کرتے ہیں جیسی کہ اللہ سے محبت کرنی چاہیئے حالانکہ جو سچے ایماندار ہوں انکا طرز عمل یہ ہی کہ وہ اللہ ہی سے نہایت محبت رکھتے ہیں) محبت کے معنی ہیں جھکنا " مائل ہونا۔ تو معلوم ہوا کہ غیر اللہ کی طرف جھکنا بھی ایک قسم کا شرک ہی شرک کئی طرح کا ہی مگر سب سے تباہ کن وہ شرک جو شیطان نیکی کے رنگ میں سکھائے تدبیر پر بھروسہ کر لینا بھی شرک ہی شرک کئی طرح کا ہی مگر سب سے تباہ کن وہ شرک جو شیطان نیکی کے رنگ میں سکھائے تدبیر پر بھروسہ کر لینا یہ بھی شرک ہے ایک نوجوان طالبعلم نے اثنائے گفتگو میں مجھے کہا جس شئے کے لئے پوری پوری تدبیر کر لیجائے وہ ضرور ہو جاتی ہی اس میں خدا کا کیا دخل میں نے کہا اب میں دلیلوں سے آپکو نہیں سمجھانا چاہتا زمانہ خود ہی انشاءاللہ آپکو سمجھا دیگا کہ بعض اوقات اپنی طرف سے سب اسباب و تدابیر مکمل کر لئے جاتے ہیں خدا نہ چاہے تو وہ کام نہیں ہوتا انہوں نے یہ جواب میری جہالت پر محمول کیا مگر آخر امتحان ہونے سے پہلے کچھ روز سخت علیل ہو گئے اور امتحان میں شریک نہ ہو سکے اور محنت ضائع ہو گئی صرف ایسی رکاوٹوں کے دور کرنیکے لئے دعا کیجاتی ہی پھر دنیا کو دین پر مقدم کرنا یہ بھی شرک ہے نماز کی اذان ہو گئی اب بھی ایک شخص دنیاوی کام میں مشغول ہی تو گویا اسکا آقا خدا نہیں بلکہ دنیا کا مال ہی اور یہ اسکے اقرار کے برخلاف ہے جو " لا الٰہ الا اللہ " میں کیا کہ میرا کوئی مطلوب نہیں بجز اللہ کی ذات کے انسان کو چاہیئے کہ اسکے ہر ایک کام کی علت غائی اللہ ہو اور دنیا کے کام اسکے ضمن میں خود آجاتے ہیں مثلاً کاشتکاری پیٹ اور حصول لذت دنیا کے لئے کرتا ہے لیکن اگر یہ نیت ہو کہ یہ اسلئے ہی کہ تا میں رزق حاصل کرکے خدا کی عبادت کروں اور اسکے حقوق ادا کرنیکی طاقت پاؤں اور اسکے عاجز بندوں کو کھلاؤں تو ثواب دگنا سگنا ہے اور کام بھی ہو جاتا ہے پس آدمی کو محض اللہ کا ہو جانا چاہیئے اور ہر قسم کے شرک سے بچنا کیونکہ شرک کی نسبت وارد ہی (۱) اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ النساء ۱۸ ۵ (اللہ نہیں بخشیگا اس گناہ کو کہ اسکے ساتھ شرک کیا جائے اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ المائدہ ۱۰ ۶ (جو اللہ کے ساتھ شرک کرے البتہ اسپر بہشت حرام ہو چکا) اسکا ٹھکانا دوزخ ہی وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ (اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا) بدقسمتی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ شرک صرف یہی ہی کہ بتوں کی پرستش اور وہ بھی ہندوؤں کے بت حالانکہ یہ بھی شرک ہے کہ اللہ کے حکم سامنے اسکے برخلاف کسی اور کے حکم کی بھی تعمیل کرنی قرآن کی آیت پڑھی جاتی ہی کہ ایک شخص کے دل میں آتا ہے ہمارے فلاں . . . . نے تو یوں فرمایا ہے جو اسکے برخلاف ہی اب یا تو وہ اپنے معتمد علیہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہی اور اللہ کے حکم کو طاق نسیان پر رکھتا ہے تو کفر ہوا ایسا وہ قول

حکمونکی تعمیل کرلیتا ہو۔ یہ شرک ہے مثلاً اللہ کی نذر بھی مان لینا اور پیر کی بھی وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَا انعام ۱۶۶ ٭ (اور جو کھیتی یا بیل اللہ نے پیدا کی اس میں ایک حصہ اللہ کا ٹھہراتے ہیں اور پھر اپنے خیالوں کے موافق کہتے ہیں یہ اللہ کا ہی اور یہ ہمارے شریکوں کا) نذر محض للہ ہونی چاہیئے جیسا کہ عمران کی بی بی نے کہا۔ رَبِّ إِنِّي نَذَرْتُ لَكَ مَا فِي بَطْنِي آل عمران ۳ (اے میرے رب میں خاص تیرے لئے اسکو جو میرے پیٹ میں ہی نذر کیا ہوں) ایسی نذرونکو پورا بھی کرنا چاہیئے فرمایا وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ الحج ۱۷ (اور چاہیئے کہ اپنی نذروں کو پورا کریں) (۲) يُوفُونَ بِالنَّذْرِ (ابرار وہ ہیں جو نذروں کو پورا کرتے ہیں دہر) مگر جو نذر غیر اللہ کی ہو وہ نذر معصیت ہے لِقَوْلِهِ تعالیٰ وَيَجْعَلُونَ لِمَا لَا يَعْلَمُونَ نَصِيبًا مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ تَاللّٰهِ لَتُسْأَلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُونَ النحل ۱۴ (اور جو کچھ ہمنے انکو رزق دیا ہے اسکا حصہ بھی ٹھہراتے ہیں جنکی نسبت انہیں کوئی یقین حاصل نہیں اللہ کی قسم ان بہتان بندیوں کی ضرور پرستش ہوگی) کئی ایسی قبروں پر چڑھاوے چڑھتے ہیں جنکی نسبت مطلق یقین نہیں کہ آیا یہاں کوئی ہے بھی ہ اگر ہے تو مسلمان اور ولی تھا یا کون ہ حدیث شریف میں ہی لَا وَفَاءَ لِنَذْرٍ فِي مَعْصِيَةِ اللّٰهِ (اللہ کی معصیت میں نذر نہ مانو) اب اس سے بڑھکر کیا معصیت ہے۔ کہ غیر اللہ کی مانی جائی اور پھر اس اعتقاد پر نذر مانی کہ گویا تقدیر بدل جائیگی بالکل منع ہے حالانکہ بہت سی نذریں اسی خیال سے مانی جاتی ہیں لَا تَنْذِرُوا فَإِنَّ النَّذْرَ لَا يُغْنِي مِنَ الْقَدَرِ شَيْئًا وَإِنَّمَا يُسْتَخْرَجُ بِهِ مِنَ الْبَخِيلِ متفق علیہ (مشکوٰۃ) نذریں نہ مانو کیونکہ یہ تقدیر کو بدلنے میں کچھ بھی کام نہیں آسکتیں۔ اور اس طرح بخیلوں سے مال نکالا چاہتا ہے گویا اخلاص سے کام لینے والے تو یوں بھی اللہ کی راہ میں دیتے ہیں مگر بخیل نہیں دیتے جب تک کسی خاص دنیاوی مطلب کے حصول کا خیال نہ ہو پس منافع کے پانے اور مضار (تکالیف) کے ہٹانے کے لئے نذریں ماننا بخیلوں کا کام ہے دیکھو مشکوٰۃ لَمَّا كَانَ عَادَةُ النَّاسِ أَنَّهُمْ يَنْذُرُونَ لِجَلْبِ الْمَنَافِعِ وَدَفْعِ الْمَضَارِّ فَذٰلِكَ فِعْلُ الْبُخَلَاءِ وَنُهُوا عَنْ ذٰلِكَ ۔ نذر بغیر اللہ کی پہچان کے ایک اور تجویز بھی ہے آپ کسی خانقاہ پر چڑھاوے جانے والے سے کہئے کہ اگر خدا تعالےٰ کے نام پر ہے تو یہیں کسی مستحق کو دیدو اگر یہاں بھی خدا موجود ہے تو وہ اسکے جواب میں وہاں نسبتاً زیادہ مستحقین ہونے کا ثبوت نہیں دیگا۔ بلکہ اپنا خوف ظاہر کریگا کہ اگر میں اس چڑھاوے کو وہیں نہ دیگیا تو یقیناً مجھے سخت مصیبت کا سامنا ہوگا۔ اور اس بزرگ کی غیرت مجھے فنا کردیگی پس یہی ثبوت ہی اس نذر کے بغیر اللہ ہونیکا۔

چندہ شاید کوئی کہدے کہ پھر تم چندہ قادیان کیوں بھیجتے ہو سنئے جناب! یہ چندہ کوئی حضرت اقدس کی منت نہیں محض للہ ہی اور اسی کے رسول مقبول صلعم کی تعمیل میں ہے جس نے فرمایا کہ جب امام مہدی آئے تو اسکی مال و جان سے امداد کرنا اور یہ امداد کوئی اسپر احسان نہیں بلکہ یہ دراصل دین اسلام کی اعانت ہے اور اپنے لئے موجب حصول سعادت دارین ہی (۱) إِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ (اگر تم اللہ کے نام کی نصرت کروگے تو وہ تمہاری مدد کریگا) اور تمہارے پاؤں جما دیگا (یعنی دشمنوں پر غلبہ بخشیگا) (۲) وَأَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا (مزمل) اور اللہ کے نام کا اپنے مال سے حصہ کا لکر دو بہت خوبی و خوش اسلوبی ہے اور اب کیا سمجھتے کہ خدا ہماری مدد کا محتاج ہے ہرگز نہیں لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ

(بیشک سو لی اللہ انکی بات وہ جو کہتے ہیں اللہ محتاج ہے اور ہم غنی ہیں) پس تم لوگ کیوں کہتے ہو کہ اگر خدا کی طرف سے ہے تو چندہ کیوں طلب کرتا ہے خود بخود
ہی کام ہو جائیں حضرات! بیشک جو کچھ ہونا ہے وہ ضرور ہو کر رہیگا خواہ ہم مدد کریں یا نہ مگر اس دنیا کے کام ظاہری اسباب سے وابستہ ہیں
اور نیز خدا تعالیٰ جو نہایت رحیم و کریم ہے اس طرح بہت سے بندوں کو اپنا مقرب بنانا چاہتا ہے پھر ہمارے امام کا استغنا تو ظاہر ہے چنانچہ الحکم میں
ابھی اسی ہفتے آپ کا ایک خط چھپا ہے جس میں صاف طور سے لکھا ہے "اصل تو یہ ہے کہ مجھ کو کسی کی بھی پرواہ نہیں اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر
چندہ بند کر دیں یا مجھ سے منحرف ہو جائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے اور جماعت ان سے بہتر پیدا کر دیگا جو صدق اور اخلاص
رکھتی ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ مجھے مخاطب کر کے فرماتا ہے یَنْصُرُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ یعنی خدا تیری اپنے پاس سے مدد کریگا
تیری وہ مدد کرینگے جن کے دلوں میں ہم آپ وحی کرینگے اور الہام کرینگے پس اسکے بعد میں ایسے لوگوں کو ایک مرے ہوئے کیڑے کی
طرح بھی نہیں سمجھتا پھر فرمایا کہ ہر ایک شخص جو ذرا بھی میری نسبت یا میرے مصارف کی نسبت دل میں اعتراض رکھتا ہے اسپر
حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے مجھے کسی کی پرواہ نہیں × × ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کے لئے کبھی اپنی
عمر تک ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا" مندرجہ بالا تحریر پر تنویر پڑھکر بھی اگر کوئی حضرت مسیح موعود کو چندوں کا طالب ٹھہرائے
تو افسوس ہے اسکی نازک حالت پر جس کا انجام نہایت خراب ہے اسکے علاوہ کئی دفعہ اخباروں میں مشتہر ہو چکا ہے کہ مدرسہ لنگر خانہ وغیرہ کا
روپیہ حضرت صاحب کے نام نہ بھیجا کریں اوقات گرامی میں حرج ہوتا ہے نیز ایسے اعتراض انہی کمزوریوں میں پیدا ہوتے ہیں جو منہاج نبوت
سے ناواقف ہیں کیا دیگر انبیاء علیہم السلام بالخصوص ہمارے نبی کریم صلعم نے چندہ نہیں کیا آؤ میں تمہیں اسکا ثبوت قرآنی آیات
سے دکھاؤں (۱) خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ توبہ ۱۱ (انکے مالوں کا صدقہ وصول
کرو اور اس وصولی کے ذریعہ تم انکی تطہیر (پاک کرنے) اور انکا تزکیہ کرنیکا باعث ہو گے اور انپر دعا خیر کرتے رہو) اس آیت سے صاف ظاہر
ہے کہ ہر قسم کے صدقات رسول اللہ صلعم کے پاس جمع ہوتے اور آپ ان کو موقعہ بموقعہ خرچ کرتے اور حقیقت میں چاہئے بھی ایسا
ہی کہ جب ایمان سی قیمتی شے مامور من اللہ کے حوالہ کر دی تو پھر معمولی پیسہ روپیہ امانتاً دینے میں کیا تامل ہو۔ رسول اللہ صلعم کے
بعد اسکے خلیفے ان صدقات کی وصولی کے مجاز ہیں جیسا کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ وغیرہ کے عہد میں اسپر عمل ہوتا رہا (۲) یا
اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ البقرہ ۳۴ (اے ایمان والو! جو کچھ ہمنے تمہیں رزق دیا ہے اس سے خرچ کرو (۳)
لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ پ۴ تم ہرگز نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک اپنی محبوب چیزیں خدا کی راہ میں نہیں خرچ کر
دیتے وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ یعنی اپنا پسندیدہ طعام دیتے ہیں (دہر) میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ
(اللہ کے دئے سے دیتے ہیں) بھی اسی لئے مومنین کی صفت میں آیا اس سے صرف روپیہ پیسہ ہی مراد نہیں۔ بلکہ جو نعمت خدا تعالیٰ
نے بخشی ہے اسکا کچھ حصہ فی سبیل اللہ خرچ کرنا ضروری ہے مثلاً کسی کو خدا نے علم دیا تو اسکا فرض ہے کہ لوگوں کو فی سبیل اللہ
بعض اوقات پڑھائے ایسا ہی ہاتھ پاؤں کر ان سے دین کے کام سنوارے غریبوں مسکینوں کی مدد کرے (۳) وَاَنْفِقُوْا مِمَّا
رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ (منافقون) اس سے پہلے کہ موت آجائے خدا کے دئے سے خرچ کرلو

فرمایا مبادا تمہیں یہ کہنا پڑے لَوْلَا اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَاَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ (کاش مجھی تھوڑی سی مہلت ملے اور میں خیرات کرکے صالحین (جنکے اعمال میں کسی طرح کا فساد نہ ہو) میں داخل ہو جاؤں (۲) یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىکُمْ صَدَقَةً المجادلہ ۲۸ ۲۶ اے ایماندارو جب رسول سے کوئی سرگوشی کرنی ہو تو کان میں بات کہنے سے پہلے کچھ صدقہ رکھ لیا کرو بعض لوگ اسکو غلط فہمی و قلت تدبر سے منسوخ ٹھہراتے ہیں فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا وَتَابَ اللّٰهُ عَلَیْکُمْ (پس جب تم ایسا نہ کرسکے تو اللہ تمپر رجوع کرچکا ہی) تو فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے) اسکی تفسیر ہی تاب ماضی اسپر دلالت کرتا ہی دیکھئے رسول اللہ صلعم سے بات کرنیکا بھی چندہ مقرر ہوا تھا پھر کچھ انپر احسان نہیں بلکہ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلِاَنْفُسِکُمْ البقرہ ۳ (مال سے جو کچھ خرچ کرو پس اس سے تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے پھر فرمایا یُوَفَّ اِلَیْکُمْ پورا پورا اجر دیا جائیگا۔ پھر اسی چندے کو جو تقرب الٰہی و ذریعہ دعائے رسول سمجھتے ہیں انکی تعریف فرمائی کہ اعراب سے بعض ایسے ہیں جو اللہ پر ایمان لاتے اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ اَلَآ اِنَّھَا قُرْبَةٌ لَّھُمْ توبہ ۱۱ (اور جو خرچ کرتے ہیں اسے اللہ کے مقرب ہونے اور رسول کی دعاؤں کے لینے کا ذریعہ سمجھتے ہیں بیشک ان کے لئے یہ موجب تقرب الٰہی ہے) علاوہ ازیں ان آیات سے ثابت ہی کہ انبیاء کرام کو مومنین کی اعانت بھی ہوتی ہی (۱) ھُوَ الَّذِیْٓ اَیَّدَکَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ انفال ۱۰ (اے نبی وہ پاک ذات جسنے تیری اپنی نصرت اور مومنین کی نصرت سے تائید کی) پھر حضرت عیسیٰؑ نے کہا مَنْ اَنْصَارِیْٓ اِلَی اللّٰهِ الصف ۲۸ کون ہی میرا مددگار اللہ کی راہ میں۔ ذوالقرنین نے کہا فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّةٍ کہف ۱۶ (مجھے اپنی قوت سے مدد دو) اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ توبہ ۱۰ (اگر تم مدد نہ دوگے تو خدا مددگار ہی جس نے مدد دی) ہمیں بھی مومنوں کو نصرت کی ترغیب ہے جسکی تفسیر وَجَاھِدُوْا بِاَمْوَالِکُمْ وَاَنْفُسِکُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اور اپنے مالوں اور جانوں کو اللہ کی راہ میں جدوجہد سے خرچ کرو میں فرمادی۔ گویا ہر نبی کا سلسلہ اسی طرح چلتا رہا۔ تو پھر اس سلسلے کے چندے پر اعتراض کل انبیاء پر اعتراض کرنا ہی ✤

چندے کے مصارف

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آیا دارالامان صدقات کا مصرف از روئے آیات قرآنی بھی یقیناً ہے فرمایا اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰکِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْھَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُھُمْ وَفِی الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِیْنَ وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ توبہ ۱۰ صدقات کا مصرف یہ لوگ ہیں (۱) فقیر اور مسکین اور انکی خیرات کا اہتمام کرنے والے اور وہ جنکے دلونکی (غیر اللہ کی طرف مائل ہیں سے بچاکر) اللہ سے لو لگانا مطلوب ہو اور کسی طرح کی غلامی میں گرفتار اور قرضے کے بوجھ میں دبے ہوئے اور وہ لوگ جنھوں نے اپنے تئیں ہمہ تن اللہ کی راہ میں لگا دیا ہی اور مسافر اب سنئے ایک تو مدرسہ تعلیم الاسلام ہے جس کے اجراء سے یہ مقصود ہی کہ آجکل کی تعلیم سے متاثر ہوکر لڑکوں کے دلوں میں جو اسلام کی محبت گھٹ جاتی ہی بلکہ بسبب نہ ہونے واقفیت کے وہ سائنس وغیرہ کے اعتراضوں کا جواب ہوکر جو اسلامی عقائد سے متنفر ہو جاتے ہیں۔ انکو اس فتنے سے بچایا جائے اور دنیاوی تعلیم میں درجہ اس زمانے میں ازبس ضروری ہی خصوصاً اسلئے کہ جبتک انگریزی نہ آئے اور سائنس فلسفہ جدیدہ وغیرہ کی کتابیں نہ پڑھ سکیں انگریزی ملکوں

سلہ ایک مدرسہ احمدیہ جس میں دینی مبلغین تیار ہوتے ہیں (۲ مارچ سنہ ۱۹۱۴ء)

پھر تبلیغ اسلام کس طرح ہو! ابھی کوئی حرج نہ آئے ۝

ان میں نونہالان طلباء علم ہیں فقیر بھی ہیں مسکین بھی یتیم بھی پھر انکی خیرات کا اہتمام کرنے والے یعنی اسے مختلف ذرائع سے جمع کرکے حساب و کتاب رکھنے کے علاوہ باقاعدہ طور سے خرچ کرنے اور مقصود خیرات یعنی تعلیم دینے والے بھی وہاں موجود ہیں اور وہ خدا کے فضل سے کوئی نالائق نہیں کہ ٹکڑوں پر پڑے ہوں بلکہ سب کے سب ایسے لائق ہیں کہ وجہ معاش کے لئے اپنی لیاقت خداداد کے باعث کسی کے محتاج نہیں بلکہ دوسروں کو کھلاتے ہیں اور صرف ابتغاء لمرضات اللہ اپنی قیمتی زندگی کو فی سبیل اللہ وقف کردیا ہے اور پھر ہزاروں وہاں آتے ہیں جو گناہ کی غلامی میں گرفتار ہیں اور ان کے چھڑانے کے لئے اس سلسلہ کا قیام نہایت ضروری ہے۔ اور پھر کتنے لوگ ہیں جو کل نفس بما کسبت رہینۃ کے موافق اپنے اعمال کے بدلے میں گرو ہیں گویا مقروض انکے تزکیۂ نفوس کے لیئے پاک کلمات کی اشاعت ازبس ضروری ہے تاکہ وہ حسنات کی توفیق پاکر سیئات کی تلافی کریں۔ پس کلمات طیبات کی اشاعت کے جو ذرائع ہیں یعنی مطابع رسائل۔ اخبارات انکی امداد بھی ضروری سمجھئے۔ اگرچہ جو کچھ انکی قیمت مقرر ہے وہ کاغذ۔ کتابت چھپوائی۔ روانگی۔ سٹاف کے اخراجات کا بمشکل معاوضہ ہے مگر میں نے اسجگہ ایک اور پہلو میں بحث کرنی چاہی ہے پھر مسافر کئی وجوہ سے موجود ہیں کیا وہ مسافر نہیں جو نہ صرف گھر بار بلکہ اپنی ملازمت کے اعلیٰ مرتبوں کو چھوڑ کر مہاجروں کی صورت میں دارالامان آبیٹھے ہیں اور پھر وہ مسافر جن میں حق کی تڑپ ایک کثیر تعداد میں قادیان لیجاتی ہے ہر روز آنے والوں کی تعداد وہاں جاکر ملاحظہ فرمائیے انکے لئے لنگرخانہ۔ مسافرخانہ وغیرہ کا انتظام ہے بعض لوگ فی سبیل اللہ سے مراد صرف جہاد لیتے ہیں شاید انکو معلوم نہیں کہ جہاد صرف تلوار سے کام لینے کا نام نہیں بلکہ ضروریات زمانہ کے مطابق مخالفوں کی طرف سے جیسا حملہ ہو ویسی ہی اسکے جواب میں مدافعت کیجاتی ہے آجکل دین اسلام پر قلم سے حملے ہوتے ہیں تو اسی آہنی قلم سے اسکا جواب ہونا چاہیئے چونکہ امت محمدیہ پر دو زمانے آنے والے تھے اسلئے فرمایا وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْہِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ الحدید اور ہم نے لوہا اتارا جس میں خطرہ ہے سخت اور بہت فائدے لوگوں کے لئے۔ یعنی دینی اعتبار سے ایک زمانے میں خطرناک صورت یعنی تلوار میں استعمال ہوگا۔ اور ایک میں نہایت امن سے بیشمار منافع پہلو میں لئے ہوگا یعنی "قلم آہنی" پس اگر کوئی زبان قلم سے اعتراض کرتا ہے تو یہ شرافت نہیں کہ اسکا جواب چھرے سے دیا جائے وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِہٖ النحل ع ۱۶ (اور جب تم مقابلہ کرو تو ایسی ہی سختی کرو جیسی تمہارے ساتھ کی گئی) گو اب جہاد یعنی جنگ مدافعت نے یہ صورت اختیار کرلی ہے جسکے خلاف کرنا گناہ ہے اے حضرات آپ خود ہی انصاف فرمائیے کہ وہاں چندہ بھیجنے کے لئے کافی وجوہ میں نے بتادیئے یا نہیں۔ ہاں یہ بھی سن لیجئے کہ ایک شخص نے مجھ سے سوال کیا کہ بات تو جب ہے کہ چندہ نہ جائے اور پھر وہ مہاجرین وہیں پڑے رہیں بند ہونے پر فوراً ادہر ادہر بھاگ جائیں" میں نے کہا او نادان! افسوس ہے تیری سمجھ پر جن اصحاب کی طرف تیرا اشارہ ہے تو خود ہی سوچ کوئی ان میں ایسا بھی ہے جو چندے پر گزارہ کرتا ہے اور کیا وہ سب ناکارہ ہیں خاص طور سے ایسی ذاتی لیاقت رکھنے والے کہ اپنی ضروریات سے زیادہ کمالیں ۝

یہی اعتراض ہمارے نبی کریم صلعم پر کیا گیا اور نکلا بھی ایسے لوگوں کے منہ سے جو زبان سے بعض اوقات کلمہ پڑھتے مگر عملی طور سے ساتھ نہ دیتے ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ (منافقون) یہی ہیں وہ جو کہتے ہیں کہ رسول اللہ کے پاس جو لوگ رہتے ہیں انکو چندہ

ہو تو آخر خود منتشر یعنی تتر بتر ہو جائینگے آسمانوں اور زمین کے خزانے تو اللہ صاحب کے ہیں لیکن منافقین سمجھتے نہیں۔ دیکھئے کیسا بھاری ثبوت ہے اس سلسلہ کے منہاج پر ہونیکا کہ وہی اعتراض مخالفین کے منہ سے نکلتے ہیں جو اگلے مخالفین سے نکلے اور پھر جواب بھی وہی مناسب اور کافی ہے جو اللہ نے دیا اس سے اگر کسی کی تسلی نہ ہو تو اسکو اپنے ایمان کی فکر چاہیئے کہ اللہ کے جواب سے تسلی نہیں ہوتی تو عاجز انسان کے جواب سے کیا ہوگی اس قسم کے اعتراض دیکھکر میرے منہ سے بے اختیار نکلجاتا ہے مَا يُقَالُ لَكَ اِلَّا مَا قَدْ قِيْلَ لِلرُّسُلِ مِنْ قَبْلِكَ حٰمٓ السجدہ ۲۴ (نہیں اعتراض کیا جاتا تجھے مگر وہی جو تجھ سے پہلے رسولوں کو کہا گیا) اب یہ آیت اگر حضرت خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ثبوت حقیقت و طمانیت کو کافی ہے تو کیا وجہ ہے کہ اسکے بروز کے صادق ہونیکی دلیل نہ ٹھہرے پھر کہتے ہیں اجی چندے مقرر ہیں کم بختو تمہاری بدگمانیوں کی کوئی حد بھی ہے یا یونہی اٹکل کے تکے چلائے جاتے ہو جب کسی اچھے عالم مولوی کو احمدی دیکھتے ہو تو اول اپنے پہلے قول کے خلاف کہتے ہو یہ عالم ہی نہ تھا۔ اور اگر اسکے علم کا لوہا خود تمہیں منا لے کہ عالم ہے تو کہتے ہیں تنخواہ پاتا ہے کیا تمہارے نزدیک ایمانوں کی یہی قیمت ہے وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا ظَنًّا اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ یونس ۴ ۱۱ (اور ان میں سے بہتیرے ایک ظن (اپنے وہم و خیال اور بے ثبوت باتوں) کے پیچھے لگے ہوئے ہیں اور ظن حق کے مقابلہ میں خاک بھی اثر نہیں کرتے بیشک اللہ انکی کرتوتوں کو اچھی طرح جانتا ہے) اور مسلمانوں کو تو خاص کر ہدایت فرمائی کہ اے ایماندارو! اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ ..... اِثْمٌ (بہت سے ظنوں سے اجتناب کرو کیونکہ ایسی بدگمانیاں گناہ ہیں) مگر افسوس اس تعلیم پر نہیں چلتے

حاصل کلام چندہ عین سنن نبویہ کے موافق ہے اور پھر ضائع نہیں بلکہ مامور من اللہ یا موعود خلیفۃ الرسول کو چندہ بھیجنا ٹھیک ایسا ہے جیسا کہ عین وقت و موقعہ پر تخم ریزی کرنا مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ البقرہ ۳ (اللہ کی راہ جس پر مامور من اللہ خود چلتے اور لوگوں کو چلنے کی ہدایت دیتے ہیں جو لوگ اس میں مالوں کو خرچ کرتے ہیں اس خرچ کی مثال ایسی بیج کے دانے سی ہے جس میں سات بالیں لگیں پھر ہر بال میں سو دانہ گویا ایسا ہی ہے جیسے کوئی ..... بے وقت یا بے موقعہ بیج کے دانے بے پرواہی سے ادہر ادہر منتشر کر دے تب اس سے جو زراعت ہوگی اسکا حال معلوم یہی وجہ ہے کہ فرمایا لَا يَسْتَوِيْ مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْۢ بَعْدُ حدید ۲۷ (نہیں برابر تم میں سے جنہوں نے خرچ کیا اور جہاد کیا یہ لوگ بڑا درجہ رکھتے ہیں ان سے جو بعد میں خرچ کرے اور لڑیں گویا مامور من اللہ کو پہلے اور پیچھے مدد دینے میں بھی فرق ہے پھر اپنے صدقات اسکے حضور بطور "سپردم بتو مایۂ خویش را" بھیجدینے میں فائدہ بھی ہے کہ انسان اس آیت کی خلاف ورزی سے بچا رہتا ہے لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ البقرہ ۳ (اپنے صدقات کو احسان جتانے اور سوالی کو ایذا دینے سے اس شخص کی طرح باطل نہ کرو جو اپنا مال آدمیوں کے دکھانے کے واسطے خرچ کرتا ہے اور اللہ و روز آخرت پر ایمان نہیں لاتا۔ ان عیوب سے انسان صرف اسی صورت میں بچ سکتا ہے جب خدا کا فضل شامل ہو ورنہ یہ انسان کی عادت ہے کہ جنکو اکثر خیرات دیتا رہے انہیں وقت بے وقت احسان جتاتا ہے دیتا ہے خاص کر اسوقت

لہ وہ سمجھتے ہیں انکا کام لوگوں کے چندہ پر چلتا ہے حالانکہ یہ الٰہی امداد ہے اور خود اسی کی تحریک سے ایسا ہو رہا ہے +

جبکہ اس سے کوئی بیوفائی ظہور میں آئی کہنا ہے تو ایسا بیوفا میرے تمہیں دیا وہ دیا وغیرہ اور ایذا بھی کئی طرح کی ہے مثلاً کوئی کام مفت بیگار کرالینا اور
دل میں کہنا اجی کھانا کس کا ہے؟ یا مثلاً کسی عام مجلس میں اس شریف کی نسبت کہدینا ہمارے دروازے کا سائل ہے جس سے اسکے دل پر چوٹ لگتی ہے
اور پھر ریا تو عام مرض ہے انجمنوں کے جلسوں میں جو چندے ہوتے ہیں۔ انہیں اسکا کثیر حصہ ہے الاماشاء اللہ پھر فرمایا کہ گویا ایسے شخص کا
اللہ پر ایمان ہی نہیں کہ وہ میرے صدقات کو بخوبی جانتا ہے اور میری نیت کو بھی پس بروز آخرت وہی اجر بھی دیگا۔ اگر ان باتوں پر ایمان
نہ ہو تو ریا۔ احسان۔ ایذا سے بچا ہے چونکہ بچنا ذرا مشکل ہے اسلئے اپنے امام کے حوالے کر دینا کہ وہ حسب شریعت بطور خود تقسیم کردے
زیادہ بہتر ہے اس تمام تقریر سے چندہ بھیجنے کی فلسفی اور اَنْ یَّسْئَلْكُمُوْهَا فَیُحْفِكُمْ تَبْخَلُوْا وَیُخْرِجْ اَضْغَانَكُمْ۔ هٰٓاَنْتُمْ
هٰٓؤُلَاۤءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَمِنْكُمْ مَّنْ یَّبْخَلُ ﴿۲۶ محمد﴾ اگر خدا تم سے مال طلب کرے تو تم بخل سے کام لیتے ہو۔ اور
تمہاری خفیہ عداوتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ ہاں تم وہی ہو جو اللہ کی راہ میں (جسپر مامور من اللہ چل رہا ہے) خرچ کرنیکو بلائے جاؤ تو تم میں سے ایسے بھی ہیں
جو بخل سے کام لیتے ہیں" کا مضمون سمجھانا مقصود تھا نہ یہ کہ اپنی بستی کے عاجز مسکینوں کو پوچھو ہی نہیں یا انکی حسب مقدرت مدد نہ کرو۔ نذر

عکوف عن القبور کا مضمون ختم ہوگیا اب عکوف علی القبور کی نسبت سنیئے اعتکاف ایک عبادت ہے جو محض للہ ہونی چاہیئے
اور مسجد میں نہ کہ قبروں پر لقولہ تعالیٰ حکایۃً عن ابراہیم مَا هٰذِهِ التَّمَاثِیْلُ الَّتِیْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ ﴿۵۲ الانبیاء﴾ (یہ کیا
مورتیں ہیں جن پر تم دھونی رمائے بیٹھے ہو تماثیل کل ایسی قبروں درختوں تھانوں بتوں مورتوں۔ ٹھاکروں اور ڈھیریوں سے مراد ہے
جنکو متبرک اور مؤثر سمجھکر ان پر فیض حاصل کرنے اور غیبی فائدہ و امداد پانے کے خیال سے بیٹھا جائے اور یہ سب منع ہے اور ایک خیال باطل افسوس جس قدر
یہ لوگ مردوں سے ہمکلام ہونیکے لئے بے سود کوششیں کرتے ہیں ان سے نصف ریاضتیں زندہ خدا سے ہمکلامی کا شرف حاصل کرنیکے لئے
کرتے اور وہ کچھ دیکھتے جو ان کے وہم و خیال میں بھی نہیں گذرا بھلا اس سے کیا فائدہ کہ قلب کی یکسوئی اور صفائی کو کام میں لا کر جیکار از روحوں کو بلانے
والی امریکی کمپنی وغیرہ عاملان مسمریزم نے کھول رکھا ہے دلی بن بیٹھیں اور جاہلوں کو دھوکہ دیں کشف قبور کوئی ثبوت ولایت نہیں اور نہ یہ
اسلام سے خاص ہے کئی مسلمان بھائی صرف ایسی باتیں دیکھکر اپنا جان و ایمان کسی شخص کے سپرد کر دیتے ہیں حالانکہ ان حالتوں میں کوئی زندگی
کی روح نہیں جو طرح طرح کی ریاضتوں اور محنتوں سے اپنے خیالات لطیف اور دل و دماغ یکسو کرلیگا اسپر یہ حالت طاری ہو سکتی ہے اور
لوگوں پر بھی طاری کرسکتا ہے آپ کسی مسمریزم جاننے والے مسلم ہندو یا عیسائی کو ٹوٹے پڑھے پڑھیگا خاک بھی نہیں اور اپنے معمول کو بیہوش کر
دیگا پھر اس سے جس قبر والیکا حال چاہیں پوچھ لیں صاف صاف کہہ دیگا اگر کہو کہ فلاں وقت غلط نکلا۔ تو ہم کہینگے یہاں بھی کئی بار غلطیاں ہوتی
ہیں چنانچہ ہم ذاتی طور سے واقف ہیں ایک ایسے مدعی ملہم کشف قبور سے جسنے اپنا مال اپنی زندگی اسی فن کے حصول میں خرچ کر دی ہے کہ ایک
کنچنی کی قبر کو بڑے کامل ولی کا مقبرہ بتایا جب جھٹلایا گیا اور ثبوت بھی پیش کیا تو بجائے نادم ہونیکے کہا اجی کبھی اہل دل نے اپنے تئیں اس
طرز معاشرت میں بھی چھپا رکھا ہے لاحول ولاقوۃ اس نادان نے ذرا خیال نہ کیا کہ وہ پاک واجب الوجود ہستی ایسے ناپاک اور حیاسوز

ل چندہ کے وقت ٹھیک معلوم ہو جاتا ہے کہ اسکو مامور من اللہ سے اخلاص ہے یا صرف اپنی کسی مطلب یا کسی مامور من اللہ کے مرید سے
ناجائز فائدہ حاصل کرنیکے لئے مرید بنا ہوا ہے اصلی کیفیت ظاہر ہو جاتی ہے ۱۲

فعل اختیار کرنیوالونکو اپنا دوست نہیں بنایا کرتی ؀

وحدت الوجود کا مسئلہ پھر وحدت الوجود پیش کرتے ہیں اور گویا یہ عقیدہ انکی بدکاریوں اور بیحیائیوں اور ناشایستہ حرکتوں کو چھپانے والا ہے کہ اصل میں انسان اور خدا ایک ہی ہے۔ حالانکہ ایسا کہنا واقعات کے خلاف ہی میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کے عقائد ان لوگوں کو عملی طور سے کیا فائدہ پہنچاتے ہیں اور ان کے اور فرعون کے انا ربکم الاعلیٰ کہنے میں کیا فرق ہے اگر انسان اپنی تئیں خدا سمجھے تو کیا وہ محتاج نہیں رہتا کچھ بھی فائدہ نہیں سوا اسکے کہ اباحت کا دروازہ کھلے جن بزرگان ملت کی طرف یہ عقیدہ منسوب ہے وہ اصل میں فنائے نظری کے قائل تھے اور ایسی حالت میں انسان اپنے تئیں خدا سمجھے تو سمجھے مگر وہ تو ایسا ہی ہے جیسے لوہا جب تقرب نار سے خود نار ہو جائے تو اس میں آگ کے خواص آجاتے ہیں پھر بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ لوہا اب درحقیقت آگ ہے لوہا ہزار بار آگ بنے مگر پھر بھی لوہا ہے یہی حقیقت ہے مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (تو نے رمی نہیں کی جب کہ رمی کی بلکہ اللہ نے رمی کی) اور ہیچ قسم آیات کی ؀

کشف قبور حاصلکلام کشف رؤیا کا ایک اعلیٰ درجہ ہے کیونکہ اس میں باوجود بیداری کے ایسی ربودگی طاری ہوتی ہے کہ سب کچھ جانتا بھی ہے اور حواس خمسہ بھی اپنے کام کر رہے ہوتے ہیں اور عالم غیب مثالی نظارے پیش نظر ہو جاتے ہیں۔ اور ایسے نئے حواس ملتے ہیں جو دوسروں کو نہیں ملتے جیسے سچا خواب غیر مسلموں کو بھی آجاتا ہے ایسا ہی سچا کشف بھی انکو ہو سکتا ہے ہاں وحی کے لئے اسلام اور خدا کی راہ مستقیم پر ہونا شرط ہے اور یہ نعمت سوائے سچے مومن کے کسی کو نہیں ملتی اور کشف و رؤیائے صادقہ وغیرہ اسکے ساتھ لازم ہوتے ہیں مگر کشف کیساتھ وحی لازم نہیں ہے اور جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب ملہم ہیں تو ہمیں بتائیں ہماری بھینس گھوڑی کون چرا کر لے گیا ہے انکا مفصل جواب میں دے چکا ہوں کہ مامور من اللہ ایسی واہیات باتوں کے لئے نہیں آتے اور نہ وہ کاہن۔ رمال نجومی ہیں کہ کشف و الہام کو بطور پیشہ استعمال کریں خود رسول اللہ صلعم نے فرمایا مَا اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ[ل] مسلمانوں کو کشف قبور وغیرہ کے بکھیڑوں میں نہیں پڑنا چاہیئے اور نہ بعض اس فن کے جاننے والوں کو ولی اللہ سمجھکر اپنا ایمان انکے ہاتھ پر فروخت کر دیا جائے ؀

سجدہ بغیر اللہ منع ہے اور نہ قبور پر سجدہ کرنا۔ کمبخت کہتے ہیں کیا سجدہ لآدم قرآن میں وارد ہوا ہے نادانو! یہ حکم تمہیں تھا یا ملائکہ کو

[ل] اول اس بات کا ثبوت ہی کیا ہے کہ مردہ ہمکلام ہوا ہے ممکن ہے بلکہ یقیناً ہو سکتا ہے کہ وہ اس کشف والے کا اپنا ہی خیال متمثل ہو کر آیا ہے جیسا کہ قاعدہ ہے کہ جس شخص کی صورت کا تصور کچھ روز لگایا جائے وہ کئی دفعہ سامنے آ کھڑی ہوتی ہے حالانکہ وہ محض اسکا تصور ہوتا ہے یہی راز ہے تسخیر ہمزاد کا۔ اللہ تعالیٰ کا کلام تو اپنی لذت شوکت اور باعتبار ان پیشگوئیوں کے جو اس میں ہوتی ہیں شہادت دیتا ہے کہ میں خدا کا کلام ہوں دیکھئے ہمارے امام ہمام علیہ السلام کو ایسی حالت میں جبکہ آپکو اس ضلع میں بھی چند آدمی جانتے تھے الہام ہوا یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (تیرے پاس دور دور سے لوگ آئینگے) اب باوجود اسقدر روکوں کے جو آپکو پیش آئیں سب دیکھتے ہیں کہ مخلوق خدا کا کس قدر رجوع ہو رہا اور الہام ہیگر یا سیالکوٹ لاہور دیکھنا تھا کوئی ایسی مثال پیش کر سکتے ہو مگر شرط یہ ہے کہ ۲۰ برس پہلے ایسی حالت کی خبر دی ہو اور پھر تمام مذاہب نے متحد ہو کر اسے آدمیوں کو رجوع روکنے کی سخت کوششیں کی ہوں یقیناً ایسی مثال آپکو خاتم الانبیاء کے بعد کوئی بھی نہیں مل سکتی ۱۲

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اس سے پہلے موجود ہی کیا تم فرشتے ہو تم تو محمدی شریعت کے تابع ہو جس میں غیر اللہ کو سجدہ خواہ کسی نیت سے ہو حرام لکھا ہی پھر قرآن مجید میں اختلاف نہیں وہ تو بار بار فرماتا ہی لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ حم السجدہ ع ۵ ۲۴ آفتاب اور چاند جو مخلوقات عالم سے سب سے زیادہ روشن اور بڑے اور فیض پہنچانے والے ہیں، کو بھی سجدہ نہ کرو (کجا بنی آدم جن میں سے ہر ایک انکی روشنی کے فیض و تاثیر کا جو کھیتی وغیرہ کے پکانے میں ظاہر ہوتی ہی محتاج ہے[۱]) بلکہ محض اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے انکو پیدا کیا۔ پھر فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ پ محض اللہ ہی کو سجدہ کرو اور اے ایمان والو اِرْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ رکوع کرو اور سجدے دو اور عبادت کرو اپنے رب کی نہ کسی اور کی الحج ۱۰ ایسی کئی آیتیں قرآن میں آئی ہیں وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اللہ ہی کو سجدہ کرے جو شخص آسمان و زمین میں ہی رعد ع ۲ ۱۳ باوجود انکے کیا ممکن ہی کہ اسکے خلاف حکم الہی نازل ہو دیکھو اِنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ حج ۱۷ (جو بندے آسمان اور زمین میں ہیں اللہ ہی کو سجدہ کرتے ہیں) گویا اسکے خلاف غیر اللہ کو سجدہ کرنا خدا تعالیٰ کے قول کو جھٹلانا ہی اسی لئے سخت گناہ ہی پس اسکے خلاف جہاں غیر اللہ کو سجدہ کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہی مثلاً یوسف کے بھائیوں کے لئے خَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا۔ وہاں سجدہ سے مراد اظہار اطاعت ہی یعنی اپنی فرمانبرداری کا اظہار کیا معافی مانگی تواضع کی نہ کہ سجدہ میں پڑے نیز ہمارے مخاطب تو مسلمان ہیں جو تابع شریعت محمدیہ ہیں سجدہ بمعنی فرمانبرداری کے لئے پڑھو وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ نحل ع ۶ ۱۴ (اللہ کے لئے سجدہ کرتا ہی جو کچھ آسمانوں زمینوں میں ہے) اور وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ (الرحمن) بوٹیاں اور درخت سجدہ کرتے ہیں) ان آیات میں سجدہ سے یہی مراد ہی کہ اللہ کی حکومت کے اندر ہیں اور اسکے سامنے عاجز ہیں ورنہ یوں تو درخت اوندھے نہیں پڑے ہوئے پس اسی طرح فرشتوں کا سجدہ کرنا یہ معنی رکھتا ہی اور بوجہ تغلیب اس میں ابلیس بھی داخل ہی جو کہ ایک جن تھا كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ ابلیس ایک جن تھا اور اپنے رب کے امر سے بے فرمانی کی کہف ع ۹ ۱۵) ابلیس کا جواب دیکھنے سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ حضرت آدم کو ظاہری طور سے سجدہ کرنیکا حکم نہیں تھا ورنہ ابلیس کہتا کہ "میں کیوں شرک کروں" حالانکہ اسنے کہا اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ص ع ۵ ۲۳ (میں اس سے بہتر ہوں مجھے تو نے آگ سے پیدا کیا اور اسے مٹی سے پیدا کیا) گویا اس کی فرمانبرداری کرنے سے باین دلیل انکار کیا اور یہی اسکے ملعون ہونے کا سبب ہوا حضرت اقدس ع نے اس سجدہ کو فرمانبرداری کے معنے میں لیکر واقعات کے رُو سے ان معنوں کو ثابت کیا ہی کہ مخلصانہ اعمال میں ابتدا ہی سے ایک روح مخفی ہوتی ہی اور جب اعمال کا قالب پورا تیار ہو چکتا ہی تو معاً وہ روح چمک اٹھتی ہی اور اپنی پوری تجلی سے شمع کی طرح اپنے پروانوں کی طرف کھینچنا شروع کرتی ہی اس وقت سعید روحیں روشنی کے فرزند اور ملائکہ تو اسکی فرمانبرداری میں لگ جاتے ہیں اور جو مقصود اسکا ہوتا ہی باذن اللہ اسکے اسباب بہم پہنچانے اور اسباب کی تکمیل میں امداد دینے والے کا کام کرتے ہیں اور تاریکی کے فرزند یعنی شیاطین اسکی مخالفت پر کمربستہ ہو جاتے ہیں ہر خلیفۃ اللہ کے ظہور کے وقت جو اپنے وقت کا بسبب نیا سلسلہ اور نئی روح قائم کرنے کے لئے آدم ہوتا ہے یہی معاملہ پیش آتا ہی کہ ایک گروہ تو اسکی خدمت میں جان و دل

---

[۱] کیا کوئی سمجھا سکتا ہے کہ وہ پیر جن کے آگے سجدہ کیا جاتا ہی یا وہ اہل قبور جن کی قبروں پر سجدہ میں گرتے ہیں ان مظاہر فیض الہی (سورج چاند) کے محتاج نہیں یا نہ تھے ۱۲

سے مشغول ہوجاتا ہے اور ایک "انا خیر منہ"[1] کہکر اسکی مخالفت پر کمر بستہ ہوجاتا ہے اور وہ مخالفت درحقیقت خدا کی مخالفت ہوتی ہے اسی لئے درگاہ
الٰہی سے بوجہ استکبار و انکار راندہ گیا جاتا ہے ایک اور گروہ جو تقدس کے اعتبار سے ظاہری نظر میں نکہ معلوم ہوتا ہے وہ انا خیر منہ تو نہیں کہتا
مگر اپنا تقدس و تطہر جتانے اور اسکے فتنے کو ئی نہ کوئی بڑا الزام لگانے سے باز نہیں رہتا ایک طرف کہا جاتا ہے نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ
لَكَ (ہم تیری حمد کیساتھ تسبیحیں پڑھتے اور تجھے پاک یاد کرتے ہیں) پس اسکی کیا ضرورت ہے اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ
الدِّمَآءَ (کیا تو اس میں خلیفہ بناتا ہے جو زمین میں فساد مچاتا ہے اور خونریزیاں کرتا ہے) یہ خیال بھی عام ہے کہ مامور من اللہ نے آکر کیا کیا بس
یہی کہ فساد ڈالدیا بھائی کو بہن سے ماں کو بیٹے سے بیٹے کو باپ سے زوجہ کو شوہر سے جدا کردیا اور پھوٹ ڈالدی اور پھر یہی جھگڑے بڑھتے بڑھتے
خونریزی تک نوبت پہنچی اور بعض کا یہ خیال ہوتا ہے کہ جب فسادی کوئی نہیں تو پھر اس خلیفۃ اللہ کی کیا ضرورت ہے گویا اتجعل فیھا الخ کے یہ معنی
ہوئے کیا تو اس میں خلیفہ بناتا ہے مَنْ يُّفْسِدُ کون اس میں فساد کررہا ہے یا خونریزیوں میں مشغول ہے گویا وہ اپنے لئے امام کے آنیکی ضرورت ہی
نہیں سمجھے اور ان سب کا جواب خدا تعالےٰ نے دیا اِنِّيْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ (میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے یعنی اس ابتدائی فساد میں
جو حکمتیں ہیں وہ مجھ ہی کو معلوم ہیں گو مامور من اللہ کے ظہور کے وقت ایسی بھینچی ہوتی ہے مگر اسکا انجام نیک ہوتا ہے اور صدیوں کے دشمن
آپس میں مل جاکر بھائی بنجاتے ہیں جیسا کہ فرمایا اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا وَ
كُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا آل عمران ۱۱ع - اور تم تھے دشمن پس تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی اور
تم اسکے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے اور تم آگ (دوزخ) کے گڑھے کے کنارے پر تھے - اسنے تمکو نجات دی - حالانکہ کفار کا یہی مقولہ تھا کہ حضرت
محمد صلعم نے ہم میں پھوٹ ڈلوادی - حاصل کلام اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا
لَهٗ سٰجِدِيْنَ ص ع ۵ پ ۲۳ کے یہی معنے ہیں کہ جب کسی بشر میں تجلیات الٰہی کے تمام مظاہر درست ہوجائیں اور اس میں خدائی روح
پھونکی جائے جس کی فرع کلام بھی ہے تو سب کو یہی حکم ہے کہ اسکی فرمانبرداری یعنی نصرت میں لگجائیں جو ایسا نہ کریں وہ تاریکی کے فرزند
حق کی روشنی کے دشمن ہیں اور کبھی فلاح نہ پائینگے ✣

دوستو! قبر پر چلہ کرنے سے باز رہنے کے لیے میں کافی بحث کرچکا دیکھو ہمارے ہادی برحق نبی اکرم صلعم نے ایک طرف ان یہود و نصاریٰ کو
لعنت بھیجی جنھوں نے اپنے انبیاء کی قبرونکو مساجد قرار دے لیا تھا اور دوسری طرف یہ دعا فرمائی لَا تَجْعَلُوْا قَبْرِيْ عِيْدًا (میری قبر کو
عرس یا میلہ کی جگہ نہ بنالینا یہ دعا تو پوری ہوچکی مگر بڑے افسوس کی بات ہے اگر مسلمان دیگر اولیا کی قبروں کو عرسوں اور میلوں کی جگہ بنا
لیں اور پھر کہیں کہ اس میں برا کام کونسا ہے بھائیو! کیا رنڈیوں کا گانا یا ناچنا ثواب کا کام ہے اور علاوہ اسکے ہر قسم بدعا موجب ثواب ہو
سکتی ہیں جیسا کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ محمد ع ۴ (اے
ایماندارو! اللہ کی فرمانبرداری کرو اور رسول کی اطاعت اور اسکے ماسوا خود ساختہ عبادات و من گھڑت وظائف پڑھکر اپنے اعمال باطل
نہ کرو - اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس کام کی سند اللہ تعالےٰ کی کتاب یا سنت صحیحہ میں نہ ملے اسپر ثواب مرتب نہیں ہوتا - اور ایسے اعمال باطل

---

[1] ہر مخالفت کا اصل یہی ہے کہ انا خیر منہ دل میں بڑھجاتا ہے ورنہ اسکی بات کیوں نہ مانتے ۱۲ -

غرض اس آیت سے معلوم ہوا کہ جس کام کی سند اللہ تعالیٰ کی کتاب یا سنت صحیحہ میں نہ ملے اسپر ثواب تب نہیں ہوتا اور ایسے اعمال باطل جانتے ہیں پس یہ سب کام جو قبروں پر کئے جاتے ہیں لغو ہیں؛

تصاویر چونکہ تماثیل. تصاویر کو بھی کہتے ہیں اسلئے اسکی نسبت مجھے کچھ لکھنا ہے کیونکہ حضرت مسیح موعود کی تصویر چھپنے کے باعث ہمپر اعتراض کیا جاتا ہے دیکھنا چاہیئے کہ کسی تصویروں سے ممانعت کی گئی ہے مَا هٰذِهِ التَّمَاثِيْلُ الَّتِيْٓ اَنْتُمْ لَهَا عٰكِفُوْنَ سے ظاہر ہے کہ وہ تصاویر حرام ہیں جنپر عکوف کیا جائے ورنہ حضرت سلیمان کے لئے انہی تماثیل کا ذکر بطور انعام خداوندی تنزیل میں وارد نہ ہوتا يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ السبا ۲۶ ۲۲ (اسکے لئے بناتے تھے جو کچھ وہ چاہتا منجملہ انکے اونچی اونچی عمارتیں اور مورتیں) پھر خود حضرت عیسےٰ کی نسبت قرآن میں ہے وَاِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ المائدہ ۱۵ ۶ ، (اور جب تو پرندے کی شکل جیسی مٹی کی مورت بنانا) اور اِنِّيْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ آل عمران ۳ ۵ ۶ (میں پرندے کی صورت کی طرح مٹی سے بناتا ہوں) یعنی یہاں عیسیٰ علیہ السلام خدا کے ایک نبی کی نسبت مورتیں بنانا لکھا ہے اب اگر یہ فعل مصوری یا ہر ایک تصویر کی حرمت لذاتہ ہوتی تو انعام الہی کے ضمن انکا کیوں ذکر ہوتا کیا کوئی ہمیں بتلا سکتا ہے کہ کسی نبی کی شریعت یا عہد میں زنا یا خنزیر کو جائز و حلال کہا گیا ہے ہرگز نہیں کیونکہ یہ لذاتہ حرام ہے ہاں تصاویر کی حرمت چونکہ ایسی نہیں اسلئے فرمادیا کہ یہاں نیت کا اعتبار ہے خصوصاً زمانہ رسالت پناہی میں جنابہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گڑیوں (جو ایک طرح کے بت ہیں) سے کھیلیں اور آپنے ایک تصویروں والے تکیے پر تکیہ لگایا؛

اور مشکوٰۃ کے حاشیہ پر لکھا ہے وَاَمَّا مَا لَيْسَ بِحَرَامٍ مِنْ كَلْبِ الْمَاشِيَةِ وَالصَّيْدِ وَالزَّرْعِ وَالصُّوْرَةِ الَّتِيْ يُمْتَهَنُ فِي الْبِسَاطِ وَالْوِسَادَةِ وَغَيْرِهِمَا فَلَا يَمْنَعُ دُخُوْلَ الْمَلٰٓئِكَةِ بِسَبَبِهٖ (لیکن جو حرام نہیں مثلاً محافظ کتا یا شکاری کتا یا کھیت کا یا وہ صورت جو فرشوں پر روندی جاتی ہے اور ایسا ہی اور تصویریں جنکی عبادت نہیں ہوتی انکی وجہ سے فرشتوں کا داخل ہونا نہیں رکتا۔

اس سے بھی ثابت ہے کہ تصویر کی حرمت ذاتی نہیں بلکہ صرف وہی صورتیں فرشتوں کے گھر میں داخل ہونیکی مانع ہیں جو بخیال پرستش رکھی جائیں ورنہ انکے استثناء کی کوئی وجہ نہیں فرشتوں کے داخل ہونیکی نسبت ایک عجیب لطیفہ سنئے ایک غضب کے شعلوں میں جل جل کر مرنے والا چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا ہر مرزائی کے گھر تصویر ہے اسلئے انکے گھروں میں کوئی فرشتہ نہیں جاتا پہلے تو اس جملہ پر اعتراض ہوا کہ کیا کراماً کاتبین بھی مرزائیوں کے ساتھ نہیں جو کہ فرشتے ہیں وَاِنَّ عَلَيْكُمْ لَحٰفِظِيْنَ كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ انفطار ۳۰ (اور تمپر محافظ ہیں جو معزز فرشتے لکھنے والے جانتے ہیں جو کچھ تم کرتے ہو پھر پوچھا گیا اور جو تصویر اپنے پاس رکھی ہے جوش میں آکر کہا وہ تو مجسم شیطان ہے مردود ہے اسی وقت عرض کیگئی کہ حضرت! ذرا جیب مبارک سے بٹوا تو دکھائیے اس میں کتنے روپے ہیں اور انپر تصویر ہے یا نہیں جب ایک تصویر کے رکھنے سے انسان شیطان مجسم ہوجاتا ہے تو بیشمار تصاویر کو مخالفت کے ساتھ سینے سے لگا رکھنے والیکا کیا حال ہوگا۔ پھر تعجب کہ انکے ساتھ نماز بھی تنہا نہیں امامت سے پڑھ لیجاتی ہے پھر وہ کونسا گھر ہے جس میں روپیہ پیسہ نہ ہو اور پھر اسپر تصویر نہ ہو؟ اسکا جواب.

ؔ ان آیات کے دوسرے معنے بھی ہیں جو اپنے محل پر بیان ہونگے۔

مبہوت ہوجانیکے سوا کیا تھا؟ حضرت اقدس کا فوٹو کھچوانیکی علت غائی کیا ہے؟ سنو! حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے آنے والا عیسیٰ کا حلیہ گندم گون۔ سیدھے بالوں والا۔ روشن پیشانی والا بتایا اور عیسےٰ بن مریم کی نسبت فرمایا نہایت سرخ رنگ گھنگریالے بالوں والا دیکھو دونوں کی صورتوں میں کسقدر تفاوت ہے یہ ان علامات کی طرف اشارہ تھا کہ آنیوالا عیسیٰ موعود اور ہے اور ابن مریم اور ایسا نہ ہو کہ انکو کوئی شخص واحد غلطی سے فرض کرکے دھوکہ میں پڑے اب اس امر کے اظہار کیلئے حضرت کی تصویر کو دیا گیا تاکہ چھوٹے سے بڑے تک ہر ایک دیکھ لے کہ آنیوالا آگیا اور اسکا حلیہ جو نبی کریم صلعم نے فرمایا ہو بہو اس مبارک شکل میں موجود ہے جن لوگوں کو علم قیافہ سے آگاہی ہے وہ تو اس تصویر سے اور بھی بہت سے اوصاف معلوم کرسکتے ہیں کہ جس کی پیشانی یا ناک یا لب یا ٹھوڑی یا بال یا سر ایسا ہو وہ ان صفتوں کا آدمی ہوتا ہے یہ علم آجکل ولایت میں عام ہے اور یہی وجہ ہے کہ جب یورپین کسی شخص کے حالات پڑھتے ہیں تو ساتھ ہی اسکی تصویر بھی دیکھنا ضروری سمجھتے ہیں تاکہ علم قیافہ کی مدد سے ان حالات کی تصدیق کرنے جائیں اور دھوکہ نہ کھائیں اصل میں ابھی لوگوں کی سہولت کیلئے یہ فوٹو اتروایا گیا ہے تاکہ گھر بیٹھے انکو بڑے زنی کا موقعہ ملے اور وہ اسطرف متوجہ ہوں اور آپ کی بعثت کی غرض یہی ہے کہ ولایت میں اسلام پھیلے اسکے لئے جسقدر تدابیر ممکن ہیں کرنی ضروری ہیں آپ خود ہی انصاف کریں کہ جب اپنے مسلمان بھائی ہی باوجود بائیس تئیس سال کی تبلیغ کے اچھی طرح متوجہ نہیں ہوئے تو پھر ایک اجنبی کو کیا ضرورت ہے خاصکر اس صورت میں جبکہ دنیا پرستی کا پردہ آنکھوں پر پڑا ہے کہ آپکی تعلیم کا شائق ہو اور امریکہ سے یہاں دیکھنے آئیں حالانکہ اس شکل کے دیکھنے میں بہت سے اعتراضوں کا جواب حل ہوسکتا ہے پھر کہتے ہیں اگلے نبیوں نے اپنی تصویریں کیوں نہ چھپوائیں سو حضرت! پہلے یہ تو ثابت کیجئے کہ اس زمانہ میں فوٹو تھے جب یہ تھے ہی نہیں تو پھر ان سے کام ہی نہیں لیا جاتا یہ تو ہمارے امام ہمام علیہ السلام ہی کا حصہ تھا کہ دنیا کی ہر ایک ایجاد کو دین کے کام میں لگا دیا اور یہی ایک صادق کا نشان ہے کہ وہ ہر طاقت کو جو اسکے بس میں ہو دین کی راہ میں لگا دیتا ہے گویا وہی فوٹو جسکا نتیجہ لہو و لعب پرستی تھا اب ایسا کام دینے لگا کہ موجب نجات اکثرین ہو گیا۔

پھر یہ بھی ثابت کیجئے کہ اگلے انبیاء کرام کی نبوت سوائے سیدنا محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے امام کی امامت کی طرح عالم تھی اور سارے جہان کے لئے تھی تاکہ انکی تصویر کی ضرورت کے مسئلے پر بحث ہو جب وہ انبیاء ایک خاص قوم کے لئے بھیجے جاتے جو ایک محدود علاقہ میں بستی تو تصویر کی کیا ضرورت تھی وہ خود آکر دیکھ سکتے اور دیکھ لیتے تھے اسی بنا پر ہمارے مکرم حکیم الامۃ نے باوجود فوائد مندرجہ بالا کے صاف کہدیا تھا کہ حضرت صاحب کی تصویر ولایت کے لئے ہے اور ان لوگوں کو اسلئے جو زیارت سے معذور ہیں باقی کے لئے لغو" اب فرمائیے کیا اعتراض رہ گیا ہاں اگر کہو کہ نبی کریم کی تصویر اول تو ثابت کرنا چاہیئے کہ اس زمانہ میں بھی علم حلیہ آجکل کیطرح انتہا تک پہنچ گیا تھا پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ جس ملک میں آپ مبعوث ہوئے بت پرستی کا زور تھا اور جب تک تصویر سے کلی نفرت کا اظہار نہ ہوتا انکے دلوں سے عظمت کا نکلنا دشوار تھا بلکہ خوف تھا کہ اگر کوئی ایسی تصویر ہوتی بھی تو افراد سے کام لینے والے اسکی پرستش شروع کر دیتے حالانکہ الٰہی خیال کا قلع قمع مقصود تھا چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت سید عبدالقادر صاحب جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور جناب امام حسینؓ کے مراتب میں سخت غلو کیا گیا اور لوگ انکی نذریں مانتے ان سے استمداد کرتے اور انکو متصرف فی مخلوق اللہ قرار دیتے ہیں بنا بریں ضروری تھا کہ اس زمانہ میں تصویر کا رواج نہ ہو اور اول تو فوٹو ہی کب تھا پھر تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے نبی کریم صلعم کا دوسری رنگ میں نزول ہونیوالا تھا اسلئے یہ امر موجودہ زمانے سے مخصوص ہوا کیونکہ اشاعت کے تمام لوازم اسی صدی

میں آ پورے ہوئے ہیں اس سے پہلے تو امریکہ و دیگر بعض ملکوں کا کسی کو علم بھی نہ تھا کہ صفحہ ہستی پر موجود بھی ہیں یا نہیں پھر یہ تصویر دیکھنے ہی کی تڑپ ہی جو زیارت الرسول کے بعض لوگ از حد مشتاق ہیں اور مسیح موعود پر ایمان لانے سے پہلے یہ شرط باصرار پیش کرتے ہیں ہمیں زیارت کرادیں جب مانیں کاش انکو علم ہوتا کہ اقتراحی معجزات نہیں دکھائے جاتے اور نہ معلق بالشرط ایمان مفید ہوتا ہی لطف تو یہ ہی کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہم بیعت سے پہلے ایک ہی رات میں یہ نعمت حاصل کریں وہ پہلے اپنے تئیں نبی اکرم صلعم کی زیارت کے لائق تو بنائیں پھر دیکھنے کی خواہش بھی کریں اور مطلق دیکھنا کیا فائدہ دیتا ہی جب کہ ابو جہل و ابولہب غیرہ نے آپکو دیکھا تھا نہ صرف ایکدفعہ بلکہ کئی دفعہ اور پھر ایک ہی دم میں زیارت کے خواہاں اللہ کے قانون کی طرف دیکھیں کہ اسکے سب کام بتدریج ہوتے ہیں حالانکہ اسکی شان ہی اِنَّمَآ اَمۡرُهٗۤ اِذَاۤ اَرَادَ شَیۡـًٔا اَنۡ یَّقُوۡلَ لَهٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ (یٰسٓ) اسکی شان ہی کہ جب کسی چیز کا ارادہ کرے تو کہدیتا ہی اسکو ہوجا اور وہ ہوجاتی ہی باوجود اسکے بچہ ۹ ماہ کے بعد ہی پیدا ہوتا ہی اور تخم بھی اپنے وقت پر اُگتا ہی اسی طرح ہر چیز کو پانے کے لئے وقت مقرر ہیں زیارت کرنیکے لئے پہلے اپنے تئیں نبی کریم صلعم کی تابعداری میں محو کرو تاکہ اس دربار عالی میں جانیکے لائق ٹھہرو پھر منہ سے بولو اور یہ زیارت تو اصل مقصود بھی نہیں اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ نہ کہ اهدنا صور الانبیاء۔

جب یہ معترضین خود تصویروں کی ضرورت اور انکے استعمال سے عملی طور پر بچے ہوئے نہیں تو ہمپر اعتراض کیوں کرتے ہیں۔ جبکہ یہ تصویر بھی کسی خاص دینی ضرورت کے لئے کہ ما[1] معترضین کو چاہئے کہ اول تو اپنے شیشے توڑ ڈالیں پتلیاں نکال دیں کہ ان میں بھی تصویر بنتی ہی اگر کہیں یہ تو خدا کی قدرت ہی تو ہم کہتے ہیں یہ بھی اللہ کی قدرت ہے کہ فوٹو کا شیشہ سامنے کریں اور تصویر چھپ جائے پھر ذرا اپنی قبروں اور خانقاہوں کو دیکھیں کہ گھوڑوں کے بت پڑے ہیں کیا وہ نزول ملائکہ کو مانع نہیں بلکہ بعض قبروں پر تو صندوقچیاں پڑی رہتی ہیں جن میں روپے پیسے پڑتے ہیں جن پر بت ہیں پھر میں دیکھتا ہوں کہ محرم کے دنوں میں کئی شبیہیں بنتی ہیں اور پوری پوری نقل اتاری جاتی ہی اسوقت کوئی مانع نہیں ہوتا بلکہ پگڑی اتارے ساتھ ساتھ پھرتے ہیں اگر کہو وہ تو اماموں کی تماثیل ہیں تو حضرت یہ بھی ایک امام ہی کی ہے گو اس غرض کے لئے نہیں جس کیلئے وہ ہیں پھر میں کئی گدی نشینوں کے نام بتا سکونگا جنکے گھروں میں سید عبد القادر جیلانی محبوب سبحانی یا حضرت علی یا کسی پیر طریقت کی تصویر ہی جو بڑی حفاظت سے رکھی ہی اور خاص خاص موقعہ پر نکالتے ہیں کیا اسپر اعتراض نہیں پھولوں پر قدم مبارک بعض برہمن اٹھا کر عام طور سے دیہات میں گشت کرتے پھرتے ہیں اور انپر چڑھاوے چڑھتے ہیں وہ بھی محل اعتراض نہ ہونگے . . . . . . حالانکہ اسکی نسبت یقینی طور سے شہادت بھی مل سکتی ہی کہ فلاں جگہ سے تراشوا کر بنائے گئے ہیں اور پھر انپر سر بسجود ہوتے چومتے منتیں مانتے ہیں کیا شریعت نے ان افعال کو جائز رکھا ہی غضب تو یہ ہی کہ اس فعل کے جواز کے لئے جناب سالت مآب کے نام و قدم کو بہانہ بنایا گیا ہی حالانکہ انکا دامن اس سے پاک ہے کیا تم بھول گئے کہ خانہ کعبہ سے حضرت ابراہیم کی مورت کو آپ ہی کے حکم سے گرا کر دوسرے بتوں میں شامل کیا گیا تھا اور یہ کسی نے نہ کہا کہ اچھا یہ تو پیغمبر کی مورت ہے صرف پرستش کرنا باقی اسکے علاوہ تعظیم وغیرہ جائز ہی دوستو ہوش کرو!!

---

[1] ایک فوٹوگرافر نے حضور سے اپنے پیشے کی نسبت پوچھا تھا تو فرمایا اپنی نیت اور تصویر بنانے کے نتیجہ کو دیکھو۔ اگر ضرورت صحیحہ کے لئے ہی تو جائز اور اگر اس سے لہو ولعب یا خیالات نفسانی کا تزاید ہو تو اچھی بات نہیں ۱۲

سمجھو سوچو!!! ہم کیا کر رہے ہیں اور کیا کہتے ہیں پھر سب سے بڑھکر غضب تو یہ ہے کہ اوروں کے گھروں میں تصویریں ہیں اور انکے خانۂ دل میں اپنے مرشد کی صورت ہے جسکو یہ اپنا جان و ایمان سمجھتے ہیں کاش انکو سمجھ ہوتی اور وہ سوچتے کہ "دل گزرگاہ جلیل اکبر است" اس پاک گھر میں کسی غیر کا دخل نہیں ہونا چاہیئے حتی کہ کسی غیر کی محبت کا خیال بھی صوفیائے کرام کے نزدیک شرک ہے باوجود اسکے یہ بُت موجود ہے پھر خدا جانے ہم پر کس منہ سے اعتراض کیا جاتا ہے۔

گھروں میں ہزار دس روپے پیسے پڑے ہیں مگر ہم پر ایک تصویر کے لئے اعتراض ہے روپوں کے لئے کہتے ہیں یہ تو اضطراری ہے مگر انھوں نے مسئلہ بھی دیکھا کہ نماز میں اگر کسی کا اضطراری طور سے پاخانہ نکلجائے تو اسکی نماز یا وضو رہتا ہے کیونکہ اضطراری طور سے یہ فعل واقع ہوا وہ کم از کم اپنی نفرت جتلانے کے لئے اتنا تو کرتے کہ گورنمنٹ کے حضور ایک میموریل بھیجتے کہ اس طرح کا سکہ ہمارے مذہبی خیالات کے برخلاف ہے وہ درخواست منظور ہوتی یا نہ مگر اتنا ثبوت تو ملجاتا کہ دل میں کراہت رکھتے ہیں انہوں نے ایسا نہیں کیا جس سے صاف ظاہر ہے کہ تصویر کی حرمت ذاتی نہیں اور ہم پر اعتراض صرف حسد سے بڑھے ہوئے عناد و تخالف کے لئے ہے میرے مولا کریم انکی نازک حالت پر رحم کر دینے تو یہ بھی نہیں دیکھا کہ مدرسوں میں جو اشیاء کے سبق تصویریں اور بُت دکھا کر پڑھائے جاتے ہیں انپر کبھی کسی مولوی نے اعتراض کیا ہو یا اپنے بچے کو مدرسے سے اٹھا لیا ہو یہ سب باتیں علی الاعلان بتا رہی ہیں کہ ضرورت کو یہ بھی تسلیم کرتے ہیں اور ہر تصویر ناجائز نہیں۔ فتح القدیر جو حنفی مذہب کے دلائل کی ایک نہایت مبسوط کتاب ہے اسکے متن یعنی ہدایہ میں لکھا ہے کہ لَا بَأْسَ بِأَنْ يُّصَلِّيَ عَلٰى بِسَاطٍ فِيْهِ تَصَاوِيْرُ لِاَنَّ فِيْهِ اِسْتِهَانَةً بِالصُّوَرِ (اور کچھ مضائقہ نہیں اگر کسی تصویروں والے فرش پر نماز پڑھ لی جائے کیونکہ اس میں تصویروں کی اہانت ہے) پھر لکھا ہے وَلَوْ كَانَتِ الصُّوَرُ صَغِيْرَةً بِحَيْثُ لَا تَبْدُوْ لِلنَّاظِرِ لَا يُكْرَهُ لِاَنَّ الصِّغَارَ جِدًّا لَا تُعْبَدُ (اور اگر صورتیں چھوٹی چھوٹی ہوں ایسی کہ دور سے نظر کرنے والے کو نظر نہ آئیں تو مکروہ نہیں کیونکہ چھوٹی چھوٹی تصویریں پوجی نہیں جاتیں) اس سے بھی معلوم ہوا کہ وہ کراہت صرف عبادت کی وجہ سے ہے ورنہ چھوٹی کیا اور بڑی کیا سب ناجائز ہوتیں جیسے کہ شراب کی ایک بوتل اور ایک قطرہ برابر حرام ہیں پھر فتح القدیر یعنی اسکی شرح میں لکھا ہے وَفِي الْبُخَارِيِّ فِي كِتَابِ الْمَظَالِمِ عَنْ عَائِشَةَ (کہ ایک پردہ تھا تصویروں والا جسے نبی ہمارے نے پھاڑا) فَاتَّخَذْتُ مِنْهُ نُمْرُقَتَيْنِ فَكَانَتْ فِي الْبَيْتِ يَجْلِسُ عَلَيْهِمَا (رواہ احمد فی مسندہ) وَلَقَدْ رَاَيْتُهٗ مُتَّكِئًا عَلٰى اِحْدَاهُمَا وَفِيْهَا صُوْرَةٌ (پس میں نے اس سے دو آستینیں بنالیں۔ اور وہ دونو گھر وں میں ان تصویروں والے کپڑوں پر بیٹھتے تھے اور میں نے دیکھا نبی کریم کو ان میں سے ایک پر تکیہ لگائے ہوئے جسپر کہ تصویر تھی) پھر متن میں ہے وَكَانَتِ الصُّوْرَةُ عَلٰى بِسَاطٍ مَفْرُوْشٍ لَا يُكْرَهُ (اگر تصویر بچھے ہوئے کپڑے پر ہو تو مکروہ نہیں) اور لَا يُكْرَهُ تِمْثَالُ غَيْرِ ذِي الرُّوْحِ لِاَنَّهٗ لَا يُعْبَدُ (اور غیر ذی روح کی تصویر موجب کراہت نہیں کیونکہ اسکی پرستش نہیں ہوتی)، لکھنے کے بعد شرح میں مسطور ہے فَلَيْسَ لَهَا حُكْمُ الْوَثَنِ فَلَا يُكْرَهُ فِي الْبَيْتِ (پس انکا حکم بتوں سا نہیں اسی لئے گھر میں انکا رکھنا مکروہ نہیں) اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ تصویر کی کراہت یا مانع دخول ملائکہ ہونا اسی صورت میں ہے جبکہ اس کی پرستش ہو اسی لئے روایات میں ان تصاویر کو مکروہ موجب کراہت صلوٰۃ نہیں سمجھا گیا جنکی پرستش نہیں ہوتی دیکھو فتح القدیر میں یہ بھی لکھا ہے کہ۔ اِنَّهٗ كَانَ عَلٰى خَاتَمِ اَبِيْ هُرَيْرَةَ ذُبَابَتَانِ (ابوہریرہ حضرت کے خاص الخاص

سلہ دیوار پر پستکی ہوئیں ۱۲

صحابی کی انگوٹھی پر دو مکھیوں کی تصویر تھی) آپ انہیں ہر وقت ساتھ رکھتے ہونگے اگر حرام ہوتی تو وہ نگینہ اتروا دیتے پھر لکھا ہے وُجِدَ خَاتَمُ دَانِیَالَ وُجِدَ عَلَیْہِ اَسَدُ وَّلَبُوَۃٌ فِیْہِمَا صَبِیٌّ یَلْحَسَانِہٖ (جب دانیال پیغمبر علیہ السلام کی انگوٹھی ملی تو اسپر شیر اور شیرنی کی تصویریں پائی گئیں جن کے درمیان ایک لڑکا تھا جو اسکو چاٹ رہے تھے)

پھر آگے تمہیں میں بتاؤں کہ صدر اول اسلام میں مورتوں والے سکے چلتے رہے گویا تصویر کی حرمت لذاتہٖ نہ سمجھی گئی "ابتدا میں جو سکہ عبد الملک نے بنوایا اس میں اسکی تصویر تھی جس کی کمر میں تلوار لٹکے ہی تھی۔

پھر چند قدیمی سکوں کا ذکر ہے چودہویں صدی کے حوالے سے الحکم ۱۰ر جولائی ۱۹۰۲ء میں چھپا ہے جسکے لکھنے والے سلسلہ احمدی میں داخل نہیں (۱) طرف اول رومی طرز کی مورت جسم سیدھا ہاتھ اوپر کو اٹھا ہوا برچھا لئے ہوئے دوسرے ہاتھ میں کرہ جسپر صلیب چڑھی ہوئی بائیں طرف لبسم اللہ (۲) طرف اول دو قد آدم مورتیں ہر ایک کے ہاتھ میں عصائے شاہی جسپر صلیب لگی ہوئی اور مورتوں کے بیچ میں محمد رسول اللہ (۳) طرف اول قد آدم مورت بال بڑے بڑے حاشیے پر محمد رسول اللہ (۴) کھڑی مورت چوغہ پہنے ہوئے ہاتھ سینے تک اٹھا ہوا حاشیہ پر خط کوفی میں بعبد اللہ عبد الملک امیر المؤمنین علامہ مقریزی کے بیان سے اسکی تصدیق کی ہے۔

اللہ خالق ہے نہ کہ مسیح

ناظرین پر سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ کا مضمون واضح ہو گیا ہوگا اب آگے چلئے فرماتا ہے ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الآیۃ وہی اللہ جسموں کو پیدا کرنیوالا ہے اور وہی روحوں کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہی رحم میں تصویر کھینچنے والا ہے[۱] آسمان و زمین کی مخلوقات اسکی پاکی بیان کر رہی ہے یعنی ذرہ ذرہ سے اسکی صفات کا پتہ اور ہر عیب و نقصان سے پاک ہونیکا ثبوت ملتا ہے وہ بڑا زبردست ہے اور اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں ہوتا یہ آیتیں پکار پکار کر کہہ رہی ہیں کہ خدا کی صفت خلق میں کوئی شریک نہیں بڑا افسوس ہے ان لوگوں پر جو کہیں کہ حضرت عیسٰے علیہ السلام نے چمگادڑ وغیرہ پیدا کئے انکو دھوکہ لفظ خلق سے لگا ہے جو اِنِّیْ اَخْلُقُ لَکُمْ مِّنَ الطِّیْنِ کَھَیْئَۃِ الطَّیْرِ میں پڑھتے ہیں اگر تقوے سے کام لیں تو اسکے ایسے معنے نہ کریں جو قرآن کریم کی دوسری آیات کے برخلاف ہوں جو یہ ہیں ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ المؤمن ۲۲ (وہی اللہ ہے رب تمہارا ہر ایک چیز کا پیدا کرنیوالا ان صفتوں میں انکا کوئی شریک نہیں اسلئے وہی بندگی کے لائق ہے پس تم کدھر بھٹکے جاتے ہو (۲) ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا البقرہ (وہی پاک ذات ہے جسنے تمہارے لئے زمین میں سب کچھ پیدا کیا) اگر کچھ جانور عیسٰے علیہ السلام نے بھی بنائے تھے تو پھر کل شیء اور جمیعًا کا حصر ٹوٹ جاتا ہے پھر مخالفین کو کئی آیات میں الزام دیا گیا ہے کہ اگر تمہارے معبودوں نے کچھ پیدا کیا ہے تو دکھلاؤ (۱) ھٰذَا خَلْقُ اللّٰہِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ مِنْ دُوْنِہٖ لقمان ۱۶ یہ تو اللہ کی پیدائش ہے اب تم دکھاؤ جو کچھ پیدا کیا اسکے سوا کسی اور نے) (۲) اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ الروم ۲۱ (اللہ ہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا) پھر فرمایا ھَلْ مِنْ شُرَکَائِکُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ کیا ہے کوئی تمہارے شرکا سے جو کر سکے ان باتوں میں سے کچھ بھی (۳) اَرَاَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ احقاف ۱۶

---

[۱] جو لوگ تعویذوں سے بیٹے وغیرہ دینے کے مدعی ہیں غور کریں کہ یہ خاص خدا تعالیٰ کی صفت ہے ۱۲

بھلا اتنا تو خیال کرکہ جنکو تم اللہ کے سوا بلاتے ہو مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین کی کونسی چیز پیدا کی (۴) اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ طور ۲۶ ۲ (یا کیا وہ پیدا کرنے والے ہیں) (۵) خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (پیدا کیا ہے انہوں نے مثل اسکی پیدائش کی پس مخلوق مشتبہ ہوگئی ہے ان پر کہ یہ خدا کی پیدا کی ہوئی ہے یا دوسروں کی) کہدے اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنیوالا ہے اور وہ اس صفت میں یگانہ ہے اور قہار ہے یعنی ہر چیز پر قادر اور زبردست کسی کی امداد کا محتاج نہیں الرعد ۱۳ (۶) وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ النحل ۱۴ (اور جنکو یہ اللہ کے سوا بلاتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرسکتے) پھر اخیر میں فرمایا (۷) اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ الحج ۱۰ ۱ (جنکو تم اللہ کے سوا بلاتے ہو وہ تو ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کرسکتے خواہ اسکے لئے جمع ہو جائیں) اب یہ باتیں قابل غور ہیں کہ خدا تو فرماتا ہے اللہ کے سوا خواہ سب ملکر کوشش کریں ایک مکھی پیدا نہیں کرسکتے اور آپکا اعتقاد ہے کہ مسیح[۵۱] ع نے پرندے پیدا کئے اور یہ بھی مسلم بات ہے کہ انکو عیسائی اپنا معبود[۵۲] قرار دیتے ہیں اب خدا تعالیٰ تو بار بار فرماتا ہے کہ مجھے بتلاؤ انہوں نے کیا پیدا کیا؟ مگر جب یہ صحیح بات ہے کہ مسیح نے پرندے پیدا کئے تو پھر کہا جاسکتا ہے فلاں مصداق هُمْ يُخْلَقُوْنَ۔ وہ خود پیدا کئے گئے ہیں (النحل) نے پرندے پیدا کر کے دکھائے اسپر لطف یہ کہ عیسائی تسلیم ہی نہیں کرتے کہ مسیح نے کوئی پرندہ پیدا کیا ہے حالانکہ وہ انکو خدا تسلیم کرتے ہیں اور انکے لئے ضروری ہے کہ خدائی کے ثبوت کے لئے ایسی باتیں اسکی طرف منسوب سمجھیں مگر وہ تو مانتے نہیں اور ہمارے بھولے بھالے مسلمان خواہ مخواہ اقرار کئے جاتے ہیں حالانکہ ان معنوں کے برخلاف سات آیتیں لکھی گئی ہیں اگر معنے کرنے والے صرف اس اصول کو مد نظر رکھ لیتے جو میں پیچھے ذکر کر آیا ہوں کہ ایک ہی لفظ ہے جب خدا کی طرف مسند ہو تو اسکے اور معنی ہوتے ہیں اور مخلوق کی طرف ہو تو اور معنے کیونکہ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى اور مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ اسی تفریق کی مقتضی ہیں جب خلق اللہ کی نسبت آئے تو اور معنے مخلوق کی نسبت آئے تو پھر صرف بنانے یا گھڑنے کے معنی میں آئیگا۔ پس آیت کے یہ معنی ہوئے کہ میں بناتا ہوں مٹی سے طیر کی ہیئت جیسا پھر پھونکتا ہوں اس میں پس اڑ پڑتا ہے باذن اللہ یعنی آپ خارق عادت عقل کے ذریعہ جو ایک معجزہ کی قسم ہے پرندے کی شکل جیسا بت سا بناتے دیکھو طیر نہیں فرمایا کَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ ہیئت پر اکتفا نہیں بلکہ ک تشبیہ لگایا تاکہ یہ وہم بھی نہ گزرے کہ ان موجودہ پرندوں جیسی جو خدا کی خاص صنعت سے ہیں ان میں کوئی بات بھی ہوتی۔ آپ اس میں پھونک مارتے چونکہ اسکے اندر کچھ ایسے انتظامات تھے اسلئے وہ یہاں سے اٹھکر وہاں جا پڑتا گویا ہم معجزہ کی حد تک اسکو مانتے ہیں کہ آپ اس بت میں پھونک لگاتے تو وہ غیر معلوم طریقے سے ایک جگہ سے دوسری جگہ اڑ کر جا پڑتا یہ نہیں کہ سچ مچ پرندہ بن جاتا

---

[۵۱] خدا نے پہلے ہی فرما دیا اسلئے آگے مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۵۲ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا (انہوں نے اللہ کے سوا معبود بنا رکھا ہے جو کسی چیز کے خالق نہیں بلکہ وہ خود مخلوق ہیں کسی کو کیا فائدہ یا ضرر پہنچائینگے وہ تو اپنے ضرر و نفع کے بھی مالک نہیں اور نہ موت و حیات و جی اٹھنا انکے بس میں ہے کہ کسی کو زندہ کرسکیں جان ڈال سکیں یا ماردیں یا مرے ہوئے کو اٹھا دیں ۱۲

صرف حرکت پیدا ہوئی نہ کہ روح جیسے موسیٰ کے عصا میں دوم اسکے معنے یہ ہیں میں تجویز کرتا ہوں تمہارے لئے کہ تم میں روحانیت کا نفخ ہو اور تم مادی انسان سے بلند پرواز انسان بنو؂

روح حادث ہے روح بھی خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں جیسے کہ فرمایا وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ بنی اسرائیل ۱۵ (روح کی نسبت سوال کرتے ہیں یا کرینگے تو کہدے کہ روح[۱] میرے رب کی مخلوق ہے) لفظ رب سے ظاہر ہے کہ روح ہر وقت ہر آن محتاج ربوبیت باریتعالےٰ ہے اور آہستہ آہستہ اسکے کمالات فیضان ربوبیت سے نمایان ہوتے رہتے ہیں پس یہ عقیدہ غلط ہے کہ روح ازل سے یا روز میثاق سے پیدا کئے ہوئے ہیں کیونکہ اس طرح تو ثابت ہوتا ہے کہ پھر انکی تربیت نہیں ہوتی اور ابتک جو روحیں اس عالم میں نہیں آئیں وہ گویا اسی حالت میں مقید پڑی ہیں بھلا یہ انکے قصور کی سزا ہے اور جنکو پہلے بھیجا گیا انہوں نے کونسی نیکی کی پھر یہ بھی چاہیئے کہ جو روحیں اخیر زمانہ میں آئیں وہ پہلی روحوں کی نسبت زیادہ دانا ہوں اور گناہ سے بچیں کیونکہ انکو تو معلوم ہوگا کہ اگلوں نے گناہ کئے ہیں یہ برا پھل پایا اب ہمکو اس سے بچنا چاہیئے حالانکہ واقعات اسکے خلاف شہادت دے رہے ہیں یہ عقیدہ آریہ سے ملتا جلتا ہے جو کہتے ہیں مادہ اور روح ازل سے ہیں خدا کا کام صرف جوڑنا ہے مگر یہ انکی غلطی ہے کیونکہ اس طرح خدا تعالےٰ انکا محتاج بنتا ہے اور جب انکو پیدا نہیں کیا تو ان سے عبادت کرانیکا کیا حق ہے اور پھر لامحالہ اسطرح روحیں جو خود بخود ہوئی ہیں محدود ہونگی اور ایکدن پرمیشر کو حسب عقیدہ انکے ہاتھ پر ہاتھ دہر کر بیٹھنا پڑیگا۔ اصل بات تو یہی ہے کہ اللہ تعالےٰ جیسے ہماری طرح دیکھنے کے لئے روشنی سننے کے لئے ہوا کا محتاج نہیں ایسے ہی کسی چیز کے پیدا کرنیکے لئے مادہ یا روح کا محتاج نہیں اسکے کاموں کو اپنے پر قیاس کرنا سخت غلطی ہے جو لوگ تمام روحوں کے روز میثاق سے پیدا ہو چکنے کے قائل ہیں انپر مذکورہ بالا اعتراضوں کے علاوہ کئی اور اعتراض بھی وارد ہوتے ہیں مثلاً اس طرح روحیں جو ایکدفعہ پیدا کیجا چکی ہیں ضرور محدود ہونگی حالانکہ فرمایا ہے مَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ تیرے رب کی مخلوقات کو کسی کا علم نہیں گھیر سکتا مگر وہی ہے جو جانتا ہے اور محدود ہونے سے لازم آئیگا کہ ایکدن مجبوراً قیامت لانی پڑے کیونکہ روحیں باقی نہیں رہینگی اور نئی پیدا نہیں ہونگی تو لامحالہ خاتمہ کرنا پڑیگا اگر کہو کہ وہ نئی بھی کرتا ہے تو ہمارا مدعا ثابت ہے پھر اس طرح بیٹا باپ کی کچھ خدمت نہ کرے تو وہ حق بجانب سمجھا جائیگا کیونکہ وہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو بلحاظ روح کے ایک ہی ہیں اور ایک ہی مرتبے پر ظاہری جسم میں بھی چنداں فرق نہیں صرف دنیاوی اعتبار

---

[۱] اگر روح سے مراد یہاں کلام الٰہی رکھا جاوے تو اور بھی چسپاں ہے کیونکہ روح کلام کو بھی کہتے ہیں چنانچہ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ رُوْحًا شوریٰ اور یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ نحل میں روح سے مراد کلام ہے اور اسپر قرینہ ہے وَمَا اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا یعنی تم کو بہت تھوڑا علم دیا گیا ہے پس تم صرف اپنے علم کے ذریعہ ہر ایک بات کی حقیقت کو نہیں پا سکتے وحی کی مدد کی ضرور ضرورت ہے اسکے سوا حق بات کا معلوم ہونا یقینی نہیں پھر فرمایا وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ یعنی اگر ہم چاہیں تو یہ وحی جو تیری طرف بھیجی ہے اسے اٹھا لیجائیں یہ اور بھی بھاری قرینہ ہے یہاں روح بمعنی کلام الٰہی ہونے پر ورنہ ربط آیات میں کرنا مشکل ہو جائیگا مخالفین نے کلام کے نزول کی حقیقت اور اسکا سبب نزول بتلانیکا سوال کیا تو فرمایا کہ یہ ربوبیت الٰہی کا تقاضا ہے جیسے جسمانی انتظام میں ربوبیت جاری ہے ایسے ہی روحانی دنیا میں وہ فیضان جاری رہتا ہے اور تم اسکے سخت محتاج ہو اسکے سوا کچھ بھی علم یقینی حاصل نہیں کر سکتے اور پھر چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا بھاری احسان تھا اسلئے پھر فرمایا ناشکری کروگے تو ہم اس رحمت سے تمہیں محروم کر دینگے ۱۲

سے باپ بیٹا کہلاتے ہیں سو اس میں تجھ پر کچھ احسان نہیں تمنے اپنی خواہش پوری کی وغیرہ ذالک من الهفوات مگر خدا کی کتاب حکیم میں تو اللہ کی عبادت کے ساتھ والدین پر احسان کا ذکر آتا ہے بقولہ تعالیٰ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا بنی اسرائیل ۱۵ ۳ (نہ بندگی کرو مگر اسی پاک ذات کی اور والدین پر احسان کرو) خدا کی عبادت اسلئے کہ خالق اور رب ہے اور والدین پر اسلئے کہ وہ گویا سبب خلق اور پرورش ہیں اور اولاد کی پرورش کی محبت ماں کے دل میں فطرتی اسی لئے ڈال دی ہے چونکہ ہر والدین کا سبب خلق ہونا شرک کی حد تک پہنچانیکا احتمال رکھتا تھا اسلئے حضرت آدم کو بلا ماں باپ اور حضرت عیسیٰ کو بلا باپ[1] جیسے کہ حضرت ذکریا کے گھر حضرت یحییٰ کو بڑھاپے میں بانجھ عورت سے پیدا کیا تاکہ معلوم ہو کہ اصل خالق وہی رب العٰلمین ہے اب یہ جاننا چاہیئے کہ جب باپ یا ماں کی خصلتیں بیٹے بیٹی میں ہوتی ہیں اور خصائل و اوصاف روح کے خواص ہی ہیں تو اس بات کا بھاری ثبوت ہے کہ روح پہلے ہی سے پیدا شدہ نہیں بلکہ نطفہ کیساتھ اس کو مجہول الکنہ علاقہ کے ساتھ تعلق ہوتا ہے اور بقول حضرت مسیح موعود نطفہ کا وہ ایک روشن اور نورانی جوہر ہے نہیں کہہ سکتے کہ وہ نطفہ کی ایسی جز ہے جیسی جسم کا جسم کی جزو ہوتا ہے مگر یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ باہر سے آتا ہے یا زمین پر گر کر نطفہ کے مادہ سے آمیزش پاتا ہے بلکہ وہ ایسا نطفہ میں مخفی ہوتا ہے جیسا کہ آگ پتھر کے اندر ہوتی ہے سو یہ صحیح بات ہے کہ روح جسم میں سے ہی نکلتی ہے اور اسی دلیل سے اسکا مخلوق ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اور اگر روح پہلے سے پیدا شدہ ہو تو پھر والدین کی خصائل و اوصاف کا اکثر حصہ اولاد میں مطابق الولد سر لابیہ کے موجود ہونیکا کلیہ ٹوٹنا چاہیئے کیونکہ روح پہلے سے خلق شدہ ہے اسمیں خاندانی اوصاف کس وجہ سے داخل ہونگی۔ علاوہ ازیں پھر اچھا برا ہونا بھی جبری سمجھا جائیگا اور برائی کے کرنے پر مستحق عقاب نہ ہوگا کیونکہ وہ انسان کہہ سکتا ہے خدا نے مجھے خود ہی بمقابلہ ایک دوسرے شخص کے کافر کے گھر بھیجا اب میں کفر و بدی کی حالت میں پرورش پا کے کفر یا بدی کے

---

[1] اور یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کہ خواہ مخواہ اس سے انکار کیا جائے ممکن ہے کہ حضرت مریم میں مادہ عاقدہ و منعقدہ دونو موجود ہیں اور جب روح القدس بشر سوی ڈیل ڈول میں درست صورت میں متمثل ہوا تو وہ قدرت الٰہی سے منعقد ہو گئے ہوں کیونکہ جب کہ مٹی سے خدا انسان کو پیدا کر سکتا ہے تو کیا ایک نطفہ میں دونوں خاصیتیں ڈال کر پیدا نہیں کر سکتا اسلئے فرمایا اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ آل عمران ۳۔ اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال ایسی ہے جیسی آدم کی اسے مٹی سے پیدا کیا پھر کہا ہو جا تو وہ ہو گیا۔ اور یہ جو فرمایا کلمۃ اور روح منہ اِنَّمَا الْمَسِیْحُ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ وَکَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ تو اس سے یہ مقصود نہیں کہ دوسرے انبیاء پر آپ کی فضیلت ظاہر کیجائے بلکہ یہ صرف یہودیوں کے اعتراضات کا جواب ہے وہ کہتے تھے اسکی روح خدا کی طرف سے نہیں بلکہ شیطانی روح ہے کیونکہ اسکی پیدائش جائز طریقے سے نہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسکی روح میری طرف سے ہے اور یہی وجہ ہے اُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ میں مریم کو صدیقہ کہنے کی اور یوسفؑ کو صدیق فرمانے کی ہے نہ اس سے یہ مطلب تو نہیں کہ دوسرے انبیاء کی مائیں صدیقہ نہ تھیں اور یوسف علیہ السلام کے سوا کوئی صدیق ہی نہ تھا اور روح منہ سے یہ مراد نہیں کہ خدا کی روح مریم میں ڈالی گئی بلکہ یہ کہ خدا کی مخلوق روح اضافت مصنوع کی صانع کی طرف ہے ۱۲

خیالات نہ رکھتا تو کیا کرتا اسوقت یا تو تناسخ[1] کا قائل ہونا پڑیگا یا بھیجنے والے کی نا انصافی و ظلم کا مگر جب ہم تسلیم کرینگے کہ اولاد کے اچھے برے ہونیکا بہت کچھ دارومدار والدین کی اپنی حفاظت نگہداشت و تربیت پر ہے تو یہ مسئلہ حل ہو جائیگا کسی کا فرزند اگر چور ہو کر ماں باپ کو ایذا دیتا ہے تو یہ انکا اپنا ہی قصور ہے کیوں اسے بدصحبت میں جانے دیا اور کیوں اسے نیک ہدایتیں دیں وغیرہ پس روح اس قالب ہی میں سے ظہور پذیر ہوتی ہے جو نطفہ سے رحم میں پیدا ہوتا ہے اسکے ثبوت میں پڑھئے یہ آیت ہمنے انسان کو مٹی کے خلاصہ[2] سے بنایا پھر نطفہ کو ایک ٹھہرنے کے لائق جگہ میں رکھا ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظَامًا فَكَسَوْنَا الْعِظَامَ لَحْمًا ہمنے نطفہ کو لوتھڑا بنایا لوتھڑے سے بوٹی اور بوٹی کی ہڈیاں اور پھر ہڈیوں پر گوشت چڑھایا یہاں تک تو جسمانی پیدائش ہوئی اسکے ساتھ ہی فرمایا ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ فرمایا پھر ہم اس جسم کو جو رحم میں تیار ہوا تھا۔ ایک اور پیدایش کے رنگ میں لاتے ہیں اور ایک اور خلقت اسکی ظاہر کرتے ہیں جو روح کے نام سے موسوم ہے اور خدا بہت برکتوں والا ہے اور ایسا خالق ہے جو کوئی اسکے برابر نہیں (ترجمہ از مسیح موعود) یعنی صفت خلق میں کوئی اسکی برابری نہیں کر سکتا چہ جائیکہ عیسٰے وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ سجدہ (۲) فَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ اور (۳) فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا التحریم ۲۸ سے بھی یہی مراد ہے کہ ہمنے روح کو اس میں پیدا کر کے ظاہر کر دیا نفخ کے معنے کتب لغات میں پیدا کرنیکے بھی لکھے ہیں (دیکھو منتہی الادب

حاصل کلام بقول جناب مسیح موعود علیہ السلام روح اوپر سے نہیں گرتی بلکہ وہ ایک نور ہے۔ جو نطفہ ہی میں پوشیدہ طور پر مخفی ہوتا ہے اور جسم کے نشو ونما کیساتھ چمکتا جاتا ہے اور یہ جو اخذ میثاق کا ذکر ہے وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِيْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى شَهِدْنَا اعراف ۲۲ ۹ (اور جب تیرے رب نے بنی آدم سے انکی اولاد کو نکالا اور انکے نفسوں پر انکو گواہ بنایا کیا میں تمہارا رب نہیں انہوں نے کہا اور ہم اسپر گواہ ہیں) میں تو

---

[1] اور تناسخ بالکل باطل ہے اول تو اسلئے کہ جب جون بھوگنا سزا کے لئے ہے تو اول جسے سزا دیگئی ہے اسکو اس سزا کا علم ہونا چاہیئے مگر کوئی شخص اگر کتا یا بندر بنجائے تو اسے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ میں فلاں گناہ میں گرفتار ہوں کسی کو دکھ پاتے دیکھکر چھڑانا نہ چاہیئے کیونکہ اسکو اپنے کئے کی سزا مل رہی ہے جب علم روح کی صفت ہے تو چاہیئے کہ بندر کی جون میں جانے والے عالم کو سب علم بدستور یاد رہے حالانکہ ایسا نہیں ہوتا پھر یہ خرابی پڑتی ہے کہ ایک شخص کی ماں ممکن ہے دوسری جون میں آکر اسکی بیوی بن جائے کو نواقدہ خاستیں میں سچ مچ بندر بنجانے کا میں قائل نہیں اور اگر بنے تھے تو بھی اسکی نسل نہیں چلی اور آنحضرت کا فرمان کہ میں پاک بطنوں اور صلبوں سے آیا ہوں تو اس سے یہ مطلب ہے کہ اول سے آخر تک سب آباؤ امہات ناجائز سے بچے رہے اور آپکے والدین کے موحد ہونیکا ثبوت بھی ملتا ہے اور پاک صلبوں سے جو چیز منتقل ہوتی رہی وہ الہی نور نبوت تھا اور حضرت آدم میں ودیعت میں رکھا گیا نہ کہ روح اور جس پر کلام الہی کا نزول ہونا ہوتا ہے اسکی فطرت میں پہلے ہی سے یہ جوہر رکھدیا جاتا ہے یعنی اسکی طبیعت اسکے مناسب حال ہوتی ہے ۱۲

[2] انسان خلاصہ موجودات ہے اسی لئے اسے عالم صغیر کہتے ہیں جمادات نباتات حیوانات سب کے حالات اس میں موجود ہیں الحمد قرآن مجید تمام کتب آسمانی کا خلاصہ ہے اور الحمد تمام فرقان حمید کا خلاصہ ہے قرآن مجید خدا کی قولی کتاب ہے اور یہ عالم خدا کی فعلی کتاب یہ نکات قابل حفظ ہیں ۱۲

وقتی عہد لینا مراد ہی اور اسکی کیفیت مقصد فی علم الٰہیہ ہی یہ عہد فی آن واحد نہیں بلکہ زمانہ ممتد میں اپنے اپنے اوقات میں اور چونکہ خدا کی ذات اور اسکا علم بالاشیا زمانوں سے پاک ہے اسلئے یہ فرمایا اور یہ اس عہد کا ذکر ہی جو ہر روح سے اسکی پیدایش کے وقت لیا جاتا ہی اسپر انسانی فطرت گواہ ہی کہ ہر ایک میں ایک معبود کی تلاش ہی اور کسی نہ کسی رنگ میں خدا کا اقرار ہی یہ بھی ممکن ہی بلکہ اغلب کہ علم اللہ میں سب ارواحوں کے تخم روز میثاق کو حاضر کئے گئے ہوں اور ان سے عہد لیا گیا ہو اور ظہورھم کا لفظ فصاحت کے لئے ہے جیسے مشکوٰۃ میں ہی کنت بین اظہرنا اسی طرح اس آیت میں وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيِّيْنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ الاحزاب ۲۱ (جب تمام پیغمبروں سے عہد لیا یعنی تجھ سے اور نوح سے اور ابراہیم موسیٰ عیسیٰ ابن مریم سے) عہد ایک وقت میں مراد نہیں بلکہ یہی کہ جب پیغمبری دیگئی اور تبلیغ رسالت کا کام سپرد ہوا تو یہ عہد لیا کہ تبلیغ احکام بوجہ احسن کرینگے اور اس قسم کے عہد کا ذکر ہے آل عمران ۳- اور یہ عہد تو نبیوں کی بابت امتوں سے لیا گیا ہے کہ اس عہد نامہ کے رسول (محمد صلعم) کی نصرت کرینگے اور ایمان لائینگے *

خلق عالم | چونکہ خلق کی بحث شروع ہی اسلیئے میں یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ خدا قدیم سے خالق ہی[1] اسلئے ہم مانتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہی گو اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں مگر یاد رہی کہ دنیا کی قدامت خدا کی قدامت سے کچھ نسبت نہیں رکھتی پس ہمارا كَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ شَيْءٌ قَبْلَهٗ (اللہ تھا اور اس سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی مشکوٰۃ الحدیث پر ایمان ہی۔ یہ آدم (علیہ السلام) جسکی نسل سے ہم ہیں اسکے پیدا ہوئے آنحضرت صلعم تک ۴۷۳۹ چار ہزار سات سو انتالیس برس قمری حساب سے ہوئے تھے چنانچہ سورۃ والعصر کے اعداد بھی اتنے ہی ہیں ان اعداد کی طرف ہمارے امام ہمام کو بذریعہ الہام توجہ دلائی گئی تھی اور اس نکتہ کا اظہار آپ ہی سے مخصوص تھا اور اس زمانہ تک ۶۰۶۲ برس گزرے ہیں گویا چھ ہزار برس گزر کر ساتواں ہزار شروع ہی اور یہ آخری ہزار ہے اسکے متعلق بحث آگے آتی ہی یہاں صرف اتنا ہی کہدینا کافی ہی کہ سات کے عدد سے اسلام کو بڑی نسبت ہی اور ہفتہ کے بھی سات دن مقرر ہیں۔ تاکہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ساتویں ہزار کے بعد ایک نیا دور شروع ہوتا ہی اور اسکے اخیر پر قیامت صغریٰ آجاتی ہی ایک اور ثبوت اس بات کا ہی کہ ابتک آدم سے چھ ہزار برس ہی گزرے ہیں وہ یہ ہی کہ آسمان و زمین کی خلق چھ دن میں ہوئی ہی جیسے کہ فرمایا اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ سجدہ ۲۲ (اللہ وہ پاک ذات ہی جسنے آسمانوں اور زمین اور جو کچھ انکے درمیان ہی ۶ دن میں پیدا کیا) ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ پھر اسکے بعد تخت حکومت پر جلوہ افروز ہوا۔ گویا الٰہی فعل کی تکمیل کے لئے چھ دن مقرر ہیں اور ساتویں دن پوری تجلیات سے ظہور ہوتا ہی اب چونکہ ہر دن ہزار برس کا ہوتا ہی جیسے فرمایا اِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ (ایک دن خدا کے نزدیک تمہاری گنتی کے مطابق ہزار برس کا ہی) اسلئے چھ ہزار برس کے بعد روحانیات کی تکمیل بھی من کل الوجوہ ہونی تھی گو اسکی ابتدا جناب رسالتمآب کے عہد نبوت ہی سے شروع ہو گئی تھی جیسے کہ آدم کا خمیر پہلے ہی سے تیار ہو رہا

---

[1] خالق مخلوق نہیں کم از کم اتنا تقدم و تاخر تو ضرور ہے جتنا فاعل اور فعل میں اور اس نسل آدم سے پہلے کوئی اور مخلوق تھی اور اس سے پہلے کوئی اور ہر ایک سے پہلے خدا تھا اور ہے ۱۲-

مگر اسکا ظہور چھٹے دن عصر کے وقت ہوا و خلق اٰدم بعد العصر من یوم الجمعۃ فی اٰخر الخلق و اٰخر ساعۃ من النھار فیما بین العصر الی اللیل (رواہ مسلم مشکوٰۃ) اور پیدا کیا آدم کو عصر کے بعد جمعہ کے دن دن کی اخیری گھڑی میں جو عصر سے رات تک ہوتی ہے سو دو دستو! ٹھیک چھ ہزار کے اخیر پر روحانیت کی تکمیل کے لئے آدم ثانی یعنی مسیح موعود مبعوث ہونا تھا جو ہو چکا[1] جس کی صداقت دیگر آیات سے اظہر من الشمس ہے پس اسکی بعثت بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ آدم سے صرف چھ ہزار برس گزرے اور یہی یہودیوں کی تاریخ سے ظاہر ہوتا ہے جو ہبوط آدم سے ابتک کے سن کو نہایت محفوظ رکھتے چلے آئے ہیں۔ پس اسکو مان لینے میں کچھ بھی تامل نہیں۔ اور اس آدم سے پہلے ایک مخلوق کا پتا ہمیں ملتا ہے جو جانّ کے نام سے قرآن مجید میں مذکور ہوئی فرمایا وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰہُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ (الحجر ع ۲ ۱۴) ہمنے پیدا کیا انسان کو سیاہ سڑے ہوئے گارے کی بجنے والی مٹی سے اور جنوں کو ہمنے اس سے بھی پہلے شعلہ کی آگ سے پیدا کیا) اور آدم علیہ السلام کیساتھ حوّا کی پیدائش بھی اسی کیچڑ سے ہوئی جیسا کہ فرمایا خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّخَلَقَ مِنْھَا زَوْجَھَا (النساء ع ۱) (پیدا کیا تمہیں ایک شخص اور اسکی جنس سے اسکی بی بی پیدا کی) منہا کے معنے یہ نہیں کہ آدم سے حوا نکلی دیکھو دوسرے مقام پر فرماتا ہے خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا (الروم ع ۳) (۱) پیدا کیں تمہارے لئے تمہارے نفسوں سے بیبیاں (۲) جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا (نحل ع ۱۰) اب اس سے یہ مراد تو نہیں کہ مردوں کے نفسوں اور پسلیوں سے بیبیاں نکلتی ہیں۔ بلکہ یہی کہ بیبیاں بھی انکی جنس سے ہیں اور اسکا سبب بھی فرمادیا لِتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا (تاکہ تم انکی طرف میل طبعی کرکے آرام پاؤ) اور اگر قدرت نمائی کے طور میں بدو خلق میں ایسا کر دیا ہو۔ تو بھی کچھ تعجب نہیں۔ اور نہ ماننے میں چنداں عذر ہے حاصل کلام ایک قسم کی مخلوق پیدا ہوتی ہے پھر وہ مٹادی جاتی ہے اور اسکے بعد کسی اور قسم کی مخلوق آتی ہے ایسا بار بار ہوتا ہے۔ فرمایا اَوَلَمْ یَرَوْا کَیْفَ یُبْدِئُ اللّٰہُ الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ یَسِیْرٌ (عنکبوت ع ۲ ۲۰) ۲۰۔ کیا یہ نہیں دیکھتے کہ اللہ کسطرح خلقت کو پیدا کرکے پھر اسکو دوبارہ پیدا کرتا ہے۔ یہ بات اللہ تعالےٰ پر بہت ہی آسان ہے۔ اس سے اگلی آیتیں بھی اسی ثبوت میں ہیں کہ زمین میں سیر[2] کرکے دیکھو۔ کہ کس طرح خلقت کو پیدا کیا (مختلف انواع و اقسام کی ہڈیوں کھوپریوں کھنڈروں و دیگر نشانات سے ثابت ہوتا ہے کہ آگے اور طرح کی مخلوق بھی ہو گزری ہے) پھر اسکے بعد دوسری قسم کی مخلوق یا اُمّت کو اٹھاتا ہے کیونکہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے (قیامت والے معنے بھی ٹھیک نہیں) (۲) اَمَّنْ یَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُہٗ (النمل ع ۵) ۲۰۔ (کون خلقت کو اوّل بار پیدا کرتا ہے۔ پھر اس خلق کا اعادہ کرتا رہتا ہے۔

---

[1] حجج الکرامہ میں لکھا ہے بروایت ابن ذالجبل نزول عیسیٰ یکون فی وقت صلوٰۃ العصر فی الیوم السادس عیسیٰ کا نزول صلوٰۃ عصر کو خدا کے چھٹے دن یعنی چھٹے ہزار کے اخیر پر ہوگا۔ دیکھئے آدم اول سے کیسی مناسبت ہے ۱۲

[2] سیر سے مراد یہی نہیں کہ قدموں سے چلکر بلکہ بیٹھکر سیر ملک کی کرنا یہ تماشہ کتاب میں دیکھا بھی اسی میں داخل ہے ۱۲

احیاء و امانت اللہ کی صفت ہے

اب ہم وَهُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ کے معنے بتاتے ہوئے آپ پر ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اللہ ہی وہ پاک ذات ہے جو زندہ کرتا ہے اور وہی ہے جو مارتا ہے غرضیکہ امانت اور احیاء یہ خاص خداوند قادر مطلق سے مخصوص ہے اسکے سوا کسی کو طاقت نہیں۔ مگر بڑے تعجب کی بات ہے کہ باوجود اس مضمون کی کثیر آیات پڑھنے کے پھر بھی انکا خیال ہے کہ عیسے علیہ السلام بلکہ کچھ دیگر اولیاء بھی مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اگر وہ ہمارے اصل پر عمل رکھتے۔ تو خدا کے نام کے ساتھ جو مردوں کے زندہ کرنیکا ذکر پڑھتے۔ تو اسکے اور معنی کرتے۔ اور جب مخلوق کے نام کیساتھ پڑھتے تو اور معنے۔ تاکہ اللہ کی صفتوں میں کوئی شریک نہ ہوتا۔ اور نہ خدا کے وعدوں میں تخلف لازم آتا جو قرآن مجید میں مذکور ہوئے ہیں۔ اور نہ قرآن میں اختلاف پیدا ہوتا سنیئے (۱) اللّٰهُ الَّذِي خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيكُمْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَفْعَلُ مِنْ ذَٰلِكُمْ مِنْ شَيْءٍ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ الروم ۲۱- اللہ وہ ذات مستجمع جمیع صفات کاملہ جس نے تمکو پیدا کیا پھر رزق دیا پھر مارتا ہے پھر زندہ کریگا۔ کیا تمہارے شریکوں میں سے کوئی ہے؟ جو ان باتوں میں سے کچھ بھی کرے (نادان کہے گا عیسے نے مردہ زندہ کئے مگر خدا تعالے فرماتا ہے) پاک اور بلند ہے وہ ذات اس سے جو یہ شریک ملاتے ہیں (۲) ق أَنَّهُ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ وَأَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الحج ۱۷- اور شان یہ ہے کہ وہی مردوں کو زندہ کریگا اگلے جہان میں نہ یہاں) اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اب اگر عیسےؑ ایسا کرتے تھے تو انکا ہر چیز پر قادر ہونا لازم آئے گا جو ٹھیک نہیں۔ وہ اپنے تئیں صلیب ہی سے بچا لیتے تمام یہودیوں کو رسالت منواتے (۳) هُوَ الَّذِي يُحْيِي وَيُمِيتُ المؤمن ۲- المومنون ۱۸- وہی جلاتا ہے وہی مارتا ہے (۴) إِنَّ الَّذِي أَحْيَاهَا لَمُحْيِي الْمَوْتَىٰ حم السجدہ ۲ جس نے اس زمین کو مرنے کے بعد جلایا۔ وہی مردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اب مردہ زمین کو بارش سے جلانیوالا تو اللہ ہی ہے تو مردوں کا زندہ کرنے نیوالا مسیح کیونکر ہونے لگا نہ مستقل طور سے نہ نائبانہ طور سے (۵) وَهُوَ يُحْيِي الْمَوْتَىٰ الشوریٰ ۲۵- اللہ وہی کارساز اور وہی مردوں کو جلائیگا (۶) إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي وَنُمِيتُ (ہم ہاں ہم ہی زندہ کرتے ہیں اور کرینگے اور ہم ہی مارتے ہیں ق ۲۶) (۷) لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ الحدید) اس آیت میں یحی و یمیت اس ذات کی صفت لکھی ہے جو ہر چیز پر قادر ہر چیز کا جاننے والا اور آسمان اور زمین کی ملکوت قبضہ اقتدار میں رکھنے والا ہے دوستو! عیسےؑ کو تو زمین کی ظاہری بادشاہی بھی نہیں ملی پس وہ مردوں کو جلانے سے کیسے موصوف ہو سکینگے (۸) لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ رَبُّكُمْ وَرَبُّ آبَائِكُمُ الْأَوَّلِينَ الدخان ۱۵- اس آیت میں فرمایا گیا کوئی بندگی کے لائق نہیں مگر وہ اسکا ثبوت دیا کہ وہ زندہ کرتا اور مارتا ہے اور تمہارا اور تمہارے باپ دادا کا رب ہے چونکہ ان صفتوں میں کوئی انکا شریک نہیں اسلئے اسکی عبادت میں بھی کوئی اور شریک نہیں۔ اب اگر عیسےؑ نے مردے زندہ کئے۔ تو پھر استحقاق الوہیت و ربوبیت بھی رکھینگے۔ اور عیسائیوں کی تصدیق کرنی پڑے گی تم کو اے مسلمانو! (۹) وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ آل عمران ۴- اور اللہ ہی زندہ کرتا اور مارتا ہے (۱۰) إِنَّا نَحْنُ نُحْيِي الْمَوْتَىٰ یٰس ۲۴) ہم ہاں ہم ہی مردوں کو جلائیں گے۔ یہ آیتیں پکار پکار کر غافلوں کو بتا رہی ہیں۔ کہ احیاء و امات

خاص خاصہ ذات خداوندی ہے خاصہ کی تعریف آپکو معلوم ہے جو اس میں پائی جائے اور کسی دوسرے میں نہ پائی جائے میں یقین رکھتا ہوں کہ اتنی آیتیں سنکر بھی بعض دل ایسے سخت ہیں جو کہدینگے عیسےٰؑ کا زندہ کرنا بھی خدا ہی کا زندہ کرنا ہے وہ بیچارے معذور ہیں مگر اے طالب صادق! میں تجھے غور کی نصیحت کرتا ہوں کہ تو انا نحن - ھو یحی اللہ یحی کی ترکیب کو دیکھ - اگر تو نحو سے واقف ہے تو معلوم کر کہ ضمائر کو اس طرح اول لانے سے کیسا شک حصر اور ایک امر خاص کو اسی پر موقوف رکھنے کا ثبوت ملتا ہے پھر تو امام المناظرین ابو الانبیاء حضرت ابراہیم کا مناظرہ قرآن شریف میں پڑھ ^{البقرۃ} ۳ رَبِّیَ الَّذِی یُحْیٖ وَیُمِیْتُ (میرا رب ہی زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) کافر نے کہا کہ مخلوق بھی کسی کو مارتی اور زندہ کر سکتی ہے چنانچہ میں ؟ مگر حضرت ابراہیم نے دن کے مغرب سے چڑھنے کا سوال پیش کر کے خوب طور سے سمجھا دیا - کہ تیری کیا طاقت ہے کہ قدرت کے کاموں کا مقابلہ کر سکے - اسکے بعد تو یہ سمجھ کہ ہمارا نبی حضرت محمد الرسول اللہ صلعم وہ عظیم الشان مرسل گزرا ہے کہ تمام انبیاء کے کمالات اس میں جمع اور اسپر ختم ہو گئے - اسی لئے خاتم الانبیاء کہلایا اب اسکے سوانح کو دیکھ کیا کسی مردے کو زندہ کیا؟ سن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انپر آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو مَا کَانَ حُجَّتَهُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا ائْتُوا بِاٰبَائِنَا اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ - انکی یہی حجت ہوتی ہے اور وہ یہی کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا کو لاؤ - اگر تم سچے ہو - یعنی ہمارے بڑوں میں سے کوئی زندہ ہو کر کہے کہ قیامت ضرور آئے گی - اور اگلا جہان بھی کوئی ہے - جس میں حساب و کتاب ہوتا ہے - اچھا اب اگر انبیاء کے ہاتھ پر ایسے معجزے ظاہر ہونے ممکن اور سنت اللہ میں داخل ہوتے - تو ضرور ہمارے نبی کریم کے ہاتھ پر یہ معجزہ ظاہر ہوتا - کہ کوئی پرانا مردہ زندہ ہو کر شہادت دیتا - مگر ایسا نہیں ہوا - کیونکہ یہ سنت اللہ میں داخل نہیں اور اس طرح پھر "ایمان غیب" کی حکمت نہیں رہتی - اسی لئے اسکے جواب میں فرمایا گیا - قُلِ اللّٰهُ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ يَجْمَعُكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ^{الجاثیۃ} ۲۵ / ۲۶ تو کہدے کہ مفصلہ ذیل امور کسی اور کے ہاتھ پر ظاہر نہیں ہوتے - نہ ہونگے - اللہ ہی تمہیں جلاتا ہے پھر وہی تمہیں مارتا ہے - پھر وہ تمہیں قیامت کے دن جسکے آنے میں کچھ بھی شک نہیں جمع کریگا - اس سے پہلے نہ کبھی ایسا ہوا نہ ہوگا کہ مردہ زندہ ہو کر چلا آئے - اسی لئے تمہارے باپ دادا اس دنیا میں زندہ کر کے نہیں دکھلائے جاتے - یہ کام آخرت میں قیامت کے دن ہوگا نہ کہ اس سے پہلے یہ بات تو یہی صحیح ہے وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ولیکن اکثر آدمی سمجھتے نہیں اور انسانوں پر ایمان لائے ہیں

سنو! معجزے کی حد تک تو ہم مانتے ہیں - کہ روح متجسد ہو کر نظر آجائے یا کوئی غش خوردہ یا غشی سے موت تک پہنچا ہوا کسی نبی یا ولی کی دعا یا دستِ شفا سے زندہ ہو جائے مگر یہ ہرگز نہ ہوگا - کہ قبر سے نکلکر کوئی دو چار سال کا مردہ زندہ ہو - اور پھر وہ دنیا میں رہے اور زندگی بسر کرے اگر ایسا ہونا ممکن ہوتا - تو ائمہ اربعہ وغیرہ فقہاء سے کوئی تو یہ مسئلہ بھی لکھتا کہ جب مردہ زندہ ہو کر آجائے تو اسکی تقسیم شدہ میراث اور بی بی کا یہ حکم ہے حالانکہ ایسا کسی نے نہیں لکھا - ہاں جنون سے نکاح وغیرہ کے مسائل لکھدئے ہیں - گو یہ بھی ایک فضول بات تھی -

دیکھئے کفار نے اپنے کسی بڑے کے زندہ ہونیکا سوال پیش کیا - اور نبی کریم صلعم نے زندہ کر کے نہ دکھایا - مگر باینہمہ آپ نے

لاکھوں کروڑوں بلکہ اربوں مردوں کو زندہ کیا۔ مگر کیسے مردوں کو آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰہِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاکُمْ لِمَا یُحْیِیْکُمْ (اے مومنو! تم اللہ اور اسکے رسول کی باتیں تسلیم کرو۔ جب وہ تمہیں زندہ کرنے کے لئے بلائیں) اب یہ مومن تھے تو زندہ مگر روحانی حالت کے اعتبار سے ابھی ان میں جان پڑنے کی ضرورت تھی۔ درحقیقت ایسے مردوں کا زندہ کرنا ہی مشکل ہے۔ ورنہ یوں تو امریکہ میں بھی ایک شخص ہے جس نے پانی میں غرق ہو کر مرنے والے بچوں اور بلیوں وغیرہ کو زندہ کر کے دکھایا۔ دوستو! میں سچ کہتا ہوں۔ اندھے کی آنکھیں بنانا غرق شدہ مردہ کو جلانا کوڑھی کو تندرست کرنا آسان مگر دل کے اندھے کو آنکھ دینا اور مردہ دل مجذوم القلب کو درست کر لینا سخت مشکل ہاں نہایت دشوار ہے یہ کام سوائے انبیاء و اولیا کے کوئی نہیں جو کرے نہ کسی نے کیا نہ کوئی کریگا پس ظاہری آنکھوں کا درست کرنا یا ایسے مردے کا جلانا اتنا بڑا معجزہ نہیں۔ جتنا کہ روحانی نابینا کے نزول الماء کو دور کرنا اور دل کے مردہ کو جلانا پس آپ صاحبان جیسے علیہ السلام کی قدر گھٹاتے ہیں نہ کہ بڑھاتے غور کرنے کی بات ہے کہ جب کلام الٰہی میں کفار کو مردے بہرے گونگے بارہا فرمایا گیا ہے دیکھو اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ (کیا تو ان بہروں کو سنا سکیگا، جنکو بہرے کہا گیا۔ خود ہی یَسْتَمِعُوْنَ اِلَیْکَ سنتے ہیں تیری طرف فرمایا۔ اَفَاَنْتَ تَھْدِی الْعُمْیَ یونس ۱۱ ع ۵ کیا تو اندھوں کو راہ راست پر لا سکیگا۔ یہ اندھے بھی دیکھنے والے اندھے تھے۔ اسی لئے فرمایا مِنْھُمْ مَّنْ یَّنْظُرُ اِلَیْکَ (۲) فَاِنَّکَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰی وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَآءَ الروم ۲۱ ع ۵ ۔ تو نہیں سنا سکتا مردوں کو اور نہیں آواز سنا سکتا بہروں کو وَمَآ اَنْتَ بِھٰدِ الْعُمْیِ اور نہ ہدایت دے سکتا ہے اندھوں کو صُمٌّ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ البقرہ ۱ ع ۲ ۔ بہرے گونگے اندھے پس وہ راہ پر نہیں آسکتے اَوَمَنْ کَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰہُ (کیا جو مردہ ہوں پس ہمنے اسے زندہ کیا) یہاں بھی مردہ سے مراد جاہل ہیں تو کیا ضد ہے کہ اُحْیِ الْمَوْتٰی میں روحانی مردے مراد نہ لئے جائیں۔ یا غش خوردہ جسکو ابتدائی موت بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ موت کے معنے غشی کے بھی ہیں جیسا کہ منتہی الادب میں ہے والموت "الغشی" خاصکر اس صورت میں جبکہ مفصلہ ذیل آیات گواہی دے رہی ہوں کہ مردے زندہ نہیں ہوا کرتے (۱) وَکَمْ اَھْلَکْنَا قَبْلَھُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ اَنَّھُمْ اِلَیْھِمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (اور ہم نے اس سے پہلے کتنی امتوں کو ہلاک کر دیا یقیناً وہ انکی طرف لوٹکر نہ آئینگے یٰس ۲۳ (۲) فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّلَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ (وصیت کی طاقت نہ پائینگے نہ اپنے اہل کی طرف لوٹ کر آئینگے یٰس (۳) پھر تم اسکے بعد مرنے والے ہو۔ اسکے ساتھ فرمایا ثُمَّ اِنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ تُبْعَثُوْنَ المومنون ۱۸ ع ۱ (پھر تم قیامت کے دن اٹھائے جاؤگے) . . . .

. . . . اس سے صاف ظاہر ہے کہ موت کے بعد قیامت سے پہلے کوئی نہ اٹھایا جاویگا۔

واضح ہو کہ اس آیت میں نوع انسان کی پیدائش کا ذکر ہے۔ اور سب انسانوں کی نسبت فرمایا۔ کسی کو مستثنےٰ نہیں کیا (یعنی) حَتّٰٓی اِذَا جَآءَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ (یعنی) جب ان میں سے کسی کی موت آئے تو کہے مجھے واپس بھیجو۔ اسکا جواب دیا کَلَّا اِنَّھَا کَلِمَۃٌ ھُوَ قَآئِلُھَا ہرگز نہیں یہ ایک بات ہے جسے وہ فضول کر رہا ہے (یعنی ایسا ہرگز نہ ہوگا) وَمِنْ وَّرَآئِھِمْ بَرْزَخٌ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ۔ کیونکہ انکے آگے ایک برزخ (پردہ) ہے قیامت کے دن تک گویا اس سے

پہلے واپس لوٹنا ممکن ہی نہیں (۵) فَیُمْسِكُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْهَا الْمَوْتَ زمر ۴۲ پس روک لیا جاتا ہے جسپر موت کا حکم وارد ہو جائے گویا موت کے بعد روح وہیں بند رہتی ہے خدا جانے مسلمانوں کا یہ عقیدہ کہاں سے ہو گیا کہ اولیاء کی روحیں مرنے کے بعد دنیا میں انتظام کرتی پھرتی ہیں (۶) پھر جو مر جاتا ہے وہ مرتے ہی بہشت یا دوزخ میں چلا جاتا ہے۔ گو برزخ کے بہشت و دوزخ کی اور شان ہے یوم الحساب کے جنت و دوزخ کی اور بعد یوم الحساب اور۔ گویا ایک ہی بہشت و دوزخ جو اسکے اعمال کے اظلال و آثار سے بنا ہوا ہے رفتہ رفتہ کھلا کھلا ظہور اختیار کرتا جائیگا جیسا کہ فرمایا قِیْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ (اسے کہا گیا جنت میں داخل ہو جاؤ یٰس ۲۶) (۷) مِمَّا خَطِیْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا نوح ۲۵ (اپنے گناہوں کی وجہ سے ڈبوئے گئے اور آگ میں داخل کئے گئے) اب اس بہشت و دوزخ سے نکلنا ہرگز ہرگز ممکن نہیں۔ لقولہٖ تعالیٰ (۱) دوزخی لوگ درخواست کرتے ہیں لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً کاش ہم واپس جا سکیں۔ جواب ملتا ہے وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ البقرہ ۲۶ ۱ (اور نہیں وہ نکلنے والے دوزخ سے) (۲) دوزخی چاہتے ہیں کہ نکلیں وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا المائدہ ۶ حالانکہ اس سے نکلنے کے نہیں۔ ادھر جنتیوں کی نسبت فرمایا خٰلِدِیْنَ فِیْهَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا کہف ۱۶ (ہمیشہ رہنے والے اس میں نہیں چاہتے اس سے ٹلنا اور اٹھنا) (۳) متقین بہشتوں میں ہیں۔ وَنَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ (ہمنے دور کر دیا ہے انکی دلی رنجشوں کو) وَمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِیْنَ (اور نہیں وہ اس سے نکلنے والے الحجر ۱۴) پس مردہ جو زندہ ہو گا یا ہوتا ہے یا ہوا۔ وہ یا بہشتی ہو گا یا دوزخی دونوں کا نکلنا الٰہی وعدہ و کلام کے خلاف ہے پس یہ اعتقاد فاسد ہے دوستو! اچھی طرح سمجھو دیکھو اس آیت نے تو فیصلہ ہی کر دیا وَحَرٰمٌ عَلٰی قَرْیَةٍ اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ الانبیاء ۱۷ (پس جس بستی کو ہمنے ہلاک کر دیا اسکی واپسی حرام ہے تحقیق وہ لوٹ کر نہ آئینگے) اس آیت میں حَتّٰٓی اِذَا فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ کو ساتھ ملایا جائے تو اس میں یہ لطیف نکتہ ہے کہ یاجوج ماجوج کے کھلنے پر ان لوگوں کا رجوع الی الدنیا ہو گا۔ اب ظاہری طور سے آنے سے تو رہے پس اس سے یہ مراد ہوئی کہ بروزی رنگ میں کیا یہودی کیا عیسائی کیا دیگر مذاہب کے لوگ آئینگے یعنی انکی خصلتوں اور صفتوں پر اسی طرح انبیاء بھی رجعت کرینگے مگر بروزی رنگ میں سو یاجوج ماجوج کا ظہور بھی ہو چکا۔ اور تمام انبیاء کی شانوں کو لئے ہوئے احمد (صلوٰۃ اللہ وسلامہ) قادیانی مبعوث ہوا۔ جسکو جری اللہ فی حلل الانبیاء کا خطاب دیا گیا۔ کیونکہ .. .. محمد اور احمد (روحی فداہ) ہے۔ جسپر تمام کمالات نبوت ختم ہوئی وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ مرسلات ۲۹۔ اور جب رسول حاضر کئے جائیں) دنیا میں یہی وقت مقرر تھا۔ اور تمام مذاہب کے جمع ہونے پر اور پھر آزادی اور جوش کیساتھ ایک دوسرے پر حملہ کرنیکی نسبت فرمایا وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا کہف ۱۶ (اور جب ہمنے بعض کو بعض پر موج مارنے کے لئے چھوڑ دیا۔ اور قرنا میں پھونکا گیا یعنی منادی پڑ گئی۔ اور ایسے اسباب بہم پہنچ گئے کہ زمین کے ایک سرے سے دوسرے تک لوگ ہمکلام ہو سکیں جیسا کہ آجکل تار وغیرہ ذرائع سے ہو رہا ہے تو ہم انکو جمع کر دینگے جمع کر دینا) ان آیات کے اس طرح ترجمہ کرنے سے مطلب نہیں کہ قیامت کے دن ایسا نہ ہو گا۔ بلکہ ہمنے یہ دکھانا ہے کہ آخرت کا کوئی واقعہ نہیں جسکا نمونہ مخالفین پر اتمام حجت کے لئے اس دنیا میں نہ دکھایا جائے چنانچہ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ دنیا کے کل مذاہب اپنے اپنے معتقدات

کو شائع کر رہے ہیں۔ اور اس سے پہلے زمانے میں کبھی ایسا وقت نہیں آیا کہ امن سے اپنا عندیہ ظاہر کر سکیں لڑائی یا سلطنت کے دباؤ سے ممکن تھا کہ کمزور اپنے خیالات ظاہر کرنیکی جرأت نہ کریں مگر خدا نے ایسے اسباب بہم پہنچائے اور شاہوں کے خیالات پیدا کئے کہ اس بارے میں کوئی روک نہیں پس گویا تمام سابقہ امم کے آدمیوں۔ مذہبوں خیالوں کے نمونے مسیح موعود کے زمانے میں ظاہر ہونے تھے جو کہ ہو چکے۔ اور ان کے مونہوں سے وہی نکلتا ہے جو کہ انکے اگلے بھائیوں کے منہ سے نکلا تھا بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ المومنون ۱۸ع۵ (بلکہ وہ کہتے ہیں جیسا کہ اگلوں نے کہا) اور میں یہ اپنے امام کا معجزہ اور صداقت کا ثبوت سمجھتا ہوں کہ انپر جو اعتراض کیا جاتا ہے وہ بعینہٖ یا اسکی مثل قرآن مجید میں اگلے مخالفوں کی زبان سے مسطور ہوتا ہے۔ خیر مطلب تو یہ تھا کہ خواہ کچھ ہو جسمانی رجوع الی الدنیا بعد الموت "حرام" ہے تو اب مفصلہ ذیل آیات جن سے رجوع سمجھ لیا گیا ہے کے معنے ایسے کرنے چاہئیں جن سے قرآن مجید میں اختلاف ثابت نہ ہو۔ البقرہ ع۹ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا (جب تم نے ایک شخص کو مار ڈالا۔ فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا۔ پھر تم اس میں جھگڑنے لگے۔ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ اور اللہ نکالنے والا تھا جسکو تم چھپاتے تھے فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا تو ہمنے حکم دیا کہ گوشت کا ٹکڑا نفس مردہ سے لگاؤ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى۔ اسی طرح زندہ کرتا اللہ مردوں کو۔[له]

یہاں سے مردے کا رجوع ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ اصل مجرم کے پکڑنے کے لئے یہ تدبیر سمجھائی کہ وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے ان بوٹیوں کو نوبت بہ نوبت اس لاش پر ماریں تب اصل خونی کے ہاتھ سے جب لاش پر بوٹی لگیگی۔ تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہونگی جس سے خونی پکڑا جائے یہ طریق عمل الترب کا ایک شعبہ تھا جسکے بعض خواص میں سے یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ بحرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ اور مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے طب کی کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ خاص گائے کا تازہ گوشت غش خوردہ کو باندھنے سے ہوش ہو جاتا ہے ممکن ہے کہ اس تازہ تازہ زخم خوردہ مقتول کو ہوش میں لانے کیلئے یہ تدبیر کی گئی ہو جسے اسکی زیادہ کوشش کے لئے تورات کھولی تو معلوم ہوا کہ جس مقتول کا قاتل نہ ملے اسکے دریافت کے لئے ایسی تدبیر کیجاتی چنانچہ دیکھو باب ۲۱ استثنا آیت ۱۔ اگر کسی مقتول کی لاش کھیت میں پڑی ہوئی ہے اور معلوم نہ ہو کہ اسکا قاتل کون ہے تو × × جو شہر مقتول سے زیادہ نزدیک ہے اسی شہر کے بزرگ ایک بچھیا لیں جس سے ہنوز کچھ خدمت نہ لی گئی ہو اور جوئے تلے نہ آئے ہو (قرآن شریف میں ہے بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ عَوَانٌ بَيْنَ ذٰلِكَ پھر فرمایا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ) اور اس شہر کے بزرگ × × وادی میں اس بچھے کی گردن کاٹیں × × پھر اس شہر کے سارے بزرگ جو مقتول سے نزدیک ہیں اس بچھے کے اوپر جو اس وادی میں گردن ماری گئی اپنے ہاتھ دھوئیں۔ اور جواب دیکے کہیں ہمارے

له حضرت خلیفۃ المسیح فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان عورت ایک یہودی کی دوکان پر گئی۔ اس نے اسکے ساتھ تمسخر کیا۔ جس پر اسنے مسلمانوں سے فریاد رسی کی جھگڑا ہوا مسلمان مارا گیا یہ اس نفس کا ذکر ہے فرمایا مارو اس قاتل کو اس نفس مقتول کے بعض کے بدلے میں اور مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ نفس سے مراد مسیح ابن مریم ہے قتلتم یعنی قتل کا ارادہ کیا (ابتداء فعل) پھر مسیح کے بارے میں اختلاف ہوا تو فرمایا اسکے واقعہ کے بعض کو بعض پیش کرو اصل حالت معلوم ہو جائے گی کہ وہ مقتول علی الصلیب نہیں ہوا۔ ۱۲

ہاتھوں سے (۲) البقرہ ۳ ۲۵۶ میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیم نے عرض کیا یارب مردوں کو کسطرح زندہ کریگا ارشاد ہوا کہ چار پرندے لے فَصُرْهُنَّ إِلَيْكَ (یعنی انہیں اپنے ساتھ ملالے) ثُمَّ اجْعَلْ عَلَىٰ كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِينَكَ سَعْيًا۔ پھر ان میں سے ایک ایک علیحدہ علیحدہ پہاڑ پر رکھدے اور بلا تو وہ دوڑے چلے آئینگے سیدھی سادی بات ہے کہ حضرت ابراہیم کو سمجھایا گیا کہ جب تو نے تھوڑی سی مدت میں جانوروں کو ہلا کر ایسا بنالیا کہ وہ تیری آواز سن کر یا پہنچا نکر اڑتے چلے آتے ہیں تو میں جو ان تمام چیزوں کا خالق ہوں اور رب ہوں کیا میری آواز نہ سنیں گے اور میرے پاس دوڑے نہ چلے آئینگے جبکہ تو نے تھوڑے سے احسان سے اتنا گرویدہ بنالیا تو کیا یہ میرے حکم سے سرتابی کرسکتے ہیں جس نے انکو پیدا کیا اور ان کو پالا۔ اطمینان قلب ہمیشہ دلیل سے ہوتا ہے ظاہری نظارے میں تو انسان کہہ سکتا ہے شاید اس میں کوئی راز ہو یا دھوکہ کھایا ہو چنانچہ دلیل ہی سے آپکو اطمینان دلایا گیا صُرْهُنَّ کے معنے تفسیر معالم التنزیل میں لکھے ہیں معناہ اَمِلْهُنَّ وَوَجِّهْهُنَّ اسکے معنی مائل کر انکو اور متوجہ کر انکو صراح میں بھی یہی معنے درج ہیں پھر دیکھو مفردات القرآن صُرْهُنَّ اَمِلْهُنَّ اور جزو سے مراد ہر ایک چیز کی خبر نہیں بلکہ مجموعہ کی جیسا کہ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ہر دوزخ کے ہر دروازے کے لئے ان کافروں کی ایک ایک جزبانٹی گئی تو اس سے یہ مراد نہیں کہ ہر کافر کا بازو ایک دروازے سے پاؤں دوسرے دروازے سے سر تیسرے دروازے سے گزریگا۔ دیکھو یہاں جزء کیساتھ مقسوم کا لفظ ہے پھر بھی وہ معنے نہیں جو ثم منهن جزءً کے کرتے ہو پھر یہ بھی دیکھنا چاہیئے کہ سوال تو آدمیوں کے جی اٹھنے کا تھا پرندوں پر اسکا قیاس کسطرح ہوسکتا ہے پس پرندوں کو ٹکڑے کرکے جلانا تسلی بخش نہیں شاہ عبدالقادر صاحب نے صُرْهُنَّ کا ترجمہ "ہلالے" کیا ہے۔

(۳) اسی پہلے پارہ البقرہ ۲ میں حزقیل یا عزیز علیہ السلام کا ذکر ہے آپ ایک بستی پر گزرے جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی تعجب سے کہا کہ اللہ کس طرح اس بستی کو اسکے یوں مرجانے (اجڑ جانے) کے بعد زندہ (آباد)[4] کریگا (اسپر آپ پر کشفی حالت طاری کردیگئی کیونکہ انبیاء کو اسی طرح قدرت کے راز و کرشمے دکھائے جاتے ہیں) پس اس حالت میں[5] آپکو سو برس مار دیا گیا یعنی کشف میں معلوم ہوا کہ میں سو برس تک مرگیا ہوں پھر اسکو اٹھایا (کشفی حالت سے بیدار ہوا) اللہ نے پوچھا کتنی دیر رہے (ظاہری حالت پر نظر کرکے) کہا ایک دن بلکہ ایک دن سے کم اسکا کچھ حصہ فرمایا تم سو برس رہے ہو (مگر یہ باطن کے سو برس ہیں جسکے ثبوت ہیں) دیکھو اپنے طعام اور شراب (پینے کی چیز) کو کہ اسپر سن نہیں گزرے اور دیکھ اپنے گدھے کو کہ چنگا بھلا کھڑا ہے) اور ہم تجھکو لوگوں کے لئے نشان بنائینگے (ہر امر من اللہ خدا تعالیٰ کی آیت" اسکی ہستی کا بین ثبوت اور بین نشان ہوتا ہے) چونکہ حزقیل نبی

---

[4] اِنَّ اللّٰهَ يُحْيِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا الحدید ۲۷ ۲۶ - اللہ تعالےٰ زمین کو ویرانہ کے بعد آباد کرتا ہے۔ پھر دیکھو فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا البقرہ ۲ ۱۹۶ - زندہ یعنی آباد کیا بعد مرنے یعنی ویرانگی کے

[5] فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا

سے پیشگوئی کرائی گئی کہ یہ بستی عنقریب پھر آباد ہو جائیگی اسلئے وہ خدا کی آیت ٹھہری اور ہڈیوں کو دیکھ لیہ عام نظارہ قدرت ہے جسکی طرف توجہ لائی گئی کہ اپنے بدن کی یا دوسرے لوگوں کی ہڈیوں کو دیکھو کہ انکو کسطرح بڑھاتے قوت نمو پیدا کرتے اور انپر گوشت چڑھاتے ہیں۔ انسان کے بدن کی ہڈیوں میں آہستہ آہستہ لامعلوم تبدیلی ہوتی رہتی ہے اور انپر گوشت چڑھتا رہتا ہے جو کہ چڑھتا ہوا دکھائی نہیں دیتا۔ ہاں اسکا نتیجہ گوشت چڑھا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ اسلئے فرمایا کہ بس اسی طرح سو برس کے عرصہ میں ہم آہستہ آہستہ ایسے اسباب بہم پہنچاتے جائینگے کہ یروشلم جسے بخت نصر نے تباہ کر دیا ہے آباد کر دینگے اسکے آس پاس رہنے والے صرف ہڈیاں ہیں جن میں روحانیت کا نام و نشان نہیں مگر عنقریب یہ قوم روحانی طور سے زندہ ہو جائیگی اور یہاں پھر وہ چہل پہل نظر آئیگی چنانچہ لکھا ہے کہ کیقباد نے اسے پھر آباد کیا (سنہ ۵۳۶ قبل مسیح) جب یہ بات ٹھیک طور سے اسپر واضح ہوگئی تو کہا میں ٹھیک یقین دلاتا ہوں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

بائبل میں حزقی ایل باب ۳۶ آیت ۳۳ سے آگے پڑھئے مذکورہ بالا معنوں کی تائید ہوتی ہے وہاں لکھا ہے "خداوند یہوواہ یوں کہتا ہے کہ جس دن میں تمہیں تمہاری ساری بدکاریوں سے بچاؤنگا۔ اسی دن تمکو تمہارے شہروں میں بساؤنگا اور تمہارے ویران مکان بنائے جائینگے × × × اور وے کہینگے کہ یہ سرزمین جو خراب پڑی تھی۔ باغ عدن کی مانند ہو گئی اور اجاڑ اور ویران و خراب شہر محصور اور آباد ہوئے پھر اپنی کشفی حالت کا ذکر ہے باب ۳۷ آیت ۱ خداوند کا ہاتھ مجھ پر تھا۔ اور اس نے مجھے خداوند کی روح میں اٹھا لیا اور اس وادی میں جو ہڈیوں سے بھرپور تھی مجھے اتار دیا × × × اسنے مجھے کہا کہ ان ہڈیوں کے اوپر نبوت کر (پیشگوئی) × × × خداوند یہوواہ فرماتا ہے کہ دیکھو میں تمہارے اندر روح داخل کرونگا۔ اور تم جیو گے اور تمپر نسیں بچھاؤنگا اور گوشت چڑھاؤنگا۔ اور تم میں روح ڈالونگا اور تم جیو گے اور جانوگے کہ میں "خداوند" ہوں۔ پھر اسکی تفسیر و تعبیر میں فرمایا دیکھو باب ۳۷ آیت ۱۱۔ تب اسنے مجھے کہا کہ اے آدم زاد یہ ہڈیاں سارے اہل اسرائیل ہیں دیکھ یہ کہتے ہیں کہ ہماری ہڈیاں سوکھ گئیں اور ہماری امید جاتی رہی ہم تو بالکل فنا ہو گئے اسلئے تو ان سے نبوت کر اور ان سے کہہ خداوند یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے میرے لوگ میں تمہاری قبروں کو کھولونگا اور تمہیں تمہاری قبروں (گمنامی کے گڑھوں) سے باہر نکالونگا۔ اور اسرائیل کی سرزمین میں لاؤنگا (قبروں سے نکلنے کا مطلب خود ہی سمجھا دیا) اور میں اپنی روح تم میں ڈالونگا۔ اور میں تمکو تمہاری سرزمین میں لاؤنگا۔ آہ اماتہ اللہ کے معنے معالم وغیرہ میں اَنَامَہُ اللہ (سلا دیا اللہ نے) اسکو لکھے ہیں۔ چونکہ کشفی حالت میں ایک قسم کی غنودگی ہوتی ہے اسلئے یہ بھی ٹھیک ہے اور ایکدن سے کم میں سو برس کا گزرنا بھی رؤیا (کشف یا خواب) میں ہی ممکن ہے دیکھو سورہ یوسف کہ بادشاہ نے سات سو برس کا قحط ایک گھڑی میں دیکھا۔ اور رجل ابطال (ابطال) کے لئے خدا کے کلام میں نہیں بھی آتا۔ بلکہ شروع کلام کے لئے دیکھو توضیح میں ایکدن ٹھہرنے کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ لم یتسنہ سے تائید کی ہاں یہ سمجھایا کہ کشفی رنگ میں سو برس گزرے اور ثُمَّ بَعَثَہُ سے آپ کو دھوکہ نہ لگے کہ بعثت نیند سے بیدار ہونیکو

---

۱ بنی اسرائیل جلا وطن کر دیئے گئے تھے باب ۱۱ آیت ۲۴ میں ہے خدا کی روح نے رؤیا میں مجھے کسدیوں کے ملک میں اسیروں کے پاس پہنچا دیا ۱۲ ۲ حدیث میں سونے سے بیدار ہونیکی دعا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا شکر ہے اسکا کہ جسنے ایک بعد جلایا ۳ حالانکہ اگر ابطال بنا بھی لیں تو ایکدن اس دنیا کا اور سو برس عالم مثال کا یہ آپس میں متغایر ہیں ۱۲

بھی کہتے ہیں دیکھو اصحاب کہف کی نسبت ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ کہف ۱۵) اس سے آگے گدھے کی ہڈیاں خدا جانے کہاں سے بنالیں وہاں تو حِمَارِكَ ہے نہ کہ (عظام حمارک) اور ہڈیوں پر گوشت چڑھانے کی نسبت المؤمنون ۱۸ فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا پڑھو- (۳) فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ بقرہ ۱- تمہیں کڑک نے پکڑ لیا- اور تم دیکھ رہے تھے پھر اس سکتہ مشابہ بموت کے بعد ہم نے تمکو اٹھایا تاکہ تم شکر کرو-

اَخَذَتْكُمْ ہے نہ کہ اَهْلَكَتْكُمْ (ہلاک کردیا تم کو) پھر اَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ قرینہ ہے اس بات پر کہ ان پر حقیقی موت طاری نہیں ہوئی ہاں صاعقہ سے سکتہ طاری ہوگیا- اور انکو سخت تکلیف ہوئی ہوش و حواس باختہ ہوگئے۔ چونکہ صاعقہ پر آل ہے اسلئے اس سے خاص قسم کا صاعقہ مراد ہے جو بجلی کے واپس لوٹنے پر اس کے انتشار سے بصورت کڑک پیدا ہوتا ہے جس سے غش تک نوبت پہنچتی ہے چنانچہ مجمع البحار میں لکھا ہے الصعق ان يُغشى عليه من صوت شديد يسمعه سخت آواز کے سننے سے کسی پر بیہوشی طاری ہونا اور اسکا غش کھاجانا) اور قرآن شریف میں ہے وَخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا اعراف ۹ (موسیٰ غش کھاکر گر پڑا) فَلَمَّآ اَفَاقَ (پھر جب افاقہ ہوا) اور اسی لئے دوسرے مقام پر اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فرمایا اور زلزلہ کا خاصہ ہے دیوانہ اور بیہوش بنا دینا پس اسی بیہوشی و غشی کو موت فرمایا گیا اور موت بمعنی غشی دیکھو منتہی الارب۔ سخت تکلیف اٹھانے کے موقعہ پر بھی کہتے ہیں میں تو مر کے جیا ہوں حالانکہ کوئی مر نہیں جاتا۔ اسحالت پر موت کا اطلاق دیکھو وَيَأْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ کہ دراصل وہ مردہ نہ ہوگا مگر ہر مکان سے اسے موت (سخت تکلیف) آئیگی ابراہیم ۱۳- قوت حسیہ کے زوال پر بھی موت کا اطلاق ہوا جیسے يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا مریم مریم علیہا السلام کا قول موت کی دعا مانگنا تو معصیت ہے پس آپ نے کہا کہ کاش میری حسی قوت زائل ہوجاتی- اور میں یہ درد محسوس نہ کرتی اور خود فراموش ہوجاتی۔ یہ معنے بھی یہاں چسپاں ہے مَاتَتِ الرِّيْحُ (ہوا کھڑی ہوگئی) کا محاورہ بھی بمعنی سکتہ و سکون کا مؤید ہے۔ ان سب معنوں پر غور کرکے وہ لوگ بھی اپنے اعتراض کو واپس لیں جو توفی کو تو مشترک اور متشابہات سے سمجھتے ہیں اور موت کو قطعی حالانکہ موت کے بارہ معنی ہیں*

بعثناکم کی بات میں پہلے لکھ چکا کہ نیند سے بیدار پر بھی بولا جاتا ہے دیکھو سورہ کہف اور اتانی اتیان فبعثانی لے ایقظانی من النوم (مجھے نیند سے جگایا)

یعنی اب تو یہ آیت صاف ہوگئی۔ سیدھی سادی بات ہے کہ کڑک سے بیہوش ہوگئے خدا کے فضل سے موسیٰ کی دعا سے افاقہ ہوا*

(۴) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ البقرہ ۲۳۴-۲- اس آیت کا مفصل بیان المائدہ ۴ ۶ میں ملاحظہ کیجئے کہ جہاں موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا۔ کہ ارض مقدسہ

لہ اس آیت کے اور معنی بھی کیے گئے ہیں کہ اللہ نے اسے وفات دی وہ سو برس مرے رہے پھر عالم برزخ میں انہیں اٹھایا اور وہ میں سوال و جواب ہوئے فرمایا سو سال گزرچکے ہیں اپنا کھانا اور حمار دیکھ موجود نہیں اور تو دوسری اخامیں ہے اور یہ آیت بوجہ بعوث ہوگی ۱۲

میں جو تمہاری تقدیر میں لکھی جاچکی ہو داخل ہو اور واپس نہ لوٹو ورنہ گھاٹے میں آپڑوگے وہ بولے اے موسیٰ اس میں ایک زبردست قوم ہے جب تک وہ نکل نہ جائے ہم نہیں جاینگے پھر دو آدمیوں کے ساتھ دینے کے ذکر کے بعد فرمایا اے موسیٰ ہم تو ہرگز نہ داخل ہونگے جب تک وہ قوم اس میں ہے پس تم اور تمہارا رب لڑتے پھرو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں اسپر انکو سزا ملی قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً يَتِيْهُوْنَ فِي الْاَرْضِ (فرمایا چالیس برس وہ سرزمین[1] انپر حرام ہے یہیں جنگلوں میں بھٹکتے پھرینگے) بس حضرات! یہ تھا موت کا ڈر جس سے وہ بھاگتے خدا تعالےٰ نے اسکی سزا قومی موت دی بھلا جس قوم کا نہ کوئی مکان ہو۔ نہ کوئی کاروبار سلطنت جنگلوں میں گمنامی کی حالت میں گزارے وہ مردہ نہیں تو اور کیا ہے معنے یہ ہوئے کیا تو نے ان لوگوں کے حالات پر نظر نہیں کی جو ہزاروں کی تعداد میں تھے پھر بھی موت کا اتنا ڈر کہ جہاد سے جی چراتے۔ اسپر اللہ نے فرمایا ضلالت[2] کی موت مرتے ہو تو پھر مرو اسکے بعد خدا نے اپنے فضل سے حضرت یوشع نبی کے ذریعہ وہ ارض مقدسہ فتح کروائی پھر بنی اسرائیل ایک زندہ قوم بنائے گئے اسی پر فرمایا فاحیاھم (پس زندہ کیا انکو)

چونکہ اس آیت سے آگے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (اور خدا کی راہ میں جہاد کرو) کا مسلمانوں کو حکم ہے اسلئے یہ بڑا بھاری قرینہ ہے اسبات پر کہ اس آیت "حذر الموت" والی میں جہاد ہی کے واقعہ کا ذکر ہے جسکو یاد کرا کے متنبہ کیا گیا۔ کہ دیکھنا! تم نے بنی اسرائیل کی طرح انکار نہ کرنا یہاں وبا سے مرجانے اور پھر زندہ ہونیکے بیان کا کونسا موقعہ ہے ذرا توجہ فرمایئے۔ یہ چار آیتیں تو اکثر ہمارے مخالف بھائی پیش کیا کرتے ہیں مگر ایک پانچویں آیت بھی سن لیجئے کہ حضرت ایوب کو کچھ تکلیف بطور ابتلاء بیماری کے رنگ میں پہنچی تو اللہ نے فرمایا فلاں چشمے سے غسل کیجئے اس سے آگے فرمایا وَوَهَبْنَا لَهٗ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا (ص پ ۲۳) اور ہمنے بخشے اسکو اسکے اہل اور انکی مثل انکے ساتھ اپنی رحمت سے قرآنی الفاظ تو یہ ہیں مگر خدا جانے ان حضرات نے کہاں سے بنالیا کہ آپ کو کیڑے پڑ گئے تھے حالانکہ خدا کے رسول ایسی مکروہ بیماریوں سے جو عذاب کے رنگ میں ہوا کرتی ہیں یقیناً محفوظ رہتے ہیں اور اہل و عیال مرگئے پھر وہ زندہ ہوئے آپنے سینکوں کا ایک مٹھا لیکر بیوی کو سو قمچیوں کے عوض مارا۔ اور یہ حیلہ خدا نے سکھایا صاحبان! آپ کبھی قرآن میں تدبر بھی کیا کریں یہ تو بات ہی صاف ہے کہ آپ پر پے درپے ایسی مصیبتیں پڑیں کہ مال و دولت سب جاتی رہی۔ اہل و عیال بھی اس غربت و مصیبت میں جدا ہوگئے پھر جب یسر کا وقت آئے تو یہ سالوں کے بچھڑے ملے اور اللہ نے اور بھی ایسے دیئے۔

اللہ ہی حیّ و قیّوم ہے | اور مسیح وفات پاچکا۔

---

[1] اریحا جو حدود شام میں واقع ہے [2] اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ (انعام پ ۸) کیا جو شخص مردہ ہو پھر ہم اسے زندہ کریں اور اسکو ایسا نور بنادیں جس سے وہ لوگوں میں چلے آہ یہاں وہ لوگ جو ماسوی اللہ کے احکام کو نہیں مانتے انکو مردہ فرمایا گیا پس اسی طرح سے موسیٰؑ کے حکم سے نافرمانی کرنے والوں کو مردہ فرمایا جب انہوں نے خود ہی موت اختیار کی۔ تو خدا نے انکو اسی حالت پر چھوڑ دیا کہ اچھا مرو ۱۲ و دوم چالیس برس تک اس قوم کے بڑے بوڑھے مرگئے پھر صرف بچے جو جوان ہوگئے تھے وہی داخل ہوئے

اب ہم اس آیت کے معنی لکھتے ہیں کہ جس کا شان نزول تفسیر درمنثور میں لکھا ہے کہ نجران کے نصاریٰ کا ایک جرگہ رسول کریم صلعم
کے حضور حاضر ہوا۔ اور عیسیٰ کی الوہیت کی دلیل پیش کی کہ وہ آسمان پر زندہ موجود ہے اور اسکے بدن میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا۔ اور یہ کہ اُسی
مُردے زندہ کئے اسپر یہ آیت نازل ہوئی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ اللہ وہ پاک ذات ہے کہ کوئی بندگی کے لائق نہیں (کیونکہ
ذات و صفات میں اسکا کوئی شریک نہیں) مردے زندہ کرنا خاصہ ذات باری ہے فرمایا كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا
فَاَحْيَاكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ البقرہ ع۳ ل۱ (تم اللہ کا انکار کیسے کر سکتے ہو تم عدم محض تھے اسنے تمہیں زندہ کیا۔ پھر مارتا
ہے پھر جلائیگا) مگر وہی ہمیشہ زندہ ہے اور قیوم (ہر شئے کا سالم و قائم رکھنے والا) تفسیر والا لکھتا ہے ای لَیْسَ مَعَهٗ شَرِیْكٌ غَیْرُهٗ
فِيْ اَمْرِهٖ وَالْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَقَدْ مَاتَ عِيْسٰى (اسکا کوئی ساجھی نہیں۔ زندہ جو نہ مریگا اور عیسےٰ مر چکا) قَيُّوْمٌ
کے معنی لکھے ہیں قَائِمٌ عَلٰى سُلْطَانِهٖ وَقَدْ زَالَ عِيْسٰى (اپنے سلطان کیساتھ دائم اور عیسےٰ زائل ہو چکا) اسکی مؤید ہے آیت
مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (کسی بشر کے لئے ایک حالت پر رہنا نہیں بنایا۔ ہر ایک کی حرکت موت کی طرف ہے۔ اب
اسکے جواب میں یہ کہنا کہ "عیسےٰ میں ملکی صفات آگئے" اسبات کا اقرار کرنا ہے کہ "یہ جسم عنصری" بھی نہیں کیونکہ اسکا خاصہ ہے بدلتے رہنا۔
اور طعام کا محتاج ہونا جو مستلزم ہرم و شیخ خاکیت ہے اگر خواص ملکی ہیں تو جسم بھی ملکی ہوگا یعنی نورانی اگر اسے تسلیم کرتے ہو تو ہمارا
دعا ثابت ہے کیونکہ یہ تو ہم بھی مانتے ہیں کہ مرنے کے بعد ہر نبی یا ولی کو ایک نورانی جسم اعمال کا عطا ہوتا ہے جسکے ساتھ وہ علیین میں چلا جاتا
ہے پس ایسا جسم موت کا ثبوت ہے اور اگر کہو کہ جسم تو خاکی ہے اور خواص اس جسم کے ملکی تو یہ ایسا ہی ہے جیسے کہیں ہے تو رات مگر آفتاب
چڑھا ہے۔ کیونکہ اس طرح پھر فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ الروم ع۴ ۲۱ کا خلاف لازم آئے گا
جس کا یہ مطلب ہے کہ کل آدمی ایک خاص سرشت پر پیدا کئے گئے ہیں اور خدا کی پیدا کی ہوئی سرشت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں۔
اب دیکھئے کہ آدمیوں کے وجود خاکی کی سرشت سب کو معلوم ہے کہ وہ اس دنیا کا طعام کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے چنانچہ اسی دلیل
کی بنا پر مسیح ابن مریم کی عدم الوہیت (اللہ نہ ہونیکا) ثبوت دیا گیا ل۲ دیکھو مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ
مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ كَانَا يَاْكُلَانِ الطَّعَامَ المائدہ ع۱۰ مسیح ابن مریم صرف ایک رسول ہے اس سے

ل۱ اس آیت میں لطیف اشارہ ہے اسبات کا کہ اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں تم لوگ مردہ قوم تھے پھر تمہیں روحانیت سے زندہ
کیا پھر ایسا وقت آئیگا (زمانہ فیج اعوج) کہ تم بالکل مر جاؤ گے روحانیت بہت کم رہ جائیگی پھر تمہیں مسیح موعود کے زمانہ میں زندہ کریگا
ثم تراخی کے لئے ہے جس سے ظاہر ہے کہ احیاء بہت دیر کے بعد ہوگا انشاء اللہ اسلام پھر وہی خیر القرون عروج دیکھیگا جسکے نشانات ظاہر ہو چکے
ل۲ اس دلیل کو خوب غور سے سوچنا چاہیئے کہ طعام کا کھانا اللہ نہ ہونے کی دلیل کیوں ہوگئی جبکہ طعام کا نہ کھانا الوہیت کی دلیل نہیں ہے
چنانچہ فرشتے نہیں کھاتے اس سے صاف ظاہر ہے کہ آیت میں بتلایا گیا ہے کہ عیسےٰ کی سرشت میں طعام دنیاوی کا اپنی ماں کی طرح احتیاج تھا دوسرے اس
سے بصورت زندہ ہونیکے کسی حالت میں مستغنی نہیں ہو سکتے نیز طعام تمام احتیاجات بشری کا سبب ہے تو گویا اس دلیل سے مسیح کو سراپا محتاج ثابت
کیا گیا پس وہ اللہ نہیں ہو سکتا اب پڑھئے اس اوپر کی آیت لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ (کافر ہیں وہ لوگ جو کہیں اللہ
تین میں کا ایک ہے)

پہلے جتنے رسول تھے وہ مرچکے (پس یہ بھی چونکہ اسی جنس سے تھا اسلئے اپنے زمانے کی عمر کے لحاظ سے مرچکا) اور اسکی ماں صدیقہ تھی
یہ اسلئے فرمایا کہ "مسیح کو ملک کیوں بناتے ہو وہ تو ایک صدیقہ کے پیٹ سے پیدا ہوا جو کہ آدم کی اولاد سے تھی۔ پس اسکے بچے میں
بھی آدمیوں کے خواص ہونگے نہ ملکی بعض لوگ کہتے ہیں روح القدس کا نفخ تھا مگر شاید انکو یاد نہیں کہ آدم علیہ السلام کی نسبت
بھی یہی الفاظ ہیں جیسے کہ فرمایا فَنَفَخْتُ فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ پس جیسے آدم علیہ السلام زمین پر رہے اور روح کے نفخ سے
ان میں ملکی خواص پیدا ہوئے ایسے ہی عیسےٰ علیہ السلام کا حال ہے اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ آل عمران ۶۶ وہ
بھی بشری خواص رکھتے تھے اسی لحاظ سے اپنی ماں کی طرح طعام کے محتاج تھے۔ پس نہ وہ دونوں طعام کھاتے تھے مریم ع
کا طعام بوجہ موت بند ہو چکا پس ضروری ہے کہ عیسےٰ بھی مر چکے ہوں۔ کیونکہ وہ بھی باتفاق فریقین اس دنیا کا طعام نہیں
کھاتے۔ اور جو لوگ تسبیح و تقدیس کھانے کا عذر پیش کرتے ہیں وہ ثابت کریں کہ وجود خاکی کے لئے یہ کھانا کافی ہے۔ آنحضرت
صلعم نے اگر یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ فرمایا تو اگر اسکے یہی معنے ہیں کہ آپ صرف ذکر الٰہی کھاتے تو ثابت کیجئے کہ آپنے عمر بھر یہ طعام دنیاوی
نہیں کھایا مگر یہ کسطرح ثابت ہو سکتا ہے جبکہ نہ صرف احادیث بلکہ قرآن میں آپ کی دعوتوں کا حال پڑھا جاتا ہے یہ تو صوم وصال
میں روحانی غذا کا جو آپ کی روح کی تقویت کا موجب ہوتی ذکر ہے جسکو آپنے انسانی برداشت کی حد تک نبھایا۔ یہ تو نہیں کہ
دو ہزار برس تک کھایا ہی نہیں خدا نے اپنے نبیوں کے ایسے جسم ہی نہیں بنائے کہ وہ اس طعام دنیاوی کے محتاج نہ ہوں
(۱) وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا یَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا کَانُوْا خٰلِدِیْنَ الانبیاء ۱۷/۱ (اور ہمنے انکا ایسا وجود بنایا ہی نہیں۔ کہ یہ
طعام نہ کھائیں۔ اور وہ ہمیشہ رہنے والے نہ ایک حالت پر رہنے والے تھے یعنی مر چکے) (۲) وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِکَ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ
اِلَّآ اِنَّهُمْ لَیَاْکُلُوْنَ الطَّعَامَ الفرقان ۲۶/۱۰ (اور جتنے مرسل تجھ سے پہلے بھیجے وہ یقیناً کھانا کھایا کرتے تھے) اب باوجود ان آیات
کے پڑھنے کے اگر کوئی کہتا ہے کہ عیسےٰ کو ملکی وجود ملگیا۔ اور وہ طعام دنیاوی کے محتاج نہیں تو وہ خدا تعالےٰ کے حضور سخت گستاخی
کا مرتکب ہے کہ اسکے قول کی تردید کرتا ہے اے خدا سے جنگ والے تو سوچ اور سمجھ۔ خدا فرماتا ہے ہمنے انکا ایسا وجود بنایا ہی نہیں کہ طعام نہ
کھائیں یا ایک حالت پر رہے اور تو کہتا ہے کہ عیسےٰ کا ایسا وجود بنا کہ وہ یہ طعام نہیں کھاتا اور دو ہزار برس سے ایک حالت پر ہے۔
یہاں اصحاب کہف یا دجال[1] کے زمانہ کے مومنین کی مثالیں کارگر نہیں کیونکہ یہاں کلام اس بارے میں نہیں کہ کوئی شخص
بغیر طعام کے بھی زندہ رہ سکتا ہے بلکہ گفتگو اس امر میں ہے کہ آیا خدا نے کسی نبی کا ایسا جسم بنایا کہ وہ اس دنیا کا طعام نہ کھائے یا کہ وہ
کسی قدر زمانے میں ایک حالت پر رہے سو خداوند کریم فرما رہا ہے کہ ہمنے ایسا نہیں کیا۔ اب تم یہ کہنے والے کون ہو کہ ایسا کیا اور یہ کہاں
سے بنالیا کہ اصحاب کہف کو کھانے کی احتیاج نہ رہی۔ "پس بھیجو اپنے ایک ساتھی کو روپیہ دیکر شہر کی طرف کہ وہ جاکر معلوم کرے
کس دوکان میں اچھا کھانا ملتا ہے فَلْیَاْتِکُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ پھر ضرورت کے مواقق اچھا کھانا لائے" قرآن مجید میں موجود
نہیں ہے پھر دنیاوی طعام میں تو یہ ہوا بھی داخل ہے کیا اصحاب کہف کو ہوا نہیں پہنچی تھی ممکن ہے کہ اس میں کھانیکے ذرے

---

[1] جیسے آدمی کا بیٹا آدمی بندر کا بندر کوے کا کوا عام قانون قدرت ہے وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا

ملکر پیٹ میں چلے جاتے ہوں اور اول تو ۳۰۹ برس غار میں زندہ رہنا قرآن شریف سے ثابت نہیں کیونکہ لبث کے معنی زندہ رہنے کے نہیں۔ بلکہ ممکن واغلب ہے کہ انکی ہڈیاں اتنے برس غار میں پڑی رہی ہوں چنانچہ اب انکی ہڈیاں سینٹ وکٹر گرجے ملک اٹلی میں موجود ہیں۔ اور فضربنا علی آذانہم فی الکہف عددا[۱]۔ تو عام افواہ کے مطابق ہو سکتا ہے جس کی تردید کا ثبوت نحن نقص علیک نباھم بالحق (ہم تمہیں انکا سچ سچ حال بیان کرتے ہیں) اور ام حسبت (کیا تو نے سمجھا کہ ہماری نشانیوں سے عجیب تھی) سے ہو بجا سکتا ہے ایسا ہی ولبثوا فی کہفہم ثلث مائۃ سنین وازدادوا تسعا۔ لوگوں کا قول منقول شدہ ہو سکتا ہے جسکی نسبت قل اللّٰہ اعلم بما لبثوا نازل ہوا کہ وہ تو ۳۰۹ برس رہنا بیان کرتے ہیں تو کہدے اللہ خوب جانتا ہے انکے رہنے کی مدت کو۔ حقیقت میں رہنے کی مدت دریافت کرنے کی حاجت ہی کیا ہے قصہ بیان کرنے سے تو صرف یہ مقصود ہے کہ اللہ تعالےٰ کے موحد بندوں کا یہ طرز عمل ہے اور خدا بھی ایسے لوگوں کی یوں مدد کرتا ہے۔ اور دجال کے زمانہ میں فکیف بالمؤمنین (مومنوں کا کیا حال ہوگا یعنی جب سب ساز وسامان پر دجالیت[۲] کا رنگ چھایا ہوگا تو مومنوں کو رزق حلال کہاں سے ملیگا) کے جواب میں جو یجزیہم ما یجزی اہل السماء فرمایا۔ تو اس سے یہ مطلب ہے کہ خدا خود خزینہ غیب سے انکے لئے سامان حصول رزق حلال مہیا کر دیگا۔ اور وہ ہماری جناب میں تسبیح وتقدیس کرنے کے سبب سے حلال رزق کے اسباب بہم پہنچائے جانیکے مستحق ٹھہرینگے یہی وجہ ہے اس فرمان واجب الاذعان کی کہ دجالی زمانہ میں سورہ کہف پڑھو کیونکہ اس میں یہ دعا ہے ربنا اٰتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا (اے ہمارے رب اپنی سرکار سے ہمیں رحمت کا حصہ بخش اور کاروبار میں آسانی درستی وکامیابی کے سامان مہیا کر) باینہمہ ہم کہتے ہیں کہ یہاں گفتگو بغیر طعام زندگی گزارنے میں نہیں اور نہ قانون قدرت کا عذر پیش ہو رہا ہے کیونکہ ہم نیچری نہیں کہ خدا کی آیتوں پر عقل یا جو کچھ قانون قدرت سمجھ بیٹھے ہیں اسکو مقدم کریں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ خدا تعالےٰ نے مسیح علیہ السلام کی نسبت خود ہی فرمایا کانا یاکلان الطعام اور یہ ماضی استمراری ہے جس سے ثابت ہوا۔ کہ زمانہ ماضی[۴] میں استمراری طور سے کھاتے رہے ہماری یہ غرض نہیں کہ دونوں کا کھانا یکجائی طور پر رہا یا اتنے سال کھانے میں شریک رہے بلکہ مطلب یہی کہ جب تک جیتے رہے کھاتے رہے گو ایک کی عمر دوسرے سے کم وبیش ہو۔ بہرحال انکا کھانے سے باز رہنا ثابت ہوگیا۔ کیونکہ ماضی کا زمانہ ختم ہو چکا۔ اور مدت دراز تک کھانا چھوڑنے سے موت بھی ثابت ہوگئی کیونکہ ما جعلنٰہم

---

[۱] حضرت خلیفۃ المسیح نے بارہا ان آیات کی تفسیر سنائی کہ اس قوم کے سرگروہ ایسی جگہ چلے گئے کہ تین سو سے زیادہ برس انکو دوسری دنیا سے کچھ علاقہ نہ رہا وہ غافل تھے پھر انکی قوم میں بیداری ہوئی تو جنس غلہ کی تجارتی کمپنیاں قائم کیں اور یہ لوگ کوٹھیوں میں بارعب زندگی بسر کرتے ہیں اور کتا بھی انکے ساتھ رہتا ہے[۲] یعنی خواہ مخواہ دغا مکر فریب سود خواری یا سود دینے کا کام کرنا پڑیگا[۳] پس حضرت خزید وغیرہ کے افسانے پیش کرنے بھی بیہودہ ہیں اسکا تاریخی ثبوت ہے پھر یہ بھی ثابت کرو کہ خزید وغیرہ نے اس دنیا کی ہوا کہ وہ بھی غذا ہی نہیں کھائی اور ماں کے پیٹ سے نکلنے کے وقت سے مرتے دم تک نہیں کھایا کہاں اکم عرصہ اور کہاں دو ہزار برس[۵] کانا اللہ حلیما پیش کرکے زمانہ استقبال نکالنا غلط ہے معترض کو اسکی مثال ایسی دینی چاہیئے جس میں مضارع پر کان داخل ہو اور پھر بھی اس میں استقبال پایا جائے ×

ماضی منفی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء و بحالت زندگی نفی جسد غیر آکل ہمیشہ ہی ہے جیسے ماضرب زید سے عدم ضرب ہمیشہ ثابت ہے اور لیا کلون سے اکل علی سبیل الاستمرار ثابت ہے آسمان پر جانا کوئی عارضہ نہیں کہ مریضوں سے تشبیہ دیجائے اور حالت مرض میں بھی انسان دوائی ہوا۔ پانی وغیرہ کھاتا پیتا ہے پھر مریض بھی کھائے تو کب تک ؟ آخر مریگا۔ جوں جوں نہیں کھاتا توں توں اسکا بدن تحلیل ہوتا جاتا ہے یہ بھی اکل کی ایک شان ہے آخر اسکا انجام موت ہے یہی حال جیسے کا ہونا چاہیئے اور یہاں عام سے بعض کے خاص کرنے کا قاعدہ بھی جاری نہیں ہو سکتا کہ لا بعد نفی نے اس عام کو خاص ہونے سے محصور کر دیا ہے نیز یہ شافعی مذہب ہے اور ہمارے معترضین تو اکثر حنفی ہیں جنکے ہاں یہ قاعدہ رائج نہیں باقی رہا مسیح کا قول کہ انسان صرف روٹی سے نہیں بلکہ کلام سے زندہ رہتا ہے تو یہ ٹھیک ہے صرف روٹی سے کون زندہ رہتا ہے بلکہ روٹی کیساتھ پانی اور ہوا اور دیگر لوازم کی ضرورت بھی پڑتی ہے صرف روٹی سے ظاہر ہے کہ روٹی کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور ہونا چاہیئے اور اول تو یہاں زندگی سے مراد ہی روحانی زندگی ہے جس کی نسبت فرمایا کہ وہ الٰہی کلام سے قایم رہیگی محض روٹی اسکے قیام کے لئے کافی نہیں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ کفار باوجود انواع و اقسام کے طعام کھانے روحانی اعتبار سے مردہ ہیں پس اس میں کیا شک ہے کہ انسان صرف روٹی سے زندہ نہیں رہتا لیجئے صاحبان! اب تو آپ پر یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح کسی صورت میں بھی بصورت حیات طعام دنیاوی سے مستغنی نہیں جب مستغنی نہیں تو اس طعام کے لوازم مثل تنکیس ضعف شیب موت بھی ضرور پائے جائینگے لقولہ تعالیٰ (ا) وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ یٰس ۲۳ (جوں جوں عمر میں بڑھاتے ہیں بناوٹ میں گھٹاتے ہیں) یعنی یہ قانون ساتھ ساتھ جاری ہے یوں نہیں کہ کچھ مدت کے لئے موثر نہ رہے جیسا کہ کہتے ہیں آسمانی طعام سے بڑھاپا نہیں اوّل تو آسمانی طعام سے وجود خاکی کی پرورش[۲] کا ثبوت دیجئے پھر یہ بھی خیال کیجئے کہ یہاں عمر میں بڑھانے کا

---

[۱] یعنی انبیاء کے نہ کھانے والے جسم کا نہ ہونا ثابت ہے ۱۲ منہ

[۲] قرآن شریف میں لیا کلون الطعام جو پیغمبروں کی نسبت آیا ہے تو اس سے اسی زمینی طعام کا کھانا مراد ہے اور کفار کا اعتراض بھی یہی تھا کہ یہ ہماری طرح زمینی طعام کیوں کھاتا ہے اگر پیغمبر تسبیح و تقدیس محض سے وجود خاکی میں زندہ رہ سکتے تو نبی کریم صلعم انکو محض تسبیح و تقدیس سے زندہ رہکر دکھا دیتے تعجب ہے کہ جن خیالات کی تردید قرآن نے کی وہی مسلمانوں میں پھیل گئے ان کفار کا یہی خیال تھا کہ پیغمبروں کو ہماری طرح کھانے سے کیا کام انکو چاہیئے ذکر الٰہی کھائیں تو جواب دیا گیا انبیاء بھی تمہاری طرح بشر تھے بشری حوائج سے کیونکر بچ سکتے ہیں وہ سب کے سب یہی زمینی طعام کھاتے بازاروں میں چلتے پھرتے تھے کہیں انزل علینا مائدۃ من السماء کا خیال تو نہیں آ گیا کہ آسمان پر زمینی کھانے کے دسترخوان ہیں سنو! آسمان سے اترنے سے مراد بلا تردد و محنت کھانا حاصل ہو جانیکے ہیں یہ مراد نہیں کہ آسمان سے پکا پکایا نیچے گر پڑے چنانچہ دیکھو وفی السماء رزقکم (اور آسمان میں تمہارا رزق ہے) اب تم خود ہی کہو کہ رزق زمین سے حاصل کرتے ہو یا تم پر آسمان سے گرتا ہے اگر کہو کہ گرتا ہے تو بس اسی طرح انپر مائدہ گرا پھر پڑھو وان من شیء الا عندنا خزائنہ وما ننزلہ الا بقدر معلوم الحجر ۲۶-۱۴ (اور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں بقدر معلوم اتارتے ہیں) اب بتاؤ کبھی کسی نے دیکھا کہ آسمان سے سب چیزیں گر رہی ہیں پھر دیکھو اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَاءً نحل ۲۳ (اللہ نے اتارا آسمان سے پانی) سب جانتے ہیں کہ بارش بادلوں سے ہوتی ہے جو زمین سے دو تین کوس تک دور ہوتے ہیں اسکا آسمان سے اترنا فرمایا پس سماء کے معنی بلندی

ذکر ہی خواہ آسمان پر پڑھے یا زمین پر ہر جگہ یہ قانون جاری ہے کہ جوں جوں انسان کی عمر جوانی کے بعد بڑھے قوی گھٹتے جائیں اور جسم میں تغیر و تبدل ظہور پذیر ہوتا جائے عزیر اور اصحاب کہف کا ہم جواب دے چکے اور عالم بالا یا بہشت کے باشندوں کو ہزار سال ایک دن کے برابر معلوم ہونگے کیا سند ہے؟ ہاں خدا کے نزدیک ہزار سال ایک دن کے برابر ہوتا ہے نیز عیسیٰ علیہ السلام بقول شما بہشت یا عالم برزخ میں نہیں کہ انپر دو ہزار برس کے دو دن ہی گزرے ہوں اور اگر وہاں ہیں تو ہمارا مدعا ثابت ہے کیونکہ بہشت یا برزخ میں انسان مرنیکے بعد ہی داخل ہوتا ہے اور عالم بالا میں یہ خاکی وجود بھی نہیں پس اسکا قیاس اس عالم پر قیاس مع الفارق ہے حضرات ایہاں تو یہ قانون جاری ہے اَللّٰہُ وہ ذات پاک جس نے تمہیں ضعف سے پیدا کیا پھر ضعف کے بعد قوت عطا کی ثُمَّ جَعَلَ مِنۡ بَعۡدِ قُوَّۃٍ ضُعۡفًا وَّ شَیۡبَۃً (الروم ۲) پھر قوت کے بعد ضعف اور بڑھاپا (۲) وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّتَوَفّٰی وَمِنۡكُمۡ مَّنۡ یُّرَدُّ اِلٰۤی اَرۡذَلِ الۡعُمُرِ (الحج ۷) (بعض تم میں سے عمر طبعی کو پہنچنے سے پہلے مرجاتے ہیں اور باقی بعض ارذل عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں تاکہ جاننے کے بعد کچھ نہ جانیں) پس ان قانونوں سے مسیح کو مستثنےٰ ثابت کردیجئے۔ کیونکہ آخر وہ بھی انسان تھا۔ یہاں زمین و آسمان کی کوئی قید نہیں اور یہ جو کہتے ہیں کہ ارذل عمر کی کوئی حد مقرر نہیں" غلط ہے کیونکہ انسان کی بنیت خود ہی اسکی نسبت گواہی دیدیتی ہے عیسےٰ علیہ السلام کے زمانے کی لوگوں کی عمروں کا اندازہ لگا لیجئے کسی حواری کا اب تک زندہ رہنا ایک جھوٹا افسانہ ہے اور دعوے پر دعوے ابھی عیسےٰ علیہ السلام کی حیات ثابت نہیں ہوئی کہ ایک اور شخص کے خلود کا دعویٰ کردیا حدیث میں جو پیش کرتے ہیں اسکے الفاظ غور سے پڑھو۔ وہ تو ایک مکاشفہ تھا یا کوئی جنی ہوگا۔ کیونکہ چکی کے پاٹ کا سر انسانی شکل نہیں اور پھر جو انکو بلاتے تھے تو کیوں نہ بولا غالباً اب بھی وہاں موجود ہوگا۔ کیا نبی کریم صلعم کا فرمان یاد نہیں رہا جو جابر سے مروی ہے کہ وَاقسِمُ بِاللّٰہِ مَا عَلَی الۡاَرۡضِ مِنۡ نَفۡسٍ مَنۡفُوسَۃٍ یَأتِی عَلَیۡھَا مِائَۃُ سَنَۃٍ وَھِیَ حَیَّۃٌ (رواہ مسلم) اور مجھے اللہ کی قسم

حاشیہ بقیہ صفحہ ۷۰ - کہے بھی ہیں اور کسی چیز کے آسمان سے اترنے سے مراد خدا کی خاص قدرت سے بلا اسباب ظاہری آنا ہے جیسا کہ فرمایا وَاَنۡزَلۡنَا عَلَیۡكُمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰی (البقرہ ۱) (اور ہمنے تمپر من اور سلویٰ اتارا) کیا اب یہ آسمان سے گرتا تھا نہیں بلکہ من اس کھانے کو کہتے ہیں جو بلا مشقت ملجائے دیکھو لسان العرب میں ہے المن یالمن اللہ عز وجل بہ مما لا تعب فیہ ولا نصب ان جسے اللہ احسان کرے اس چیز سے جسکے لئے مشقت نہ اٹھانی پڑے پھر الکماۃ من المن کھمبی بھی من سے ہے اور سلوی کے لئے دیکھو قاموس کہ وہ ایک قسم کے بٹیرے تھے بنی اسرائیل کو جنگل میں شیر خشت ترنجبین اور اس قسم کے میوے نیز جانور ملجاتے جس سے وہ اپنا پیٹ پالتے آسمان سے کچھ نہ گرتا تھا مگر چونکہ بلا مشقت ملتیں اور خود رو چیزیں تھیں اسلئے انزلنا فرمایا پس اسی طرح مائدہ کا حال ہے اور بشرط تسلیم اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ آسمان سے کچھ اترا بھی اور عیسےٰ نے اس درخواست پر (المائدہ ۱۵) اتَّقُوا اللّٰہَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ سے ڈانٹ بتائی اور خدا نے فَمَنۡ یَّكۡفُرۡ بَعۡدُ مِنۡكُمۡ فَاِنِّیۡۤ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّاۤ اُعَذِّبُهٗۤ اَحَدًا مِّنَ الۡعٰلَمِیۡنَ فرمایا اللہ اکبر کسقدر غضب ہے کہ جس نے انکار کیا اسکے بعد تو میں ایسا عذاب دونگا کہ کسی کو جہانوں میں سے نہیں دیا یہ اسلئے کہ ایسے نشان ایمان بالغیب کے منافی ہیں چونکہ انکا کفر ثابت ہے اور یہ ثابت نہیں کہ انپر کوئی غیر معمولی جس کی نظیر نہ ہو عذاب پڑا اسلئے ثابت ہوا کہ مائدہ اترا ہی نہیں گیا تھا اہل کتاب ایسی غلط فہمیوں میں مبتلا تھے کہ آسمان سے کھانے گرتے ہیں اسلئے انکی تنبیہ کی گئی ۱۲

زمین پر کوئی جاندار نہیں کہ اسپر سو سال گزریں اور وہ زندہ رہے باوجود اسکے کیا وہ حواری اس وقت تک زندہ تھا حالانکہ نبی کریمؐ قسم کھا کر فرما رہے ہیں کہ جسپر سو برس گزریں وہ ضرور مر جائیگا۔ اور اسی حدیث سے عیسےٰ علیہ السلام اور خضر کی وفات بھی ثابت ہے کیونکہ اول الذکر ارضی مخلوقات سے تھے اور خضر تو زمین پر ہی رہتے ہیں سب کہانیاں ہیں حکایات خضر و آب بقا + بقا کا نام ہی کیا اس جہان فانی میں پس دونوں مردہ ہونے چاہیئے۔ الارض سے خاص ملک ہی مراد ہی وہ حواری اس جزیرہ عرب و ملک شام میں ملا تھا اور مخاطب اصحاب ہیں تو جیسے بھی معراج کے دن کی صحبت سے اصحاب میں داخل سمجھے در اصل ایسے رکیک اعتراضوں سے کیا بنتا ہے وَمَا اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا الحشر ۲۸ پر ہمارا عمل ہونا چاہیئے اس نے فرمایا (ابو ہریرہ) اَعْمَارُ اُمَّتِیْ مَا بَیْنَ السِّتِّیْنَ اِلَی السَّبْعِیْنَ وَ اَقَلُّهُمْ مَنْ یَجُوْزُ ذٰلِكَ (مشکوٰۃ) میرے دفت میں سے اکثر کی عمر ۶۰۔ ۷۰ کے درمیان ہوگی بہت تھوڑے حواس سے تجاوز کریں ہمیں مان لینا چاہیئے مگر تعجب اور افسوس تو آپکے حال پر کہ باوجود عیسےٰ کو امتی کہنے کے اسکی عمر دو ہزار برس سے بھی بڑھائے جاتے کہتے ہو کہ دفعہ ۳۳ برس میں ہوئی مگر کیا آسمان پر رہنے کا زمانہ عمر یعنی "جیتے رہنے" میں داخل نہیں ؟

میں نہیں سمجھ سکتا اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ یُمِیْتُكُمْ ثُمَّ یُحْیِیْكُمْ الروم ع ۴ ۲۱ کے قانون سے عیسےٰ کیونکر باہر ہیں چار حالتیں خلق رزق امانت احیاء بعد الموت ہیں اب خلق تو انکا ہو چکا۔ اور رزق بھی باتفاق فریقین منقطع ہو چکا کیونکہ اب طعام دنیاوی تو تمہارے نزدیک بھی نہیں کھاتے بس اب موت کے وارد ہونے کے سوا اور کیا بات ہے جو یقیناً وارد ہو چکی ہے تعجب ہے کہ خلق جو بدل ما یتحلل کا ساتھ ساتھ ہوتا رہتا ہی اس سے بھی آپ مسیح کو مستثنیٰ بناتے ہیں کیونکہ آپکے نزدیک مسیح کا بدن اب تحلیل ہونے سے محفوظ ہی حالانکہ خدا تو فرماتا ہی کہ ادہر تحلیل ہوتا رہتا ہی ادہر ہم خلق کرتے رہتے ہیں اور مسیح کا بدن تحلیل نہ ہو یہ مخالف ہی اس آیت كُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ الرحمٰن کے کہ ہر ایک جسم خاکی کے نابود ہوتے کی طرف حرکت ہی اور کوئی وقت اس حرکت سے خالی نہیں اسی لئے فان فرمایا یعنی نہیں فرمایا کہ فنا زمانہ آئیندہ میں طاری ہوگی۔ بلکہ یہ کہ ہر آن جاری ہی اب اسپر شافع کا لفظ پیش کر کے کہنا کہ شفاعت روز قیامت ہوگی بالکل غلط ہی ہمارا تو ایمان ہی اور ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہونا چاہیئے کہ آپنے ابتدائے نبوت سی خلقت کی شفاعت شروع کی۔ چنانچہ کئی لوگوں کو گناہ کی موت سے نجات بخشی پھر ابتک شفاعت فرما رہے ہیں چنانچہ آپ ہی کے فیض قدسی سے کوئی نہ کوئی مرکز دمجدد و مومنین کے تزکیہ کے لئے پیدا ہوتا رہتا ہی جو روحانی طور پر آپکا ظل اور شافع ہوتا ہے پھر قیامت کو بھی شفاعت ہوگی یہ لفظ شفع سے مشتق ہی جسکے معنے جوڑے کے ہیں دنیا میں ہر ایک فیض جوڑے ہی سے نکلتا ہی جب تک مرد و عورت جمع نہ ہوں ولد نہیں پیدا ہوتا شاخ کا جڑ سے تعلق نہ ہو ہری نہیں ہوتی۔ دیا سلائی کو نہ رگڑیں آگ نہیں جلتی۔ بعینہٖ اسی طرح جب تک محمد رسول اللہ نورُ السّمٰوٰت والارض" سے تعلق پیدا نہ ہو گناہونکی تاریکی دور نہیں ہوتی۔ وہ ایک چاند ہی جو آفتاب الوہیت سے نور حاصل کرتا اور مخلوق کو اپنی روشنی سے مستفیض کرتا ہی کیا تم نے نہیں پڑھا اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ یُؤْتِكُمْ كِفْلَیْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ

وَيَجْعَل لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؁ الحدید ۲۷ (اسکے رسول پر ایمان لاؤ وہ اپنی رحمت سے تمہیں دو حصے دیگا (دین و دنیا کی نعمتیں) اور تمہیں نور عطا کریگا جس کی روشنی میں تم صراط مستقیم کے تمام مدارج طے کروگے اور تمہاری گناہ بخشدیگا اور کمزوریاں دبادیگا تم کامل ہو جاوگے) دیکھو اس آیت میں صریح طور سے شفاعت نبوی مذکور ہے کہ اسکا سلسلہ اسی دنیا سے شروع ہو چکا ہے کیا انہی عقیدوں پر تمہیں مسلمان ہونیکا دعوی ہے حضرت نبی کریم خواہ شافع نہ رہیں مگر ایک تنہا عیسے زندہ رہے اور اسپر فان کا اطلاق نہ ہو افسوس ہے تمہاری الٹی سمجھ پر پھر کہتے ہیں کہ فنا کا اثر تو ہے مگر خفی۔ اچھا جناب یونہی سہی آخر کچھ تو حق نے اثر کیا کہ دبی زبان سے اقرار کرلیا حضرت المسیح کے خاکی وجود کو ملائکہ کے نورانی وجود سے کیا نسبت کچھ ہوش کیجیے خدا تعالی فرماتا ہے لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ؁ بنی اسرائیل ۱۵ (اگر زمین میں فرشتے بستے اور اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے۔ تو ہم آسمان سے ملک رسول بھیجدیتے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ چونکہ زمین پر فرشتے نہیں اسلئے ابھی تک ان میں کوئی ملک رسول نہیں آیا اور تم کہتے ہو کہ عیسے میں ملکی خواص ہوگئے اور انکا وجود ملکی ہے پھر فرمایا لَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ؁ انعام (ہم فرشتہ اتاریں تو پھر فیصلہ ہی نہ ہو جائے اسوقت کچھ مہلت نہ دئیے جائیں) دیکھو تمہارے اس عقیدہ کی زد نبی کریم صلعم پر پہنچی ہے جنکی نسبت ارشاد ہے اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ (میں تم جیسا ایک بشر ہوں) پھر فرمایا وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ؁ انعام (میں غیب نہیں جانتا اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں) برخلاف اسکے خدا جانے عیسی میں کیا خصوصیت تھی کہ وہ ہمارے پیارے نبی سے بھی بڑھگیا اور ملکی وجود کا مستحق ٹھہرا۔ او نادانو! تم ہی بیشک گیان و ملک رکھو مگر خدا ہمارے سید و مولی رسول المرسلین والنبیین کی ہتک نہ کرو کاش! تمہارا عقیدہ ہوتا کہ اس سید الثقلین کا وجود ملکی تھا تو ہم اول المؤمنین ہوتے کیا تم لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ؁ البقرہ (ہم رسولوں کے درمیان کوئی فرق نہیں کرتے یعنی سب کو منجانب اللہ مانتے ہیں اور بشر یہ نہیں کہ ایک ان میں سے ملکی وجود رکھنے والا۔ بشری خواص و صفات سے خالی لبشری لوازم سے مستغنی ہمیشہ ایک حالت پر موت سے محفوظ ہو جیسا کہ عیسائی عیسی کو سمجھتے ہیں اور پھر ہمارے بھائی مسلمان بھی کہ اور سب پیغمبر تو مر چکے ایک عیسی زندہ ہے جو ۳۳ برس آسمان پر چڑھا (حالانکہ اور سب پیغمبر زمین پر مدفون ہیں) اور دو ہزار برس گزرنے پر بھی ابھی ۳۳ برس ہی کا ہے۔ اور نبیوں نے تو معدودے چند اپنے متبعین بنائے مگر وہ تمام جہان کو مسلمان بنائیگا وغیرہ ذلک کیا یہ عقیدہ مومنوں کا ہونا چاہیئے جن کی نسبت قرآن میں ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ الآیۃ ؁ النساء (جو لوگ ایمان لائے اللہ اور اسکے رسولوں پر اور نہیں فرق کرتے ان میں سے کسی کے بارے میں انہی کو اجر ملیگا) یاد رکھو یہ فرق درجات کا نہیں کیونکہ اسکی نسبت تو فرمادیا تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ (یہ رسول ہیں جن میں سے ہمنے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی) بلکہ یہی فرق جو عیسائی یہودی کرتے تھے کہ مثلاً عیسے کو دوسروں کے خلاف زندہ شمار کرتے اور اسکے خلود کے قائل تھے وغیرہ۔ ایسا فرق کرنے سے روکا گیا۔ مگر نو مسلم عیسائیوں کے عقائد نے رفتہ رفتہ سادہ لوح مسلمانوں پر اثر کیا۔ اور یہی غلط فہمیاں ان میں بھی پھیل گئیں اتنا خیال نہ کیا کہ قرآن مجید میں حیوۃ دنیاوی کی مثال یوں دی ہے کہ آسمان سے پانی برسا پھر زمین کی پیداوار

جس سے آدمی اور مواشی کھاتے ہیں اس پانی میں مخلوط ہو گئی۔ اور جب زمین اپنی آرایش کر لی اور خوشنما ہو گئی اور کھیتی والے کو سمجھنے لگے کہ بس اب اسکا نفع ہمارے قابو میں ہے اچانک رات کو یا دن کو ہمارا حکم آپہنچا اور ہمنے اسے نیست و نابود کر دیا کہ گویا تھا ہی نہیں فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ (یونس ۱۱ پ ۳) (۲) کیا تو نہیں دیکھتا کہ اللہ نے آسمان سے پانی اتارا پھر اسکے چشمے زمین پر چلائے پھر اس سے مختلف قسموں کی رنگ برنگ کھیتیاں نکالیں پھر وہ پھولتی پھلتی ہے فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ يَجْعَلُهٗ حُطَامًا (پس تو اسے زرد دیکھتا ہے اور وہ ریزہ ریزہ ہو جاتی ہے اس میں عقلمندوں کے لئے نصیحت ہے پ ۲۳) وہ کیا ہے یہی کہ انسان کی زندگی کو بھی اسی طرح قابلِ زوال سمجھے یہ نہیں کہ ہزاروں برس تک ایک حالت پر کیونکہ فرمایا وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ (الانبیاء ۳ پ ۱۷) (ہمنے تجھ سے پہلے کسی بشر کے لئے ایک حالت پر رہنا اور ہمیشگی نہیں بنائی) (۴) ثُمَّ اِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ (المؤمنون ۱ پ ۱۸) (پھر تم اسکے بعد البتہ مرنے ہو یعنی موت سے قریب ہوتے جاتے ہو یہ نہیں کہ دو ہزار برس گزر نے پر بھی ۳۳ برس سے عمر زیادہ نہ بڑھے یہ کہنا غلط ہے کہ آسمان پر ہونا موت کے اثر کو قبول کرنے سے مانع ہے یعنی زوال کی طرف حرکت نہیں دیکھو اَيْنَمَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ (النساء ۱۱ پ ۵) (تم جہاں کہیں ہو زمین پر یا آسمان پر) موت کا درک تمپر جاری رہیگا جیسا کہ فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ (الانبیاء ۳ پ ۱۷) (ہر ایک نفس ہر آن میں موت کا مزہ چکھ رہا ہے ساتھ ساتھ اسکے بدن تحلیل ہوتا اور دوسرا پیدا ہوتا رہتا ہے یہ خاکی وجود کا خاصہ ہے عیسٰے کے نورانی وجود کے قائل ہو تو وہ ہر نبی کو بعد الموت ملا ہوا ہے اسمیں اسکی کیا خصوصیت اب اسکے بعد اور آیت سنو! وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَآءٍ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ (النحل ۴ پ ۱۴) (اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا بلاتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کرتے بلکہ وہ خود پیدا کئے گئے اور کئے جاتے ہیں مردہ ہیں زندہ نہیں اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائینگے ؎

اَلَّذِيْنَ ذوی العقول کے لئے آتا ہے اور تغلیباً اسمیں اصنام (بت) بھی داخل ہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور لَا يَخْلُقُوْنَ اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ عام ہیں اسلئے یہ آیت تمام باطل معبودوں کی نسبت ہے خواہ جاندار ہوں یا غیر جاندار۔ اموات جمع ہے میت کی اور میت اسکو کہتے ہیں جو پہلے جاندار ہو اور پھر اسکی جان نکلجائے۔ کہ بیجان کو غیر احیاء کا لفظ عام ہے جو بیجان اور مردہ کو شامل ہے اور تاکید بھی ہے اموات کی کہ ان میں جان بالکل نہیں۔ اب اس بات میں کیا شک ہے کہ نصاریٰ مسیح کو پکارتے ہیں اور اس سے دعائیں مانگتے ہیں پس ایسے نصاریٰ اور مشرکین کو جو اپنے بڑوں کی مورتیں پوجتے اور ان سے حاجت روائی چاہتے ہیں فرمایا گیا کہ وہ تمہاری دعائیں کیا سنینگے اور کیونکر معبود ہو سکتے ہیں جب کہ مردہ ہیں اور انکو معلوم نہیں کہ کب اٹھائے جائینگے اس فقرے نے تو فیصلہ ہی کر دیا کہ وہ معبود جنکو پکارتے تھے قبروں میں مدفون تھے اسی لئے فرمایا انکو اپنے اٹھنے کی خبر ہی نہیں دوسروں کے اٹھنے کی بھی خبر نہیں۔ پھر وہ کسی کی مدد کیا کرینگے جبکہ انکو کسی چیز کا علم ہی نہیں مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اور هُمْ يُخْلَقُوْنَ سے روح القدس بھی نکل گیا پس اسپر اموات کا اطلاق نہ ہوگا کہ نصوص بینہ سے روح و ملائکہ کا ابی الابد رہنا ثابت ہے نیز روح القدس کو معبود نہیں سمجھا گیا اور نہ اس سے دعا مانگی جاتی ہے اور حضرت عیسٰے تو موت کی قابلیت رکھتے تھے اپر صفت اشبہ کا

اطلاق ہوا جس میں استقبال نہیں یہ نکتہ بھی قابل غور ہے کہ انسان بعد موت ہی معبود بنائے جاتے ہیں زندگی میں وہ ہر طرح محتاج نظر آتے ہیں کوئی عقلمند انہیں خدا نہیں کہہ سکتا مگر مرنے کے بعد کئی خوارق اسکے ذمے لگا لئے جاتے ہیں یہاں مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ الانبیاء پ۱۷ (جن بتوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو دوزخ کا ایندھن ہیں) پیش کر کے وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ سے عیسےٰ علیہ السلام کو مستثنےٰ کرنا غلط ہے کہ یہاں الذین ہے جو ذوی العقول کے لئے ہوتا ہے اور وہاں ما ہے جو غیر ذوی العقول کے لئے ہے اسی قرینہ سے عیسےٰ نکلے پھر وہاں دوزخ کا ذکر جس سے عیسیٰؑ بحیثیت نبی ہونے کے ہرگز نہیں جا سکتے اور یہی قرینہ ہے ان کو اس حکم سے مستثنیٰ کرنیکا مگر یہاں یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ میں کونسا قرینہ ہے کیونکہ اس میں تو کچھ شک نہیں کہ وہ ایک گروہ کے معبود ہیں اور پ۲۵ زخرف ۶ اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ جو خدا نے فرمایا تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ وہ من دون اللہ نہیں یا معبود قرار نہیں دئے گئے گو فی الحقیقت معبود بننے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ غرضیکہ عبد ہونا اور بات ہے اور معبود قرار دیا جانا اور بات پھر حصب جہنم جو ہونگی تو انکی تصویر جس کی پوجا کیجاتی ہے پس ماتعبدون سے بھی نہ نکلے۔ اس آیت میں ایک بیّن ثبوت ہے مسیح کی وفات کا۔

چونکہ اس میں توفّی کا جھگڑا نہیں اسلئے ہمارے بھائی یہی پیش کیا کریں۔ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ آل عمران پ۳ ع۱۴ (جب اللہ نے فرمایا اے عیسےٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف اٹھانے والا اور پاک کرنیوالا کافروں کے الزاموں سے اور بنانے والا تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر غالب قیامت کے دن تک۔ اس آیت میں چار باتوں کا عیسےٰ علیہ السلام سے وعدہ کیا گیا ہے۔

پہلا اِنِّیْ مُتَوَفِّيْكَ یہ اسلئے فرمایا کہ یہودیوں نے جب دیکھا کہ عیسیٰ کے متبعین دن بدن بڑھتے جاتے ہیں تو چاہا کہ اسے بغاوت کے الزام میں گرفتار کر کے مصلوب کرا دیں تاکہ ہمارے مذہب میں رخنہ اندازی نہ کر سکے نیز مصلوب ہو کر ملعون ثابت ہو اور اس طرح اسکا دعوی رسالت و نبیاپر جھوٹا ظاہر ہو توریت میں لکھا تھا اسلئے چاہیئے کہ تیری زمین جس کا وارث خداوند تیرا خدا تجھ کو کرتا ہے ناپاک نہ کیجائے (استثنا باب ۲۱ آیت ۲۲-۲۳) بس اسی بنا پر انہوں نے ایسا کرنا چاہا چنانچہ اسے یہودا اسکریوطی کی معرفت تیس ۳۰ روپیہ رشوت دیکر پلاطوس کے پاس پکڑ کر لے گئے (انجیل متی باب ۲۶ آیت ۱۴-۱۶ و ۴۷ و ۴۹) پلاطوس نے اسے بے قصور پایا اور اسلئے اسے چھوڑ دینا چاہا مگر عام رائے کے سامنے کچھ پیش نہ گئی (یوحنا ۱۹ باب ۱۲) اسپر مسیح نے دعا کرنی شروع کی ۲۶ پہلے منہ کے بل گرا اور دعا مانگتے ہوئے کہا اے میرے باپ اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے گزر جائے۔ پھر اس نے دوبارہ جا کر دعا مانگی پھر تیسری بار دعا مانگی عربی انجیل میں ہے فَسُمِعَ لِتَقْوَاهُ اسکے تقوےٰ کے باعث اسکی سنی گئی۔ اور آسمان سے ایک فرشتہ اسکو دکھائی دیا جو اسے قوت دیتا تھا لوقا ۲۲ باب ۴۳ وہ قوت کیا تھی یہی انی متوفیک یہ تجھے ہرگز نہیں مصلوب یا مقتول کر سکتے۔ میں تجھ کو اپنی طبعی موت سے مارونگا۔ انّی کو متقدم کرنیکی یہی وجہ ہے دوستو! اللہ تعالےٰ نے یہ وعدہ پورا کیا کس طرح کیا؟ سنو!

(۱) پلاطوس کے دل میں ڈالدیا کہ مسیح بے قصور ہے یوحنا ۱۹/۶ میں اسکا کچھ قصور نہیں پاتا مرقس ۱۵/۹ کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے
یہودیوں کے بادشاہ کو چھوڑ دوں کیونکہ وہ جانتا تھا کہ سردار کاہنوں نے حسد سے اسکو حوالے کیا تھا۔ جب انھوں نے نہ مانا تو متی ۲۷/۲۴ پانی لیکے بھیڑ
کے آگے اپنے ہاتھ دھوئے اور کہا میں راستباز کے خون سے پاک ہوں اسکی بیوی کے خواب نے اور بھی پلاطوس پر اثر کیا جس نے کہلا بھیجا متی ۲۷/۱۹
اس راستباز سے کچھ کام نہ رکھیو کیونکہ میں نے آج خواب میں بہت تصدیع پائی۔ اسپر پلاطوس نے صاف کہدیا کیوں اسنے کیا بدی کی ہے میں نے
اس میں قتل کے لائق کوئی قصور نہ پایا لوقا ۲۳/۲۲ پر انہوں نے اسے شور مچا کے تنگ کیا اور کہا اگر تو اس مرد کو چھوڑ دیتا ہے تو تو قیصر کا
خیر خواہ نہیں یوحنا ۱۹/۱۲ پلاطوس نے انہیں کہا تمہیں اسے اور صلیب دو۔ کیونکہ میں اس میں کچھ قصور نہیں پاتا یوحنا ۱۹/۶ تب اسنے
اسے انکے حوالہ کیا اور وے یسوع کو پکڑ کر لے گئے ۱۹/۱۶۔ اب حاکم کو اپنی بات کی پچ تو ہوتی ہی اسلئے ایسی تدبیریں کیں کہ وہ بچ ہی گیا (۱)
صلیب کا وہ دن مقرر کیا جو عید فسح کا تھا۔ اس میں یہودیوں کو پوری توجہ سے کام لینے کا موقعہ نہ تھا (اور فسح کا دن تھا یوحنا ۱۹/۱۴) (۲)
وہی جمعہ کا دن تھا جسے بہ سبب رات پہلے شروع ہونیکے وہ سبت کا دن قرار دیتے تھے مرقس ۱۵/۴۲۔ اس دن کام کرنا حرام سمجھتے (۳) دو
چوروں کو ساتھ صلیب دلوائی متی ۲۷/۳۸ اور اسکے ساتھ دو چور بھی صلیب پر کھینچے گئے تاکہ مصروفیت اور وقت کی تنگی کے باعث
مسیح کی ہڈی توڑنے کا موقعہ نہ ملے کیونکہ اس زمانے میں پھانسی یوں نہ ہوتی کہ گلے میں رسہ ڈالدیں بلکہ اس شکل ✝ کی لکڑی
میں باندھکر ہاتھ پاؤں میں ایک ایک کیل لگا دیتے تھے اسپر کچھ عرصہ بھوکا پیاسا لٹکا رہتا آخر اتار کر ہڈیاں توڑ ڈالتے اسوقت جان نکلتی مسیح
سے ایسا اتفاق ہوا کہ ہڈی نہ توڑی یوحنا ۱۹/۳۲ تب سپاہیوں نے آکر پہلے اور دوسرے کی ٹانگیں جو اسکے ساتھ صلیب پر کھینچے گئے
تھے توڑیں لیکن انھوں نے یسوع کی طرف آکر دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اسکی ٹانگیں نہ توڑیں اس مر چکا سے یہ نہ سمجھے کہ واقعی طور سے مر
چکا تھا بلکہ غش اور سکتہ تھا اجڈ سپاہی کیا جانے ڈاکٹر تھوڑے ہی تھے کہ اچھی طرح تحقیقات کرلیتے اور زیادہ تفتیش کرنیکا ہوش کسکو
تھا اور سبت کا دن یوحنا ۱۹/۳۱ پھر یہودیوں نے اس لحاظ سے کہ لاشیں سبت کے دن صلیب پر نہ رہ جائیں کیونکہ وہ دن تیاری کا
تھا بلکہ بڑا ہی سبت تھا پلاطوس سے عرض کی کہ ۰ × ہ لاشیں اتاری جائیں ادھر حاکم کی کم توجہی بلکہ خفیہ تاکید علاوہ ازیں چھٹے
گھنٹے سے لیکے نویں تک ساری سرزمین پر اندھیرا چھا گیا متی ۲۷/۴۵ یہ اندھیرا کیسا تھا دیکھو لوقا ۲۳/۴۵ سورج تاریک ہوگیا معلوم
ہوتا ہے کہ گرہن لگا تھا بلکہ ۲۷/۵۱ ہیکل کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا اور زمین کانپی اور پتھر تڑک گئے قبریں کھل گئیں اب غور ہے
ایسی محشر خیز حالت میں کسی کو کیا ہوش تھا کہ معلوم کرتا آیا واقعی طور سے مر گیا ہے یا سکتہ ہے اور سکتے وغش میں بعض اوقات
ایسی حالت ہوتی ہے کہ بڑے بڑے تجربہ کار ڈاکٹر نہیں معلوم کر سکتے اور وہ تو ڈاکٹر بھی نہ تھے نہ موجودہ زمانے کی طرح آلات وغیرہ
تھے کہ اصل حقیقت کھلتی۔ اسپر زلزلہ اور تاریکی جسکا اثر ہوش و حواس پر بے طرح پڑ رہا تھا متی ۲۷/۵۴۔ جب صوبہ دار نے اور جو اسکے
ساتھ یسوع کی نگہبانی کرتے تھے بھونچال اور سارا ماجرا دیکھا تو نہایت ڈر گئے وہی لاش ایک شاگرد کے حوالے کی گئی یوحنا ۱۹/۳۸
اور بعد اسکے یوسف ارمتیا نے جو یسوع کا شاگرد تھا لیکن یہودیوں کے ڈر سے پوشیدہ میں پلاطوس سے اجازت چاہی کہ یسوع
کی لاش کو لیجائے پلاطوس نے اجازت دی سو وہ اسکے لاش لیگیا۔

اس شاگرد نے اپنے ایک اور دوست سمیت مسیح کی متی ۲۷ باب ۵۹ لاش لیکر سوتی صاف[ل] چادر میں لپیٹی۔ یہ صرف نمائش تھی اچھی طرح کفن
نہ پہنایا کہ سانس بند نہ ہو جائے پھر اس قبر میں خود اپنی مرضی کے مطابق پہلے ہی سے کھودی ہوئی تھی اور اچھا خاصہ مکان تھا کہ
دیا دیکھو متی ۲۷ باب ۶۰ اور اپنی نئی قبر میں جو چٹان میں کھودی تھی رکھی یہ قبر باغ میں تھی یوحنا ۱۹ باب ۴۱ جس جگہ کہ اسے صلیب دی گئی تھی ایک
باغ تھا۔ اور اس باغ میں ایک نئی قبر تھی جس میں کبھی کوئی نہ دھرا گیا تھا سو انہوں نے یسوع کو یہودیوں کی تیاری کے دن
کے باعث وہیں رکھا۔ اور ایسی فراخ کہ دو آدمی بیچ میں کھڑے ہو سکتے دیکھو یوحنا ۲۰ باب ۶ تب شمعون پطرس اسکے پیچھے پہنچا۔ اور قبر
کے اندر گیا اور سوتی کپڑے پڑے دیکھے (معلوم ہوا کہ روشنی کا اتنا انتظام تھا کہ چیز دکھائی دیتی)

پھر لکھا ہے کہ تب دوسرا شاگرد بھی جو قبر سے پہلے آیا تھا اندر گیا۔ وہاں مسیح کو ہوش میں لانے کے لئے بہت سی خوشبو یہ نکا
انتظام دفن کے بہانے سے کیا دیکھو یوحنا ۱۹ باب ۳۹ نقودیمس جو پہلے یسوع پاس رات کو گیا تھا اور پچاس سیر کی انگل مر اور عود
ملا کے لایا پھر پتھر کو بند نہیں کر دیا بلکہ متی ۲۷ باب ۶۰ پتھر قبر کے منہ پر ڈھلکا کے چلا گیا یہ پتھر قبر کے دروازے پر تھا اور بند اسلئے
نہ کیا کہ آمد و رفت کا انتظام رہے مرقس ۱۶ باب ۴ اور اس قبر کے دروازے (دیکھئے وہ قبر ایک مکان تھا ورنہ دروازہ چہ معنی دارد) پر
ایک پتھر ڈھلکا دیا۔ وہاں مرہم عیسیٰ سے انکا علاج کیا گیا۔ یہ مرہم تمام کتب طب میں زخموں کے علاج کے لئے مشہور ہے چنانچہ
قرابادین قادری میں ہے مرہم حوارین کہ مسیحی است بمرہم سلیخا و مرہم رسل آنرا مرہم عیسیٰ نام اند اور پھر اسکو تقیید جراحات
کے لئے فرمایا ہے رسل اسلئے کہا کہ عیسیٰ کے حواری رسول کہلاتے تھے اور طب اکبر میں ایسا ہی ہے۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب کے سوا اور کونسا واقعہ پیش آیا جس کے لئے یہ مرہم حواریوں کو تیار کرنیکی ضرورت
پیش آئی صاف ظاہر ہے کہ ان زخموں کے لئے تھی یہ ایک بڑا بھاری ثبوت ہے آپ کے صلیب پر چڑھنے اور زخمی ہونیکا پھر اس علاج
سے صحت پا کر کشمیر کی طرف ہجرت کرنیکا اب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ تدبیریں کہاں تک کارگر ہوئیں۔

سنئے سب سے پہلے تو اسکے زندہ رہنے کا ثبوت یہ ہے کہ یونس کی طرح تین دن زمین کے پیٹ میں رہنے کی پیشگوئی کی تھی دیکھو
متی ۱۲ باب ۳۸ ہم تجھ سے ایک نشان دیکھا چاہتے ہیں اسنے انہیں جواب دیا اور کہا کہ اس زمانے کے بد اور حرامکار لوگ نشان ڈھونڈتے
ہیں پر یونس نبی کے نشان کے سوا کوئی نشان انہیں دکھایا نہ جائیگا کیونکہ جیسا یونس تین رات دن مچھلی کے پیٹ میں رہا۔ ویسا
ہی ابن آدم تین رات دن زمین کے اندر رہیگا اب میں پوچھتا ہوں یونس علیہ السلام مچھلی کے پیٹ میں زندہ بحالت غشی رہے یا مردہ؟
قرآن مجید میں مسطور ہے فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ صفت ۵ ع ۲۳ (پس مچھلی نے اسے
نگل لیا اور وہ اپنے تئیں ملامت کرتا اگر تسبیح پڑھنے والوں سے نہ ہوتا تو مچھلی کے پیٹ ہی میں رہتا)
اب فرمائیے یہ تسبیحیں پڑھنا مردوں کا کام ہے؟ پھر مچھلی کے پیٹ میں جو لوگ پوچھتے ہیں کہ مسیح قبر میں کسطرح زندہ رہ
سکتا تھا وہ غور کریں کہ مچھلی کے پیٹ میں یونس کسطرح زندہ رہا فَنَبَذْنَاهُ بِالْعَرَاءِ وَهُوَ سَقِيمٌ پھر ہم نے اسے جنگل

ل اور اس نے وہیں سوتی کپڑا اول رکھا تھا مرقس ۱۶ باب ۵ -

میں ڈالدیا اور وہ بیمار تھا) اور یہ قبر تو ایسی فراخ تھی کہ ایک اچھا خاصہ مکان تھا جو چٹان کو کھود کر بنایا گیا تھا اور جس میں دو چار آدمی آجا سکتے دیکھو لوقا ۲۴/۱ اور تیسرے اتوار کے دن بڑے تڑکے ان خوشبوئیوں کو جو تیار کی تھیں لیکے قبر پر آئیں اور انکے ساتھ کئی اور بھی تھیں اور انہوں نے پتھر کو قبر سے ڈھلکا ہوا پایا اور اندر جاکے خداوند یسوع کی لاش نہ پائی" اس اندر جاکے پر غور کرو۔ کیا چار پانچ عورتیں اس قبر میں داخل ہو سکتیں خوشبوئیوں کا لیجانا اور پتھر کا ڈھلکا ہوا پانا یسوع کی لاش کا نہ ملنا اس بات کے زندہ ثبوت ہیں کہ مسیح مرا نہیں اور مرتا کیوں۔ جبکہ پیشگوئی یونس کی طرح زندہ رہنے کی کر چکے تھے اسی پیشگوئی کی بنا پر آپ نے اپنا دم گھٹتا پایا تو متی ۲۷/۴۶ بڑے شور سے چلاکر کہا ایلی ایلی لما سبقتانی یعنے اے میرے خدا اے میرے خدا (عبودیت کا اقرار جیسا ہوا) تو نے کیوں مجھے چھوڑ دیا یہ سخن بے اختیار نکل گیا خدا نے نہیں چھوڑا دیکھو عبرانیوں ۵/۷ اسی نے اپنے مجسم ہونے کے دنوں میں بہت رو رو اور آنسو بہا بہا کے اس سے جو اسکو موت سے بچا سکتا تھا (دیکھو عیسٰے عبداللہ اور خود عاجز ہونے کی دلیل مسیحیو!) دعائیں اور منتیں کیں اور تحمل کے سبب اسکی سنی گئی۔ اس طرح پر کہ اول تو صلیب پر صرف تین گھنٹے کے قریب رہے دیکھو یوحنا ۱۹/۱۴ اور چھٹے گھنٹے کے قریب تھا پھر اسنے یہودیوں کو کہا کہ دیکھو اپنا بادشاہ تب وے چلائے کہ لیجا لیجا اسے صلیب دے اس سے معلوم ہوا کہ چھٹے گھنٹے صلیب دی گئی پھر متی ۲۷/۴۵ تب چھٹویں گھنٹے سے لیکر نویں گھنٹے تک ساری سر زمین پر اندھیرا چھا گیا۔ نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑے شور سے چلاکر کہا دیکھئے یسوع اس دکھ کے اخیر تک زندہ تھا اب اسکے بعد جب یہودیوں نے آسمان کا رنگ بدلا دیکھا تو گھبرائے اور ادھر ادھر بھاگے صرف چند ملازم اور کچھ اور لوگ رہ گئے وہ بھی ترساں تھے جلدی جلدی اتارا دوسروں کی ہڈیاں توڑیں اسکی توڑنے کا موقعہ ہی نہ ملا ہاں اسکی پسلی کے نزدیک بھالے کی نوک چبھوی گئی جس سے خون بہ نکلا خون کا یہ نکلنا اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ زندہ تھا کیونکہ مردہ کا خون تو جم جاتا ہے دیکھو یوحنا ۱۹/۳۴ ایک نے بھالے سے اسکی پسلی چھیدی اور فی الفور اس سے لہو اور پانی نکلا یہ پانی معلوم ہوتا ہے اس سرکہ کا تھا جو اس نے اخیر پر پیا تھا دیکھو یوحنا ۱۹/۲۹ میں پیاسا ہوں × × پھر یسوع نے جب سرکہ چکھا تو کہا پورا ہوا معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی مسکر شے دی گئی جس کی دوائی پیتے ہی بے ہوش ہو گئے اور لوگوں نے سمجھا جان دیدی بعض کہتے ہیں یہ موت قلب کے پھٹنے سے واقع ہوئی مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہ اخیر دم تک برابر چلا چلا کے باتیں کر رہا تھا چور سے وعدہ کیا لوقا ۲۳/۴۳ ماں کی نسبت وصیت کی ۱۹/۲۷ پھر پانی بھی مانگا اور بڑی آواز سے پکار کر کہا لوقا ۲۳/۴۶ کیا جنکے دل پر صدمہ پہنچے وہ ایسے ہوشیار ہوا کرتے ہیں صرف ایسی باتوں پر خیال کر کے دیکھو مرقس ۱۵/۴۴ پلاطیس نے متعجب ہو کر شبہ کیا کہ وہ ایسا جلد مر گیا اور صوبہ دار کو بلا کے اس سے پوچھا کیا دیر ہوئی کہ وہ مر گیا۔

یہ بھی ثبوت ہے اس بات کا کہ اتنے قلیل عرصہ میں کوئی صلیب پر چڑھایا گیا مرتا نہ تھا ورنہ حاکم کے تعجب کرنیکا کیا مقام تھا۔ جس کے حکم سے کئی صلیب پر چڑھائے جاتے ہونگے تاریخ سے بھی یہی شہادت ملتی ہے کہ اتنے عرصہ میں کوئی صلیب پر چڑھایا گیا مرتا نہ تھا چنانچہ یوسیفس لکھتا ہے کہ میں ایک فوجی کام سے واپس آرہا تھا رستے میں دیکھا کئی یہودی صلیب پر لٹکے ہیں میں نے ٹیٹس (حاکم وقت) سے اُنکے لینے کی اجازت حاصل کی اور انکی خبر گیری کی تو ایک تندرست ہو گیا (دیکھو یوسیفس مورخ کی سوانحعمری) اسی طرح ہیرو

روفس ایک رومی مورخ لکھتا ہی کہ ایک شخص سندکوسی نامی دار لیکے حکم سے صلیب پر دیا گیا پھر بے قصور ثابت ہونے پر اتارا گیا اور وہ زندہ تھا اسی بنا پر کتاب سوپر نیچرل ریلجن میں لکھا ہے کہ یسوع در اصل صلیب پر نہیں مرا صرف اسکے ہاتھوں پر میخیں لگائی گئیں نہ کہ پاؤں پر یہ جرمن محققوں کی رائے ہی جو کہ عیسائی ہیں اور جنھیں سب سے زیادہ صلیبی موت کا اقرار کرنا ضروری ہی پھر اسکے علاوہ بعض شہادتیں اسکے دیکھے جائینگی ہیں سب سے پہلے دیکھئے کہ شمعون پطرس اور دیگر شاگرد جب قبر پر گئے تو یوحنا ۲۰ سوتی کپڑے پڑے ہوئے دیکھے اور وہ رومال جس سے اسکا سر بندھا تھا ان سوتی کپڑوں کیساتھ نہیں پر جدا لپٹا ہوا ایک جگہ پڑا دیکھا جس سے معلوم ہوا کہ یسوع وہاں سے نکل چکا تھا دیکھو یوحنا ۱۳/۲۰ اے عورت تو کیوں روتی ہی × × اسنے کہا اے میرے خداوند کو لے گئے × × یوں کہہ چکی تو پیچھے پھری اور یسوع کو کھڑے دیکھا اور نہ پہچانا کہ وہ یسوع ہی × × اسنے اسے باغبان جان کے کہا ان سے معلوم ہوا کہ یسوع اسوقت باغبان کے بھیس میں تھا باغبان ان سے بدلگیا × × اسے کہاں رکھا ہے یسوع نے کہا اے مریم وہ متوجہ ہوئی اور اسے کہا ربونی اے میرے استاد پھر دیکھو لوقا ۴/۲۴ دیکھو دو شخص چمچماتی پوشاک پہنے اسکے پاس کھڑے تھے جب وے ڈرتی اور اپنے سر زمین پر جھکاتی تھیں انہوں نے ان (عورتوں) سے کہا تم کیوں زندہ (اس سے معلوم ہوا کہ مرے ہی نہ تھے) کو مردوں میں ڈھونڈتیاں ہو۔ وہ یہاں نہیں ہے بلکہ اٹھا ہی اس سے آگے لوقا ۱۳/۲۴ میں لکھا ہی کہ دو آدمی اس بستی کی طرف جسکا نام اماؤس اور یروشلم سے پونے چار کوس کے فاصلہ پر ہی جاتے تھے وہ یہی باتیں کرتے تھے کہ مسیح نہیں مرا ۲۲/۲۴ ہم میں سے عورتوں نے بھی ہمکو گھبرا رکھا ہے کہ تڑکے اسکی قبر پر گئیں اور اسکی لاش کو نہ پاکر آئیں اور بولیں کہ ہمنے فرشتوں کی رویت دیکھی جنہوں نے کہا کہ وہ زندہ ہے (یعنی مرا ہی نہیں) اور بعضوں نے ہماری ساتھیوں میں قبر پر جا کے جیسا کہ ان عورتوں نے کہا پایا پر اس کو نہ دیکھا اسکے آگے پڑھو ۳۳/۲۴ اسی گھڑی اٹھکر وے یروشلم کو پھرے اور گیارہوں اور انکے ساتھیوں کو اکٹھے پایا۔ جو کہتے تھے خداوند سچ مچ اٹھا × × وے یہ باتیں کہہ رہے تھے کہ یسوع آپ ان کے بیچ میں کھڑا ہوا اور ان سے کہا تمہیں سلام پر انہوں نے گھبرا کر اور ڈر کر خیال کیا کہ کسی روح کو دیکھتے ہیں مگر اسنے ان سے کہا × × × میرے ہاتھ پاؤں کو دیکھو کہ میں ہی ہوں اور مجھے چھوؤ اور دیکھو کیونکہ روح کو جسم اور ہڈی نہیں جیسا مجھ میں دیکھتے ہو یہ کہکے انہیں اپنے ہاتھ اور پاؤں دکھائے × × اسنے ان سے کہا تمہارے پاس کچھ کھانیکو ہے تب انہوں نے بھونی ہوئی مچھلی کا ایک ٹکڑا اور شہد کا چھتا اسکو دیا اسنے لیکے انکے سامنے کھایا پھر دیکھو یوحنا ۱۹/۲۰ جہاں سب شاگرد جمع تھے × × یسوع آیا اور بیچ میں کھڑا ہوا اور انہیں کہا تم پر سلام اور یوں کہکے اپنے ہاتھ اور پسلی (زخم والی) کو دکھایا۔ تھوما کی نسبت لکھا ہی کہ اسنے کہا یوحنا ۲۵/۲۰ جب تک میں اسکے ہاتھوں میں کیلوں کے نشان نہ دیکھوں اور کیلوں کے نشانوں میں اپنی انگلی نہ ڈالوں اور اپنے ہاتھ اسکے پہلو میں نہ ڈالوں کبھی یقین نہ کرونگا × × دروازہ بند ہوتے (یعنی خفتن کے وقت) یسوع آیا × × اور تھوما کو کہا اپنی انگلی پاس لا اور میرے ہاتھوں کو دیکھ (ان میں میخوں کے نشان) اور اپنا ہاتھ پاس لا اور اسے میری پہلو میں ڈال پھر دیکھو یوحنا ۱۳/۲۱ یسوع نے آ کے روٹی لی اور انہیں دی اور اسی طرح سے مچھلی دی یہ تیسرا مرتبہ تھا کہ یسوع نے مردوں سے جی اٹھنے کے بعد اپنے

تیئں شاگردونکو دکھایا اب خدا کے لئے اے حضرت اہل اسلام ان تمام واقعات اور چشمدید حالات پر غور کیجئے۔ کہ انہوں نے مسیح کو واقعہ صلیبی کے بعد دیکھا نہ ایکدفعہ بلکہ کئی دفعہ پھر زخموں میں انگلیاں ڈال کر وہ کلام کرتا رہا کھانا کھاتا رہا اقرار بھی کیا کہ میں اوپر اپنے باپ پاس نہیں گیا باپ پاس جانے سے مراد مرنا تھا۔ کیونکہ موت کے بعد روح نیکوں کی علیین میں آسمان پر چلی جاتی ہے کیا یہ سب لوگ پاگل ہو گئے تھے یا انکے دماغ میں قصور تھا یا جھوٹ بولنے پر اتنے دلیر تھے کہ بالکل جھوٹ ایک واقعہ گھڑ لیا ہم تو دیکھتے ہیں وہ خود نہ مانتے تھے بڑی مشکل سے اسکے زندہ رہنے کا اقرار کیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ پہرہ تھا یسوع کا نکلنا محال تھا مگر ہم کہتے ہیں کہ جمعہ کی کیفیت تو آپنے سن لی کہ آندھی گرہن وغیرہ زلزلہ نے عذاب سے کسی کو ہوش نہ تھا۔ اس سے ضرور نقصان ہوا ہوگا۔ پس انکو کہاں ہوش تھا کہ پہرے کا انتظام کرتے پھر سبت کا دن اور عید کا موقعہ۔ اسطرف توجہ دینے کا موقعہ ہی کب ملا تیسرے دن وہ ضرور حفاظت کرتے مگر مسیح تو پو پھٹنے سے پہلے نکل چکا تھا نیز دیکھو متی ۲۸/۲۔ ایک بڑا بھونچال آیا کیونکہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اتر کے آیا ×× اسکا چہرہ بجلی کا تھا اور اسکی پوشاک سفید برف کی سی تھی۔ اور اسکے ڈر سے نگہبان کانپ اٹھے اور مردے سے ہو گئے دیکھئے اگر کوئی نگہبان تھا بھی تو بھونچال اور فرشتے کی پر ہیبت تجلی کے باعث انکے ہوش و حواس باختہ ہو گئے۔ اسی وقت مسیح نکلا یہ انتظام خدا کی طرف سے تھا پھر پڑھو متی ۲۸/۱۲ دیکھو پہرے والوں میں سے کتنوں نے شہر میں آکر سب کچھ جو ہوا تھا سردار کاہنوں سے بیان کیا (یہ اور شہادت مسیح کے قبر سے نکلجانے کی) ××× اور ان پہرے والوں کو بہت روپیے دیئے اور کہا تم کہو رات کو جب ہم سوئے تھے اسکے شاگرد آکے اسے چرا لے گئے اب تو قبر سے نکلنے کا آپکو معلوم ہو گیا لطف یہ ہے کہ پلاطوس نے پھر تفتیش بھی نہ کرائی کہ وہ کہاں چلا گیا یہ بھی ثبوت ہے اس بات کا کہ حاکم اسے صلیب پر مروانا نہیں چاہتا تھا۔ یہ سب کچھ اسلئے ہوا کہ پہلے پیشگوئی ہو چکی تھی (۱) یونس نبی والی تو گزری (۲) لوقا ۲۴/۷ ضرور ہے کہ ابن آدم[۱] گنہ گاروں کے ہاتھ میں حوالہ کیا جائے اور صلیب دیا جائے اور تیسرے دن اٹھے (۳) مرقس ۹/۱ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ ان میں سے جو یہاں کھڑے ہیں بعضے ہیں کہ جب تک خدا کی بادشاہت کو قدرت سے آتی نہ دیکھیں۔ موت کا مزہ نہ چکھینگے یہ پیشگوئی بھی اس بارے میں تھی کہ فی الحال یہودیوں کا غلبہ ہے مگر وہ اپنے تدابیر میں ناکام رہینگے اور صلیب پر جبہ نہ مار سکینگے جیسا کہ قرآن شریف میں ہے وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللّٰهُ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ آل عمران ۶/۵ ۳ (خفیہ تدبیریں کیں۔ انھوں نے اور خفیہ تدبیر کی اللہ نے اور اللہ سب سے بڑھکر ایسی تدابیر کرنے والا ہے)۔

واضح ہو کہ مسیح نے اپنے آنے کی نسبت دو پیشگوئیاں کی ہیں ایک تو آخر زمانے میں جسکا بیان آئندہ آئے گا۔ اور ایک صلیب سے بچکر پھر شاگردوں کو ملنے کا یہ اس اخیر واقعہ کی نسبت پیشگوئی سے بعض نے دونوں کو ملا دیا اور پھر مختلفات کرنے پڑے کیونکہ مسیح ان حواریوں کے زندہ رہنے تک ش آیا۔ اور یہ جو کہتے ہیں ایک حواری زندہ ہے یہ غلط فہمی ہے مسلمانوں میں بھی یہ قصہ نومسلم عیسائیوں کے ذریعہ پھیلا ہوگا دیکھو یوحنا ۲۱/۲۲ یسوع نے اسے کہا اگر میں چاہوں کہ جب تک میں آؤں

[۱] حضرت عیسیٰ اپنے تئیں اکثر بلکہ ہمیشہ ابن آدم کہتے یہ لفظ ابن اللہ کہنے والوں پر حجت ہے ۱۲

وہ یہیں ٹھہرے تو تجھ کو کیا × × تب بھائیوں میں یہ بات مشہور ہوئی کہ وہ شاگرد نہ مریگا لیکن یسوع نے اسے نہیں کہا کہ وہ نہ مریگا مگر یہ کہا کہ اگر میں چاہوں کہ میرے آنے تک ٹھہرے تو تجھ کو کیا اور یہ آنا بھی کوئی دوبارہ بروزی رنگ میں آنا نہیں بلکہ آپ ہفتہ عشرہ جو شاگردوں سے ملتے رہے اسکا ذکر مراد ہوگی

(۴) متی ۲۳ باب ۳۵ تاکہ سب راستبازوں کا خون جو زمین پر بہایا گیا تم پر آوے ہابیل راستباز کے خون سے برخیاہ کے بیٹے ذکریا کے خون تک اس سے صاف ظاہر ہے کہ نبیوں کے خون کا سلسلہ ذکریا پر ختم ہو گیا اور اپنا ذکر نہیں کیا یہ اسلئے کہ سلسلہ کا اول اور اخیر کبھی مقتول نہیں ہوتا کیونکہ اس طرح پھر اسکے جھوٹا ہونے پر دلیل ٹھہرتی ہے۔

(۵) متی ۲۷ باب ۵۲ اور قبریں کھل گئیں اور بہت لاشیں جو پاک لوگوں کی تھیں جو آرام میں تھیں یہ ایک کشف تھا جسکی تعبیر تعطیر الانام میں پڑھئے کہ کوئی اپنی قید سے رہائی پائیگا کیا معنے مسیح یہودیوں کے ہاتھ سے چھوٹ جائینگے اور صلیب پر نہ مرینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ وہ تیسرے دن اٹھکر گلیل میں چلے گئے متی ۲۸ باب دیکھو وہ تمہارے آگے جلیل کو جاتا ہے وہاں تم اسکو دیکھو گے۔ اسقدر شہادتیں دیکھکر ہر ایک مسلمان یہ کہیگا کہ ابتدائی موت تھی مگر میں کہتا ہوں کیا تمہیں معلوم نہیں کہ انسان مرتے ہی بہشت میں چلا جاتا ہے اور پھر اس سے ہرگز نہیں نکلتا۔ پھر اسی بہشت کی نسبت کتاب مجید میں آیا ہے لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی (اس بہشت میں پہلی موت کے سوا کوئی موت نہ چکھینگے) الدخان ۳۶ (۶) تو اب تم کیا کہتے ہو کہ مسیح پر دو موتیں آئیں حالانکہ اسی آیت کی بنا پر حضرت ابوبکر رض نے نبی کریم کی وفات کے موقعہ پر فرمایا تھا خدا تجھ پر دو موتیں جمع نہ کریگا۔

پس یہ ابتلائی یا حکمی موت کے لفظ چھوڑ دو اور صاف اقرار کرلو کہ وہ غش سکتہ تھا پھر گھبرا کر کہتے ہیں کہ ہم انجیل کا اعتبار نہیں کرتے کیوں؟ کیا تمنے قرآن مجید میں فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ الانبیاء ۱۷ - اگر تمہیں معلوم نہ ہو تو اہل کتاب سے پوچھ لو نہیں پڑھا پھر حدیث میں نہیں دیکھا وَحَدِّثُوْا عَنْ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ وَلَا حَرَجَ (رواہ البخاری) اور بنی اسرائیل سے بیشک روایت کرو کوئی مضائقہ نہیں پھر دوسری روایت میں ہے وَلَا تُکَذِّبُوْا (انہیں جھٹلاؤ نہیں) پس تم کس منہ سے جھٹلاتے ہو خاصکر اس صورت میں جبکہ قرآن مجید اس واقعہ کی تصدیق کر رہا ہو دیکھو وَاَنْزَلْنَا اِلَیْكَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ مِنَ الْکِتٰبِ وَمُهَیْمِنًا عَلَیْهِ المائدہ ۷ (۱۴) ہمنے اتاری تیری طرف کتاب ضرورت حقہ کے موقعہ کے حق کے ساتھ تصدیق کرنے والی انکی جو پہلے سے موجود ہیں اور یہ اسپر محافظ ہے گویا قرآن مجید ایک کسوٹی ہے جس سے ہم تورات وانجیل کے قصوں کی صحت کو پرکھ سکتے ہیں جیسے ہی فرمایا مهیمنا علیه اور فیها کتب قیمة (البینة) اس میں تمام محکم کتابیں ہیں اور انه لفی زبر الاولین (یہ قرآن پہلی کتابوں میں بھی ہے) پھر ارشاد فرمایا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ....

سلہ نیکودیمس کی انجیل مطبوعہ لنڈن باب ۱۰ میں لکھا ہے کہ رومی کے سپاہیوں نے یہودیوں کو کہا یوسف کا پتہ دو یہودیوں نے کہا تم ہم کو یسوع کو دیدو سپاہیوں نے جواب دیا وہ گلیل میں ہے۔

وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ (اے ایمان والو! ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور اس کتاب پر جو اسنے اپنے رسول پر اتاری اور ان کتابوں پر جو پہلے اتاریں النساء ع ۲۰) اور مومنوں کی صفت فرمائی کہ وَالْمُؤْمِنُوْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ النساء ع ۲۳ (اور مومنین ایمان لاتے ہیں اسپر جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اسپر) اب یہ اچھا ایمان ہو کہ انجیل و توریت کا نام سنتے ہی بدک جائیں اور لاحول پڑھنے لگیں خواہ وہ قرآن مجید سے بالکل مطابق ہو گیا وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ آل عمران ع ۱ - اور اتاری توریت و انجیل اس سے پہلے ہدایت واسطے لوگوں کے اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ اور اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى وَّنُوْرٌ المائدہ ع ۷ تم لوگ بھول گئے۔ ٹھیک ہے کہ بعض جگہ سے توریت و انجیل ترجمہ در ترجمہ ہو کر محرف ہو چکی ہے مگر اس سے یہ مراد نہیں کہ بالکل ناقابل اعتبار ہو چکی کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ نبی کریم صلعم کے زمانے میں جو توریت و انجیل تھی اس میں حکم اللہ کا اور پیشگوئی نبی کریم کی موجود تھی وَعِنْدَهُمُ التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ المائدہ ع ۷ (اور انکے پاس جو توریت موجود ہے اس میں اللہ کا حکم ہے) يَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ (وہ امی نبی جسے توریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں اعراف ع ۱۹) اسی بنا پر فرمایا يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ المائدہ ع ۱۰ (اے اہل کتاب تم کو کچھ حاصل نہیں جب تک توریت و انجیل کو قائم نہ کرو) یہی توریت و انجیل تھی جس کی نسبت حکم ہوا وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ المائدہ ع ۷ (اہل الانجیل جو کچھ اس میں اللہ نے اتارا حکم کریں) اور یہی توریت و انجیل تھی جس کی نسبت فرمایا وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ البقرہ ع ۵ (اور ایمان لاؤ جو کچھ میں نے نازل کیا تصدیق کرنے والا اسکی جو تمہارے پاس ہے) مَعَكُمْ کے لفظ پر غور کرو۔ تحریف کی نسبت يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ النساء ع ۷ "کلموں کو انکے موضوع سے بدلتے ہیں" نازل ہوا ہے جس سے مراد زیادہ تر معنوں کا بدلانا ہے کیونکہ الکلمۃ وضع لمعنی کے مطابق کلمہ کا موضوع معنے ہے۔ لفظی تحریف بھی اب تو پائی جاتی ہو مگر باایں ہمہ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم صلعم سے پہلے کے نسخے اب کے موجودہ نسخوں سے بہت کچھ ملتے ہیں ایسی معنوی تحریف کی مثال سنیئے کہ متی ۲۳ ۹ میں صاف لکھا ہے کہ تمہارا ایک ہی باپ ہے جو آسمان پر ہے۔ اور پھر متی ۱۹ ۱۷ اس نے اسے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے نیک کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا باوجود اس تعلیم و توحید اور اپنے اقرار عبودیت عنیک بالفضل باری تعالیٰ نہ ہونے کے وہ تثلیث کے قائل ہیں بیٹے کا لفظ جو آیا ہے۔ وہ تو ایک محاورہ تھا جو اگلی کتابوں میں ہم عباد الرحمن کی بجائے دیکھتے ہیں اس میں مسیح کی کوئی تخصیص نہیں ہاں یہ ٹھیک ہے کہ یہودیوں کے احبار نے اپنے تئیں غیر معمولی طور پر خدا کا بیٹا سمجھ لیا تھا جسپر انکو ڈانٹ بتائی گئی وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ المائدہ ع ۳ (اور یہود و نصاریٰ کہتے ہیں ہم اللہ کے بیٹے اور اسکے دوست ہیں کہ پھر تمہیں گناہوں کے سبب عذاب کیوں ہوتا رہتا ہے مطلب یہ کہ خدا کے حبیب ہو تو پھر گناہ کیکے مستوجب سزا کیوں ٹھہرو۔ اسی طرح مسیح کی نسبت غلو کیا گیا جس کی قرآن مجید

تردید فرمائی گئی ورنہ کلمۃ اللہ روح القدس اور ابن اللہ کے لفظ قرآن مجید میں بھی موجود ہیں۔ مگر انہیں عیسائیوں کی طرح گڈمڈ نہیں کر دیا گیا۔ بلکہ اپنے اپنے موقعہ پر سب کو رکھا ہے اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ اَلْقٰهَا اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ النساء ۲۳ع (مسیح عیسے ابن مریم اللہ کا رسول ہے اور اسکا کلمہ جو مریم کی طرف ڈالا اور اسکی مخلوق روح) اب شاید کوئی یہ کہے کہ پھر انجیلوں میں آسمان پر جانا بھی لکھا ہے۔ وہ بھی تسلیم کرلو سو واضح ہو کہ صرف ایک وہ تذکرہ نویس نے اس کا مختصر ذکر کیا ہے کہ کوئی عینی شہادت پیش نہیں کی یعنی جس طرح واقعہ صلیب کے بعد اسکو کئی لوگوں نے زندہ دیکھا ویسا آسمان پر چڑھتے کسی نے نہیں دیکھا اور سما پر جانیسے مراد مطلق بلندی بھی ہے اور چونکہ آپ کشمیر کے پہاڑوں کی طرف چلے آئے۔ وہ نسبتاً اس ملک سے بہت اونچے ہیں اسلئے اسکا یہ کہنا بھی درست ہو سکتا ہے۔

نیز آسمان پر جانیکے متعلق انجیل کے استعارات کا محاورہ ہونا چاہیئے دیکھو یوحنا ۱۳/۳ اور کوئی آسمان پر نہیں گیا سوا اس شخص کے جو آسمان پر سے اترا۔ اب خیال فرمایئے کیا مسیح آسمان سے اترا تھا۔ کیا وہ مریم کے پیٹ سے زمین پر پیدا نہیں ہوا؟ پس آسمان پر جانے سے مراد بھی خدا کا تقرب حاصل کرنا ہے اور پھر دیکھو یوحنا ۱۲/۳۲۔ اور میں جو ہوں اگر زمین سے اوپر اٹھایا جاؤں تو سب کو اپنے پاس کھینچونگا۔ اب اگر زمین سے اوپر اٹھنے سے مراد بجسدہٖ آسمان پر جانا ہے۔ تو ضرور ہے کہ سب مرید بھی آسمان پر اٹھائے جائیں حالانکہ ایسا نہیں ہوا پس یہاں بھی مرفوع الی اللہ ہونا مراد ہے نیز آسمان پر اٹھایا جانا تو قرآنی آیات کے صریح مخالف ہے کیونکہ ساٹھ آیتوں اور بہت سی صحیح حدیثوں سے مسیح کی وفات ثابت ہے پس ہم اسے کیسے تسلیم کر سکتے ہیں اور صلیب پر چڑھائے جانیکا ثبوت تو قرآن مجید میں بھی موجود ہے اور قومی تواتر سے اسکی تصدیق ہوتی ہے دیکھئے وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ النساء ۲۲ع۔ اور نہیں قتل کیا اور نہیں صلیب پر مارا اسکو لیکن شبہ ڈالا گیا انکے واسطے یا وہ مسیح صلیب پر قتل کئے گئے کی مانند[۵۲] بنایا گیا۔

مَا قَتَلُوْهُ اسلئے فرمایا کہ یہودیوں کے نزدیک جھوٹے نبی کا نشان تھا کہ وہ قتل کیا جائے دیکھو استثنا ۱۸/۲۰ لیکن وہ نبی جو ایسی گستاخی کرے کہ کوئی بات میرے نام سے کہے جسکو کہنے کا میں نے اسے حکم نہیں دیا۔ یا اور معبودوں کے نام سے کہے تو وہ نبی قتل کیا جائے اور احبار ۲۴/۱۶ میں مذکور ہے کہ ملحد مجرم کفر بولنے والے کو رجم کیا جائے سو اسی بنا پر یہودیوں نے ایسا کیا تا کہ دنیا پر معاذ اللہ اسکا ملحد کافر اور ملعون ہونا ثابت ہو اور اسی لئے فخر سے کہتے اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ہمنے قتل کر دیا مسیح کو عیسے بیٹے مریم کے) کو جو رسول اللہ بنتا تھا خدا تعالے نے اپنے رسول صلعم کی معرفت

---

[۵۱] اسکی پیدائش خدا کے حکم سے ہوئی ہے تمام موجودات درحقیقت کلمات اللہ ہیں اور کلمات ربی ہی باذن ربی لباس روح کا پہن لیتے ہیں نیز چونکہ ارواح طیبہ فنافی اللہ ہونے کی حالت میں اپنے تمام قوی چھوڑ دیتے ہیں اسلئے وہ کلمۃ اللہ ہی ہوتے ہیں

[۵۲] شُبِّهَ ماضی مجہول تشبیہ مصدر جس کے معنی ہیں ایک چیز کو دوسرے کی مانند بنانا اس میں ایک ضمیر ہے جو پھر پہلے طرف مسیح کی جسکا ذکر پہلی آیات میں ہے پس معنے وہ مسیح مانند بنایا گیا مقتول و مصلوب کی یعنی عیسے مقتول یا مصلوب معلوم ہوتے تھے فی الحقیقت مقتول نہ تھے ۱۲

اصل حقیقت کہولی کہ تم اسے مقتول بالصلیب نہیں کرسکے ہاں بہ سبب غشی و بیہوشی کے وہ مقتول بالصلیب کی مانند ہوگیا تہا اور تم خود ہی ان واقعات کو پیش نظر کرو جو مسیح کے قبر سے نکل جانے اور اسکی لاش نہ رہنے کے متعلق پیش آئے تو تم کو کچھ یقین نہیں صرف فضول گوئی کے طور پر انا کہتے ہو وَاِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ ۭ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ اور جو لوگ اس واقعہ صلیب میں اختلاف کرتے ہیں اسکی نسبت شک میں پڑے ہیں انہیں کوئی یقینی علم نہیں صرف ظن کے پیچھے لگے ہیں۔

ما صلبوہ سے صلیب پر چڑھانے کی نفی نہیں ثابت ہوتی کیونکہ مصلوب اسی کو کہتے ہیں جس کی موت صلیب پر واقع ہوگئی ہو اور اسکی ہڈی توڑی جائے۔ دیکھو جہاں لَاُصَلِّبَنَّكُمْ فِیْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (میں تمہیں کہجور کے تنوں پر صلیب دونگا) تو کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ صرف چڑھا دونگا ایسا ہی اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَیَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْٓا اَوْ یُصَلَّبُوْٓا المائدہ جو لوگ اللہ اور اسکے رسول سے لڑتے اور ملک میں فساد پھیلاتے ہیں انکی سزا یہ ہے کہ قتل کئے جائیں اور صلیب پر مارے جائیں یُصَلَّبُوْٓا کے معنے اگر صرف صلیب پر چڑھانا ہونگے تو لازم آئیگا کہ رہزن ڈاکو وغیرہ کو صرف صلیب پر چڑھا کر اتار لینا بھی جائز ہو۔

اَمَّا الْاٰخَرُ فَیُصْلَبُ (اور دوسرا صلیب پر مارا جائیگا) فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ (اور پرندے اسکے سر سے نوچ نوچ کر کھائینگے) یوسف ۱۳- کیا یہاں بھی صلیب سے مراد صرف صلیب پر چڑھا دینا ہی ہے ہرگز نہیں پہر تاکل الطیر کیونکر ٹھیک ہوگا نیز ما صلبوہ سے اگر صلیب پر چڑھانے کی نفی کا وہم ہوتا بھی ہے تو لٰکن اس وہم کا استدراک کر رہا ہی کیونکہ لٰکن مجرد افادہ الاستدراک قاموس میں آیا ہی کہ صلیب نہیں دیا گیا اس سے یہ نہ سمجھو کہ صلیب پر لٹکایا بھی نہیں گیا پہر ایک اور قرینہ صلیب پر چڑھانے کی نیت ہے وہ یہ کہ اس سے آگے وما قتلوہ یقینا لگا ہوا ہی جس سے صاف ثابت ہے کہ کلام الٰہی میں قتل بالصلیب کی نفی مقصود ہے نہ کہ صلیب پر چڑھایا جانے کی۔ ورنہ یہاں ما صلبوہ یقینا ہوتا اور اسکے معنے جب آپ کے خیال کے موافق نہ ہوتے کہ صلیب پر چڑھایا نہیں گیا تو قتل بالصلیب کی نفی خود بخود ہوجاتی کیونکہ جب سرے سے صلیب پر چڑھایا نہیں تو پہر مقتول بالصلیب ہونا کیسا مگر یہاں چونکہ ما قتلوہ یقینا ہے اسلئے اس سے یہی ثابت ہوا کہ وما صلبوہ پہلے جملے ما قتلوہ کی تفسیر واقع ہوا ہے یعنی ما قتلوہ صلبا (اس کی صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی) اور یہودیوں کا دعوٰے بھی یہی تہا کہ ہم نے اسے صلیب پر قتل کردیا اور دنیا پر (معاذ اللہ) اسکا ملعون ہونا ثابت کیا کیونکہ روایت کے مطابق جو صلیب پر مارا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ انکے اس قول کی بڑے زور سے تردید کی گئی یہ اسلئے کہ خدا کے سچے رسول کی اس سے ہتک ہوتی تھی ایذا چونکہ ہر ایک نبی کو پہنچتی ہی ہے اسلئے صرف ایذا دہی یہودیوں کی لعنت کا موجب نہ ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ قولہم انا قتلنا آیا ہی نہ کہ دیصلبہم اور نیز صلبہم جمع آتا۔ کہ صلیب کے معنے صلیب پر چڑھانا ہوتے جب اُن کے معنے ہی صلیب پر مارنے کے ہیں تو پہر صلبہم کیوں آتا۔ کیونکہ

.... یہودیوں

.... نے عیسیٰ کو صلیب پر مارا نہیں۔ صرف چڑھایا تھا۔

پھر کہتے ہیں کہ صلیب پر چڑھانا مسیح کی بے عزتی کا موجب ہے لاحول و لاقوۃ خدا جانے یہ کیسے لوگ ہیں یوسف علیہ السلام کے جیلخانہ میں قید رہنے۔ ابراہیم علیہ السلام کے آگ میں ڈالا جانے ہمارے نبی کریم صلعم کے غار میں تین روز پوشیدہ رہنے[۱] ۔ دندان مبارک شہید ہونے۔ طائف والوں کی طرف سے ناشائستہ حرکات (مثل پتھر پھینکنے کے جس سے ساق مبارک زخمی ہوگئی) کے ظہور سے تو بے عزتی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام کی بے عزتی ہوگئی افسوس ہے آپ لوگوں کی حمیت و غیرت پر کہ ایک فعل سے مسیح کی بے عزتی ہو اور اس سے زیادہ ایذادہ فعل کے ساتھ نبی کریم صلعم کی بے عزتی نہ ہو۔ کیا تم لوگ وَالسَّلَامُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ أَمُوتُ وَيَوْمَ أُبْعَثُ حَيًّا (مریم) (سلامتی مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مرونگا اور جس دن قیامت کے دن زندہ اٹھونگا) کو پیش کرتے ہو سو یہ تو ایک پیشگوئی ہے جو اپنے وقت پر پوری ہوئی اور مطہرک کے بیان میں اسکا ذکر آئیگا فی الحال ہم یہ پوچھتے ہیں کہ اگر صلیب پر موت آ جاتی تو بیشک یوم اموت کے برخلاف ہوتا۔ اب جبکہ صلیب سے بچ نکلے اور آپ کشمیر میں جاکر فوت ہوئے تو مرنے کے دن کی سلامتی میں کیا نقص لازم آیا۔ نیز وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ) (اللہ تجھ کو لوگوں سے بچائیگا) ہمارے نبی کریم صلعم پر نازل ہوا پھر باوجود اسکے کفار نے ایذادہی میں کچھ کسر نہ رکھی اور آپ نے فرمایا میں سب نبیوں سے زیادہ ستایا گیا ہوں تو کیا اگر عیسیٰ کے لئے سلامتی کا لفظ آگیا تو اس سے یہ مراد ہونی چاہیئے آپ کو کوئی ایذا ہی نہ پہنچے۔ یہ عجیب بات ہے اور حیرت انگیز بلکہ ایک مسلمان کے لئے قابل شرم۔ کیونکہ عیسائی جو عیسیٰ علیہ السلام کو نبی نہیں بلکہ خدا کا بیٹا اور خدا سمجھتے ہیں وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ مسیح کو یہودیوں نے کوڑوں سے مارا کانٹوں کا تاج پہنایا صلیب پر چڑھایا۔ جب اس بات نے انکی خدائی میں کوئی نقص نہ ڈالا تو نبوت میں کیا ضعف لازم آسکتا ہے پھر سلامتی کے لفظ میں یہ اشارہ پڑا ہوا ہے۔ کہ آپ پر ولادت و موت میں کوئی نہ کوئی آفت آئیگی ورنہ اسلام کی پیشگوئی کی ضرورت ہی کیا تھی؟ جیسے ان کی ماں کو صدیقہ یوسف کو صدیق اور خود ان کو روح منہ کہنے میں یہ اشارہ ہے کہ لوگوں کی طرف انکے صدق اور روح منہ ہونے میں اعتراض ہے ایسا ہی یہاں سلام کے لانے سے یہ مطلب ہے کہ ان کی ولادت و موت و قیامت میں کوئی نہ کوئی فتنہ ہے جسکا اندفاع بلفظ سلام کیا گیا پھر ہم سے کہا جاتا ہے کہ یہ عقیدہ نصاری سے ملتا ہے نہ یہودیوں سے نہ عام محمدیوں سے۔

حضرات یہی تو معنے ہیں وَابْتَغِ بَيْنَ ذَٰلِكَ سَبِيلًا (بین بین رستہ اختیار کر) اور وَكَذَٰلِكَ . . .

---

۱ جیسا عیسیٰ کے لئے مَکَرُوْا وَمَکَرَ اللّٰہُ الخ آیا ہے ایسا ہی نبی کریم صلعم کے غار والے واقعہ کا [illegible] اسمیں فرمایا ہے وَیَمْکُرُوْنَ وَیَمْکُرُ اللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمَاکِرِیْنَ۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہاں تو اللہ کا [illegible] غار میں بچائے اور وہاں عیسیٰ کے وقت آسمان پر ہی لے جانا پڑے کیا ہمارے نبی سے انکی زیادہ قدر ہے [illegible] بعد سنہ ۵۲ بہ زبریہ ایک پیشگوئی تھی کہ صلیب پر موت واقع نہ ہوگی بلکہ قریب المرگ ہو کر بچ رہینگے لوگوں میں مشہور ہوگا [illegible] مر گئے مگر ہوگی انپر سلامتی یعنی آپکی موت کسی بشر کے ہاتھ سے واقع نہ ہوگی بلکہ طبعی موت پس واقعہ صلیب جو [illegible] آنا تھا اسکی نسبت پہلے ہی سے فرمادیا کہ خبردار کوئی یہ نہ سمجھے کہ انپر کچھ واقعہ ہو گئی۔ موت تو انکو سلامتی [illegible]

[illegible] علیہ آتی ہے ۱۲

جَعَلْنٰکُمْ اُمَّةً وَّسَطًا بقرہ ۲ (ایسا ہی ہمنے بنایا تمہیں امت میانہ رو) کے بھلا ہم نصاریٰ کی تائید کیوں کریں جبکہ وہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صلیب پر چڑہکر ہمارے لئے کفارہ ہوا زید کا سر درد بکر کے سر پھوڑ لینے سے کبھی نہیں جاتا رہا اور کہ صلیب پر اسکی موت واقعہ ہو گئی یہ برخلاف ہے۔ وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ آل عمران ۴ع (دنیا اور آخرت میں عزت دار اور مقربوں سے) حالانکہ توریت کے مطابق صلیب پر مقتول ملعون ہے پھر موت کے بعد زندہ ہونا صریح آیات قرآنی کے مخالف جنکا ذکر ہو چکا مثل وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ وغیر ذلک کے اور یہودیوں کا قول بھی کیونکر مانیں کہ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا صریحًا قرآن میں آچکا اور نبی کریم صلعم کی طرف یہ قول منسوب کیا گیا ہے اِنَّ عِيْسٰى لَمْ يَمُتْ وَاِنَّهٗ رَاجِعٌ اِلَيْكُمْ چونکہ اسکے مخاطب یہود ہیں اور فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ وغیرہ میں موت مسیح اور عدم نزول قطعی طور سے ثابت ہو چکے ہیں پس ان قراین سے اس قول کے صحیح معنے یہی ہونگے کہ عیسے صلیب پر نہیں مرے یہودی صلیب پر موت کے وقوع کے قائل تھے اور وہ تمہاری طرف لوٹکر آنے والے ہیں مگر بروزی رنگ میں اور بروز میں آنے کا ثبوت یہ ہے کہ الیکم میں کم یعنی تم اے یہود سے مراد بھی بروزی یہودی -- -- -- -- -- -- -- -- یعنی ان مخاطب یہودیوں کی اولاد ہے جس میں اپنے باپ دادا کے خصائل ہونگے اگر ایسا نہ سمجھا جائے تو پھر نبی کریم صلعم کے قول کی تکذیب لازم آئے گی کیا ان یہودیوں میں تو بالاتفاق مسیح نہ اترے تھے۔

باقی رہے محمدی سو انکا عقیدہ تو وہی ہے جو ہمارا ہے۔ ہاں بعض نادانوں نے نومسلم یہودی و عیسائی راویان سے متاثر ہو کر انکے بین بین ایک انوکھا افسانہ گھڑ لیا ہے کہ آپ صلیب سے پہلے اس جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے جسکا کوئی ثبوت نہیں صلیب کے واقعہ سے انکار قومی تواتر کو نہ ماننا ہے اور یہ ایسا مشہور واقعہ ہے کہ نہ یہودیوں کو اس سے انکار نہ عیسائیوں کو جائے فرار نہ مسلمانوں کے لئے جائے قرار چنانچہ اسی وجہ سے ان نادانوں کو یہ ماننا پڑا کہ واقعی جو صلیب پر دیا گیا تھا۔ وہ مسیح کی شکل کا تھا۔ یہاں تک کہ ان میں ذرا بھی فرق نہ تھا اب خود ہی خیال فرمایئے کہ حقیقت میں کوئی اور ہے اس بات کی کسی کو کیا خبر دنیا نے تو ظاہر پر حکم دینا ہے۔ - - - - - - - یہودیوں نے مسیح کو صلیب پر دیکر اسے ملعون ثابت کرنا چاہا اب جبکہ انہوں نے دیکھا کہ صلیب پر ایک شخص کی موت واقعہ ہو گئی جو مسیح کے چہرے مہرے کا ہے تو فرمایئے اگر وہ اسے سچا نبی نہ سمجھیں تو اس میں انکا کیا قصور کیونکہ انکی کتابوں میں تو صاف لکھا ہے کہ جو صلیب پر دیا جائے وہ ملعون ہے اگر مسیح سچا نبی تھا تو ضروری تھا کہ انکی موت[ل] صلیب پر واقعہ نہ ہوتی خواہ کسی اور طریق سے ہو جاتی کیا خدا نے یہودیوں کو دہوکے میں ڈالا اور گمراہ کرنا چاہا[*] یہ اسکی شان تقدس حکمت سے بہت بعید ہے پھر صلیب سے پہلے رفع ہو چکا تھا تو کسی دوسرے پر شبہ ڈالنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟[*] یہودی جب زندان میں کسی کو نہ پاتے تو خود ہی شرمندہ ہو جاتے۔ بلکہ میرے خیال میں تو رفع آسمانی سب یہودیوں کے سامنے

ل مومنین ساحرین کی مثال پیش کیجاتی ہے مگر ہمارا کلام تو نبی کے بارے میں ہے نیز انکا صلیب پر مارا جانا قرآن میں مذکور نہیں

* دیکھو تفسیر کبیر فلقوم اعتقد وا فیہ انہ عیسے ثم انہ ما کان عیسی فہذا کان لہم القاء فی الجہل و التلبیس وہذا لا یلیق بحکمۃ اللہ تعر * دیکھو تفسیر کبیر فما الفائدۃ فی القاء شبہہ علی غیرہ

ہونا چاہیئے تھا تاکہ اثر خدا کی قدرت اور مسیح کے غیر معمولی جلال کا اظہار ہوتا اور انکی گردنیں جھکجاتیں پھر سرا سوال ہی کہ کیا زمین پر محفوظ رکھنے کی خدا میں قدرت نہ تھی جو اسے آسمانپر اٹھالیا۔ کیا اس نے کفار سے سرورکائنات علیہ التحیات کو غار میں محفوظ نہیں رکھا کیا اسنے اپنے صادق باوفا بندے ابراہیم علیہ السلام کو آگ سے زمین پر نہیں بچایا کیا اسنے موسیٰ علیہ السلام کو فرعونیوں کی شر سے اسی زمین پر نہیں بچائے رکھا؟ تو اب کیا اسی طرح عیسے علیہ السلام کے زمین پر بچانے میں قادر نہ تھا[1]۔ قادر تو ضرور تھا مگر تم لوگ خواہ نخواہ اٹکل کے تکے اڑانا چاہتے ہو اور یہی کہتے ہو کیا تم خدا کو قادر نہیں مانتے ہم بھی یہی سوال کرتے ہیں کیا تم زمین ہی بچا لینے پر قادر نہیں سمجھتے پھر بتلانا چاہیئے تھا کہ وہ شخص تھا کون[2]؟ جسپر مسیح ع کی شبیہ ڈالی گئی آخر وہ بھی کسی ماں باپ ہی کا بچہ تھا یا نہیں اگر یہودی تھا تو کیوں نہیں چیخا چلایا اسکے اہل و عیال ماں باپ آخر ان میں سے کوئی زندہ تھا یا نہیں انہیں کو پکارتا دیکھو بےناحق میں سولی پر دیا جا رہا ہوں۔ مجھے اتار لو مسیح تو آسمانپر جاچکا اسکے گھر والے ہی کہتے کہ دیکھو ہمارے عزیز کو یگناہ مارو اصل شکار تو جاچکا اب بیٹھے دست تاسف ملو پھر سچ کہنا کیا تمہارا ضمیر یہ بات قبول کرتا ہو کہ ایک برگزیدہ نبی کی شبیہ ایک کافر پر ڈالی جائے کیا حیہاً فی الدنیا کے برخلاف نہیں تو پھر دنیا میں دنیا کی ظاہری آنکھ کے رو سے انکو کیا عزت ہوئی پھر اگر وہ عیسائی تھا تو بھی اسکا پتہ دینا چاہیئے ایک مومن ناکردہ گناہ کا صلیب پر خدا کے حکم سے مارا جانا کیا یہ قرین انصاف ہے؟ کیونکہ اگر یہودی زبردستی اسے پکڑتے تو پھر کچھ بات تھی یہاں تو خود خدا نے مسیح کی تشبیہ اسپر ڈالی مسیح کی بجائے صلیب پر قتل ہو کر ملعون ٹھہرے (حسب تحریر توریت) کس گناہ پر یہی کہ اسنے خدا کی مامور کی تائید کی اس گناہ پر جھوٹ مارا۔ کہ گنہگار نہ تھا پھر جبکہ عیسے علیہ السلام نے کہا تھا مَنْ اَنْصَارِیْ اِلَی اللّٰہِ تو یہ نہیں کہا کون ہو جسپر میری شبیہ ڈالی جائے حواریوں میں سے بھی سب نے کہا نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰہِ ایک نہیں بولا کہ مجھ پر شبیہ ڈالی جائے پھر جب شُبِّہَ کے معنے ہیں مانند بنایا گیا تو سوال یہ ہے کون؟ وہی جس کا ذکر اس سے پہلے ہے یعنی مسیح نہ کہ وہ جس کا ذکر ہی نہیں کس چیز کی مانند بنایا گیا مقتول بالصلیب کی پھر امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں کہ نصاریٰ جو مغرب و مشرق میں پھیلے ہوئے ہیں اِنَّھُمْ شَاھَدُوْا مَقْتُوْلًا مَصْلُوْبًا فَلَوْ نُکِرَنَا ذٰلِکَ کَانَ طَعْنًا فِیْمَا ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ (انہوں نے مقتول مصلوب دیکھا اگر ہم اسکا انکار کریں تو جو چیز تواتر سے ثابت ہو اس میں بھی طعن کی گنجائش رہیگی اور پھر یہ طعن نبوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور نبوت عیسیٰ بَلْ وُجُوْدُ ھُمَا وَ وُجُوْدُ سَائِرِ الْاَنْبِیَاءِ بلکہ ان دونوں کے وجود اور تمام انبیاء کے وجود میں شک ہوگا کیونکہ یہ بھی تواتر سے ثابت ہے پھر اس سے آگے لکھا ہے اِنَّہٗ ثَبَتَ بِالتَّوَاتُرِ اَنَّ الْمَصْلُوْبَ بَقِیَ حَیًّا زَمَانًا طَوِیْلًا۔ کہ یہ بھی تواتر سے ثابت ہے کہ وہ جسے مصلوب کہتے ہیں طویل زمانہ زندہ رہا) تو لَمْ یَکُنْ ذٰلِکَ

---

[1] كَفَفْتُ عَنْكَ بنی اسرائیل سے مراد صرف کف عن القتل ہو ایذا سے روک مراد نہیں کیونکہ یہ سب نبیوں کو پہنچی ۱۲

[2] تفسیر جمل میں تو لکھا ہے کہ ابو حیان نے کہا لَمْ نَعْلَمْ كَيْفِيَّةَ الْقَتْلِ وَ لَا مَنْ اُلْقِيَ عَلَيْهِ الشَّبَهُ وَلَمْ يَصِحَّ بِذٰلِكَ حَدِيْثٌ ہم قتل کی کیفیت نہیں اور نہ جسپر شبیہ ڈالی گئی اور نہ یہ بات کسی حدیث سے ثابت ہے ۱۲

عیسٰی بل کان غیرہ لاظھر الجزع (اگر وہ عیسٰے نہ تہا بلکہ کوئی اور تو فریاد کرتا) پھر شبیہ ڈالنے کے بارے میں فرمایا کہ لو جوزنا القاء شبہ علی الانسان اخر لزم السفسطۃ (اگر ہم ایک انسان کی شبیہ کو دوسرے پر ڈالی جانے کو جائز رکھیں تو سفسطہ لازم آئیگا حینئذ یرتفع الامان عن المحسوسات (اسوقت محسوسات سے امان اُٹھ جائیگی) ایسا ہی لازم آئیگا کہ صحابہ نے جو محمد صلعم کو دیکھا تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہوں کیونکہ جائز ہے لاحتمال انہ القی الشبہ علی غیرہ (کہ کوئی اور شخص انکا شبیہ بنگیا ہو) پھر شرائع کا کچھ اعتبار نہ رہیگا،

اب تو آپنے انّی متوفّیک کے معنے سمجھ لئے کہ انی کو مقدم کیوں کیا اور یوں کس لئے فرمایا؟ پھر بعد اسکے رافعک الیّ کیوں آیا جواب سن! اسی لیئے کہ خدانے اپنے بندے عیسٰے کو تسلی دی کہ میں تجھے طبعی موت سے مارونگا یہ صلیب پر نہ مار سکینگے اور صلیب پر مارنے سے جو مقصود ہے یعنی ملعون بنانا وہ بھی حاصل نہ ہوگا بلکہ تجھے اپنی طرف مرفوع کرونگا جیساکہ اور انبیاؑ مرفوع ہوئے بعض لوگ کہتے ہیں کہ متوفّیک کے معنے اٹھانے کے ہیں۔ اگر یہی معنے ہیں تو پھر رافعک کے لانے کی کیا ضرورت تہی۔ کیا کلام الٰہی لغو ہے؟ متوفّیک کے معنے تو حضرت ابن عباسؓ (کہ ان ابن عباسؓ جسکی نسبت رسول الناس نے دعا فرمائی اللہم فقہ فی الدین وعلمہ التاویل [1] اے اللہ! اسکو دین میں سمجھ اور قرآن کا علم عطا کر) سے بخاری میں منقول ہیں۔ وقال ابن عباس متوفّیک ممیتک (ابن عباس نے کہا متوفیک کے معنے موت دینے والا ہوں تجھیں) اسکی کوئی تردید نہیں کی جس سے ثابت ہوا کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے جن کی کتاب اصح الکتب بعد کتاب اللہ مشہور و معروف ہے بعض لوگ انکی تفسیر کے بعض مقامات پیش کرتے ہیں مگر تفسیر عباسی کی نسبت تو فوائد مجموعہ فی الاحادیث الموضوعہ میں امام شوکانی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں ومن حملۃ التفاسیر التی لا یوثق بہا تفسیر ابن عباس فانہ مروی من طریق الکذابین (اور تفاسیر میں سے جو ناقابل اعتبار ہیں تفسیر منسوب ابن عباس بھی ہے کیونکہ وہ کذابوں کے طریق پر مروی ہے۔

اب فرمایئے؟ ہاں بعض کہتے ہیں متوفّیک کے معنے قبض کرنے کے ہیں میں کہتا ہوں جب رافعک (جسم سمیت اٹھا لینے والا) فرمادیا تو پھر قبض کرنے والا ہوں فرمانے کی کیا ضرورت تہی۔ نیز قبض کے معنی بھی جب اللہ کی طرف سے انسان پر واقع ہو تو موت ہی کے ہوتے ہیں دیکھو ماقبض اللہ تعالیٰ نبیاً الا الحدیث (رواہ الترمذی) نہیں وفات دی اللہ نے کسی نبی کو مگر اسی جگہ جہاں وہ دفن ہونا پسند کرتا ہو (۲) نہیں مرا کوئی نبی مگر دفن کیا گیا حیث یقبض (جہاں کہ اسے موت دیکجاے (ابن ماجہ) اور متوفیک کے معنے تفسیر کشاف والے نے بھی یہی لکھے ہیں ممیتک حتف انفک لا قتلاً بایدیہم (مارنے والا ہوں طبعی موت سے نہ کہ انکے ہاتھوں سے قتل کراؤنگا) تفسیر درمنثور میں ابن عباس والے معنے منقول ہیں۔ تفسیر خازن میں المراد بالتوفی حقیقۃ الموت (توفی سے مراد حقیقی موت) ہے تفسیر مظہری میں قال بعضہم المراد بالتوفی موت ...!.. لکھا ہے

---

[1] اسکی سند یہی عینی میں لکھا ہے۔ ھذا اخرجہ ابن ابی حاتم عن ابیہ حدثنا ابو صالح حدثنا معاویۃ عن علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس ؂

کمالین حاشیہ جلالین میں شیخ الاسلام ابن حجر نے فرمایا ہے کہ قِیْلَ عَلیٰ ظَاہِرِ الْاٰیَةِ اِنَّہٗ مَاتَ قَبْلَ رَفْعِہٖ (ظاہر آیت یہی ہے کہ رفع سے قبل مر گئے) یہ تو تفسیروں کی شہادت ہوئی قرآن مجید میں جہاں توفی آیا ہے موت ہی کے معنوں میں آیا ہے وہاں قرینہ بھی کوئی نہیں جس سے ثابت ہو کہ توفی کے حقیقی معنے موت ہی کے ہیں قرینہ صارفہ ہو تو پھر معنی بدل جاتے ہیں (۱) وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ بقرہ ع ۳۰ (جو لوگ تم میں سے مریں) (۲) وَاللّٰہُ خَلَقَکُمْ ثُمَّ یَتَوَفّٰکُمْ النحل ع ۹ (اللہ نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہیں وفات دیگا) (۳) وَلٰکِنْ اَعْبُدُ اللّٰہَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ (لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ) جو تمہیں وفات دیتا ہے یونس ع ۱۱) ان آیات سے ظاہر ہے کہ جب توفی کا مسند الیہ اللہ ہو اور مفعول بہ اسکا ذی روح تو بدوں موت کے ہرگز ہرگز کوئی اور معنے نہیں ہوتے جب تک کہ کوئی قرینہ حقیقی معنے سے پھیرنے والا نہ ہو آپ ہرگز ہرگز کوئی ایسی مثال قیامت تک پیش نہیں کر سکتے جس میں اللہ فاعل انسان مفعول ہو اور پھر معنے موت کے سوا کچھ اور ہوں یہ بڑی پختہ بات ہے اور میں اسے بار بار پیش کرتا ہوں کیونکہ توفی بمعنی موت ایسا کثیر الاستعمال ہے کہ اسکے لئے کسی قرینہ کی بھی حاجت نہیں چنانچہ دیکھو دعا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ آل عمران ع ۲۰ (اور ہمارے پاکوں کے ساتھ مار) حالانکہ پاکبازوں کی معیت زندگی میں بھی ہو سکتی ہے (۴) فَاِمَّا نُرِیَنَّکَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُھُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّکَ مومن ع ۸ ۲۴ سے محمد پاک پس ہم دکھا دینگے تجھے بعض ان وعدوں کا جو تم سے کرتے ہیں یا تجھے (انکے پورا ہونے سے پہلے) وفات دیدینگے ایسا ہی دیکھو یونس ع ۵ اور رعد ع ۶ میں یہی الفاظ موجود ہیں یہاں توفی کے معنے وفات لیتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ توفی کا لفظ رسول المرسلین خاتم النبیین صلعم پر بولا جائے تو اسکے معنی موت کے ہی لئے جائیں اور عیسٰے علیہ السلام پر یہ لفظ آئے تو خواہ مخواہ اسکے معنے اٹھا لینے کے بنائے جائیں اے غیرت تو کہاں گئی اور اے شرم تو کدھر گئی کیا یہی رسول صلعم کی عزت ان دلوں میں ہے پھر حَتّٰی یَتَوَفّٰھُنَّ الْمَوْتُ النساء ع ۳ کو پیش کرتے ہیں حالانکہ اسکے معنی بھی یہی کہ ان عورتوں کو روکے رکھو جب تک انہیں موت نہ مار دے دیکھو ترجمہ شیخ سعدی بمیراند ایشاں را مرگ اور وَھُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰکُمْ بِالَّیْلِ انعام ع ۷ (وہ پاک ذات جو تمہیں رات کو نیند دیتی ہے) میں لیل قرینہ ہے اسبات پر کہ یہاں توفی کے حقیقی معنے نہیں نیز نیند بھی ایک طرح کی موت ہوتی ہے اور اس میں بھی ایک طرح سے قبض روح ہوتا ہے مگر اسکے ساتھ ارسال ضروری ہے جیسا کہ فرمایا اَللّٰہُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِھَا وَالَّتِیْ لَمْ تَمُتْ فِیْ مَنَامِھَا فَیُمْسِکُ الَّتِیْ قَضٰی عَلَیْھَا الْمَوْتَ وَیُرْسِلُ الْاُخْرٰی زمر ع ۵ ۲۴ (اللہ جانیں قبض کرتا ہے موت کے وقت اور جو نہیں مرتے انکے نیند کے وقت پس روکے رکھتا ہے جن پر موت وارد ہو جائے اور بھیجتا ہے دوسری روحوں کو وقت خاص تک)

یہاں توفی بمعنی قبض ہے تو ہمارے مقصود میں مخل نہیں کیونکہ اول تو مفعول ذی روح (انسان) ہونا چاہیئے جب ضروری معنی موت کے ہوتے ہیں اور یہاں انفس بمعنی روح ہے دوم معین ہو تھا قرینہ صارفہ ہے اصل معنی سے کہ اگر توفی کے حقیقی معنی مراد ہوتے تو منامہا الگ نہ ہوتا یہ تیسرے انفس بطور تجرید ہے جیسے وضع معنی اور ثم

تَوَفّٰی کُلُّ نَفْسٍ بِمَا کَسَبَتْ پیش کرنے والے تو بالکل جاہل ہیں کیونکہ جس توفی کا ہم ذکر رہے ہیں وہ باب تفعّل سے ہے۔ اور
یہ باب تفعیل سے اور ہر باب کا خاصہ الگ الگ ہے نیز یہاں اللہ فاعل نہیں توفی کا مادہ وفا ہی سہی اور اسکے معنی پورا لینا
ہی ہم مان لیں تو بھی انسان کے پورا لینے سے مراد اسکی موت ہے کیونکہ خدا کی طرف روحیں جاتی ہیں جسم نہیں بعض نادان
بول اٹھتے ہیں متوفیک میں ک راجع ہے عیسٰے کی طرف جو جسم و روح ہے۔ میں کہتا ہوں اس طرح چاہیئے کہ متوفیک
میں جسم و روح دونوں پر موت آگئی ہو حالانکہ موت صرف جسم پر آتی ہے ایسا ہی ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۹۶ نحل۔ اور يَتَوَفّٰينَّكَ ۹۶ رعد
اور تَوَفَّتْهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ۹۶ محمد میں کُم۔ ک۔ ھُم سے جسم و روح مراد ہے تو چاہیئے کہ دونوں پر موت وارد ہو اور
جسم و روح دونوں فنا ہو جائیں حالانکہ فنا صرف جسم ہوتا ہے اور بالاتفاق ان تینوں آیتوں میں معنی توفی کے موت ہی
ہیں ایسا ہی يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ میں کُمْ کا مرجع جسم و روح ہو پس چاہیئے کہ توفی کے معنی قبض اور اٹھانا ہونیکی صورت میں
رات کو جسم و روح دونوں قبض کئے اور اٹھائے جائیں حالانکہ قبض نیند کے وقت صرف روح ہوتی ہے۔ نہ کہ جسم بھی پھر
تنگ آکر کہدیتے ہیں کہ توفی لفظ مشترک ہے تعیین معنی کے لئے قرینہ چاہیئے اول تو ہم ثابت کر چکے کہ توفی بمعنی موت
ایسا کثیر الاستعمال ہے کہ فوراً ذہن اسطرف منتقل ہوتا ہے خصوصاً جہاں اللہ فاعل انسان مفعول ہو وہاں تو یقیناً موت ہی کے
معنی ہوتے ہیں چنانچہ متوفی فلاں ہر روز محکموں میں بھی لکھتے ہیں اور معنی وفات یافتہ ہی کے لیتے ہیں جنازہ بھی پڑھتے
ہیں تو وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ (اور جسے ہم میں سے وفات دے ایمان پر موت دے) کہتے ہیں یہ توفی
بمعنی موت کی گواہی ہے جو ہر ملاں کے منہ سے باوجود سخت کراہت کے نکلتی ہے کیا یہاں بھی مراد آسمان پر اٹھا لینا ہے
شرم! خود رسول اللہ کی زبان سے دیکھو ثم يبعث الله ريحا طيبة فيتوفى كل من كان في قلبه مثقال حبة خردل
من ايمان (تفسیر ابن کثیر بروایت عائشہ صدیقہ) پھر اللہ بھیجیگا ایک ایسی پاکیزہ ہوا کہ مر جائیگا جسکے قلب میں رائی کے دانے
جتنا ایمان بھی ہے اکابر صحابہ میں سے عثمانؓ فرماتے ہیں حین توفی رسول الله (جب رسول اللہ نے وفات پائی) فقلت لابی
بكر توفى الله نبيه (ابی بکر سے میں نے کہا اللہ نے اپنے نبی کو وفات دی) لغت کی کتابیں دیکھو صراح توفاه الله ای قبض
روحه اسکی روح کو قبض کر لیا۔ تاج العروس توفی فلان اذا مات اقرب الموارد میں ہے توفی الله زيدا قبض روحه
وهم قابض الارواح کا فاعل اور انسان کا مفعول بہ ہونا تعیین معنے کا قرینہ ہے کہ یہاں موت ہی مراد ہے بعض کہہ دیتے
ہیں ان متوفیک میں نیند کے معنے ہیں کہ وہ بھی قبض روح ہے ایسے لوگوں کو واضح ہو کہ جب نیند کے معنے ہوں تو قرینہ
ضروری ہے جیسے کہ ایک آیت میں لیل یا ارسال (یرسل الاخرى۔ لم تمت) قرینہ ہے اور قبض روح بمعنی موت کے لئے
امساک ساتھ انکی ضرورت نہیں کیونکہ امساک قبض کے مفہوم میں داخل ہے ہاں ارسال داخل نہیں بلکہ اسکے برخلاف
ہے نتیجہ جناب! توفی کا فیصلہ ہو گیا اب آپ دیکھئے کہ اس وعدہ متوفیک کے پورا ہونیکا اقرار خود عیسٰے علیہ السلام کرینگے
اس آیت سے معلوم ہو سکتی ہے کہ یہاں متوفیک بھی بمعنی موت ہے دیکھو ۱۳۶ مائدہ، اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ

جب اللہ تعالے قیامت کے روز کہیگا اے عیسٰے بیٹے مریم کے کیا تو نے کہا تھا لوگوں کو کہ پکڑو مجھے اور میری ماں کو معبود سوا اللہ کے عرض کریگا پاک ہے[1] تیری ذات (ایسے شرک سے) بھلا میری کیا طاقت[2] کہ جو کچھ حق نہیں

اور جس کے کہنے کا مجھے حق نہیں وہ کہوں اگر مینے کہا ہے[3] تو تو جانتا ہے جو کچھ میرے دل میں ہے اور میں نہیں جانتا تیرے مافی نفس کو نہیں کہا[4] مینے مگر جو تونے ارشاد فرمایا (کیونکہ میں حکم کا بندہ تھا) یعنی یہ کہ عبادت کرو اللہ کی جو میرا رب اور تمہارا ربہے اور[5] وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ وَاَنْتَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ اور میں انکا نگراں رہا جب تک انمیں رہا اور جب تونے مجھے وفات دی تو پھر تو ہاں توہی انپر نگراں حال تھا (مجھے کچھ خبر نہیں) اور ہر چیز پر نگران توہی ہے اب غور فرمائیے ا یہ پانچ چھ عذر ہیں جو عیسٰے علیہ السلام اپنی بریت کے لئے قیامت کو کرینگے پہلے تو کہا کہ جب تک میں ان میں رہا انکا نگراں حال تھا وہ بگڑے نہیں یہاں مَا دُمْتُ فِيْهِمْ فرمایا مَا دُمْتُ حَيًّا (جب تک میں زندہ رہا) نہیں کہا یہ اسلئے کہ آپ پر کچھ ایسا زمانہ بھی گزرا تھا کہ آپ زندہ تھے مگر ان میں شامیوں میں نہ تھے بلکہ ہجرت الی الکشمیر کر گئے۔ اسلئے پہلے تو کہا کہ میری حاضری میں نہیں بگڑے پھر فرمایا فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِيْ یعنی جب تونے مجھے ماردیا تو پھر تو نگران تھا گویا کہتے ہیں کہ عیسائی بگڑے ہیں تو میری ہجرت کے بعد یا پھر میری وفات کے بعد اب عیسائی تو بگڑ چکے ہیں پس ثابت ہوا کہ وفات بھی ہو چکی ہے ورنہ یہ کہنا درست نہ ہوگا کہ وفات بعد بگڑے ہیں اگر کوئی عیسائی اعتراض کرے کہ دیکھو تمہارے قرآن مجید میں لکھا ہے کہ عیسائی میری وفات کے بعد بگڑے ہیں ابھی چونکہ عام مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق وفات نہیں ہوئی اسلئے ہم بھی نہیں بگڑے اسوقت کیا جواب دوگے بعض کہتے ہیں توفیتنی کی بجائے "هجرتني الى الكشمير" آنا تھا سو اسکا جواب یہ ہے کہ پہلے آپنے ان ایام کی بریت کی جنمیں آپ زندہ رہے مگر شام میں نہ تھے پھر توفّیتنی کہکر قیامت تک کے عیسائیوں شامی ہوں یا کشمیری سب سے بریت[6] ظاہر کی کہ مجھے انکی کچھ خبر نہیں۔ توہی انکا نگران حال تھا اس مقام پر غور کرو کہ انت کا تقدم حصر کا فائدہ دے رہا ہے اگر نزول کے وقت آپ آئے ہیں اور سب عیسائیوں کو مسلمان کیا ہے تو پھر یہ لاعلمی[7] کا اظہار ایک صاف جھوٹ ہے جو نبی کی طرف منسوب کرنا غلط ہے پس اسکے معنی ہی غلط ہیں یہاں توفّیتنی کے معنے ضرور موت کے ہونے چاہئیں کیونکہ جواب وسوال قیامت

---

[6] گویا کہا کہ اول تو میں بالوجہ ہجرت انمیں تھا مجھے کیا معلوم پھر جب تونے مجھے وفات دیدی تو اسکے بعد کی تو مجھے کچھ خبر نہیں

[7] یونس پ۱۱ میں ایک آیت ہے کہ لوگ اور انکے معبود خیال جمع کئے جائینگے قیامت کے دن تو وہ کہینگے اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ہم تمہاری عبادت سے غافل تھے یہ عذر جبھی ہو سکتا ہے کہ آپ نزول نہ کریں ورنہ پھر تو انکو علم ہوگا کہ میری عبادت ایک فرقہ کرتا رہا پھر المائدہ پ۷ میں آیت ہے يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوْلُ مَاذَآ اُجِبْتُمْ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا۔ اللہ تمام رسولوں کو جمع کرکے پوچھیگا کہ تمہیں کیا جواب ملا تو سب کہینگے ہمیں کچھ علم نہیں وجہ یہ کہ وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئے کہ اپنے معتقدوں کا حال بتلائیں اگر عیسٰے علیہ السلام تو دوبارہ آئینگے ان کو تو سب ابنو مریم کا حال معلوم ہوگا وہ کیونکر لا علم لنا بھی معلوم نہیں کہ سکینگے۔

کا ہو کیا اسوقت بھی آپ کی وفات نہ ہوگی پھر متوفیک کے ساتھ تو رافعک تھا مگر یہاں کونسا قرینہ ہے کہ خواہ مخواہ معنے اٹھانے
کے کریں پھر یہ آیت عیسٰی کی عدم الوہیت کے متعلق وارد ہوئی ہے یہاں تو ضروری ہی معنی موت کے ہونے چاہئیں ورنہ اٹھا
لینے سے تو الوہیت کا ثبوت ملیگا اخیر پر یہ غور بھی کر لینا چاہیئے کہ سوال تو واقعہ صلیب کے بعد کے متعلق ہے اگر آپ کی وفات
نزول کے بعد ہوئی ہے تو اسکے بعد والے زمانے کا جواب دینے کی کیا ضرورت ہے گویا خدا تو پوچھتا ہے کہ صلیب کے بعد انکو کس نے
بگاڑا۔ اور جواب دیا جاتا ہے کہ میرے مرنے (جو نزول کے بعد ہوگا) کے بعد بگڑے ہیں سوال کچھ جواب کچھ۔ پھر ایک حدیث
اس مضمون کی آئی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول کریم صلعم نے بھی توفی کے معنی موت ہی سمجھے دیکھو بخاری کہ حشر کے دن لوگ
برہنہ اٹھائے جائینگے پھر ثم یوخذ برجال من اصحابی ذات الیمین وذات الشمال کہ میرے کچھ اصحاب ذات الیمین اور
ذات الشمال گرفتار لائے جائینگے فاقول اصحابی میں کہونگا یہ تو میرے اصحاب ہیں فیقال انھم لم یزالوا مرتدین
علی اعقابہم منذ فارقتھم مجھے جواب دیا جائیگا کہ یہ تیرے جدا ہونیکے بعد اپنے پہلے طریقہ پر لوٹ آئے تھے فاقول
کما قال العبد الصالح عیسٰی بن مریم کنت علیہم شہیدا ما دمت فیہم فلما توفیتنی کنت
انت الرقیب علیہم اسوقت میں کہونگا جیسے نیک بندے عیسٰے بن مریم نے کہا کہ میں جب تک ان میں رہا انکا نگران
رہا جب تو نے مجھے وفات دی تو پھر تو ہی نگران کار تھا دیکھئے یہاں وہی آیت ہو بہو نبی کریم صلعم نے اپنی ذات پر منطبق فرمائی اور
توفیتنی کے معنے موت ہی کے لئے ہیں یہ عجیب بات ہے کہ مسیح کے لئے وہ آیت ہو تو معنے اٹھانے کے ہوں اور سرور کائنات
فخر موجودات کے لئے ہو تو معنے موت کے تلک اذاً قسمۃ ضیزی وجہ شبہ بعدیت ہی تھی مگر جب بعدیت توفی سے
گئی تو ایک میں معنی موت کے اور دوسری میں رفع کے لینے خوفناک غلطی اور نہایت بے انصافی ہے۔

اب رافعک الی کو لیجیے چونکہ رافعک متوفیک کے بعد واقع ہوا ہے اسلئے یہ صریح ثبوت ہے اس بات کا
کہ یہ رفع ہی جو موت کے بعد ہوا کرتا ہے یعنی روحانی رفع اگر مع جسم اٹھانا مراد ہے تو بھی ہمارا مطلب ان سے ہے کہ موت
کے بعد مع جسم اٹھالیا بہر حال موت تو ثابت ہوئی) اگر کہو کہ رافعک مقدم ہے اور متوفیک بعد تو یہ صریح تحریف آیات قرآنی
ہے ہم یہودیوں عیسائیوں کو الزام دیا کرتے ہیں یحرفون الکلم عن مواضعہ (کلموں کو اپنی جگہ سے پھیر دیتے ہیں
النساء ع) اور مائدہ ع ۶ میں بھی یہی آیت ہے جس الزام انکو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا دیکھئے اول تو ان مہربانوں
نے متوفیک کو جو پہلے تھا رافعک کے بعد کیا وجہ ہوئی لفظی تحریف پھر الی کے معنے ہیں میری (خدا) کی طرف ہیں اور یہ
کہتے ہیں آسمان کی طرف گویا آسمان اور خدا ایک ہیں یہ معنوی تحریف ہوئی بھائیو! ایسی تحریفوں سے توبہ کرو ورنہ آسمان

ف توفیتنی کے معنے فعلتنی کی تائید یوں ہے جو روح القدس سے کرنی بھی غلط ہے کیونکہ روح القدس کی تائید ہر مومن کے شامل
حال ہے دیکھو وایدہم بروح منہ پ ۲۸ ع المجادلہ نے انکی اپنے روح القدس سے تائید کی تو اب کیا یہ بھی مع الجسم اٹھائے گئے پھر
کیا ہمارے نبی کریم صلعم کو روح القدس کی تائید نہ تھی اور تمہیں شرم نہیں کہ یہ جو عیسٰے کو قرار دیتے ہو ۱۲

ٹوٹ پڑیگا اب دیکھیے رفع کے معنے وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا اعراف ۲۲۶ ۹ (اگر ہم چاہتے تو انکی برکت سے اسے رفع دیتے یعنی اٹھا لیتے فرمایئے یہ رفع کیسا تھا پھر ادریس کے بارے میں وَرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا مریم ۵۷ ۱۶ - (اور ہم نے اسے مکان عالی پر اٹھایا) کون کہتا ہی کہ ادریس کو کسی اونچے مکان پر اٹھا لیا بلکہ سب رفع درجات مراد لیتے ہیں (۳) فِي بُيُوتٍ اَذِنَ اللّٰهُ اَنْ تُرْفَعَ نور ۱۸ (ایسے گھروں میں جنکی نسبت اللہ نے حکم دیا ہے کہ اٹھائے جائیں) مراد اس سے انکی عظمت ہے نہ یہ کہ وہ مکان اوپر آسمان پر اٹھائے جائیں (۴) فِي صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ (صحیفوں میں جو عزت دیے گئے اور اٹھائے گئے اور پاک ہیں) یہاں مرفوع سے یہ مراد تو نہیں کہ قرآن اوپر آسمان پر اٹھایا گیا ہے (۵) يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ مجادلہ ۲۸ (جو لوگ تم میں سے ایمان لائے انہیں رفع دیگا) آگے تفسیر فرمادی کہ درجات کا رفع مراد ہے (۶) اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ فاطر ۲۲ (اسی کی طرف چڑھتے ہیں کلمے پاک اور عمل صالح اس انسان کو مرفوع کرتا اٹھاتا) ہے احادیث میں بھی رفع سے روحانی رفع مراد لیا گیا ہے جیسے فرمایا اِذَا تَوَاضَعَ الْعَبْدُ رَفَعَهُ اللّٰهُ اِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ (مکارم الاخلاق بروایت ابن عباسؓ) جب بندہ تواضع کرے تو اللہ اسے ساتویں آسمان پر اٹھا لیتا ہے کیوں حضرت کبھی کسی نے دیکھا کہ متواضع مع جسم آسمان پر اٹھایا گیا ہو اور لطف یہ کہ یہاں ہ ضمیر عبد کی طرف راجع ہے جو جسم مع روح ہے (۲) اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَرْفَعُ بِهٰذَا الْقُرْاٰنِ اَقْوَامًا (سنن ابن ماجہ) اللہ تعالیٰ اس قرآن سے بہت سی قوموں کو رفع دیتا ہے کیوں جناب کسی نے دیکھا مسلمانوں سے کسی فرقے کو آسمان پر اٹھتے (۳) دعائے جلسہ جو ہر ایک سچا مسلمان پڑھتا ہے وَارْزُقْنِيْ وَارْفَعْنِيْ (مجھے رزق دے اور مجھے رفع دے) اب دیکھو لغت کی کتابیں تاج العروس رَفَعَهٗ اِلَى الْحَاكِمِ رَفْعًا اَيْ قَرَّبَهٗ قَالَ الزَّجَّاجُ تُرْفَعُ اَهْلُ الطَّاعَةِ اسے حاکم کی طرف رفع کیا یعنی اسکا نزدیکی بنایا زجاج نے کہا اہل طاعت کو رفع دیا جاتا ہے یعنی تقرب منتہی الارب میں ہے رَفَعْتُهٗ اِلَى السُّلْطَانِ اَيْ قَرَّبْتُهٗ سلطان کی طرف رفع کیا یعنی مقرب بنایا نتیجہ یہ نکلا کہ جب رفع کے بعد صلہ الی ہو تو ضرور اسکے معنی مقرب (نزدیکی) بنانے کے ہوتے ہیں خصوصاً جب خدا کی طرف مضاف ہو تو پھر تو ضرور ہی یہ معنے ہونے چاہئیں کیونکہ اللہ صاحب مکان نہیں بلکہ ہر جگہ موجود ہی جیسا کہ فرمایا وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ الحدید ۱۶ ۲۷ (اور وہ تمہارے پاس ہے جہاں تم ہو) (۲) مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ اِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ اِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَا اَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَا اَكْثَرَ اِلَّا هُوَ مَعَهُمْ اَيْنَ مَا كَانُوْا مجادلہ ۲۸ (جب تین آدمی صلاح کر رہے ہوں تو ضرور چوتھا وہ ہوتا اور کوئی پانچ ایسے نہیں جن میں چھٹا اللہ نہ ہو حتیٰ کہ ان سے کم ہوں یا زیادہ وہ ضرور انکے ساتھ ہی (۳) وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ق ۱۶

لہ یہی وجہ ہو کہ مفسرین نے رافعک الی کے معنی هُوَ الرِّفْعَةُ بِالدَّرَجَةِ وَالْمَنْزِلَةِ لَا بِالْمَكَانِ لکھے ہیں یعنی رفعت درجہ مرتبہ کی مراد ہے نہ کہ رفعت مکانی کہ کسی طرف اٹھائے گئے دیکھو تفسیر کبیر اور لطائف القرآن قلمی میں ہی اَلرَّفْعُ اِيْصَالُ الرُّوْحِ عِنْدَ الْمُفَارَقَةِ عَنِ الْعَالَمِ السِّفْلِيِّ اِلَى الْعَالَمِ الْعُلْوِيِّ (عالم سفلی سے عالم علوی کی طرف اسکی روح کا جسم سے جدا ہو کر جانا مراد ہے) ۱۲

(ہم انسان کی شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہیں) (۴) وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ البقرہ ۲۲۶ ۲ (جب میرے بندے میری نسبت سوال کریں کہ کہاں ہے تو کہدے کہ میں انکے پاس ہوں) اور حاصلکلام اگر یہ لوگ رفع کے معنے کرنے کیوقت خدا کی ذات کی عظمت اور اسکا جہت و مکان سے منزہ ہونا اور وللہ المثل الاعلیٰ پیش نظر کرلیں تو کبھی ٹھوکر نہ کھائیں جیسا کہ یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ن ۲ ۲۹ (جس روز پنڈلی کھولی جائیگی) سے یہ مطلب نہیں کہ خدا کی کوئی پنڈلی[ل] ہے اور اسکو کھولا جائیگا اسی طرح جب رفع الی کے ساتھ مضاف اللہ کی طرف ہے تو اس سے مراد تقرب روحانی ہے چنانچہ یہ ایک وعدہ ہے جس کے ایفاء کا ذکر قرآن مجید میں ہے دیکھو النساء ۲۲ ۶ وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا اور نہیں مقتول بالصلیب یعنی ملعون کیا اسکو بلکہ خدا نے اسے اپنی طرف مرفوع کیا اور اللہ بڑا زبردست ہے (اسکو کیا ضرورت کہ یہودیوں کے ڈر سے آسمان پر اٹھائی) اور حکمت والا ہے اسکا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں دو ہزار برس سے عیسٰے کو اوپر اما شار رکھنے سے کیا فائدہ؟ کیا وہ امت محمدیہ میں سے کسی کو مسیح بلکہ مسیح سے افضل نہیں کرسکتا ذخیرہ تو وہ کرتا ہے پھر اس شی کے حصول پر قادر نہ ہو بل ابطال ماقبل کے لئے آتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ ملعون مرفوع کی ضد ہے یعنی جو ملعون ہوتا ہے اسکی روح خدا کی طرف نہیں اٹھائی جاتی اور یہ ممکن ہے کہ کوئی ملعون ہو اور وہ اوپر آسمان کی طرف اٹھایا جائے جیسے غبارہ میں بیٹھکر کئی کافر آسمانی سیر کرتے ہیں بیشک مانا قتل و موت ایک ہیں مگر مقتول بالصلیب ہونا یعنی ملعونیت اور مرفوعیت ایک نہیں نیز کفار کے ہاتھ سے قتل ہونا اور طبعی موت سے عزت کے ساتھ جان دینا ایک بات تو نہیں صلیب پر انکا قتل ہوجانا یہود کے نزدیک مستلزم لعنت تھا چنانچہ یہ ایسا پختہ مسئلہ ہے کہ نصاریٰ باوجود اعتقاد الوہیت عیسٰے کہ بھی اس لعنت کے قائل ہیں تورات کا مضمون ذرا بھی وسعت دیتا تو کبھی ایسا نہ کرتے ہمارے اسلام میں بھی یہی مسئلہ ہے کہ فرمایا وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (جو افترا کرے وہ ہلاک ہوا) اور لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ الحاقہ ۲۲ ۲۹ (اگر نبی ہمارے ذمے کوئی بات جھوٹی موٹ لگائے تو ہم اسکا داہنا ہاتھ پکڑیں اور رگ جان کاٹ دیں) یعنی مفتری ہلاک ہوجاتا ہے اور ہلاک بھی ناکامیابی سے ہوتا ہے اب آپ فرمائیے کہ ۳۳ سال کی عمر میں آپ دنیا سے اٹھائے جائیں تو سوائے ناکامی کے کیا ہے اس طرح آپ کی ناکامی ایسی اظہر من الشمس ہے کہ آخر یہ مسئلہ گھڑنا پڑا کہ پھر آکر تمام کفار کو زیر وزبر کرینگے یعنی گویا سونت کچھ نہ کیا اب آکر کرینگے یہ ناکامی انکے مفتری ہونے کی دلیل ٹھہرتی ہے اور جو مفتری ہے وہ ملعون ہے جیسی فرمایا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (جھوٹوں پر خدا کی لعنت سو خدا نے اس اعتراض کو دور کیا کہ وہ ملعون نہ تھے بلکہ انکا رفع بھی اللہ کی طرف ہوا جیسا کہ اور کامیاب صادق نبیوں کا ہوا کرتا ہے اور خدا نے انکے بلند مرتبہ کا

[ل] حدیث میں ہے حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ یہاں قدم کے معنے خدا کا پاؤں نہیں بلکہ قاموس میں قدم کے معنی ہیں جو شئے کسی مقصد کے لئے آگے بھیجی جائے پس اس سے مراد وہ شریر لوگ جو دوزخ کے لئے تیار کئے گئے ہیں اور وجلہ بھی آیا ہے جس سے مراد گروہ دوزخیوں کا ہے رجل میں مراد بذیل کا دل ۱۲

آپ واقعہ صلیب کے بعد کشمیر میں آئے شاہزادہ نبی کہلائے بھنوں کو سچے دین پر لائے اور عزت کی موت سے مرے اب یہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ پھر خدا نے بَلْ مَاتَ بِحَتْفِ اَنْفِہٖ کیوں نہ فرمادیا کہ قتل نہیں کیا بلکہ طبعی موت سے مرا۔

سو واضح ہو کہ ہر ایک موت کو رفع روحانی لازم نہیں بلکہ بعض انسان ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد انکی روح کا خدا کی طرف رفع نہیں ہوتا جیسا کہ کفار اسلئے ایک جامع کلمہ رفعہ اللہ الیہ فرمادیا۔ تاکہ اس سے تین باتوں کا ثبوت ملے (۱) آپنے دنیا میں بھی بلند مرتبہ پایا (۲) کار نبوت میں کامیابی حاصل کی (۳) کامیابی کے بعد وفات پائی اور انکی روح کا رفع ہوا یعنی مرفوع الی اللہ دیگر انبیاء کی طرح ہوئے یہ کمال بلاغت ہے قرآن شریف کی کہ ایک جملہ میں تین امور کا ذکر کردیا اور یہود کا اعتراض بھی یہی تھا کہ ان کا رفع روحانی نہیں ہوا۔ اب بھی یہودیوں سے پوچھ لو وہ کیا اعتراض رکھتے ہیں وہ یہ نہیں کہتے کہ آسمان پر جسم سمیت کیوں اٹھایا گیا بلکہ وہ کہتے ہیں کہ ملعون ہوا دیگر انبیاء کی مانند مرفوع الی اللہ نہیں ہوا۔

اب اگر یہ ان کے سوال کا جواب نہیں تو آخر کہاں ہے اور یہ کہنا کہ جب اس رفع میں دیگر انبیاء شریک ہیں تو شرف کیا ہوا؟ جناب من! یہاں عیسےٰ علیہ السلام کی کوئی علیحدہ خصوصیت بیان نہیں کی گئی بلکہ انپر یہود کا اعتراض تھا جس کو دفع کیا گیا کہ وہ بھی دوسرے نبیوں کی طرح مرفوع الی اللہ ہوئے ہیں میں پہلے بیان کرچکا ہوں کہ کسی نبی سے کسی خاص صفت کا بیان کرنا اس بات کا مستلزم نہیں کہ وہ اسی سے خاص ہے بلکہ جس پر جیسا اعتراض ہو اسکا جواب دیا جاتا ہے مثلاً عیسےٰ کی ماں کو صدیقہ کہا تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ دوسرے نبیوں میں سے کسی کی ماں صدیقہ نہ تھی یا صرف یوسف نبی ہی صدیق تھا اور کوئی نہ تھا۔ اور رفع کے معنے جو ہمیں غیاث و منتخب سے برداشت دکھائے جاتے ہیں ہم تسلیم کرتے ہیں مگر ساتھ ہی گلستان کی وہ حکایت بھی پڑھ لیجئے جہاں لکھا ہے کہ نوشیرواں کو کسی نے کہا فلاں دشمن ترا خداوند عزوجل برداشت تیرے فلاں دشمن کو خدا نے اٹھالیا تو اب یہاں سب برداشت سے موت مراد لیتے ہیں۔ اور رفع کی ماضی زمانہ رسالت مآب کی نسبت سے ہے اور اس میں بھی کیا شک ہے کہ واقعہ صلیب سے پہلے ہی وہ مرفوع الدرجات تھے۔ اور کیسا نادان اور مخبوط الحواس ہے وہ شخص جو رَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ (النساء ۲۲) اور رَفَعَ اَبَوَیْہِ عَلَی الْعَرْشِ (یوسف) کو پیش کرتا ہے اتنا نہیں سمجھتا کہ ہم کو رفع کے معنے اسفل سے اعلیٰ لے جانے میں انکار نہیں ہم تو یہ کہتے ہیں کہ جب الی کے صلہ کے ساتھ اللہ کی طرف مضاف ہو تو اسکے معنی یقیناً رفع روحانی کے ہوتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات جہت و مکان و جسم سے پاک ہے اسکی طرف جسم نہیں جاتے بلکہ روح پھر سنو! اگر رفعنا کے معنے یہ سمجھ رہے ہو کہ اٹھا کر معلق ہوا میں کردیا تو غلطی پر ہو بیشک دوسری جگہ وَاِذْ نَتَقْنَا الْجَبَلَ فَوْقَهُمْ کَاَنَّہٗ ظُلَّۃٌ (اعراف ۲۱) ۹۔ آیا ہے مگر مجاہد عظیم الشان تابعی نے اسکے زعزعنا ہی لکھے ہیں یعنی ہلادیا زلزلہ کے وقت واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پہاڑ ہم پر گرنے لگا ہے بلکہ بعض اوقات گر بھی پڑتا ہے اور چونکہ پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ پہاڑ ہمارے اوپر ہے اور رفع ابویہ میں علیٰ ہے جو الیٰ سے بالکل الگ ہے علیٰ کے معنے اوپر الیٰ کے معنے طرف دیکھو رفع راسہ الی السماء تو اسکے معنے نہیں کہ آسمان پر سر کو پہنچا دیا۔

بلکہ یہی کہ اسطرف دیکھا گو نظر پہنچ جاتی ہو اور یہ جو ہمنے کہا آیت ایفاء وعدہ کی ہو تو اسپر اعتراض کہ ایک واقعہ کو دو واقعہ بنا دیا غلط ہو رافعک وعدہ ہے جو کہ بعد میں دوسرے مقام پر پورا ہوا تو اثر کوئی نہیں نصاریٰ بھی رفع کے بعد صلیب کے قائل ہیں اور اہل اسلام میں بھی اختلاف ہو اور انتشار ضمائر کا عذر کہ رفعہ میں ہ صرف روح کی طرف پھرتا ہو اور باقی میں جسم مع روح کی طرف غلط ہو کیونکہ انسان روح و جسم دونوں کے قید سے خارج ایک حقیقت ہو دیکھو ہم کہتے ہیں میرا جسم معلوم ہوا کہ میں جسم سے الگ ہوا اور میری روح معلوم ہوا کہ روح سے بھی الگ ہو پس باطل ہوا اعتراض پھر مرجع حسب موقعہ ہوا کرتا ہو دیکھو قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَآ اَکْفَرَہٗ سے آگے فرمایا ثُمَّ اَمَاتَہٗ (پھر اسکو مار دیا) فرمایئے صرف جسم کو فنا کیا یا روح کو بھی ساتھ ہی فَاَقْبَرَہٗ (پھر قبر میں داخل کیا) صرف جسم کو ہی یا روح کو بھی ساتھ بولو! پھر دیکھو کہ نبی کریمؐ نے معراج میں نبیوں کے ارواح دیکھتے مگر فرمایا رَأَیْتُ مُوْسٰی اب دیکھئے جیسے موسیٰ یا ابراہیم یا یحییٰ فرمایا وہ صرف روح تھا یا جسم خاکی بھی آدمی جسوقت مرجاتا ہو صرف جسم ہوتا ہو مگر اسکا نام وہی ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے عمر بخش حکیم اللہ وغیرہ پس اس جواب کو یاد رکھو۔ یہ مُتَوَفِّیْکَ رَافِعُکَ مُطَہِّرُکَ کی تفسیر میں بھی کام دیگا اور واقعہ معراج میں بھی۔ رفع الی اللہ کا فیصلہ تو ہو لیا

اب ہم دیکھتے ہیں کہ کسی شخص کا آسمان پر جانا سنت اللہ کے مطابق ہے یا نہیں مندرجہ ذیل آیات پر توجہ کیجئے (۱) وَلَکُمْ فِی الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰی حِیْنٍ (البقرہ ع ۴) (اور اے آدم و حوا اور انکی اولاد تمہارے لئے موت تک زمین میں ہی جائے قرار اور ساز و سامان زندگی ہے) دیکھو تفسیر روح البیان خطاب لآدم وحواء وذریتھما (خطاب آدم اور حوا اور انکی اولاد کو) اور تفسیر جلالین میں ہے ای انتما بما اشتملتما علیہ من ذریتکما (تم ساتھ اسکے جو شامل ہے تمہارے ساتھ اولاد تمہاری سے۔ ذریتکما کی مزید تشریح میں فتوحات الٰہیہ دیکھو ای التی فی الاصلاب (جو پیٹھوں میں ہے) اور حین کے معنے مدارک میں ہیں الی انقضاء آجالکم[۱] (مدت العمر پوری ہونے تک) یعنی تمام عمر تم زمین اور کرہ ارضی ہی کے محتاج رہو گے اسی میں بسر کرو گے نہ کسی اور جگہ جبھی فی الارض کو مقدم بنایا جو مفید حصر ہے اور لکم فائدہ تحقیق کا دیتا ہے اسپر اعتراض سنئے کہ قرار پکڑنے سے یہ مراد نہیں کہ ہمیشہ وہیں رہیں ہم کب کہتے ہیں کہ انسان ہمیشہ اسی ارض پر رہیگا مرنے کے بعد بہشت یا دوزخ میں جائیگا آدم و حوا کا آسمان پر رہنا مت پیش کیجئے کہ وہ اس آیت سے پہلے کا واقعہ ہے ہم ممکن یا ناممکن پر بحث نہیں کرتے بلکہ خدا کے وعدہ پر کہ اسکے بعد زمین پر رہو گے نیز کوئی آیت اس بات کے ثبوت میں نہیں کہ آدم آسمان پر پیدا کیا گیا جنت سے مراد تو وہ باغ عدن ہے جس کا توریت میں بھی ذکر ہے کہ زمین پر تھا اور اھبطوا سے دھوکہ نہ لگے کہ بنی اسرائیل کو بھی فرمایا کہ اِھْبِطُوْا مِصْرًا (بقرہ ع ۸) (یعنے کسی شہر میں اترو) تو اب یہ اترنا آسمان سے نیچے آنا نہ تھا نیز بہشت کی صفت تو یہ ہے کہ اس سے نکالے[۱] نہ جائینگے۔ اس میں کوئی لغو

۱؎ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حین سے مراد قیامت تک کیونکہ مردہ بھی اسی زمین میں رہتا ہے اچھا یونہی سہی مگر متاع زندگی بسر کرنا تو موت تک ہی ہے اور نیز مرنے کے بعد جسم و روح دونوں زمین پر نہیں رہتے بلکہ صرف جسم

کذب نہیں گے لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا (نباء) نہ سنینگے اس میں لغو نہ جھوٹ) اس بہشت میں تو یہ سب کچھ ہوا نکالے بھی گئے برخلاف مَا هُمْ عَنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ (حجر) اور شیطانی دخل بھی ہوا۔ اظہار لغو بھی ہوا کہ اسکے درخت ممنوعہ کے نزدیک جانا ہوا پس آسمان پر وہ بہشت کہنا غلطی ہے اور سخت غلطی اور پھر کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ ایک ملک سے دوسرے میں جا سکتا ہے مگر جناب ایک ملک سے دوسرے ملک میں جانے اور زمین سے آسمان پر جانے میں زمین و آسمان کا فرق ہے چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک۔

نیز مستقر اور مسیر میں کچھ فرق بھی ہونا چاہیئے یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جہاں انسان زیادہ مدت تک زندگی بسر کرے وہ اسکا مستقر ہے اور جہاں عارضی طور سے رہے وہ مستقر نہیں اب دیکھئے کہ عیسےٰ علیہ السلام بقول تمہارے ۳۳ برس تک زمین پر رہے اور پھر ۴۰ برس اور رہینگے کل ستر سال اور آسمان پر دیکھئے دو ہزار برس گزر گئے ابھی خدا جانے اور کتنا عرصہ رہیں اب آپ خود ہی انصاف فرمائیں عیسےٰ کا مستقر زمین پر ٹھہرا یا آسمان پر یہ غلط ہے کہ خطاب لکم میں شیطان بھی داخل ہے اور وہ آسمان پر مرجاتا ہے ہم تفاسیر سے دکھا چکے کہ خطاب اولاد آدم سے ہے نیز شیطان کب آسمان پر جاتا ہے ہاں ہم سے اوپر آتشی کرے تک پہنچتا ہے کہ اسپر شعلہ پڑتا ہے اور پیچھے ہٹ آتا ہے ہمارے بعض علماء کو ستارے کے لفظ سے کچھ ایسا دھوکہ لگا کہ سمجھ بیٹھے کہ ستارے ٹوٹکر شیطانوں کو مارے جاتے ہیں حضرات! اگر ستارہ گرے تو ہم زمین پر کیونکر زندہ رہیں جبکہ ستارے زمین سے کئی گنا زیادہ مساحت میں ہیں ادہر ہمارے نو تعلیمیافتہ انکو بالکل فضول قرار دینے لگے حالانکہ انکو معلوم نہیں کہ مظاہر قدرت کے دیکھنے میں سب لوگ کبھی برابر نہیں ہوئے ایک آنکھ ہی کو لیجئے بچہ مصنوعی و اصلی میں کچھ فرق نہیں کر سکتا۔ اس سے بڑا عقلمند مصنوعی کو جدا کر لیگا مگر بیماری سمجھنے کا علم نہیں ایسا ہی ہر ایک کا دیکھنا کسی نہ کسی رنگ میں ہے پس ہمنے مانا کہ شہاب ثاقب جو گرتے ہیں انمیں بخاروں کی رگڑ سے شعلہ پیدا ہوتا ہے مگر کیوں؟ آخر اس قانون الہی میں کوئی حکمت ہے وہ ہمیں نظر نبوت سے معلوم ہوئی کہ شیاطین و ملائکہ کی جنگ ہوتی ہے اور یہ دونوں وجود اپنی اپنی تاثیروں سے اپنی ہستی کا ثبوت دے رہے ہیں بیٹھے بیٹھے دل میں برا خیال پس اسکا ڈالنے والا کوئی موثر ہونا چاہیئے وہ شیطان ہے اور نیکی کا خیال ڈالنے والا فرشتہ ہے قرآن مجید میں کواکب کا لفظ جو آیا ہے تو عام محاورہ کے مطابق ہے جیسے ہم کہتے ہیں تارے ٹوٹا حالانکہ وہ تارے نہیں ہوتے نیز ان ستاروں میں فرشتوں کی روحوں کو ایک مجہول الکنہ تعلق ہے جس کے غیبی اثر سے شیطان اوپر جانے سے رکے رہتے ہیں[1] فرمایا اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ (صفٰت ۲۳) ہمنے ورلے آسمان کو خوشنما کیا کواکب کی زینت سے اور اسے ہر گردن زنی سرکش سے محفوظ کر دیا پھر فرمایا اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ (حجر ۱۴) (جو چھپ کر سننا چاہے تو اسکے پیچھے شہاب مبین پڑتے ہیں) اور وہ جو سورۃ جن میں ہے تو وہ بھی عام نظارہ ہے جو نبی کریم کے زمانے میں غیر معمولی طور

---

[1] شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ملائکہ کا اثر شہب پر بھی پڑتا ہے ۱۲

سے نظر آیا کیونکہ جب کوئی مامور من اللہ مبعوث ہوتا ہے تو ملائکہ و شیاطین کی جنگ بڑے زور سے ہوتی ہے وَاَنَّا لَا نَدْرِیْ
اَشَرٌّ اُرِیْدَ بِمَنْ فِی الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا جن ۲ - اور ہم نہیں جانتے ہیں کہ زمین والوں کی تباہی
کا ارادہ ہے یا انہیں ہدایت پہنچانا منظور ہے اسی سنت اللہ کے مطابق ۲۸ نومبر ۱۸۸۵ء اور ۱۸۷۲ء میں غیر معمولی طور سے
شہاب گرے جو ہمارے امام کی بعثت کی صداقت کا نشان ٹھہرے۔

ہاں تو میں دور چلا گیا آمدم برسر مطلب۔ شیطان اول تو خطاب میں داخل نہیں پھر وہ آسمان پر اسکے بعد کبھی نہیں
گیا اور مسیح علیہ السلام پر اسکا قیاس بھی غلط ہے کیونکہ شیطان کا وجود نار سے اور مسیح کا خاک سے۔ دوم اسکا جانا عارضی
وہ بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچا اور ہر دو ہزار برس سے برابر استقرار مینہما بون بعید اور یہ غلط ہے کہ کبھی فرشتے زمین پر آسمان
سے اترے ہیں فرشتے تو آسمان پر موجود ہیں اور وہیں انکا مقام ہے صرف اپنی روحانی تاثیروں سے حفاظت و تدبیر وغیرہ کی
خدمت بجا لاتے ہیں یوں اترنا ثابت نہیں کہ جیسے ایک شخص دوسری جگہ جاتا ہے اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ
ہر ایک نفس پر ایک نگہبان مقرر ہے سے یہ مطلب نہیں کہ فرشتے ذاتی طور سے ساتھ ساتھ رہتے ہیں بلکہ یہ کہ انکی تائید شامل
حال ہوتی ہے اور انکا تمثل بھی وہیں آسمان پر بیٹھے بیٹھے ہو جاتا ہے پھر کہتے ہیں کیا خدا قادر نہیں جیسے خود بخود نہیں آسمان پر گئے
خدا نے اٹھایا بے شک اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہے مگر یہ بھی اسی کا کلام ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ اللہ تعالیٰ
اپنے وعدے کا خلاف کبھی نہیں کرتا پھر فرمایا فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِيْلًا (اللہ کی سنت میں تو ہرگز تبدیلی نہ پائیگا)
اب دیکھو بنی اسرائیل ۵۔ کفار سوال کرتے ہیں تیرے لئے زمین میں چشمے ہیں تیرے لئے کھجوروں اور انگوروں کا باغ ہو جس میں
نہریں جاری ہوں پھر جیسا تم کرتے ہو آسمان گر پڑے اللہ اور فرشتے ہمارے سامنے لاکھڑے کرو تیرے لئے سونے کا گھر ہو
اَوْ تَرْقٰى فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا
رَّسُوْلًا یا تو آسمان پر چڑھ جائے اور ہم تیری افسوں گری کے قائل نہیں ہونگے جب تک تو ایک کتاب اوپر سے نہ
اتار لائے جسے ہم پڑھ لیں ان سب لغو اعتراضوں کے جواب میں کہدو میرا رب پاک ہے ایسی باتوں کے کرنے سے
(جو ایمان بالغیب میں خلل انداز ہوں) میں تو ایک بشر (آدمی) خدا کا فرستادہ ہوں یہ آیت فیصلہ کر رہی ہے کہ خدا تعالیٰ
کی سنت کے یہ بالکل برخلاف ہے کہ کسی بشر کو آسمان پر چڑھائے یا کوئی کتاب لکھی لکھائی آسمان سے پھینکے ورنہ اس
رسول الثقلین صلعم سے بڑھکر کونسا وجود مبارک تھا جس کے ذریعے اپنی قدرت کا یہ نمونہ دکھاتا مگر چونکہ یہ امر وعدہ الٰہی
کے خلاف تھا اسلئے اسنے ایسا نہ کیا (۱) وَهُوَ الَّذِیْ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ
انعام ۱۲ (وہی ذات جس نے پیدا کیا تمہیں ایک نفس سے پھر یہ دنیا ٹھہرنے کی جگہ اور سونپے جانیکا مقام ہے۔ یعنی
اسی زمین میں مدت تک تم ٹھہرے رہوگے اور یہیں بعد موت بطور امانت قیامت تک رہوگے (۲) قَالَ فِيْهَا
تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ اعراف ۲ (فرمایا اسی زمین میں ہی تم زندگی گذاروگے۔ اور

اسی میں تم مروگے اور اسی سے نکالے جاؤگے) فیھا کے مقدم کرنے میں جو حصر ہے وہ آپ سمجھ گئے ہونگے اس سے پہلے آیت وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ ہے گویا یہ اسکی تفسیر میں واقع ہوا۔ اب تو آپنے سمجھ لیا کہ کرۂ ارضی سے باہر کوئی انسان جی ہی نہیں سکتا اور یہاں ہم یہ نہیں کہتے کہ کسی اور جگہ خدا زندہ رکھنے پر قادر نہیں بلکہ یہ کہ اسکا وعدہ ہے اور اسی کا فرمان کہ تم زمین پر ہی زندگی بسر کروگے پھر فرمایا اَلَمْ نَجْعَلِ الْأَرْضَ كِفَاتًا أَحْيَاءً وَأَمْوَاتًا المرسلت ع ۱ ۲۹ کیا ہم نے زمین کو زندہ و مردوں کو سمیٹنے والی نہیں بنایا یعنی کوئی انسان زندہ یا مردہ ایسا نہیں جو زمین سے باہر ہو یہ اللہ تعالے نے فرمایا اب کیا تم مَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا (خدا سے بڑھکر سچا کون ہے) کے برخلاف گواہی پیش کرتے ہو کہ عیسے خاکی وجود کے ساتھ زندہ آسمان پر ہو افسوس ہے تم پر (۴) مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى طٰهٰ ع ۳ ۱۷ (اسی زمین سے ہم نے تمکو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائینگے اور اسی سے تمہیں دوسری بار نکال کھڑا کرینگے) یہ آیت شہادت دے رہی ہے کہ ابن آدم کا خلق ہر لحظہ ہر آن زمین سے ہوتا رہتا ہے ورنہ خلقنا بصیغہ ماضی نہ ہوتا اب بتاؤ کیا عیسے علیہ السلام کہ وہ بھی اولاد آدم سے ہے اسکی پیدایش[سلہ] زمینی آب و ہوا و غلہ سے ہو رہی ہے یا آسمانی سے تو پھر کیا وعدہ الہی کا خلاف لازم نہ آئیگا پھر فرمایا اسی میں لوٹا لائینگے اب وہ آسمان پر کیا بنا رہے ہیں اور جو لوگ ادریس کے زندہ بہشت میں داخل ہو جانے کے قائل ہیں وہ بھی غور کریں کہ سب انسانوں نے زمین میں آنا ہی اور اسی سے نکلنا ہے ایک نادان کہنے لگا اور جسے جلادیں یا دریا میں پھینکدیں یا جانور کھا جائیں اسنے یہ نہ سمجھا کہ پھر بھی وہ راکھ اور مچھلیاں جن کا طعمہ ہوا اور جانور زمین پر ہی ہیں آخر انہوں نے بھی مرنا ہے پھر زمین میں ہی رہینگے اور خدا ان سب کے ذروں کو جمع کرنے پر قادر ہے فرمایا كُونُوا حِجَارَةً أَوْ حَدِيدًا أَوْ خَلْقًا مِمَّا يَكْبُرُ فِي صُدُورِكُمْ بنی اسرائیل ع ۵ ۱۵ (پتھر ہو جاؤ یا لوہا یا کوئی اور چیز جو تمہارے خیال میں بڑی ہو ضرور زندہ کیئے جاؤگے) پس تم یاد رکھو کہ خدا بیشک قادر ہے مگر وہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا وہ اپنی سنت مقررہ جس کا بیان قرآن میں ہوا کے خلاف نہیں کرتا۔ وہ ایسے کام بھی نہیں کرتا جس سے اسنے اپنی پاکیزگی لفظ سُبْحٰنَ سے بیان کر دی وہ جس چیز سے جیسے کام لینا چاہتا ہے ویسے ہی اسکی فطرت بنا دیتا ہے پھر اسکے خلاف نہیں کرتا مثلاً انسان کا وجود ہی ایسا نہیں بنایا کہ وہ آسمان پر رہنے کے قابل ہو چنانچہ یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جو ہمارے مخالفوں کو بھی تسلیم کرنا پڑا ہے یہی وجہ ہے کہ وہ کہتے ہیں عیسے علیہ السلام آجکل ملکی وجود و خواص میں ہیں کیونکہ خاکی وجود میں یہ صلاحیت ہی نہیں کہ آسمان پر رہے لاتبدیل لخلق اللہ

۱ اس آیت کے نظم الفاظ پر غور کیجئے کفار و اہل کتاب میں مدت سے یہ خیال تھا اور ان میں ہم مسلمانوں کی طرح غلط فہمیاں پھیلی ہوئی تہیں وہ سمجھ بیٹھے تھے کہ رسول میں بشری خواص نہیں ہوتے اسکی تردید بھی فرمائی پھر ان کا خیال تھا کہ آسمان سے دسترخوان اترتا ہے اسکی بھی تردید فرمائی کہ ایسے بڑے ہی نشان نہیں دکھلائے جاتے پھر انکا وہم تھا کہ

سلہ انسان کے جسم ہر وقت کچھ کچھ تغیر تبدل نشو و نما ہوتا رہتا ہے حتیٰ کہ سات سال بعد جسم بدل جاتا ہے ۔۱۲

آسمان سے لکھی لکھائی کتاب گر پڑے اسکی نسبت بھی فرمایا کہ ایسا ہونا سنت اللہ میں داخل نہیں ہو یَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰۤى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ (النساء ۲۲ع) اہل کتاب سوال کرتے ہیں کہ لکھی لکھائی کتاب آسمان سے اتار لا - انہوں نے موسیٰ سے اس سے بڑے بڑے گستاخانہ سوالات اور لغو اعتراض کئے ہیں معلوم ہوا کہ اس قسم کے سوال کرنا بھی خدا کے حضور اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً (اللہ کو کھلے بندوں دکھاؤ) کی طرح گستاخی ہے ورنہ انکو کہا جاتا کہ پہلے تورات جو اس طرح اتاری جاچکی ہے پھر مدت سے یہ سمجھے بیٹھے تھے مشرکین بالخصوص نصاریٰ کہ آسمان پر بشر کا جانا ممکن ہو اسکے جواب میں بھی فرمایا کہ میرا رب ایسے کاموں کے کرنے سے پاک ہے رقیہ کے معنے جنتر منتر (افسون) کے ہیں جو جسپاں ہیں اور چڑھنا بھی مراد ہو سکتا ہے خدا نے دونوں کی نفی فرمائی اور تنزل سے آسمان سے نزول کے خلاف سنت اللہ ہونے کا ثبوت ملتا ہو سبحان ربی کا تعلق ہر ایک امر مذکورہ[1] سے ہے اور جناب رسالتمآب کی صرف یہ غرض نہ تھی کہ میں اپنی طاقت سے قادر نہیں بلکہ سبحان ربی اسلئے فرمایا کہ میرا رب ایسی باتوں کو کرنا نہیں چاہتا اور وہ ایسے امور کے فعل سے پاک ہو نیز جو لوگ سوال کر رہے تھے انکا یہ مطلب تو نہ تھا کہ تو محض اپنی قوت سے جا بلکہ انکا تو یہی مطلب تھا کہ تو رسول اللہ ہونیکا دعویٰ کرتا ہو کہ تو اپنے اللہ کے ذریعے یہ کام کر دکھا کیونکہ انکا خیال تھا اگلے رسولوں نے یہ سب باتیں دکھائیں چونکہ یہ باتیں غلط تھیں اسلئے نبی کریم صلعم نے صاف کہدیا کہ یہ امور خلاف سنت اللہ ہیں۔

معراج | اس آیت سے معراج نبوی کی کیفیت بھی معلوم ہوتی ہو کہ اس جسد عنصری کے ساتھ تھا یا اس لطیف جسم کے ساتھ جو کشفی حالت میں ہوا کرتا ہو کیونکہ روح بغیر جسم کے رہ ہی نہیں سکتی پس یہ خیال کرنا کہ روح جسم سے علیحدہ ہو کر بھی کچھ کر سکتی ہو بالکل غلط ہو یہ آیت اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ تو معراج والی آیت سے پہلے اتری ہے یا پیچھے دونوں صورتوں میں ہمارا مطلب حاصل ہو اگر معراج پہلے ہو چکا تھا تو هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا کہنے کی بجائے انکو جواب دینا تھا کہ پہلے تو یہ نبی آسمان پر جاچکا ہو اب دوبارہ وہی نشان دکھانے کی کیا ضرورت ہے اور اگر معراج بعد میں ہوا اور جسم عنصری کے ساتھ ہوا تو خلاف سنت اللہ فرمانے کی کیا حاجت تھی کہ دیا جاتا عنقریب تم اس نشان کو دیکھو گے پھر سب کے سامنے ہوتا تاکہ کفار ایمان لاتے اس کام کے لئے رات منتخب کیوں کی گئی عرض محض اسلئے کہ یہ ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جو نہایت صفائی کے ساتھ بیداری میں ہوا ہمیں کہا جاتا ہو کہ کشف تو اولیاء کو بھی ہوتا ہو پھر فضیلت کیا ہوئی؟ ان نادانوں کو یہ معلوم نہیں کہ اس طرح تو یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ وحی تو دوسرے نبیوں کو بھی ہوتی تھی بلکہ اولیاء امت محمدیہ کو پس اس میں فضیلت کیا ہوئی۔ دوستو! جیسا کہ نبی کریم صلعم اور دیگر انبیاء و اولیاء کی وحی میں قلت کثرت صفائی کدورت لفظاً و معنی کا فرق ہے۔ ویسا ہی آپکے اور دوسروں کے کشف میں فرق ہے پھر جس طرح تم لوگ معراج کو سمجھے ہوئے ہو اس میں تو چنداں فضیلت بھی نہیں تھی ۔ مثلاً بیت المقدس تک جانا اب آپ دیکھتے ہیں کہ کئی لوگ مسجد حرام سے بیت المقدس تک جاتے ہیں گو حضور

---

[1] تمام مقولے سے بہ حیثیت مجموعی نہیں کہ او تخیر کے لئے ہوتا ہے ۱۲

اور صلعم براق پر گئے مگر پھر بھی جاتے ہیں تو اور بھی مشارک ہیں ایسا ہی آسمان پر جانا سرور کائنات علیہ التحیات اتنی جلدی واپس
چلے آئے کہ پانی گھڑے سے بہ رہا اور دروازے کی زنجیر ہل رہی تھی اور ایک عیسٰے علیہ السلام ہیں جو حسب زعم تمہارے دو ہزار
برس سے آسمان پر بیٹھے ہیں خود ہی بولو۔ فضیلت کس میں ہوئی جو پل کا پل کسی مقام میں ٹھہرے یا جس کا مستقر ہو جائے چونکہ
ایسے اعتقاد سے اس اشرف انبیاء علیہ الثناء کی شان میں فرق آتا ہے اسلئے آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ وہ معراج کیسا تھا اور
اسکا نتیجہ دنیا نے کیا دیکھا ہم پر الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ مرزائی کہتے ہیں رسول اللہ صلعم کی روح آسمان پر گئی بھلے مانس نہیں
سوچتے کہ جب روح جسم سے نکلکر آسمان پر چلی گئی تو اسکا نام تو موت ہے یہ کیونکر ہم کہہ سکتے ہیں جبکہ ہمارا مذہب ہے کہ دو[2]
موتیں کسی پر جمع نہیں ہوتیں پھر کہتے ہیں رسول اللہ صلعم کی عزت انکے دلوں میں نہیں! کس کے دل میں عزت نہیں
کیا اسوقت تم لوگوں کو شرم نہیں آتی جب تم کہتے ہو کہ وہ سید المرسلین تو خاک کے نیچے پیوند زمین ہوں اور موسیٰ علیہ السلام
کا ایک خلیفہ دو ہزار برس سے آسمان پر براج رہا ہو اور پھر زندہ ملکی وجود کے ساتھ۔ اب معراج کے بارے میں ہمیں الزام
دیتے ہو حالانکہ تم کہتے ہو نبی کریم خود چلکر گئے اور ہم کہتے ہیں کہ ساتوں آسمانوں اور انکی کل کائنات آپکے قدموں کے آگے
ڈالدی گئی اب بتاؤ فضیلت کس بات میں ہے خود کہیں جاکر سیر کرنے میں یا ان سیر کردنی چیزوں کے بارگاہ عالی میں حاضر
ہو جانے میں اور ہم معراج کو رؤیا دکشفی نمائش کیوں نہ کہیں جبکہ خود خدا تعالےٰ نے اس معراج کو رؤیا فرمایا دیکھو بنی اسرائیل
وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ ۔ اور ہمنے یہ رؤیا تجھے نہیں دکھایا مگر لوگوں کی آزمایش کے لئے
رؤیا کا لفظ قرآن مجید میں کہہ دیکھو قَالَ يَا أَبَتِ هَٰذَا تَأْوِيلُ رُؤْيَايَ مِنْ قَبْلُ یوسف ۱۲ (یوسف نے کہا ابا جان یہ ہے میرے
رؤیا کی تعبیر جو پہلے دیکھی تھی (۲) لَقَدْ صَدَقَ اللَّهُ رَسُولَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ الفتح ۲۶ (اللہ نے اپنے رسول کو جو رؤیا
دکھایا تھا وہ سچا نکلا) خواب کے معنی میں آیا ہے مگر ہمنے نبی کریم صلعم کی علو شان پر نظر کرکے اس رؤیا کو کشفی نمایش کے معنے میں لیا
ہے کیونکہ وہ بھی خواب کی ایک اعلیٰ قسم ہے اور خواب و کشف میں ایسا فرق ہے جیسے قند سیاہ اور مصری میں ہوتا ہے شاہ عبد القادر
صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اسی آیت ما جعلناک الا پر حاشیہ لکھا ہے اور وہ دکھاوا معراج ہے کہ لوگ جانچے گئے سچوں نے
مانا اور کچوں نے جھوٹ جانا علاوہ اسکے اور بھی ہمارے پاس قرائن ہیں جو ان معنوں کی تائید کرتے ہیں کہ معراج رؤیا کشفی نمایش
تھا دیکھو سورہ والنجم میں فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَأَىٰ
دو کمانوں کے قدر یا اس سے کم فاصلہ رہا[1] اسوقت اپنے بندے کو وحی بھیجی جو کچھ بھیجی دل نے جو کچھ دیکھا جھوٹ نہ تھا) اگر
قرب جسمانی تھا تو پھر وحی کی کیا ضرورت اور کیا گنجایش تھی پھر دیکھو دیکھنے والا دل فرمایا گیا نہ کہ آنکھ اسکے آگے جو زاغ البصر

---

[1] شدید القویٰ سے مراد اگر خدا ہے اور جو لوگ ان آیات سے معراج کا ذکر کرتے ہیں ان کے نزدیک ہونا چاہیئے وہ خیال کریں
کیا نبی کریم صلعم اس سے پہلے خدا سے یا خدا تعالیٰ نبی اکرم سے دور تھا اور کیا خدا کسی خاص مکان و جہت میں ہے کہ وہاں جانے سے
تھوڑا فاصلہ رہ گیا صاف ظاہر ہے کہ یہ روحانی تقرب ہے پس جس طرح معراج تمنے سمجھا اسکی حقیقت کھل گئی ۱۲

ہو اس میں بھی آل اسلئے ہو تاکہ دل کی آنکھ کی طرف اشارہ ہو اور نیز بصر بمعنی بصارت ہی۔ تیسرا قرینہ سورہ بنی اسرائیل کے شروع میں لفظ سبحٰن ہی جو اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ خداوند تعالیٰ جسم جہت مکان سے بالکل منزہ ہی دیکھنا کہیں یہ خیال نہ کرلینا پھر انه هو السميع البصير فرمایا کہ بس وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہی تاکہ اس قسم کے سمع و بصر میں کوئی شریک نہ ٹھہرے۔ اور ظاہری جسمانی آنکھیں تو ان روحانی نظاروں کے دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتیں بس ہمارے نبی اکرم صلعم کے کان اور آنکھ بوجہ تقرب اسوقت خدا کے سمع و بصر تھے اسی لئے فرمایا مَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اَحْبَبْتُهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِيْ يُبْصِرُ بِهٖ (بخاری) میرا بندہ نوافل سے میرے نزدیک ہوجاتا ہے یہانتک کہ میں اسے محبوب بنالیتا ہوں اور جب میں اسے پیار کرتا ہوں تو اسکے کان ہوجاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور آنکھ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہی اب یہاں یتقرب الیّ جو رافعك الیّ کے ہم معنی ہی کبھی کسی نے یہ مراد نہیں لی کہ عبد نوافل سے آسمان پر چڑھ جاتا ہی بلکہ یہ روحانی تقرب کا انتہائی درجہ ہی جس پر ہمارا رسول مقبول پہنچا یہ سب روحانی معاملہ تھا۔ ایک مخالف نے یہ آیت سُبْحٰنَ الَّذِیْ پیش کر کے ایک مدعی فنا فی اللہ مگر فنا فی الخلق سے احمدیوں پر کفر کا فتویٰ لگایا کہ مرزائی اس آیت کے منکر ہیں کہ آسمان پر کہتے ہیں روح گیا میں نے کہا اول تو روح گیا یہی غلط ہی پھر اس آیت میں تو آسمان کا ذکر ہی نہیں باقی رہا عبد کہ جسم مع روح ہے سو اسکو ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اسوقت جسم مع روح تھے[1] جب یہ سیر کیا سیر پاؤں سے چلکر جانیکا نام نہیں سیر نظری بھی ہوتا ہے اور اہل سلوک جانتے ہیں کہ ان راہوں میں دل کی آنکھ ہی کام دیتی ہے۔ چوتھا قرینہ اسکے لئے رات کا منتخب کرنا ہی اور لیلاً تعظیم کے لئے آیا ہی اور مراد اس سے ایک ٹکڑا رات کا اسکے بعد احادیث میں اس سے بڑھکر کئی قرائن ہیں دیکھو اول تو فرمایا (بروایت مالک بن صعصعہ) کہ میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا کہ آنے والا آیا کہ میرا سینہ پھاڑ دیا اور اس میں سے دل نکالا اب انصاف کرو کیا یہ واقعہ ظاہری طور سے ہو سکتا ہے کیا انشراح صدر کے لئے سینے کے پھاڑنے کی ضرورت ہی اور کیا ایسا کرنے سے انسان کی طبیعت ٹھیک رہ سکتی ہے پھر آگے پڑھئے ثم اتيت بطست من ذهب[2] مملوا ايمانا فغسل قلبي (پھر ایک سونیکا تھال لایا گیا جو ایمان سے بھرا ہوا تھا پھر میرا دل دھویا گیا) اب ایمان ہی کہو کیا شرع اسلام کے رو سے کسی چیز کا سونے کے تھال میں استعمال حلال ہی؟ مسلم نے ام سلمہ سے روایت کی کہ فرمایا اس شخص کے بارے میں جو پیتا ہے چاندی سونے کے برتن میں کہ اتارتا ہے اپنے پیٹ میں

[1] انسان جس وقت رویا دیکھتا ہی تو اپنا جسم ساتھ دیکھتا ہی حالانکہ وہ بستر پر پڑا ہوتا ہی سب کو معلوم ہی کہ وہ روح کی سیر ہے مگر کبھی کسی نے نہیں کہا کہ میری روح نے دیکھا ہی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا اور دیکھا بھی جسم سمیت کشف میں بھی انسان کو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جسم کیساتھ سیر کر رہا ہوں اس سے ثابت ہوا کہ کشفی سیر میں بھی روح کیساتھ ایک لطیف جسم ہوتا ہی کیونکہ روح بغیر جسم کے کچھ نہیں پھر براق کس لئے تھا حضرت سنئے رویا میں انسان کئی دفعہ دیکھتا ہی کہ میں ریل گاڑی یا گھوڑے پر سوار ہو کر جا رہا ہوں حالانکہ بعض اوقات وہ پاپیادہ دوڑ تک خواب میں جا پہنچتا ہی پس یہ ایک روحانی نظارہ ہی جو روحانی مناسبت سے دکھائی دیتا ہی ۱۲ [2] اس حدیث کیلئے مشکوٰۃ دیکھو ۱۲

آگ دوزخ کی بھپر ایمان کیا کوئی جسمانی چیز ہے کہ اسکو تھال میں بند کرکے لانیکی ضرورت تھی نعلاکے لئے ورا تو عقل سلیم کو کام میں لائیے پھر دل کے مضغہ کا ظاہری پانی سے دھونا کیا مراد رکھتا ہے کیا اس طرح ”دل“ پاک ہوجاتا ہے اور کیا دل کو ظاہر طہور بنانے کے لئے اسکا پانی سے دھونا کافی ہے پھر لکھا ہے ثُمَّ مُلِیَ اِیْمَانًا وَّحِکْمَۃً ”پھر ایمان وحکمت بھرا گیا) اب کہئے کیا ایمان وحکمت کے داخل کرنے کے لئے سینے اور دل کا چیرنا ضروری ہے کیا آپ صاحبان میں ایمان ہے؟ کیا اسے سینہ چیر کر ڈالا گیا تھا۔ پھر کتاب بدء الخلق بخاری میں ہے کہ میں بیت اللہ کے پاس خواب وبیداری کے درمیان حالت میں تھا اور بخاری کتاب التوحید میں لکھا ہے کہ یہ واقعہ دیکھکر آنکھ کھل گئی اور جاگ اٹھے ثُمَّ اسْتَیْقَظَ اب فرمائیے کہ یہ جسد عنصری کے ساتھ ہوا یا کشفی حالت میں جس میں خواب وبیداری کے بین بین حالت ہوتی ہے کتاب الصلوٰۃ بخاری میں ذکر ہے کہ چھت[1] کھل کر جبریل نیچے آئے کیا فرشتہ کو اترنے کے لئے چھت کھولنے کی ضرورت ہوتی ہے اور پھر وہ چھت صبح کو پھٹا ہوا دیکھا گیا یا نہیں یہ سب باتیں ہم اسلئے لکھ رہے ہیں تاکہ آپ پر ظاہر ہو کہ یہ کشفی حالت تھی پھر پڑھو اس حدیث مشکوٰۃ میں سدرۃ المنتہیٰ سے اوپر فَاِذَا اَرْبَعَۃُ اَنْہَارٍ (چار نہریں) آگے فرمایا اَمَّا الظَّاہِرَانِ فَالنِّیْلُ وَالْفُرَاتُ اب فرمائیے کیا یہ دونوں دریا زمین پر ہیں یا آسمان پر کیا انکو اوپر دیکھنا کشفی حالت میں قرین قیاس ہے یا جسد خاکی کیساتھ سیر کرتے ہوئے آسمانوں سے بھی آگے[2] پھر آگے دیکھو ثُمَّ اُتِیْتُ بِاِنَاءٍ مِّنْ خَمْرٍ وَّاِنَاءٍ مِّنْ لَّبَنٍ (پھر لایا گیا میرے پاس برتن خمر کا اور ایک برتن دودھ کا) فَاَخَذْتُ اللَّبَنَ فَقَالَ ہِیَ الْفِطْرَۃُ اَنْتَ عَلَیْہَا وَاُمَّتُکَ (اسوقت مینے دودھ لے لیا اور جبریل نے کہا یہ فطرت ہے جسپر تو اور تیری امت ہے) اب بتائیے یہ دودھ کی تعبیر فطرت اسلام بتانی رویا کی صورت میں ممکن ہے یا یونہی اے اہل نظر انصاف! پھر دیکھو لکھا ہے (مشکوٰۃ میں) کہ میں بیت المقدس میں آیا اور براق کو وہاں باندھا جہانکہ انبیاء گھوڑے باندھا کرتے تھے ثُمَّ دَخَلْتُ الْمَسْجِدَ فَصَلَّیْتُ فِیْہِ رَکْعَتَیْنِ (پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ اور وہاں مینے دو رکعت نماز پڑھی اسکے ساتھ حاشیہ مشکوٰۃ پر لکھا ہے اِنَّ ہٰذِہٖ ہِیَ الصَّلٰوۃُ الَّتِیْ اقْتَدٰی بِہٖ الْاَنْبِیَاءُ (یہ وہی نماز ہے جسکا انبیاء نے اقتدا کیا) اور علیحدہ حدیث میں بھی آیا کہ وہاں رسالتمآب نے انبیاء کی امامت میں نماز پڑھائی۔

اب یہ روحانی وکشفی بات نہیں تھی تو اور کیا تھی کیا رجوع الی الدنیا قرآنی آیات کے خلاف نہیں اور کیا بعد از موت اعمال کے مکلف ہیں اور کیا یہ صحیح مسئلہ نہیں کہ اعمال موت سے منقطع ہو جاتے ہیں اور کیا عیسٰے علیہ السلام کا ابتک دنیا میں آسمان سے آنیکا انتظار نہیں کیا جارہا حالانکہ وہ بزعم شما بیت المقدس میں اتر چکے اور پھر جو عالم ارواح میں ہوں انکی نماز اس جہان کے رہنے والے کے ساتھ کیا معنی رکھتی ہے سوائے اسکے کہ یہ روحانی نظارہ ہو علاوہ ازیں ابوہریرہ رض

---

[1] دیکھو مشکوٰۃ فُرِجَ عَنِّیْ سَقْفُ بَیْتِیْ میرے گھر کی چھت کھولی گئی ۱۲ [2] شاید بعض علماء کو دھوکہ لگا ہو کہ نیل جبال القمر سے نکلتا ہے اور جبال القمر کے معنے ہیں چاند کی پہاڑیاں حضرات! مطمئن رہئے نیل کا منبع اسی زمین پر معلوم ہو چکا ہے جبال القمر اسی زمین پر پہاڑیوں کا نام ہے ۱۲

سے روایت ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ قریش میرے معراج کی کیفیت سن کر بیت المقدس کی بعض نشانیاں پوچھنے لگے جو مجھو یاد نہ رہیں اسلئے میں سخت گھبرا گیا (وَقُرَيْشٌ تَسْأَلُنِيْ عَنْ مَسْرَايَ فَسَأَلَتْنِيْ عَنْ اَشْيَاءَ مِنْ بَيْتِ الْمُقَدَّسِ لَمْ اُثْبِتْهَا فَكُرِبْتُ كَرْبًا الخ) اسوقت میرے سامنے کیا گیا اور میں انہیں جو کچھ وہ پوچھتے بتاتا جاتا تھا اس واقعہ پر خوب تدبر کرو یہ صاف گواہی دے رہا ہی کہ جو کچھ آپنے دیکھا تھا اعلیٰ درجہ کی کشفی رؤیا میں دیکھا ورنہ کسی نشانی کا یاد نہ رہنا چہ معنے دارد حالانکہ اس فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ کا حافظہ و ضبط بہت مشہور از قسم معجزہ ہے جو باتیں رؤیا میں دیکھی جائیں انہیں کا بھولنا ممکن ہی ظاہری آنکھ سے جاکر جو کچھ خود دیکھیں وہ کمزور حافظہ والے بھی نہیں بھولیں۔ اور یہ بات بھی نہیں کہ آپنے ان اشیاء کو دیکھا نہ تھا اگر دیکھا نہ ہوتا تو لم اُثبتھا فرماتے جس کے معنے حاشیہ مشکوٰۃ پر لیے لم اضبطھا ولم احفظھا لکھے ہیں جس سے ثابت ہی کہ آپنے دیکھا مگر یاد نہ رہا پھر معراج کے ذکر میں آیا ہی کہ آپنے دوزخ بھی دیکھا۔ اور اس میں کئی فرقوں کو جلتے اس سے دو باتوں کا ثبوت ملتا ہی ایک تو یہ کہ انسان مرتے ہی ایک قسم کے دوزخ میں چلا جاتا ہی دوسرا یہ کہ معراج روحانی نظارہ تھا ورنہ دوزخ کا آسمان پر دیکھنا نہایت بعید ہے یہ متفق علیہ مسئلہ ہے کہ جہنم آسمان پر نہیں۔ پھر اختلاف روایات پر نظر کرو (بزبان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کسی حدیث[۱] میں براق کا ذکر ہے اور کسی میں یہ ہی کہ جبرئیل[۲] ہاتھ پکڑکر لے گیا اور کسی میں بیداری اور کسی میں خواب[۳] لکھی ہی اور کسی میں لکھا ہی کہ میں حجرہ[۴] میں لیٹا ہوا تھا اور کسی میں لکھا ہی کہ میں مسجد کعبہ میں[۵] تھا اور کسی میں لکھا ہی کہ صرف جبرئیل[۶] آیا تھا اور کسی میں لکھا ہی کہ تین[۷] آدمی آئے تھے اور کسی میں لکھا ہی کہ آدم کے بعد عیسےٰ و یحییٰ[۸] کو دیکھا اور کسی میں لکھا ہی کہ آدم کے بعد[۹] ادریس کو دیکھا اور کسی میں لکھا ہی کہ عیسےٰ کو دوسرے آسمان میں دیکھا[۱۰] اور موسیٰ[۱۱] کو چھٹے آسمان میں اور کسی میں لکھا ہی کہ پہلے موسیٰ کو دیکھا پھر عیسےٰ کو اور کسی میں یہ لکھا ہی کہ ابراہیم کو ساتویں[۱۲] آسمان میں دیکھا اور کسی میں لکھا ہی کہ موسیٰ[۱۳] کو ساتویں آسمان میں دیکھا اور ابراہیم کو چھٹے میں کسی میں منصب نبوت پر مامور ہونے سے پہلے معراج ہونیکا ذکر ہے کسی میں بعد ان اختلافات سے بچنے کے لئے بعض علماء نے یہ کہا ہی کہ معراج آپ کو پانچ ہوئے

---

[۱] انس رواہ مسلم دیکھو مشکوٰۃ [۲] ابوذر ثم اخذ بیدی فعرج بی الی السماء مشکوٰۃ [۳] کتاب بدء الخلق بخاری [۴] بخاری کتاب المناقب [۵] بخاری کتاب الصلوٰۃ [۶] ابوذر مشکوٰۃ [۷] کتاب التوحید و بدء الخلق [۸] کتاب الصلوٰۃ بخاری [۱۰] کتاب بدء الخلق [۱۱] کتاب بدء الخلق بخاری و کتاب المناقب [۱۲] کتاب المناقب بخاری و مشکوٰۃ [۱۳] بخاری کتاب التوحید

* دیکھو حاشیہ مشکوٰۃ باب المعراج وَقَدْ وَقَعَ فِيْ بَعْضِ الرِّوَايَاتِ اَنَّهٗ رَاٰى اِبْرَاهِيْمَ فِي السَّمَاءِ السَّادِسَةِ وَرَاٰى مُوْسٰى فِي السَّابِعَةِ وَفِيْ رِوَايَةٍ رَاٰى اِدْرِيْسَ فِي الثَّالِثَةِ وَهَارُوْنَ فِي الرَّابِعَةِ وَفِيْ اُخْرٰى اِدْرِيْسَ فِي الْخَامِسَةِ وَيُوْسُفَ فِي الثَّانِيَةِ وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى فِي الثَّالِثَةِ وَعَلٰى تَقْدِيْرِ صِحَّةِ الرِّوَايَاتِ يَتَعَذَّرُ الْجَمْعُ اِلَّا بِتَعَدُّدِ الْمِعْرَاجِ بعض روایات میں ہی کہ ابراہیم چھٹے آسمان میں اور موسیٰ ساتویں میں دیکھے اور ایک روایت میں ہی کہ ادریس تیسرے میں ہارون چوتھے میں اور ایک روایات میں ہی ادریس پانچویں میں یوسف دوسرے میں اور یحییٰ و عیسیٰ تیسرے میں ان میں جمع مشکل ہی بجز صورت تعدد معراج

جسطرح ہم معراج کو سمجھتے ہیں اس طرح پانچ سو بھی زیادہ تسلیم کرنے میں کچھ عذر نہیں مگر جس طرح تم لوگ کہتے ہو ذرا غور کرو کہ بخاری میں آیا ہے کہ جب آپ ساتویں آسمان کو عبور کرنے لگے تو فَقَالَ مُوسٰی لَمْ اَظُنَّ اَنْ یُرْفَعَ عَلَیَّ اَحَدٌ (موسیٰ بولے مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ مجھ سے اوپر بھی کسی کا رفع ہوگا) اس[1] حدیث سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ ہر ایک نبی کا رفع ہوا کرتا ہے عیسےٰ ہی سے خاص نہیں اور یہ رفع بھی روحانی ہے ورنہ لازم آتا ہے یر فع سے کہ حضرت موسیٰ بھی اسی جسم کے ساتھ اٹھائے گئے ہوں حالانکہ یہ کسی کا عقیدہ نہیں پھر لطف یہ کہ ان کی قبر بھی نہیں ملتی اور عیسےٰ علیہ السلام کی تو دکھانے والوں نے قبر بھی دکھا دی۔ دوم یہ کہ ہر ایک نبی کسی نہ کسی مقام میں مقیم ہے اس سے اوپر نیچے نہیں ہو سکتا مگر ہم روایات میں دیکھتے ہیں کہ پہلے کسی کو ساتویں آسمان پر دیکھا تو دوسری بار چھٹے پر وغیرہ ذالک اب فرمائیے یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ نبی اپنے مقام سے دوسرے پر نہیں جا سکتے پھر ہر ایک معراج میں یہ ذکر ہے کہ پچاس نمازیں پہلے فرض ہوئیں پھر آپ موسیٰ علیہ السلام کے کہنے سے کئی بار جناب الٰہی میں حاضر ہوئے (اس کئی بار جانے پر بھی نظر ہو کہ کشف میں ممکن ہے یا ظاہری طور سے اور کیا آپ کے اختیار میں تھا کہ جتنی بار چاہتے اس جسم عنصری کے ساتھ حاضر ہوتے جبکہ کفار کے جواب میں فرمایا هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا اور معاف ہوتے ہوتے پانچ نمازیں رہ گئیں اول تو خیال کیجئے کہ جس حدیث میں آیا ہے کہ نزول وحی سے پہلے معراج ہوا۔ اس میں نمازوں کا کیا مذکور تھا جبکہ آپ پر ابھی وحی نازل ہونی ہی شروع نہ ہوئی تھی ماکنت تدری ما الکتاب ولا الایمان (تو نہیں جانتا تھا کہ کتاب و ایمان کیا ہے) کا زمانہ تھا پھر جب ایکدفعہ کے معراج میں فیصلہ ہو چکا تھا تو دوسری بار دوسرے معراج میں پھر انہی نمازوں کے پچاس سے پانچ کرانے کے معاملہ کی کیا ضرورت ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ ایکدفعہ پانچ نمازیں مقرر ہو چکی ہوں پھر آپ آگئے ہوں پھر پچاس کا حکم ہوا ہو اور پھر پانچ کرانے کے لئے عجز و الحاح کیا ہو پھر مشکوۃ کی اس حدیث پر غور کرو جس میں بروایت مالک بن صعصعہ لکھا ہے کہ فَلَمَّا جَاوَزْتُ بَكٰى قِيْلَ لَهٗ مَا يُبْكِيْكَ قَالَ بكي لان غُلَامًا بُعِثَ بَعْدِيْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ اُمَّتِهٖ اَكْثَرُ مِمَّنْ يَدْخُلُهَا مِنْ اُمَّتِيْ (مشکوۃ) جب میں آسمان ہفتم سے گذرا تو موسیٰ علیہ السلام روئے پوچھا گیا کس چیز نے رلایا کہا میں روتا ہوں کہ یہ لڑکا جو میرے بعد مبعوث ہوا اسکی امت میری امت سے زیادہ جنت میں داخل ہوگی۔ کیا ایک نبی کے منہ سے یہ کلمات ہمیں نکلے اور کیا بجائے خوش ہونے کے یہ کہنا چاہیئے دوستو! سنو! کشف میں تو یہ سب کچھ ممکن ہے کہ ایک خاص فضیلت کے اعتبار سے کسی کو پہلے کسی مقام پر دیکھیں اور پھر دوسری بار کسی دوسری نسبت کے لحاظ سے دیگر حالات و خیالات کے ماتحت کسی اور آسمان پر دیکھیں اور ایسا ہی نبی اکرم صلعم کی علو شان کو دیکھکر حقیقۃ موسیٰ اپنی امت پر تاسف کر سکتی ہے بوجہ شفقت علی امۃ کہ کاش وہ بھی ایسے ہوتے مگر ظاہری طور سے ایسے واقعات کا سرزد ہونا محالات سے ہے مندرجہ بالا قرائن کو دیکھکر امید ہے آپ ہمارے ہمزبان ہو گئے ہونگے۔

حقیقت معراج اب سنئے کہ جس طرح معراج کو ہم نے سمجھا کہ اسپر عملی نتیجے کیسے اور کیونکر اور کتنے مرتب ہوئے۔ اور

---

[1] اسی حدیث سے آگے آیا ہے پھر آپ کی آنکھ کھل گئی اور جاگ اٹھے جو رؤیا کشفی کا ثبوت ہے ۱۲

جس طرح آپ نے سمجھا اس سے سوا اسکے کہ آپ یہ کہا کریں کہ نبی کریم آسمانوں پر چلے گئے اور کچھ نہیں بن سکتا پہلے مسجد حرام سے مسجد اقصےٰ تک جانے والے واقعہ ہی کی طرف غور کرو کہ اس نمود سے یہ مقصود تھا کہ یہ سب ملک عنقریب تیرے قبضے میں آتے ہیں اور قیامت تک تیرے متبعین کی حکومت میں رہینگے اور لوگ سچے دل سے اسلام قبول کرینگے اللہ اکبر یہ پیشگوئی کیسی پوری ہوئی کہ ساری دنیا گواہ ہے خانہ کعبہ کی نسبت مَقَامُ اِبْرَاهِيْمَ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا آل عمران ۱۶ (یہ ابراہیم کا مقام ہے جو اس میں داخل ہوا امن پایا ہے) پھر فرمایا جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَامًا لِّلنَّاسِ المائدہ ۱۲ ۔ (اللہ نے کعبہ کو لوگوں کے قیام کا باعث بنایا اور اس میں شہر حرام۔ ہدی قلائد کو بنایا) یعنی یہ سب چیزیں اس میں قیامت تک آتی رہینگی یہ ایک پیشگوئی تھی جو دعاے ابراہیم رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْ اِلَيْهِمْ ابراہیم ۱۳ (اے ہمارے رب نماز پڑھنے کے لئے (میں نے اس بیابان میں تیرے گھر کے نزدیک اولاد لاکر بسائی ہے) پس تو لوگوں کے دل اسکی طرف رغبت کرنے والے بنا) کے مطابق نہایت صحیح نکلی۔ کون نہیں جانتا کہ لوگوں نے کئی معبد کئی مکان بنائے تا لوگوں کا مرجع بنیں مگر انکو بالکل کامیابی نہ ہوئی (اور اول تو انہوں نے ایسا دعوی ہی نہیں کیا) نہ وہ قائم رہی بلکہ اجڑ گئے برباد ہو گئے غیر قوموں کے تصرف میں آکر خراب ہوئے اور نہ فتنہ و فساد سے مامون رہے اور نہ عوام الناس کا مرجع بنے ہاں صرف ایک مکہ معظمہ ہی ہے جو مبارک ہے اور ہدایت عالمین کے لئے وہ ابتک کسی غیر قوم کے حکومت میں نہیں آیا اور نہ آئیگا وہاں دجالی فتنے بھی انشاء اللہ نہیں پھیلینگے اور لوگوں کا مرجع بھی اسی طرح بنا رہیگا کہ دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ پھر بیت المقدس جو یہودیوں اور نصاریٰ کا سب سے بڑا مقدس مقام ہے باوجود اس شان و شکوہ و شوکت و صولت کے کہ اس وقت دنیا کا بہت سا حصہ عیسائیوں کے زیر حکومت ہے مسلمانوں کے قبضہ میں ہے اور یہ ایک بین نشان ہے اس معراج نبوی کی صداقت کا سننے والے سنیں اور دیکھنے والے دیکھیں حدیث شریف میں ہے (عن ثوبان) اِنَّ اللّٰهَ زَوٰى لِيَ الْاَرْضَ فَرَاَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا وَاِنَّ اُمَّتِيْ سَيَبْلُغُ مُلْكُهَا مَا زُوِيَ لِيْ مِنْهَا (مسلم) اللہ نے میرے لئے زمین کو سمیٹ دیا پس میں نے اسکے مشرق و مغرب کو دیکھا اور جس قدر میرے لئے سامنا کیا گیا وہ عنقریب میری اُمت کے قبضہ میں آئیگا یہ معراج کی تفسیر ہے جو بالکل صادق ثابت ہوئی اچھا یہ تو معراج کی مکانی شان ہوئی اور جو صرف اسی پیشگوئی کیوجہ سے قابل قدر ہے ورنہ مطلق سیر تو غباروں میں بیٹھکر ساری دنیا کا بھی کرنے والے کرتے ہیں پھر اسی معراج کی ایک زمانی شان بھی ہے وہ کیا ہے کہ زمانہ رسالت پناہی (۳۰۰) برس کے بعد سے ایک رات آنیوالی ہے جس میں نور نبوت ہلالی شکل سے بدری صورت میں متبدل ہوتا ہوا مسجد حرام سے ایک آخری زمانہ کی عالیشان مسجد مسجد الاقصےٰ کے افق وحی اچانک سے طلوع کریگا مطلب یہ ہے کہ ہمارے نبی کا چشمہ فیض بند نہیں ہوگیا وہ اخیر زمانے تک یونہی جاری ہے یہ نور نبوت قادیان کی مسجد میں بھی پہنچیگا جو زمانی اعتبار سے اقصی المساجد ہے اور مسجد حرام سے بعد کے اعتبار سے بھی مبارک ہے جو اسکی روشنی

---

۱ مُبَارَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

میں چلنے اور شکوک کی تاریکی سے بچتے رہتے ہیں گویا ترمانی اعتبار سے یہ بھی سرور کائنات کا ایک معراج تھا جو ایک ہزار برس کی رات میں پورا ہوا۔ اور ہوتے ہوتے مسجد اقصیٰ (دارالامان) میں پہنچا اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ یہ کوئی خیالی بات نہیں شاعرانہ تخیل نہیں بلکہ فیکٹ (درست) اور ٹروتھ (صحیح) ہے۔ دیکھو اس سے آگے اٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ وَجَعَلْنٰہُ ھُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ بنی اسرائیل ۱۵/۱ (ہمنے موسیٰ کو کتاب دی اور اُسے بنی اسرائیل کا رہنما بنایا یعنی راہ قویم دکھانے والے اور پھر امن سے لیجانیوالی اور پھر منزل مقصود تک پہنچانے والی لکھاہے۔ اب ذرا معراج والی آیت سے اسکا ربط تو ملاؤ تم لوگ اپنے معنوں کے موافق تو یہاں کچھ بھی نہیں کرسکتے آؤ میں بتاؤں پہلے اپنے بندے کی ارتقا یعنی اسکے دین کی ترقی کا ذکر کیا کہ آہستہ آہستہ معراج پر پہنچیگا ہلال سے بدر بنیگا خانہ کعبہ سے اس اقصیٰ (دورکی) مسجد[۱] میں پہنچیگا پھر اسکے آگے موسیٰ کا ذکر کیا کہ جس طرح اسکا دین پھیلا اور جس طرح اسکے آخری خلیفہ عیسیٰ پر چودھویں صدی میں ہوا تمام مدارج خلافت ختم ہوئے بعینہٖ اس طرح تیرے چودھویں خلیفہ پر کمالات خلافت ختم ہونگے اور وہ تیرا ظل ہوگا اور تیری غلامی کے شرف سے مشرف ہوکر من تو شدم تو من شدی تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم کا مصداق ٹھہریگا اسوقت یہ کہنا آسان ہوگا کہ پھر اسی محمدی نور سے احمدی شان میں ظہور کیا مبارک وے جو اس سے اپنی آنکھیں روشن کرتے ہیں یہ زمانہ انتہائی درجہ کے کمالات کا ہوگا اور کل نبیوں کی شان اس جری اللّٰہ فی حلل الانبیاء میں جمع ہوگی کوئی پیشگوئی کوئی معجزہ کوئی صداقت ایسی نہ ہوگی اور نہ کوئی نبوی کمال جسکی نظیر اس میں نہ پائی جاوے اسی لحاظ سے ہم اسے جناب رسالتماب محمد رسول اللّٰہ صلعم کے معراج کا زمانہ کہینگے جس کی پیشگوئی ۱۳۰۰ برس پہلے ہوچکی تھی کیا تم خیال کرتے ہو کہ خدا کا کلام بے ربط ہے یا اس میں قصے دل بہلانے کے لئے سنائے جاتے ہیں ہرگز نہیں میرے پیارے دوستو! ان قصوں کو اسلئے غیبی خبروں میں فرمایا کہ بعینہٖ یہی واقعہ امت محمدیہ کو پیش آنے والے تھے تِلْکَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَیْبِ نُوْحِیْہَآ اِلَیْکَ مَا کُنْتَ تَعْلَمُہَآ اَنْتَ وَلَا قَوْمُکَ مِنْ قَبْلِ ھٰذَا فَاصْبِرْ اِنَّ الْعَاقِبَۃَ لِلْمُتَّقِیْنَ ہود ۴/۵ یہ غیب کی خبریں ہیں جنہیں تو اور تیری قوم اس سے پہلے نہ جانتے تھے پس صبر کر کہ انجام بخیر متقیوں کا ہی اب لفظ قوم کو کیا آپ صرف مشرکوں سے خاص کرینگے حالانکہ ہماری نبی کی قوم تمام دنیا ہے جنکی طرف مبعوث ہوئے۔

اب میں پوچھتا ہوں کیا انکو یہ قصے پہلے معلوم نہ تھے ضرور کچھ نہ کچھ معلوم تھے یہودی و نصاریٰ کو تو بہت اور مشرکین کو بھی سنی سنائی باتیں بہت یاد تھیں پس یہ کہنا درست نہیں ہوسکتا کہ تم کو یہ قصے معلوم نہ تھے (گو اس اعتبار سے کہہ سکتے ہیں کہ تم کو حقیقی علم سچ سچ واقعات کا نہ تھا) ہاں یہ بات ٹھیک ہے کہ یہی واقعات جو آئندہ تمہیں یا تیری امت کو پیش ہونے والے

---

[۱] مسجد کے لئے فرمایا کہ عبد کا کام ہے عبادت اور عبادت سجدہ سے مکمل ہوتی ہے پس جو سجدہ کرتے کرتے مجسم مسجد ہوجائے اور جس مقام میں اس وحدہٗ لاشریک کی احسان کے رنگ میں ایسی عبادت ہو کہ دوسرے مقاموں سے اس میں ایک مابہ الامتیاز ہو تو اسے مسجد کہنا ہر طرح سے درست ہے ۱۲

ہیں ضرور ہو کر رہینگے وہ نہ تمہیں معلوم تھی اور نہ تیری قوم کو پھر ایک اور جگہ فرمایا لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ پ یوسف (انکے قصوں میں دانائی والوں کے لئے عبرت ہو کہ جیسے اگلے پیغمبروں کے مخالف ناکام اور موافق کامیاب ایسا ہی تمہارے ساتھ ہوگا پھر فرمایا وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهِ فُؤَادَكَ وَجَاءَكَ فِي هَٰذِهِ الْحَقُّ پ یوسف ۱۲ (اور ہم تجھپر رسولوں کی خبریں پڑھتے ہیں تاکہ تیرے دل کو محکم و قوی کریں اور تیرے لئے حق (پیشگوئیاں) آئی ہیں کہ اسی طرح تیرے ساتھ ہوگا۔

پس اسی لحاظ سے آپ یاد رکھئے کہ موسیٰ کا ذکر اسی معراج کی کشفی نمایش کو عملی و ظاہری طور سے واقع ہو جانے کے ثبوت میں لایا گیا ہے گویا مثال دیکے سمجھایا ہے کہ بس موسیٰ کے خلیفوں کی طرح تیری امت میں بھی خلیفے ہونگے اور دین کمال معراج کو پہنچیگا۔ پھر اس سے آگے فرمایا أَلَّا تَتَّخِذُوا مِن دُونِي وَكِيلًا ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ إِنَّهُ كَانَ عَبْدًا شَكُورًا کہ میرے سوا کسی کو اپنا کارساز نہ سمجھنا۔ تم وہ اولاد ہو جو نوح کے ساتھ کشتی میں سوار تھی وہ ایک شکر گزار بندہ تھا یہ بنی اسرائیل کو فرمایا گیا۔ جس کے بیان سے یہ مطلب ہے کہ لے امت محمدیہ اگرچہ مفاسد کے طوفان و دجل کی طغیانی بڑے زور سے آئے گی مگر تمنے گھبرانا نہیں صرف میری ذات کو اپنا کارساز سمجھنا۔ جب ہم نے اس نسل کو رکھ لیا جو نوح ع کے ساتھ تھی صرف اسلئے کہ انکا تعلق ایک عبد شکور سے تھا تو کیا میں تمہیں ان فتنوں فسادوں میں محفوظ نہ رکھونگا ضرور رکھونگا اور یہ سب کچھ ہو کر رہیگا جو موسیٰ ع کے ساتھ ہوا اور جیسا کہ اسکی قوم بنی اسرائیل سے گزرا پھر نوح کے ذکر سے اس چودہویں صدی کے خلیفہ کے "نوح" ہونے کی طرف اشارہ کیا کہ وہ تمہارا نوح کشتیبان ہوگا مبارک وے جو اسکی کشتی میں سوار ہوں کیونکہ اسکے زمانے میں بھی نوح کے طوفان کی طرح دجالی خیالات کا طوفان ہوگا اور حملہ پر حملہ ہوگا مگر اللہ بچائے رکھیگا اور منزل مقصود تک پہنچائیگا پھر اس سے آگے بنی اسرائیل کے دو واقعوں کا ذکر کیا کیونکہ یہی مسلمانوں سے پیش آنے والا تھا فرمایا وَقَضَيْنَا إِلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ فِي الْكِتَابِ لَتُفْسِدُنَّ فِي الْأَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيرًا۔ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ أُولَاهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا لَّنَا أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا خِلَالَ الدِّيَارِ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا اور ہمنے بنی اسرائیل کو کتاب میں بتادیا کہ تمہاری حالت دو دفعہ بگڑے گی اور تم اُن دنوں بڑی زیادتیاں کروگے (یہ خستہ حالی انہی زیادتیوں کی سزا ہوگی) چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب ان دونوں وعدوں سے پہلا وقت آیا تو ہم نے تمپر اپنے بندے جو بڑی قوت والے سخت گیر تھے مسلط کردئے اور وہ تمہارے شہروں میں پھیل گئے۔ اور خدا کا وعدہ پورا ہوا مسلمان بھائیو! دیکھو وہ قوم جس کی نسبت فرمایا وَأَنِّي فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ پ البقرہ (یعنے تم کو تمام جہان کے رہنے والوں پر فضیلت دی) بابل کے بادشاہ کے

؎ ہمارے حضرت اقدس کو بہت سے ایسے الہام ہوئے جن میں آپ کو نوح کا خطاب ملا اور الہام واصنع الفلک باعیننا تو براہین احمدیہ کے وقت سے ہے۔

ہاتھ سے حضرت داؤد و سلیمان[1] کے عہد سلطنت کے بعد نہایت ذلیل ہوئی اور وہ انہیں قید کر کے لے گیا مگر کیا یہ ذلت یونہی آگئی ہرگز نہیں بلکہ خدا تعالے جس قوم کو منتخب کرتا ہے اسپر ذمہ داری بھی بہت ہوتی ہے جب عیش پرستی میں ایسے محو ہوتے ہیں کہ خدا کا اصل چہرہ انکی نظروں سے چھپ جاتا ہے اور وہ اپنے نبی کی ہدایات پر عمل کرنا چھوڑ دیتے ہیں خود ساختہ روایات و من گھڑت عبادات و اعتقادات انکا شیوہ ہوجاتا ہے تو خداوند کریم کا غضب بھڑکتا ہے۔ اور اس قوم کو جس قدر عزت دی تھی اسی قدر ذلیل کرتا ہے تاکہ وہ سمجھیں کہ انکو جو فضیلت و عزت دیگئی تھی وہ انکی کسی لیاقت کی بناپر نہ تھی بلکہ محض فضل الٰہی تھا چونکہ یہ بطور سزا ہوتا ہے پھر جب وہ اپنے کرتوتوں سے باز آجائیں خدا بھی اپنی قہری تجلی کو ہٹا کر رحیمی تجلی سے سرفراز کرتا ہے وَاَوْفُوْا بِعَهْدِیْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ البقرہ ۵ (جو اقرار میرے ساتھ تمنے کیا وہ پورا کرو۔ میں بھی اپنا وہ عہد پورا کرونگا جو میں نے تمہارے ساتھ کیا) بات تو صاف تھی او مسلمان قرآن مجید میں انہی مضامین والی آیات کے ساتھ پڑھتے بھی رہتے تھے مگر افسوس کہ کچھ سبق حاصل نہ کیا اور آخر وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو قصص کے رنگ میں کی گئی تھی یعنی عباسیوں کے عہد میں جو واقعہ پیش آیا وہ بنی اسرائیل والے واقعہ کو یاد دلاتا ہے اسی وقت سے سلطنت میں ضعف آنے لگا بادشاہی کمزور ہو گئی اور ہلاکو خان[2] وغیرہ نے انکی سلطنت کی بنیاد اکھاڑ کر اینٹ سے اینٹ بجا دی اسی واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جب برگزیدہ قوم کوئی بدعہدی کرے۔ تو اس کا درجہ ایک فاسق قوم سے بھی کمتر ہو جاتا ہے دیکھئے یہاں ہلاکو خان وغیرہ "عِبَادًا لَّنَا" کی جگہ آئے ہیں وجہ یہ کہ جس کو بارہا تعلیم سے سمجھایا گیا اور آنے والے خطرے سے آگاہ کیا گیا ہو وہ باوجود اطلاع کے باز نہ آئے تو اسپر زیادہ افسوس و غضب ہوتا ہے

پھر آگے پڑھو ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَاَمْدَدْنٰكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ اَكْثَرَ نَفِيْرًا اِنْ اَحْسَنْتُمْ اَحْسَنْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ وَاِنْ اَسَاْتُمْ فَلَهَا۔ پھر ہمنے تم کو ان پر پھر غلبہ دیا اور پھر وہی بہار کے دن آئے اور تم کو اموال و اولاد سے امداد دی اور تمہیں ایک بھاری گروہ بنایا اگر تم نیکی کروگے تو گویا اپنی ذات ہی کا بھلا کرتے ہو۔ اور اگر بدی کروگے تو اسکا وبال بھی تمپر ہے۔ اس آیت میں سمجھا دیا کہ مسلمانوں پر پھر ایک غلبہ کا زمانہ آئیگا اور اس غلبہ کا اصل بھی بتا دیا کہ اگر کتاب و سنت قائم کرینگے تو اسکی جزا میں بھلائی (آرام و راحت) پہنچیگی۔ اور اگر بد عملی اختیار کی تو اسکا وبال بھی انہی پر پڑیگا۔ چنانچہ یہ زمانہ اسلام پر آیا اور ایسا آیا کہ قیامت تک یاد رہیگا دنیا میں اسوقت کوئی قوم نہ تھی مگر مسلمان اوپر سے آسمانی برکتوں کا نزول تھا اور نیچے سے زمینی نعمتوں کا وَلَوْ اَنَّهُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ

---

[1] لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ المائدہ ۶ (بنی اسرائیل سے جو لوگ منکر ہوئے ان پر داؤد و عیسےٰ ابن مریم کی بددعا سے لعنت پڑی) ۱۲

[2] خلیفہ مستعصم باللہ کے وزیر ابن علقمی نے کسی نہانی کینے کا بدلہ یوں لیا کہ ادہر خلیفہ کو باتوں میں لگا کر فوج کے نظم و نسق سے غافل کر دیا اور توفیر خزانہ تخفیف مصارف کے بہانے سے فوج کی تعداد کم کروادی اور ادہر ہلاکو کو تاتاریوں کے سردار سے خفیہ خط و کتابت جاری رکھی جب ہر طرح سے کام تیار ہوگیا تو اس نے بغداد میں آکر تباہی ڈالدی یہ واقعہ ۶۵۶ھ ہجری کا ہے ۱۲

مِنْ رَّبِّہِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ المائدہ ٩٦ ع (اگر وہ توراۃ و انجیل کو اور اسکو جو انکے رب کی طرف سے انکی طرف نازل ہوا قائم کرتے تو انکو اوپر تلے سے رزق روحانی جسمانی ملتا) میں یہی اشارہ تھا کہ مسلمان بھی اگر قرآن کو قائم کرینگے تو اوپر تلے دینی دنیوی انعام الہی سے بہرہ اندوز ہونگے مگر آہ! مسلمانوں نے احسنتم کی جگہ اسأتم کو اختیار کیا اور پھر اسکی سزا بھی پائی یہ دوسرے وعدہ کا مقدمہ تھا۔

ہائے وہ دن بھی کہ جب یہ شان و شوکت تھی مری
رنج و غم کو دور کرتی پہلی ہمت تھی مری

چار سو پھیلی ہوئی بڑے اخوت تھی مری
کرتی تھی اغیار کو غارت وہ غیرت تھی مری

کلمہ پڑھتے تھے سبھی عالم میں مرے نام کا
بول بالا بل بے تھا کس درجہ مجھ اسلام کا

گنج مدفن میں جو ہیں اب فاتحانِ مصر و شام
تھی انہی کے دم قدم سے الغرض وہ دھوم دھام

انکا چرچا سارے چرچوں میں ابھی تھا صبح و شام
مرد میداں شجاعت تھے جہاں میں لاکلام

بے بہادر۔ یہ بہادر قبضۂ قدرت میں تھے
آپ ہی اپنی نظیر شوکت و عظمت میں تھے

خاک پاک اندلس کی یاد تڑپاتی ہے کیا
شوکت غرناط شوکت بنکے شرماتی ہے کیا

قرطبہ کے کرتبوں کی طرز سمجھاتی ہے کیا
اپنے ویرانے پہ گھنٹوں ہم کو رلواتی ہے کیا

دیکھ کر بغداد کو ہوتا تھا جو دل باغ باغ
چرخ ناہنجار کی بیداد سے ہے داغ داغ

کس کا زہرہ ہے کہ دیکھے بیت حمرا کے کھنڈر
داستان درد کی صورت میں ہوگا جلوہ گر

اور نہ روئے یاد کر کے اپنا پہلا کر و فر
قوم کا شکوہ شکوہ اندلس کی یاد پر

ہائے وہ شوکت وہ ثروت اب کہاں جاتی رہی
فرط غم سے طاقت ضبط فغاں جاتی رہی

سلطنت جاتی رہی خیر اسکا کیا مذکور اب
بالیقین خمیازہ غفلت کے ہیں مقہور اب

شرم کیا ہے ہو چکے ہیں ناخلف مشہور اب
رحمت رحمٰن سے کوسوں ہو گئے ہیں دور اب

ہاتھ سے دنیا گئی تھی دین بھی جانے لگا
چرخ کج رفتار ہے ہے کیا یہ دکھلانے لگا

بحر ظلمات تنزل میں ہے کشتی جا رہی
ہے تھپیڑے موج کے باد مخالف لا رہی

ذل ونکبت کی چٹانوں سے ہے ٹکرکھا رہی | اور اوپر سے گھٹا ادبار کی ہے چھا رہی

یارسول اللہ آپہنچا ہے وقت امداد کا

حوصلہ بڑھنے لگا کچھ کچھ دل ناشاد کا

فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِیَسُوْٓءٗا وُجُوْهَكُمْ وَلِیَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِیُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِیْرًا (پس جب دوسرا وعدہ آیا تو پھر اور بندوں کو مسلط کیا تاکہ تمہارے چہروں کو بدنما کردیں اور مسجد بیت المقدس) میں داخل ہوں جیساکہ پہلے ہوئے تھے اور جسپر غلبہ پائیں اسکو بالکل تباہ کردیں) یہ وقت بنی اسرائیل پر طیطس شاہ روم کے وقت آیا جس نے بیت المقدس کو جلادیا اور ہل چلادئے یہ پھٹکار یہودیوں پر اسلئے پڑی کہ انہوں نے اپنے مسیح موعود کو نہ مانا تھا چنانچہ عیسےٰ علیہ السلام نے پیشگوئی بھی کی تہی اسے ہیکل کی عمارتیں دکھائی دیں یسوع نے ان سے کہا تم یہ سب چیزیں دیکھتے ہو میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ یہاں ایک پتھر پر پتھر نہ چھوٹیگا جو گرایا نہ جائیگا متی ۲۴ باب اور لوقا ۲۱ باب۔ دوستو! یہ وعدہ بنی اسرائیل سے تو پورا ہوچکا مگر مسلمانوں سے پورا ہوا چاہتا ہے کیونکہ ہمارے نبی اکریم صلعم نے اپنے معراج میں یہ واقعات بھی دیکھے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو نازل ہوچکا ہمارے لئے ٹھیک موقعہ تھا کہ بنی اسرائیل سے عبرت پکڑکے اس معاملہ میں غلطی نہ کھاتے اور مامور من اللہ سے بغض اختیار کرتے مگر آہ! روز ازل سے یہی فیصلہ ہو چکا تھا کئی سلطنتیں قبضے سے نکل گئیں کہاں ہے غزنی. خوارزم بخارا۔ ہند سندھ ہسپانیہ مراکش (جو مراکشو کا مصداق ہوچکا ہے) الجزائر۔ زنجبار۔ مصر باقی سلطنتوں کی جو حالت ہے وہ پولیٹیکل نظروالے خوب جانتے ہیں میرا دل دکھتا ہے اسلئے میں اسے مفصل بیان نہیں کرسکتا خداوند وہ دن نہ دکھائے کہ بنی اسرائیل کی طرح مسیح موعود کی نافرمانی کی سزا میں ہمارے پاس بھی سلطنت کے فسانے رہ جائیں یہ تو ہوا زمینی معراج کا مذکور اب آسمان کی سیر کو لو اللہ عالم الغیب والشہادۃ نے قبل از وقت سید المرسلین کو دکھائی اس قبل از وقت دکھانے کو رؤیا کہتے ہیں۔ اور رؤیا کا بیان علم الرؤیا میں دیکھنا چاہیئے چنانچہ دیکھئے تعطیر الانام وغیرہ علم الرؤیا کی معتبر کتب میں لکھا ہے جو براق پر سوار ہو اسکو مراتب عالیہ ملتے ہیں اور کامیاب و باعزت سفر سے واپس آتا ہے کون نہیں جانتا کہ نبی اکرم صلعم کو کفار نے مکہ سے نکالا اور آپ ہجرت کرکے مدینہ منورہ گئے۔ اور پھر دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ بڑی شان و شوکت و عزت و کامیابی کے ساتھ واپس مکہ میں آئے تورات میں بھی یہ پیشگوئی درج تہی دیکھو کتاب استثنا ۳۳ باب خداوند سینا سے آیا اور شعیر سے انپر طلوع ہوا فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ اور اسکے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت انکے لئے تہی یہ سینا و شعیر و فاران یاد کرانے کے لئے فرمایا گیا وَالتِّیْنِ وَالزَّیْتُوْنِ وَطُوْرِ سِیْنِیْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِیْنِ۔ سینا (طور) میں موسیٰ پر شریعت نازل ہوا شعیر سے مراد انجیل اور فاران مکہ بلد امین کا پہاڑ ہے دس ہزار صحابی۔ روشن شریعت محمدی۔ اسی کی یادگار میں شریعت و غزا و بیضا

علماء کی زبان پر ہی نیز براق دیکھنے والے کو دنیا و آخرت کی بزرگی ملتی ہے جبریل کو دیکھنے والا اعداء پر ظفر پاتا ہے آسمان اول سے لمبی عمر دوم سے علم وحکمت سوم سے عزت واقبال چہارم سے حصول سلطنت پنجم سے جنگ[1] و مخالفت ششم سے اولاد سعادت ہفتم سے علو قدر عرش سے رفعت کرسی سے علم لوح محفوظ سے مقبول الکلام ہونے آدم سے علم لدنی عیسٰے سے حکم یحیٰی سے توفیق۔ یوسف سے الہام میں شرف ادریس سے کامیابی کی طرف اشارہ ہے اور یہ سب کچھ وقوع میں آیا۔

بیت المقدس میں جو نبیوں نے مقتدی بن کر نماز پڑھی اس میں اشارہ تھا کہ آپ کی امت سے ایسے ایسے اولیاء پیدا ہونگے کہ انبیاء بنی اسرائیل کا درجہ رکھینگے۔ چونکہ خاتم النبیین میں ختم نبوت کا اشارہ تھا اسلئے اسکو ظاہری باطنی طور سے ثابت کرنیکے واسطے اوائل اسلام میں کسی خلیفہ نے نبی کا خطاب صریح طور سے اختیار نہیں کیا مگر اخیر زمانہ کے جری اللہ فی حلل الانبیاء کو جس میں بدر (چودہویں صدی میں ہونے کے واسطے آفتاب رسالت کا تمام پر تو ہے خدا نے تمام نبیوں کی شان دی تاکہ معراج کی رات والے مکاشفہ اقتدائے انبیاء کا ثبوت ملے آپنے اسی لئے فرمایا۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (میرے امت کے علماء (خدا کا یقینی علم رکھنے والے جو صرف وہی نفوس قدسیہ ہوسکتے ہیں جو مکالمہ الہی سے مشرف ہوں کیونکہ صرف وحی والہام ہی خدا کی ذات پر حق الیقین پانے کا ذریعہ ہے) بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثیل ہونگے

لیجئے جناب معراج کا بیان تو ہو لیا۔ اور آپ آسمان پر چڑھنے کی حقیقت سے آگاہ ہوئے[2] پس جب ہمارے نبی اکرم صلعم کا وجود خاکی آسمان پر نہیں گیا تو عیسٰے علیہ السلام انکے مقابلہ میں کیا فضیلت رکھتے ہیں۔

حضرت عیسٰے آسمان پر نہیں گئے

پھر انکے آسمان پر جانے میں بہت سے مفاسد لازم آتے ہیں چنانچہ دیکھو انکی نسبت قرآن مجید میں بطور پیشگوئی ان ہی کے زبان سے حکایتہً بیان ہوا ہے اٰتٰنِیَ الْکِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا وَّجَعَلَنِیْ مُبٰرَکًا اَیْنَ مَا کُنْتُ وَاَوْصٰنِیْ بِالصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ مَا دُمْتُ حَیًّا وَّبَرًّا بِوَالِدَتِیْ وَلَمْ یَجْعَلْنِیْ جَبَّارًا شَقِیًّا وَالسَّلَامُ عَلَیَّ یَوْمَ وُلِدْتُّ وَیَوْمَ اَمُوْتُ وَیَوْمَ اُبْعَثُ حَیًّا (مجھے کتاب دی اور جہاں کہیں میں رہوں مجھے نبی بنایا۔ اور مجھے صلوٰۃ وزکوٰۃ کی وصیت فرمائی جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں کا خدمتگزار بنایا

---

[1] برجخ سے تعلق ہے پانچویں ہزار مبعوث ہونے میں بھی یہی اشارہ ہے

[2] حضرت عائشہ صدیقہ کا بھی یہی مذہب تھا چنانچہ معالم التنزیل میں ہے روی عن عائشۃ انہا کانت تقول ما فقد جسد النبی ولکن اللہ اسرٰی بروحہٖ (کہ نبی کریم کا جسد جدا نہیں ہوا آپنے روحانی سیر کی) جو لوگ کہتے ہیں یہ پہلے معراج کا ذکر ہے اور قبل شادی کے انکو خیال کرنا چاہیئے کہ روایت کرنے کے وقت تو آپ لڑکی نہ تھیں اور کانت تقول کہا کرتی تھیں سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا مذہب ہی یہی تھا ورنہ اگر کسی دوسرے موقعہ پر بھی جسم سمیت آسمان پر چڑھتے تو آپ نہ فرمایا کرتیں کہ روحانی سیر تھا۔ معاویہ۔ حسن امام غزالی مجدد الف ثانی وغیرہم کا بھی یہی مذہب ہے (مدیر)

اور مجھے جبر کرنیوالے سخت گیر نہیں کیا جس دن میں پیدا ہوا۔ اور جس دن میں مرونگا اور جس دن میں جلایا جاؤنگا مجھ پر سلامتی ہی ہیگی۔ کتاب دینے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ کسی دوسری کتاب وقرآن مجید پر عمل نہیں کرینگے حالانکہ بزعم شما بوقت نزول ایسا کرنا ضروری ہے پھر یہ پیشگوئی ہے کہ جہاں کہیں میں رہوں ایک تو نبی ہوں دوسرا مبارک (صاحب خیر کثیر ومال) ہوں۔ اور تم لوگ عقیدہ رکھتے ہو کہ عیسٰی علیہ السلام پر ایک وقت آئیگا جبکہ وہ نبی نہیں بلکہ امتی بنکر آئیگا حالانکہ خدا فرماتا ہے ہر جگہ نبی ہے۔ .. .. پھر نبی کا کام ہے تبلیغ اور یہ اسکی صفت ہے جس سے وہ باز نہیں رہ سکتا اب بتاؤ کہ آسمان پر عیسٰی علیہ السلام بقید حیات ہیں اور نبی بھی ضرور ہیں پس وہ وہاں کس کو تبلیغ کرتے ہیں اور کیا دین حق کی اشاعت کر رہے ہیں پھر یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنی ہی کتاب کی اشاعت کریں پھر مبارک ہونے کے لحاظ سے ان کے پاس بہت سامال بھی ہونا چاہیئے کیا آسمان پر یہ سب کچھ ان کے پاس ہے پھر انکو حکم ہے کہ جب تک زندہ رہیں نماز بھی پڑھتے رہیں مگر کونسی نماز[1] یہ فیصلہ بھی کر لیجئے اور ساتھ ہی نماز کے لوازم مصلّٰی۔ کوزہ۔ پانی وغیرہ اور اگر محمدی نماز پڑھتے ہیں تو ثواب جماعت سے محرومی تو ظاہر ہی ہے۔ پھر زکوٰۃ کا حکم بھی ہے وہ وہاں کیسے ادا کرتے ہیں چونکہ یہ کلام بطور پیشگوئی مہد میں واقع ہوا اسلئے ضروری ہے کہ آپ کو اتنا مال دیا جائے کہ آپ پر زکوٰۃ فرض ہو ورنہ یہ جملہ پھر (عیاذ باللہ) لغو جائیگا پس یہ عذر فضول ہے کہ وہ صاحب نصاب نہیں اگر صاحب نصاب نہیں ہونا تھا تو پھر ایسا فرمایا ہی کیوں اور مادمت حیا کی قید کیوں لگائی یہ فرمادیتے جب تک میں صاحب نصاب رہا پھر کہتے ہیں نبی پر زکوٰۃ نہیں اگر نبی پر زکوٰۃ نہیں تو پھر اس وصیت کا فائدہ ہی کیا۔ کیا کلام الٰہی کو لغو ٹھہراتے ہو[2] پھر بہانہ نکالا کہ تبلیغی حکم ہے بہت اچھا مگر یہ تو فرمائیے کہ زندہ تو اب بھی ہیں وہاں فرشتوں کو تبلیغ کرتے ہونگے کہ زکوٰۃ دیا کرو اگر نہیں کرتے تو پھر خلاف وصیت عمل فرمائیں کیونکہ انکو حکم ہے کہ جب تک زندہ رہیں زکوٰۃ دینے کی تاکید کرتے رہیں یہ کہاں لکھا ہے کہ نبی دوسروں کو حکم کرے اور خود اسپر عمل نہ کرے نیز اس طرح لازم آئیگا کہ نماز بھی تبلیغی حکم ہو دوسروں کو کہیں اور خود زکوٰۃ کی طرح ادا نہ کریں پھر یہ بھی بتلائیے کہ مادمت حیا کس کی قید ہے وصیت کی ہے تو ضروری ہے کہ زمانہ وصیت ممتد ہو اور اب تک وہی احکام صلوٰۃ زکوٰۃ جاری ہوں حالانکہ یہ بات نہیں اگر صلوٰۃ وزکوٰۃ کی قید ہے تو پھر موصٰی لہم (جنکے لئے وصیت کی گئی ہے) تو بعد از موت مسیح صلوٰۃ و زکوٰۃ معاف ہو جانی چاہیئے اور چونکہ دوسری دفعہ نزول کرینگے اور اسوقت بھی موافق اس عہد کے صلوٰۃ وزکوٰۃ[3] کا حکم دینگے

---

[1] کیا وہ خلاف عہد محمدی نماز پڑھینگے حالانکہ تازندگی عہد کر بیٹھے ہیں کہ میں الصلوٰۃ یعنے وہ انجیلی نماز پڑھتا رہوں گا اگر کہو کہ دین عیسوی کے منسوخ ہونیکے سے محمدی نماز پڑھینگے تو میں پوچھتا ہوں کہ مادمت حیا کی قید کیونکر صحیح ہوئی ہے۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ عمر بھر ہی انجیلی نماز پڑھتے رہینگے نہ کہ کوئی اور نماز [2] نبی کا مال جو صدقہ ہو جاتا ہے تو بعد از موت جیسا کہ ما ترکنا سے ظاہر ہے کہ قبل از موت اسپر احکام صدقہ جاری نہیں [3] اور حکم بھی اسی صلوٰۃ وزکوٰۃ کا جو انکی اپنی کتاب کے موافق ہے کیونکہ اسی کا عہد ہے اور یہ زمانہ ختم المرسلین میں جائز نہیں۔

وہ حکم صرف انکی زندگی تک جاری رہنا چاہئے اور بعد میں منسوخ ہونا کیونکہ ما دمت حیا کی قید صلوٰۃ وزکوٰۃ کے ساتھ آپ
تسلیم کر چکے ہیں گویا موت مسیح کے بعد پھر نہ صلوٰۃ کی ضرورت رہیگی نہ زکوٰۃ کی اور زکوٰۃ سے تطہیر النفس مراد لینا تو بالکل لا
یعبا بہ ہے کیونکہ اس طرح اور لوگوں کو بھی بہانہ ہاتھ آجائیگا کہ وہ زکوٰۃ سے تزکیہ نفس مراد لیکر مبلغات کے خرچ سے محفوظ
رہیں نیز جب لِاَھَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا میں انکا فطرتی طور سے زکی النفس ہونا ثابت ہو چکا۔ تو اب انہیں اپنی مجاہدہ سے
نکی بننے کی کیا ضرورت ہے؟ اور ان میں کونسی رذائل تھیں جنکا تزکیہ ضروری ہوا۔ پھر نسؔ کوۃ معرف بلام تعریف تو کہیں
بھی تطہیر النفس کے معنی میں قرآن شریف میں نہیں آئے پھر اپنی ماں کی نسبت عہد تھا کہ اپنی ماں کی خدمت کرتا رہونگا ایسی خدمت
کی کہ زندگی چھوڑ کر آسمان پر چلے گئے صایب پروہ صدیقہ رویا کی مگر انجیل کے رُو سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے اس کی
کچھ دلداری نہیں کی بلکہ انکو ای عورت سے خطاب کیا یوحنا ۲۶ پھر انکا عہد ہے کہ خدا نے مجھے سخت گیر جابر نہیں بنایا
اچھا حضرت! یہ تو کہئیے اب اس سے بڑھکر بھی کوئی جبر ہو سکتا ہے کہ آکر یکدم کفار پر تلوار چلادیں اور اس سرے سے اس سرے
تک خون کی ندیاں بہادیں کافر چلا چلا کر کہہ رہے ہوں کہ ہم سے جزیہ لو اور ہمیں اپنے قدیمی معتقدات سے برگشتہ نہ کرو مگر
مسیح ہیں کہ ایک نہیں مانتے بس یا تلوار ہے یا اسلام یہ اچھا انصاف ہے کیا دین حق کی اشاعت کا یہی طریق ہے جس کو
قرآن کریم لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ دین میں کوئی زبردستی نہیں (البقرہ) سے مکروہ فرمارہا ہے۔ اسکے بعد آپ نے اپنی ولادت
وموت وبعثت کا ذکر تو کیا مگر اس عظیم الشان واقعہ کا ذکر نہیں کیا۔ جو آپ کی زندگی ہی میں پیش آنیوالا تھا یعنی آسمان پر
جسد عنصری کے ساتھ اٹھایا جانا اور پھر وہاں دو تین ہزار برس سے زیادہ رہکر زمین پر دو فرشتوں کے بازوؤں کے
سہارے سے اترنا اور اترتے ہی تمام جہان کے کفار کو مسلمان بنا کر ایک دین پر بنا دینا حالانکہ یہ ایک ایسا شرف ہے
جس میں آپ کل انبیاء سے متفرد ہیں۔ حتی کہ حسب زعم مخالفین یہ شرف اس سید الانبیاء صلعم کو بھی حاصل نہیں ہوا۔
جسکا سب مسلمان کلمہ پڑھتے اور اسے وسیلہ نجات قرار دیتے ہیں کیونکہ نہ آسمان پر دو ہزار برس تک رہے اور نہ دوبارہ
نزول کیا اور نہ کل دنیا کو مسلمان بنایا انکو تو لَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً (المائدہ) ہی سے تسکین دیتے
ہے اگر اللہ کا قانون ایسا ہوتا کہ جبراً مسلم کا فر بنایا کرتا تو سارے جہان کو ایک مذہب پر قرار دیتا مگر اسکی یہ سنت ہی
نہیں مشیت ایزدی کے معنے اسکا قانون ہے جو کہ جہان میں[1] جاری ہے مثلاً یہ قانون ہے کہ جو کلام سے بیزاری
اختیار کرے اسکو شنے اسکے دل پر مہر لگجاتی ہے اور وہ کافر ہو جاتا ہے اور جو اسکی طرف مائل ہو اسکو انشراح صدر

---

[1] مشیت سے مراد خدا کا وہ قانون جو بین الخلق جاری ہے فرمایا وَلَوْ شَآءَ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ یعنی انہوں نے اختلاف کیا پس بعض انمیں سے کافر ہوئے
اور بعض مومن اور اسی وجہ سے آپس میں لڑائیاں ہونے لگیں اگر خدا کا قانون یہ نہ ہوتا کہ اختلاف سے قتال شروع ہو جائے
اسی بات کو لو شاء فرمایا تو یہ نہ لڑتے پھر فرمایا کہ پھر بھی اگر خدا چاہتا تو نہ لڑتے مگر خدا نے اپنے ارادہ سے ایسا ہی قانون بنا لیا ہے

حاصل ہوتا اور دن بدن ایمان میں ترقی کرتا ہے۔

اگر والسلام علی یوم ولدت والی آیت میں ذکر نہیں کیا تو کہیں اور ہی کر دیا ہوتا پارہ المائدہ ۷ میں یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ (جس روز خدا رسولوں کو جمع کریگا) سے آگے اِذْ قَالَ اللّٰہُ یٰعِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ اذْکُرْ نِعْمَتِیْ عَلَیْکَ وَعَلٰی وَالِدَتِکَ ۱ (جب اللہ تعالےٰ قیامت کے دن فرمائیگا اے عیسےٰ بیٹے مریم کے میری نعمت کو یاد کرو جو تمپر اور تیری ماں پر کیں) فرماکر ان تمام انعام کا ذکر کیا۔ جو اسپر بارگاہ خداوندی سے ہوئی مثل تائید روح القدس کلام فی المہد تعلیم کتاب وحکمت تورات وانجیل وغیر ذلک مگر یہ انعام یاد نہیں کرایا کہ مینے تمہیں آسمان پر چڑھایا اور پھر نازل کر کے تیرے ذریعے تمام دنیا کو ایک دین پر بنایا۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ عدم ذکر سے عدم شے لازم نہیں آتا مگر جب چھوٹی چھوٹی معمولی باتوں کا مذکور ہو تو ضروری ہے کہ ان واقعات کا ذکر بھی ہو جو دنیا میں کسی انسان کو سوائے اسکے نہ دی گئیں دیکھئے ہمارے مخالفین اسکا کیا جواب دیتے ہیں وہ انشاء اللہ کچھ بھی جواب نہ دے سکینگے ہم سے پوچھتے ہیں کہ خدا نے صلیب سے بچ جانے کو جو واقعہ عظیم ہے کیوں بیان نہیں کیا میں کہتا ہوں اسنے تو بیان فرما دیا تمہاری آنکھیں ہوں تو دیکھو والسلام علی یوم اموت میں اسی کی طرف اشارہ ہے کہ آپ پر ایسا واقعہ آئیگا کہ مرنے تک نوبت پہنچیگی مگر انجام سلامتی ہے لوگ جس روز یا واقعہ میں موت کا ظن کرینگے (اس میں) وہ سلامت رہینگے۔ پھر ولٰکن شبہ لہم میں بیان فرمایا کہ صورت صلیب پیش آئیگی پھر رفعہ اللہ الیہ میں ظاہر کیا کہ صلیب پر لعنتی موت نہ ہوگی۔ پھر قیامت کے روز خدا تعالےٰ فرمائیگا۔ وَاِذْ کَفَفْتُ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ عَنْکَ المائدہ ۱۵ ۔ جب مینے بنی اسرائیل کو تیرے قتل بالصلیب سے روکے رکھا لیجئے چار بار تو مذکور ہے ابھی آپ کہتے ہیں بیان نہیں کیا پھر عیسےٰ ابن مریم کو خواہ مخواہ آسمان پر چڑھانے والے غور کریں کہ آسمان پر چڑھنا کوئی فضیلت تو نہیں کیونکہ محل ذم میں واقع ہوا ہے دیکھو وَمَنْ یُّرِدْ اَنْ یُّضِلَّہٗ یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقًا حَرَجًا کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ انعام ۱۵ ۸ (جس شخص کو گمراہ مقرر کرنے کا ارادہ کرے اسکا سینہ تنگ کر دیتا ہے گویا کہ وہ آسمان پر چڑھتا ہے) پس ایک نبی کے لئے ایسی بات جو محل ذم میں واقع ہوئی ہو ثابت کرنے کے لئے کیوں اتنا زور لگاتے ہو پس وہ جو آسمان پر چڑھنا مذکور ہوا بھی ہے تو اس سے مراد روح کا بعد از موت رفع ہے جو کافروں ملعونوں کو نصیب نہیں ہوتا یہود کا اعتراض بھی اسی بنا پر تھا اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا وَاسْتَکْبَرُوْا عَنْھَا لَا تُفَتَّحُ لَھُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ اعراف ۵ ۸ (بیشک جو لوگ ہماری آیتوں کے منکر ہوئے اور ان سے بے پروا بن بیٹھے انکے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائینگے اور نہ وہ جنت میں داخل ہونگے) خدا تعالےٰ کا کلام اور اسکا مامور آیات اللہ کہلاتے ہیں دیکھو عیسےٰ علیہ السلام کی نسبت ہے وَلِنَجْعَلَہٗٓ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ مریم (تاہم اسے لوگوں کے لئے آیت بنائیں) عزیز نبی کے لئے فرمایا وَلِنَجْعَلَکَ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ بقرہ ۳۔ (پس جو لوگ انکا انکار کرتے یا ان سے تکبر سے پیش آتے اور کہتے ہیں کہ ہمیں اگلا زمانہ رونا ہی کافی ہے انکی کچھ ضرورت نہیں انکو یہ سزا ملتی ہے کہ آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور مرنیکے بعد انکی روح آسمان پر نہیں جاتی اللہ اکبر کس قدر

مگر لوگ ہیں کہ وہ ھُمْ فِیْ غَفْلَۃٍ مُّعْرِضُوْنَ پ۱۷ کے مصداق بنے بیٹھے ہیں اب دیکھئے یہاں لفظ جسم مع الروح ہیں) ھُمْ ضمیر انہی کی طرف راجع ہے اور انہی کی طرف آسمان پر نہ چڑھنے کا مذکور ہوا باوجود اس کے کبھی کسی کا یہ عقیدہ نہیں اگر آسمان پر چڑھتے تو مع جسم چڑھتے بلکہ یہی اعتقاد ہے کہ صرف روحیں چڑھتی ہیں یہ تو آسمان پر چڑھنے کی کیفیت ہوئی۔ اب ہم آپکو دکھاتے ہیں کہ اللہ کی طرف اور اسکے پاس جانے سے کیا مطلب ہے دیکھو ابراہیم نے کہا اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلٰی رَبِّیْ صفت (میں اپنے رب کی طرف جاتا ہوں) اور سورہ صفت میں ہے اِذْ جَآءَ رَبَّہٗ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ (اپنے رب پاس قلب سلیم لیکر آیا) مگر اس سے یہ ہرگز مراد نہیں کہ آپ مع جسم عنصری دوسرے یا چوتھے آسمان پر چڑھ گئے اور ایسا ہوتا بھی کیوں جب کہ فَاَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْہُ اللّٰہِ البقرہ ۱۴۲ (جدہر منہ پھیرو اس طرف خدا ہی کی ذات ہی) تنزیل میں آچکا ہے پھر دیکھو ارشاد ہوتا ہے یٰۤاَیَّتُھَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ الفجر ۱۶ - ۳۰ اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوش بخوش لوٹ آ۔ اور میرے بندوں میں اور میری جنت میں داخل ہو۔ گزشتہ جماعت میں داخل ہونے اور جنت میں جانے کے ایک ہی معنے ہیں یعنی "موت" پس رجوع الی اللہ کے معنے موت ہوئے اور رفع الی اللہ کے بھی یہی معنے ہوئے کیونکہ یہ بغیر رجوع الی اللہ نہیں ہو سکتا۔ اور رجوع الی اللہ کو رفع الی اللہ لازم ہے دونوں کا نتیجہ ایک ہی ہے یعنی موت پس رفع ہوا وہ اعتراض کہ رجوع بمعنی رفع نہیں کیونکہ یہ آپس میں متصادق ہیں پھر کہتے ہیں ارجعی کا مخاطب صرف روح ہے اور رفع کا مخاطب مع جسم مگر انکو معلوم نہیں کہ مدرک المعانی صرف روح ہے پس اسی کو خطاب ہوا کرتا ہے نیز تفسیر جلالین شاہد ہے کہ یہ خطاب بوقت نزع ہوتا ہے اور اسوقت جسم مع روح ہوتا ہے مگر کبھی دیکھا خدا کی طرف چڑھکر نہیں گئے اور فادخلی کو روز قیامت سے مخصوص کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ "ف" اَنی تعقیب کو نہیں چاہتی کہ اب سے کئی ہزار برس بعد یہ کام بعد رجوع ہو اس ف سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ بمجرد رجوع الی اللہ کے دخول فی عباد اللہ ہو جاتا ہے اور حضرت نبی کریم صلعم نے عیسےٰ کو عباد اللہ (انبیاء علیہم السلام) میں دیکھا اور یہ تو واضح ہے کہ یحییٰ جن کے ساتھ حضرت عیسیٰ کو دیکھا وہ وفات یافتہ تھے اور فوت شدہ کا مقام برزخ میں ہوتا ہے پس عیسےٰ علیہ السلام کا برزخ میں ہونا اس بات کا قطعی ثبوت ہے کہ وہ مر چکے کیونکہ دوسری جماعت انبیاء کے خلاف ان میں کوئی خصوصیت نہیں کہ برزخ میں جہاں صرف روحیں ہوتی ہیں وہ مع جسم عنصری ہوں۔ نبی کریم نے جو ان انبیاء کو دیکھا تو کشفی نظر میں دیکھا یہ نہیں کہ وہاں انہیں جا کر اور بفرض تسلیم بطور سیر نہ کہ بطور مستقر۔ پس انپر قیاس غلط ہے اور حدیث میں ینزل ابن مریم آیا تو اس سے زندگی کا کچھ ثبوت نہیں ملتا کیونکہ یہ نزول بطور بروز بھی ہو سکتا ہے بلکہ کسی آدمی کے دوبارہ آنے کے معنی ہی یہی ہیں کہ اسکی مع قوت خصلت میں آئے اور عیسےٰ کا کہنا کہ میں دجال کے قتل کو اترونگا یہ سچ ہے کیونکہ حقیقۃ عیسویہ کا یہی تقاضا تھا کہ وہ دجال کی گرم بازاری کو سرد کرے وہی حقیقۃ عیسوی حسب وعدہ مرزا غلام احمد صلوۃ اللہ علیہ و سلامہ کے وجود میں جلوہ گر ہوئی ہے جیسے ایلیا۔ یوحنا کے ذریعہ ظاہر ہوا۔ اور ابن عربی نے جب لکھا ہے کہ وجب

نَزُلَہٗ فِی اٰخِرِ الزَّمَانِ یَتَعَلَّقُہٗ بِبَدَنٍ اٰخَرَ تو پھر وہ کس طرح اس بات کے قائل ہو سکتے ہیں کہ معراج میں نبی اکرم
نے ان کو مع جسم دیکھا اور اگر کہا بھی ہے تو اس سے جسم خاکی مراد نہیں بلکہ وہ جسم ہے جو ہر ایک روح کو موت کے بعد ملتا ہے
پس اس لحاظ سے انکا مع جسم کہنا ٹھیک ہوا یہ تو ہوئی خدا کی طرف جانے کی تفسیر اب خدا کے پاس ہونے کا مطلب سمجھئے
اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ فِیْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِیْكٍ مُّقْتَدِرٍ سیپارہ ۲۷ (متقی لوگ جنات
اور نہروں میں ہیں صدق کی نشست گاہوں میں با اقتدار بادشاہ کے پاس) گویا خدا کے پاس جانا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے
کو لازم ہیں اب رافعک الی اور رفعہ اللہ الیہ سے یہ تو ظاہر ہے کہ عیسیٰ خدا کی طرف اٹھائے گئے تو اس کے پاس
بھی گئے پس ثابت ہوا کہ وہ جنت میں ہیں اور جنت میں انسان مرنے کے بغیر داخل ہو ہی نہیں سکتا پس عیسیٰ علیہ السلام
مر چکے ہیں اور ازالہ اوہام میں کہیں نہیں لکھا کہ مرنا اور بہشت میں داخل ہونا ایک ہی بات ہے وہاں تو لکھا ہے کہ خدا تعالیٰ
کے پاس پہنچنا اور جنت میں داخل ہونا ایک دوسرے کا لازم ٹھہرایا گیا ہے پس باطل ہوا وہ اعتراض کہ مرنے کے بعد
بعض بہشت میں نہیں بھی داخل ہوتے اور یہ جو فرمایا کہ خدا کی طرف اٹھائے جانا گزشتہ مقربوں کی جماعت میں شامل
ہو جانا اور بہشت میں داخل ہونا یہ تینوں مفہوم ایک ہی رنگ میں پورے ہو جاتے ہیں یہ ٹھیک ہے کہ مرنے کے ساتھ
پاک لوگوں کی روح کا رفع ہوتا ہے جیسا کہ ارجعی الیٰ ربک سے ظاہر ہے پھر ساتھ ہی گزشتہ مقربوں کی جماعت میں
دخول اسی لئے فرمایا فادخلی اور بہشت میں جانا بھی یہی ہے چنانچہ فرمایا وادخلی جنتی مرنے کے بعد فوراً بہشت میں جانے
سے انکار کرنا آیات قرآنی مثل قیل ادخل الجنۃ وغیرہ سے انکار کرنا ہے اور قبر کے روضۃ من ریاض الجنۃ (جنت کے
باغوں سے ایک باغ) کو نہ ماننا ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ نبی اکرم صلعم سب سے پہلے جنت میں داخل ہونگے کیونکہ بہشت کے اس
تیسرے مرتبہ کا ذکر ہے جبکہ حشر اجساد کا ایک اعلیٰ ظہور ہوگا بیشک اسوقت آپ ہی پہلے داخل ہونگے اور بل الساعۃ سے
روز قیامت یہ بات ہونیکا ثبوت نہیں ملتا کیونکہ الساعۃ سے مراد تو خاص گھڑی ہے خواہ وہ موت کی گھڑی ہو خواہ عذاب
کی گھڑی۔ اور ان تمام معنوں میں اسکا استعمال قرآن مجید میں ہوا ہے اور جس طرح ہمنے بیان کیا اس طرح تو یہ اعتراض وارد
ہی نہیں ہوتا کیونکہ ہمنے کہا ہے کہ ملیک مقتدر کے پاس ہونے اور بہشت میں جانے کا ایک ہی مفہوم ہے (جیسا کہ اس آیت
ان المتقین سے ثابت ہے) عیسیٰ کا عند ملیک مقتدر ہونا ثابت ہے پس بہشت میں دخول بھی ثابت ہو گیا اور یہ
ہم پہلے کہہ چکے کہ نبی اکرم صلعم بطور سیر تشریف فرما ہوئے نیز وہ سیر بھی نظری تھا نہ کہ بجسد و روح کہ انکی وفات لازم آئے
ایک اور آیت سے بھی عیسیٰ کے بہشت میں ہونیکا ثبوت ملتا ہے وہ یہ اِنَّ الَّذِیْنَ سَبَقَتْ لَهُمْ مِّنَّا الْحُسْنٰی
اُولٰٓئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُوْنَ لَا یَسْمَعُوْنَ حَسِیْسَهَا وَهُمْ فِیْ مَا اشْتَهَتْ اَنْفُسُهُمْ خٰلِدُوْنَ
الانبیاء ۱۷ (جن لوگوں کا جنتی ہونا ہم سے قرار پا چکا ہے۔ وہ دوزخ سے دور رکھے گئے ہیں اسکی بھنک بھی نہیں سنتے۔ اور وہ
من مانی مرادوں (بہشت) میں ہمیشہ رہنے والے ہیں) چونکہ اس سے پہلے اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

دُونِ اللّٰہِ حَصَبُ جَہَنَّمَ ہے (تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو وہ دوزخ کا ایندھن ہیں) اسلئے بہ ظاہر ہُوا کہ یہ آیت اللہ کے سوا دوسرے خیالی معبودوں کے بارے میں ہیں پونکہ عیسےٰ عزیر علیہ السلام کی پرستش بھی ہوتی ہے اسلئے انکو اس آیت سے مستثنےٰ کرنے کے لئے فرمایا کہ وہ تو دوزخ سے دور ہیں اور بہشت میں ہیں کہ جب خداتعالےٰ خود خبر دے رہا ہے کہ "وہ بہشت میں ہے" تو تم یہ کہنے والے کون ہو کہ عیسےٰ علیہ السلام ابھی مرے ہی نہیں افسوس ہے تمپر کہ خدا کے کلام کو جھٹلاتے ہو چونکہ اس آیت میں خٰلِدُوْنَ (ہمیشہ رہنے والے) بھی ہے اسلئے اس بات کا ثبوت ملا کہ عیسےٰ علیہ السلام اس حالت سے نکلکر کبھی دنیا میں نہ آئینگے میری خیال میں صرف یہی آیت وفات مسیح اور اسکے دوبارہ دنیا میں نہ آنیکے ثبوت کو کافی ہے کوئی سچائی کو پیار رکھنے والا اسپر غور کرے کیا ہی فضول گو ہے وہ شخص جو کہے کہ جب مرینگے بہشت میں جائینگے کیا وہ اتنا نہیں سوچتا کہ "بہشت میں ہونے کی خبر" دکا اسوقت نبی کریم کے زمانہ میں تو خداوند کریم دے رہا ہے اور تم ابھی انکے مرنے میں شک کر رہے ہو۔

پھر شہداء کی نسبت قرآن مجید میں آیا ہے وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ فَرِحِیْنَ بِمَآ اٰتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ فَضْلِہٖ آل عمران ۴ ۔ کہ جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں۔ رزق دئے جاتے ہیں اور خوش اس سے جو اللہ نے اپنے فضل سے دے رکھا ہے دیکھئے ان کے لئے زندہ کا لفظ بھی آیا ہے جو عیسےٰ علیہ السلام کے لئے قرآن مجید میں تو خیر صحیح حدیث مرفوع متصل میں بھی کہیں نہیں اور پھر رب کے پاس ہونیکا بھی ذکر ہے باوجود اسکے کسی کا بھی یہ عقیدہ نہیں کہ وہ اس جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے پس عیسےٰ علیہ السلام کے اللہ کی طرف اٹھائے جانے سے یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ جسم عنصری کے ساتھ زندہ ہیں خیر یہ تو ہوئی رافعک الیّ کی تفسیر اب بڑھئے اس سے آگے وَمُطَھِّرُکَ مِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا اور پاک کرنے والا ہوں تجھے کافروں کے الزام سے ایک نبی کے لئے الزاموں سے پاک کرنا ضروری ہے نہ کہ کفار کی صحبت سے جیسا کہ بعض علماء نے نادانی سے سمجھ لیا ہے کیونکہ نبی تو مبعوث ہی اسلئے ہوتا ہے کہ کفار میں رہے اور انکو ہدایت دے تعجب ہے کہ ہمارے نبی اکرم صلعم تو کتنی سال تک کفار کی صحبت میں رہے ہوں مگر عیسےٰ کا ایسا عالی درجہ کہ تین سال کے لئے بھی کفار میں نہیں رکھے جا سکے اور پھر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ انکو شر کفار سے بھی محفوظ و مطہر رکھا گیا۔ مگر انکی شرارت و صحبت سے بچانے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ آسمان پر ہی اٹھائے جائیں۔ بلکہ کشمیر کی ہجرت سے بھی یہ مقصد بخوبی حاصل ہو سکتا تھا چنانچہ ہو گیا۔ ان معنوں کے رو سے ک ضمیر راجع بسوئے عیسےٰ جسم و روح دونوں کے لئے ہو سکتی ہے گو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ "انسان" کے مفہوم کے لئے جسم و روح دونوں کی قید ضروری نہیں غیر جسمانی تطہیر کا وعدہ تو یوں پورا ہوا۔ اب روحانی رنگ میں یہ تطہیر اس طرح ہوئے کہ سید المرسلین صلوٰۃ اللہ علیہ و سلامہ نے آپ کو ان الزاموں سے پاک ٹھہرایا جو یہودی بڑی دریدہ دہنی سے آپکی ولادت آپ کی موت آپ کی قیامت کے متعلق لگاتے تھے چنانچہ وَبِکُفْرِھِمْ وَقَوْلِھِمْ عَلٰی مَرْیَمَ بُھْتَانًا عَظِیْمًا

قولہم اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِیْحَ النساء ۶ ۲۲ سے ثابت ہے کہ یہود مریم پر بہتان عظیم لگاتے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کی جائز پیدائش کے بارے میں شبہ کرتے تہمت باندھتے اور پھر کہتے کہ ہم نے مسیح کو صلیب پر قتل کر دیا ملعون بنا دیا حسب توراۃ) اللہ تعالیٰ نے رسول الانام علیہ السلام کی زبان پر انکی تطہیر کی حضرت مریم کے بارے میں فرمایا وَاُمُّہٗ صِدِّیْقَۃٌ المائدہ ۶ (اسکی ماں صدق رکھنے والی پاکباز ہی) وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (اور مریم عمران کی بیٹی جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تحریم ۲۸) (۳) یٰمَرْیَمُ اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰکِ وَطَھَّرَکِ وَاصْطَفٰکِ عَلٰی نِسَآءِ الْعٰلَمِیْنَ آل عمران ۳ اے مریم تجھے اللہ نے برگزیدہ کیا اور پاکباز بنایا اور تمام جہان کی عورتوں پر تجھے برگزیدگی بخشی اور ملعون ہونیکا جواب دیا۔ بَلْ رَّفَعَہُ اللّٰہُ اِلَیْہِ (اللہ نے انہیں اپنی طرف مرفوع کیا) جو لوگ کہتے ہیں کہ ضمیر جسم و روح کی طرف ہے وہ بھی خیال کریں کہ خدا یہی فرما رہا ہے کہ ملعون نہیں بلکہ مرفوع ہے پھر وہ ملعونیت ناجائز پیدائش کے خیال سے بکتے تھے کہ بھلا ایسے شخص کو تقرب ایزدی کیا حاصل ہوگا جو ذلت کیساتھ ناکامیابی کی حالت میں صلیب پر مارا گیا تو فرمایا کہ وَجِیْهًا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ آل عمران ۳ (دنیا میں بھی باعزت رہا اور آخرت میں بھی یونہی ہوگا اور وہ خدا کے مقربوں سے ہے) دنیا میں باعزت اسی طرح ہو سکتا ہے کہ صلیب سے نجات پائی اور کشمیر میں شاہزادہ نبی کہلائے اور مقربین میں سے ہونے سے یہ ثابت ہے کہ قرب جو رفع میں انکو حاصل ہوا وہ روحانی تھا جیسا کہ لَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ (بندہ نوافل سے میرا قرب حاصل کرتا ہے) سے مقرب ہونے کے معنے ظاہر ہیں خدا تعالیٰ کسی جہت و مکان میں نہیں کہ اس سے قرب جسمی کے ہم قائل ہوں چنانچہ دیکھو فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ فَرَوْحٌ وَّرَیْحَانٌ الواقعہ ۲۷ ۲ (پھر اگر وہ مرنے والا مقربوں میں سے ہے تو عیش و آرام ہے) کہ اس مرنے والے کو مقرب کہا گیا ہے حالانکہ وہ ابھی دنیا میں ہے پھر دیکھو فرعون نے ساحروں کو کہا اِنَّکُمْ اِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ الشعراء ۲۶ ۱۹ (بے شک تم اسوقت مقرب ٹھہرائے جاؤ گے) تو اس سے یہ مطلب نہیں کہ فرعون انہیں ہر وقت اپنے پاس تخت پر بٹھلائے رکھیگا اس سے آگے فرمایا کہ میں قیامت تک تیرے تابعداروں کو تیرے منکروں پر غالب رکھونگا اس سے دو باتیں ثابت ہوئیں ایک تو یہ کہ یہودیوں کا وجود قیامت تک رہیگا پس یہ عقیدہ باطل ہے کہ مسیح آکر سب کو مسلمان بنا دیگا کیونکہ اس آیت سے تو قیامت تک منکران مسیح کا وجود ضروری معلوم ہوتا ہے فوق جسمی ہو کہ تخت بھی ہو پھر سوچو کہ اگر جسم کا نام لیا جائے اس سے مراد جسم مع روح ہی ہوتا ہے تو ضرور ہے کہ عیسےٰ کے تابعدار اسکے منکروں سے دو چار گز اونچے رہیں حالانکہ ہم یہودیوں عیسائیوں اور مسلمانوں کو ایک ہی زمین پر چلتے دیکھتے ہیں اسکا جواب تمہارے پاس کیا ہے پھر مُتَوَفِّیْکَ رَافِعُکَ۔ مُطَهِّرُکَ جَاعِلُکَ کی ترتیب پر غور کیجئے۔ کہ ان میں عطف جبھی صحیح ہو سکتا ہے کہ کوئی نہ کوئی جہت جامعہ ہو۔ دیکھئے پہلے موت کا ذکر ہے پھر رفع کا پھر الزام سے تطہیر کا پھر تابعداروں کو غالب بنانے کا یہ مانیں تو ترتیب پوری ہوتی ہیں اگر متوفیک کے معنی قبض کے تھے تو پھر رافعک لانے کی کیا ضرورت تھی اور پھر جب رفع سے مراد جسم مع روح کو اٹھالیجانا تھا تو مطہرک جس کے معنی تمہارے

نزدیک ہیں تخلیص از دست کفار لانیکی کیا حاجت رہگئی اس طرح تو کلام الٰہی لغو جاتا ہے پھر جب آپ نے اخیر زمانے میں خود آکر اپنے منکروں پر غالب ہونا تھا تو تابعداروں کے غلبہ کے بیان کی کیا حاجت پڑی موقعہ کے مناسب تو یہ بات تھی کہ کہا جاتا پھر اخیر زمانہ میں تجھے آسمان سے بھیجکر ان سب پر غلبہ دینے والا اور مومن بنانے والا ہوں حالانکہ ایسا نہیں کہا پس یہ معنے ہی غلط ہیں اور یہ جو کہتے ہیں رافعك پہلے اور متوفیک بعد یہ اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو بھی بڑے اعتراض لازم آتے ہیں اول تو رفع کے بعد متوفیك بمعنی ممیتك ہی اس سے ثابت ہوا کہ بعد "رفع" کے مرگئے مگر مطہرك کا وعدہ بھی پورا ہو چکا ہے کفار سے تخلیص بھی ہو چکی اور الزاموں سے بری بھی جناب رسالتمآب کے ذریعہ کر دیئے گئے۔ تو بس اب مطہرک کے بعد متوفیک رکھئے تو بھی لازم آتا ہی کہ ابتک حضرت مسیح مر گئے ہوں لیکن تم لوگ نہیں مانتے اور رامی زمانہ انکا ہیں تابعداروں کا غلبہ بھی ہو چکا اور ہو رہا ہے کیونکہ مسلمان تو رہے بجائے خود عیسائی جو نام کے تابعدار ہیں۔ انکی سلطنت بھی تقریباً کل دنیا پر پھیل رہی ہے حتّٰی کہ آفتاب غروب نہیں ہوتا اور یہودیوں کی کہیں بھی سلطنت نہیں پس اب متوفیك کو کہاں رکھئے کیا فرمائیگا فوق الذین کفروا و متوفیك الی یوم القیمۃ جسکے معنے ہوئے مارنے والا ہوں قیامت تک یہ کیا مطلب ہوا؟ کیا یہ کہ اے عیسٰے تجھے قیامت تک مارتا ہی رہونگا اچھا یوم القیمۃ کے بعد متوفیك رکھ لیجئے اور فرمائیے کہ قیامت کے بعد موت دینے کے کیا معنے ہوئے دیکھئے اتنے تکلّف کرنے سے بھی معنے نہ بنے۔ اور جو تقدیم و تاخیر عطف میں کہی جگہ قرآن میں ہی اسکا جواب یہ ہے کہ ایسی تقدیم و تاخیر بے وجہ نہیں فمنکم کافر و منکم مؤمن تغابن ۲۸ میں کافر مومن سے اسلئے پہلے آیا کہ کفار مومنوں سے زیادہ ہوتے ہیں (۲) نموت ونحیا میں موت زندگی سے پہلے اسلئے آئی کہ کلام اسجگہ اس زندگی کے بارے میں تھی جو موت کے بعد ہمارے اعتقاد کے موافق آنے والی تھی وہ کہتے ہیں کہ بس یہی دنیا ہی جس میں مرتے جیتے ہیں (۳) وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ بقرہ ۱ میں صلوٰۃ زکوٰۃ پر اسلئے تقدم ہے کہ صلوٰۃ عام ہے اور زکوٰۃ خاص جیسے الرحمٰن الرحیم میں رحمٰن رحمت عامہ رحیم رحمت خاصہ ہی اول ہی مگر متوفیك ورافعك میں تقدیم تاخیر بے وجہ بے سبب بلا کسی بلاغت کے کیونکر ممکن ہی خاصکر اس صورت میں جبکہ یہ واقعات کا ذکر ہے اور واقعات کے بیان میں تقدم تاخر ہرگز نہیں ہوتا تو پھر یہ کیونکر ٹھیک ہو سکتا ہی کہ ذکر موت تو پہلے ہو اور واقع رفع کے بعد ہو۔

واقعات تاریخی کے بیان میں تقدیم تاخیر بلاغت و فصاحت کے بالکل برخلاف ہی جس سے خدا کا کلام پاک ہے الحمد للہ کہ میں اذقال اللہ یٰعیسٰی انی متوفیك آل عمران ۶ کی تفسیر سے فارغ ہوا جس کے ضمن میں بہت سی آیتوں سے وفات مسیح کا ثبوت دیا اور مسئلہ معراج بھی حل کیا۔

وفات مسیح کا مزید ثبوت

اب ایک اور آیت سنئے مَا الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ المائدہ ۱۰ (مسیح بن مریم صرف رسول تھے ان سے پہلے کے تمام رسول مر چکے پس وہ بھی یقیناً مر چکے ہیں) یہ آیت

ان لوگوں کے جواب میں جو کہتے اِنَّ اللّٰہَ ثَالِثُ ثَلٰثَۃٍ (اللہ تین میں کا ایک ہے) یعنی گویا عیسٰے بھی اللہ ہیں انکو سمجھایا گیا کہ وہ تو ایک رسول تھے جیسے دوسرے تمام رسول مر چکے ایسے ہی وہ بھی وفات پا چکے اور کیا مُردہ بھی خدا ہوا کرتا ہے بھلا ان میں رسولوں سے بڑھکر کونسی بات تھی کہ وہ خلاف سنت اللہ ابتک زندہ رہیں۔ اس آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان کا ابتک زندہ رہنا ضرور انکی خدائی کا ممد بنتا تھا جب ہی اسکی تردید فرمائی اور پھر اس دھوکے کو اسکی ماں کی صفت اکل میں شریک ہونے سے رد کیا گو دونوں طعام کے محتاج تھے تو اب مریم فوت ہو گئی اور طعام نہیں کھاتی (یہ عیسائی بھی مانتے ہیں) تو مسیح پر کیوں موت کا فتوے نہ چلے۔ یہ آیت قطعی طور سے وفات مسیح کو ثابت کر رہی ہے خاص کر اسلئے کہ یہ اسکی الوہیت کی نفی کے اثبات کے موقعہ پر آئی ہے اس آیت میں لفظ خلت زیر بحث ہے سو اسکے معنے بھی ہم قرآن مجید سے ہی بتلاتے ہیں دیکھو البقرہ ۱۴۰ جہاں پہلے فرمایا اَمْ تَقُوْلُوْنَ اِنَّ اِبْرٰهٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطَ كَانُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى (کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد یہودی یا نصرانی تھی۔ اولاد میں عیسے وغیرہ سب شامل ہیں) پھر فرمایا تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ یہ گروہ تو مر چکا یہ اسلئے فرمایا کہ وہ لوگ کہا کرتے ہم ابراہیم کے دین پر ہیں یا موسیٰ کے دین پر تو انکو جواب دیا گیا کہ وہ تو مر چکے اب تم موجودہ حالت کے اعتبار سے کہو محمد رسول اللہ صلعم مبعوث ہو چکے سو اس زمانے میں تو انکی شریعت پر چلنا چاہیئے نہ کہ اگلوں کا بہانہ پیش کرنا کہ وہ یوں کرتے ہیں اور تم یوں بتاتے ہو اصل میں یہ آیت بہت سی باتوں کا فیصلہ کرتی ہے اب بھی لوگ ہمارے مسیح موعود علیہ السلام کو یہی کہتے ہیں کہ فلاں ولی یا بزرگ تو عیسے کی حیات کا قائل رہ چکا ہے یا اس نے فلاں وظیفہ بتلایا یا طریقہ تصوف ایجاد کیا تم کیوں اس سے منع کرتے ہو اسکا جواب آپ اور آپکی جماعت کی طرف سے یہی ہے تلک امۃ قد خلت وہ تو مر چکے۔ انکے زمانے میں اگر مسیح مبعوث ہوتا اور یہ باتیں بتاتا پھر نہ مانتے تو گنہ گار تھے۔ لیکن جب انکو معلوم نہیں ہوا تو پھر انکا قائل حیات مسیح ہونا کس طرح شرک بن سکتا ہے اور کیونکر وظیفے وغیرہ شرک فی النبوۃ قرار دیئے جا سکتے ہیں جب انکے زمانے میں یہ مسائل نہیں کھلے الزام الٰہی کے نیچے قابل اخذ تو وہ لوگ ہیں۔ کہ باوجود تبلیغ اتمام حجت کے اگلی باتوں کو نہیں چھوڑتے۔ پھر اسی آیت سے ثابت ہوا کہ عیسٰے علیہ السلام مر چکے ورنہ انہیں مستثنے کیا جاتا خلت کی نسبت یاد رکھنا کہ جب جاندار کے لئے ہو اور الیٰ صلہ نہ ہو تو اسکے معنی ضرور موت کے ہوتے ہیں دیکھو قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَاۤ اُمَمٌ رعد ۳۰ کے بھی یہی معنے ہیں کہ ان سے پہلے کئی امتیں ہو کر مر چکی ہیں اور سنت کے لئے جو خلت آتا ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ سنت مر گئی کیونکہ سنت کوئی جاندار چیز نہیں کہ اسپر موت کا اطلاق ہو سکے۔ ہم تو

۱؎ یہی جواب ایام خالیہ کا ہے نیز میں پوچھتا ہوں کہ خالیہ کے معنی ماضیہ ہی سہی مگر جب گزرے ہوئے دن کے واپس آنے کا کوئی قائل نہیں تو پھر عیسے کہ جس کے لئے خلت آچکا ہے کیوں واپس آئے اگر گزرے ہوئے دن واپس آسکتے ہیں تو عیسے بھی گزرا ہوا واپس آسکتا ہے ورنہ نہیں

اشمان کے بارے میں گفتگو کر رہے ہیں کہ جب اس پر خلت کا لفظ آئے تو یقیناً معنے موت کے ہوتے ہیں پڑھو وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ
قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ اَفَاِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ آل عمران ع ۲ (محمد بس خدا کے رسول ہیں
اس سے پہلے جتنے رسول ہوئے وہ مر چکے ہیں (پس کیا یہ بھی اگر مر گئے یا مارے گئے تو تم کفر پر لوٹ آؤ گے) یہ آیت ہمارے اور
ہمارے مخالفین کے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ کر رہی ہے قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ سے رسول اللہ کی وفات
کا ثبوت دیا گیا ہے کہ جب پہلے جتنے رسول ہوئے وہ سب کے سب مر چکے تو محمد کوئی ان سے الگ ہیں کہ نہ مریں آخر یہ بھی رسول
ہیں اور رسولوں کی طرح مرینگے اگر ایک رسول بھی اگلوں سے زندہ ہوتا تو کبھی یہ استدلال صحیح نہ ہوتا کیونکہ مخالف کہہ سکتا
تھا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام ابتک زندہ ہیں تو محمد رسول اللہ کا بدلیل "خلت" مر جانا بھی ضروری نہیں جائز ہے کہ وہ بھی آسمان پر
زندہ اٹھائے جائیں مگر خدا نے خَلَتْ کو دو صورتوں ہی میں منحصر رکھا مَاتَ اَوْ قُتِلَ (مر گیا یا مارا گیا) اس سے معلوم ہوا کہ
خلت کی دو ہی صورتیں ہیں مرجانا یا مارا جانا پس عیسےٰ علیہ السلام کے لئے ایک تیسری صورت کیوں بناتے ہو۔ یہ اعتراض
کہ پھر ماتت کیوں فرمادیا بالکل فضول ہے اور کلام الٰہی پر اعتراض کرنا اللہ تعالےٰ سے پوچھئے کہ کیوں فرمایا سنئے جناب خلت
اسلئے فرمایا کہ طبعی موت سے مرنے اور قتل ہونے دونو کو شامل ہو ماتت کہنے سے تکرار لازم آتا تھا اور اس سے قتل کی
تفریع فصاحت سے نہ ہوسکتی تھی اسلئے ایسا لفظ فرمایا جو دونوں کو شامل ہو تفسیروں والوں نے بھی خلت کے معنی
موت ہی کے لکھے ہیں دیکھو تفسیر جامع البیان[۱] خلت من قبله الرسل بالموت او القتل (یعنی خلت موت سے ہوا
یا قتل سے) تفسیر مظہری میں ماتت من قبله الرسل فیموت ایضاً لکھا ہے تفسیر کبیر میں ہے بالقیاس علیٰ موت سائر الانبیاء
(تمام انبیاء کی موت پر قیاس کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ اسکی موت بھی ضعف دین کا موجب نہ ہوگی) اور الرسل کے ال
استغراقی سے آپ یہ نتیجہ نہ نکالیں کہ پھر محمد رسول صلعم کو بھی اس آیت کے نزول کے وقت وفات یافتہ ہونا چاہیئے کیونکہ
الرسل کے ساتھ من قبله کی قید لگی ہوئی ہے یعنی (اس سے پہلے جو رسول ہوئے وہ سب کے سب مر چکے ہیں۔ پھر عزیزو اسنو
یہی وہ آیت ہے جس سے ابوبکر صدیق رض نے تمام انبیاء کی موت کا ثبوت دیکر محمد رسول اللہ صلعم کی وفات کا ثبوت
دیا اور ثابت کیا کہ اس سے پہلے بھی کوئی نبی زندہ آسمان پر نہیں اٹھایا گیا یہ اسلئے کہ اسوقت حضرت عمر رض وغیرہ کہہ رہے
تھے کہ رسول اللہ صلعم نے وفات نہیں پائی بلکہ وہ عیسےٰ علیہ السلام کی طرح اٹھائے گئے پھر جب یہ آیت پڑھی تو سب
خاموش رہ گئے اور یوں سمجھا کہ گویا یہ آیت آج ہی نازل ہوئی گویا یہ سب سے پہلا اجماع صحابہ کرام کا تھا جو وفات مسیح کی نسبت
منعقد ہوا دیکھو بخاری کتاب الجنائز میں عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ ابوبکر رض نکلے اور عمر کہہ رہے تھے کہ رسول
اللہ صلعم نے وفات نہیں پائی۔ فَقَالَ اَبُوْبَكْرٍ اَمَّا بَعْدُ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ مُحَمَّدًا فَاِنَّ مُحَمَّدًا قَدْ مَاتَ
وَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ يَعْبُدُ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ الخ

[۱] تفسیر محمدی میں لکھا ہے۔ جویں پیغمبر سارے گذرے زندہ رہیا نہ کوئی ۔

پھر آگے لکھا ہے واللہ لکان الناس لم یعلموا ان اللہ انزل ھذہ الایۃ تلاھا ابو بکر فتلقاھا منہ الناس کلھم فما اسمع بشرا من الناس الا یتلوھا (گویا لوگوں کو اس سے پہلے معلوم ہی نہ تھا کہ یہ آیت اتری پس سب لوگوں نے اسکو یاد کر لیا اور میں جس کو ملاوہ یہی آیت پڑھ رہا تھا) اور سعید بن المسیب نے خبر دی کہ عمرؓ نے[۱] کہا واللہ ماھو الا ان سمعت ابا بکر تلاھا (بخدا پہلے یہ آیت ابو بکر ہی کو پڑھتے سنا) اور ملل و نحل شہرستانی میں یہ واقعہ مفصل لکھا ہے اور پھر یہ بھی ہے لما سمع من الناس انہ لم یتوف بل حی کمثل ابن مریم یرجع ثانیا طبت حیا ومیتا ان یجمع اللہ علیک موتتین (جب لوگوں سے سنا کہ وہ نہیں مرا بلکہ ابن مریم کی مانند زندہ ہے دوبارہ آئیگا تو کہا کہ زندہ و مردہ خوش ہے اور خدا تجھ پر دو موتیں نہیں جمع کریگا) معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بھی بعض لوگوں کا یہ خیال تھا کہ مسیح زندہ ہے مگر آپ نے اسی آیت (قد خلت من قبلہ الرسل) سے اس عقیدہ کی غلطی سمجھا دی اور ثابت کیا کہ پہلے سب رسول مر چکے ہیں جس کو سب نے تسلیم کر لیا اور چوں تک نہ کی۔ پھر یہی عقیدہ سب صحابہؓ میں پھیل گیا اسکے علاوہ اور بھی بہت سی شہادتیں ہیں۔ چنانچہ امام حافظ ابو الفدا تفسیر ابن کثیر میں لکھتے ہیں وبعض الاحادیث لو کان موسی وعیسی حیین لما وسعھما الا اتباعی (اگر موسیٰ و عیسیٰ زندہ ہوتے تو انہیں میری تابعداری کے سوا کوئی چارہ نہ تھا) اسپر کوئی جرح نہیں کی پھر نواب صدیق حسن خان مرحوم نے تفسیر ترجمان القرآن میں یہ حدیث درج کی اور کوئی جرح نہ کی کتاب الیواقیت والجواہر میں امام شعرانی نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے اور آپکا رسول المرسلین ہونا ثابت کیا امام ابن قیم شامی نے مدارج السالکین میں یہی لکھا ہے پھر مواہب اللدنیہ مصنفہ علامہ قسطلانی میں ہے حضرت عائشہ صدیقہ سے انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فی مرضہ الذی توفی فیہ لفاطمۃ (آنحضرت صلعم نے اپنی اس مرض میں جس میں وفات پائی فاطمہ سے کہا) کہ جبریل ہر سال مجھ سے قرآن کا دور کرتا رہا اور اس سال دو دفعہ کیا واخبرنی ان عیسی بن مریم عاش عشرین ومائۃ سنۃ (اور مجھے خبر دی کہ عیسیٰ بن مریم ایک سو بیس سال زندہ رہے) طبرانی کبیر میں بھی یہی حدیث ہے اور رجالہ ثقات (اسکے راوی ثقہ ہیں) لکھا ہے کنز العمال میں بھی یہ حدیث ہے[۲] امام مالکؒ کا قول مجمع البحار میں دیکھو وقال مالک مات (اور مالکؒ نے کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام مر گئے) امام ابو حنیفہ وغیرہ سے اسکی تردید منقول نہیں حاشیہ جلالین پر حضرت ابن حزم تمسک ابن حزم بظاھر الایۃ وقال بموتہ ظاہر آیت کے رو سے یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ مسیح مر چکے۔ حضرت داتا گنج بخش اپنی کتاب کشف المحجوب میں لکھتے ہیں پیغمبر گفت اندر شب

---

[۱] اس سے پہلے آپ کہہ رہے تھے ما مات رسول اللہ صلعم ولا یموت حتی یقتل المنافقین (نہیں مرے اور نہ مرینگے جب تک منافقین کو نہ قتل کریں) ابو بکر نے اسوقت پڑھا انک میت وانھم میتون (تو بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مر چکے ہیں یہ آیت بھی اگلے رسولوں اور گزشتہ لوگوں کی موت کی شہادت دے رہی ہے تفسیر در المنثور

[۲] عبد الحق محدث دہلوی کتاب ما ثبت بالسنۃ میں لکھتے ہیں وعاش عیسیٰ خمس وعشرین سنۃ (وعیسیٰ علیہ السلام ۱۲۵ برس زندہ رہے) یکی لوٹی میں لکھا ہے جیکو پچھے عمر دی گئی ہی تو آگے بھی (ایک سو بیس) وہ ہے ۱۲

معراج آدم ۔ یوسف × × عیسے روح اللہ اللہ آسمانہا دیدم لامحالہ آں ارواح ایشاں بود (معراج میں جو عیسے وغیرہ کو دیکھا تو وہ روح تھے) اس سے بھی انکا قائل موت[1] ہونا ثابت ہوتا ہی۔ رئیس المحدثین حافظ ابن قیم کتاب زاد المعاد میں لکھتے ہیں ہذا ما یذکر عن المسیح انہ رفع الی السماء ولہ ثلث ثلثون سنۃ فہذا لا یعرف لہ (کہ یہ جو مشہور ہی کہ عیسی علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے اور ۳۳ برس کے تھے اسکا کوئی ثبوت نہیں) لامحالہ وفات کے قائل ثابت ہوئے

آیت وان من اهل الکتب کے معنی

اور آیت وان من اهل الکتب الا لیؤمنن بہ قبل موتہ ویوم القیمۃ یکون علیهم شهیدا النساء ع ۲۲ ۶ سے حیات نہیں بلکہ موت مسیح ثابت ہوتی ہی کیونکہ اسکے جو معنے علماء کرتے ہیں وہ نصوص صریحہ کے خلاف ہیں مثلاً ایک معنے تو یہ ہیں کہ اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتے ہیں اور یہ بالکل لغو ہے کیونکہ یہود کا ایمان مسیح پر ایسا ہی وہم ہی جیسے عوام مسلمانوں میں مشہور ہے کہ ہندوؤں کی جان نہیں نکلتی جبتک کلمہ نہیں پڑھتے تفسیر کبیر میں لکھا ہی انا نری اکثر الیهود یموتون ولا یؤمنون بعیسی ع (کہ ہم بہت سے یہود کو دیکھتے ہیں کہ وہ مرتے ہیں اور عیسے پر ایمان نہیں لاتے) پھر یہودی کو دور محمدی میں مسیح پر ایمان لانیکا کیا فائدہ؟ جب کہ سرور کائنات پر ایمان نہیں دوسرے معنی نہیں کوئی اہل کتاب مگر ایمان لائیگا مسیح پر مسیح کے مرنے سے پہلے یہ معنی باطل تو ان تمام آیات واحادیث و دلائل عقلیہ و نقلیہ کے برخلاف ہیں جن سے ہم اس سے پہلے بڑی شرح وبسط کے ساتھ وفات مسیح ثابت کر چکے (۲) پھر قرآن مجید میں اختلاف ثابت ہوگا اور اختلاف ثابت ہونے سے اس کا غیر اللہ سے ہونا ثابت ہوگا جو کہ باطل ہی پھر (۳) یہ سمجھا جائیگا کہ رسول اللہ صلعم نے توفیتنی کے معنے نہیں سمجھے کیونکہ انہوں نے اسکو موت کے معنوں میں لیا (۴) صحابہ کرام کا اجماع لغو جائیگا (۵) باینہمہ دور محمدی میں مسیح پر ایمان لانیکا بہ ہے اگر یہود میں ایمان لانا محمد پر ایمان لانے کو مستلزم ہی تو تسلیم کرنا پڑیگا کہ موسی پر ایمان لانا جناب رسالتمآب پر ایمان لانے کو مستلزم ہے کیونکہ وہ بھی بحسب عہد میثاق سید المرسلین پر ایمان رکھتے ہیں نیز ایسے ایمان کے لئے پھر اہل کتاب کی تخصیص کی کیا وجہ ہی کہ وہ مسیح پر ایمان لائینگے (۶) پھر اگر واقعی یہ یہود کا مسیح پر ایمان لانا ہی تو قیامت کو انکے برخلاف شہادت کیوں ہوگی کیونکہ علی برخلاف شہادت کا مظہر ہے پھر (۷) یہ شہادت بھی خلاف ہے لتکونوا شهداء علی الناس کے (کہ تم اے امت محمدیہ ان لوگوں پر گواہ ہوگے) (۸) پھر اہل کتاب میں امت محمدیہ بھی داخل ہی ان پر عیسے علیہ السلام کی گواہی کیونکر ہو سکتی ہے جبکہ ویکون الرسول علیکم شهیدا البقرۃ ع ۱۶ ۲ (رسول محمدی تمہارے امت محمدیہ گواہ ہوگا) قرآن میں آچکا ہی (۹) ان من اہل الکتب مفید حصر ہے اور اسکے معنے ہیں ہر ایک اہل کتاب مسیح پر ایمان لائیگا مگر یہ تو باتفاق فریقین غیر مسلم ہے کیونکہ زمانہ رسالت پناہی سے ابتک اور اسکے بعد عیسے کے نزول تک

---

[1] زاد المعاد میں ہی فان الانبیاء انما استقرت ارواحهم هناك بعد مفارقة الابدان (کہ کل انبیاء کی روحیں آسمان پر بدنوں کی مفارقت کے بعد ہیں) عیسے علیہ السلام کی نسبت عوام کا عقیدہ ہے کہ مع بدن ہیں ۱۲

جتنے اہل کتاب ہیں انکا ایمان لانا ثابت نہیں اس سے کلام الہی) کا خلاف واقعہ ہونا ثابت ہوتا ہے جو محال ہے پس اپنے معنی ہی
غلط مان لو پھر لطف یہ ہے کہ نزول مسیح کے وقت (حالانکہ نزول کا اس آیت میں کچھ ذکر نہیں صرف تخیل ہوتا ہے جو اس زمانہ
پر بھی صادق آرہا ہے پس اہل کتاب کے (ایمان کی اس نزول کے زمانہ سے کوئی تخصیص نہیں) بھی سب اہل کتاب مسیح پر ایمان
نہ لائینگے کیونکہ حسب زعم شما مہدی و مسیح کی تلوار سے کئی ہلاک ہونگے اور کئی وبا سے مرینگے (۱) پھر سب کا دین واحدہ پر ہوجانا
مخالف ہے ان آیات کے (۱) فَأَغْرَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ الیلیہ ۶ (ہمنے ان میں
عداوت اور کینہ قیامت کے دن تک بھڑکا دیا (۲) وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ الیلیہ
(۳) لَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ إِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبُّكَ وَلِذَٰلِكَ خَلَقَهُمْ
(اگر تیرا رب چاہتا تو لوگوں کو ایک دین پر بنا دیتا (مگر اسنے نہیں چاہا گویا یہ خدا کا قانون ہی نہیں اور نہ اسکے ارادے میں داخل
ہے) اور یہ ہمیشہ مختلف رہینگے مگر جسپر تیرے رب کا رحم ہو وہ اس اختلاف سے نکلکر اسلام میں آجائے اور پیدا بھی انہیں اسی اختلاف
کے لئے کیا) لیجئے جناب جب انکی پیدائش ہی اختلاف فی الدین کیلئے ہے تو پھر ایک کلمہ پر جمع ہونا کیونکر ممکن ہو لا یزالون سے
ہمیشہ اختلاف پر رہنا اور رہنا بھی کن کا الناس (تمام جہان کے لوگوں کا) کا ثابت ہوتا ہے یہ ممکن ہی نہیں کہ سب من
رحم ربک میں داخل ہوجائیں کیونکہ استثنا مجموعہ میں سے نکال لینے کا نام ہے ورنہ لازم آئیگا۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسَىٰ إِلَّا مَا
شَاءَ اللَّهُ (ہم تجھے پڑھائینگے پس تو نہیں بھولیگا مگر جو اللہ چاہے) سے کہ آنحضرت صلعم کو کسی وقت سارا قرآن بھول جائے
حالانکہ ایسا نہیں ہوا نہ ایسا ہونا ممکن تھا پس ان اعتراضوں سے بچنے کے واسطے مناسب ہے کہ اسکے وہ معنے کئے جائیں
جو ہر طرح سے صحیح ہوں چنانچہ وہ یہ ہیں

کہ نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر ایمان لاتا رہیگا اس (مسیح کے مقتول بالصلیب ہونے) پر اپنی موت سے پہلے۔ اور یہ
کلام بطور پیشگوئی وارد ہوا ہے کہ حق بات تو یہی ہے کہ مسیح مقتول بالصلیب نہیں ہوا مگر یہودی و عیسائی ایسی ضدی
ہیں کہ مرنے تک یہ (مقتول بالصلیب ہونا مسیح کا) انکا جزو ایمان رہیگا باوجودیکہ ان کو یقین نہیں شک میں ہیں[1] چنانچہ ہم
دیکھتے ہیں کہ یہودی بھی کہتے ہیں کہ مسیح صلیب پر قتل ہوا۔ اور عیسائی بھی۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو قرآن کی صداقت
پر بھاری گواہ ہے۔

اگرچہ ہمنے لیؤمنن کے معنے ایمان لائیگا کرتے ہیں اور اسپر مخالفین کو جائے حرف نہیں مگر یہ بھی "ایمان لاتا
رہیگا" اسکے خلاف نہیں۔ کیونکہ سید مند فرماتے ہیں۔ قَدْ يَقْصِدُ بِالْمُضَارِعِ الْاِسْتِمْرَارَ عَلَىٰ سَبِيْلِ التَّجَدُّدِ
(مضارع سے استمرار بطور تجدد مقصود ہوتا ہے یعنی اسکا تحقق ماضی۔ حال۔ استقبال میں ہوتا ہے اسکی مثالیں
قرآن شریف میں بہت ہیں۔

---

[1] یعنی کوئی قطعی ثبوت نہیں رکھتے کہ مسیح صلیب پر مرگیا۔

(۱) کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ ؕ المجادلہ ع۳ ۲۸ (اللہ نے لکھدیا کہ میں اور میرے رسول غالب آتے رہینگے) اسکے یہ معنی نہیں کہ صرف زمانہ آئندہ میں غالب آئینگے کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نزول قرآن سے پہلے رسول غالب نہیں آئے اور نہ انکے غلبہ کا وعدہ تھا اور یہ خلاف ہی واقعات کے (۲) فَلَنُوَلِّیَنَّکَ قِبْلَۃً (ہم تیرا قبلہ پسندیدہ کی طرف منہ پھیرتے ہیں البقرہ ع۱۷) یہی معنے صحیح ہیں نہ یہ کہ زمانہ آئندہ میں پھیرینگے (۳) وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا العنکبوت ع۷ ۲۱ (اور جو لوگ ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں انکو اپنی راہیں دکھاتے رہینگے) یہ نہیں کہ صرف زمانہ آئندہ میں دکھائینگے اس سے پہلے مجاہدوں کو نہیں دکھائیں (۴) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا (ہم نے اپنے رسولوں کو نصرت دی المومن ع۵ ۲۴) یہ مطلب نہیں کہ زمانہ آئندہ میں دینگے۔ پس دور ہوا وہ اعتراض کہ انا لہ او ہام میں اسکے معنے ماضی کے ہوئے اصل میں حضور علیہ الصلوٰۃ نے ایک زمانہ کا ذکر کیا ہے مطلب یہ کہ ماضی حال استقبال تینوں پر اسی طرح یہ آیت صادق آتی ہے اور لیؤمنن بہ کے معنے ہم نے ایمان لانے کے کئے ہیں اور صحیح ہیں کیونکہ واقعہ صلیبی پر ایمان لانا اہل کتاب بالخصوص عیسائیوں کے ایمان کی جزء ہے پھر بھی مان لینے کے معنے اگر کسی احمدی فاضل نے لکھے ہیں تو یہ اسکے منافی نہیں اور نہ غیر محاورہ ہیں کیونکہ اول تو ایمان کہتے ہی مان لینے کو ہیں دوسرا اس آیت میں صریحاً تؤمنوا کے معنے مان لینے کے ہیں وَلَا تُؤْمِنُوْا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِیْنَکُمْ آل عمران ع۸ ۳ (جو تمہارے دین کی پیروی کرے اسکے کسی کی نہ مانو) اور لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ میں ہ کا مرجع صلب مسیح ہے کہ اسکا ذکر اسکے پہلے ہے اِنَّ الَّذِیْنَ اخْتَلَفُوْا فِیْہِ میں ہ کا پھر مَا لَھُمْ بِہٖ مِنْ عِلْمٍ میں ہ کا مرجع قتل ہے پس انہی قرآن سے اس بہ کا مرجع بھی قتل ہے اور قبل موتہ کی چونکہ دوسری قرأت قبل موتہم ہے اسلئے اسکا ضمیر اہل کتاب کی طرف پھیرنا اقرب الی الصواب ہے کیونکہ قرأت شاذہ تفسیر کے حکم میں ہوتی ہے چنانچہ تفسیر کشاف میں ہی وَیَدُلُّ عَلَیْہِ قِرَاءَۃُ اُبَیٍّ اِلَّا لَیُؤْمِنُنَّ بِہٖ قَبْلَ مَوْتِھِمْ (اور اس پر ابی ابن کعب کی قرأت دلالت کرتی ہے کہ لیؤمنن بہ قبل موتہم) اور اگر یہ ہ ضمیر مسیح کی طرف بھی ہو تو بھی معنی ٹھیک ہیں

نہیں کوئی اہل کتاب سے مگر ایمان لاتا رہیگا واقعہ صلیب مسیح پر حالانکہ یہ اسکی موت سے پہلے واقع ہوا تھا۔ گویا قبل موتہ ظرف مستقر متعلق کائنا ہو کر حال ہوا اور بہ والا ضمیر مفعول بہ غیر صریح ذو الحال فتدبر و تفکر ان معنوں کے اعتبار سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صلیب پر موت واقع نہیں ہوئی بلکہ اسکے بعد مگر زمانہ رسالت پناہی سے پہلے ورنہ قبل موت یعنی مسیح کے مرنے سے پہلے واقعہ صلیب ہوا نہ آتا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ لیؤمنن بہ میں ہ کا مرجع میں اتفاق نہیں بلکہ بعض کا قول ہے کہ محمد صلعم کی طرف راجع ہے چنانچہ معالم التنزیل میں ہے رُوِیَ عَنْ عِکْرِمَۃَ اِنَّ الْھَاءَ فِیْ قَوْلِہٖ لَیُؤْمِنَنَّ بِہٖ کنایۃ عن محمد (عکرمہ سے روایت ہے کہ ہ کنایہ محمد صلعم سے ہے)

پھر لکھا ہے کہ راجعۃ الی اللّٰہ عزّ و جلّ اللہ کی طرف راجع ہے پس یہ آیت اگر ہمارے مدعا کو ثابت نہیں کرتی

(۱) اور یہ قبل موتہ لانا زائد نہیں بلکہ بطور انجہار اور ایضاح جیسے قرآن مجید میں ہی ہاتھوں سے لکھا حالانکہ صرف لکھنے سے بھی یہ بات ثابت ہو سکتی تھی

توحیات مسیح پر بھی بالجزم دال نہیں۔

دوسری آیت قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا المائدہ ع ۳ ۶ (کہدے کون مالک ہوا اللہ سے کسی چیز کا جب اس نے مسیح بن مریم اور اسکی ماں اور جو اس زمین میں ہیں ان سب کے ہلاک کا ارادہ کرلیا) مطلب توصاف ہے کہ یہ آیت ہے مسیح کی الوہیت کے رد میں کیونکہ وہ کہتے تھے إِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (اللہ وہی مسیح بیٹا مریم کا ہی) انکو جواب دیا گیا کہ اگر اللہ تھا تو پھر ہلاک کیوں ہوا یہاں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ابھی تک مسیح ہلاک نہیں ہوا کیونکہ اگر یہلک سے یہ لازم آتا ہے تو بھی ضروری ہے کہ اسکی ماں بھی ابھی تک مری ہو اور من فی الارض بھی سب کے سب زندہ ہی ہوں۔ حالانکہ یہ بات نہیں بس مسیح بھی مرچکا ہے اور من فی الارض سے اس خاص زمین ملک شام کے باشندے مراد ہیں جو اسوقت تک ہلاک ہوچکے تھے۔ اور ان یہلک تاویل مصدر میں ہے بمعنی ہلاک پس مضارع کا استقبال یہاں نہیں پیش کیا جاسکتا۔ اور اِنْ اراد میں ان شرطیہ نہیں کیونکہ جملہ شرطیہ کی جزا مقدم نہیں ہوتی یہاں قد یجیئ ان لمجرد التعلیق (کبھی ان صرف تعلیق کے لئے آتا ہی) کا قاعدہ جاری ہے۔

تیسری آیت وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَمِنَ الصَّالِحِينَ آل عمران ع ۴ ۳ (اور لوگوں سے چھوٹی عمر اور بڑی عمر میں کلام کریگا۔ اور نیک بندوں سے ہوگا) اس آیت سے ثابت کرتے ہیں کہ ابھی مسیح پر کہل کا زمانہ نہیں آیا لیکن ہم بڑی معتبر روایتوں سے ثابت کرچکے ہیں کہ مسیح ۱۲۰ برس دنیا میں رہا کیا ایکسو برس تک کہل کا زمانہ نہیں آیا۔ اور ۳۳ سال بھی اگر عمر قرار دی جائے تو بھی کہل کا زمانہ ثابت ہوجاتا ہے کیونکہ تاج العروس میں من جاوز الثلاثین (جو ۳۰ برس سے بڑھے) اور صحاح جوہری میں الکھل من الرجال الذی جاوز ثلاثین آیا ہے اور تفسیر کمالین برحاشیہ جلالین میں کہلا اے ثلث وثلثین ۳۳ سال آیا ہے اور حاشیہ للقنوی علی البیضاوی میں سن الکھولۃ ثلثون سنۃ لکھا ہی پس یہ استدلال کہ کہل کی عمر ابھی تک نہیں آئی بالکل غلط ہے۔

چوتھی آیت وَإِنَّهُ لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُونِ زخرف ع ۶ ۲۵ سے مسیح کا نزول ثابت کرنا بالکل غلط ہے کیونکہ اسکے معنے ہیں "یہ قرآن ساعت کا علم ہے بس اسکا شک نہ کرو اور میرے تابعدار بنو" اور میرے تابعدار بنو سے صاف ثابت ہے کہ جس چیز کو علم الساعۃ کہا گیا ہے اسکا تعلق خاص نبی کریم سے ہے ورنہ مسیح کو علم الساعۃ کہنا اور اپنی تابعداری کی تاکید چہ معنی دارد اسی لئے تفسیر معالم التنزیل میں ہے وَقَالَ الْحَسَنُ وَجَمَاعَةٌ وَإِنَّهُ يعنی وان القرآن لَعِلْمٌ لِلسَّاعَةِ (حسن اور ا[illegible] جماعت نے کہا کہ انہ سے مراد ہے کہ قرآن علم ہے قیامت کا کیا معنے کہ يُعْلِمُكُمْ قِيَامَهَا وَيُخْبِرُكُمْ بِأَحْوَالِهَا اسکے قائم ہونیکا علم دیتا ہے اور اسکے احوال کی خبر دیتا ہے) اور قرآن کی طرف ضمیر پھیرنے کے اور بھی کئی قرینے ہیں سب سے بڑا تو یہ ہے کہ یہ سورۃ شروع ہی قرآن مجید کے بیان میں ہوئی ہے چنانچہ دیکھو والکتٰب المبین

انا جعلنٰہ قرآناً عربیاً و انہ فی ام الکتٰب میں اسی کا ذکر ہے پھر و انہ لذکر لک میں بھی قرآن کا ذکر ہے پس انہ لعلم میں قرآن ہی کا ذکر ہے اگر اس سے مراد نزول عیسےٰ ہو تو آپ خود ہی خیال فرماویں کہ نزول عیسےٰ تو ہونا تھا دو تین ہزار برس کے بعد اور لوگوں کو قیامت کے ماننے پر پہلے مجبور کیا جاتا ہے یہ عجیب بات ہے کہ مدلول کو پہلے مانو اور دلیل بعد میں ظاہر ہوگی پھر یہ علم ہے نہ کہ علم بمعنی نشان اور ساعت سے مراد بھی قیامت ضروری نہیں کیونکہ اس سے خاص گھڑی عذاب کی مراد ہو سکتی ہے جیسا کہ قرآن کی اکثر آیات سے ثابت ہے۔

اور عیسےٰ علیہ السلام کو عذاب کی گھڑی کا علم کہنے سے یہ مراد ہے کہ ان کے بعد ٹیطس شاہ روم کے ذریعہ یہودیوں پر سخت تباہی پڑی اور انکی ہیکل پر ہل چلائے گئے یہ عذاب عیسےٰ علیہ السلام کو نہ ماننے کے لئے تھا۔ پھر وہ بنی اسرائیل میں خاتم الخلفاء تھے انکے بعد بنی اسرائیل سے نبوت نکل گئی اور وہ ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ کے مصداق ہوگئے ایک اور توجیہ بھی ہے کہ عیسےٰ کو علم الساعۃ کہا گیا ہے اور اس سے آگے فرمایا وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ گویا علم الساعۃ عیسےٰ علیہ السلام) خدا کے پاس ہے کس طرح اسکے پاس ہے جیسے متقین بعد الوفات عند ملیک مقتدر ہوتے ہیں یا جیسے شہداء یا اور نیکو کار لوگ جیسے فرمایا وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ (اسی کی طرف لوٹا کر جاؤ گے) پھر عیسےٰ کا علم قیامت ہونا اور بھی کئی وجوہ سے ہے مثلاً ان کا بے باپ پیدا ہونا کہ اس سے بھی قیامت کا ثبوت ملتا ہے کہ جب وہ بے باپ پیدا کرنے پر قادر ہے تو کیا دوبارہ پیدا نہیں کرسکتا۔ چنانچہ تفسیر روح المعانی میں ہے انہ لحدوثہ بغیر اب دغیر بات پیدا ہونے کی وجہ سے علم الساعۃ ہیں) پھر یہ ضمیر محمد رسول اللہ صلعم کی طرف بھی پھر سکتی ہے چنانچہ آپنے اپنی نسبت فرمایا اَنَا الْحَاشِرُ الَّذِیْ یُحْشَرُ النَّاسُ عَلٰی قَدَمِیْ (میں قیامت ہوں لوگ میرے قدموں پر زندہ ہوکر جمع ہو رہے ہیں) اور پھر فرمایا اَنَا وَالسَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ (میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی مانند قریب قریب ہیں)

مسیح کی قبر کشمیر میں

پس جناب آپ خدا کے فضل و کرم سے تمام آیات متعلقہ وفات مسیح کا بیان ہوچکا اگرچہ اسی قدر کافی ہے مگر ہم اس عیسےٰ بن مریم کی وفات پر اسقدر یقین رکھتے ہیں کہ ہم انکی قبر دکھا کر چھوڑینگے اگرچہ کسی شخص کی موت بیان کرکے اسکی قبر دکھانا ضروری نہیں مگر تاہم۔ ہم آپکو دکھاتے ہیں اور اسکا ثبوت قرآن مجید سے دیتے ہیں دیکھو وہ فرماتا ہے جَعَلْنٰھَا وَابْنَھَا اٰیَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ (ہمنے مریم اور اسکے بیٹے کو تمام جہان کے لئے نشان بنایا) نشان اسی صورت میں ہوسکتے ہیں کہ انکا نشان ابھی تک کسی زمین پر موجود ہو چنانچہ اس نشان کا پتہ ان الفاظ میں دیا۔ وَاٰوَیْنٰھُمَآ اِلٰی رَبْوَۃٍ ذَاتِ قَرَارٍ وَّمَعِیْنٍ المؤمنون ۱۸- اس سے پہلے فرمایا وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّہٗٓ اٰیَۃً (ہمنے ابن مریم اور اسکی ماں کو نشان بنایا) پھر اس نشان بنانے کی تفسیر یوں کی کہ ہمنے انہیں ایک اونچی جگہ پر جو قرارگاہ اور چشموں والی تھی پناہ دی آوی کے معنے ہیں کسی سخت مصیبت کے بعد پناہ دینا۔ اب آپ خود ہی غور کریں کہ مسیح اور اسکی ماں علیہما السلام پر کونسی مصیبت پڑی جسکے بعد ان کو آرام ملا سوا اس واقعہ صلیب کے بعد ہی انکو تمام ملکوں سے پہلے انکو سنبھالت

بحالت ہوش کوئی ایسا ہولناک واقعہ پیش ہی نہیں آیا جس سے دونوں مصیبت محسوس کر کے ہجرت کرتے۔ یہ جو کہتے ہیں
کہ وہ جگہ دمشق مصر وغیرہ ہی یہ غلط ہی کیونکہ وہاں بھی یہودی فریسی آپکے جانی دشمن موجود تھے پس ان سے کس طرح مامون
ہو سکتے تھے اور ایسی حالت میں تبلیغ کا کام کیونکر ممکن ہو جبکہ رسول کا کام ہی دعوۃ الی اللہ ہو پھر خدا نے اس جائے پناہ
کو قرارگاہ فرمایا ہے اور مصر سے تو آپ لوگ کہتے ہیں کہ واپس چلے آئے تھے اس رستخیز میں وہ مقام قرارگاہ کسطرح
قرار دیا جا سکتا ہو پھر ربوۃ کی تنوین عظمت کی ہے جس سے معلوم ہوتا ہو کہ وہ ٹیلہ بڑا عظیم ہو جغرافیہ کے رُو سے ظاہر
ہو کہ کوہ ہمالیہ زمین کے سب پہاڑوں سے بلند ہے اور اسی میں یہ کشمیر واقع ہو اور یہ تو مسلّم بات ہو کہ شام سے
یہ قطعہ زمین کشمیر بہت اونچا ہے اور اسکا جنت نظیر ہونا تو نہایت ہی مشہور ہو آپ لوگ مسیح کو اسی جنت میں تسلیم کر لیجیے
ذات قرار سے ظاہر ہو کہ آپ نے اس وادی شاداب میں مدت تک قیام کیا اور یہ آپکا قرارگاہ بنی پھر وہ وادی
چشموں والی تھی۔ اور اس مقام (کشمیر) کے چشمہ دار ہونے میں تو ذرا بھی شبہ نہیں۔ چشمے بھی کیسے صاف اور خوشگوار
یہ بھی مخفی نہ رہے کہ جیسا لفظ اوی سے معلوم ہوتا ہو کہ مسیح کسی دوسرے ملک سے ہجرت کر کے اس میں آئے تھے ایسا ہی
قرار سے ظاہر ہو کہ پھر یہ نعمت آپ سے سلب نہیں ہوئی بعد الوفات بھی یہیں رہے ہیں اور آپکے کشمیر میں آنیکا ہمارے
پاس تاریخی ثبوت بھی ہو پہلے تو دیکھو انجیل کہ اس میں بارہا آپنے ذکر کیا۔ نبی بے عزت نہیں مگر اپنے وطن میں جس سے
انکے ارادہ ہجرت کا ثبوت ملتا ہو پھر یہ کہنا کہ میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس بات
کا ثبوت ہو کہ آپکا فرض تھا یہود کے ان دس گم شدہ فرقوں میں تبلیغ کرنا جو کشمیر کی طرف چلے آئے تھے اور کشمیریوں و افغانوں
کے بنی اسرائیل ہونیکا ہمارے پاس بہت کچھ ثبوت ہو (۱) اسرائیل قومیں فارس میں قید ہو کر آئی تھیں اور افغانستان تو
اسکی سرحد پر واقع ہو پس ضرور ہے کہ وہ شاہان فارس کے ظلم سے تنگ آکر افغانستان و کشمیر میں آباد ہو گئی ہوں۔ اور
انکے آباد ہونیکا ثبوت انکے پہاڑوں دریاؤں قوموں شہروں کے نام سے ملتا ہے چنانچہ کوہ سلیمان۔ موسیٰ خیل داؤد زئی
یوسف زئی۔ درہ خیبر۔ یہ سب نام اسرائیلی قوموں کی بود و باش کی شہادت دے رہے ہیں انسان کا قاعدہ ہو کہ وہ حب الوطنی
کے سبب جہاں کہیں ہجرت کر کے جاتا ہو وہاں اپنے چھوڑے ہوئے شہروں گاؤں کے نام رکھ لیتا ہے چنانچہ اسرائیلیوں
نے بھی ایسا ہی کیا ریویو آف ریلیجنز میں ایسے امصار کا نقشہ دیا گیا ہو جو بہت ہی دلچسپ ہے اور اس میں کابل۔ یوبھ
زیدا۔ حمس۔ گلگت۔ تبت۔ لاسہ لداخ۔ سکیت کو۔ کابل۔ فونیشیا۔ زائیدن۔ خمس۔ گلگوتھا۔ تبھ۔ لاشا۔ لاقح
سکیت سے ملایا گیا ہو۔ پھر ان افغانوں کشمیریوں کا اپنا اقرار بھی ہے کہ ہم اسرائیلی نسل سے ہیں اور ان کے
شجروں سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے پھر انکی شکلیں اور انکے لباس اسرائیلی الاصل ہونے کا ثبوت ہیں۔ دیکھو باوجود
ہند و چین کے قریب ہونیکے ان کی شکلیں ان سے نہیں ملتیں بلکہ گورے گورے رنگ اسرائیلی ہونے کی شہادت
دے رہے ہیں اور کھلے چغے وغیرہ لباس بھی یہودیوں سے ملتا ہو نہ کہ ہندیوں وغیرہ سے۔ پھر رسم و رواج بھی ملتے

جلتے ہیں منگنی اور شادی میں چنداں فرق نہیں سمجھتے۔ اخلاق اطوار بھی ملتے ہیں۔ زود رنجی۔ تند مزاجی۔ سخت دلی وغیرہ
پھر ہم انجیل میں پاتے ہیں کہ مشرق میں چند لوگ ایک ستارہ دیکھکر مسیح کو دیکھنے گئے اس سے بھی ظاہر ہے کہ یہ لوگ اسرائیلی
تھے اور انہیں کسی آنے والے نبی کا انتظار تھا۔ پھر اس قبر کی نسبت مشہور ہے کہ شہزادہ نبی کی قبر ہے۔ نبی کا لقب
اسکے غیر ہندی ہونے کا ثبوت دے رہا ہے اور یہ بھی کہ وہ رسول اللہ صلعم سے پہلے کا ہے کیونکہ انکے بعد مسلمانوں میں کسی نے نبی
کا لقب اختیار نہیں کیا۔ ہندوستان کا رہنے والا تو بدھ یا اوتار مشہور ہونا چاہیئے تھا نہ کہ نبی ۔۔اس کے
علاوہ ریویو آف ریلیجنز میں بہت سے انگریز مورخوں کی شہادتیں پیش کی گئی ہیں جن سے افغانوں اور کشمیریوں کا اسرائیلی
ہونا ثابت ہوتا ہے چنانچہ اقوام افغانستان کتاب میں ایچ ڈبلیو۔ بلیو۔ سی۔ ایس آئی لکھتے ہیں کہ ان لوگوں کی روایت
ہے کہ ہمارا اصل وطن ملک شام ہے جہاں سے بخت نصر ہمیں قید کر کے لایا فارس اور امیدیہ کے مختلف حصوں میں آباد
کیا۔ ان مقاموں سے انہوں نے مشرق کی طرف نقل کی۔ بنی اسدر اس کی شہادت ہے کہ اسرائیل کی دس قوموں
نے آرزرت کے ملک میں پناہ لی۔ یہ وہ علاقہ ہے جہاں آجکل ہزارہ ہے یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ سماہی خاندان کے
زمانے میں افغانستان کی ایک قوم رہتی تھی جن کو بنی اسرائیل کہتے تھے لے کے جونسٹن افغانوں کی یہ روایت بیان کرتا
ہے جب نادر شاہ پشاور میں پہنچا۔ تو یوسف زئی قوم کے سرداروں نے ایک بائبل اسکے آگے پیش کی جو کہ عبرانی میں
لکھی ہوئی تھی۔ جو یہودی لشکر کے ساتھ تھے انہوں نے اسکو فوراً پہچان لیا وغیر ذٰلک۔

پھر ایک طرف حضرت عیسٰی کو یہ الہام کہ اس ملک کو چھوڑ کر دوسرے کو چلے جاؤ اور ایک کتاب اکمال الدین
میں کشمیر میں ایک نبی کے آنے کی خبر پر غور فرمایئے کنز العمال میں بروایت ابوہریرہ لکھا ہے اوحی اللہ تعالیٰ الیٰ
عیسٰی ان یٰعیسٰی انتقل من مکانٍ الیٰ مکانٍ لئلا تعرف فتوذی (اللہ تعالیٰ نے عیسٰی کو
وحی بھیجی کہ اس ملک سے دوسرے مقام کو انتقال کرو تاکہ تم پہچانے جاؤ اور ایذا نہ دیئے جاؤ) یہ وحی ضرور واقعہ صلیب
کے بعد ہوئی جس میں بھیس بدل کر جانے کا حکم ہے اس سے پہلے تو انکو اپنی عدم شناخت کی کچھ ضرورت نہ تھی پھر عیسٰی ابن
مریم کو مسیح بھی اسی لئے کہا گیا ہے کہ آپ نے سیاحت بھی بہت کی اور سیاحت بھی جنگلوں میں چنانچہ جابر سے روایت ہے کہ کان
عیسٰی ابن مریم یسیح فاذا امسٰی اکل بقل الصحرآء ویشرب الماء القراح (کہ عیسٰی بن مریم سیاحت کرتے
شام ہوتی تو صحرائی سبزیاں اور خالص پانی پیتے پھر عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے احبُّ شیءٍ الی اللہِ الغربآء
قِیلَ ای شیءٍ الغربآء، قال الذین یفرّون بدینھم ویجتمعون الیٰ عیسٰی ابن مریم (پیارے خدا کی
جناب میں غربا ہیں عرض کیا گیا کہ غرباء کے کیا معنی ہیں فرمایا جو عیسٰی مسیح کی طرح دین لیکر اپنے ملک سے بھاگ جاتے ہیں
میں نہیں سمجھتا اب آپ کو انکے کشمیر میں آنیکا کیا شک باقی رہگیا جبکہ قرآن و حدیث و تواریخ و تواتر قومی سے اسکا ثبوت ملتا
ہے ضرورت کے وقت تو ایک عورت کی شہادت منظور ہو جاتی ہے دیکھو کسی باپ کا بیٹا ہونا اسکی شہادت صرف ماں

کے قول پر موقوف ہی اور اسی پر اعتبار کر کے مان لیا جاتا ہے اور یہاں تو کئی روائتیں اور شہادتیں ہیں دیکھو تاریخ اعظمی کشمیر کی تاریخ جسکو لکھے تقریباً دو سو سال ہوئی اس میں مسطور ہے سید نصیر الدین کی قبر کے ساتھ ایک نبی کی قبر مشہور ہی وہ ایک شاہزادہ تھا جو غیر ملک سے کشمیر میں آیا تقویٰ و عبادت میں کامل تھا. خدا کی طرف سے نبی بنایا گیا. اہل کشمیر کی دعوت میں مشغول ہوا. اسکا نام یوز آسف (ڈھونڈنیوالا) (جیزز کا بگڑا ہوا ہے) تھا بہت سے اہل کشف وخصوصاً میرے مرشد نے شہادت دی ہی کہ اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہوتے ہیں پھر اکمال الدین جسکو لکھے ہزار برس کے قریب ہوئے ہیں. اس میں وسار فی بلادٍ ومدائنَ کثیرة حتیٰ اتیٰ ارضاً تسمّی قشمیر فسار فیها واحیا منها ومکث (وہ یوز آسف بہت سے شہر دل میں پھرا. یہانتک کہ کشمیر نام ملک میں آیا اور اس میں سیر کی زندگی بسر کی اور ٹھہرا رہا. بڑا لطفیہ ہے اس سے آگے لکھا ہے حَتّٰی اَتَاهُ الْاَجَلُ اِلیٰ خَلْعِ الْجَسَدِ وَارْتَفَعَ اِلَی النُّوْرِ (یہانتک کہ اُس وقت آپہنچا عنصری جسم کو چھوڑ کر نور کی طرف مرفوع ہوا) اس سے آپکے مرفوع الی اللہ ہونے کی حقیقت کھلتی ہے. اسکے بعد اسی کے حال میں لکھا ہے کہ چشمے کے قریب ایک درخت کو دیکھکر اسے بشریٰ (البشوریٰ یعنی انجیل) سے تشبیہ دی جس کی طرف لوگوں کو ہدایت دیا کرتا تھا فَیُفَسِّرُهُ بِالْبُشْرٰی الشَّجَرَةُ یا بُشْرٰی الَّتی دعا الیها وعین الماء بالحکمة اور پانی کو حکمت سے اس سے اس نبی کا صاحب انجیل ہونا ثابت ہوتا ہے اور آپکا کوئی شاگرد نہیں ہو سکتا کیونکہ کسی شاگرد کا نام شہزادہ نبی نہ تھا. پس بطور حق الیقین ثابت ہوگیا کہ یہ قبر مسیح علیہ السلام کی ہے معلوم ہوتا ہی کہ یہاں اپنے دین کی جناب مسیح نے خوب تبلیغ کی اور ان کو آنے والے نبی دوجہاں کے سردار روح حق کے علامات خوب سمجھائے کہ ان قوموں نے اسلام قبول کرنے میں ذرا پس و پیش نہیں کیا.

مسیح موعود کے بعض الہامات کی تشریح۔ مسیح کے متعلق جس قدر باتوں سے شرک لازم آتے تھے وہ تو مینے بیان کر دیئے اب بعض خدا کی تائید سے یہ چاہتا ہوں کہ حضرت موعود علیہ السلام کے ان الہامات کی تفسیر بھی بیان کر دوں جنکو شرک فی صفات اللہ قرار دیا جاتا ہے تاکہ ایمان باللہ کا مسئلہ ہر طرح صاف ہو جائے.

ان الہامات کے سمجھنے کے لئے اوّل ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ آیا کتاب اللہ میں بھی ایسے متشابہات آئے ہیں یا نہیں پھر احادیث میں پھر بزرگانِ سلف جو اولیاء کرام کے اقوال میں تا کہ جو نئی بات ہی اسکی نسبت کافی تفہیم کر دیجائے. پھر یہ بھی دیکھنا ہی کہ جو شخص جسپر الہام ہوتا ہے ایسے الہامات کے کیا معنی کرتا ہے تاکہ اسکی نسبت کا حال معلوم ہو.

پہلے لیجئے قرآن مجید. اس میں مفصلہ ذیل آیات سب کو معلوم ہیں. (۱) وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ رَمٰی الانفال ۲ ع (اور تو نے یہ کنکر نہیں پھینکے جب کہ پھینکے بلکہ اللہ نے پھینکے) (۲) اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ الفتح ۱ ع (جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں تیرا ہاتھ نہیں خدا کا ہاتھ ہی انکے ہاتھوں پر) (۳) قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰی اَنْفُسِهِمْ

(تو اے محمد کہو) کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی (الزمر ۲۴)

ان آیات پر غور کرو کہ آنحضرت صلعم کے کام کو خدا کا کام اور انکے ہاتھ کو خدا کا ہاتھ انکے وجود کو خدا کا وجود۔ اور خدا کے بندوں کو انکے بندے کہا گیا ہے مگر باینہمہ آپ عبدہٗ و رسولہٗ تھے کبھی کسی نے ان آیات کو شرک فی صفات اللہ نہیں قرار دیا۔ ایک آریہ کے رسالہ میں مینے دیکھا کہ وہ ان آیات کو پیش کرکے نادانی سے جناب سالتماب کا دعویٰ الوہیت ثابت کرتا ہی مگر عارف لوگ انکی اصل حقیقت کو جانتے ہیں۔ وہ اعتراض نہیں کرتے۔ کیونکہ حدیث شریف میں آچکا ہی کہ انسان خدا کا تقرب حاصل کرتا کرتا یہانتک ہوجاتا ہی کہ وہ اسکی آنکھ بنجاتا ہے جس سے دیکھتا اسکے کان بنجاتا ہی جن سے سنتا ہے اسکے ہاتھ بنجاتا ہے جس سے کام کرتا ہی اور پھر باوجود اسکے بندے کا بندہ رہتا ہی کیونکہ لوہا آگ میں پڑکر آگ کا رنگ اور کچھ اسکی صفتیں اختیار کرلیتا ہی مگر اصلیت اسکی لوہا ہی رہتی ہے۔ اسی قبیل سے ہیں جناب غوث الاعظم محبوب سبحانی سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے قصائد جن میں ؎

وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ مَیْتٍ ٭ لَقَامَ بِقُدْرَۃِ الْمَوْلیٰ تَعَالیٰ

وغیرہ بہت مشہور ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہی کہ انکو تو شرک نہیں قرار دیا جاتا۔ اور نہ من خدایم من خدایم من خدا کہنے والوں کو برا کہا جاتا ہے۔ اور حضرت اقدس کا نام سنتے ہی برا بھلا کہنا شروع کردیتے ہیں حالانکہ وہ رؤف رحیم بزرگ ساتھ ہی معنی بھی لکھدیتا ہی تاکہ اس قسم کا واہمہ تک نہ گزرے مگر لوگ ہیں کہ شدت عناد میں کچھ بھی خیال نہیں کرتے حیرت ہی کہ جو شرک کو مٹانے کے لئے مبعوث ہؤا ہو اسپر شرک پھیلانیکا الزام ہو۔ اور جس کی بعثت کی علت غائی ہی کسر صلیب یعنی مسیح کے ابن اللہ ہونے کی تردید ہو اسکو ابنیت کا مدعی ٹھہرایا جائے افسوس ہے ایسی الٹی سمجھ پر

اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ سے مراد لیتے ہیں تو مجھ سے (یعنی میرا بیٹا) اور میں تجھ سے (یعنی تیرا بیٹا) لاحول ولا قوۃ۔ جس شخص میں تھوڑی سی تمیز بھی ہو وہ سمجھ سکتا ہی کہ جس کو بیٹا کہا جائے پھر اسکو کہنا کہ میں تیرا بیٹا کسقدر بعید از قیاس ہے پس وہ معنے کیوں نہیں کرتے جو حضرت علیہ السلام اپنی تقریروں میں فرماچکے ہیں۔ سنو! وہ فرماتے ہیں "انا منک" اسکا یہ مطلب اور منشا ہے کہ میری توحید میرا جلال میری عزت کا ظہور تیرے ذریعے سے ہوگا۔ ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور شر و فساد سے بھرجاتی ہے لوگ اسباب پرستی میں ایسے فنا اور منہمک ہوجاتے ہیں کہ گویا خدا کا نام و نشان نہیں ہوتا۔ ایسے وقت میں خدا تعالےٰ اپنے اظہار کے واسطے ایک بندہ بھیجدیتا ہی۔ پس جس شخص کو خدا اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا ہی۔ وہ اسکی ہستی توحید جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ انا منک کا مصداق ہوتا ہی اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی کے ذریعہ کی کیا ضرورت؟ تو ہم یہ کہینگے کہ یہ سچ ہے مگر اسنے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہی۔ اور انت منی کے معنے تو ظاہر ہیں کہ تو جو ظاہر ہؤا یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے اور جس انسان کو خدا تعالےٰ مامور کرکے بھیجتا ہے اسکو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کرتا ہے۔

اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ۔ اسپر پہلے حضور انور کا نوٹ ملاحظہ فرمائیے یاد رہے کہ خدا تعالےٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اسکا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا ہے اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اسجگہ از قبیل مجاز و استعارہ ہے پس اس خدا کے کلام کو ہشیاری سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھکر ایمان لاؤ۔ اور اسکی کیفیت میں دخل مت دو۔ میری نسبت بینات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ پھر دیکھو قرآن شریف میں ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ (اللہ کا ذکر کرو اپنے باپوں کے ذکر کی طرح البقرۃ ع ۲۵) بائبل میں ہے اسرائیلیوں کو کئی جگہ خدا اور خدا کے بیٹے قرار دیا گیا ہے ایک جگہ کہا۔ اسرائیل فرزند من بلکہ نخست زادہ من است پھر حدیث میں ہے اَلْخَلْقُ عِیَالُ اللّٰہِ اَحَبُّھُمْ اِلَی اللّٰہِ اَنْفَعُھُمْ بِعِیَالِہٖ اسکے معنی مثنوی کے حاشیہ پر لکھے ہیں یعنی خلق عیال خداوند محبوب تر نزد خدا کسے است کہ نفع او بعیال خدا بیشتر رسد۔ (خلقت خدا کا عیال ہے محبوب خدا کے نزدیک وہ ہے جس کا نفع خدا کے عیال کو زیادہ پہنچے) مولانا روم لکھتے ہیں۔ اولیاء اطفال حق اند اے پسر غائبی و حاضری بس باخبر۔ دیکھئے مولانا پر کسی نے کفر کا فتوےٰ نہیں دیا۔ حالانکہ وہ کہہ رہے ہیں۔ وہ اولیاء خدا کے لڑکے ہیں۔ باوجود ان نصوص بینہ کے پھر حضرت اقدسؑ پر اعتراض کیا جاتا ہے حالانکہ ولدیت کا لفظ بھی ساتھ نہیں بلکہ ساتھ بمنزلہ بھی ہے جس کی حقیقت صرف اس اصول کے سمجھنے سے ہو سکتی ہے کہ ایک لفظ جب مخلوق کی طرف منسوب ہے تو اسکے اور معنے ہوتے ہیں اور جب خالق کی طرف ہے تو اسکی شان کے مناسب معنے ہونگے اور ضرور تا ظاہر سے پھیرے جائینگے جیسے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیٖ سے بے حیائی مراد نہیں بلکہ یہ کہ حیا کے سبب انسان کچھ کہنے سے رکتا ہے پس مراد یہ ہوئی کہ اللہ نہیں رکتا۔ اور اِنَّا نَسِیْنَا کہ خدا کی طرف نسیان منسوب نہیں ہو سکتا پس اسکے معنے ترک کے ہوئے جو نسیان کا نتیجہ ہے ایسا ہی خدا کی طرف اولاد کی نسبت لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ کے برخلاف ہے پس اس سے مراد یہ ہوگی کہ جیسے الولد سر لابیہ کے مطابق بیٹے میں باپ کی صفتیں ہوتی ہیں ایسے ہی جب کوئی خدا کا مقرب۔ اللہ کی صفتوں کے رنگ میں رنگین ہو جائے اور خدا کی صفات کا مظہر ہونے سے اسکا وارث بنجائے اور ہر آن اس سے مستفیض رہے تو استعارہ کے طور پر ابنیت کا لفظ بولا جاتا ہے حضرت اقدس نے توضیح مرام میں اس مسئلہ کو نہایت صاف کیا ہے فرمایا "اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملتی ہے جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق و مخلوق میں پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں یہ کہنا بیجا نہیں کہ خدا تعالےٰ کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے۔

اَنتَ بِمَنزِلَۃِ تَوحِیدِیْ وَتَفرِیدِیْ۔ اسکے معنی بھی ہم حضرت علیہ السلام ہی کے الفاظ میں بیان کرونگا۔ ایسا شخص بمنزلہ توحید ہی ہوتا ہے جو ایسے وقت میں مامور ہو کہ جب دنیا میں توحید الہی کی نہایت ہتک کیگئی ہو اور اسے نہایت ہی حقارت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہو۔ ایسے وقت میں آنیوالا توحید مجسم ہوتا ہے ہر شخص اپنا ایک مقصد اور غایت مقرر کرتا ہے مگر اس شخص کا مقصود مطلوب اللہ تعالےٰ کی توحید ہی ہوتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی توحید کو اپنے طبعی جذبات اور مقاصد سے بھی مقدم کر لیتا ہے اپنی ساری ضرورتوں کو پیچھے ڈالدیتا ہے پس جب اپنی نفسانی خواہشوں کی بجائے خدا تعالےٰ کی توحید کے لئے مضطرب اور بیخود ہوتا ہے میں سمجھتا ہوں کہ ایسے وقت میں یہ الفاظ خدا تعالےٰ کی طرف سے آتے ہیں انت منی بمنزلۃ توحیدی وتفریدی کیونکہ اللہ تعالےٰ کو اپنی توحید بہت ہی پیاری ہے انت منی بمنزلۃ عرشی تو صاف ہے کہ عرش خدا کی جلالی وجمالی تجلیات کا مظہر ہے۔ پس جو شخص خدا کی ان دونوں شانوں کا مظہر ہو اسپر بھی یہ الفاظ نازل ہوتے ہیں۔

خدا نے یہ سب بزرگیاں اسلئے ہمارے امام ہمام کو دیں تا کہ دنیا پر سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان ظاہر ہو کہ جس کے غلام یہ مرتبہ رکھتے ہیں۔

اخیر میں میں اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے ایک اصل بتادی ہے پس آپ جب کوئی ایسا الہام یا وحی پڑھینگے تو اسے کفر کسے قرار دینے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ آیا قرآن مجید میں بھی ایسی آیتیں آئی ہیں یا نہیں پھر یہ کہ اولیاء اکرام کے اقوال ایسے موجود ہیں یا نہیں مثل سبحانی ما اعظم شانی پھر یہ کہ جس پر الہام ہوا وہ اسکے معنے کیا کرتا ہے پھر اسکے بعد آپ بدگمانی کو راہ دیں۔

کہنے والے کہہ سکتے ہیں کہ خدا سے خرید و فروخت کیسی مگر دیکھو قرآن مجید کی یہ آیت اِنَّ اللّٰہَ اشْتَرٰی مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنْفُسَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ بِاَنَّ لَھُمُ الْجَنَّۃَ توبہ ۱۱ (اللہ نے مومنوں سے انکی جانیں اور مال خرید لی۔ اس بدلے میں کہ انکے لئے جنت ہیں اسلیئے فرمایا۔ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَیْعِکُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِہٖ (پس خوش ہو اپنی بیع سے جو تم نے اللہ سے منعقد کی۔

اب تو آپ کو خرید و فروخت کا حال معلوم ہو گیا۔ صفات اللہ کا مسئلہ جہاں تک میری طاقت سمجھ تھی اور جتنا میں نے اختلافیات کے دور کرنے کو ضروری سمجھا حل کر چکا۔ پس آپ اول سے آخر تک دیکھ کر ہمارا قول سنئے کہ ہم تو ایسے خدا پر ایمان لائے ہیں جو ان صفات سے موصوف ہو مگر اس ایمان کامل کے معنی صرف زبان سے اقرار نہیں جیسا کہ بعض لوگ سمجھ بیٹھے ہیں۔ بلکہ ہم اس ایمان کے نتائج کو دیکھکر قوت ایمان کا موازنہ کرینگے

ایمان اور عملی حالت

کیونکہ ایسے خشک ایمان سے کیا حاصل جس کا انسان کی عملی حالت پر کچھ اثر نہ پڑے ایسا ہونا چاہیئے جیسا کہ قطعی اور یقینی علم کا۔ مثلاً ایک شخص ایمان رکھتا ہے کہ آگ جلانے والی چیز ہے

تو وہ کبھی اس میں ہاتھ نہ ڈالیگا۔ ایسا ہی ایمان ہو کہ سنکھیا زہر ہے تو وہ اسے کبھی نہ کھائیگا۔ ایسا ہی جب اسے یقین ہو کہ میرا کوئی فعل خدا کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہ سکتا یہانتک کہ کوئی خیال بھی جو ابھی سینے سے اٹھ کر دماغ تک نہ پہنچا ہو۔ اور پھر یہ بھی ایمان ہو کہ گناہ ایک کھا جانے والی آگ ہو اور یہ جہنم کی طرف پہنچانے والی ہے تو پھر کسطرح گناہ کر سکتا ہو جبکہ ایک معمولی کمزور شخص کے سامنے گناہ کرنے سے جھجکتا ہو اگر اسے یقین ہو کہ میرا مولا مجھے دیکھ رہا ہے جو مجھے سزا دینے پر ہر طرح قادر ہے تو گناہ کیوں کرے یاد رکھو کہ جس قدر انسان کا ایمان خدا پر کم ہوتا ہے اسی قدر گناہ پر دلیل کرتا ہو میں اکثر مسلمانوں کو دیکھتا ہوں کہ وہ صرف "کلمہ پڑھنا" موجب نجات سمجھتے ہیں اور نماز وغیرہ کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے خصوصاً عورتیں کہ دو فیصدی بھی نماز نہیں پڑھتیں پوچھنے پر کہتے ہیں کہ اللہ غفور رحیم بخشنہار ہے بخشدیگا[1] ہماری عملوں پر تھوڑا ہی بخشتا ہو کاش وہ سمجھیں کہ زبان نے تو کلمہ پڑھا وہ مسلمان ہوئی اور دوسرے اعضاء کے مسلمان ہونے کا تمہارے پاس سوائے نماز کے کیا ثبوت ہو پھر خیال کرو کہ تم زبان سے کہتے ہو لا الہ الا اللہ میرا کوئی مطلوب تو نہیں مگر اللہ اچھا! اب ذرا اپنے کاموں کو دیکھو کہ انکی غرض و غایت۔ پیٹ پالنا اور حرص و ہوا پورا کرنا ہے یا اللہ اگر اللہ مطلوب ہوتا تو دین کو دنیا پر مقدم رکھتے اور جیسے خدا کے رزاق ہونے کے باوجود وہ اپنے کاشتکاری کے کام کئے جاتے ہیں اور وقت پر تخم ریزی کرنے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ ایسا ہی اگر انکو یقین ہو مَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ (جو کہ اللہ کے پاس ہے وہ لہو اور تجارت سے بڑھکر ہے جمعہ ۲) تو کیوں وقت پر نماز نہ پڑھیں کہ جیسے تخم ریزی نہ کرنے سے کھیت کی امید ایک خواب و خیال ہے ایسے ہی نماز نہ پڑھنے سے جنت کی امید محال ہے پھر وہ صرف اس امید پر کہ ایک گھوڑی خرید کر لینے سے نہر پر مربعے مل سکتے ہیں اپنے گھر کا اثاثہ تک بیچ دینے میں کوتاہی نہیں کرتے تو کیوں بہشت کی سرزمین کا وارث ہونیکے لئے قربانی نہیں کرتے نفسوں کی قربانی تو در کنار ایک بکری کی قربانی محال ہے معلوم ہوا۔ کہ حدیث مصطفیٰ کو مد نظر رکھکر کہ یہ قربانیاں یہاں تمہاری سواریاں ہونگی بنا پر ایمان نہیں۔ پھر تنبول کے وقت میں دیکھتا ہوں کہ قرض لیکر بھی کچھ روپے ڈالدیئے جاتے ہیں صرف

---

[1] جیسے اللہ غفور رحیم ہے ایسے ہی وہ رازق بھی بلکہ خیر الرازقین ہے پھر تم رزق کے لئے خواہ مخواہ کیوں دن رات مرتے رہتے ہو اور یوں تو صبح نماز کے لئے سویرے اٹھنا موت ہو مگر کنواں چلانے یا ہل جوتنے کے لئے ۲ بجے کے قریب ہی جاگ آجاتی ہو اور یہ جو شفاعت پر بھروسہ ہے سنو بے نمازوں کی شفاعت نہ ہوگی بلکہ دوزخ میں پڑینگے مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ وَكُنَّا نَخُوْضُ مَعَ الْخَائِضِيْنَ وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ حَتّٰى اَتٰنَا الْيَقِيْنُ فَمَا تَنْفَعُهُمْ شَفَاعَةُ الشَّافِعِيْنَ مدثر ۲۶ دوزخ میں آنے کی کیا وجہ ہے کہینگے ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔ یہ مسلمانوں ہی کا حال ہے کافر و نماز کیسی۔ جو ایمان ہی نہیں لائے اور ہم مسکین کو نہیں کھلاتے تھے اور ہم بکواس کرنے والوں کے ساتھ بکواس کرتے تھے یعنی کہ اہل حق

اس امید پر کہ چار روپیہ کے پانچ ملینگے مگر افسوس کہ صدقات وخیرات وزکوٰۃ سے پہلوتہی کرتے گویا دہ دنیا ستر آخر پر یقین ہی نہیں علاوہ ازیں آپ دیکھئے کہ قرآن مجید میں کہیں بھی نہیں کہ مجرد منہ مان لینے سے تم بہشت میں چلے جاؤگے بلکہ اٰمنوا کے ساتھ وعملوا الصّٰلحٰت کی شرط لگی ہوئی ہے چنانچہ دیکھو النساء ۱۸ ع ۶ ۵ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ اور جو عمل کریں نیک مرد ہو یا عورت اور ایماندار پس ایسے ہی لوگ بہشت میں داخل ہونگے) گویا اعمال کیساتھ ایمان اور ایمان کے ساتھ اعمال کی شرط ہے ورنہ ایمان کا حال اس تخم کی طرح ہے جسکو زمین میں دبایا جاوے اور پانی نہ دیا جاوے۔ اعمال نہروں کی بجائے ہیں اسی لئے جنت کیساتھ بہتی ہیں انکے نیچے نہریں کا ذکر آیا ہے کیونکہ باغ بہشت اسی ایمان و اعمال کے اظلال و آثار ہیں اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ (جو لوگ ایمان لائے اور اعمال ایسے کئے کہ ان میں کسی نوع کا فساد نہیں وہ بہترین خلائق ہیں۔ انکی جزا ان کے رب کے نزدیک باغ بہشت ہیں جنکے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہینگے اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ ان سے راضی ہوا بینہ ۳۰ ع ۱) گویا خدا کی رضامندی۔ دخول بہشت اور بہترین خلائق ہونے کا نسخہ صرف ایمان نہیں بلکہ عمل صالح بھی ساتھ ہیں میں نہیں سمجھتا کہ یہ نماز نہ پڑھنے والے کیونکر اپنے تئیں مومن قرار دیتے ہیں جبکہ مومنین کی صفت یہ ہے اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهٗ زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۵ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ الانفال ۱ ع ۶ (۹) مومن تو صرف وہ ہیں جو ایسے ہیں کہ جب اللہ کا ذکر اسکی صفات بیان کیجائیں نماز پڑھی جائے کیا جائے اور جب انپر آیتیں پڑھی جائیں تو وہ یقین میں اور بھی بڑھتے ہیں اور وہ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں (کسی پیر وغیرہ کا سہارا نہیں محض اللہ کی ذات کا) پھر وہ نمازوں کو قائم کرتے ہیں یعنی اول وقت میں سنوار سنوار کر پڑھتے ہیں اور خیالات غیر اللہ پر غالب آکر محض اللہ کا خیال دل میں پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں پھر پابندی سے بلاناغہ پڑھتے ہیں) اور ان چیزوں سے جو ہمنے عطا فرمائیں (اعضا۔ عقل۔ علم۔ دولت سب کو اپنے اپنے مصرف پر خرچ کرتے ہیں بس یہی لوگ ہیں

۔ کا ہر وقت گلہ کرتے رہتے اور انکو نیست کرنے کی تدبیریں جیسے آجکل احمدیوں کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور روز جزا کی تکذیب کرتے یاد رکھو کہ جس انسان کو یقین ہو کہ وہ فلاں کام برا کریگا تو ضرور سزا پائیگا وہ کبھی گناہ کرتا ہی نہیں پس بدکاری میں پڑنے کے معنی ہی یہی ہیں کہ وہ جزا پر یقین ہی نہیں رکھتا یہانتک کہ موت آگئی انکو شفاعت کرنیوالوں کی سفارش نفع نہ دیگی۔ منہ

سچے مومن انکے لئے ان کے رب کے پاس بڑے درجے ہیں اور انکی کمزوریاں دبائی جائینگی ادنی حالت سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرنے کے لئے رزق کریم دمبدم پہنچتا رہیگا) اب ذرا آپ ان اوصاف کو اپنے وجود پر دیکھئے کہ ہیں یا نہیں کیا آپکی حالت دن بدن ترقی پر ہے نمازوں میں دمبدم سرور بڑھتا جاتا ہے ظہر کی نماز میں جو لذت آئی تھی عصر کی نماز میں اس سے بڑھکر آئی خدا کا کلام بطور غذائے روحانی (رزق کریم) کے تمپر نازل ہونے لگ گیا۔ اگر نہیں۔ تو پھر کس منہ سے اپنے تئیں مومن کہہ کر احمدیوں کو غیر مومن قرار دیتے ہو۔ اسلام نے مسلمان ہونیکا نشان صلوٰۃ وزکوٰۃ کو رکھا دیکھو التوبہ ۲۶ ۱۰۔ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُا الزَّکٰوۃَ فَاِخْوَانُکُمْ فِی الدِّیْنِ (پس اگر وہ اپنی کرتوتوں (یعملون السیئات) سے باز آجائیں نماز قائم کریں۔ اور زکوٰۃ دینے لگیں پس تمہارے دینی بھائی ہیں)، گویا دینی بھائی ہونیکے لئے مقیم الصلوٰۃ یوتی الزکوٰۃ۔ صالح الاعمال ہونا شرط ہے۔ یہی اعمال صالحہ مومن و منافق وکافر میں مابہ الامتیاز تھے ورنہ منہ سے تو منافق بھی کلمہ پڑھتے ہیں بلکہ قسمیہ طور سے کہتے تھے کہ ہم مسلمان ہیں مگر جب ان کے عمل انکے قول کے موافق نہ تھے اسلئے انکو مومن قرار نہ دیا گیا ہے اور فرمایا اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْکِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ النساء ۲۱۶ ۵ (منافق لوگ آگ سے نچلی تہ میں ہیں) بعض مسلمان بھائیوں کو دھوکہ لگا ہے کہ ہم تو کلمہ پڑھتے ہیں نماز پڑھنے سے غافل ہیں بخشش کے امیدوار ہیں۔ انکو یہ نہیں معلوم کہ وہ بھی کلمہ پڑھتے تھے دیکھو اِذَا جَآءَکَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّکَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ (منافق آکر کہتے ہیں ہم گواہی دیتے ہیں کہ تم البتہ اللہ کے رسول ہو (۲) وَیَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْکُمْ وَمَا هُمْ مِّنْکُمْ التوبہ ۲۶ ۱۰ (اور اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ وہ تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں) ایسے لوگوں کا یہ نشان بھی دیا کہ لَا یَاْتُوْنَ الصَّلٰوۃَ اِلَّا وَهُمْ کُسَالٰی وَلَا یُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ کٰرِهُوْنَ (کہ نمازوں میں نہیں آتے مگر سستی[۵۲] سے اور خرچ کرتے ہیں مگر بددلی[۵۳] سے) خرچ کب کرتے ہیں جب مصیبت آپنے اور عذاب سر پر ہو جیسے آجکل طاعون کے کیس ہونے لگیں تو پھر صدقات شروع کرتے اور نمازیں عارضی طور سے پڑھنے لگتے ہیں فَلَمْ یَکُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا المومن ۲۴ (جب ہمارا عذاب دیکھ لیں تو پھر ایمان کا فائدہ نہیں) اسی موقعہ پر فرمایا قُلْ اَنْفِقُوْا طَوْعًا اَوْ کَرْهًا لَّنْ یُّتَقَبَّلَ مِنْکُمْ اِنَّکُمْ کُنْتُمْ قَوْمًا فٰسِقِیْنَ التوبہ ۲۶ ۱۰ (ابتو خوش ہوکر خرچ کرو یا بددلی سے یہ خیرات وعبادت تمہاری قبول نہ ہوگی تم اس سے پہلے نافرمان قوم تھے)

بس انہی باتوں کی وجہ سے ان لوگوں کی نسبت کہا گیا ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِیْنَ البقرہ ۲۶ ۱ (اور لوگوں سے ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر

---

[۵۱] یہ نہیں کہ ایک دو دن پڑھکر چھوڑ دیں۔ یا کبھی کبھی پڑھ لیا کریں [۵۲] جیسے آجکل دن چڑھنے کے قریب نماز فجر کی جماعت کرانے کی عادت ہے [۵۳] انکا دل نہیں چاہتا کہ اچھا اچھا مال دیں

اور روز آخرت پر حالانکہ وہ مومن نہیں) وجہ یہ کہ وہ اپنی دنیا کے کاموں اور رشتہ داریوں کی محبتوں۔ اور خاندانی عزتوں نفسانی خواہشوں۔ براوری کی رسموں۔ عوام الناس کے رواجوں اپنے بڑوں کے طریقوں سے اللہ رسول کو مقدم نہیں رکھتے فرمایا قُلْ إِنْ كَانَ آبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَإِخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّىٰ يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرِهِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ التوبہ ۳۶ ۱۰ (کہدو اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے رشتہ دار اور تمہارے کمائے ہوئے مال اور تجارت جس کی گرم بازاری میں فرق آجانے کا تمہیں خوف ہے اور تمہارے پسندیدہ مکان تم کو اللہ اور اسکے رسول سے زیادہ عزیز ہیں اور اسکی راہ میں مجاہدہ کرنے[1] سے تو انتظار کرو کہ خدا کا عذاب آجائے۔ اور اللہ ایسے نافرمان لوگوں کو راہ راست پر نہیں چلاتا) حدیث شریف میں آیا ہے (عن انس) لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ (کوئی مومن نہیں ہوتا جب تک میں اسکے ماں باپ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاؤں یعنی تیرے حکم کے سامنے انکی کچھ پروا نہ کرے اسی لئے مومنوں کی صفت میں فرمایا رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ النور ۱۸ (ایسے لوگ ہیں جنکو تجارت اور کاروبار اللہ کے ذکر اور نماز قائم کرنے اور زکوۃ دینے سے نہیں روکتے) اور ان لوگوں کو خدا کا چھوڑنے والا فرمایا۔ جو وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (جب نماز کی طرف اٹھتے ہیں تو سستی سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں۔ اور نہیں اللہ کو یاد کرتے (نماز پڑھتے) مگر تھوڑی دیر یعنی جھٹ پٹ ایک دو ٹھونگے لگا نماز ختم کر دیتے ہیں۔ النساء ۵)

سب سے بڑی امید جو گناہوں کی بخشش کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے دلائی گئی ہے وہ یہ ہے إِنَّ اللَّهَ يَغْفِرُ الذُّنُوبَ جَمِيعًا إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ (تحقیق اللہ بخشدیگا گناہ سب ہی وہ بخشنے والا مہربان ہے) مگر اسکے ساتھ ہی دیکھو وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ مِنْ قَبْلِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ الْعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنْصَرُونَ (اور اپنے رب کی طرف جھکے رہو جو گناہ ہوتا ہے وہ غیر اللہ کی طرف جھکنے کے سبب ہوتا ہے یہ گناہ سے بچنے کا طریقہ

---

[1] جہاد کی قسم سیف کا تو ہند ہو چکا نفس پر غالب آنیکا ہے جو جہاد اکبر ہے آدمی پر ایک وقت آتا ہے کہ وہ باپ بھائی کے رشتہ چھوٹ جانے کے خوف سے حق قبول نہیں کرتا۔ شادی مرگ کی رسمیں نہیں چھوڑتا کہ قبیلے میں ناک کٹتی ہے ایک وقت دوکان چھوڑ کر نماز کو نہیں اٹھتا کہ سودا کی فروخت میں خلل واقع ہوگا [2] فرمایا حلاوۃ الایمان من کان اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما مشکوۃ باب الایمان میں لذیذ یہ ہے کہ اللہ اور اسکا رسول ماسوا سے محبوب ہوں۔

فرمایا۔ اور اسکے فرمانبردار بنجاؤ۔ اس سے پہلے کہ عذاب آئے پھر تم کو مدد نہ دی جائے الزمر ع۶ ۲۴۔ اس سے آگے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ عذاب الٰہی یکایک آجائے اور کہنے لگو یٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ (ہائے افسوس میں نے اللہ کا پاس رکھنے میں کوتاہی کی) یا کہو اِنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِیْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ (اللہ مجھے ہدایت دیتا تو میں متقیوں سے ہوتا) ان آیات سے ظاہر ہے کہ اللہ گناہ بخشیگا۔ مگر انہی لوگوں سے جو اپنے طرف سے متقی بننے کی کوشش کرتے خدا کی رضامندی کی راہوں میں چلتے انکی فرمانبرداری میں گزارتے ہیں۔ اسی لیئے مومنوں کی صفت میں فرمایا۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ الحجرات ع۲ ۲۶ (مومن تو صرف وہ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے۔ پھر انہیں کوئی شک نہ رہا۔ اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں کوشش کی بس سچے مسلمان اور مومن تو وہ ہیں۔ میں نے بڑی سوچ کے بعد یہ نتیجہ نکالا۔ کہ مسلمان کونسی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں۔ جن کے سبب وہ اعمال صالح سے غافل ہیں۔ آخر یہی معلوم ہوا کہ انہوں نے سمجھ رکھا ہے کہ محض توبہ زبانی گناہوں کے بخشانے کے لیئے کافی ہے حالانکہ توبہ کے یہ معنی نہیں۔ توبہ کے معنی تو یہ ہیں کہ اس کام سے باز آجانا پھر وہ کبھی نہ کرنا اپنی حالت میں پوری پوری اصلاح کرکے نیک بنجانا فرمایا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ (مگر جس نے رجوع کیا ایمان لایا اور عمل نیک کرنے شروع کردیئے۔ پس انکی بدیاں نیکیوں سے اللہ بدلتا ہے پھر فرمایا وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ یَتُوْبُ اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا (اور جو توبہ کرے اور عمل صالح کرے۔ حقیقت میں وہی خدا کی طرف جھکتا ہے الفرقان ع۶ ۱۹) ان لوگوں کی کوئی توبہ نہیں جو عمر گناہ میں دیدہ ودانستہ گزاریں۔ اور پھر خیال کریں کہ کلمہ پڑھکر ہم عذاب سے محفوظ رہینگے وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ حَتّٰۤى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْـٰٔنَ النساء ع۳ ۴ (توبہ ان لوگوں کی نہیں جو بُرے کام کرتے رہیں یہانتک کہ جب موت آئے تو کہنے لگیں ہمنے اب توبہ کی)

توبہ تو انکی ہے جو نادانی سے (نہ کہ دیدہ دانستہ) کوئی برا کام کر بیٹھیں تو پھر جلدی ہی توبہ کرلیں (پھر نہ کرنیکا عہد کریں) اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِیْبٍ فَاُولٰٓئِكَ یَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ۔ خدا توبہ بھی ایسے ہی لوگوں کی قبول کرتا ہے چنانچہ فرمایا فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ یَتُوْبُ عَلَیْهِ المائدہ ع۶ ۶ (جو کسی قصور کے پیچھے توبہ کرے اور اپنی حالت میں اصلاح کرے پس اللہ اسکی توبہ قبول کرتا ہے) (۲) اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ آل عمران ع۹ ۶

۱؎ کئی لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ نماز کیوں نہیں پڑھتے تو وہ فضول عذر کرتے ہیں کاروبار زیادہ ہے گو کاروبار میں نماز فرق نہیں ڈالتی مگر پھر بھی اگر خدا کی راہ میں مال اور جانوں کو خطرے میں ڈالا اسلئے تو پھر وہ مومن کیسا ہوا۔

مگر جنہوں نے توبہ کی اسکے بعد اور اپنی حالت میں اصلاح کر لی انکو اللہ تعالے بخشنے والا مہربان ہے) غرض کہ مومن کی شان تو یہ ہے وَالَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَۃً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ ذَکَرُوا اللّٰہَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِھِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ آل عمران ۴ ۵۴ - جب کوئی ناشائستہ حرکت کر بیٹھتے ہیں یا اپنی جانوں اور اپنے دین میں کسی قسم کا قصور کرتے ہیں تو فوراً اللہ یاد آ جاتا ہے اور وہ اپنے گناہوں کی معافی چاہتے ہیں اور خدا کے سوا بخشنے والا ہے کون پھر جو بیجا حرکت کرتے ہیں۔ ان پر اصرار نہیں کرتے (مثلاً ایک دفعہ نماز رہ گئی تو یہ نہیں کہ پھر مہینوں تک نہ پڑھیں) کیونکہ انکو اللہ کے حاضر و ناظر ہونے پر اور گناہوں کے جلا دینے والی آگ پر پورا یقین ہے۔ بیشک یہ خدا پر یقین ہی نہ ہونے کیوجہ سے ہے جو گناہ پر انسان کو دلیری ہو جاتی ہے فرمایا۔ وَلٰکِنْ ظَنَنْتُمْ اَنَّ اللّٰہَ لَا یَعْلَمُ کَثِیْرًا مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ - وَذٰلِکُمْ ظَنُّکُمُ الَّذِیْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّکُمْ اَرْدٰکُمْ حم السجدہ ۲۴ ۳ - لیکن تم گویا سمجھ بیٹھے کہ اللہ تمہارے بہت سے عملوں سے آگاہ نہیں اور یہی ظن ہے (جو خیالِ فاسد کی صورت میں تمہیں تمہارے رب پر ہے) جس نے تمہیں تباہ کر دیا۔ اگر انسان کو یَعْلَمُ خَآئِنَۃَ الْاَعْیُنِ وَمَا تُخْفِی الصُّدُوْرُ سیپارہ ۲۴ المومن ۲ (اللہ آنکھوں کی چوری اور سینہ کی چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے) پر ایمان ہو تو گناہ کو قوت سے فعل میں لانیکی نوبت ہی نہ آئے

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ (اخیر البقرہ) ایمان لایا رسول اور مومن لوگ جو کچھ رب کی طرف سے انپر نازل ہوا۔ ہر ایک ایمان لایا اللہ پر اور اسکے فرشتوں پر اور اسکی کتابوں پر اور اسکے رسولوں پر

ملائکہ | ایمان باللہ کی تفسیر تو ہو چکی اب ایمان بالملائکہ کی حقیقت بتلاتے ہیں کیونکہ وَمَنْ یَّکْفُرْ بِاللّٰہِ وَمَلٰٓئِکَتِہٖ وَکُتُبِہٖ وَرُسُلِہٖ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِیْدًا النساء ۲۰ ۵ (جو انکار کرے اللہ کا اسکے فرشتوں کا اسکی کتابوں کا اسکے رسولوں اور آخرت کے روز کا وہ نہایت سخت گمراہ ہوا)

ہم اللہ تعالے کے ملائکہ پر ایمان لاتے ہیں مگر انپر ایمان لانے کے معنی بہت کم لوگ سمجھتے ہیں حتی کہ بعض تو سرے سے وجود ملائکہ ہی کا انکار کر بیٹھے ہیں۔ میں مظاہر قدرت خدا تعالیٰ کی فعلی کتاب قرار دیتا ہوں جو قولی کتاب (قرآن مجید) کی تفسیر ہے خود قوانین قدرت میں غور کرنے سے ملائکہ کے علیحدہ و مستقل وجود کی سمجھ آ جاتی ہے۔

دیکھو۔ ہمارے نفوس و قویٰ و اجسام کو جس قدر فیوض اس مبدء فیض سے پہنچتے ہیں وہ کسی نہ کسی توسط سے پہنچتے ہیں مثلاً آنکھوں میں روشنی اگرچہ خدا کی طرف سے ہے مگر آفتاب یا اسکی مثل کا توسط ضروری ہے آنکھوں میں روشنی کے قبول کرنے کے لئے ایک قسم کا مادہ ہے۔ لیکن پھر بھی انہیں دیکھنے کے لئے آفتاب کی

ضرورت ہے ایسے ہی گو کانوں میں سننے کا مادہ ہے یعنی حس ہے مگر ہوا کا توسط نہایت ضروری ہے بے اسکے کان کچھ سن نہ سکینگے۔ سو ان قوانین سے معلوم ہوا کہ ہماری بناوٹ ایسی مستقل اور کامل طور کی نہیں کہ خارجی مددوں کی کچھ ضرورت نہ ہو۔ پس بیٹھے بیٹھے دل میں جو ایک نیکی کی لہر اٹھتی ہے اس خیال کا تحریک کرنے والا ضرور کوئی علیحدہ وجود ہے جسے داعی الی الخیر یا فرشتہ یا ملک کہینگے۔ اب فرشتوں پر ایمان لانیکے یہ معنے ہیں کہ "اس تحریک پر عمل کرنا" نہ یہ کر پونہی منہ سے کہتے رہنا" یعنے اسکے نورہی فرشتے ماننے اگر ان نورانی وجودوں کی تحریکوں کو تسلیم نہیں کیا۔ تو پھر ماننا کیا ہوا خاک! ایسے ہی بدی کی لہر جو اٹھتی ہے وہ داعی الی الشر کی طرف سے ہے جسے دوسرے الفاظ میں شیطان کہتے ہیں خدا نے یہ دونوں داعی انسان کو ابتلا میں ڈالنے کے لئے پیدا کر دیئے۔ غرض ہم میں اور خدا میں کچھ علل متوسط ہیں۔ جن کے وسیلے سے ہر ایک قوت اپنی خاصیت کے موافق فیضان پاتی ہے انہی علل متوسط میں سے ملائک بھی ہیں جنکا روشن ستاروں کے ساتھ ایک مجہول الکنہ تعلق ہے مگر تعلق ہے بڑا شدید۔ ہم تو یہ نہیں کہتے کہ وہ ستاروں کی جان ہیں مگر جان کے حکم میں ضرور ہیں۔ اور سیارات و کواکب کائنات الارض کی تکمیل و تربیت میں ہمیشہ مشغول رہتے ہیں۔ چنانچہ سورج و چاند کا اثر پھل پھول کھیتی پر اظہر من الشمس ہے جسکو ایک بچہ بھی سمجھتا ہے۔ اب جیسا کہ ظاہری سلسلہ میں انکی تاثیر و انکا اثر ہے ایسا ہی باطنی سلسلہ میں بھی وہ نفوس نورانیہ (ملائک) جنکا ان اجرام نورانیہ (ستاروں) سے شدید تعلق ہے اپنا اثر کر رہے ہیں۔ مگر اپنی اثر اندازی کے لئے انکو نیچے اترنے کی ضرورت نہیں جیسے ایک مقام سے چل کر دوسرے مقام پر جاتا ہے کیونکہ ملائکہ میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقام و قرارگاہ ہے جس سے وہ ذرا بھی نہیں ہٹتے۔ وَمَا مِنَّا إِلَّا لَهُ مَقَامٌ مَّعْلُومٌ وَإِنَّا لَنَحْنُ الصَّافُّونَ ۔ صفت ۲۳ (اور ہم میں سے ہر ایک کے لئے ایک مقام مقرر ہے۔ اور ہم وہیں صف بستہ حاضر رہتے ہیں)

اس سے ثابت ہوا۔ کہ وہیں قرار کئے ہوئے سب کام چلاتے ہیں۔ اور تمثل پکڑ کے دنیا میں نظر آسکتے ہیں۔ پس وہ جو حدیث کلا یمان میں جبریل کے دیکھنے کا ذکر ہے۔ اور ضیف ابراہیم کا اور لوط کے گھر آنے والوں کا اور لڑائیوں میں مدد دینے والوں کا وہ سب تمثل تھا۔ یہ مراد نہیں کہ اوپر سے اتر کر نیچے آگئے +

۱؎ شیخ اکبر نے ۰ ؍ باب فتوحات میں لکھا ہے کہ ان جمیع النجوم والشمس والقمر مراکب للملئکۃ وجعل لکل ملک نجماً ہو مرکبہٗ کہ تمام تارے سورج اور چاند فرشتوں کے مرکب ہیں اور ہر فرشتے کے لئے ایک نجم بنایا جو اس کا مرکب ہے۔

۲؎ کیونکہ ان الملئکۃ عند اہل الحق اجسام لطیفۃ ولہم قوۃ التشکل والتبدل ۔ فرشتے اہل حق کے نزدیک اجسام لطیفہ ہیں اور انکے لئے تمثل و تشکل کی قدرت ہے علامہ شعرانی یواقیت والجواہر

چنانچہ امام شعرانی لکھتے ہیں فمن حیث نظرھم الی من ینزلون الیہ قال تنزل الملٰئکۃ ومن حیث انھم فی نزولھم اصحاب عروج قال تعرج الملٰئکۃ و بالجملۃ فکل نظر وقع الی الکون من ای کائن کان فھو نزول وکل نظر وقع الی الحق من ای کائن کان فھو عروج۔

پس نیچے توجہ کرنے کی حیثیت سے بولا جاتا ہے تنزل الملائکۃ اور چونکہ وہ اپنے نزول میں بھی بہ سبب توجہ الی الحق کے اصحاب عروج ہیں اسلئے تعرج الملائکۃ فرمایا ہے غرضیکہ کون کی طرف نظر (توجہ) کرنیکا نام نزول ہے اور حق کیطرف نظر کا نام عروج ہے اور یہ جو لکھا ہے کہ مومن کے ساتھ فرشتے رہتے ہیں سو اسکے معنے بھی سنئے صاحب تفسیر کبیر لکھتے ہیں ومعنی کونھم اولیاء للمؤمنین ان للملٰئکۃ تاثیرات فی الارواح البشریۃ بالالھامات والمکاشفات الیقینیۃ اور فرشتوں کے اولیاء مومنین ہونے سے یہ مراد ہے کہ فرشتوں کے لئے بشری ارواحوں میں الہامات و مکاشفات کے ذریعے تاثیریں ہیں نہ کہ خود نیچے آکر ساتھ ہونا عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قال رسول اللہ صلعم ما فی السمآء موضع قدم الا علیہ ملك ساجد او قائم و ذلك قول الملٰئکۃ وما منا الا لہ مقام ۔ فرمایا رسول اللہ صلعم نے آسمان میں پیر رکھنے کی جگہ نہیں۔ جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ بحالت سجود و قیام نہ ہو، پھر ذرا فرشتوں کے طول و عرض کی نسبت یہ حدیث پڑھئے جو معالم التنزیل میں عباس بن عبد المطلب سے مروی ہے کہ ثم فوق ذلك ثمانیۃ اوعال بین اظلافھن و رکبھن کما بین السمآء والارض (پھر اسکے اوپر فرشتے ہیں کہ ان کے پیروں اور سرینوں کے درمیان اتنا فاصلہ ہے جتنا آسمان و زمین میں ۔ اب کہئے انکو نیچے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے پھر جنگوں میں فرشتوں کے اترنے سے مراد "تسلی" تھی جیسا کہ فرمایا وما جعلہ اللہ الا بشریٰ ولتطمئن بہ قلوبکم (اور نہیں بنایا امداد فرشتگاں کو مگر بشارت اور تسلی تمہارے دلوں کے لئے الانفال ١٦ ٩) اور یوں تو فرشتوں کا نزول اور رویت تو اسی وقت ہے جبکہ اس دنیا کی صف لپیٹی جائے ولو انزلنا ملکا لقضی الامر (اگر فرشتے اتریں تو پھر فیصلہ ہی ہو جائے اور کچھ مہلت نہ ملے الانعام ١٦ ٧) یہ اسلئے کہ پھر ایمان بالغیب نہیں رہیگا۔ اور ملائکہ پر ایمان ہمارا بالغیب ہے۔ اسی لئے موجب ثواب ہے اور دیکھکر ایمان لانا تو ایسا ہے جیسے آفتاب کو چڑھے ہوئے دیکھکر کہنا آفتاب چڑھا ہوا ہے پھر فرمایا یوم یرون الملٰئکۃ لا بشریٰ یومئذ للمجرمین الفرقان ١ ١٩ (جس دن فرشتوں کو دیکھینگے اس روز مجرموں کے لئے کوئی بشارت نہیں۔ یہ تو فرشتوں کے اترنے کی بابت ہم آپ کو وحی نزول کی حقیقت بتلاتے ہیں سنئے! حتی الوسع حضرت مسیح موعود کے الفاظ ہی میں پیش کرونگا کیونکہ اسکو کچھ وہی بیان کرسکتا ہے جسنے عملی رنگ میں اسکا تجربہ کیا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ آجتک کسی نے ایسے عمدہ پیرائے میں نزول وحی کی حقیقت کو نہیں کھولا یہ آپ

ہی کا حصہ تھا۔

نزول وحی مصنف نزول الملائکہ حسب عادت اسپر بھی اعتراض کرتے ہیں اور اپنی طرف سے بنا لیا کہ مرزا صاحب ملائکہ کو نفوس فلکیہ کہتے ہیں یہ غلط ہی آپ کا وہی مذہب ہے جو شرح مقاصد میں ہے ان الملئکۃ اجسام لطیفۃ تتشکل باشکال مختلفۃ چنانچہ جو عبارت آپنے ادھر ادھر سے کاٹ کر لکھی ہے اس میں بھی "نفوس نورانیہ" لکھا ہے اور ستاروں کی جان کے ساتھ ہی فرما دیا مگر اس تعلق کو ایسا نہیں سمجھنا چاہیئے۔ کہ جیسے زمین کا ہر ایک جاندار اپنے اندر جان رکھتا ہے اور نہ آپکا مذہب اور بت پرستوں کی طرح ہو کر جو کواکب کو بالاستقلال مؤثر جانتے ہیں بلکہ ستاروں کے ذریعہ وہ نفوس نورانیہ اپنی تاثیریں ظاہر کرتے ہیں حسب اوامر الہی اور یہ تاثیریں ظاہر ہیں۔ چنانچہ سورج اور چاند کی تاثیریں کسی سے پوشیدہ نہیں کہ فصلیں اور میوے کیونکر پکاتے اور کمال کو پہنچاتے ہیں۔

باقی رہا ان فرشتوں کا متشکل ہونا تو ان سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ خود بھی نیچے اتر آئیں بے شک جبریلؑ بصورت بشر مریم علیہ السلام کو نظر آئے مگر یہ تو کشفی واقعہ کا بیان ہے۔ اور کشف میں تو کئی لوگوں کو فرشتے نظر آتے ہیں۔ اور ایسا ہی بحالت وحی فرشتے کا آنا بھی کشفی رنگ میں ہی نظر آتا ہے اور یہ ہم بتا چکے ہیں کہ وحی پہنچانے کیلئے فرشتہ بذاتہ نظر نہیں آتا۔ اور جب نظر آتا ہے تو وہ تمثل ہی ہوتا ہے آپکو جبریل نے بھیجا۔ تو یہ بھی کشفی واقعہ ہی ہے۔ اور رأہ بالافق المبین پر نظر آنا بھی اسی کشفی آنکھ سے۔ اور جبریل کا درس و دور قرآن بھی اسی قبیل سے۔ فادالطلق جبریلؑ (بخاری) میں بھی تمثل کا مٹ جانا مراد ہے اور ادرک من السائل والی حدیث میں بھی تمثل ہی کا ذکر ہے یہ مراد نہیں کہ خود جبریل چلے گئے تھے۔ اور اسکا پاس بیٹھنے والوں کو نظر آنا حضور صلعم کی روحانیت وقوت قدسیہ کی تاثیر سے تھا۔ جیسا کہ "بلا تشبیہ" آجکل مسمرائزر کی توجہ پاس بیٹھنے والوں کو بھی روح کا جسمانی صورت میں نظارہ دکھا دیتی ہے جبریل کا نمازیں پڑھانا بھی اسی قبیل سے ہے اور فرشتہ جب کسی شکل میں تمثل اختیار کرتا ہے۔ تو اسکے یہ معنی تو نہیں کہ چھاؤں کی مانند ہوتا ہے بلکہ واقعی طور سے متجسد ہو سکتا ہے۔ پس ضیف ابراہیم کے بابی سے بھی یہ لازم نہیں آتا۔ کہ فرشتے بذاتہ نیچے آ رہے ہوں۔ باقی کراماً کاتبین اور قابضان ارواح وغیرہ سب وہاں آسمان پر بیٹھے بیٹھے اپنے کام چلاتے ہیں۔ اور انکے چلے جانے سے مراد توجہ کا ہٹا لینا ہے غرض یہ سب واقعات جو بیان کئے ہیں ان سے ہمارا اتفاق ہی صرف حقیقت سمجھنے میں آپ صاحبان کا قصور ہے۔

وحی کے متعلق جبریل کے تین کام ہیں۔ اول یہ کہ جب رحم میں ایسے شخص کے وجود کے لئے نطفہ پڑتا ہے جس کی فطرت کو اللہ جل شانہ اپنی رحمانیت کے تقاضا سے جس میں انسان کے عمل کو کچھ دخل نہیں ملہمانہ فطرت بنانا چاہتا ہے۔ تو ابھی اسی نطفہ ہونیکی حالت میں جبریلی نور کا سایہ ڈالدیتا ہے تب ایسے شخص کی

فطرت منجانب اللہ الہامی خاصیت پیدا کر لیتی ہے۔ اور الہامی حواس اسکو ملجاتے ہیں۔

پھر دوسرا کام جبرئیل کا یہ ہے کہ جب بندہ کی محبت خداتعالے کی محبت کے زیر سایہ آپڑتی ہے تو خداتعالی کی بیبانہ حرکت کی وجہ سے جبرئیلی نور میں بھی ایک حرکت پیدا ہو کر محب صادق کے دل میں وہ نور جا پڑتا ہے یعنی اس نور کا عکس محب صادق کے دل پر پڑ کر ایک عکسی تصویر جبرئیل کی اس میں پیدا ہو جاتی ہے جو ایک روشنی یا ہوا یا گرمی کا کام دیتی ہے اور بطور ملکۃ الہامیہ کے ملہم کے اندر رہتی ہے ایک سرا اسکا جبرئیل کے نور میں غرق ہوتا ہے اور دوسرا ملہم کے دل کے اندر داخل ہو جاتا ہے جسکو دوسرے لفظوں میں روح القدس یا اسکی تصویر کہہ سکتے ہیں۔

تیسرا کام جبرئیل کا یہ ہے کہ جب خداتعالے کی طرف سے کسی کلام کا ظہور ہو تو ہوا کی طرح موج میں آکر اس کلام کو دل کے کانوں تک پہنچا دیتا ہے یا روشنی کے پیرائے میں افروختہ ہو کر اسکو نظر کے سامنے کر دیتا ہے یا حرارت محرکہ کے پیرائے میں تیزی پیدا کر کے زبان کو الہامی الفاظ کی طرف چلاتا ہے۔

گویا روح القدس جو بمنزلہ عکسی تصویر جبرئیل کے ہے سننے کے لئے کان دیکھنے کے لئے آنکھ کا کام دیتا ہے اور جبرئیل بمنزلہ ہوا اور روشنی کے ہے چونکہ یہ عالم اپنے جمیع قوائے ظاہری و باطنی کیساتھ حضرت واجب الوجود کے لئے بطور اعضاء کے واقعہ ہے۔ اور ہر ایک ارادہ خداتعالے کا انہیں اعضا کے ذریعہ سے ظہور میں آتا ہے پس خدا کے الہامی اور روحانی ارادہ کو منصۂ ظہور لانے کے لئے ایک عضو کی طرح بنکر خدمت کرنا جبرئیل کا کام ہے جو بہ تبعیت حرکت اس وجود اعظم کے سچ مچ ایک عضو کی طرح بلاتوقف حرکت میں آجاتا ہے جیسا اصل کی جنبش سے سایہ کا ہلنا طبعی طور پر ضروری امر ہے۔ پھر اس متکلمانہ حرکت سے معاً جبرئیلی نور میں القا کے لئے ایک روشنی کی موج یا ہوا کی موج یا ملہم کی تحریک لسان کے لئے ایک حرارت کی موج پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس موج یا اس حرارت سے بلاتوقف وہ کلام ملہم کی آنکھوں کے سامنے لکھا ہوا دیتا ہے یا کانوں تک اسکی آواز پہنچتی ہے یا زبان پر وہ الہامی الفاظ جاری ہوتے ہیں۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ روح القدس کی قوت جو دونوں محبتوں کے ملنے سے انسان کے دل میں جبرئیلی نور کے پرتو سے پیدا ہوا جلوہ گر ہو جاتی ہے اسکے وجود کے لئے یہ امر لازم نہیں۔ کہ ہر وقت انسان خداتعالے کا پاک کلام سنتا ہی رہے یا کشفی طور پر کچھ دیکھتا ہی رہے۔ کیونکہ یہ تو ایک روحانی روشنی روحانی آنکھوں کے دیکھنے کے لئے۔ یا ایک روحانی ہوا روحانی کانوں تک آواز پہنچانے کے لئے ہے جب تک کوئی چیز سامنے موجود نہ ہو تو مجرد روشنی کچھ دکھا نہیں سکتی۔ اور جب تک متکلم کے منہ سے کلام نہ نکلے۔ مجرد ہوا کانوں تک کوئی خبر نہیں پہنچا سکتی۔

پھر یہ بھی مخفی نہ رہے کہ ادنٰے سے ادنٰی مرتبہ کی وحی پر جبرئیل ہی تاثیر وحی کی ڈالتا ہے اور حضرت خاتم الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر بھی وہی جبریل تاثیر وحی کی ڈالتا رہا لیکن ان دونوں وحیوں میں فرق آرسی کے شیشے
اور بڑے آئنہ کا ہے یعنی اگرچہ بظاہر صورت جبریل ہی ہے اور اسکی تاثیرات بھی ہی مگر ہر ایک جگہ مادہ قابلہ ایک
ہی وسعت اور صفائی کیحالت پر نہیں جیسے تم دیکھتے ہو کہ سارے آئینے ایک ہی درجہ کی صفائی ہرگز نہیں رکھتے
بعض آئینے ایسے اعلیٰ درجہ کے آبدار اور مصفی ہوتے ہیں کہ پورے طور پر جیسا کہ چاہیئے دیکھنے والے کی شکل ان
میں ظاہر ہوجاتی ہے اور بعض ایسے کثیف اور مکدر پر غبار اور دُود آمیز جیسے ہوتے ہیں کہ صاف طور پر ان میں شکل
نظر نہیں آتی۔ یہی حالت دلوں کے آئینہ کی ہوتی ہے جو نہایت درجے کا مصفی دل ہے مصفا طور پر انعکاس
ہوتا ہے اور کسی قدر مکدر ہے اس میں اسی قدر مکدر دکھائی دیتا ہے اور اکمل و اتم طور پر یہ صفائی
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل کو حاصل ہے ایسی صفائی کسی دوسرے دل کو ہرگز حاصل نہیں۔

پھر لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی الہام ہوا یا ہمیں بھی خواب آیا جو سچا نکلا۔ بس مرزا صاحب کو کیا فضیلت ہے ان کی
مثال کنوئیں کے مینڈک کیطرح ہے اتنا نہیں سوچتے کہ کیا جگنو کہہ سکتا ہے کہ میں آفتاب ہوں ستارہ کہہ سکتا
ہے کہ میں چاند ہوں۔ گدا ایک درہم رکھکر اپنے تئیں کروڑپتی کہنے کا مجاز ہے۔ ایک حرف کی شناخت رکھنے والا
عالم فاضل کہلانیکا دم بھرے تو غضب ہے۔ ایک مزدور اپنی بیوی بچوں پر حاکم ہونے کیوجہ سے شاہنشاہ کی ہمسری
کا مدعی ہو تو ظلم ہے باقی رہا یہ سوال کہ پھر ان میں یہ جوہر کیوں ہے سنو! بقول حضرت اقدس جبریل نور آفتاب کیطرح
جو اسکا ہیڈ کوارٹر ہے تمام معمورہ عالم پر حسب استعداد انکی اثر ڈال رہا ہے اور کوئی نفس بشر دنیا میں ایسا نہیں
کہ بالکل تاریک ہو۔ اس صورت میں نہایت ضروری تھا کہ تمام بنی آدم پر یہانتک کہ انکے مجانین پر بھی کسی قدر
جبریل کا اثر ہوتا۔ اور فی الواقعہ ہے بھی کیونکہ مجانین بھی جنکو عوام الناس مجذوب کہتے ہیں اپنے بعض حالات
میں بوجہ اپنے ایک طور کے انقطاع کے جبریلی نور کے نیچے جا پڑتے ہیں تو کچھ کچھ انکی باطنی آنکھوں پر اس نور کی
روشنی پڑتی ہے جس سے وہ خدا تعالےٰ کے تصرفات خفیہ کو کچھ کچھ دیکھنے لگتے ہیں۔ مگر ایسی خوابوں یا ایسے مکاشفات
سے نبوت اور ولایت کو کچھ صدمہ نہیں پہنچتا کیونکہ خواص و عام کی خوابیں اور مکاشفات اپنی کیفیت اور کمیت
اتصالی و انفصالی میں ہرگز برابر نہیں ہیں۔ جو لوگ خدا تعالےٰ کے خاص بندے ہیں۔ وہ خارق عادت طور پر
نعمت غیبی کا حصہ لیتے ہیں۔ اور دوسروں کو جو کچھ اس سے حصہ ملتا ہے۔ تو وہ بھی اس نور کی برکت سے الزام
اور اتمام حجت کے لئے تا اس تخمی شراکت کی وجہ سے ہر منکر کاملوں کی حالت کا گواہ ہو جائے اسلئے یہ ممکن
نہیں کہ اپنے سچے دل سے ان الہامی امور کو بکلی غیر ممکن سمجھے کیونکہ اسکا کچھ نمونہ وہ اپنے اندر دیکھ چکا ہے بس
اسی وجہ سے خدا تعالےٰ کے الزام کے نیچے ہے۔ یہ روحانی خاصیت جو ہر ایک میں ہے۔ یہی بڑھتے بڑھتے ایک نور بنجاتی
ہے جس کی روشنی میں مومن سلوک کی منازل کو طے کرتا ہے فرمایا۔ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ
الحدید ۲۸

اور تمہیں نور دیگا جسکی روشنی میں تم چلو گے اور تمہاری کمزوریاں دمبدم دبا دیا جائیگا۔

فرشتے کن لوگوں پر نازل ہوتے ہیں

اب ہم آپکو بتاتے ہیں کہ فرشتے کن پر نازل ہوتے ہیں۔ اور یہ کہ قرآن مجید میں مومنوں کو وعدہ دیا گیا ہے۔ کہ انپر خدا کا کلام نازل ہؤا کریگا۔ اور یہی مابہ الامتیاز ہے دیگر مذاہب اور اسلام میں کیونکہ اور باتیں تو دوسرے مذاہب سے ملتی جلتی ہیں مثلاً خدا کی توحید کہ اسکے یہودی و دیگر اہل کتاب ہر طرح سے معترف ہیں۔ اور ایک شریعت کے بھی تابع ہیں غور کرو کہ اگر ہم کسی غیر ملک میں تبلیغ احکام کے لئے جاویں اور ہمارے ساتھ ایک عیسائی ایک یہودی ایک بدھ مذہب ایک آریہ بھی اپنے مذہب کے پھیلانے کے لئے جائے تو ہم انکو روکنے اور اپنے تئیں اصدق اہدیٰ ثابت کرنیکے لئے کیا ثبوت پیش کر سکتے ہیں۔ دوستو! میں پکار کر کہتا ہوں کہ سوائے اسکے کوئی ہتھیار ہمارے پاس نہیں کہ تم کہو اپنے اپنے مذہبی تعلیم کے نتائج پیش کرو ہم پر تو خدا کا کلام نازل ہوتا ہے جو پر شوکت و پر تحدی پیشگوئیوں سے اپنے بمثل ہونیکا ثبوت دیتا ہؤا ملہم کی صداقت کی شہادت دے رہا ہے اور خدا کی ہستی پر پورا یقین پیدا کرتا ہے کیونکہ بے اسکے اور کوئی راہ نہیں جس سے اس غیب الغیب و سر السر ہستی پر یقین حاصل ہو عقلی دلائل سے خواہ کتنا کام لو۔ مگر "ہونا چاہیئے" اور "ہے" میں بڑا فرق ہے دیکھو انجیل میں لکھا ہے کہ جن میں رائی کے دانے کی برابر بھی ایمان ہوگا وہ اگر پہاڑ کو کہے کہ ٹلجائے تو ٹلجائیگا سانپوں کا زہر اتر جائیگا وغیرہ ذالک مگر کیا کوئی عیسائی ہے جو اس امتحان میں پورا اتر سکے ہرگز نہیں مگر اسلام میں خدا کا ایک جری ہے جو باواز بلند کہہ رہا ہے کہ آؤ قرآن مجید میں مومنوں کے جو نشان ہیں وہ مجھ میں دیکھو نبیوں نے جو معجزے دکھائے انکے نمونے میں دکھاتا ہوں۔ یہ اسلئے تا کہ عقلی دلائل سے فیصلہ کرنے کی بجائے عملی رنگ میں انکو سب کچھ دکھایا جائے۔ اور وہ انکار نہ کر سکیں۔ اسوقت سلسلہ نبوت کو سلسلہ مجانین قرار دیا جا رہا ہے مگر خدا نے اپنا ایک بندہ بھیجدیا تا وہ نبیوں کے تمام حالات کو عملی طور سے دکھائے اور لوگوں کو سمجھ آئے کہ خدا کے نبی ایسے ہوتے ہیں۔ انپر یوں کلام نازل ہوتا ہے یوں شیطان مخالفت کرتا ہے۔ اور وہ یوں کامیاب ہوتا ہے اور خدا کی وحی کا دروازہ نہ کبھی بند ہؤا نہ ہوگا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ خدا اپنے تک پہنچنے کا جو رستہ ہے وہ بند کر دے۔ دلوں میں اپنے وصال کی تڑپ تو ڈالدے مگر اسکے لئے کوئی طریقہ نہ رکھے۔

اولیاء اللہ کے نشانات

سنو! اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (جو لوگ کہیں ہمارا رب اللہ ہے۔ پھر اس پر استقامت کریں انپر فرشتوں کا نزول ہونے لگتا ہے (انکو بشارات سُنائے جاتے ہیں یعنی الہام جن میں انکے دوستوں کے لئے بشارت اور دشمنوں کے لئے انذار ہوتا ہے) کہ تم ڈرو نہیں اور غم نہ کھاؤ۔ اور اس جنت سے خوش ہو جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا۔ گویا اسی دنیا میں انکے لئے جنت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان نعمتوں سے کشفی رنگ میں مستفیض ہونے لگجاتے ہیں۔

بعض نادان کہتے ہیں کہ مرنیکے قریب اترتے ہیں حالانکہ آگے لکھا ہے دیکھو نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَشْتَہِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْہَا مَا تَدَّعُوْنَ (ہم تمہارے دوست ہیں دنیا کی زندگی میں اور آخرت

میں بھی اور جو تمہارا جی چاہے تمہیں ملیگا۔ اور جو مانگو دیا جائیگا گویا دنیا میں انکی سب مرادیں حاصل ہوتی ہیں یہ نمیز نشان
ہے انکے منجانب اللہ ہونیکا۔ کہ وہ کامیابی حاصل کر کے مرتے ہیں۔ اور جو کچھ چاہتے ہیں پاتے ہیں۔ بعض مسمرائزر عامل
وغیرہ بھی غیب کی خبروں کا دم بھرتے ہیں۔ مگر اکثر اپنے ارادوں میں ناکام مرتے ہیں۔ یہی انکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے
اولیاء اللہ کا یہ حال نہیں فرمایا۔ اَلَاۤ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ۔ (کہ ایک تو اولیاء اللہ
پر کچھ خوف و غم نہیں ہوتی۔ بھلا جس کا متولی و ولی خدا ہو اسکو کیا غم) اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ کَانُوۡا یَتَّقُوۡنَ (جو ایمان لائے
اور تقویٰ اختیار کیا) گویا یہ اولیاء اللہ کی صفت ہے مگر کلام خدا کا نزول اسکا لازم نہیں۔ وہ محض ایک عطیہ الٰہی
ہے جسے اپنے علم میں بہتر سمجھے لَہُمُ الۡبُشۡرٰی فِی الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا وَ فِی الۡاٰخِرَۃِ ؕ لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ؕ
ذٰلِکَ ہُوَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِیۡمُ یونس ۱۱ (دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں ان کے لئے بشارتیں ہیں (یعنی کلام
الٰہی کا نزول۔ بشارت سے مراد کلام الٰہی ہے۔ چنانچہ اسی لئے اسکی تفسیر میں فرمایا) اور اللہ کے کلام کو کوئی بدلنے
والا نہیں۔ (یعنی انپر کلام اترتا ہے۔ تو پھر جیسا اس میں مذکور ہوتا ہے۔ ویسا ہی وقوع میں آتا ہے) یہی بڑی کامیابی
اور انتہائی مرتبہ ہے (یعنی کلام کا اترنا) اور یہ مرتبے امت محمدیہ کو قیامت تک ملتے رہینگے چنانچہ فرمایا ابراہیم ۱۳ کَلِمَۃً
طَیِّبَۃً کَشَجَرَۃٍ طَیِّبَۃٍ اَصۡلُہَا ثَابِتٌ وَّ فَرۡعُہَا فِی السَّمَآءِ ﴿ۙ﴾ تُؤۡتِیۡۤ اُکُلَہَا کُلَّ حِیۡنٍۭ بِاِذۡنِ رَبِّہَا
(اسلام کی مثال ایک عمدہ درخت کی طرح ہے۔ جس کی جڑ ثابت ہے یعنی اسکے اصول دل میں گڑ جاتے ہیں۔ اور
اسی سرزمین میں قرار پکڑ لیتے ہیں۔ کسی اعتراض کا بیلچہ ان کو اکھاڑ نہیں سکتا۔ وہ اصول ایسے محکم ہیں کہ وسوسوں و بہموں
کی ان میں راہ نہیں۔ اور اس درخت کی شاخیں آسمان تک ہیں یعنی اتنے کمالات ہیں کہ جہاں تک نظر کام کر سکتی ہے
کمال ہی کمال نظر آتے ہیں۔ اور جو اعلیٰ سے اعلیٰ کمال یا صداقت خیال میں آ سکتی ہے وہ اس میں موجود ہے۔ اور ایسے
اعلیٰ اصول پر قائم ہے کہ اعتراض کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ پھر فرمایا کہ شجر بے ثمر نہ سمجھو۔ اور نہ یہ کہ کسی کسی موسم میں
بہار آتی ہے۔ بلکہ وہ ہر آن ہر لحظہ ہر وقت اپنے رب تربیت کرنے والے کے فیضان سے پھل دیتی رہتی ہے یعنی
اسکی تعلیم پر چلنے کے ثمرے (کلام کا نزول۔ خدا کی محبت خارق عادت کرامات و معجزات) ظاہر ہوتے رہتے ہیں
اور کیوں ظاہر نہ ہوں جبکہ ہم دیکھتے ہیں۔ کہ خدا تعالےٰ نے شہد کی مکھیوں کو بھی وحی سے ممتاز فرمایا
(۱) وَ اَوۡحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحۡلِ النحل ۱۴ (اور تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف وحی بھیجی) اور بنی اسرائیل کی عورتوں
کو بھی وحی ہوتی رہی۔ وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّ مُوۡسٰۤی (موسیٰ کی ماں کو ہم نے وحی بھیجی القصص ۱) وَ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلَیۡہِمۡ فِعۡلَ
الۡخَیۡرٰتِ انبیاء ۱۷) اِذۡ اَوۡحَیۡنَاۤ اِلٰۤی اُمِّکَ طٰہٰ ۱۶ (جب ہم نے تیری ماں کی طرف وحی بھیجی اے موسیٰ) پھر مریم سے
مکالمہ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّکِ (میں تیرے پاس تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں مریم ۲) تو کیا امت محمدیہ کے اولیاء
بنی اسرائیل کی عورتوں سے بھی گئے گزرے ہوئے ہیں کہ ان کو اس نعمت سے کچھ حصہ حاصل نہ ہو۔ اور کیا حضرت

محمد رسول اللہ صلعم کے خلفاء حضرت عیسیٰ خلیفہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حواریوں سے بھی کمزور ہیں کہ ان پر تو وحی ہوئی
وَاِذْ اَوْحَیْتُ اِلَی الْحَوَارِیِّیْنَ المائدہ ۱۵ (جب میں نے حواریوں کی طرف وحی بھیجی) اور یہ اس نعمت سے محروم رہیں اور
ان پر یہ دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جائے اس صورت میں پھر خیر الامم کس وجہ سے ہوئی جبکہ وہ درجہ بھی نہیں ملا۔
جو بنی اسرائیل کی عورتوں نے پایا۔ خدا نے تو فرمایا کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ آل عمران ۱۴ (تم سب امتوں
سے اچھی امت ہو لوگوں کے لئے بطور نمونہ پیش کئے گئے ہو) اب اگر انہیں مکالمہ الٰہی سے بھی حصہ نہیں تو پھر وہ لوگوں
کے لئے انعام الٰہی کا کیا نمونہ ہو سکتے ہیں وہ بیچارے تو روز دعائیں مانگتے ہیں اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ صِرَاطَ
الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْهِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ (ہمیں ہر امر میں مستقیم راہ دکھا کیونکہ ہر منزل
کو پہنچنے کے لئے ایک طریقہ ہوا کرتا ہے پس ہمیں تو وہ طریقہ دکھا جو سب سے سیدھا اور اسی لحاظ سے اقرب اور روکوں سے
مامون ہو۔ ان لوگوں کا رستہ جن پر تو نے انعام کیا نہ ان لوگوں کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کا) خدا تعالےٰ کا
انعام کن پر ہوا۔ اسکا جواب قرآن مجید ہی سے سنیئے اَلَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَ
الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ (وہ جن پر انعام کیا اللہ نے نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں۔ صالحوں سے) گویا یہ چار
مرتبے ہیں جو قیامت تک کھلے ہیں۔ اللہ تعالےٰ جسکو چاہے بخشے۔ اگر ان میں سے کسی نعمت کا دروازہ بند ہو گیا ہوتا تو اللہ
کبھی یہ دعا نہ سکھاتا کیونکہ جب یہ نعمتیں دینی ہی نہ تھیں تو پھر دعا کیسی اور یہ نعمتیں ملتی کسکو ہیں اسی آیت کا ماقبل پڑھو وَمَنْ
یُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ جو اللہ کا فرمانبردار ہو یہانتک کہ اپنے اعضا اپنے خیالات اپنے ارادوں کو اسکی مرضی کے نیچے رکھدے
فرمایا بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (جو اپنے وجود کو اللہ کے آگے رکھدے (قربان کر دے) اور وہ احسان کرنے[1]
والے ہوں پس رب کے پاس انکے لئے اجر ہے۔ پھر رسول کی اطاعت میں اپنے تئیں فنا کر دے یہانتک کہ اسکا کوئی فعل کوئی عقیدہ
نبی علیہ السلام کے برخلاف نہ ہو پس ایسے آدمی پر الٰہی کلام کا دروازہ کھلجاتا ہے۔

معیار صداقت

اور اس تمیز کے لئے کہ ممکن ہو کہ کوئی جھوٹ موٹ بھی دعوےٰ کر دے فرمایا وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا
بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ فَمَا مِنْکُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ
الحاقہ ۲۹ (اگر ہمارے ذمہ یہ نبی کوئی جھوٹ بات لگاتا یعنی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اور کون ظالم
ہے اس سے جو اللہ پر افترا کرے اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْهِ شَیْءٌ انعام ۱۱ یا کہے کہ میری طرف وحی بھیجی گئی
حالانکہ اسکی طرف کوئی وحی نہیں ہوئی) تو ہم اسکا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اسکی رگ جان کاٹ دیتے (گردن اڑا دیتے) اسوقت تم
میں سے اسکا کوئی بچانے والا نہ ہوتا۔ اور یہ بات متقین کے لئے تذکرہ ہے وَاِنَّهٗ لَتَذْکِرَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ یعنی وہ اس
کسوٹی پر ہر دو کر مدعیان نبوت کو بھی پرکھ سکتے ہیں۔ اس آیت پر خوب غور کرنا چاہیئے کہ یہ ہمارے نبی کریم محمد رسول اللہ

[1] حدیث شریف میں آیا ہے کہ فرمایا رسول کریم نے الاحسان ان تعبد ربک کانک تراہ کہ تو اپنے رب کی عبادت کرے گویا اسکو دیکھتا ہے

کی صداقت کے ثبوت میں پیش کی گئی ہی فرمایا کہ اگر یہ افترا باندھتا یعنی اسکی طرف وحی نہ ہوتی اور یہ کہتا کہ میری طرف وحی
ہوئی تو ہم اسکو ہلاک کر دیتے گویا دعوی نبوت سے اس آیت کے نزول تک جتنے سال گذرے تھے اتنی بھی کوئی جھوٹا مدعی وحی و نبوت
زندہ نہیں رہ سکتا اگر رہ سکتا ہی تو پھر تم خود ہی بتاؤ کہ یہ آیت کس طرح ہمارے نبی اکرم صلعم کی صداقت کا ثبوت بن سکتی ہی بھی
طرح سوچو کہ یہ جو تم کہتے ہو کہ فلاں شخص نے وحی کا دعوی کیا اور ۲۳ برس سے زیادہ زندہ رہا۔ تو ہم پوچھتے ہیں کہ تم تو یہ اعتراض
حضرت مرزا صاحب کے دعوے کو غلط ثابت کرنیکی غرض سے کر رہی ہو مگر نہیں سمجھتے کہ اعتراض کی زد حضرت سرور کائنات کے دعوے
پر پڑ رہی ہی کیونکہ جبکہ اس آیت کو رسول کریم کی صداقت میں پیش کریں اور بعینہ تمہارا اعتراض کوئی عیسائی نقل کر دے کہ
"نبی کریم کا ہلاک نہ ہونا" اور "کامیابی سے وفات پانا" ان کی صداقت کی دلیل نہیں ہو سکتی کیونکہ فلاں جھوٹا مدعی نبوت بھی اتنے
برس زندہ رہا پھر اسوقت تم کیا جواب دوگے پس عزیز دوستو! تم خوب سمجھ لو کہ یہ آیت ایک مدعی وحی و نبوت کی صداقت
کی کسوٹی ہی اور ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ کوئی جھوٹا مدعی نبوت ۲۳ سال سے زیادہ بعد از دعوے زندہ نہیں رہ سکتا
ضرور ہلاک ہوتا ہی تم کوئی ایسا آدمی پیش نہیں کر سکتے جس نے جھوٹ موٹ خدا کی طرف سے ہونیکا دعوی کیا اور ۲۳ سال سے
اول ذلت کیساتھ ہلاک نہ ہوا ہو بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہود و نصاریٰ و بدھ مذہب کتنے عرصے سے ہیں نادان یہ
نہیں سمجھتے کہ ان کی بنیاد تو راستی پر ہے یعنی انکے بانی خدا کے برگزیدہ تھے بعد میں غلطیاں پڑ گئیں ہیں تو یہ ایسی ہی ہیں
جیسے کہ آجکل مسلمانوں میں غلطیاں پڑ گئی ہیں۔ اور وہ تعلیم نبوی سے بہت دور جا پڑے ہیں۔ پھر اکبر کو پیش کرتے ہیں
مگر وہ یہ ثابت کرنے سے عاجز ہیں کہ کیا اکبر نے یہ دعوی مؤکد بہ قسم کیا کہ مجھے خدا کی طرف سے وحی نازل ہوتی ہے۔ اور اسنے
اپنے ملہمات شائع کئے اور پھر خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ یہ واقعی اس خدا کی طرف سے ہے جسکے قبضۂ قدرت میں میری
جان ہے۔ واحد جس نے حضرات ابراہیم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ علیہم السلام پر وحی نازل کی ہیں کہتا ہوں کہ نبی اکرم صلعم کے بعد کوئی
بھی ایسا شخص نہیں سوائے اس جری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ افضل التحیات والثناء کے جس نے بارہا قسمیں کھا کھا کر
دعوی کیا ہو کہ مجھے خدا کی طرف سے وحی ہوتی ہی اور اپنے ملہمات بیسیوں کتابوں میں شائع کئے دیہات میں یہ بات عام
طور سے مشہور ہی اور سب مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ اگر کوئی جھوٹی قسم اٹھائے تو فوراً برباد ہو جاتا ہی مگر دیکھو کہ حضرت مرزا غلام احمد
نے ہزارہا بار صدہا قسمیں اٹھائیں کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اگر یہ قسمیں جھوٹی ہیں تو پھر دن بدن کامیابی کیوں ہوتی
ہے اور کاروبار کیوں بڑھتا جاتا ہے حالانکہ چاہیئے یہ تھا کہ اس جھوٹی قسم کا وبال پڑتا۔ بعض کہہ دیتے ہیں کہ سر سید نے
یا سوامی دیانند نے کالج کی بنیاد ڈالی۔ اور کامیابی ہوئی اتنا نہیں سمجھتے کہ انھوں نے نبوت کا دعوے نہیں کیا۔ یہاں کلام
تو اس بات میں ہو رہا ہے کہ ایک شخص جھوٹا مدعی نبوت ہو کر کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ۲۳ سال سے زیادہ
عزت کیساتھ زندہ رہ سکتا ہے جیسا کہ اہل سنت والجماعت میں یہ مسئلہ ہے کہ خارق عادت امر اگر مدعی نبوت کے
ہاتھ پر [illegible] تو وہ معجزہ ہے ورنہ استدراج پھر یہ بھی "اعتراض" کیا گیا ہے کہ فرعون کتنی سال تک زندہ رہا۔ مگر کچھ

عقل ہو تو اتنا خیال کریں کہ فرعون کا دعویٰ نبوت کا نہیں تھا وہ تو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (میں تمہارا رب ہوں اعلیٰ) کی صدا لگاتا تھا۔ ایسے دعوے کی سزا قرآن مجید میں یہ ہے وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ (اور جو کوئی ان میں سے میں الٰہ ہوں نہ کہ خدا تو ہم اسے دوزخ سزا دینگے اور ظالموں کو یہی سزا دنیا میں دیتے ہیں الانبیاء ۱۷)

دنیا میں اسلئے نہیں کہ یہ دعویٰ ہی فضول ہے کیونکہ ایک شخص جو رب[1] ہونیکا دعویٰ کرتا ہے اور پھر اپنے تئیں اختلاج سے نہیں بچا سکتا۔ وہ خود اپنے جھوٹے ہونیکا مقرّ ہے اور یہ دعویٰ ایسا نہیں کہ اس سے لوگ ابتلاء میں پڑیں۔ کیونکہ انسان کا خدا ہونا ممکن کا واجب الوجود ہونا ایک محال امر ہے اور نبوت چونکہ کسی نہ کسی انسان کو ملتی ہے اسلئے ضرور ہے کہ اسکے لئے کوئی نہ کوئی مابہ الامتیاز قائم کیجائے وہ یہی کہ ہرگز ۲۳ سال سے زیادہ کامیابی کی زندگی بسر نہیں کر سکتا۔ اگر خدا ایسے جھوٹے مفتری کو نہ پکڑے تو پھر اندھیر پڑ جائے ایک دنیاوی گورنمنٹ اپنی سلطنت میں کسی جعلی تحصیلدار یا ڈپٹی کمشنر کو نہیں رہنے دیتی تو وہ آسمانی سلطنت کس طرح کسی مفتری کو کھلا چھوڑے کیا دیر گیر دکی اتنی مہلت ہے کہ پچیس چھبیس سال سے دعویٰ کر رہا ہو کہ میں خدا کی طرف سے ہوں اور مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے اور پھر روز بروز اسکو ترقی ہوتی جائے اسکی نظیر تو ابتدائے عالم سے آجتک نہیں ملسکتی پھر لطف یہ کہ آسمان و زمین اسکی صداقت پر گواہی دے رہے ہوں کیا کسوف و خسوف طاعون۔ زلزلہ اسکے اپنے اختیار میں تھے جو حسب اخبار مخبر صادق اسکے ایام دعوے میں پورے ہوئے اگر یہ عام دستور ہو کہ ہر مدعی کے لوگ مطیع ہو جائیں تو پھر صادق و کاذب نبی میں مابہ الامتیاز کیا ہے دوستو! خوب سوچو وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰى (ہلاک ہو گیا وہ جو خدا پر جھوٹ باندھے طٰہٰ ۱۶) بعض لوگ چند جھوٹوں کی مثالیں دیتے ہیں مگر نہیں سمجھتے کہ ہم افتریٰ علی اللہ کی نسبت گفتگو کر رہے ہیں کیونکہ مفتری علی اللہ کو ظالم لکھا ہے اور ایسے ظالموں کی نسبت ہے کہ کامیاب نہیں ہوتے دیکھو مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا انعام ۳۶، اس سے آگے فرمایا اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتا)

دوسرا معیار صداقت

پھر ایک اور آیت مدعی وحی کی صداقت کے معیار میں فرمائی۔ وہ یہ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا فَاِنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يَخْتِمْ عَلٰى قَلْبِكَ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ الشوریٰ ۲۵ (کیا کہتے ہیں کہ اللہ پر اس نبی نے جھوٹ باندھا۔ اگر یہ بات ہو تو خدا اس بات پر قادر ہے (اور یہ اسکی تحت مشیت ہے) کہ تیرے دل پر مہر لگا دے یعنی ایسا کلام نہ اترے کیونکہ اللہ تعالیٰ باطل کو محو کرتا ہے اور اپنی کلمات سے حق کو حق کر دکھاتا ہے گویا اس آیت میں فرمایا کہ اگر تقوّل ہو تو کبھی ایسی فصیح و بلیغ بے مثل کلام لانے پر قادر نہ ہو۔

---

[1] بہاء اللہ باب مدعی مسیحیت کا بھی دعویٰ تھا۔ کہ میں مسیح ہوں یہی وجہ ہے کہ دنیا میں قطع وتین کی سزا نہ ملی گو قید میں رہنا اور آخر تک رہنا ایک خاص ذلت ہے جس سے مامور من اللہ بچے رہتے ہیں ۱۲

اور آیندہ کے لئے الہام بند ہو جائیں۔ اب دیکھو اسی اصول پر حضرت مسیح موعود کو تم دیکھو کہ دن بدن الہامات میں زیادتی
ہے جیسا فرماتے ہیں ویسا ہی وقوع میں آتا ہے کئی کتابیں تصنیف فرمائیں اور دعویٰ کیا کہ انکی مثل لاؤ۔ مگر کوئی مثل پر قادر
نہ ہوا پھر دیکھو ان کتابوں کو کہ ایک سے ایک بڑھکر ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ بجائے دل پر مہر لگنے کے فیض کا دروازہ
کھل رہا ہے ایک کلام دوسرے سے بڑھ چڑھ کر ہے چنانچہ اعجاز المسیح تفسیر الحمد کی نسبت پیشگوئی فرمادی کہ مَنَعَهُ مَانِعٌ مِّنَ
السَّمَآءِ (آسمان سے ایک مانع نے اسکو منع کر دیا) پھر یہ کہ مَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَ تَنَمَّرَ۔ فَسَوْفَ يَرٰی اَنَّهٗ تَنَدَّمَ
وَ تَذَمَّرَ۔ جو جواب کیلئے کھڑا ہوا۔ وہ ہلاک ہو چکا۔ چنانچہ ہم نے خدا کے منہ سے نکلی ہوئی باتوں کو اپنی آنکھوں سے پورا
ہوتے دیکھا پھر اعجاز احمدی جو بڑا طویل قصیدہ عربی جو پانچ روز میں نظم فرمایا۔ اور ساتھ ہی اپنے دعاوی کے دلائل اردو میں
تحریر کئے اسکی نسبت تمام علماء کو بیس دن کی مہلت دی کہ ایکدوسرے کے ساتھ ملکر بھی اسکی مثل طیار کر دیں پھر فرمایا پھر اگر
بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کی دسویں کے دن کی شام تک ختم ہو جائیگی۔ انہوں نے اس قصیدہ اور اردو مضمون کا
جواب چھاپ کر شائع کر دیا۔ تو یوں سمجھو کہ میں نیست و نابود ہو گیا اور میرا سلسلہ باطل ہو گیا۔ اس صورت میں میری تمام
جماعت کو چاہیئے کہ مجھے چھوڑ دیں اور قطع تعلق کریں لیکن اگر اب بھی مخالفوں نے عمداً کنارہ کشی کی تو نہ صرف دسہزار
روپیہ کے انعام سے محروم رہینگے بلکہ دس لعنتیں انکا ازلی حصہ ہو گا۔" اس عبارت کو پڑھکر اگر مخالفین میں ذرا بھی غیرت تھی
اور اسکے ساتھ علم تو کیا وجہ ہے کہ اس قصیدہ کا معارضہ نہیں کر سکے بس یہی تو معجزہ ہے کہ باوجود قدرت کے عاجز رہ جائیں۔ جواب
تو بنا نہ سکے اور نہ دسہزار انعام لیا۔ مگر چند ایک اعتراض ایسے کئے جو عیسائیوں اور یہودیوں اور آریوں کے موہنوں سے اسوقت
نکلتے ہیں جبکہ انہیں وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ (البقرہ ع ۳) اور
اگر تم جو کچھ ہم نے اپنے بندے پر اتارا۔ اسکے بارے میں شک میں ہو تو اس جیسی ایک سورۃ بنالو) سنایا جاتا ہے چنانچہ وہ کہتے
ہیں کسی کلام کا فصیح و بلیغ ہونا اسکے الہامی ہونیکی دلیل کیونکر ٹھہر سکتا ہے سبعہ معلقہ۔ دیوان متنبی مقامات حریری
گلستان شکسپیر کی پوٹریاں وغیرہ کتابیں ایسی ہیں جن کی مثل تیار نہیں کر سکا مگر ایسے معترض کو شاید یہ معلوم نہیں کہ ان
میں سے کچھ تو ایسے ہوئے جو قرآنی اعجاز کے قائل ہوئے اور کچھ ایسے کہ انہوں نے کچھ دعویٰ نہیں کیا حالانکہ اسکے لئے تحدی کے
ساتھ دعویٰ شرط ہے جیسا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم اور جناب مرزا غلام احمد علیہ السلام نے کیا اور اگر کوئی ہے
تو اسکی مثل لاؤ۔ کیونکہ انکا بےمثل ہونا ہی منجانب اللہ ہونیکی دلیل ہے بایں وجہ کہ جیسے خدا کی مخلوق جیسی کوئی مخلوق حتیٰ کہ مکھی
بھی نہیں بنا سکتا۔ جس میں مکھی کی سب اوصاف توالد و تناسل وغیرہ پائی جائیں ایسا ہی یہ بھی ممکن نہیں کہ اسکے کلام
جیسا کوئی کلام بنا سکے۔ آجتک ہم نے کسی مدعی علم و فضل کو نہ دیکھا کہ اس میدان مقابلہ میں اترا ہو اپنی خاموشی
سے حضور علیہ السلام کی صداقت پر مہر لگادی یا بہانے ایسے کئے جو بعینہ مخالفین رسول اللہ سے حرف بحرف ملتے جلتے ہیں
مثلاً بعض تو کہتے ہیں اگر ہم چاہیں تو ایسے بنا سکتے ہیں۔ اب دیکھئے وہ بھی یہی کہتے تھے وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا

قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ (اور جب انپر آیتیں پڑھی جائیں تو کہتے ہیں اچھا ہمنے سُن لیا مگر ہم بھی اگر چاہیں تو ایسا کہدیں یہ نہیں یہ مگر اگلوں کی کہانیاں انفال ۹) اب اعتراض وہی ہے جو جواب قرآن مجید نے اسکا دیا ہے وہی ہماری طرف سے ہے اصل بات تو یہ ہے کہ وہ بنانے پر قادر نہیں صرف اپنی عزت رکھنے کے خیال سے بہانے بناتے ہیں کبھی کہتے ہیں پچھلوں کے کلام سے مقتبس ہے یعنی مقامات حریری وغیرہ سے بعض فقرات لے لیتے ہیں بعینہ یہی اعتراض مینے ایک پادری کی زبان سے قرآن مجید پر دیکھا چنانچہ اس نے زمانہ جاہلیت کے شعرا جو قرآن سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔ انکے کچھ اشعار پیش کئے اور کہا کہ قرآن مجید کی بعض آیتوں کے الفاظ انہی اشعار کو کانٹ چھانٹ کر پیش کئے گئے ہیں چنانچہ ایک شاعر اپنے محبوب کے رُخ کے بدل لینے کو ان الفاظ میں ظاہر کرتا ہے کہ اقتربت الساعۃ وانشق القمر اور اسی قصیدہ میں ایک بیت ہے جسکا اخیر کھشیم محتظر ہے وغیر ذلک۔ یہ اعتراض دیکھکر مجھے افسوس ہوا کہ افسوس ہمارے مسلمان بھائی بھی انکے ہمزبان ہوکر مسیح موعود پر اعتراض کرتے ہیں حالانکہ اصل بات تو یہ ہے کہ فصیح کلام اعلیٰ درجہ پر ہونیکی وجہ سے خدا کے کلام میں آسکتا ہے اور بعض ضرب المثلیں ہیں جو کہ عام ہیں اور کسی سے خاص نہیں اور بعض جگہ توارد ہو جاتا ہے جس سے کلام کے بعض فقرے ملجاتے ہیں سو سرقہ کا الزام نہیں دیا جاسکتا پھر کہتے ہیں کہ دوسروں کی مدد سے لکھتا ہے یہی اعتراض رسالتمآب علیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہوا اِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ لِسَانُ الَّذِيْ يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ مُّبِيْنٌ النحل ۱۴ (کہتے ہیں کہ اسے ایک شخص سکھاتا ہے مدد دیتا ہے جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ اسکی زبان عجمی ہے۔ اور یہ فصیح عربی بولی) ایسا ہی حضرت اقدس کی نسبت بعض کا گمان ہے کہ مولانا نور الدین صاحب مدد دیتے ہیں۔ میں خدا کی قسم کھاکر کہتا ہوں کہ یہ بالکل غلط ہے میں سچ سچ سناتا ہوں کہ بعض اوقات حضور علیہ السلام کا کلام مثل سیرۃ الابدال وعلامات المقربین ایسا مشکل واقع ہوتا ہے کہ مولنا اسکے بعض کے معنے بھی نہیں جانتے چہ جائیکہ مدد دیں۔ پھر مینے اس بات کی ٹوہ لگائی کہ انکے طرز کلام کو دیکھا تو مجھے زمین و آسمان کا فرق نظر آیا۔ مولنا نور الدین کی عربی عبارت کی طرز ہی اور ہے اور حضرت کی اور اس وقت مینے خیال کیا کہ خدا نے یہ بین فرق شاید اسی اعتراض کو اٹھانیکے لئے رکھا ہوگا۔ پھر کہتے ہیں عربی میں لکھتا ہے اگر الہام ہے تو کسی اور زبان میں لکھے کاش انکو معلوم ہوتا کہ عربی ام الالسنہ ہے اس میں لکھنا تمام زبانوں میں مقابلہ کرنا ہے۔ بہر حال جب سب نبی عرب علیہ السلام کا ہے اور ہمارا دین بھی عربی میں قرآن بھی عربی میں تو آپکا کلام اعجازی کیوں عربی میں نہ ہو بہر حال کوئی زبان ہو مخالفین کا اعتراض تو رہے ہی گا فرمایا۔ لَوْ جَعَلْنٰهُ قُرْاٰنًا اَعْجَمِيًّا لَّقَالُوْا لَوْلَا فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ حم السجدہ ۲۴ (اگر ہم اسے عجمی قرآن بناتے تو کہتے اسکی آیتیں ہماری زبان میں ہی کھول کر کیوں نہ سمجھائی گئیں) پھر کہتے ہیں کہ معارضہ کے لئے مدت کی قید کیوں لگاتے ہو میں کہتا ہوں باتمام حجت کے لئے تاکہ جاہل سے جاہل کو بھی سمجھ میں آجائے کہ کوئی اسکا مقابلہ نہیں کر سکا کیونکہ اسطرح تو ممکن ہے کہ یہی عالم فاضل مخالفین کہدیں ابھی تو ہم نے توجہ نہیں کی جب توجہ کرینگے تو اسکی مثل بنا دینگے۔ مگر جب

مدت مقرر ہو گئی تو خود ہی ظاہر ہو جائیگا کہ یہ مثل لانے سے عاجز ہیں ورنہ کیوں نہ لائے غرض مدت حیلے توڑنے کے لئے بنائی گئی ہے نیز اسلئے کہ قرآنی اعجاز کے برابر یہ اعجاز نہ ہو جائے پھر یہ مثل صرف فصاحت و بلاغت میں نہیں بلکہ ہر ایک بات میں ہو دیوان متنبی۔ سبعہ معلقہ وغیرہ میں ہے کیا؟ وہ لغویات خرافیات تو خود اس بات کا ثبوت ہیں کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں مگر حضور علیہ الصلوٰۃ کے قصائد و نثر کی کتابیں علم و حکمت سے بھری ہیں۔ پھر ان میں پیشگوئیاں ہیں۔ ہدایت کی باتیں ہیں قرآنی معارف ہیں اپنے دعوے کے ثبوت ہیں۔ پس ہر ایک وجہ سے اسکی مثل مطلوب ہے۔

نشانات صداقت اخیر میں ہم چند نشانات ان لوگوں کے لکھتے ہیں (ازالہ اوہام سے اقتباس کر کے) جو خدا کے محبوب ہوتے ہیں۔ اور ان پر اسکی وحی نازل ہوتی ہے (۱) خالص محبت جس کا اندازہ نہیں ہو سکتا (۲) دلوں پر خدا کا خاص خوف ہر کہ عارف تراست ترساں تراست (۳) خارق عادت استقامت دیکھو سارا جہاں یکطرف مرزا ایک طرف مگر اپنی بات نہیں چھوڑی (۴) جب انکو کوئی ستائے تو خدا کا غضب انکے لئے بھڑکتا ہے دیکھو طاعون و زلزلہ (۵) جب ان سے کوئی دوستی کرے تو خدا کی خاص رحمت کا مورد بنتا ہے دیکھو مریدوں کو کہ اکثر پر خدا کا الہام ہوتا ہے قرآنی معارف لکھتے ہیں (۶) دعائیں اوروں کی نسبت زیادہ مقبول ہوتی ہیں یہ اظہر من الشمس ہے ہر ایک مرید کئی دعاؤں کی استجابت کا گواہ ہے (۷) اسرار غیب کھلتے ہیں جو بات ابھی ظہور میں نہ آئی انپر کھولی جاتی ہے لیکھرام کی موت کی چند سال پہلے خبر دی وَاَخْبَرَنِیْ رَبِّیْ اِنَّہٗ لَمِنَ الْھَالِکِیْنَ اور عِجْلٌ جَسَدٌ لَّہٗ خُوَارٌ جس میں گوسالہ سامری کے ساتھ اسکو پوری پوری تشبیہ دیگئی۔ عید کے بہت قریب رسول پاک کو گالی نکالنیوالی زبان نے چھری کا کام دیا اور سَتَعْرِفُ یَوْمَ الْعِیْدِ وَالْعِیْدُ اَقْرَبُ کا الہام پورا ہوا۔ کہ تو عید کے دن کو پائیگا۔ اور یہ واقعہ عید کے بہت ہی قریب ہے۔ غرض الا اے دشمن نادان و بیراہ بترس از تیغ بران محمدؐ کا معاملہ پیش آیا۔ اور یہ سب کچھ بہت پہلے شایع کیا گیا تھا۔ جیسا کہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کی نسبت (جس میں ضلع کانگڑہ کے قریباً ۱۵ ہزار آدمی ضائع ہوئے اور مال مویشی و مال و اسباب کی تو کوئی حد نہیں) تین سال پہلے خبر دی تھی ؎

کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت ✤ کہ یاد آجائیگی جس سے قیامت

مجھے یہ بات مولا نے بتا دی فسبحان الذی اخزی الاعادی

پھر عفت الدیار محلھا و مقامھا۔ اس خاص دار (کانگڑہ وغیرہ) کے عارضی اور مستقل مکانات ناپید ا ہو گئے اکر ساتھ ہی زلزلہ کا دھکا اور آپ کا خواب کہ زلزلہ آیا پھر مکذبوں کو ایک ایسا نشان دکھایا جائیگا وغیرہ الہامات بہت پہلے شایع ہو چکے تھے ایسے ہی طاعون کی خبر الامراض تشاع والنفوس تضاع سے براہین احمدیہ میں دی (۸) خدا تعالیٰ خاص طور پر انکا متولی ہوتا ہے جس طرح اپنے بچوں کی کوئی پرورش کرتا ہے پس اس سے زیادہ انپر نگاہ رحمت ہوتی ہے یہ تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ خدارا تعصب کا پردہ ہٹا کر انصاف کی آنکھ سے دیکھو اللہ تعالیٰ اپنے برگزیدہ

کی کسطرح پرورش فرما رہا ہی کیونکر اسے مشکلات سے نکالتا ہی مقدمے بنتے ہیں خون وبغاوت کے مگر اللہ تعالےٰ صاف بریت ظاہر کرتا ہی ڈاکٹر ہنری کلارک کے مقدمہ کی سب کو خبر ہی کتاب البریہ دیکھئے وہ مقدمہ جس میں مخالفوں نے جرمانے تک نوبت پہنچائی مگر اخیر میں حسب پیشگوئی ان اللہ مع الذین اتقوا والذین ھم محسنون صاف بریت ہوئی پھر دیکھو کہ اللہ کسقدر منظور ہی کہ اسکے لئے طاعون وزلزلہ سے لاکھوں نفوس ہلاک کر دیئے پھر مالی فتوحات کا خیال کرو کہ ولکم فیھا ما تشتھی انفسکم کے مطابق آپکو کسی ضرورت دینی و دنیاوی کے لئے پریشان نہیں ہونا پڑا۔ (۹) جب انپر کوئی مصیبت پڑے تو یا تو خارق عادت طور سے انکو رہائی دیجاتی ہے یا اس میں صبر جمیل کیساتھ لذت و سرور و ذوق حاصل ہوتا ہی۔ ہم اسکا نمونہ بھی آپکی لائف میں دیکھتے ہیں کہ جب کوئی ایسا موقعہ بنا تو خدا نے عجیب طریقہ سے بریت ظاہر کی۔ لیکھرام جب قتل ہوا تو مخالف قوم نے ناخنوں تک زور لگا کر سازشِ قتل میں شریک گردانا۔ مگر چونکہ وہ کام خدا کے فرشتہ کا تھا۔ نہ کسی انسان کا اسلئے حق حق ہی رہا۔ ایسا ہی دیگر مقدمات پادریاں و مسلمانان میں۔

یہ بھی یاد رہے کہ مصیبتیں تو دونوں گروہوں پر آتی ہیں مگر خدا کے دوستوں پر جو مصیبت آتی ہی اسکا انجام ان کے حق میں نیک ہوتا ہی اور اس سے انکی عزت ظاہر ہوتی ہی مگر مخالفین اسی مصیبت میں برباد وہلاک ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی اس سے سخت بدنامی ہوتی ہی۔ دیکھو یوسف علیہ السلام قید ہوئے اور دیگر مجرم بھی قید ہوتے ہیں مگر حضرت یوسف کے حق میں اس قید کا انجام بادشاہی ہوا۔ اور دوسرے لوگ بھی قید ہوتے ہیں مگر قید سے رہا ہو کر پبلک میں اور بھی ذلیل اور بے اعتبار ٹھہرتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی صلیب پر دیئے گئے اور انکے ساتھ وہ چور بھی۔ وہ چور ہلاک ہوئے۔ اور یہ ہر طرح سے محفوظ رہکر کشمیر میں شاہزادہ نبی کہلائے۔ موسیٰ علیہ السلام بھی دریا میں داخل ہوئے اور فرعون بھی مگر پہلے بااَمن پار ہوئے اور دوسرے غرق بنی اسرائیل فرعونی مصر کے مالک ٹھہرے ہمارے نبی کریم صلعم بھی خارج البلد ہوئے اور دوسرے لوگوں کو بھی کرتے ہیں مگر آپکا نکلنا آپکے آئندہ فتوحات کا پیش خیمہ ہوا۔ اور ملک عرب کی بادشاہی پھر دنیا کے بہت سے حصے کی یہ خارج البلد ہونے کا انجام تھا۔ مجرموں کی جلاوطنی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے۔ کہ سر رکھنے کو جگہ نہیں ملتی ایوب علیہ السلام کو بیماری ہوئی۔ اور بھی کئی لوگ مریض ہوتے ہیں مگر ایوبؑ کی بیماری کا انجام یہ ہوا۔ کہ صحت بھی ہوئی۔ اور مال و اہل عیال جتنا اور مال و اہل وعیال پایا حضرت موسیٰ و جناب رسالتمآب نے بھی بکریاں چرائیں اور دوسرے گڈریے بھی چراتے ہیں۔ مگر اول الذکر حضرات پھر آدمیوں کے چوپان ہوئے ایک اور فرق "ابتلائی" اور شامت اعمال کی مصیبت میں ہی کہ مصیبت میں لذت میں سرور ہو تو یہ سمجھو کہ یہ ابتلا ہی۔ سوزش شامت اعمال کی نشانی ہی۔

(۱۰) اخلاقی حالت بڑی اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہی۔ مکر۔ ریا۔ بخل سے محفوظ ہوتے ہیں۔ خاص طور کا انشراح صدر اور بشاشت دی جاتی ہی مسیح موعود کے خلق کو دیکھنے کے لئے "سیرۃ المسیح" کا مطالعہ کیجئے لکھے ہوئے مسودوں کو لڑکے جلا دیتے ہیں مگر آپ چیں بجبیں بھی نہیں ہوتے۔ عورتوں اور لڑکوں سے خاص نرمی کی ہدایت ہی۔ منے آپکا ایک نوازش نامہ ایک مرید کے

نام پڑھا ہے جس میں خیرکم خیرکم لاھلہ تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی اہلیہ سے نیک سلوک کرے کے مضمون کو خوب سمجھایا ہے اور حد درجہ نرمی کی ہدایت فرمائی ہے لڑکوں کو مارنے کی سخت ممانعت فرمائی ہے چنانچہ اسپر سب سے بڑھکر عمل کرنیوالے "مولٰنا حکیم الامۃ" ہیں۔ آپ ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ اپنے لڑکے کو میں ان وجوہ سے نہیں جھڑکتا (۱) جب اتنے بڑے عالم و تجربہ کار ہو کر ہم سے غلطی ہو جاتی ہے تو ان چھوٹے بچوں سے قصور ہو جانا بالکل قرین قیاس ہے۔ پس ان بچوں کو بخشنے کے یہ معنی ہیں کہ ہم بھی نہیں چاہتے کہ خدا تعالٰی ہمکو بخشے (۲) اگر اولاد کو مارا جائے حد سے زیادہ سختی کیجائے تو انکے دل میں کینہ بیٹھ جائیگا۔ اور وہ انکی خدمت بجالانے کی بجائے انکے سخت دشمن ہونگے (۳) صحابہ کرام کے طرز عمل میں یہ کہیں نہیں ملتا کہ انہوں نے بچوں پر سختی کی ہو (۴) میرا لڑکا آیۃ اللہ ہے کیونکہ حضرت علیہ السلام کی دعا و پیشگوئی سے پیدا ہوا۔ پس آیۃ اللہ کی ہتک اچھی نہیں (۵) آنحضرت صلعم نے فرمایا اَکْرِمُوْا اَوْلَادَکُمْ (۶) شریعت نے انکو مکلف نہیں کیا پھر ہم کیوں مکلف کریں وغیر ذالک۔ یہ سب حضور ؑ کی تعلیم و فیض صحبت کا اثر ہے یہ تو بارہا دیکھا کہ آپ ہر ایک سے ایسا ملتے ہیں کہ سب یہی سمجھتے ہیں مجھ سے زیادہ محبت ہے کوئی ہاتھ پکڑ کر کھڑا ہو جائے تو آپ کھڑے رہینگے اپنی تکلیف کا اظہار نہیں کرینگے جبتک وہ خود نہ چھوڑے یہ بات میں نے نبی کریم صلعم کی سیرت میں بھی دیکھی ہے آپ کے چہرے پر ایک خاص شگفتگی رہتی ہے جن لوگوں نے دیکھا ہے انکے لئے حاجت بیان نہیں مولٰنا عبدالکریم صاحب بیان فرماتے ہیں کہ مقدمہ دائر تھا حالت سخت نازک تھی مگر آپکے چہرے کی شگفتگی میں مطلق فرق نہیں آتا یاد رہے کہ اپنے دعویکا اعلان تکبر میں داخل نہیں اگر لفٹنٹ گورنر کہے میں لفٹنٹ گورنر ہوں تو اسکا یہ کہنا تکبر پر محمول نہ ہوگا پس ایسا ہی آپکا بار بار کہنا کہ میں مسیح موعود ہوں یا فلاں سے بڑھکر ہوں تو از قسم تکبر و تعلی نہیں بلکہ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمتوں کو بیان کرتا رہ) پر عمل ہے نیز جبتک لوگوں کے دلوں میں درجہ کی قدر نہ ہو قول کا اثر بہت کم ہوتا ہے دیکھو ایک معمولی سپاہی کہہ رہا ہے یہ کام یوں کرو تو کوئی اثر نہیں یا بہت کم اثر مگر کوئی آکر کہے کمانڈر انچیف یا ویسرائے یوں حکم دیتے ہیں تو سب کے کان کھڑے ہو جاتے ہیں پس ایسا ہی آپ کو اپنا دعوی منانے کی ضرورت ہے تاکہ لوگ ان باتوں پر عمل کی قدر سمجھیں اور انکو سچ جانیں اور سمجھیں کہ یہ باتیں خدا کی باتیں ہیں۔ اور ایسے شخص کے منہ سے نکلی ہیں جسکا حضرت اللہ میں یہ مرتبہ ہے پھر اس مرتبہ کی اظہار سے رسول اللہ صلعم کا درجہ جتلانا مقصود ہے کہ جب اس غلام کا یہ درجہ ہے تو پھر اس آقا کا درجہ کیسا ہوگا پھر ہمیں اولیاء اللہ کے منہ سے نکلے ہوئے ایسے کلمات پڑھتے ہیں چنانچہ دیکھو انا فی حضراۃ التقریب وحدی غوث الاعظم کا قول اور افلت شموس الاولین وشمسنا ابدا علی افق العلی لا تغرب (اگلوں کے آفتاب ڈوب گئے اور ہمارا آفتاب ابد الآباد تک غروب نہ ہوگا) جناب رسالتمآب نے فرمایا۔ انا سید ولد آدم (میں اولاد آدم کا سردار ہوں)۔ ریا کی نسبت سنئے ایکدفعہ کریم اللہ کے سوال (مامور من اللہ میں بھی ریا آسکتا ہے) میں فرمایا کیا چڑیا گھر میں جا کر کوئی نماز پڑھے تو وہاں ان جانوروں کے سامنے اسکو ریا ہونا ممکن ہے عرض کیا "نہیں" فرمایا اولیاء اللہ کا بھی یہی حال ہے۔ انکی نظر میں دنیا والوں کی کچھ حقیقت نہیں پس انکے سامنے ریا کیسا۔ بخل کی نسبت میں کیا بتاؤں۔ اگر اسکا شمہ بھی ہوتا تو

یہ دروازہ فیضان ہی کیوں کھوتے اور یاد جو بحنت تکالیف پہنچنے کے اپنا مال اپنا علم اپنی ہمت اپنے وقت اپنی کوششیں حتی کہ اپنی جان کر خلق اللہ کی ہدایت بغیر اجر کیونکر خرچ کر دیتے۔

خلق کیا ہی اخلاق و خلق کی نسبت حضرت مسیح موعود نے بہت کچھ فرمایا ہی اور لوگوں کو اسکے متعلق خاص غلطی لگی ہوئی ہے چنانچہ لکھتے ہیں اور خلق خا کی فتح سے ظاہری پیدائش کا نام ہی اور خلق خا کے ضمہ سے باطنی پیدائش کا نام ہی اور چونکہ باطنی پیدائش اخلاق سے ہی کمال کو پہنچتی ہی نہ صرف طبعی جذبات سے اسلئے اخلاق پر ہی یہ لفظ بولا گیا ہی طبعی جذبات پر نہیں بولا گیا پھر یہ بات بھی بیان کر دینے کے قابل ہی عوام الناس خیال کرتے ہیں خلق صرف حلیمی اور عاجزی اور انکساری کا نام ہے یہ انکی غلطی ہی۔ بلکہ جو کچھ بمقابلہ ظاہری اعضا کے باطن میں انسانی کمالات کی کیفیتیں رکھی گئی ہیں۔ ان سب کیفیتوں کا نام خلق ہی مثلاً انسان آنکھ سے روتا ہی اور اسکے مقابل پر دل میں ایک قوت رقت ہی وہ جب بذریعہ عقل خداداد کے اپنے محل پر مستعمل ہو تو وہ ایک خلق ہے ایسا ہی انسان ہاتھوں سے دشمن کا مقابلہ کرتا ہی اور اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہے جس کا نام شجاعت جب انسان محل و موقعہ کے لحاظ سے اس قوت کو استعمال میں لاتا ہی تو اسکا نام بھی خلق ہی کبھی انسان بنی نوع کو فائدہ پہنچانے کے لئے اپنے ہاتھوں سے کام لیتا ہی یا پیروں سے یا دل اور دماغ سے اور انکی بہبودی کے لئے اپنا سرمایہ خرچ کرتا ہی تو اس حرکت کے مقابل پر دل میں ایک قوت ہی جسکو سخاوت کہتے ہیں پس جب انسان ان تمام قوتوں کو اس موقعہ اور محل کے لحاظ سے استعمال کرتا ہی تو اسوقت اسکا نام خلق رکھا جاتا ہی جب یہ تمام طبعی حالتیں عقل اور تدبر کے مشورہ سے اپنے اپنے محل اور موقعہ پر ظاہر کئے جائینگے تو سب کا نام اخلاق ہوگا اور یہ تمام اخلاق درحقیقت انسان کی طبعی حالتیں اور طبعی جذبات ہیں اور صرف اسوقت اخلاق کے نام سے موسوم ہوتے ہیں کہ جب محل اور موقعہ کے لحاظ سے بالارادہ اسکو استعمال کیا جائے اور قبل اسکے کہ وہ عقل اور معرفت کی صلاح اور مشورہ سے صادر ہوں گو کیسی ہی اخلاق سے مشابہ ہوں درحقیقت اخلاق نہیں ہوتے بلکہ ایک طبیعت کی ایک بے اختیار رفتار ہوتی ہی جیسے کہ اگر ایک کتے یا ایک بکری سے اپنے مالک کے ساتھ محبت اور انکسار ظاہر ہو تو اس کتے کو خلیق نہیں کہینگے اور نہ اس بکری کا نام مہذب الاخلاق رکھینگے یہ سطور مقتبسہ از کتاب رسالتماب بڑی توجہ سے پڑھنے کے لائق ہیں کیونکہ اکثر مسلمان بعض پیروں کے نیک خلقی کے مداح ہیں اور نہیں سمجھتے کہ خلق صلح کل ہونے یا بے حد نرمی کا نام نہیں بلکہ طبعی حالتوں کو اپنے اپنے موقعہ پر استعمال کرنیکا نام ہی اگر ایک شخص کسی غریب پر ظلم کرتا ہی تو اسی جتنا گنہگار ہی وہ شخص جو کسی سزا دینے کے موقعہ پر درگذر سے کام لیتا ہی یا اظہار حق کے موقعہ پر یا مسلمان اللہ اللہ یا برہمن رام رام کے اصول پر چلنا نہایت نیکی سمجھتا ہی اور جب مذہب کا سوال ہو تو کہتا ہی میاں سب اچھے ہیں یا ہر ایک درستی پر ہی ایسے لوگ منافق ہوتے ہیں اور انکے ایمان کمزور صحابہ کرام کی صفت میں فرمایا اَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ الفتح ۲۶ (سخت گیر کافروں پر اور آپس میں رحمدل) ہیں بعض لوگ جو طبعاً نرم دل یا آہستہ بولنے والے ہوتے ہیں انکی نسبت یہ نہ کہئے کہ یہ بڑے نیک خلق ہیں کیونکہ طبعی حالات کو موقعہ محل پر استعمال کرنا اِنَّكَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ کا مصداق ہونا ہے نہ کہ اپنی طبعی حالت پر رہنا ہم بار بار

کہہ چکے ہیں کہ حقیقی خلق اور طبعی حالتوں میں فرق ہے کہ خلق ہمیشہ محل اور موقعہ کی پابندی اپنے ساتھ رکھتا ہے اور طبعی قوت بے محل ظاہر ہوجاتی ہے یوں تو چارپایوں میں گائے بھی بے شر ہے اور بکری بھی دل کی غریب ہے مگر ہم انکو اسی سبب سے ان خلقوں سے متصف نہیں کہہ سکتے کہ انکو محل اور موقعہ کی عقل نہیں دیگئی۔

(۱) انکی توکل نہایت اعلیٰ درجہ کی ہوتی ہے انکے ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔ میں اس موقعہ پر حضور علیہ الصلوٰۃ کے ایک خط کے بعض الفاظ کی نقل دیتا ہوں تاکہ آپکا خدا تعالےٰ پر توکل اور خلق اللہ سے استغنا ظاہر ہو۔

"اگر تمام جماعت کے لوگ متفق ہو کر چندہ بند کردیں یا مجھ سے منحرف ہوجائیں تو وہ جس نے مجھ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ وہ اور جماعت ان سے بہتر پیدا کردیگا جو صدق اور اخلاص رکھتی ہوگی ہر ایک شخص جو ایک ذرا بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض دل میں رکھتا ہے اسپر حرام ہے کہ ایک کوڑی بھی میری طرف بھیجے۔ مجھے کسی کی پرواہ نہیں جبکہ خدا مجھے بکثرت کہتا ہے گویا ہر روز کہتا ہے کہ میں ہی بھیجتا ہوں۔ جو آتا ہے اور کبھی میرے مصارف پر وہ اعتراض نہیں کرتا تو دوسرا کون ہے جو مجھ پر اعتراض کرے ایسا اعتراض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تقسیم اموال غنیمت کے وقت کیا گیا تھا وَمِنْهُمْ مَنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطَوْا مِنْهَا إِذَا هُمْ يَسْخَطُونَ (اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو صدقات کے خرچ کرنے میں بے انصافی کا الزام لگاتے ہیں۔ اگر انکی حسب خواہش خرچ ہو تو راضی ہوتے ہیں۔ اور اگر ایسا نہ ہو تو ناراض ہوتے ہیں التوبہ ۱۰)

اخیر میں فرمایا کہ آئندہ سب کو کہدیں کہ تم کو اس خدا کی قسم ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور ایسا ہی ہر ایک جو اس خیال میں انکا شریک ہے کہ ایک حبہ بھی میری طرف کسی سلسلہ کے لئے اپنی عمر تک ارسال نہ کریں پھر دیکھیں کہ ہمارا کیا حرج ہوا"

اللہ اکبر۔ ایک طرف میں ان گدی نشینوں کو جانتا ہوں جو مریدوں میں دورہ کرکے اپنی ششماہی اور سالیانہ وصول کرتے ہیں۔ اور اگر اپنے خاندان کے اصول کے موافق محض اس خیال سے کہ کوئی یہ نہ کہے تمہارے باپ دادا نکلتے نہ تھے اور تم جگہ چھوڑ کر نکل کھڑے ہوئے بیٹھے ہوئے ہیں تو اپنے کارندے (خلیفے) بھیجتے ہیں کہ معاملہ وصول کرلاؤ۔ دوسری طرف یہ نمونہ من اللہ ہے کہ ان الفاظ سے خلق اللہ کو مخاطب کرتا ہے گویا اسے انکی مدد کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔ ایک دفعہ آپ نے اشتہار چندہ میں لکھا تھا۔ کہ ہلاک ہوا وہ شخص جو کچھ مدد اس سلسلہ کی کرکے اپنے دل میں خیال کرتا ہے کہ میں نے کچھ کیا اور پھر احسان جتلاتا ہے ان لوگوں کو خدا کا شکر گزار ہونا چاہیئے کہ ان سے یہ خدمت لیتا ہے نہ یہ کہ احسان جتائیں قرآن شریف میں بھی ہے لَا تُبْطِلُوا صَدَقَاتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْأَذَى البقرہ ۳ (اپنے صدقوں کو احسان جتلانے اور سائل کو ایذا دینے سے اکارت نہ کرو (۲) يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا قُلْ لَا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ بَلِ اللَّهُ

يَمُنُّوْنَ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ الحجرات ع ۲ م ۲۶ ترجمہ یہ احسان جتلاتے ہیں کہ اسلام لائے
کہدے مجھ پر احسان لانیکا احسان نہ جتلاؤ بلکہ یہ تو اللہ کا تم پر احسان ہی کہ ایمان کی ہدایت دی۔ اس سے پہلے فرمایا اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰہَ
بِدِیْنِکُمْ کیا تم اللہ کو اپنا دین جتلاتے ہو۔ غرض ایسی سب نصائح سے آپ کا استغناء و توکل ظاہر ہوتا ہی استغناء کی مثال
ہمنے لاہور میں بھی دیکھی جبکہ برابر سات دن تک آپ باہر نہ نکلے کئی لوگ مایوس ہو کر واپس گئے بڑے بڑے امیر آئے اور ناراضی جتلاتے
چلے گئے مگر آپ کے استقلال میں ذرا فرق نہ آیا۔ مولوی کریم اللہ نے مجھے فرمایا کہ اس وقت میرا حضرت مسیح موعود پر ایمان تازہ ہو گیا
کیونکہ ایسا استغنا نبی کے سوا کوئی نہیں جتا سکتا۔ آج دنیا پرست کہنے والے دیکھیں۔ کہ اگر دنیا طلبی مقصود ہو تو کیوں نیچے اتر کر
راہ و رسم پیدا نہیں کرتا بعض نے مشہور کر دیا کہ خوف کے مارے اوپر ہیں۔ مگر آپ جلسہ میں بڑی شان و شوکت سے تشریف لیگئے
اور اس سے پہلے جمعہ کو بھی باہر نکلے حالانکہ جمعرات کو ایک کارڈ آیا تھا۔ کہ تم باہر نکلے تو میں ضرور قتل کر دونگا گھر سے رخصت ہو کر آیا ہوں
آپ اس موذی کو جھوٹا ثابت کر نیکے لئے باوجود چند عذرات کے تشریف لائے اور دو گھنٹے تقریر فرمائی۔ سیالکوٹ میں مینے اکثر مریدوں کو
اس بات کا طالب دیکھا کہ حضور علیہ السلام مصافحہ کا موقعہ نکالیں تو ہم کچھ پیش کریں مگر آپنے باوجود علم کے کچھ پروا نہ کی۔ ٹکے
بٹورنے مقصود ہوتے تو ضرور یہ موقعہ نکالتے۔ لاہور کے جلسے میں ایک مخلص نے عرض کی حضور وہ فلاں شخص ہی جو گویا مخالفت
میں یا دنیاوی وجاہت میں بڑا مشہور تھا۔ مگر مینے خود دیکھا۔ کہ آپنے نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا اور جلسہ میں آپ اسی حالت میں
رہے مطلق ادہر اودہر نگاہ نہ کی ایسے موقعوں پر یہ وقار بھی کوئی نبی دکھا سکتا ہی۔

(۲) انکو اعمال بجا لانے کی طاقت دیجاتی ہی آپ حضور علیہ الصلوٰۃ کے الہام و کشوف کے اوقات کو دیکھئے
اکثر ایک بجے رات یا دو تین بجے لکھا ہوتا ہی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ آدھی رات کے بعد قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ
مَا يَهْجَعُوْنَ کے مصداق قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيْلًا پر عمل فرماتے ہیں اسکے علاوہ آپکی
لائف میں مینے دیکھا کہ اوائل ایام نبوت میں حضور نے متواتر چھ ماہ روزے رکھے اور لطف یہ کہ کھانا جو گھر سے آتا وہ تصدق
کر دیتے گوشہ نشینی کا آپکو ایسا لطف آیا۔ کہ جس وقت سیالکوٹ میں لیکچر فرمایا کہ میں اس وقت ایک گمنام آدمی تھا۔ اور
میری کوئی عظمت و عزت ان لوگوں کی نگاہ میں نہ تھی۔ مگر وہ زمانہ میرے لئے نہایت شیریں تھا۔ کہ انجمن میں خلوت تھی۔ اور
کثرت میں وحدت تھی اور شہر میں میں ایسا رہتا تھا جیسا کہ ایک شخص جنگل میں تو میرے آنسو نکل آئے۔ ایک اور موقعہ
پر فرمایا کہ اگر اللہ تعالے مجھے بار بار نہ فرماتا۔ تو میں کبھی نکل کر خلق اللہ کی طرف مشغول نہ ہوتا۔ میں شہرت کا ہرگز طالب
نہیں بلکہ پوشیدہ رہنا اور تنہائی میں یاد خدا میری فطرت میں داخل ہے[۱] واقعی ہے بھی ٹھیک کہ اب بھی حضور علیہ السلام

---

[۱] حضور کے اصل الفاظ یہ ہیں مجھے اللہ تعالیٰ کی محبت نے ایسی تقویت دی تھی کہ تمام دنیا سے الگ ہو بیٹھا تھا۔ تمام چیزیں
سوائے اسکے مجھے ہرگز نہ بھاتی تھیں۔ میں ہرگز ہرگز حجرے سے باہر قدم نہیں رکھنا چاہتا تھا میں نے ایک لمحہ کے لئے بھی شہرت کو پسند نہیں
کیا میں بالکل تنہائی میں تھا اور تنہائی ہی مجھ کو بھاتی تھی شہرت اور جماعت کو جس نفرت سے میں دیکھتا تھا اسکو خدا ہی جانتا ہے

اپنے اوقات گرامی کا اکثر حصّہ اندر گزارتے ہیں اور بہت کم جلوہ افروز ہوتے ہیں پھر بھی خلق اللہ کی ہدایت دینے اور انکی خیرخواہی
اپنا مال و جان و عزت خرچ کر دینے سے بڑھکر کونسا عمل صالح ہے ابھی کچھ دنوں کی بات ہو کہ حضور نے ایک بچے کی خواب کی بنا
پر چودہ بکروں کی بیکدم قربانی دینے کا ارشاد فرمادیا جس سے آپکے اللہ پر ایمان کی کیفیت کا نظارہ ہوتا ہے۔

(۱۳) ہمدردی خلق اللہ کا جوش ان میں ایسا ہوتا ہے کہ بلا توقع اجر و قدر کے اپنی ساری طاقتیں اسکے لئے خرچ کر دیتے
ہیں۔ یہانتک کہ خود بھی نہیں جانتے کہ یہ کیوں ہو؟ یہ علامت بھی بوجہ احسن آپ میں پائی جاتی ہے میں کہتا ہوں اس سے بڑھکر
ہمدردی کا کیا ثبوت ہو کہ دن رات آپکو ایک ہی فکر رہتا ہے آپ نے اپنے رشتہ داروں حتیٰ کہ اپنی بی بی بچوں۔ اپنی دنیاوی
عزتوں کی بھی کچھ پروا نہ کی۔ اور جس بات کو مخلوق خدا کے لئے بہتر سمجھا۔ اسکی تبلیغ میں ذرا بھی کمی نہ آنے دی تعجب کی بات
ہو کہ قوم تو انکو فحش گالیاں دیتی ہو انکی ذاتیات پر حملے کرتی ہو۔ انکی تخریب و تذلیل (اخذلہم اللہ) میں کوئی دقیقہ فروگذاشت
نہیں کرتی آپ پر مقدمے بناتی ہے آپکے قتل کی تدبیریں کرتی ہے مگر آپ ہیں کہ بدستور انکے لئے دعائے خیر و ہدایت کئے
جاتے ہیں اور انہیں نیک باتوں کی تبلیغ کرتے ہیں جب کوئی عذاب آنے والا ہوتا ہے تو آپ محض ہمدردی سے انکو پہلے
خبردار کرتے ہیں کہ دیکھو بھائیو! سنبھل جاؤ۔ اپنی حالتوں کو درست کرو۔ تاکہ میرا مولا کریم تمپر رحم کرے۔ غرضیکہ ابھی تک
باوجود حق ہونے کے یہ دعا نہیں فرمائی رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا
حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ یونس ۹۶ ۱۱ (اے ہمارے رب انکے مالوں پر جھاڑو پھیر دے انکے دل کو سخت ہی رہنے دے۔ کہ
عذاب دردناک بغیر ایمان ہی نہ لائیں) بلکہ رَبِّ اغْفِرْ لِقَوْمِي إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ورد زبان ہو اور عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ
حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ (تمہاری تکلیف اسپر گراں گزرتی ہو اور تمہاری بھلائی کا خواہاں توبہ ۱۱) بوجہ متابعت رسول اکرم اسکا خلق عظیم
ہم اپنی حالتوں پر نگاہ کرکے یہ بات معلوم کر سکتے ہیں کہ ایک دو بار کسی کو نصیحت کریں اور سننے والا اسکو توجہ سے نہ سنے تو دل نہیں چاہتا
کہ پھر اسکو سنائیں چہ جائیکہ اسکی طرف سے گالی سنیں اور پھر بھی برابر اسکی خیرخواہی کئے جائیں۔ مگر یہ عدیم النظیر انسان ہے کہ باوجود
سخت تکالیف پہنچنے کے اپنا کام میں برابر چلا جاتا ہو

(۱۴) خدا تعالےٰ سے نہایت کامل وفاداری کا تعلق رکھتے ہیں اسکے نام کے لئے اور اسکے جلال و توحید کے اظہار کیواسطے
جلتی آگ میں پڑنا دریا میں کودنا۔ فتنہ و مصائب کی چکیوں میں پیسا جانا قبول کرتے ہیں۔ غرضیکہ ایسا تعلق ہوتا ہے کہ بقول

بقیہ حاشیہ صفحہ۱۵۸۔ میں تو طبعًا کو چاہتا تھا اور یہی میری آرزو تھی خدا نے مجھے جبر کرکے اس سے مجھے باہر نکالا۔ میری
ہرگز مرضی نہ تھی۔ مگر اس نے میری مرضی کے خلاف کیا × × × میں دیکھتا ہوں کہ میری طبیعت اس طرح واقع ہوئی ہے کہ شہرت
اور جماعت سے کوسوں بھاگتی اور مجھے سمجھ میں نہیں آتا کہ لوگ کسطرح شہرت کی آرزو رکھتے ہیں ہماری خلوت کی ایک ساعت اس سے قیمتی
ہو کہ ساری دنیا اس ایک ساعت پر قربان کرنی چاہیئے ۱۲ | ؎ آپ نے زلزلہ کی نسبت فرمایا دوستو! اٹھو اور بیدار ہو جاؤ۔ کہ اس
زمانہ کی نسل کے لئے نہایت مصیبت کا وقت آگیا ہو اب اس دریا سے پار ہونیکے لئے بجز تقویٰ کے کوئی کشتی نہیں۔ ۱۲

حضرت نہ تلواریں قطع کرسکتی ہیں نہ دنیاکا کوئی بلوہ اور خون اور مفسدہ اسکو ڈھیلا کرسکتا ہے یہی راز وفاداری ہے جسکی برکت سے ڈوبی ہوئی پھر نکل آتے ہیں موت تک پہنچکر زندہ ہوجاتے ہیں مجبور و اکیلا رہکر ناگہاں ایک جماعت کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ ہم ان تمام علامتوں کو اس نادر وجود میں پاتے ہیں غور کرو کہ حضور پر جتنے مقدمے بنے محض اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے کیا کبھی کوئی جائداد یا خانگی معاملات کا مقدمہ بھی ہوا۔ اور کبھی ان وجوہات سے بھی انکو کسی نے برا کہا ہر گز نہیں۔

(۵) قرآن مجید کے معارف وحقائق ولطائف جسقدر انکو دیئے جاتے ہیں کسی کو نہیں دیے جاتے کیونکہ فرمایا لَا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ (الواقعہ ع۲) اسکے معنی ہیں کہ دنہیں ٹوہ لگا سکتی اس قرآن کی مگر وہی جو دل کے پاک ہیں) بس یہ بھی ایک مابہ الامتیاز ہے۔ آپ اسی محک پر حضرت مسیح موعود کو دیکھئے ایک الحمد ہی کو لیجئے۔ اسکی تفسیر صد ہا بار حضور علیہ الصلوٰۃ کر چکے ہیں مگر ہر بار نئی شان میں اسکی تفسیر فرماتے ہیں اور نئے معارف بتلاتے ہیں اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ رسول اللہ صلعم کے بعد آجتک کوئی ایسا بشر نہیں ہوا جس نے الحمد کی اتنی بار تفسیر لکھی ہو اور پھر ہر تفسیر میں نئی باتیں ہی بیان کی ہوں الحمد خلاصہ ہے مضامین قرآن مجید کا۔ پس اسکی تفسیر گویا کل قرآن کریم کی تفسیر ہے آپکے مریدوں کو بھی یہ امتیاز خاص طور سے دیا گیا ہے ان پر بھی حقایق ومعارف عجیب عجیب کھلتے ہیں جس سے عقل دنگ رہ جاتی ہے دیکھئے مفسرین قِيْلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ فَلَمَّا رَاَتْهُ حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَّكَشَفَتْ عَنْ سَاقَيْهَا قَالَ اِنَّهٗ صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّنْ قَوَارِيْرَ (النمل ع۳) ۱۹ کو ایک خوش طبعی کا فعل قرار دیتے ہیں اور بعض ناپاک فطرت لوگ تو اپنے خبث نفس پر قیاس کرکے کہتے ہیں۔ کہ حضرت سلیمان نے بلقیس کی پنڈلیاں دیکھنے کے لئے ایسا کیا ایک نبی ایسا خیال کرتا ہے کاش ان بلید الذہنوں کو اسکے اصلی معنی معلوم ہوتے جو یہ ہیں کہ اس بلقیس کو کہا گیا کہ شیش محل میں داخل ہو جب اسے دیکھا تو پانی سمجھے اور اپنے پائنچے اونچے کر لئے۔ سلیمان نے کہا یہ تو شیشوں کا جڑاؤ فرش ہے آپ نے اس مثال سے بلقیس کو سمجھایا کہ جیسے ان شیشوں پر پانی کا دھوکہ ہوتا ہے حالانکہ پانی انکے نیچے ہے ایسا ہی سورج وغیرہ پر بعض نادانوں کو دھوکہ ہوا ہے وہ ان مظاہر قدرت کو خدا سمجھ بیٹھے ہیں حالانکہ اس شیش محل کے پانی کی طرح ایک اور طاقت ہے جو سورج کے اندر کام کر رہی ہے اور وہی خدا ہے یعنی سورج بذاتہٖ خدا نہیں بلکہ اسکی اندر موثر طاقت کا نام خدا ہے جیسے کہ یہ شیشوں کا فرش پانی نہیں۔ بلکہ پانی اسکے نیچے ہی پھر اس سے پہلے تخت لانیکا ذکر ہے اب کوئی یہ نہیں دیکھتا کہ شاہوں کے محل سے تخت کا لانا کوئی معمولی بات نہیں ایکمرپانیمنی بعرشہا سے تو یہ مراد ہے کہ حضرت سلیمان نے اپنے کاریگروں کو فرمایا کہ بلقیس جیسا عرش تیار کرلائے۔ ایکنے کہا میں آپکے کوچ سے پہلے تیار کر سکتا ہوں۔ دوسرے عالم نے کہا میں یمن کی طرف جو گھوڑے بھیجے ہیں۔ انکے واپس آنے تک پھر جب تیار ہوگیا تو فرمایا نَكِّرُوْا لَهَا عَرْشَهَا اسکے تخت کو اسکے لئے نکرہ بنا دو یعنی ایسا ہو بہو بنا دو کہ وہ سمجھ نہ سکے کہ میرا ہے یا اسکا نمونہ بلقیس جان گئی جس سے حضرت کو معلوم ہوا کہ اس میں تمیز ہے پس یہ سمجھ جائے گی کہ سورج بذاتہٖ اشیا میں موثر نہیں پس دوسری مثال سے وہ مسئلہ سمجھایا۔ پہلی تفسیر تو حضور انور نے خود فرمائی دوسرا میرا فہم ہے غرض بات یہ ہے کہ اس جماعت پر معارف قرآن خاص طور سے کھلتے ہیں۔ اہ

یں خوف طوالت سے بیان نہیں کر سکتا ورنہ میں بتاؤں کہ ایک ایک آیت کے کیسے دلچسپ معنے کرتے ہیں۔ افسوس کہ بعض لوگوں کا مذاق ایسا خراب ہے کہ وہ بجائے اسکے کہ ان باتوں سے کچھ لطف حاصل کریں الٹے کہتے ہیں یہ تو الہام ہی پیغمبری تو حضرت محمد رسول اللہ پر ختم ہو چکی تھی مگر خدا جانے یہ کس نص سے ثابت ہؤا کہ فہم قرآن اگلوں پر ہی ختم ہو چکا اب کوئی نیا پیدا نہ ہوگا جو کچھ ہونا تھا ہو چکا حالانکہ اس قرآن کو کہا گیا ہے جس سے یہ مراد ہے کہ ہر زمانہ میں یہ تازہ بتازہ نو بہ نو معارف پیش کرتا ہے۔ اور زمانے کے واقعات خود اسکی بعض آیتوں کے معنی پیش کرتے ہیں جیسے دیکھو پہاڑ کا سر پر اٹھا کر کھڑے کرنے میں یہ ثابت ہؤا کہ وہ ایک زلزلہ تھا جیسے جوالاکھی میں ظاہر ہؤا۔

(۱۶) "انکی تقریر و تحریر میں ایک خاص تاثیر اور نرالی طرز پائی جاتی ہے جو ہیبت و عظمت کے باوجود دلوں کو بچھا لیتی ہے" میں قسمیہ کہتا ہوں کہ مینے بارہا آزمایا کہ نام نہیں بتایا اور حضرت کا کلام سنانا شروع کیا مخالف سے مخالف بھی دنگ رہ جاتا ہے اور بے اختیار ہو کر کہتا ہے نہایت عمدہ نصیحت آمیز معارف و حقائق سے پُر مؤثر کلام ہے مگر جب بتایا جائے کہ مرزا صاحب کا لکھا ہوا ہے تو سانپ ڈس جاتا ہے حضرت کے کلام میں مینے یہ اعجاز بھی دیکھا کہ جاہل سے جاہل بھی اسکے سامنے پڑھئے معنے سمجھانے نہ پڑینگے کیونکہ عبارت نہایت سادہ ہوتی ہے اور پھر باوجود اس سادگی کے علماء پر بھی وجد کی حالت طاری ہو جاتی ہے۔ چونکہ یہ اعجاز ظاہر ہے اب بھی آزمایا جا سکتا ہے اسلئے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں صرف نام نہ بتائیے اور پڑھکر کسی نصیحت کی جگہ سے سنائیے اور پھر اسکا اثر دیکھئے اور مخالفین کو دکھائیے۔ میرے ایک دوست جو آجکل بڑے پُر جوش احمدی ہیں۔ اور احمدیوں میں عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے اور لوگ انکے وعظ کے مشتاق ہیں پہلے حضرت کو بُرا بھلا کہتے تھے ایکدن درثمین میرے پاس دیکھی جب پڑھا ؎

ملحد و کافر و دجّال ہمیں کہتے ہیں ۔۔ نام کیا کیا غم ملت میں رکھایا ہم نے

تو بے اختیار آنسو جاری ہو گئے اور اس شعر کو عالم وجد میں کئی بار دہرایا اسکے بعد مینے نہیں سنا کہ آپکے دل میں کوئی اعتراض حضور علیہ الصلوٰۃ پر پیدا ہوا ہو۔ کلام میں ہیبت کی بات سنئے کہ جب حضور لاہور میں تقریر فرما رہے تھے اور تقریر کرتے کرتے مخالفین کی بد زبانی اور گالیوں کا ذکر کیا۔ اسپر نبی اکرم صلعم کی شان میں خلل ڈالنے سے آپکا چہرہ سرخ ہو گیا۔ اسوقت تقریر کا کچھ اور عالم تھا۔ ہر فرد بشر خصوصاً احمدی خوف سے کانپ رہے تھے۔

(۱۷) ان میں ایک ہیبت ہوتی ہے جو خدا تعالیٰ کی ہیبت سے رنگین ہوتی ہے۔ اور چہروں پر عشق الہی کا نور ہیبت کی بابت سنئے کہ جو لوگ ہر وقت پاس بیٹھنے والے ہوتے ہیں بے تکلفی کے باعث اکثر انپر رعب نہیں رہتا۔ مگر مینے دیکھا کہ حضور کا جو سب سے زیادہ قریبی ہے سب سے بڑھکر خائف رہتا ہے۔ اور بولنے تک کا یارا نہیں پاتا۔ جب لاہور میں حضرت ہفتہ تک باہر تشریف نہ لائے اور کچھ زمیندار بھائی اپنے فصلی کاروبار کے باعث گھبرا گئے تو مینے مولوی عبد الکریم صاحب سے عرض کیا

کہ حضرت اقدس کی خدمت میں گزارش کیجائے کہ انکو قدمبوسی کا موقعہ دیا جائے آپنے جو جواب دیا وہ نوٹ کرنیکے قابل ہے فرمایا کہ میں یہ عرض کرنا ماموربن اللہ کے حضور میں گستاخی سمجھتا ہوں۔ اور ایسی جرأت نہیں کر سکتا کیا وہ انکے حال سے غافل ہے ضرور جانتا ہے اور جبتک خدا نکالے نہیں نکلیگا پھر مینے حکیم الامۃ کیخدمتمیں عرض کیا انہوں نے جوابدیا کہ میں خود جب سے لاہور آیا ہوں نہیں ملا گھر کی معرفت بھی کوئی سبیل قدمبوسی نکالنی چاہی تھی مگر کامیابی نہیں ہوئی حالانکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ قادیان میں ایک کمیٹی ہے اور میں اس کمیٹی کا ممبر اعلیٰ ہوں اور گویا حضرت کا وزیر ہوں اب دیکھا ممبر اعلیٰ کا حال کہ وہ قدمبوسی کا بھی تاحال منتظر ہے ایک اور مکرم بھائی نے کہا۔ کہ اس سے پہلے ہم جس واعظ و پیر سے ملتے روپے کے سبب اسے قبضے میں کر لیتے جو چاہتے وعظ کرواتے مگر اب تو حضرت کے قبضے میں ہیں اور بات کی جرأت نہیں۔ سیالکوٹ سے واپس آتے ہوئے جب وزیر آباد گاڑی کھڑی ہوئی تو مینے ایک ضروری مسئلہ تراویح کا پوچھنا تھا کیونکہ رمضان نزدیک تھا مینے فرداً فرداً تمام معزز و معتبر احمدی احباب سے کہا کہ یہ بات حضور سے پوچھ دو مگر سب نے کہا ہم میں یہ جرأت نہیں واقعی آپ کے سامنے ہونے سے ایک قسم کی ہیبت طاری ہو جاتی اور سوال کی جرأت نہ پڑتی ایکدفعہ مولویصاحب کہہ رہے تھے کہ باہر سے جو لوگ آتے ہیں جرأت کر کے کچھ پوچھتے ہیں تو ہم کو بھی کچھ فائدہ ہو جاتا ہے۔ ورنہ قادیانی اصحاب سے تو کوئی سوال کرنے کی جرأت ہی نہیں پاتا۔

(۸) خدا تعالےٰ انکو ضائع نہیں کرتا۔ اور انکو اسلئے بلندی سے نہیں گراتا۔ تا ہلاک کرے بلکہ اسلئے کہ خارق عادت طور پر نیچا دکھائے۔ اسلئے حضرت اقدس کو الہام ہوا کمثلک درّ لا یضاع تیرے جیسا موتی ضائع نہیں ہوتا اور قرآن مجید میں فرمایا وَاَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ الرعد ع۲ پ۱۳ (اور جو لوگوں کو نفع پہنچائے وہ ٹھہرا رہتا ہے) اپر جو مصائب بنتی ہیں تو اسکا انجام ذلت نہیں ہوتا۔ بلکہ کامیابی جیسے صندل و مشک کو گھسانے اور پیسنے سے زیادہ خوشبو نکلتی ہے۔ اور لوگوں پر اسکی غیر معمولی استقامت ظاہر ہوتی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور انکی جماعت پر جو ابتلا آتے ہیں ان سے یہی مراد ہے کہ خدا عجیب رنگ میں اپنی قدرتوں کو ظاہر کرتا ہے اور بتلاتا ہے کہ دیکھو میری طرف آنے والے بندے اور پھر میری امداد۔

(۹) انکو موت نہیں دیتا جبتک کہ وہ کام پورا نہ ہوئے یا اسکی مستحکم بنیاد نہ پڑجائے جسکے لئے وہ مبعوث ہوئے انشاءاللہ آپ حضرت علیہ السلام پر یہ نشان پورا[۱] ہوتے دیکھینگے۔ آپ تیس برس پہلے یہ الہام شائع فرما چکے تھے ثَمَانِیْنَ حَوْلًا اَوْ قَرِیْبًا مِّنْ ذٰلِکَ اَوْ تَزِیْدَ عَلَیْہِ سِنِیْنًا وَتَرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا ۸۰ سال یا اسکے قریب یا اسپر کچھ زیادہ سال ہیگا۔ اور تو بڑی لمبی نسل دیکھیگا۔ یہ ایک پیشگوئی جو پوری ہوتی ساری دنیا دیکھہ لیگی اور چونکہ احادیث میں بھی چالیس سال مسیح و مہدی کا رہنا لکھا ہے اسلئے یہ عمر آپ کی صداقت پر گواہ ہوگی آپکے قتل کے جتنے منصوبے ہوئے وہ ہم جانتے ہیں

---

[۱] الحمد للہ کہ یہ نشان پورا ہو چکا۔ تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ چالیس برس کی عمر میں مجھے خدا نے الہام و کلام سے مشرف کیا۔ اور براہین احمدیہ ۵۲ میں ہے ۱۸۶۸ء میں مجھے الہام ہوا بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈینگے ۱۹۰۸ء میں وفات پائی۔ ۸۰ سال کی عمر ہوئی قریباً ۹۳

مگر خدا تعالےٰ اپنے برگزیدہ کو سچائی پر چلاتا ہے انشاء اللہ آئندہ بھی ایسا ہوگا۔

(۲۰) ان کے آثار خیر باقی رہیں اور خدا تعالیٰ کئی پشتوں تک انکی اولاد پر نظر رحمت رکھتا ہے یہ بھی آپ دیکھینگے۔

مزید نشانات یہ علامتیں اولیاء اللہ کی ہیں جو سب کی سب ہمارے مسیح موعود میں پائی جاتی ہیں قطع نظر اسکے خود خداوند کریم نے شیطانی اور رحمانی وحی میں ایک امتیاز قائم کر دیا ہے کہ شیطانی وحی انپر ہوتی ہے جو بدکار جھوٹے ہوں فرمایا هَلْ أُنَبِّئُكُمْ عَلَىٰ مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيَاطِينُ ۝ تَنَزَّلُ عَلَىٰ كُلِّ أَفَّاكٍ أَثِيمٍ ۝ يُلْقُونَ السَّمْعَ وَأَكْثَرُهُمْ كَاذِبُونَ (میں تجھے بتاؤں شیطان کس پر اترتے ہیں۔ اترتے ہیں ہر جھوٹ بولنے والے بدکردار پر سنی سنائی باتونکو القا کرتے ہیں۔ اور بہت باتیں جھوٹی نکلتی ہیں پ ۱۹ النمل) یہ آیت بتا رہی ہے کہ جن لوگوں پر وحی ہوتی ہے انکی سوانحعمری پر غور کرنی چاہیئے اور گزشتہ زندگی پر غور کرکے دیکھو کہ اسکے معاملات کا کیا حال تھا انکی عادت جھوٹ بولنے کی تھی یا وہ راستباز مشہور تھے اور واقع میں بھی ایسے ہی تھے پھر یہ دیکھو کہ نیکو کاری ان میں کہانتک تھی اور دعویٰ وحی سے پہلے انکا چال چلن کیسا تھا تیسری یہ بات ہے کہ جب وہ پیشگوئی کریں تو سچی نکلتی ہے یا جھوٹی جب ثابت ہو جائے کہ یہ شخص راستباز تھا اور نیکو کار اور اسکی بتائی باتیں بھی سچی نکلتی ہیں تو بلا کسی وہم کے اسکے منجانب اللہ ہونے پر ایمان لانا چاہیئے۔ اسی محک پر حضرت مسیح موعود کی صداقت کا امتحان کرو دعوے کے بعد کی زندگی پر بحث نہیں کرونگا وجہ یہ کہ لوگ نہایت عناد سے ایسی ایسی باتیں منسوب کرتے ہیں جن کو انسے کچھ واسطہ نہیں ہوتا نیز تعصب کا پردہ ایسا آنکھوں پر پڑ جاتا ہے کہ حق نظر ہی نہیں آتا ہمارے مہدی کی راستبازی و نیکوکاری و اتقا کی شہادت قادیان کے ہندوؤں سے لیجئے وہ بتا دینگے کہ یہ انسان کس درجہ کا صلحکار نیک کردار تنہائی پسند۔ گوشہ نشین تھا کہ جب تک خدا نے نہیں نکالا نہیں نکلا۔ سیالکوٹ میں جب حضور تشریف لائے ہیں تو میں بھی حاضر ہوا۔ اتفاقاً میرا ڈیرا ایک ایسے مکان میں تھا جہاں اکثر مخالفین کا جمگھٹا رہتا تھا۔ مختلف قسم کی باتیں سننا ساتھ ساتھ تبلیغ و تردید کرتا جاتا۔ ایکدن وہ حضرت صاحب پر بڑے بڑے الزام دے رہے تھے کہ اسنے مسلمانوں و ہندوؤں میں نا اتفاقی ڈلوادی۔ یہ کیا وہ کیا میں نے کہا یہاں سات سال مرزا صاحب رہ چکے ہیں وہ زمانہ جوانی کا زمانہ تھا جس میں بے اعتدالی سے مامون رہنا نہایت دشوار ہے اور اسوقت آپکو کوئی دعویٰ بھی نہ تھا اب تو کہا جا سکتا ہے کہ دعوے کے سبب اپنے تقدس اختیار کر لیا ہے۔ پس تم لوگ اسوقت کا کوئی عیب بیان کرو۔ ایکدفعہ ملاء میں ہی انسان کی اصل کیفیت و فطرتی حالت معلوم ہو جاتی ہے اور یہ تو کئی برسوں کی مدت ہے میں اقرار کرتا ہوں کہ اگر ایک عیب و گناہ مثل رشوت یا دیگر اہلکارانہ تعدی کے نکال دو یا شباب کی غیرت سوز جوشوں کا ثبوت دیدو تو اسی وقت تمہاری بات سچ مان لوں۔ اور تم یہ ثابت کرنیکے لئے اس شہر کے بڑے بوڑھوں سے مدد لو اور ضرور لو سب نے متفق اللفظ ہو کر کہا کہ اسوقت تو قابل تعریف انسان تھا اور اسپر کوئی الزام نہیں لگایا جا سکتا ایسی امن و صلحکاری کی زندگی بسر کرتا تھا کہ کئی لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ وہ یہاں رہے بھی۔ اسپر میں نے کہا کہ تم لوگوں کو یہ الزام لگاتے ہوئے کہ لب مریں اندلاتی جاتی ہیں اسلئے باہر نہیں نکلتے اور ایک بی بی کے نکاح کی خبر دینے کو نفسانی خیالات پر محمول کرنے سے شرم کرنی چاہیئے

کیونکہ جب جوانی کے ایام میں ایسے خیالات ظاہر نہیں کئے تو پھر بڑھاپے میں) اب کیا ہے یہی جواب ہے ان عیسائیوں کا جو حضرت نبی کریم پر تعدد ازواج دکثیر الازدواجی) کا اتہام لگاتے ہیں کہ آپ نے پچاس سال کی عمر تک صرف ایک ہی نکاح رکھا اسکے بعد ملکی و مذہبی ضرورتوں نے زیادہ نکاحوں پر مجبور کیا۔ مدعی نبوت کی "پچھلی زندگی" اسکی راستبازی کا نشان بن سکتی ہے اسکے ثبوت میں ہم ایک آیت پیش کرتے ہیں قُلْ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ یونس ۱۱ (کہدے اللہ اگر چاہتا تو میں تجھ پر یہ نہ پڑھتا اور خدا نہ اس سے آگاہ کرتا میں اس سے پہلے بھی مدتوں رہ چکا ہوں۔ کیا تم نہیں سوچتے (کہ اگر میں ویسا ہی مفتری وجھوٹا فریبی تھا۔ تو اسکا نشان میرے پہلے معاملات میں بھی پایا جاتا) پھر ایک اور نشان لو۔ کہ اس شخص سے بڑھکر ظالم کون جو اللہ پر بہتان باندھے۔ یا اسکی آیتوں کو جھٹلائے (جھوٹ موٹ نبوت کا مدعی اور صادق مدعی کا جھٹلانے والا دونوں ظالم ہیں اور مجرم) اور حال یہ ہے۔ کہ مجرموں کو اللہ کامیاب نہیں کیا کرتا۔ گویا آپکی پچھلی زندگی کو آپ کی صداقت کی دلیل فرماتا ہے پس یہی دلیل حضرت مسیح موعود کے بارے میں دیتا ہوں کہ تم دعوے سے پہلی زندگی کو دیکھو کہ اسوقت آپکی راستبازی۔ نیکو کاری۔ امن پسندی۔ گوشہ نشینی مشہور تھی یا نہیں پس یہی انکے صدق کی دلیل ہے اور اس بات کا ثبوت کہ آپ پر شیطانی وحی نہیں کیونکہ ایسی وحی۔ افاک۔ اثیم پر ہوتی ہے اگر تم اسکے برخلاف کوئی دلیل یا مثال پیش کروگے تو یہ اعتراض سید نا مرزا صاحب پر نہیں۔ بلکہ سرور کائنات علیہ التحیات پر ہوگا پس اس سے بچو۔

سچے الہام کی شناخت کیونکر ہو

پھر سنو! کہ سچے الہام کی شناخت ان امور سے کیجا سکتی ہے (۱) وہ اس حالت میں ہوتا ہے کہ جب کہ انسان کا دل آتش درد سے گداز ہو کر مصفا پانی کی طرح خدا کی طرف بہتا ہے۔

(۲) سچے الہام کیساتھ ایک لذت اور سرور کی خاصیت ہوتی ہے نا معلوم وجہ سے یقین بخشتا ہے اور فولادی میخ کی طرح دھنس جاتا ہے (یہ شبہ نہیں رہتا کہ خدا کی طرف سے ہے یا کسی اور کی طرف سے) اور اسکی عبارت فصیح اور غلطی سے پاک ہوتی ہے (یہ بھی یاد رہے کہ بعض اوقات عام قواعد نحو کے خلاف الہام ہوتا ہے اور نادان سمجھتے ہیں کہ غلط ہے حالانکہ انکی اپنی سمجھ میں غلطی ہوتی ہے۔ قرآن مجید میں اس قسم کی بہت سی مثالیں پیش کیجا سکتی ہیں۔ چنانچہ دیکھو:-

(۱) ان ھٰذان لساحران بجائے ھذین

(۳) سچے الہام میں ایک شوکت بلندی ہوتی ہے دل پر مضبوط ٹھوکر لگتی ہے اور رعبناک آواز سے نازل ہوتا ہے مگر جھوٹے الہام میں چوروں۔ مخنثوں۔ عورتوں کی سی دھیمی آواز ہوتی ہے۔ کیونکہ شیطان۔ چور۔ مخنث اور عورت ہے۔

(۴) سچا الہام خدا تعالےٰ کی طاقتوں کا اثر اپنے اندر رکھتا ہے ضرور ہے کہ اس میں پیشگوئیاں ہوں اور وہ پوری بھی ہوں

(۴) سچے الہام پر انسان کی تمام اندرونی قوتیں گواہ ہو جاتی ہیں۔ اور ہر ایک قوت پر ایک نئی اور پاک روشنی پڑتی ہے۔ انسان اپنے اندر ایک تبدیلی پاتا ہے اسکی پہلی زندگی مر جاتی ہے انسان کو دن بدن نیک بناتا جاتا ہے۔ اور اندرونی کثافتیں اور غلاظتیں پاک کرتا ہے اور اخلاقی حالتوں کو ترقی دیتا ہے۔

(۵) سچا الہام ایک ہی آواز پر ختم نہیں ہوتا۔ کیونکہ خدا کی آواز ایک سلسلہ رکھتی ہے جسکی طرف توجہ کرتا ہے مکالمت کرتا ہے۔ سوالات کا جواب دیتا ہے ایک ہی مکان اور ایک ہی وقت میں انسان اپنے معروضات کا جواب پا سکتا ہے۔

سچا الہام اسباب سے معرفت شئ میں سے ہے

حضرت اقدس کے الہاموں میں یہ سب صفتیں پائی جاتی ہیں جو انکے سچے ہونیکی دلیل ہیں۔ پھر میں تعجب کرتا ہوں کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ الہام کسی شے کے معرفت کے اسباب سے نہیں لاحول ولاقوۃ ایسا کہنا گویا کل نبیوں کی تعلیم کا انکار کرنا ہے کیونکہ انکی بنا الہام پر ہے۔

تو جب یہ حسن و قبیح صحیح و غلط کی پہچان کا معیار نہیں تو پھر توراۃ و انجیل و قرآن کے احکام پر کن وجوہ و دلائل سے عمل کیا جاتا ہے ہاں یہ ٹھیک ہے کہ الہام و وحی میں صفائی و بلحاظ قلت کثرت کا فرق ہے مگر الہام و وحی ایک ہی معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ خدا کی کتاب میں اسکی نسبت کوئی فرق نہیں کیا گیا سب پر وحی کا اطلاق ہی ہوا ہے کیونکہ ہر دو میں جبرئیل نور کا اثر ہے فرمایا وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللّٰهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ زخرف ۶/۵ (۲۵) اور کسی بشر کو یہ یارا نہیں کہ خدا سے کلام کرے بجز ان طریقوں کے وحی سے یا پردے کے پیچھے سے یا کسی رسول کو بھیجدیتا ہے۔ اور وہ اسکے اذن سے وحی سناتا ہے وہ بلند مرتبہ اور حکمت والا ہے (پس اسکا کلام حکمت سے خالی نہیں ہونا چاہیئے) وَكَذٰلِكَ أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ رُوحًا مِنْ أَمْرِنَا (پس اسی طرح ہمنے تم پر اپنا کلام نازل کیا) مسلمانوں میں تو یہ سلسلہ قیامت تک رہنا تھا۔ مگر وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہے جب اسکی سزا میں کلام سے محروم ہوئے جیسا کہ فرمایا إِنَّ الَّذِينَ يَشْتَرُونَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَأَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيلًا أُولٰئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ آل عمران ۶/۹ ۳ (جو لوگ اللہ کیساتھ باندھے ہوئے عہد اور اپنی قسموں کے عوض تھوڑا مول لیتے ہیں۔ آخرت میں انکو کوئی حصہ نہیں اللہ ان سے کلام نہیں کرتا) تو یہ بجھ بیٹھے اب کلام کا دروازہ بند ہو گیا۔ یہ ملائکہ کی نسبت ہمارا عقیدہ ہے +

کُتب

اب سنئے کتابوں کی نسبت کہ ہم ایمان لاتے ہیں اسبات پر کہ قرآن مجید آخر الکتب ہے جو ہر طرح سے کامل و اکمل ہے اسکے احکام تاقیامت قائم رہینگے اسکی نسبت فرمایا اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا المائدہ ۶/۱ + (آج کے دن تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری و تمام کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا) پس ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ اسکے علاوہ کوئی اور طریق عبادت اختیار کریں۔ کیونکہ نبی کریم صلعم نے جو کچھ اپنے رسول کی معرفت فرمایا وہ تمام انسانی کمالات کے لئے کافی ہے۔ پس ان عبادتوں کے سوا جو

زمانہ رسالت پناہی میں رائج تھیں کسی اور بات کو بھی از قسم عبادت سمجھکر اسپر مداومت کرنا ہرگز جائز نہیں کیونکہ فرمایا رسول اکرم صلعم نے عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِذِ وَإِيَّاكُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْأُمُورِ فَإِنَّ كُلَّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلَّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ (رواہ احمد وابوداؤد (مشکوٰۃ) تمپر لازم ہو میری سنت پر عمل اور میرے خلفاء راشدین ومہدیین (جو قیامت تک صدی کے سر پر مبعوث ہوتے رہینگے) کی سنت پر عمل۔ بس اسپر تمسک کرو اور دانتوں سے خوب محکم پکڑو۔ اور نئی نئی باتوں سے بچتے رہو کیونکہ ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت ضلالت۔ پھر فرمایا شَرُّ الْأُمُورِ مُحْدَثَاتُهَا امور میں سے نئی بات نکالنا ہے (مشکوٰۃ) اب میں تمام سجادہ نشینوں وظائف خوانوں۔ عالموں سے پوچھتا ہوں کہ خدا کے لئے تعصب سے پاک ہوکر سوچو کہ یہ جو وظیفے دن رات تم پڑھتے رہتے ہو۔ اور اے فقر کے دعویدارو! یہ جو ذکر کر کے تم نے عقیدے نکالے ہیں کہ ذکر جہر وذکر خفی نور لطائف وغیرہ کیا یہ نبی کریم کے زمانے میں بھی رائج تھے یا رسول اکرم کی تعلیم ہیں اور کیا تم اسکا ثبوت دے سکتے ہو۔ ہرگز نہیں بس پھر کیوں اسپر زور دیتے ہو حالانکہ سب سے پہلے تو یہ ضرورت ہے کہ اپنے مریدوں کو فرائض پر قائم کرو۔ غضب کی بات ہے کہ نماز تو پڑھیں نہیں اور وظیفہ سَقَانِي الْحُبُّ كَاسَاتِ الْوِصَالِ صبح کو نہ چھوڑیں اور اگر نماز پڑھیں بھی تو وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مُكَاءً وَتَصْدِيَةً (الانفال ۴ع) ۹ (اور بیت اللہ مسجد کے نزدیک انکی نماز بجز تالیوں اور سیٹیوں کے نہیں (۲) وَإِذَا قَامُوا إِلَى الصَّلَاةِ قَامُوا كُسَالَىٰ يُرَاءُونَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُونَ اللَّهَ إِلَّا قَلِيلًا (النساء ۲۱ع) ۵ (جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی اور بیدلی سے لوگوں کو دکھاتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا سا یعنی جلدی جلدی ایک دو ٹھونگے لگا کر چلدیتے ہیں) آپ نے اگر یہ نظارہ دیکھنا ہو تو عام مسجدوں میں جا دیکھئے اور ذرا احمدیوں کی بھی نماز دیکھئے کہ مَا اسْتَكَانُوا لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُونَ (المومنون ۵ع) ۱۸ (اپنے رب کے لئے نہ جھکے اور نہ گڑگڑائے) کا مضمون کس پر صادق آتا ہے بعض لوگ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم تو ٹھہر ٹھہر کر ہی پڑھتے ہیں مگر میں پوچھتا ہوں اگر کچھ بھی لذت ہو تو اتنی جلدی کیوں فارغ ہو جائیں۔ میں قسمیہ کہتا ہوں کہ اگر وہ نماز کی لذت ذرا بھی پالیں تو ذکر اللہ کا خیال بھی نہ کریں اور جب وہ منازل سلوک کو طے کرنا چاہیں تو اسی نماز کے ذریعے سے کریں کیا وجہ ہے کہ وہ اپنے روحانی کمالات نماز کے ذریعہ سے حاصل نہیں کرتے صرف اسی لئے کہ وہ نماز کو محض ایک ڈنڈ سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ تمام عبادات کی جامع ہو اور میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ کسی قوم کی کوئی عبادت نہیں جسکا نمونہ اس میں نہ پایا جائے جو لوگ ذکر کثیر سے مراد اللہ اللہ بار بار کرلیتے ہیں۔ وہ سوچیں کہ نماز میں نہ صرف دل بلکہ زبان اور تمام جوارح ذکر کرتے ہیں یہی معنی ہیں ذکر کثیر کے صرف ضرورت اتنی ہو کہ ظاہری ہیئت وافعال کی درستی پر ہی نماز کا کمال نہ سمجھ لیا جائے بلکہ "حضور قلب" کو سب سے ضروری سمجھیں قیام کریں تو اس سے یہ مراد لیں کہ میں دست بستہ اللہ کے احکام بجالانے کو حاضر ہوں رکوع سے یہ مراد کہ میری روح غیر اللہ سے انقطاع کر کے اسی کے دروازے پر

جھک گئی اور سجدہ سے یہ کہ بالکل اسی کا ہو کر اسی کے دروازے پر گر پڑا پھر یہ بھی دیکھیں کہ نماز پڑھنے میں کچھ لذت بھی آئی ہے کہ نہیں کیونکہ خداوند کریم نے دنیا کی ہر ایک چیز میں ایک لذت رکھی ہے جسم کی غذا میں جبکہ ایسی لذت ہے کہ تمام بدن سرور سے بھر جاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ روح کی غذا میں کوئی لذت کوئی سرور نہ ہو۔ اگر آپکو یہ لذت محسوس نہ ہوتی ہو تو اپنی بیماری کا یقین کیجئے کیونکہ بیمار کو شیریں چیز بھی تلخ ہی معلوم ہوتی ہے کسی مسیحا نفس حکیم کی طرف متوجہ ہو جیسے نہ ایسے پیر کی طرف جو تمہیں حاضر ہوتے ہوئے ایک وظیفہ بتائے اور ایسی مصروفیت میں لگائے کہ جیسی بری بھلی نماز پڑھتے ہو اس سے بھی رہ جاؤ متوجہ اسکی طرف ہو جسکے دل میں نماز کی عظمت ایسی جاگزین ہو کہ وہ اسکے سوا کسی غیر مسنون وظیفے وغیرہ کی طرف متوجہ ہونا ہی گناہ سمجھتا ہو اور تمام روحانی کمالات کو اسی میں مقصور سمجھے دوستو! تم ہمارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو ایسا نہ پاؤ گے بیٹے "فریق ثالث" سے اسوقت کے پیشواؤں پر نظر کی سب نے کچھ نہ کچھ ملایا گو انکی نیک نیتی پر میں حرف نہیں رکھ سکتا۔ اور تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْأَلُونَ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ (یہ گروہ مر چکا اسکے لئے ہے جو انہوں نے کمایا اور تمہارے لئے ہے جو تم عمل کرو گے جو کچھ وہ کرتے رہے اسکے بارے میں تم سے نہ پوچھا جائیگا۔ البقرہ ۱ پ۲) پڑھکر انکا معاملہ خدا کے سپرد کرتا ہوں مگر اس زمانہ کے لوگ انکا تتبع نہیں کر سکتے کہ یقین نہیں انہوں نے ایسا کیا بھی اور کیا تو کس حالت کے ماتحت پھر ہم کلمہ تو نبی کریم کا پڑھتے ہیں انہی کی متابعت ہمپر فرض ہے اور وہی معصوم عن الخطاء تھے پس کسی دوسرے کا اتباع فرض ہو جبتک اسکے لئے نص صریح وارد نہ ہو جیسا کہ ہمارے امام کے لئے کیف انتم میں اطاعت کو واجب کر دیا گیا ہے۔

حقیقت میں جو شخص نماز کو چھوڑ کر کسی اور غیر مسنون وظیفے یا طرز عبادت کو روحانی کمالات کے لئے اختیار کرتا ہے وہ رسول اللہ صلعم کی تعلیم اور قرآن کریم کی ہتک کرتا ہے کیونکہ ہم جب زمانہ نبوی کی طرف دیکھتے ہیں تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تمام روحانی کمالات کو نماز ہی کے ذریعے پایا۔ اب اسکے علاوہ کچھ اور اختیار کرنا گویا یہ ظاہر کرنا ہے کہ نماز ان باتوں کے لئے کافی نہیں اور یہ کامل و مکمل نہیں بلکہ اس میں کسی قدر زیادتی کی ضرورت ہے افسوس ہے ایسے لوگوں پر منہ سے تو یہ دعوے کہ رسول کریم صلعم خاتم الانبیاء تھے۔ اور عملی طور سے یہ سگے انکے دین میں دخل دینے اور بہانہ یہ کر دیا کہ اسی سے استنباط کرتے ہیں بایہ کہ کیا یہ ثواب کا کام نہیں یا کیا یہ برا کام ہے۔ حالانکہ موسیٰ علیہ السلام کے دین میں جو نماز وغیرہ عبادت مقرر تھی وہ بھی برا کام تو نہیں مگر زمانہ محمدی میں مقبول نہیں ایسا ہی یہ تمہارے مخترعات ہر چند کہ بظاہر اچھے معلوم ہوتے ہیں۔ مگر ختم نبوت کے وسیع معنوں کے لحاظ سے نہایت برے ہیں تم کہتے ہو کہ وہ خیر القرون کا زمانہ تھا۔ صرف نماز روحانی کمالات کے لئے کافی تھی۔ مگر اب ایسا زمانہ نہیں کہ محض نماز کافی ہو مگر میں کہتا ہوں اسطرح گویا تم یہ کہتے ہو کہ نبی کریم کی تعلیم ایک خاص زمانہ کے لئے مفید تھی اور نیز یہ کہ اسمیں ایسی برکت نہ تھی خیر القرون کے بعد کے گنہگاروں کے لئے بھی نافع ہو افسوس ہے آپ لوگوں کی الٹی سمجھ پر۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم سخت گنہگار ہیں ہمکو زیادہ عبادت کی ضرورت ہے تعجب کی بات ہے کہ وہ مقررہ عبادت تو کبھی
سے ادا نہیں کرتے اور زیادہ کی طرف دوڑتے ہیں۔ میں انکو خوب جانتا ہوں جنکی تعلیم کا یہ اثر پڑ رہا ہے کہ لوگ وظائف کیطرف
توجہ سے اہتمام سے دوڑتے ہیں۔ اور فرضوں کا کچھ خیال نہیں کرتے سحر کے وقت اٹھینگے اب نبی اکرم صلعم کا تو یہ قاعدہ تھا کہ پچھلی رات
نماز میں گذار دینگے مگر یہ لوگ ہیں کہ بادل ناخواستہ دو چار رکعتیں پڑھکر خود ساختہ وظیفوں کو شروع ہو جائینگے اور پڑھتے
پڑھتے ایسے غرق ہونگے کہ فجر کی نماز میں قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ اور قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ کی قرأت ہو۔ اور پھر
دن چڑھ جائے افسوس وہ نماز جو قرآن الفجر کہلائی اسکا یہ حال ہو اور وظائف پر ناحق زور دیا جائے جس میں بعض شرک سے
مملو ہیں پھر کھلے بندوں مسجد میں جہاں حکم ہے وَاَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا الجن ۱۶ ۲۰ (مسجدیں
اللہ کے لئے ہیں پس اس میں اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو) کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارا جائے وہاں بے محابا یا شیخ
عبد القادر شیئاً للّٰہ پڑھا جائے مولانا حکیم الامۃ ایکدفعہ تاسف سے فرماتے تھے چشتی جو دعا سنسکرت کے الفاظ سے مملو پڑھتے ہیں
اس میں بہت سے کلمات شرک ہیں افسوس کہ اسکو منتر گ سمجھکر پڑھا جاتا ہے۔ اصل بات تو مجھے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ہندو جوگیوں
بیراگیوں سادھوؤں۔ برہمنوں کا اثر اس فرقہ صوفیا پر بہت پڑا ہے جیسے وہ سمادھی لگاتے ہیں ایسا ہی یہاں مراقبہ ہے
فرق صرف اتنا ہے کہ وہ کچھ اور کلمات مثل سوہم وغیرہ پڑھتے ہیں انہوں نے اسکی جگہ یا ہُو اللہ قسم الفاظ رکھ لئے تعویذ و عملیات میں
بھی یہی بات دیکھتا ہوں کہ پہلے ہنومان جی کی دہائی دیکر پیچھے لکھدیتے ہیں "کم سو جو اللہ محمد کرے" ایسے ہی انکی تقلید میں عربی
دعاؤں میں کچھ سنسکرت منتر ملا لئے یہ سب ہندوؤں کا اثر ہے اور بلاد اسلامیہ میں اس قسم کی کوئی بدعت نہیں گو دوسری طرح
کی ہیں اگر ہیں بھی تو ہندی لوگوں کا اثر ہے پھر یہ وظائف جو ہیں شخصی رائے ہے انکو خدا کے کلام پر ترجیح دینا سخت عیب و گناہ
کی بات ہے۔ کیا قرآن کریم تمام اقسام کی برکتوں کو حاوی نہیں افسوس ہے اس پر جو ایسا نہ سمجھیں دیکھو خدا فرماتا ہے۔ هٰذَا
كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ الانعام ۶ ۱۱ ۸ (یہ کتاب ہمنے اتاری جو جمیع اقسام برکات کو حاوی ہے) (۲) پھر دیکھو انبیاء ۱۳ ۶ یہی
آیت (۳) هٰذَا ذِكْرٌ مُّبٰرَكٌ اَنْزَلْنٰهُ (یہ ذکر تمام برکتوں کا جامع جسے ہمنے اتارا) (۴) كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ
مُبٰرَكٌ (کتاب اتاری ہمنے تیری طرف جو بڑی برکت والی ہے) پس اب مجھے بتاؤ کہ جب سب برکتیں اور فتوحات
قرآن میں ہیں تو تم لوگ کیوں اسکے سوا دوسرے ایسے وظیفوں کو پڑھتے ہو جنکی کتاب و سنت میں کوئی سند نہیں۔ کیا نبی
کریم نے فرمایا کہ تم قصیدہ غوثیہ یا دلائل الخیرات یا حرز یمانی اور اد عشرہ وغیرہ پڑھا کرو۔ میں اکثر لوگوں کی زبانی
سنتا ہوں۔ کہ انکو پڑھنے سے ہمکو مالی امداد پہنچتی ہے اسکے جواب میں دعوے سے سنایا جاتا ہے کہ اگر تم لوگوں کا قرآن مجید
کے بابرکت ہونے میں ایسا ہی یقین ہو جیسا کہ اس من گھڑت وظیفے پر تو ضرور سب فوائد ہوں دیکھو حضرت مسیح موعود کے
پاس یا وجود اتنے موانعات کے اتنا آدم آتا ہے کہ کیا بیان کروں۔ اور مدینہ کی طرح حالانکہ آپ کوئی وظیفہ یا عمل نہیں پڑھتے دوسرے
پیروں کی طرف جانے کے لئے کوئی منع نہیں کرتا مگر مرزا صاحب کے پاس جانیکے واسطے تو ہزارہا لوگ منع کرتے ہیں جب

حضور سیالکوٹ یا لاہور میں آئے ہیں تو کیا یہ امر مخفی ہے کہ آپ کی مجلس میں جانے سے روکنے کے لئے کسقدر کوشش کیجاتی تھی مگر نتیجہ خلاف امید نکلتا یعنی جتنا روکا اتنے ہی زیادہ آدمی آگئے لاہور جب روز لیکچر تھا مخالفین کی طرف سے بیحد کوشش ہوئی بلکہ بڑے بڑے سپیکروں واعظوں کا نام دیکر اشتہار دیا گیا کہ انکا وعظ فلاں جگہ ہوگا مرزا کے لیکچر میں کوئی نہ جائے مگر آخر بارہ ہزار آدم زاد اکٹھا ہو گیا سیالکوٹ میں ناکہ بندی پورے پورے طور سے کی گئی ہر راستے پر پہرہ بیٹھا کہ اپنے ذاتی اثر سے جانے سے روکے مگر سعید روحیں بے اختیار دوڑی گئیں جب تک حضرت صاحب تشریف نہ لائے احمدیوں کے سوا سرا میں کوئی نہیں تھا مگر جب آپ کی سواری سرائے کے قریب پہنچی تو مخالفین کا جلسہ درہم برہم ہو گیا۔ اگرچہ اس آیت کا شان نزول بننے کی جان و دل سے کوشش کی وَلَا تَقْعُدُوْا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوْعِدُوْنَ وَتَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبْغُوْنَهَا عِوَجًا الاعراف ع۱ ۸ (اور تم جو ہر راستے پر بیٹھکر ہر اس شخص کو جو ایمان لانا چاہئے اسے ڈراتے اور خدا کی راہ سے روکتے ہو اور کجی و کجروی چاہتے ہو ایسا نہ کرو) غرض جتنی مخالفت حضرت اقدس ع کی ہوتی ہے اگر اتنی ان گدی نشینوں کی ہو تو پھر ان عملوں و وظیفوں کا اثر دیکھو اور یہاں تو ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں مگر پھر بھی جذب روحانی زائد از حساب ہے۔

حضور علیہ السلام سے ایک بار ان وظائف کی نسبت پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا انسان کو چاہیئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آئے تو دعا کرے اور خود بھی خدا سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آئے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جسکے باعث وہ قوم تباہ ہوئی بلا مدد وحی کے ایک بالائی منصوبہ جو کتاب اللہ کے ساتھ ملاتا ہے وہ اس شخص کی ایک رائے ہے جو کہ کبھی باطل بھی ہوتی ہے اور ایسی رائے جسکی مخالفت احادیث میں موجود ہو وہ محدثات میں داخل ہوئی رسم اور بدعات سے بہتر ہے اس سے رفتہ رفتہ شریعت میں تصرف شروع ہو جاتا ہے بہتر طریق یہ ہے کہ ایسے وظائف میں جو وقت اس نے صرف کرنا ہے وہی قرآن شریف کے تدبر میں لگائے قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے پھر آگے چلکر اور قسم کا پھول چنتا ہے پس چاہیئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھائے اپنی طرف سے الحاق کی کیا ضرورت ہے ورنہ پھر سوال ہوگا کہ تم نے ایک نئی بات کیوں بڑھائی خدا کے سوا اور کس کی طاقت ہے کہ کہے کہ فلاں راہ سے اگر سورہ یٰس پڑھو گے تو برکت ہوگی ورنہ نہیں۔ اسلام میں کفر بدعت، زندقہ الحاد وغیرہ سب اسی طرح سے آئے ہیں کہ ایک شخص واحد کے کلام کو اسقدر عظمت دیگئی جسقدر کلام الٰہی کو عظمت دی جانی چاہیئے تھی۔

اکثر لوگ یہ بھی کہدیتے ہیں کہ ہم درود مستغاث یا کبریت اعظم یا دلائل الخیرات کیوں نہ پڑھیں کہ اس میں آنحضرت پر درود ہی ہے مگر میں کہتا ہوں کہ کیا وہ اس حدیث کو بھول گئے جس میں ایک صحابی نے يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ کی تفسیر میں پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم آپ پر کسطرح صلوٰۃ بھیجیں تو آپ نے فرمایا اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ

وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاهِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (متفق علیہ
دیکھو باب مشکوٰۃ باب صلوٰۃ علی النبیؐ) پس یہ درود ہی جو نبی کریمؐ نے فرمایا اب اس نص کے ہوتے تم کن وجوہات سے اوروں کے
تصنیف کردہ درودوں کو (خواہ اولیاء اللہ ہی کیوں نہ ہوں) ترجیح دیتے ہو ہم یہ نہیں کہتے کہ نبی اکرم صلعم کی تعریف نہ کرو
مطلب صرف یہ ہی کہ ایک بزرگ نے شوق سے اگر کچھ لکھا ہے تو دوسرے کو اسکے بطور وظیفہ ہر روز پڑھنے اور نبی اکرمؐ کے
بتلائے ہوئے درود پر اسکو ترجیح دینے کا کیا حق ہی اور کیونکہ وہ اسکا ثواب اس سے کم سمجھتا ہی کیونکہ اس بزرگ کے تصنیف
کردہ درود کو پڑھنے کا صاف مطلب یہ ہی کہ نبی کریم صلعم نے جیسا فرمایا اس میں زیادہ ثواب نہیں خیر یہ تو پھر درود ہے
مگر قصیدہ غوثیہ وغیرہ کیوں پڑھا جاتا ہی حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ تو سَقَانِی الْحُبُّ کَاسَاتِ الْوِصَالِ
اور وَلَوْ اَلْقَیْتُ سِرِّیْ فَوْقَ نَارٍ ٭ لَخَمَدَتْ وَانْطَفَتْ مِنْ سِرِّ حَالٍ وغیرہ
فرمائیں تو یہ انکی شان کے شایان تھا مگر یہ شخص جو اس قصیدے کو گیارہ بار پڑھتا ہی یہ کس منہ سے باتیں کہہ رہا ہے
کیا اسکا یہ حال ہی؟ اصل میں اولیاء اللہ کے ایسے کلام صرف بطور نشان تھے کہ جب ہماری طرح کوئی اخلاص وعبادت
میں کوشش کرتا ہوا ان منزلوں تک پہنچے تو اپنے حال کو ان اشعار سے مطابق پاکر خدا کا شکر بجالائے کہ میں راہ سے چوکا
نہیں بلکہ انکے قدم بقدم جا رہا ہوں یہ مطلب تو نہیں تھا کہ ان علامتوں کو حفظ کر چھوڑیں کیا جغرافیہ میں کسی ملک کے
شہروں کے نام یاد کرنے سے کوئی دعوی کر سکتا ہی کہ میں ان مقامات میں ہو آیا ہوں میرے دوستو! بخدا میں بڑی
ہمدردی کے سبب عرض کر رہا ہوں آپ براہ مانئے ذرا تعصب وجوش سے پاک ہو کر میری باتوں کو سنئے کہ میں ٹھیک
کہہ رہا ہوں یا غلط۔ پھر خوب سوچو کہ ان وظائف میں یہانتک محو ہونا کہ نماز وقرآن سے غفلت ہو جائے یا کم ازکم ان میں
کی لذت اڑ جائے کہانتک معیوب ہے اصل میں مفلسی ہی یہ سب کچھ کراتی ہی مگر افلاس کیوجہ خدا کی کتاب میں جو لکھی ہی۔ وہ
یہ ہی کہ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا ط ۱۶ (اور جو میرے ذکر (قرآن) سے روگردانی اختیار
کرے اسکے لئے ہم گزران تنگ کر دیتے ہیں) پس یہ وجہ ہے افلاس جسکو دور کرنا چاہیئے۔ تو ایسے وسائل اختیار کرنا جن سے
قرآن مجید سے اور بھی دوری ہو حضرت علیہ السلام فرماتے ہیں۔ قرآن شریف سے اعراض کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک
صوری اور معنوی۔ صوری یہ کہ کبھی کلام الہی کو پڑھا ہی نہ جائے۔ جیسے اکثر لوگ مسلمان کہلاتے ہیں مگر وہ قرآن شریف
کی عبارت تک سے بالکل غافل ہیں اور ایک معنوی کہ تلاوت تو کرتا ہی مگر اسکے برکات وانوار ورحمت الہی پر ایمان نہیں ہوتا
(جبھی کہتے ہیں کہ الہام کا دروازہ اب بند ہو چکا) یہ بھی اعراض کی ایک صورت ہی کہ لفظوں کو رٹا جائے مگر معنی کی طرف
مطلق خیال نہ ہو کیا قرآن شریف طوطے کی طرح پڑھنے کے لئے نازل ہوا تھا اگر یہی حال ہے تو پھر طوطے اور انسان
میں کیا فرق ہے کیونکہ لفظ تو وہ بھی بول لیتا ہے مگر سمجھتا نہیں کہ کیا کہہ رہا ہے ایسا ہی وہ انسان ہے جو معنی نہ سمجھے
اسپر بعض کہتے ہیں کہ خدا تو سمجھتا ہے اجی کچھ ہوش بھی ہی قرآن انسانوں کے لئے نازل ہوا تھا یا خدا نے اپنے لئے اتارا

پھر کہتے ہیں اسکے معنی تو علماء کا حصہ ہیں بیشک مگر کہیں یہ تو نہیں لکھا کہ تم کو معنے پڑھنے گناہ ہیں. قرآن شریف صرف علماء کے لئے نہیں بلکہ ہر مومن مسلمان کے لئے ہے آپ کو معنی نہیں آتے تو کیا کسی اور عالم کو بھی نہیں آتے کیوں نہیں ترجمہ قرآن منگوا لیتے اور اپنے امام مسجد سے ہر روز وقت مقررہ پر سنتے غضب کی بات ہے کہ خط آئے تو اسکو پڑھانیکے لئے تو دوڑو اور بار بار سنو. مگر خدا کا پیغام سمجھنے یا سننے کی کوشش تک نہ کرو تفو باد بر ایں خیالات بد. ہیر اور سوہنی مہینوال سننے سنانیکے لئے تو وقت ہے اور قرآن مجید سننے کیلئے وقت نہیں اے مسلمانو! خدا تمہاری حالت پر رحم کرے کیا اسی برتے پر تم لوگ احمدیوں کو کوستے ہو دیکھو احمدی قرآن کو اپنی جان و اپنا ایمان سمجھتے ہیں ہر وقت فرصت میں کسی نہ کسی آیت پر تدبر کرتے دیکھو گے بعض لوگ ایسے بھی دیکھے جاتے ہیں جو قرآن بھی پڑھتے نماز بھی گو اس ذوق شوق سے نہیں مگر ساتھ ہی کچھ خود ساختہ وظایف بھی اور کہتے ہیں ہم زیادہ گنہگار زیادہ عبادت کے محتاج ہیں. میں کہتا ہوں کیا انہوں نے اس عبادت مقررہ سے جو نبی کریم صلعم نے فرمائی فرصت پالی اپنے اخلاق کو ٹھیک ایسا کر لیا جیسا کہ قرآن مجید میں مومنوں کے اوصاف واقع ہوتے ہیں جو ایسی باتوں کی طرف دوڑے ہیں. دیکھو مشکوۃ میں ایک حدیث ہے جو انس سے مروی ہے کہ تین آدمیوں نے ازواج النبی صلعم سے حضور کی عبادت کی نسبت دریافت فرمایا جب انہیں خبر دی گئی تو انہوں نے اسے بہت کم سمجھا اور کہا ہماری نبی صلعم سے کیا نسبت اسکے تو خدا نے اگلے پچھلے گناہ بخشدئے. پھر ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تمام رات نماز پڑھتا ہوں دوسرا بولا ہمیشہ روزہ رکھتا ہوں تیسرا بولا میں عورتوں سے کنارہ کش ہونگا. نبی اکرم صلعم آئے تو فرمایا کیا تم ہو وہ جنہوں نے ایسا ایسا کہا سنو! میں تم سے زیادہ متقی زیادہ ڈرنیوالا ہوں لیکن میں روزے رکھتا پھر ناغے بھی کرتا ہوں نماز پڑھتا ہوں سوتا بھی ہوں اور عورتوں سے نکاح کرتا ہوں. پس جو میری سنت سے منہ پھیریگا وہ مجھ سے نہیں (متفق علیہ) جو فقیر اپنا تقدس جتلانے کو مجرد رہتے ہیں وہ یاد رکھیں کہ ایسا کرکے ایک بڑے حق میں خلل انداز ہو رہے ہیں. اور گویا خدا کی دی ہوئی قوتوں کو اپنے محل پر نہ خرچ کرکے کفران نعمت الہی کے الزام میں ہیں. اور ان اخلاق فاضلہ کے دکھانے اور ثواب حاصل کرنے سے محروم ہیں جو نکاح وغیرہ کے بعد پیش آتے ہیں شیخ سعدی رح نے سچ کہا ہے ؎

بزہد و ورع کوش صبر و رضا ❊ و لیکن میفزائے بر مصطفےٰ

حضرت مسیح موعود کو اس امر کا بڑا ہی خیال ہے صرف یہی ایک خلیفہ ہے جسنے نبی اکرم کے طریق سے ایک قدم بھی ادہر ادہر ہونا موجب کفر و حرمان سمجھا چنانچہ فرمایا ؎

یک دمے دوری ازاں روشن جناب ❊ نزد ما کفر است و خسران و تباب

صرف منہ ہی سے نہیں بلکہ عمل سے ایسا دکھا دیا ہزاروں آدمی آتے ہیں کہتے ہیں حضرت جی! کوئی حرف بتائیے جیسا کہ عام پیروں سے پوچھنے کی عادت ہے مگر کیا کوئی گواہی دے سکتا ہے کہ آپنے کوئی نیا وظیفہ بتلایا ہاں تسبیح. الحمد للہ. لاحول و لا قوۃ الا باللہ استغفار ہے جسکی نسبت آپ ہمیشہ تاکید فرماتے رہتے ہیں کیونکہ یہ سب نبی کریم سے ثابت ہیں پھر انکے لئے بھی کوئی تعداد مقرر

نہیں وقت نہیں بلکہ ہر وقت کوئی کتنی بار پوچھو کتنی بار پڑھوں مگر آپ یہی کہینگے ہاں پڑھا کرو۔ اصل میں جنھوں نے تعداد مقرر فرمائی انہوں نے صرف اپنی خصوصیت جتانے کے لئے کہ ہمارا سکہ بھی اسکے دل پر بیٹھا ہے رکعتوں وغیرہ پر بھی قیاس نہیں ہوسکتا کیونکہ لا قیاس فی المقادیر ایک مشہور مسئلہ ہے نبی اکرم کے سوا کسی کو حق حاصل نہیں۔ کہ کسی وظیفہ یا عبادت کی تعداد مقرر کرے کیونکہ یہ شارع کا کام ہے اور شریعت حضور انور پر ختم ہوچکی جن وظائف کی تعداد نبی اکرم سے بسند صحیح ثابت ہے اسکو ہم تسلیم کرتے ہیں حضرت مسیح موعود اس بات کا بڑا اہتمام کرتے ہیں سب سے مقدم قرآن کو رکھا جائے پھر نبی اکرم کے افعال کو یعنی آپنے ان احکام قرآنیہ پر جیسے عمل کر کے دکھایا اسکا نام "سنت" ہے۔ اسکا درجہ حدیث سے اول ہے کیونکہ یہ ایسے مسائل ہیں جو تعامل میں آکر مستقر فی الاذہان ہوگئے اور ان میں کسی قسم کا شک نہ رہا کیونکہ بار بار کے تکرار سے عادت بلکہ طبیعت ثانی ہوگئی پھر اسکے بعد حدیث ہے زبانی روایات ہیں جن میں کئی طرح کے شکوک ہوسکتے ہیں کہ مثلاً سامع نے اصل مطلب کو نہ سمجھا ہو یا وہ بات کسی خاص محل و واقعہ و موقعہ سے مخصوص ہو جس کو روایت کرنے میں بہت فرق پڑسکتا ہے پس اسکا درجہ تیسرا ہے مگر پھر بھی اپنی رائے پر ہم اسے ضرور ترجیح دیتے ہیں اور ضعیف حدیث اگر قرآن اور سنت اور ایسی احادیث کے مخالف نہیں۔ جو قرآن کے موافق ہیں تو ہم اسپر عمل کر لیتے ہیں مگر بڑی احتیاط سے حدیثوں پر عمل کرنا چاہیئے۔

سنت کا درجہ مقدم ہے کیونکہ بقول مسیح موعود سنت سے وہ راہ مراد ہے جو سو ڈیڑھ سو برس بعد کتابوں میں لکھی گئی بلکہ ان باتوں کا نام حدیث ہے اور حدیث سنت کے لئے تائیدی گواہ ہے۔ معضلات و مشکلات مسائل کا حل کرنا حدیث پر موقوف نہیں تھا کیونکہ ۔۔۔ جمع احادیث سے پہلے اسلام زمین پر قائم ہوچکا تھا۔ کیا جب تک حدیثیں جمع نہ ہوئیں تھیں لوگ نماز نہ پڑھتے تھے یا زکوٰۃ نہ دیتے تھے یا حج نہ کرتے تھے یا حلال و حرام سے واقف نہ تھے" پس مبارک وہ لوگ جو ان تینوں کا مرتبہ نگاہ رکھتے ہیں۔

میرے ابا جان نے ایک عریضہ حضور عالی میں گزرانا کہ ایک جامع نصیحت فرمائیے اور چند فقراء و صوفیاء کے طریقوں کا مذکور کر کے پوچھا کہ آیا یہ ذکر و فکر کا طریق ایک نیا طریق ایجاد کرنا ہے یا نہیں تو آپنے جواب میں مندرجہ ذیل سطور رقم فرمائیں۔

"السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ" چونکہ بہت کم فرصتی ہے اسلئے مختصر لکھتا ہوں۔ کہ ہر ایک قول اور فعل اور ہر ایک امر محدث جو سنت اور کتاب اللہ کے موافق نہیں بدعت ہے اور استمداد غیر اللہ سے جائز نہیں مگر دعا کرانا سنت میں داخل ہے ہر ایک اپنے قول اور فعل سے پوچھا جائیگا۔ باقی سب لغو اور معصیت ہے مگر گذشتہ بزرگوں کو بدی سے یاد کرنا مناسب نہیں تلک امۃ قد خلت لھا ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا تسئلون عما کانوا یعملون۔ والسلام

خاکسار مرزا غلام احمد عفا اللہ عنہ

ذکر اللہ سے کیا مراد ہے

بعض لوگوں کو قرآن شریف کی چند آیات سے جو ذکر کے متعلق ہیں دھوکہ لگ گیا ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ ذکر سے مراد صرف اللہ اللہ کرنا ہے میں کہتا ہوں اسکی تو ایسی مثال ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے ملازم کو چند کاموں پر لگائے اور وہ کام کرنیکی بجائے ڈیوڑھی میں بیٹھکر بادشاہ کا نام رٹنے لگجائے میں نہیں سمجھتا کہ اس طرز عمل سے وہ عہدہ بر آ ہو جائیگا اور یہ سمجھا جائیگا کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ ایک فقیر نے مجھے کہا تھا کہ پھر فارغ بیٹھکر کیا کریں خدا کا نام نہ لیں خدا کا نام لینے سے کون منع کرتا ہے مگر اسی طریق سے جس سے نبی اکرم صلعم نے فرمایا اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ کوئی شخص وظائف نبوی سے فراغت حاصل کر سکتا ہے قرآن شریف میں بارہا آیا ہے کہ عباد الرحمٰن یا مومن وہ ہیں جنکے منہ سے یہ دعائیں نکلتی ہیں مثلاً سورہ فرقان میں ہے وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ پھر فرمایا وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا پھر ایک اور مقام پر آیا اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ الاٰیۃ آل عمران ۲۰۶ (جو لوگ کھڑے بیٹھے لیٹے ذکر کرتے ہیں یعنی آسمان و زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہوئے کہتے ہیں اے ہمارے رب تو نے عبث پیدا نہیں کیا۔ پاک ہے تیری ذات ہمیں عذاب سے بچا) دیکھئے یہاں ذکر کا طریقہ فرمایا کہ ان الفاظ میں دعا مانگتے ہیں۔ اب تم کہو کہ دن رات میں یہ دعائیں تم کتنی بار مانگتے ہو دیکھو خدا نے وبالاسحار هم يستغفرون (اور سحر کو اٹھکر استغفار پڑھتے ہیں) تو فرمایا مگر یہ نہیں کہا کہ اٹھکر قصیدہ غوثیہ یا دلائل الخیرات یا وظائف خمسہ یا قصیدہ بردہ یا ذکر اللہ اللہ پڑھتے ہیں۔ ایسا کرنا اگر موجب اجر جزیل ہوتا تو نبی کریم وصحابہ کرام کی زندگی میں ایسا پایا جاتا۔ مگر ہم تو اسکی بجائے دیکھتے ہیں کہ آپنے وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا (اپنے ربکا نام لو اور اسکی طرف جھکجاؤ) کی تعمیل نماز تہجد سے کی نہ کہ ذکر ارّہ وغیرہ سے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ایسا کرنا برا ہے ہم کہتے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ نبی کریم نے ایسا کیا یا نہیں ذکر کرو مگر اسی طرح جس طرح نبی اکرم نے کرکے دکھایا قرآن مجید میں ہے فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ البقرہ ۲ (اللہ کا ذکر کرو مگر اس طرح جیسے تم کو اسنے سکھایا جو تم اس سے پہلے نہیں جانتے تھے بس دیکھنا یہ ہے کہ آنحضرت صلعم نے کیا طریق سکھایا کیا لطیفے قائم کئے اور ان میں ضعف پیدا کرکے خفقانی حالت کو قلب جاری کی اصطلاح میں لائے نادان کہیگا مصنف ذوق تصوف سے ناواقف ہے ہرگز نہیں ذوق تصوف میری جان ہے مگر اسی طریق سے جو سرور کائنات خاتم الانبیاء کا ہے نہ کہ من دونہ اولیاء کا ذکر کے کئی معنے ہیں ذکر سے مراد قرآن شریف ہے جیسے کہ فرمایا وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ آل عمران ۶ اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ اعراف ۸ (کیا تعجب ہے کہ تمہیں میں ایک شخص پر تمہارے رب سے ذکر آیا (۳) اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (جو

جو لوگ ایمان لائے انکے دل اللہ کے ذکر سے مطمئن ہوتے ہیں سنو اللہ کے ہی ذکر سے دلونکو اطمینان حاصل ہوتا ہے یہاں
بھی ذکر سے مراد قرآن شریف ہے اسکا ثبوت یہ ہے کہ اس سے پہلے وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ
مِّن رَّبِّهِ (کافر کہتے ہیں اسپر اسکے رب سے کیوں کوئی آیت (نشان صداقت) نازل نہیں ہوئی اسکے جواب میں فرمایا کہ ہدایت
اللہ تعالےٰ انکو دیتا ہے جو اسکی طرف رجوع کریں۔ اور ایمانداروں کے دل تو قرآن شریف سے اطمینان پکڑ گئے ہیں یعنی یہی
معجزہ اسکی صداقت کے لئے کافی ہے کہ ایسی کتاب اتری جس کی مثل لانے سے سب عاجز ہیں پھر فرمایا خبردار ہو کر سنو! کہ تمام
دلوں کے اطمینان کے لئے قرآن شریف کافی ہے کیونکہ اس میں تمام وسوسوں اعتراضوں کا جواب ہے تمام ضروریات کو حاوی ہے
اور بےمثل ہونیکے لحاظ سے معجزہ بھی ہے دیکھو یہ معنی کیسے چسپاں ہیں بصورت دیگر یہاں کوئی ربط نہیں (۴) إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ
وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ الحجر ۱۴ (بیشک ہم ہی نے اتارا یہ ذکر (قرآن) اور ہم ہی اسکے محافظ ہیں (۵) وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا
قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطًا (اور اسکے پیچھے نہ چل جسکا دل ہمارے ذکر سے غافل ہے اور اپنی
خواہشوں کی تابعداری کرتا ہے اور دنیاداری کو حد سے بڑھایا ہے کہف ۱۵ (یہاں غفلت ذکر سے مراد صرف یہ ہے کہ احکام الٰہی
پر اپنی خواہشوں کو مقدم رکھے از آنجملہ نماز ہے چنانچہ اس سے پہلے يَدْعُونَ رَبَّهُم بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ مذکور ہے
جس میں نماز کا بیان ہے پس ذکر سے مراد نماز ہے اگر وسیع کریں تو بھی یہی مراد ہوئی کہ اسکا مقصود دنیا ہی دنیا ہو گیا خدا یاد
نہیں کہ اسکے احکام بھی بجالانے ہیں (۶) مَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّن رَّبِّهِم مُّحْدَثٍ لاية الانبیاء ۱۷ (نہیں آتا ان کے پاس
کوئی ذکر انکے رب سے نیا مگر کہ وہ اسکو سنکر ہنس دیتے ہیں) یہاں ذکر سے مراد نیا حکم نیا عہدنامہ نئی شریعت۔ نیا رسول۔ نیا
نشان ہے جس سے خدا یاد آئے (۷) بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم الانبیاء ۱ (یہاں ذکر سے مراد شکر ادا کرنا ہے۔ اور یہ باور کرنا
کہ خدا ہی عذاب سے محفوظ تو رکھتا ہے (۸) فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَن تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ فِيهَا اسْمُهُ النور ۱۸ (ایسے گھروں
میں جنکو اللہ نے مرفوع (بلند یا نگاہ) قرار دیا ہے۔ اور ان میں اسکا نام لیا جاتا ہے کسطرح لیا جاتا ہے يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ
وَالْآصَالِ (صبح و شام اسکی تسبیح و تقدیس کرتے ہیں یعنی نمازیں پڑھتے ہیں سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ جہاں جہاں آیا ہے۔ اکثر
وہاں مراد نماز ہی ہے پھر فرمایا کہ وہ ایسے بندے ہیں جنکو اللہ کے ذکر سے تجارت و خرید و فروخت غافل نہیں کر دیتی رِجَالٌ
لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللَّهِ اس سے یہ مراد ہے کہ وہ ہر وقت باور رکھتے ہیں کہ ہمارا خدا ہے اور وہ ہمیں دیکھ رہا ہے
ہمیں بدیوں کی سزا دینے پر قادر ہے ہمارے دلی خیالات سے آگاہ ہے پس وہ ذرا بھی اسکے حکم کے خلاف کرنیکی جرأت نہیں پاتے۔ جو
کام کرتے ہیں پہلے سوچ لیتے ہیں آیا خدا کے حکم کے موافق ہے یا نہیں ہمارے حضرت صاحب کی ایک جامع نصیحت ہے جو ذکر اللہ
کی تفسیر میں فرمائی ہے ہر ایک قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور خورد و نوش وغیرہ کے وقت اول دیکھ لو کہ آیا وہ خدا کے لئے
اور خدا کے حکم سے اور سنت نبوی کے مطابق ہے یا نہیں۔ مولانا حکیم الامۃ ایکدفعہ فرماتے تھے نقشبندیوں کے مراقبہ تو چند ماہ میں
طے کر دیئے مگر یہ پہلا سبق ہے جو حضرت صاحب نے مجھے دیا۔ ...... جو واقعی بہت مشکل ہے کہ پانی پیتے وقت بھی خیال کرے کہ میں

صرف اسلئے پیتا ہوں کہ وہ اشربوا خدا کا حکم ہے پیاس وغیرہ خود ہی ضمناً بجھ جائیگی بعض امور میں نیت کا اعتبار ہی۔ ایک صحابی نے
ایکدفعہ مکان میں جھروکہ رکھا۔ تو حضرت نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ تمہاری نیت یہ ہونی چاہئیے کہ اذان کی آواز سنائی دے
اس سے ثواب عظیم ہوگا اور ہوا و روشنی وغیرہ بھی ضمناً آجائیگی ذکر اللہ سے یہ مراد غلط سمجھی گئی۔ کہ منہ سے اللہ اللہ کہے جائیں
اور سودا بیچتے وقت کم تول کر دیں اور اپنے اخلاق میں کچھ تبدیلی نہ کریں غصہ۔ تکبر ریا عجب وغیرہ میں کچھ فرق نہ آئے نفسانی
جوش بدستور رہیں سنت نبوی پر چلنے کی توفیق عطا نہ ہو مگر قلب جاری ہے یہ ذکر کچھ فائدہ نہیں رکھتا۔ ذکر سے اصلی مراد وہی
ہے جو اوپر چار سو نصیحت کے عنوان سے بتلائی گئی (۷) وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا الذِّكْرَ الفرقان ۱۹/۲ ۱۰
(لیکن تو نے انہیں آسودگی دی اور انکے باپوں کی یہانتک کہ وہ خدا کا کلام بھول گئے اور ہلاک ہونیوالی قوم ٹھہرے یہاں ذکر
بمعنی کلام الٰہی ہے جسکی ہدایت کو بھول کر وہ غیر اللہ کو پوجنے لگے (۸) لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ الفرقان ۱۹/۲ ۱۹ مجھے ہدایت
نامہ سے بہکا دیا جو میرے پاس آیا یہاں ذکر بمعنی ہدایت نامہ ہے (۹) مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ الایۃ
الشعراء ۱۹/۱ ۱۹ (رحمن سے انکے پاس کوئی نیا ذکر نہیں آیا۔ مگر کہ انہوں نے اس سے منہ پھیرا) یہاں ذکر سے مراد رسول ہدایت نامہ
رحمن اسلئے فرمایا کہ رحمانیت کا تقاضا ہے کہ ہر ایک جسمانی و روحانی تربیت کا انتظام کرے (۱۰) اِنَّمَا تُنْذِرُ مَنِ اتَّبَعَ
الذِّكْرَ یٰس ۲۲ تو اسی کو ڈرائیگا جو ذکر (نصیحت۔ قرآن) کے پیچھے لگے (۱۱) بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ص ۱۶/۱ ۲۳ (بلکہ وہ
میرے ذکر (قرآن) سے شک میں ہیں) (۱۲) اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ یہاں ذکر سے مراد نماز ہے۔ اور
یہ معنی بہت ہی چسپاں ہیں کہ میں نے اپنے پروردگار کے خیال سے انکو عزیز رکھا ص ۲۳ (۱۳) اَلَمْ يَاْنِ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَنْ
تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ الحدید ۲۶/۲ ۲۷۔ کیا ایمانداروں کے لئے وہ وقت قریب نہیں آیا۔ کہ
اللہ کے ذکر کے لئے انکے دل عاجز و گداز ہو جائیں اور اللہ کا ذکر کیا ہے ؟ اسکی تفسیر میں فرمایا یعنی جو کچھ حق سے نازل ہوا
(قرآن) (۱۴) اِسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ المجادلہ ۲۶/۳ ۲۸ (شیطان نے ان پر غلبہ پالیا۔ اور اللہ کو بھلا
دیا) مطلب یہ کہ شیطانی احکام کے پیچھے لگ گئے اللہ کے احکام اور اسکی عظمت بھول گئے (۱۵) فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ
جمعہ یہاں ذکر سے مراد خطبہ ہے کہ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو (۱۶) لَا تُلْهِكُمْ اَمْوَالُكُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُكُمْ عَنْ ذِكْرِ
اللّٰهِ المنافقون ۲/۲ ۲۸ (تمہارے اموال اور تمہاری اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کرے) مطلب کہ ایسا نہ ہو کہ اولاد
اور اموال کے ضبط میں نماز تک یاد نہ آئے اور دن رات انہی کے حصول میں لگی رہو۔ حقوق اللہ کی طرف مطلق خیال نہ
ہے مومن کے ہر کام کا نتیجہ مقصود اللہ ہونا چاہئیے (۱۷) وَمَنْ يُّعْرِضْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهٖ الجن ۱۶/۱ ۲۹ (اور جو اپنے رب کی یاد
سے منہ پھیرے یا اپنی رب کی بھیجی ہوئی ہدایت سے) (۱۸) وَذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ۱۶ ۳ یہاں مراد اللہ اکبر کہنا ہے یعنے
تکبیر کہہ کے نماز پڑھی (۱۹) فَاذْكُرُوْنِیْۤ اَذْكُرْكُمْ البقرہ ۱۸/۲ ۲ (پس تم مجھے یاد کرو میں تمہارا ذکر خیر باقی رکھونگا) یہاں ذکر

ہ اسکا قرینہ آگے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ ہے ۱۲۔

سے مراد یہ ہی کہ ہر وقت خیال رکھیں کہ خدا ہی اور اسکی عبادت کرنا (۲۰) وَاذْكُر رَّبَّكَ كَثِيرًا آل عمران ۳ یہاں بھی ذکر سے مراد خدا کی عبادت کرنا ہے اس طریق سے جو اسنے اپنی وحی سے فرمائی اور نیز یہ کہ "خدا کی باتیں" ہر وقت لوگوں کو سناتے رہنا (۲۱) وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا الآیۃ اعراف ۹ (اپنے جی میں خدا کا عاجزی سے ذکر کرو) یہاں ذکر سے مراد دعا مانگنے سے ہی (۲۲) وَاذْكُر رَّبَّكَ إِذَا نَسِيتَ کہف ۱۵ یہاں ذکر کے معنے انشاء اللہ کہنے کے ہیں (۲۳) وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ دہر ۲۹ یہاں بھی مراد عبادت سے ہے اور یہ کہ ہر وقت خیال رکھو کہ خدا ہے (۲۴) وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ البقرہ ۲۵ ۲ یہاں ذکر سے مراد تکبیر و تہلیل و نماز ہی (۲۵) فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُم البقرہ ۲ یہاں ذکر سے مراد حسب ہدایت نماز پڑھنا ہے چنانچہ اس سے پہلے حَافِظُوا عَلَى الصَّلَوَاتِ اور فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا میں نماز ہی کا حکم ہی (۲۶) فَاذْكُرُوا اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِكُمْ النساء ۱۵ یہاں ذکر سے یہ مراد ہی کہ بصورت عذر مرض تم کھڑے بیٹھے یا لیٹے ہوئے نماز گذارو مگر جب اطمینان ہوجائے تو پھر رعایت آداب سے نماز پڑھو فَإِذَا اطْمَأْنَنتُمْ فَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ کے یہی معنی ہیں۔ اور فَاذْكُرُوا اللَّهَ فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ کے یہ معنی ہیں کہ جب تم نماز ادا کرنے لگو (۲۷) وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ المائدہ ۶ میں ذکر سے یہ مراد ہے کہ جس جانور کو ذبح کرنا ہی اسپر بِسْمِ اللَّهِ وَاللَّهُ أَكْبَرُ پڑھو یاد رکھو کہ تکبیر صرف اتنی ہی مگر بعض بلکہ اکثر دیہاتی مسلمانوں کے ملاؤں کو میں دیکھتا ہوں کہ وہ یوں پڑھ کر جانور ذبح کرتے ہیں بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ۔ سنت تکبیر ابراہیم خلیل اللہ واللہ اکبر خدا جانے انکو ایسا کس نے سکھایا جب بتلایا گیا کہ یوں نہ کہا کرو اگر واو عطف ملاؤگے تو ذبیحہ حرام ورنہ مکروہ ہوگا (دیکھو درمختار) تو کہنے لگے ہم مرزائیوں کی تکبیر نہیں پڑھتے وہی پڑھینگے جو باپ دادا نے سکھائی اللہ تعالی اس امت مرحومہ پر رحم کرے انکی بدظنی کی انتہا ہو چکی ہی (۲۸) فَاثْبُتُوا وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا انفال (میدان جنگ میں قدم جمائے رکھو اور اللہ کو یاد کرو یعنی سمجھو کہ اللہ ہمارا معین و ناصر ہے دشمنوں کی کثرت و قوت کی کچھ پرواہ نہ کرو)

یہاں ذکر سے یہ مطلب تو نہیں کہ میدان وغا میں اپنے دل کی طرف خیال کرو کہ آیا بوٹی لا دل کی ہل رہی ہو یا نہیں اسوقت موقعہ ہتھیار چلانیکا ہی نہ کہ تسبیح پکڑ کر منکے چلانیکا (۲۹) إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ الحج ۱۷ (جب اللہ کا نام لیا جائے تو انکے دل لرز اٹھتے ہیں) یعنی جب کوئی تکبیر پڑھے یا خدا کا کلام پڑھتے ہوئے اسکا نام آجائے یا کسی کام کے کرتے ہوئے خدا کا حکم یاد دلایا جاوے یا خدا کا واسطہ دیا جاوے تو دل لرز جاتے ہیں (۳۰) اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا احزاب ۳ اللہ کا بہت ذکر کرو یعنی استغفار پڑھتے رہو (استغفر اللہ کہتے رہو) اور خیال رکھو کہ "خدا" ہے (۳۱) نماز جمعہ کے بعد فرمایا کہ نماز پڑھکر کاروبار میں لگو تو خدا کو نہ بھولجاؤ ہر وقت حاضر ناظر خیال کرو

ہم نے تمام آیات متعلقہ "ذکر" کا فیصلہ کر دیا ہی جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ ذکر سے صرف یہ مراد نہیں کہ اللہ اللہ کہتے رہیں بلکہ یہ کہ استغفار پڑھیں قرآن شریف کی تلاوت رکھیں اور ہر کام کرتے وقت یہ سمجھ لیں کہ "خدا" ہے اور مجھے دیکھ رہا ہی

پس اسکے حکم کے خلاف کریں۔ اخیر میں تمام حضرات سے بادب ملتمس ہوں کہ آپ ذکر اللہ اسطرح کیجئے جیسے حضرت رسالتمآب محمد رسول
اللہ صلعم نے فرمایا۔ نہ کہ اس طریق سے جو گدی نشینوں نے ایجاد کیا ایسا نہ ہو کہ پھر کہنا پڑے یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰہَ وَ اَطَعْنَا
الرَّسُوْلَا وَ قَالُوْا رَبَّنَا اِنَّا اَطَعْنَا سَادَتَنَا وَ کُبَرَاءَنَا فَاَضَلُّوْنَا السَّبِیْلَا احزاب ع ۹ پ ۲۲ ہمارے کمبختی
ہم اللہ کی اطاعت اور اسکے فرستادے کی فرمانبرداری کرتے اور کہیں گے اے ہمارے رب ہم نے اپنے سیدوں اور بڑے بزرگوں
کی تابعداری کی اور انکا کہا مانا اور اس صحیح رستے سے (جو خدا نے اپنی وحی سے فرمایا تھا) بہکا دیا۔ دیکھو اس آیت میں اللہ اور اسکے
رسول کے برخلاف دوسرے سیدوں و گدی نشینوں کی تابعداری کو موجب عذاب ٹھہرایا ہے اسی لیئے یہ نبی کریم کی زبان سے خدا
نے فرمایا اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو تو میرے پیچھے پیچھے آؤ" یعنے جس رستے میں جا رہا ہوں جس طریق پر میں چلتا ہوں
اسی پر چلو جیسے میں خدا کی عبادت کرتا ہوں ویسے ہی تم کرو یہ نہیں کہ میری پرستش شروع کر دو اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ
فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ آل عمران ع ۴ پ ۳

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ پیر و مرشد صرف نمونہ ہوتے ہیں اور اسلیئے انکی بیعت کیجاتی ہے کہ جیسے وہ خدا کی کتاب
میں اخلاص و وفا دکھاتے ہیں ویسے ہی تم دکھاؤ۔ نہ یہ کہ انکو اپنا حاجت روا سمجھ لیں دیکھو خدا تعالے فرماتا ہے لَقَدْ کَانَ
لَکُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰہِ اُسْوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَنْ کَانَ یَرْجُو اللّٰہَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیْرًا احزاب
(رسول اللہ میں تمہارے لئے نیک نمونہ ہے اسکے لئے جو اللہ کے دیدار اور روز آخرت کا امیدوار ہے اور خدا کو یاد رکھتا ہے) تو گویا
دیدار الہی یعنی درجہ "لقا" رسول اللہ کی پیروی سے ملتا ہے یوں نہیں کہ اپنی خیالی عبادتوں سے ملجائے فرمایا فَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا
لِقَاءَ رَبِّہٖ فَلْیَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشْرِکْ بِعِبَادَۃِ رَبِّہٖٓ اَحَدًا کہف ع ۱۲ پ ۱۶ (جو اپنے رب سے درجہ لقا کا امیدوار ہے،
اسے چاہیئے ایسے عمل کرے کہ کسی قسم کا فساد نہ ہو اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ملائے) اسکے ماسوا طریقوں میں جو کچھ
نور کی جھلک سی نظر آئے اسکی مثال یہ ہے کَسَرَابٍ بِقِیْعَۃٍ یَّحْسَبُہُ الظَّمْاٰنُ مَاءً حَتّٰٓی اِذَا جَاءَہٗ لَمْ یَجِدْہُ شَیْئًا (اس مثل
سراب کے جسے پیاسا پانی سمجھتا ہے جہانتک کہ جب آئے تو کچھ نہیں پاتا۔ پس اس سے بچو اور تجلیات الہی سمجھو اسکا ثبوت یہی ہے کہ عملی
رنگ میں کوئی ثبوت نہیں اس خاص خیال میں اپنے تئیں کبھی محمد دیکھتے ہو کبھی خدا کبھی قیوم کبھی کچھ۔ یہ سب اپنے وہموں کا
عکس ہے کیونکہ عملی رنگ میں اسکا کوئی ثبوت نہیں ایک سالک دعوی کرتا ہے مجھے تکوین سپرد کی گئی مگر جب وہ کچھ نہیں دکھا
سکتا تو اسکا یہ دعوی لا یعبا بہ ہے پس میرے دوستو! تم اللہ اور اسکے رسول کی تابعداری کو لازم پکڑو۔ اور ان مولویوں
اور صوفیوں کے ہر ایک خیال بے سند کی متابعت چھوڑ دو ہاں امام منصوص کی اطاعت فرض صرف اسلیئے ہے کہ خدا اور رسول
کا حکم ہے کہ اسکی اطاعت کرو۔ یہودیوں نے اپنے مولویوں اور صوفیوں کی اطاعت میں یہانتک غلو کیا کہ کتاب اللہ کی بھی کچھ پرواہ نہ
کی اب بھی بعض مسلمانوں کا یہی حال دکھائی دیتا ہے۔ قرآن شریف راگ رنگ سے منع کرتا ہے مگر یہ اپنے پیر طریقت کے
تبع میں اس سے احتراز نہیں کرتے اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ

سے یہی مراد ہے کہ انہوں نے اپنے عالموں کو وہ رتبہ دیا جو اپنے رب کو دینا چاہئیے یعنی انکے احکام کی تعمیل ایسے ہی شروع کردی
جیسے خدا کے احکام کی اور مشائخوں کو رب کا رتبہ یہ دیا کہ ان سے حاجت روائی و امداد چاہنے لگے جیسے آجکل لوگوں کا طریق ہے
مسلمان بھائیوں کو ان دو باتوں سے بچنا چاہئیے یہ غلطی کہ یہودیوں نے مولویوں یا صوفیوں کو سچ مچ رب کہنا شروع کردیا
کیونکہ توریت میں توحید کی سخت تاکید ہے اور صرف یہی "توحید" انہیں عیسائی ہونے سے باز رکھے ہوئے ہے یہ دو باتیں
نہایت دلسوزی سے عرض کی ہیں خدا تعالےٰ ان میں اثر ڈالے *

نبوت و رسالت

اس کے بعد ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالےٰ اپنی مرضی کے اظہار کے لئے اپنے وعدہ کے موافق کوئی
نہ کوئی بندہ مبعوث فرماتا رہا ہے اسے خدا تعالےٰ تمام خلقت سے چن لیتا ہے وہ ماننے والوں کو بشارت دیتا ہے اور نہ ماننے
والوں کو ڈراتا ہے وہ کامیاب ہوتا ہے جو اسکے پیچھے چلتا اور ناکام مرتا ہے جو اسکی مخالفت کرتا ہے فرمایا (۱) فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ
مِّنِّيْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى طٰهٰ ۱۶ (میری طرف سے تم لوگوں کے پاس "ہدایت" آتی رہیگی
پس جو میری ہدایت کی پیروی کریگا وہ نہ گمراہ قرار دیا جائیگا اور نہ ہلاکت میں پڑیگا) یہ وعدہ ہے جو ہبوط آدم کے وقت ہوا پھر
فرمایا (۲) يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا
خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ الاعراف ۸ (اے آدم کی اولاد تم ہی میں سے تمہارے پاس رسول آتے رہینگے
(یہ وعدہ قیامت تک ہے یہ نہیں کہ کچھ روز کے بعد ارسال رسل موقوف ہوجائے) جو میری آیتیں تمہیں پڑھ پڑھ کر سنائینگے
پس جو تقویٰ اختیار کریگا اور اپنی اصلاح کرلیگا پس انکو کوئی خوف نہیں اور نہ وہ غم کھائینگے) پس اسی وعدہ کے ایفا کے لئے
اللہ تعالےٰ لوگوں سے منتخب کرلیتا ہے اور اسکا نام رسول کہتا ہے اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ
النَّاسِ الحج ۱۷ - جو لوگ ان رسولوں کی قدر نہیں کرتے ان سے بازپرس ہوگی اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَتْلُوْنَ
عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ رَبِّكُمْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا ۭ قَالُوْا بَلٰى وَلٰكِنْ حَقَّتْ
كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ الزمر ۲۸ (کیا تمہارے پاس تمہیں میں کے رسول نہیں آئے جو تمہارے
رب کی آیتیں تم پر پڑھ پڑھ کے سناتے تھے اور اس روز کے پیش آنے سے ڈراتے تھے انہوں نے کہا بیشک مامور
تو آئے مگر ہم نے نہ مانا اور ہم منکرین پر عذاب کا وعدہ پورا ہوگیا کہا جائیگا چلو دوزخ کے دروازوں میں سے اللہ اکبر کسقدر وعید
ہے اللہ کے فرستادوں کو نہ ماننے کا کہ اسکی سزا جہنم ہے خدا تعالےٰ ہمیں انکے انکار سے بچائے اور ہم اپنے "مولا کریم" کا شکریہ ادا کرتے
ہیں ابھی تک کسی مرسل و مامور یا ولی کے انکار کی جرأت نہیں ہوئی *

کرشن بھی نبی ہیں

یہانتک کہ ہم لوگ سری کرشن مہاراج علیہ السلام اور راجہ رامچندر کو بھی خدا کے "راستباز بندے" اور اسکے برگزیدہ و مرسل یقین کرتے ہیں۔ نادان ہمیں کہتے ہیں ہندوؤں کو "نبی" بنادیا کیا حضرت عیسےٰ کے ماننے سے ہم عیسائی ہوگئے۔ موسیٰ کی پیغمبری کی تصدیق سے یہودی ہوگئے ہرگز نہیں پس "کرشن" کے نبی ماننے سے کیونکر ہندو ہوگئے۔ کافر تو یہ لوگ اسوقت ہوئے جبکہ نبی اکرم صلعم کو سچا تسلیم نہیں کیا اس سے پہلے جو ہوئے ان پر کوئی الزام نہیں ہر قوم کا علیحدہ علیحدہ نبی اور دین تھا تو اصولاً متحد تھے لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا (المائدہ ۶) (ہم ایک کے لئے ہمنے طریقہ و منہاج بنایا) (۲) لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ (الحج ۱۷) (ہر قوم کے لئے ہمنے طریقہ بتایا جس پر وہ چلنے والی ہے)

پس "کرشن" کو نبی ماننے میں کیا اعتراض ہے کیا اسلئے کہ قرآن شریف میں اسکا ذکر نہیں مگر کیا یہ ضروری ہے کہ جس کا قرآن مجید میں ذکر نہ ہو وہ نبی نہ ہو خدا تعالے فرماتا ہے کہ ہمنے کئی رسل کا ذکر نہیں فرمایا اور یہ کہ ہر ایک قوم میں ایک ایک نبی گزر چکا ہے (۱) وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنَاهُمْ عَلَيْكَ مِن قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ (النساء ۲۳) (اور ہمنے کئی پیغمبروں کو بھیجا ہے جنکا حال ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اور کتنے پیغمبر ایسے ہیں جنکا ہمنے تجھے ذکر نہیں سنایا) پھر فرمایا (۱) وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ (یونس ۱۱) (اور ہر ایک امت کا ایک رسول ہوا ہے) (۲) وَلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ (الرعد ۱۳) (اور ہر ایک قوم کا ایک نہ ایک ہدایت دینے والا ہے) (۳) وَإِن مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ (فاطر ۲۲) (اور کوئی قوم ایسی نہیں جس میں ایک ایک نذیر ڈرسنانیوالا رسول نہ گزر چکا ہو) (۴) وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا (النحل ۱۴) (اور ہمنے ہر گروہ میں ایک رسول مبعوث کیا) (۵) وَمَا أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ذِكْرَىٰ (الشعراء ۱۹) (اور ہمنے کوئی قریہ ہلاک نہیں کیا مگر اسکے لئے ڈر سنانے والے پیغمبر تھے۔

مندرجہ بالا آیات درج کرنیکے بعد اب میں یہ پوچھتا ہوں کیا ہندوستان میں بھی کوئی قوم موجود تھی اور ہے یا نہیں (۲) کیا وہ اس خدا کی خدائی سے باہر ہے جو عرب و شام کا خدا تھا (۳) کیا عرب و شام سے کوئی نبی یا مرسل ہند میں آیا تھا (۴) کیا خدا پر ان لوگوں کی ہدایت ضروری نہ تھی کیا انکی ہدایت کیواسطے کوئی نبی بھیجا گیا (۵) اگر نہیں بھیجا گیا تو کیوں (۶) جن ملکوں میں بھیجا گیا ان میں خدا کے نزدیک کیا کچھ فوقیت تھی (۷) کیا یہ لوگ اس حالت میں خدا کے سامنے جوابدہ ہو سکتے ہیں (۸) کیا اس حالت میں انکا کوئی قصور ہے (۹) کیا قرآن مجید میں کل انبیاء کا ذکر نام بنام آگیا ہے (۱۰) کیا قرآن مجید میں یہ آگیا ہے کہ ہندوستان میں کوئی نبی نہیں بھیجا گیا تھا۔ ان سوالات کا جواب خود پکار پکار کہہ رہا ہے کہ ہندوستان میں نبی مبعوث ہوتے رہے اب ہم آپ "کرشن" کی تعلیم دیکھتے ہیں کہ کیسی ہے کیونکہ اس سے ہی انکی صداقت و منجانب اللہ ہونیکا ثبوت مل سکتا ہے آپکے زمانہ پانڈو کورو کے ساتھ ملتا ہے (۱) اے ارجن جب دھرم کی ہانی ہوتی ہے اور ادھرم بڑھ جاتا ہے تب میں پرماتما اوتار لیتا ہوں جیسا نیک لوگوں کی رکھیا کرتا ہوں۔ اور پاپیوں کا ناس کرکے بار بار اوتار دھار کے دھرم کو قایم کرتا ہوں (گیتا ۸) گو ضرورت بعثت کو ان الفاظ میں

ثابت کیا ہی پھر آپ کی تعلیم دیکھو (۱) جو خالص میری پرستش کرتے ہیں اور دوسرے دیوتاؤں کی پناہ نہیں ڈھونڈتے جو میرے ساتھ پورا تعلق رکھتے ہیں انکو میں اپنی حرکات سے پورا پورا حصہ بناتا ہوں (۲۲-۹) پھر فرمایا جو کچھ تو کام کرے جو کچھ تو کھائے جو کچھ تو قربانی دے جو کچھ تو دان کرے اور جو کچھ تو عبادت کرے اس سب کو خالص میرے لئے کر (۲۷-۹) یہ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کا ترجمہ ہی اگر اسکے برخلاف آپکی کہیں تعلیم پائی گئی ہے تو ایسے ہی تصرفات سے ہی جیسے کہ انجیل و بعض الفاظ خلاف توحید تحریف کے رنگ میں پائے جاتے ہیں اور بعض باتیں سمجھنے میں فہم کا قصور ہے قرآن شریف کو کتاب مبین اسی لئے کہا گیا ہے کہ یہ صاف صاف ہی اور اس میں کوئی بات از قسم استعارہ و مجاز ایسی نہیں جس سے کم فہم کو شبہ پڑے قرآن شریف نے خدا کی ذات کو الگ بتایا ہی اور عبد کو الگ آنحضرت صلعم نے صرف اگلی قوموں کی ہلاکت کی وجہ دیکھکر باوجود مظہر الوہیت ہونے کے لازمی طور سے کلمہ شہادت میں اپنے لئے عبدہٗ و رسولہ رکھا تاکہ کسی قسم کا شک و شبہ نہ رہی مگر اس سے پہلے الہامی کتابوں کی زبان ایسی ہی تھی کہ اس میں مورد مرسل کے آنے کو خداوند کا آنا کہتے تھے اور بعض اوقات انکے کلام میں فصل نہ ہوتا تھا اسلئے تدبر سے کام لینے والے یہ سمجھتے تھے کہ اپنی نسبت یہ فرماتے ہیں حالانکہ سب کچھ خدا کی صفت میں ہوتا دیکھو گیتا میں ہی میں ہی تمام چیزوں کا منبع ہوں اور تمام عالم اور تمام مخلوق میرے ہی ہاتھوں سے نکلی ہی اس سے یہ مراد نہیں کہ دنیا کرشن سے نکلی ہے بلکہ اسکا مطلب یہ ہی کہ خدا یہ فرماتا ہے کہ مجھ سے میری قدرت و فیض سے) یہ سب جہاں پیدا ہوا اسکی نسبت یہ عقیدہ ہی اور آخرت کی نسبت سنئے" وہ جس کی روح تمام دنیاوی اور خارجی تعلقات کو قطع کرچکی ہی وہ سچی خوشحالی کو پا لیتا ہے اسکی روح خدا تعالے کے ساتھ سچا تعلق پیدا کرکے ہمیشہ کی خوشحالی اور ابدی برکات کی وارث ہو جاتی ہی کیونکہ وہ خوشیاں جو دنیاوی تعلقات سے حاصل ہوتی ہیں وہ دکھ کو پیدا کرنیوالی ہیں وہ آتی ہیں اور چلی جاتی ہیں اسلئے دانا آدمی اس میں کوئی خوشی نہیں پاتا" (۲۲-۲۳-۵) اور آواگون کا مسئلہ مفت میں انکی طرف منسوب کیا جاتا ہے اصل بات یہ ہی کہ ہر شخص کے اعمال کے موافق اسکا جسم طیار ہوتا رہتا ہے جو اس دنیا کو چھوڑنے کے بعد روح کو دیا جاتا ہے پس اس عالم برزخ میں کُتا بندر کی شکل میں کسی انسان کو دیکھکر اگر ہندو مکاشفہ بین نے اطلاع دی تو اسے غلطی سے اس دنیا کا واقعہ سمجھ لیا گیا حالانکہ یہ بالکل غلط تھا وہ تو دوسرے عالم کا ذکر ہے۔

پس دوستو! میں نہیں سمجھتا کہ اگر ہم کرشن علیہ السلام کو نبی کہتے ہیں تو اس میں کونسا کفر لازم آگیا ہی پچھال رامچندر جی کا ہے آپ خدا کے برگزیدہ تھے جنگلوں اور بنوں میں مگر اس محل بے بہا کو پایا جن سے یہ نور صداقت حاصل کرتے رہے۔

شیطان نبی کے مقابلہ میں شکست پاتا ہے

ہمارا یہ بھی ایمان ہی کہ جب کبھی کوئی مبعوث ہوا تو شیطان نے انکے کام میں کھنڈت ڈالی مگر خدا نے اپنے فرستادہ کو نمایاں فتح دی اور ابلیس کی کچھ پیش بھی نہ گئی وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ ... فِتْنَةً لِّلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍۢ بَعِيْدٍ

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ الحج ع ۷، (اور ہم نے تجھ سے پہلے جو رسول اور نبی بھیجا۔ شیطان[۱] نے اسکی آرزو (توحید قائم کرنا) میں خلل ڈالا۔ پھر اللہ تعالیٰ شیطان کے ڈالے ہوئے خلل و فساد کو مٹا دیتا ہے اور اپنی آیتوں (جنکی تبلیغ کے لئے وہ نبی مبعوث ہوا تھا) کو محکم کر دیتا ہے یعنی مضبوطی سے دلوں میں جما دیتا ہے اور پھر کسی وسوسہ اندازی کی پیش نہیں چلتی۔ اور نہ ظاہری رنگ میں کسی دشمن کا غلبہ رہتا ہے کہ وہ حق سے لوگوں کو روکے) یہ اسلئے تا کہ شیطان کی خلل اندازی ان لوگوں کے لئے فتنہ بنجائے جن کے دلوں میں مرض ہے اور جنکے دل سخت ہیں۔ شیطان کو پہلے پہل کچھ کامیابی ہوتی ہے اس کامیابی میں مریض القلوب و شقی القلب لوگ حق سے رُو گردانی کر لیتے ہیں۔ اس طرح گویا ناپاک فطرت الگ کر دیئے جاتے ہیں اور مومنوں کی پاکیزہ مخلص جماعت رہجاتی ہے) اور ظالم لوگ پرلے درجے کی مخالفت اور بعد میں پڑ جاتے ہیں (کچھ لوگوں کا تو یہ حال ہوتا ہے) اور یہی خلل اندازی ان لوگوں کی قوت ایمان کو بڑھاتی اور انکے درجہ ایقان کو ظاہر کرتی ہے اور وہ یقین لاتے ہیں کہ یہ تیرے رب کی طرف سے برحق وحی ہے (کیونکہ اگر حق نہ ہوتا تو باوجود اتنی مخالفت کے کامیاب (غالب کسطرح ہوتا) پھر انکے دل خدا کے آگے پانی کی طرح بہنے لگتے ہیں۔ اور وہ اسی صراط مستقیم کے فیض سے منزل مقصود تک پہنچ جاتے ہیں اور کافر اوہام و شکوک میں گرفتار رہتے ہیں[۲] یہانتک کہ موت کی گھڑی یا کوئی عذاب آوارد ہوتا ہے اسوقت آنکھیں کھلتی ہیں مگر اسوقت کے ایمان کا کیا فائدہ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ حٰمٓ السجدۃ ع ۹، پس ان کے ایمان نے انکو نفع دیا جبکہ انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا۔ پس یہی اللہ تعالیٰ کا قانون ہے جو اسکے بندوں میں جاری ہے

اس آیت ما یلقی الشیطان کی تفسیر میں بعض مفسرین اور ہمارے مخالف نے اپنی نادانی سے عجب گل کھلائے ہیں اور نبی اکرم صلعم کی سخت ہتک کی ہے جس سے قریب ہے کہ آسمان ٹوٹ پڑے اور زمین پھٹ جائے کیا ان لوگوں کو یہ بے بنیاد قصہ سناتے شرم نہ آئی کہ حضرت علیہ السلام نے اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى کو پڑھتے ہوئے تلك الغرانيق العلى وان شفاعتهن لترتجى پڑھ دیا۔ کہ یہ بڑے بت اعلیٰ ہیں اور انکی شفاعت کی امید بھی کی گئی ہے) تفسیر معالم التنزیل وغیرہ میں اسکی توثیق کی گئی۔ کیا اسی برتے پر ہمیں کہا جاتا ہے کہ مفسرین کی نہیں مانتے۔ کیا یہ اتہام جو اس سرور کائنات پر لگایا گیا ہے جس کی دشمنوں سے بھی امید نہ ہو سکتی تھی۔ ہم تسلیم کر لیں یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ شیطان کا غلبہ تو معمولی مومنوں اور متوکلوں پر بھی نہیں ہوتا

---

[۱] ہر حق کے دشمن کو شیطان کہا جاتا ہے شیطان آدمیوں سے بھی ہوتے ہیں جو راہ حق سے لوگوں کو روکتے ہیں جیسے کہ فرمایا وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ یہاں شیطان سے مراد منافقوں کے دوست پیشوا ہیں مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ جنوں اور آدمیوں

[۲] وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ يَوْمٍ عَقِيْمٍ

چہ جائیکہ نبی پر ہو اور پھر اس نبیوں کے سردار پر (۱) اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّہِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ النحل ۱۴ ۱۳ (اسکا غلبہ نہیں ہے انپر جو ایمان لائے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ ہاں اسکا زور چلتا ہے تو انپر جو اسکے ساتھ دوستی رکھتے اور خدا کیساتھ شریک ملاتے ہیں پس یہ کسطرح ممکن تھا کہ آپکی زبان پر یہ کفر زاد شرک افزا کلمات جاری ہوتے پھر صریحًا آپکا ہے وَمَا تَنَزَّلَتْ بِہِ الشَّیٰطِیْنُ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لَہُمْ وَمَا یَسْتَطِیْعُوْنَ اِنَّہُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ الشعراء ۱۱ (اور اسے شیطان لیکر نہیں اترے اور نہ ان کے کرنیکا یہ کام ہی اور نہ انکی مجال و طاقت ہے وہ تو اسکے سننے سے دور رکھے گئے ہیں) (۲) لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَلَا مِنْ خَلْفِہٖ السجدہ ۲۴ (باطل نہ اسکے آگے آسکتا ہے۔ نہ اسکے پیچھے یہ تو حکیم و حمید کا اتارا ہوا ہے)

صادق نبی کا سب سے بڑا نشان

حاصلکلام منجانب اللہ ہونیکا بڑا نشان یہ ہی کہ دشمن خائب و خاسر ہوں اور موافق مظفر و منصور فرمایا کَتَبَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ المجادلہ ۸ (اللہ تعالےٰ نے لکھدیا کہ ضرور بضرور میں اور میرے رسول غالب آتے رہینگے) (۲) اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا المومن ۶ (ہم اپنے رسولوں کو اور ان لوگوں کو جو ایمان لائے اسی دنیا کی زندگی میں نصرت دیتے ہیں) (۳) وَکَانَ حَقًّا عَلَیْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الروم ۲۱ (اور ہم پر خاص مومنوں کی نصرت لازم ہے) (۴) وَلَقَدْ سَبَقَتْ کَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِیْنَ اِنَّہُمْ لَہُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَہُمُ الْغٰلِبُوْنَ فَتَوَلَّ عَنْہُمْ حَتّٰی حِیْنٍ وَاَبْصِرْہُمْ فَسَوْفَ یُبْصِرُوْنَ الصفت ۲۳ (اور ہمارا اپنے خاص بندوں مرسلین سے یہ وعدہ ہو چکا ہے کہ بیشک مظفر و منصور ہونگے اور ہمارا لشکر ہی غالب رہیگا پس تم ان سے کچھ عرصہ تعرض کرو اور دیکھتے رہو۔ یہ بھی جلدی دیکھ لینگے (اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے) (۵) وَالَّذِیْنَ ہَاجَرُوْا فِی اللّٰہِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّہُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَۃِ اَکْبَرُ النحل ۶ (اور جن لوگوں نے اللہ کی راہ میں چھوڑ دیا اپنا وطن۔ اپنا مال۔ اپنا اگلا عقیدہ) پیچھے ظلم اٹھانے کے (یعنی باوجودیکہ بڑے بڑے ظلم اٹھائے) انہیں دنیا میں بڑے اچھے ٹھکانے لگائینگے اور آخرت کا اجر اس سے بھی بڑا ہے پس گویا دنیا میں امتیازی نشان ہے فَاِنَّ حِزْبَ اللّٰہِ ہُمُ الْغٰلِبُوْنَ (اللہ والوں کا گروہ غالب رہتا ہے) دوسری طرف دشمنوں کی نسبت فرمایا سَیُہْزَمُ الْجَمْعُ وَیُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ القمر ۲ (جلدی یہ تمام جماعتیں شکست کھا جائینگی اور پیٹھ پھیر جائینگی) (۲) وَلَنُذِیْقَنَّہُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰی دُوْنَ الْعَذَابِ الْاَکْبَرِ لَعَلَّہُمْ یَرْجِعُوْنَ السجدہ ۱۵ (اور ہم ان کو عذاب اکبر کے سوا ایک عذاب دنیاوی بھی چکھائینگے تاکہ ہماری طرف رجوع کریں) (۳) حضرت موسیٰ نے فرعون کے آگے اپنا بھی نشان پیش کیا تھا۔ قَدْ جِئْنٰکَ بِاٰیَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ وَالسَّلٰمُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْہُدٰی اِنَّا قَدْ اُوْحِیَ اِلَیْنَا اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰی مَنْ کَذَّبَ وَتَوَلّٰی طٰہٰ ۱۴ (ہم اپنے رب کے تیرے پاس ایک نشان لائے

لہ یہ عام اور ابدی قانون ہے کہ مخالفین ماموران الٰہی کو ایک عذاب دنیا میں بھی آتا ہے ۱۲

ہیں وہ یہ کہ سلامتی ہے اسکے لئے جو ہدایت کے تابع ہوا۔ اور ہماری طرف یہ وحی بھی آچکی ہے کہ جو جھٹلائیگا اور رو گردان ہوگا اسپر عذاب نازل ہوگا) اسی طرح فرمایا رسول کریم صلعم کے زبان سے فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِیِّ وَمَنِ اهْتَدٰی (الانبیاء ۱۶ ع ۸) (تم جلدی جانوگے کہ راہ راست پر چلنے والا کون ہے اور ہدایت پر کون) مخالفین کے لیئے نَذِلَّ وَنَخْزٰی (ذلت اور خواری میں پڑیں) نشان رکھا ہے۔ اور یہ سب کچھ انبیاء کی دعا سے ہوتا ہے وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِیْدٍ (انہوں نے دعا مانگی۔ تو ہر ایک ضدی ہلاک ہوا ابراہیم ۱۳) یہ ایک اصل ہے ہر راستباز کو پہچاننے کی۔ آپ اسی محک پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام دیکھ لیجئے اور انشاء اللہ آپ دیکھینگے کہ خدا نے کس طرح اپنے فرستادے کو محفوظ رکھا اور کسطرح سخت دشمنوں کو ناکامی کے گڑھے میں گرایا۔

عصمت انبیاء انبیاء کی نسبت معصوم ہونیکا اعتقاد تو تمام اہل اسلام میں موجود ہے۔ مگر افسوس کہ قرآن مجید کے بعض آیات کے معنے ایسے کرتے ہیں۔ جن سے خواہ مخواہ انکا گنہگار ہونا ثابت ہوتا ہے اور غیر مذاہب والوں کو اعتراض کرنیکا موقعہ ملتا ہے۔ سب سے پہلے استغفار کا حکم ہے۔ جسکی تعمیل انبیاء بھی کرتے ہے اور وہ استغفار پڑھتے رہے مگر اسکے معنی صرف "گناہ بخشدے" کرنے ایک خوفناک غلطی ہے۔ جس سے انبیاء کی سخت ہتک ہوتی ہے یہ لفظ غفر سے مشتق ہے جسکے معنے ڈھانکنے اور حفاظت کے ہیں۔ پس استغفار کے معنے "طلب حفاظت" کے ہیں۔ اس میں کیا شک ہے کہ انسان فطرتاً کمزور ہے لقولہ تعالیٰ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا پس اسکو قیوم سے دمبدم مدد طلب کرنیکی ضرورت ہے۔ تاکہ غلطیوں سے محفوظ رہے استغفار اسی لئے کیا جاتا ہے کہ کوئی خطا ہونے ہی نہ پائے استغفار پڑھنا اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ کوئی خطا واقع بھی ہوچکی ہے بلکہ یہ تو خطا سے محفوظ رکھتا ہے ذنب کا لفظ جو اسکی ساتھ ہے جیسے وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ میں۔ اس میں بھی "ذنب" سے مراد انسانی کمزوری ہے اسکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ قرآن مجید میں جرم فسق۔ اثم کے لئے تو دوزخ کا وعید آیا ہے مگر ہر ذنب کے لئے نہیں۔ اور جرم فسق اثم کے کوئی لفظ بھی کسی نبی کے لئے نہیں آیا کیونکہ انکی شان اس سے پاک ہے مندرجہ ذیل آیات اسپر شاہد ہیں بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ لَا یَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ یَعْمَلُوْنَ (الانبیاء ۱۷ ع ۲) (تمام رسول اسکے معزز بندے ہیں کلام کرنے میں اس سے آگے نہیں چلتے اور وہ اسکے حکم پر کام کرتے ہیں) یعنی انکا قول و فعل وحی الٰہی کے ماتحت ہوتا ہے۔ پس اس میں خطا و گناہ ناممکن ہے اسی لئے فرمایا ہمارے رسول کریم کے حق میں وَمَا یَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰی اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی (اور ہوا سے کلام نہیں کرتا۔ وہ تو وحی ہے جو اسکی طرف بھیجی جاتی ہے پھر فرمایا اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (الحجر ۱۴) (میرے بندوں پر تیرا اے شیطان کچھ بس نہیں چلیگا) اور شیطان نے بھی اقرار کیا وَلَاُغْوِیَنَّهُمْ اَجْمَعِیْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ (الحجر ۱۴) (میں سب کو گمراہ کرونگا مگر تیرے بندوں کو جو مخلص ہیں) گویا عباد مخلصین شیطان کے غلبہ سے بالکل پاک ہیں اور کبھی ایسا نہیں ہوسکتا کہ ان سے

کوئی فعل خلاف رضائے الٰہی سرزد ہو۔ انبیاء تو اخلاص کے اعلیٰ مقام پر ہیں اسکے مومن مخلص عباد بھی عصمت کے مقام پر پہنچ سکتے ہیں چنانچہ اسلام میں خلفاء و اولیاء ایسے پیش کئے جا سکتے ہیں جنھوں نے اپنی شفاعت سے ثابت کر دیا کہ ہم معصوم تھے بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ البقرہ ۱۴ (جو شخص اپنے وجود کو خدا کی راہ میں سوپ دے دہی اسلام کا مفہوم ہے۔ اور وہ احسان سے کام لینے والا ہو رب کے نزدیک اسکا بڑا اجر ہے اور اسپر کسی قسم کا خوف نہیں اور نہ وہ غم کھائیگا) تو گویا اسلام لانیکے معنے ہی یہی ہیں کہ گناہ کی زندگی پر موت طاری ہو جائے۔

اب ان آیتوں کو زیر نظر رکھ کر آپ پیغمبروں کے استغفار کے مفہوم کو دیکھو کہ اس سے مراد صرف یہی ہے کہ گناہ صادر نہ ہونے ہی نہ پائیں۔ پھر یہ آئیں اس بات کا ثبوت ہیں کہ استغفار سے مراد طلب کمال و ترقی لازوال ہے (۱) اِنَّهُمْ كَانُوْا قَبْلَ ذٰلِكَ مُحْسِنِيْنَ كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ الذریت ۲۶ (بیشک وہ اس سے پہلے محسن تھے رات کو بہت تھوڑا سوتے اور صبح کو استغفار پڑھتے) احسان کے معنی ہیں خدا کی ایسی عبادت کرنا کہ اسکو دیکھ رہا ہے جو شخص خدا کو حاضر ناظر یقین کرے اس سے گناہ ہو نہیں سکتا۔ راتکو جاگنے والے عابد سے گناہ کیونکر ممکن ہے اور پھر ساری رات گزار دیں تہجد و عبادت میں اور صبح معافی مانگیں کہ رات کو کیوں قیام کیا پس ثابت ہوا کہ استغفار سے مراد نیکی پر قوت پاتے رہنے کی طلب ہے پھر دیکھو اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ آل عمران ۲ (معصیت سے رکنے طاعت پر قائم رہنے والے اور صدق سے کام لینے والے فرمانبرداری کرنے والے اللہ کی راہ میں اپنا جان و مال خرچ کرنے والے اور صبحکو استغفار پڑھنے والے) یہاں بھی صبر صدق فرمانبرداری۔ انفاق کوئی گناہ نہیں کہ اسکے لئے استغفار پڑھیں۔ بلکہ یہ اعلیٰ درجے کی نیکیاں ہیں۔ انہی کے قرینہ سے استغفار بھی ایک نیکی ہے جس سے ان نیکیوں پر قائم رہنے کی قوت حاصل ہوتی ہے پھر دیکھو بہشت میں مومنوں کا قول يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا (اے ہمارے رب ہمارے نور کو پورا و کامل کر دے اور ہماری کمزوریوں کو دباتا ہوا و مبدم کمالات نصیب کر) اب یہاں طلب مغفرت سے یہ مراد تو نہیں کہ گناہ بخش دے کیونکہ گناہ معاف ہونیکے بغیر تو دخول جنت ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ اسی آیت سے پہلے يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (تمہارے گناہ ہم سے دور کر دے) آچکا ہے۔ پس یہاں مغفرت سے مراد ان غیر متناہی ترقیات کی طلب ہے جو بہشت میں کبھی ختم نہ ہونگی پھر دیکھو سورہ فتح میں لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ ہمارے حضرت کی نسبت ارشاد ہوا۔ اب اگر اس سے یہ مراد لیں کہ تیرے اے محمد اگلے پچھلے گناہ معاف ہوئے تو پھر سورہ نصر جو اخیر وقت نبوت میں نازل ہوئی وَاسْتَغْفِرْهُ کا اشارہ کیوں ہوتا تھا کیونکہ جب ایک دفعہ معاف ہو چکے تو پھر طلب معافی کی کیا

ضرورت واقع ہوئی

اسقدر تمہید کے بعد اب ہم ان آیات کا ذکر کرتے ہیں جن کے معنے ہمارے علماء نے ایسے مشتبہ کئے ہیں کہ غیر مسلموں کو تو درکنار خود اپنے بھائیوں کا اعتراض کا موقعہ ملتا ہے۔

اول حضرت آدم کی نسبت - عَصٰی اٰدَمُ رَبَّہٗ فَغَوٰی طٰہٰ ۱۶ - اسکے معنے کرنے سے پہلے یہ دیکھ لینا چاہیئے کہ حضرت آدم کی نسبت خدا تعالیٰ نے کیا فرمایا۔ سنو! اِنَّ اللّٰہَ اصْطَفٰٓی اٰدَمَ (اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں سے منتخب کر لیا) اب کیا منتخب شدہ و برگزیدہ بارگاہ ایزدی ایسے ہی نافرمان ہوتے ہیں ہرگز نہیں۔ پھر ان آیتوں پر نظر کرو۔ جو انبیاء کی نسبت مشترک طور سے گذر چکی ہیں کہ وہ وہی کرتے ہیں جو حکم دئے جاتے ہیں۔ پھر ہم اسی ممنوعہ پھل کے کھانے کی نسبت پڑھتے ہیں وَلَقَدْ عَہِدْنَآ اِلٰٓی اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِیَ وَلَمْ نَجِدْ لَہٗ عَزْمًا طٰہٰ ۲۰ (ہم نے آدم کو ایک حکم دیا۔ وہ بھول گیا اور ہم نے اس گناہ پر کوئی ارادہ نہیں پایا) اور گناہ وہی ہے جو بالارادہ دیدہ و دانستہ کیا جائے پس یہ خلاف ورزی صورۃً ہی تھی۔ باطناً نہیں تھی کیونکہ اسکے کرنے میں نہ ارادہ تھا[1] اور نہ حکم باریتعالےٰ یاد رہا تھا۔ یہ تو عصٰی کا فیصلہ ہوا۔ اب غوٰی کے معنے بھی ہم ایسے کرینگے جو مذکورہ بالا آیات صریح عصمت کے خلاف نہ ہوں سو سنئے غوٰی کے معنے ہیں اسکے امن و آرام میں خلل آگیا۔ وہ امن کیا تھا؟ خدا تعالےٰ خود ہی فرماتا ہے اِنَّ لَکَ اَلَّا تَجُوْعَ فِیْہَا وَلَا تَعْرٰی ۝ وَاَنَّکَ لَا تَظْمَؤُا فِیْہَا وَلَا تَضْحٰی طٰہٰ ۱۶ (تیرے لئے یہ سوجب آرام ہے کہ تو اس میں نہ بھوکا ہوگا اور نہ ننگا نہ پیاسا ہوگا نہ دھوپ میں رہیگا)

اور اسی امن میں خلل آنے کی نسبت فرمایا تھا فَلَا یُخْرِجَنَّکُمَا مِنَ الْجَنَّۃِ فَتَشْقٰی (ایسا نہ ہو کہ جنت سے تجھے نکالنے میں کامیاب ہو۔ اور تو مصیبت میں پڑجائے) چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ فرمایا فَبَدَتْ لَہُمَا سَوْاٰتُہُمَا (انکا ننگا ہونا انپر ظاہر ہوگیا) اسوقت دعا کی۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا (اے ہمارے رب ہمنے اپنی جان کو مصیبت میں ڈال لیا) دوسری آیت یہ ہے جس کے معنے غلط کئے گئے ہیں ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ وَّجَعَلَ مِنْہَا زَوْجَہَا لِیَسْکُنَ اِلَیْہَا فَلَمَّا تَغَشّٰہَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِیْفًا فَمَرَّتْ بِہٖ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰہَ رَبَّہُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَکُوْنَنَّ مِنَ الشّٰکِرِیْنَ فَلَمَّآ اٰتٰہُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَہٗ شُرَکَآءَ فِیْمَآ اٰتٰہُمَا فَتَعٰلَی اللّٰہُ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ اعراف ۹ - اس طرح پر کہ نفس واحدہ سے مراد آدم ہے زوجہ اسکی حوا۔ انہوں نے اپنے بیٹے کا نام عبد الحارث رکھا اور انہی کے شرک کا ذکر ہے لاحول ولاقوۃ۔ کیا ایک نبی ایسے گناہ کا مرتکب ہوسکتا ہے جس کی نسبت ارشاد باری تعالےٰ ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ

---

[1] فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْہِ اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ البقرہ ۲ - کہ جو مضطر ہوجائے حد سے بڑھنے والا عدول حکمی کرنے والا نہ ہو تو اللہ غفور رحیم ہے اسکو کوئی گناہ نہیں گویا بحالت اضطرار بھی جو کچھ کیا جائے وہ گناہ نہیں چہ جائیکہ بھول کر نیز باوجود گناہ کے عفو کا لفظ اس بات کا ثبوت ہے کہ غفر کے معنے گناہ بخشنے کے صرف نہیں ۱۲

اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ النساء ۵ (اللہ تعالیٰ نہیں معاف کرتا اس گناہ کو کہ اسکے ساتھ کوئی شریک ملایا جائے) پھر فرمایا اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ المائدہ ۱۰ (جو اللہ کے ساتھ شریک ملائے اسپر جنت حرام ہو چکی ٹھکانا اسکا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہیں یعنی شریک کرنے والے ظالم ہیں دوسرے مقام پر فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (شرک ایک بڑا بھاری ظلم ہے) لقمان - اور یہ وعدہ باری تعالےٰ ہے کہ ظالموں کو ہرگز ہرگز پیغمبری نہیں دی جاتی جیسے کہ فرمایا قَالَ لَا يَنَالُ عَهْدِي الظّٰلِمِيْنَ (میرا عہد (نبوت) ظالموں کو نہیں دیا جاتا)

اب اس میں تو شک نہیں کہ آپ (آدم علیہ السلام) تو نبی تھے - پس آپکا وجود شرک سے بھی پاک تھا - کیونکہ شرک کرنے کی صورت میں آپ ظالمین سے ٹھہرتے - اور ظالموں کو نبوت نہیں ملتی - پھر یہ بھی دیکھنا ہے کہ جس شخص کی بعثت کی علت غائی ہی یہی ہو کہ لوگوں کو شرک سے روکے اگر وہ خود شرک کا مرتکب ہو تو پھر اسکی تعلیم کا اثر ہی کیا ہوگا کَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ الصف ۲۸ (سخت ناپسند ہے خدا کے نزدیک یہ بات کہ تم کہو جو تم کرکے نہیں دکھلاتے) دیکھو تمام انبیاء کی یہی تعلیم رہی ہے يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ہود ۱۲ (اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اسکے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں) اسی کا یہ کو حضرت یوسف نے ذکر کیا کہ ہم گروہ انبیاء سے یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ سے کسی کو شریک ملائیں مَا كَانَ لَنَا اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا یوسف ۱۲ - اور شرک سے باز رہنا یہ خاص اللہ کا فضل ہے ہم پر پھر خدا نے عباد الرحمٰن کے وصف میں فرمایا فرقان وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ (وہ اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہیں پکارتے) اس میں کیا شک ہے کہ حضرت آدم بھی عباد الرحمٰن میں تھے - اسقدر تمہید کے بعد ہم اس آیت زیر ترجمہ میں کئی قرینے اس بات کے پاتے ہیں کہ یہاں آدم مذکور نہیں - اول تو اسی لئے کہ یہاں آدم علیہ السلام کا نام تک نہیں اور انکا ذکر پہلے ہو چکا ہے اور یہاں مخالفین آنحضرت صلعم کا ذکر ہے پھر ممنوع پھل کے کھانے کا ذکر تو بار بار آیا اور اس شرک کا ذکر نہ آیا - حالانکہ یہ اس سے اہم واقعہ ہے اور پھل والے واقعہ کے لئے تو آدم علیہ السلام نے دعا مانگی اور مغفرت طلب کی مگر اسکے لئے ایک کلمہ بھی نہیں عَمَّا يُشْرِكُوْنَ اس بات کا قرینہ ہے کہ یہاں مراد مشرکین ہیں نہ کہ آدم و حوا کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو خدا فرماتا اور بہت اعلیٰ شان ہے خدا کی اس سے جو ان دونوں نے شریک مقرر کیا پھر اس سے آگے يُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا الایۃ ہے جس کے اخیر میں قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ (اپنے من گھڑت شریکوں کو مدد کے لئے بلاؤ اور میرے ساتھ داؤ لگالو اور مجھے مہلت نہ دو) صاف ظاہر کر رہا ہے کہ یہاں مشرکین مکہ کا مذکور ہے - پس نفس واحدہ سے مراد بھی انہی کی جد مشترک ہے جس سے سلسلہ نسب چلتا ہے اور یوں تو ہر ایک فرد ایک ہی جان سے پیدا ہوتا ہے اور جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا

کہ اس سے اسکی عورت کو بنایا آدم مراد ہونے کے لئے قرینہ نہیں کیونکہ ہم دوسری جگہ پڑھتے ہیں وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا (اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ہے کہ تمہارے لئے تمہاری جانوں سے بیبیاں بنائیں الروم ع۳ پ۲۱) اس سے یہ مطلب تو نہیں کہ مردوں کی پسلیوں سے نکلتی ہیں بلکہ جنس مراد ہے۔ اب آیت کے معنے صاف ہو گئے جو یہ ہیں وہی پاک ذات جس نے تمکو (اے مشرکین) ایک جان[1] (جد مشترک) سے پیدا کیا اور اسی کے جنس سے اسکی بی بی بنائی تاکہ اسکی طرف رغبت کرے پھر جب اسے لپٹا تو حمل رہ گیا اور اسے لیکر پھرتی رہی پھر بوجھل ہوئی اور لگے دعا کرنے اپنے رب سے اگر چنگی بھلی اولاد ہوئی تو ہم شکر گزار ہونگے مگر جب صحیح و سالم بچہ دیا تو لگے شریک ٹھہرانے اسمیں جو خدا نے ان دونوں کو بخشا اور اللہ کی شان ان امور سے پاک ہے شاید کوئی کہے کہ مشرکین کا رب سے دعا مانگنا چہ معنی دارد سو سنو! مشرک کہتے ہیں اسکو ہیں جو اللہ کو بھی مانے اور اسکے ساتھ کسی اور کو بھی اللہ کا منکر تو کافر ہے پھر مشرکین عرب کے حالات میں ہم قرآن شریف سے کئی آیتیں پیش کر سکتے ہیں جس سے انکا خدا سے دعا مانگنا ثابت ہے دیکھو! وہ کشتی پر سفر کا ذکر کہ جب کہ ایک طوفان اٹھ کھڑا ہو اور موجیں چڑھ آئیں تو پکارتے ہیں خالص اللہ کو یونس ع۳ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ایسا ہی بتوں کی نسبت انکا عقیدہ هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَآؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ یونس ع۲ (یہ اللہ کے حضور ہمارے شفیع ہیں)

حضرت نوح کی نسبت

پھر اس آیت کی نسبت بھی کچھ غلطی معنوں میں کیجاتی ہے وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ (اور نوح نے اپنے رب سے دعا مانگی اور کہا اے میرے رب میرا بیٹا میرے اہل سے ہے اور تیرا وعدہ حق ہے تو سب حاکموں سے اعلی حاکم ہے قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ هود ع۴ (فرمایا اے نوح وہ تیرے اہل سے نہیں کیونکہ وہ بیٹا غیر صالح کام کرنے والا ہے پس اسکے بارے میں سوال نہ کر جس کا تجھے علم نہیں دیا گیا۔ یہ اسلئے میں سمجھاتا ہوں کہ تو جاہلوں سے نہ ہو جائے۔ ان آیات سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کے لئے دعا کی صرف اس خیال سے کہ انکے اہل کے بچانیکا وعدہ تھا۔ اور بیٹے کو بھی وہ اپنے اہل سے سمجھتے تھے وَلَا تُخَاطِبْنِیْ فِی الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا هود ع۴ ۱۲) بیشک آچکا ہے مگر دلوں کا تعلق تو محض اللہ کو معلوم ہے کسی اور کو کیا خبر کہ اسکی دلی حالت کہاں تک ہے اور وہ ظلم کے کس درجہ پر ہے اور اہل کا لفظ ظاہری طور سے تو تمام اولاد احفاد کو شامل تھا۔ پس نوح اسی اعتبار سے وفا کے بارے میں حق بجانب تھے مگر اللہ نے سمجھایا کہ وہ چونکہ بدکار ہے اسلئے اہل میں داخل نہیں عَمَلٌ ایسا ہی ہے جیسے وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ (و لیکن صاحب نیکی وہ ہے جو اللہ پر ایمان لائے البقرہ ع۲۲ پ۲) دیکھو یہاں بر بمعنی نیکی صاحب نیکی کے لئے آیا ہے ایسے ہی عمل کے معنے عامل کے ہیں اور انہ کا ضمیر بیٹے کی

---

[1] یہ بھی یاد ہے کہ ہر شخص ایک ہی باپ کا بیٹا ہوتا ہے پس یوں بھی نفس واحدہ کے معنے حل ہوتے ہیں۔

طرف راجع ہے کیونکہ اسی کا ذکر ہے تَكُونَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ جاہلوں ہی میں سے بھی گئے۔ اسپر نوح نے دعا مانگی قَالَ رَبِّ اِنِّيْ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْئَلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْۤ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (اے میرے رب میں تیری ہی پناہ مانگتا ہوں اس بات میں کہ تجھ سے وہ سوال کروں جس کا مجھے علم نہیں۔ اور اگر تو میری حفاظت نہ کرے اور مجھ پر نظر رحم نہ رکھے تو میں گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جاؤنگا) واقعی اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ اگر خدا تعالےٰ کی حفاظت و نگاہ لطف نہ ہو تو انسان کی کیا طاقت ہے کہ کامل رہ سکے اور ہر بات کا علم پا سکے یہ تو خدا تعالےٰ ہی کرم کرے تو ہر بات کی حقیقت سے آگاہ فرماوے۔

حضرت یونسؑ کے بارے میں

حضرت یونسؑ کی نسبت جو آیات ہیں انکے معنے کرنے میں بھی غلطی کی گئی ہے وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ؕ وَكَذٰلِكَ نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ الانبیاء ع ۶ پ ۱۷- اس آیت کے معنے معلوم کرنے سے پہلے یہ دیکھ لیجئے کہ ذوالنون منصوب ہے اور وہ اسے ظاہر ہے کہ اس کا عطف کسی پہلے فعل پر ہے سورکوع ۵ میں ہم اٰتَيْنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ پڑھتے ہیں پس معنے یہ ہوئے کہ ہم نے ذوالنون کو بھی رشد عطا فرمایا۔ اب اس سے آگے جو آیت ہے اگر ہم اسکے معنے ایسے کرینگے جو رشد کے خلاف ہوں تو یہ ہماری اپنی غلطی ہوگی اب معنی سنیئے

جب وہ غضبناک ہو کر گیا۔ مگر کس پر اپنی قوم پر جس نے اسکا حکم نہ مانا اور کس پر ؟ کیا خدا پر ؟ لاحول ولا قوۃ کیا ایک نبی جس کی تعریف میں صاحب رشد فرمایا گیا۔ ایسا کر سکتا ہے۔ ہرگز نہیں اور خیال کیا ہمپر کوئی مصیبت نہ ڈالینگے یعنی یہ نہ خیال کیا کہ شاید کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤں لن نقدر کے یہ معنی کرنے کہ یونس سمجھا ہم (خدا) اسپر قابو نہ پائینگے ایک خوفناک غلطی کی ہے کیا ایک نبی یا بہ مطلق یہ گمان کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ قرآن مجید میں آیا ہے اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ تو یہاں یقدر کے معنے تنگ کر دینے کے ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ نے بھی اسکے معنی یہی کئے ہیں دیکھو مدارک پس مچھلی کے پیٹ کی تاریکیوں میں پکارنے لگا۔ کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات ہر عیب و نقصان سے پاک ہے اور میں مصیبت میں پھنسا ہوا ہوں من الظلمین کے یہی معنے ہیں اسکے ہمارے پاس کئی قرینے ہیں دیکھو اس سے آگے فاستجبنا لہ ہے یعنے اسکی دعا کو قبول کر لیا یہ نہیں فرمایا۔ اغفر لنا لہ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے کوئی گناہ نہیں کیا کہ اسکی بخشش طلب کرتے پھر فرمایا ہم نے اس کو مصیبت جس کا نتیجہ غم تھا اس سے نجات دی یہ بھی قرینہ ہے اس بات کا کہ گناہوں سے آپکا وجود پاک تھا

اور یہ مصیبت بطور ابتلا تھی جو ہر ایک کامل مومن کو پیش آتے ہیں اور انکا انجام انکی ترقی و عزت ہوتا ہے چنانچہ اسی لئے فرمایا ہم اسی طرح کامل مومنوں کو نجات دیتے ہیں۔ دیکھو اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ آپ ان مومنوں میں سے تھے جن میں کسی طرح کا نقص نہیں ہوتا پس ان کا کسی گناہ کا مرتکب ہونا کیسا؟ ہاں انہوں نے خدا کی ذات کے سامنے اپنے تئیں کمزور و ناقص قرار دیا اور پاک لوگوں کا یہی طریق ہے کہ ہر مشکل میں خدا کو پکارتے ہیں پھر آنحضرت صلعم کا فرمانا مَا دَعَا بِهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ وَهُوَ مَكْرُوبٌ إِلَّا اسْتَجَابَ اللّٰهُ دُعَاءَهُ (جو عبد مسلم مصیبت میں یہ دعا مانگیگا اللہ اسکی دعا کو قبول کرلیگا) اس بات پر شاہد ہے کہ یہ دعا مصیبت سے نجات کے لئے ہے نہ کہ گناہ سے بخشش مانگنے کے لئے یونس علیہ السلام کا ذکر جو دوسرے مقام پہ ہے وہاں سے بھی ثابت ہے کہ آپ اللہ کے عبادت گذاروں[۱] اور محسنوں میں سے تھے[۳]۔ اور خدا کے خاص بندے تھے پس ان پر یہ گمان کرنا کہ آپ خدا پر غضب ناک ہو کر چلے گئے۔ یا یہ خیال کیا کہ خدا مجھ پر قدرت نہیں رکھتا بڑا بھاری گناہ ہے۔

حضرت موسیٰ کی نسبت اب ہم ان آیات کے معانی بتاتے ہیں جو حضرت موسیٰ کے ایک ذریعہ کی نسبت قرآن مجید میں نازل ہوئی ہیں اسکے سمجھنے میں بھی ہمارے مفسرین سے غلطی ہوئی ہے جن کے اقوال کو حسن السماء ماننے کے لئے ہمیں مجبور کیا جاتا ہے دیکھو القصص ۲۶ ۲۰۔ اور موسیٰ شہر میں داخل ہوئے اسوقت جب لوگ بحالت غفلت تھے اس میں اسنے دو آدمی لڑتے ہوئے پائے ایک تو ان کے گروہ سے (یعنی بنی اسرائیل میں کا) اور ایک اسکے دشمنوں سے جو گے کا (قبطی فرعونی) اسرائیلی نے موسیٰ کے پاس دشمن کے مقابلہ[۴] میں فریاد کی موسیٰ نے اُسکے ایک مکا مارا۔ اور وہ مر گیا اسپر موسیٰ بولے۔ یہ شیطانی فعل کا نتیجہ ہے بے شک وہ دشمن صریح گمراہ کرنے والا ہے۔ اسکے معنے یوں کئے جاتے ہیں کہ موسیٰ نے گویا اقرار کیا کہ مجھ سے یہ شیطانی فعل سرزد ہوا استغفر اللہ یہ غلط ہے بلکہ اصل مطلب یہ ہے کہ آپنے اس دشمن کو کہا "یہ تیرے شیطانی افعال کی سزا ہے"۔ اسکے بعد جب آپنے خیال کیا کہ دشمنوں کا غلبہ ہے اور ان سے ضرور باز پرس ہوگی تو آپنے دعا کی "اے میرے رب میں اپنی جان کو مصیبت میں ڈالا ہیں تو میری حفاظت کر چنانچہ خدا نے اسکی حفاظت کی (یعنی دشمنوں کی شر سے محفوظ رکھا وہ اپنے آدمی کے بدلہ میں کچھ ایذا نہ پہنچا سکے) کیونکہ وہ بڑا حفاظت کرنے والا مہربان ہے پھر موسیٰ نے عرض کیا اے میرے رب تو نے مجھ پر انعام کیا ان کے سبب سے میں کبھی مجرموں کا مددگار نہیں ہونے کا۔ یعنی میں

---

[۱] وَأَرْسَلْنَاهُ إِلَىٰ مِائَةِ أَلْفٍ أَوْ يَزِيدُونَ الصفت ۴۴ ۳۴۔ [۱] ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کا مقتدا بنایا ۱۲ [۲]

[۲] فَالْتَقَمَهُ الْحُوتُ وَهُوَ مُلِيمٌ فَلَوْلَا أَنَّهُ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِينَ لَلَبِثَ [۳] جیسا کہ ہر نبی کے ذکر کے اخیر پر آیا ہے كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ وَإِنَّهُ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِينَ [۴] فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِي مِنْ شِيعَتِهِ عَلَى الَّذِي مِنْ عَدُوِّهِ فَوَكَزَهُ مُوسَىٰ فَقَضَىٰ عَلَيْهِ قَالَ هَٰذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ إِنَّهُ عَدُوٌّ مُضِلٌّ مُبِينٌ قَالَ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ نَفْسِي فَاغْفِرْ لِي فَغَفَرَ لَهُ إِنَّهُ هُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ

آیندہ کبھی مجرموں کا مددگار نہیں ہوا۔ اور نہ آئندہ ہونگا۔ یہ تیرے خاص فضل سے ہے اس سے صاف ثابت ہے۔ کہ
اسرائیلی کی مدد کرنے میں آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا ورنہ ایسا نہ فرماتے اور نہ خدا تعالےٰ اس قصہ کے بیان
کرنے سے پہلے لَمَّا بَلَغَ اَشُدَّہٗ وَاسْتَوٰیٓ اٰتَیْنٰہُ حُکْمًا وَّعِلْمًا وَکَذٰلِکَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ (جب
اسکی تمام قوتیں کمال کو پہنچ گئیں۔ اور وہ انپر حکومت کرنے کا مجاز ہوگیا تو ہم نے اسکو علم و حکمت عطا کیا اور احسان
کے رنگ میں عبادت کرنے والوں کو ہم یہی جزا دیتے ہیں۔ یہاں حضرت موسیٰ کی یہ اوصاف بیان کیے گئے ہیں
کہ وہ اپنی طاقتوں پر پورے پورے حاکم تھے۔ اور انکو علم و دانائی بھی تہی پھر خدا کو حاضر ناظر جاننے والے اور
اسکی رضامندی سے ایک قدم بھی ادہر ادہر نہ ہونے والے ہیں وہ کسی ایسی غلطی و گناہ کے مرتکب بھی نہ ہوسکتے تھے (پس
آپ شہر میں صبح کو ڈرتے ڈرتے گئے اس انتظار میں کہ کوئی پکڑ نہ لے۔ اچانک پھر وہی آدمی جس نے پہلے مدد مانگی تھی مدد کے
لئے چیختا نظر آیا۔ موسیٰ نے اسے کہا بھئی تو تو بڑا جھگڑالو ہے (یہاں ہنے غوٰی کے معنے جھگڑالو کئے ہیں کیونکہ گمراہ
ہونے کی حالت میں وہ مجرم ٹھہرتا۔ اور موسیٰ علیہ السلام کہہ چکے ہیں کہ مجرموں کا مددگار نہیں ہوا پس جھگڑالو کہنے سی
صرف یہ مراد تہی کہ اسے جتادیں کہ ایسے لوگوں سے جھگڑنے سے کچھ فائدہ نہیں) یہ کہکر جب موسیٰ نے اس شخص کو جو ان
دونوں کا دشمن تھا پکڑنا چاہا تو بول اٹھا اے موسیٰ کیا تیرا ارادہ ہے کہ مجھے قتل کردے جیسے کل ایک کو قتل کردیا تو گویا
زمین پر جابر بننا چاہتا ہے الآیۃ۔ ان الفاظ پر غور کرو کہ حضرت موسیٰ پھر کل والے دوست کو مدد دینے کے لئے تیار
ہوگئے جس سے ثابت ہوا کہ وہ اپنے پہلے فعل کو بھی برا نہ سمجھتے تھے اور نہ خدا کے نزدیک برا تھا ورنہ وہ اتنی جلدی اپنے
وعدہ لَنْ اَکُوْنَ ظَہِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ کا خلاف نہ کرتے کیونکہ اگر وہ ایسا کرتے تو خدا کے غضب کا موجب ہوتے جو ایک خدا
کے محبوب سے جس کی تعریف میں محسن صاحب حلم و حکمت اس قدر اسی قصے کے ابتدا میں فرمایا گیا ہے) بہت بعید ہے
پھر ہمارے پاس اور بھی بہت سے ثبوت ہیں اس بات کی نسبت کہ اپنے دشمن کو قتل کردینا کوئی گناہ کی بات نہ تہی کیونکہ
اس نے بھی اسرائیلی کی ہلاکت کا ارادہ کیا تھا اور اگر موسیٰ علیہ السلام وقت پر نہ پہنچتے تو ضرور ایسا ہی ہوتا پس اسکی
سزا یہی تھی گو ہم کہہ سکتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام کا ارادہ اسکے ہلاک کردینے کا نہیں تھا کیونکہ مکا کوئی ایسی چیز نہیں
کہ اسکے مارنے سے قتل عمد کا ثبوت ملے بلکہ یہ قضا ایسی تہی کہ آپ نے مارا مکا اور وہ مرگیا۔ مگر پھر بھی جو کچھ ہوا ٹھیک
ہوا۔ اسی لئے ظالم بھی اسی دشمن کی قوم کو قرار دیا گیا جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ظاہر ہے رَبِّ نَجِّنِیْ
مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ القصص ۲۰/۲۶ (اے میرے رب مجھے ظالموں کی قوم سے نجات دے) حالانکہ اگر یہ قتل
کردینا گناہ ہوتا تو ظالم اس صورت میں خود موسیٰ علیہ السلام تھے نہ کہ اسکی قوم کے لوگ جو بصورت ظلم قصاص لینے
میں حق بجانب تھے جیسا کہ تورات خود اس کتاب میں جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تہی اِنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ
آیا ہے مگر پھر بھی اسی دشمن کی قوم کو ظالم ٹھہرایا ہے جس سے موسیٰ علیہ السلام کا اسکے قتل میں حق بجانب ہونا

ثبوت ملتا ہے فرمایا لَا تَخَفْ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ (القصص ۲۶، ع ۳) (نہ خوف کر تو ظالموں کی قوم سے نجات پا گیا) پھر دیکھو موسیٰ علیہ السلام جب خدا سے ہمکلام ہوئے تو یہی وَلَهُمْ عَلَيَّ ذَنْبٌ کہا یعنی ان مصریوں کا مجھ پر گناہ ہے یہ نہیں فرمایا کہ لے خدا تیرا مجھ پر گناہ ہے۔ خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنٰكَ مِنَ الْغَمِّ (تو نے ایک جان کو قتل کیا اور ہم نے تجھے غم سے نجات دی) یہ نہیں فرمایا تیرا گناہ بخشدیا کیونکہ وہ فی الحقیقت گناہ نہیں تھا اور وہ غم کیا تھا؟ دشمنوں کے قابو میں آجانے کا جس سے اللہ نے بچایا۔

حضرت ابراہیم ع | ایسا ہی حضرت ابراہیم کی نسبت "جھوٹ کا الزام" تسلیم کر لیا گیا ہے اور اسکی مدد میں ایک حدیث بھی لاتے ہیں افسوس ہے ایسے مسلمانوں پر جو ایک نبی کو جھوٹا قرار دیں اور جھوٹ کو اسکی طرف منسوب کرتے وقت انکے بدن پر لرزہ نہ پڑجائے خدا تعالیٰ تو فرماتا ہے اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (وہ ایک نہایت ہی راستباز نبی تھا مریم) اور تم کہتے ہو کہ انھوں نے جھوٹ بولا لاحول ولا قوۃ۔ جس آیت سے یہ سمجھا گیا اسکے معنے کرنے میں تمہاری اپنی ہی غلطی ہے دیکھو قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْئَلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا يَنْطِقُوْنَ (الانبیاء ۵، ع ۱۷) (انہوں نے پوچھا کیا تو نے ہمارے ٹھاکروں کیساتھ ایسا کیا۔ ابراہیم نے جواب دیا کیا اسکو جس نے کیا ان کا بڑا یہ ہے پس اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے پوچھ دیکھو گویا آپ نے انکی غلطی جتانے کے لئے انکے سوال کا جواب دیا اور فرمایا اس بڑے میاں سے پوچھو کہ کس نے یہ کام کیا فَعَلَهٗ پر وقف ہے جو کہ اکثر قرآنوں میں موجود ہے یہ اسی لئے ہے کہ یہاں وقفہ ہے اور كَبِيْرُهُمْ علیحدہ ہے بھلا آپ خیال فرمائیں کہ جو شخص للکار کر قسمیہ طور سے کہے وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ (خدا کی قسم میں تمہارے بتوں سے جنگ کرونگا (ان کو توڑ ڈالونگا) کیا وہ عین موقعہ پر یہ بزدلی دکھا سکتا تھا کہ اپنے فعل سے صاف انکار کر جائے۔

دوسرا (الصّٰفّٰت ۲۳، ع ۳) میں فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ آیا ہے تو یہاں آپکا فرمانا میں بیمار ہوں کوئی حیلہ یا جھوٹ نہیں ہے بلکہ واقعی بات ہے کہ بیمار ہونیکا مفہوم بہت عام ہے بیمار ہونا اس بات کا مستلزم نہیں کہ آپ بتوں کو توڑنے کے لئے بھی نہ جا سکیں یہ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ آپکی طبیعت کچھ ایسی ناساز ہو کہ عید کے میدان میں شریک نہ ہو سکتے ہوں مگر اتنی قوت ہو کہ بتوں کے توڑنے کے لئے مندر میں جا سکیں اور یہ اغلب ہے کہ ایک شخص کی طبیعت خراب ہو گئی ہو اور پھر کچھ دیر بعد سنبھل جائے۔

تیسرا ایک اور مقام ہے جس کے معنے کچھ اس طرح کئے جاتے ہیں کہ خواہ مخواہ ہنسی آتی ہے اور سادہ لوح مفسرین کی لیاقت و علمیت پر افسوس وہ یہ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ الَّيْلُ رَاٰ كَوْكَبًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ کے معنے (کہ جب اس پر رات چھا گئی تو ایک ستارہ دیکھا اور کہا یہ میرا رب ہے) کرتے ہیں اب دیکھئے اسی آیت سے

مُبِيْنٌ (انعام ع ۹) (جب ابراہیم نے اپنے چچا آزر کو کہا کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے میں تجھے اور تیری قوم کو صریح گمراہی میں دیکھتا ہوں) خیال فرمایئے کہ جس شخص کی معرفت کا یہ حال ہو کہ وہ علانیہ اپنی ساری قوم اور اپنے چچا کو بھی گمراہ قرار دے اور توحید پر قائم ہو اور جب نجات سمجھے کیا وہ خود ایسی گمراہی میں ہو سکتا ہے کہ ستارے یا چاند کو رب قرار دے جو کہ ایک معمولی درجہ کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے اچھی طرح غور کر کے دیکھو کہ اگر ان کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ ستارہ **میرا رب نہیں** اور اس وہم میں گرفتار ہے جب تک وہ غروب نہ ہوا تو ساری قوم کو کس طرح گمراہ قرار دے سکتے اور کیونکر علانیہ کہتے کہ تم سب غلط عقیدہ پر ہو پھر اخیر میں دیکھو وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ (یہ حجتیں (دلیلیں) ہیں جو ہم نے ابراہیم کو انکی قوم کے مقابلہ پر عطا کیں) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے مناظرہ میں اسکو استعمال کیا پس اگر جو خود ابھی پہلی منزل میں ہو اور اوہام میں گرفتار ہو وہ دوسرے کے ساتھ کیا مناظرہ کر سکتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ یہ معنی ہی غلط ہیں اصل بات یہ ہے کہ آپ نے هٰذَا رَبِّي استفہام کے رنگ میں[1] فرمایا یعنی رات کے وقت قوم کو ستارہ دکھا کر کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا أُحِبُّ الْآفِلِينَ (پھر جب غروب ہو گیا تو کہا میں تو غروب ہو جانے والوں کو پسند نہیں کرتا) یعنی ایسا بھی اللہ ہو سکتا ہے جو ایک وقت زوال میں آ جائے پھر چاند کو دکھا کر کہا کیا یہ میرا رب ہے؟ جب غروب ہو گیا تو کہا اگر میرا رب مجھے سیدھے رستے پر نہ چلاتا تو میں بھی بھٹکے ہوؤں سے ہو جاتا (مگر الحمد للہ کہ مجھے سمجھ ہے کہ یہ میرا رب نہیں) پھر آفتاب پر نظر کی (دیکھنے اسکے بارے میں تحقیقات و غور کی (کروائی) کیا یہ میرا رب ہے؟ یہ سب سے بڑا ہے جب وہ بھی ڈوب گیا تو کہا اے قوم! میں ان چیزوں سے جنکو تم شریک گردانتے ہو بیزار ہوں۔ اس بَرِيءٌ مِّمَّا تُشْرِكُونَ سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپ اول ہی سے ستارہ چاند سورج کو معبود سمجھنے کو گمراہی سمجھتے تھے۔ قوم کو سمجھا کر علانیہ سنا دیا کہ میں تمہارے عقائد سے بیزار ہوں۔

حضرت داؤد اب حضرت داؤد کا قصہ سنئے جو بعض مفسرین نے تراشا ہے کہ آپ کی ننانوے (99) بیویاں تھیں۔ ایک سپاہی کی جورو پر عاشق ہوئے اسے لڑائی میں بھیجدیا کہ مارا جائے اور نکاح کر لیں۔ کیا ایک نبی معصوم ایسے افعال کا مرتکب ہو سکتا ہے جو ایک کامل مومن تو درکنار معمولی مومن سے بھی مستبعد ہیں پھر لطف یہ کہ جن آیات سے یہ قصہ نکالا گیا ہے اس میں مطلق اس بات کا ذکر نہیں وہاں تو **فرشتوں** کا بھی مذکور نہیں جیسا کہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ فرشتے ایک مقدمہ بنا کر لائے تاکہ داؤد اپنے گناہ کو سمجھے گویا داؤد کا ضمیر ایسا خراب تھا کہ وہ اپنے اس بڑے بھاری گناہ کا احساس بھی نہ کر سکتا تھا توبہ الٰہی توبہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا کہ پاکوں کے حالات کو اپنے پر قیاس کرتے ہیں حالانکہ پڑھتے ہیں کار پاکاں را قیاس از خود مگیر یہ تو ہر ایک مومن میں خدا تعالے کا عطا کردہ خاصہ ہے کہ برے کام پر اسکا ضمیر اسے ملامت کرتا ہے مگر حضرت داؤد کے ضمیر نے انکو ملامت نہ کی اور خدا کو فرشتے بھیجنے کی ضرورت پڑی پھر **فرشتوں** نے بھی سمجھایا تو ایسے رنگ میں کہ ایک جھوٹ گھڑنا پڑا کیونکہ انہوں نے جو مقدمہ اپنا پیش کیا تھا کہ اسکی ۹۹ بھیڑیں ہیں اور میری

---

[1] یا مخاطب پر حجت قائم کرنے کے لئے اسکی بات مان کر اسکو آخر میں ملزم کیا ۱۲

ایک اور وہ بھی یہ لینا چاہتا ہے تو یہ صریح گا بناوٹی قصہ ہے کیونکہ سب جانتے ہیں کہ فرشتے بھیڑیں نہیں رکھا کرتے
اور نہ وہ فریق مقدمہ ہیں۔ بجالیکہ انہوں نے کہا ہم دو فریق مقدمہ ہیں ایک نے دوسرے پر زیادتی کی گویا یہ دوسرا فساد لازم
آیا اس خود تراشیدہ قصہ سے کہ فرشتے الزام کذب و بناوٹ سے ملوث ہوئے حالانکہ انکی شان اس سے
بلند ہے پھر دیکھو ان آیات سے پہلے فرمایا گیا ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْأَيْدِ إِنَّهُ أَوَّابٌ (ہمارے عبد
داؤد کا ذکر کرو۔ جسے ہم نے طاقت دی تھی اور وہ خدا کی طرف بار بار رجوع کرنے والا تھا) عبد کے لفظ میں ان تمام مراتب
اخلاص و اتقا کا مفہوم پڑا ہے جو آپکو ایسی تہمتوں سے بری ٹھہراتا ہے جو قصوں کے رنگ میں آپ پر لگائی جاتی ہیں
پھر آپکو بات بات میں خدا کی طرف رجوع کرنیوالا ٹھہرایا گیا ہے گویا آپ کے قول و فعل رضامندی باریتعالی کی تحت میں تھے
اور ہر امر میں خدا کی فرمانبرداری کرتے پھر کسطرح یہ ممکن ہے کہ آپکے دل میں کسی غیر کی بیوی کو نکاح میں لانے کا خیال تک
بھی گذرا ہو پھر اخیر میں یہ کہو وَإِنَّ لَهُ عِنْدَنَا لَزُلْفَى وَحُسْنَ مَآبٍ (کہ ہماری جناب میں اسکو بڑا تقرب اور
اچھی منزلت تھی) کیا یہ الفاظ اسی قصے کے بعد اس امر کا ثبوت نہیں کہ اس سے پہلے کسی فرو گذاشت یا غلطی یا
گناہ کا ذکر نہیں ورنہ یہ اعلے درجہ کا تقرب کیسا پھر فرمایا إِنَّا جَعَلْنَاكَ خَلِيفَةً فِي الْأَرْضِ (ہمنے تجھے زمین میں
خلیفہ بنایا) یہ دوسرا انعام ہے کہ یہ اس گناہ مزعومہ کے ثواب میں دیا گیا؟ پس ضرور اس سے پہلی آیت میں آپکے
کسی نیک عمل کا ذکر ہے نہ کہ برے کام کا۔ پھر دیکھو خود داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کئی شرکاء ایک دوسرے پر زیادتی کرتے
ہیں مگر مومن نیکو کار اس سے محفوظ ہیں جس سے معلوم ہوا کہ وہ اپنے تئیں اسی زمرے میں سمجھتے تھے ورنہ یہ نہ فرماتے

اب ہم اس آیت کے معنی کرتے ہیں اور اصل واقعہ بتلاتے ہیں وَهَلْ أَتَاكَ نَبَأُ الْخَصْمِ إِذْ تَسَوَّرُوا
الْمِحْرَابَ إِذْ دَخَلُوا عَلَى دَاوُدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوا لَا تَخَفْ خَصْمَانِ بَغَى بَعْضُنَا
عَلَى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَا إِلَى سَوَاءِ الصِّرَاطِ ص ۲۲-۲۳-
(کیا تجھے ان دشمنوں کی خبر پہنچی جو دیوار پھاند کر عبادت خانے میں چلے آئے جب وہ داؤد کے پاس پہنچے تو ان سے
جو کنے ہو گئے وہ کہنے لگے خوف کا مقام نہیں ہم تو دو دعویدار ہیں۔ جن میں سے ایک نے دوسرے پر زیادتی کی
پس آپ ہم میں حق حق فیصلہ کر دیجئے اور بات کو دور نہ ڈال دیجئے بلکہ سیدھی راہ اس معاملہ میں سمجھا دیجئے) اصل
بات یہ ہے کہ آپکے چند دشمن بد ارادہ سے عبادت خانہ کی دیوار پھاند کر آئے انکا ارادہ تھا کہ داؤد کو قتل کر دیں
مگر جب انکو جاگتا پایا اور نبوی ہیبت[1] نے اثر کیا تو ایک بات جھوٹ موٹ بنالی کہ ہم تو دعویدار ہیں اور مقدمہ

---

[1] اس قسم کی ہیبت بادشاہوں اور نبیوں کو دیجاتی ہے کیونکہ وہ ظل اللہ ہوتے ہیں بڑے بڑے بدمعاشوں کے
دل دیکھکر دہل جاتے ہیں جیسا ہمارے نبی اکرم صلعم سے یہ واقعہ پیش آیا کہ آپ کو ایک کافر تلوار سے شہید کرنا چاہتا
تھا مگر ہیبت و رعب نبوی سے ایسا اثر کیا کہ ہاتھ کانپ گیا اور تلوار گر گئی ۱۲

کا فیصلہ کرانے آئے ہیں جب داؤد اصل معاملہ سے آگاہ ہوئے تو آپ سمجھے خدا نے مجھے ابتلاء میں ڈالا اسلئے فیض ربوبیت سے حفاظت طلب کی اور آپ رکوع کرتے ہوئے سجدہ میں گر پڑے اور خدا کی طرف رجوع کیا وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ فَغَفَرْنَا لَهٗ ذٰلِكَ (داؤد اسوقت سمجھے کہ ہمنے اسے ابتلا میں ڈالا پس اس نے اپنے رب سے حفاظت طلب کی (کہ مجھے ان دشمنوں کے شر سے بچا) اور سجدہ میں گر پڑے اور خدا سے دعا مانگنی شروع کی تو ہم نے اسکے لئے اس معاملہ میں حفاظت کی (یعنے وہ دشمن اپنے بد ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکے بلکہ انپر ایک قسم کی ہیبت طاری ہو گئی۔ حفاظت اسلئے کی کہ اسکو میرے نزدیک بڑا تقرب تھا۔ پھر تمام قسم کے دشمنوں کو کمزور کر کے اسے خلیفہ بنا دیا) یہجے جناب جو حق بات ہے وہ تو یہ ہے مگر نادانی سے کچھ کا کچھ بنا دیا گیا ہے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام

اس سے آگے سلیمان علیہ السلام کا ذکر ہے انپر اپنی حماقت سے یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ قصور تو اپنے آپ سے ہوا کہ عصر کی نماز گھوڑے دیکھنے میں قضا کر دی اور پھر غصہ میں آکر گھوڑوں کو کاٹ ڈالا یہ کام ایک نبی سے منسوب کرنا بڑی گستاخی ہے افسوس ہے کہ اپنی طبائع پر قیاس کر کے ایسا واقعہ بنا لیا گیا غور کرنا چاہیئے یہ کتنے بڑے غضب کی بات ہے کہ غفلت تو اپنی مگر قتل کریں گھوڑوں کو اگر انکو ایسی ہی غفلت کا موجب خیال کیا تو پھر کسی کو بخشدیتے کوئی غریب دعائیں دیتا یہ کیا کہ ایسی بیدردی سے کاٹ ڈالا چونکہ ایسا کرنا ایک نبی کی شان کے شایاں نہیں اسلئے اسکے معنے ہی اور ہیں وہ آیت یہ ہے اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ رُدُّوْهَا عَلَيَّ فَطَفِقَ مَسْحًا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ پ۲۳ (جبکہ اسپر شام کے قریب اصیل خاصے کے گھوڑے پیش کئے گئے کہا کہ میں اس مال کی محبت کرنا اپنے رب کے خیال سے پسند کرتا ہوں یہانتک کہ آفتاب غروب[ف] ہو گیا (یعنی اتنی دیر جو انکو دیکھتا رہا ہوں تو دنیوی خیال سے نہیں کہ اچھے گھوڑے ہیں اور محض نفس کو خوش کر لیا بلکہ اسلئے کہ میرے رب کی راہ میں کام آتے ہیں کہ اسکے اعلاء کلمہ میں مدد دیتے ہیں اسی خیال سے فرمایا) انکو پھر میرے روبرو لوٹا لاؤ اور لگا انکی گردنوں اور پنڈلیوں پر دست شفقت پھیرنے یعنے انکو چمکارنا اور تھپکنا شروع کیا) اس واقعہ میں صرف یہ جتلایا گیا کہ وہ بات بات میں خدا کی طرف رجوع کرتے۔ کسی سے محبت کرتے تو محض للہ چنانچہ اس واقعہ کے بیان سے پہلے فرمایا نِعْمَ الْعَبْدُ اِنَّهٗٓ اَوَّابٌ (بڑے اچھے بندے تھے کہ ہر امر میں خدا ہی کی طرف رجوع رکھتے تھے)

سرور کائنات فخر موجودات علیہ الصلوٰۃ کی نسبت بھی ناسمجھی سے کچھ ایسے واقعات بیان کئے جاتے ہیں جنکو میں ذکر

[ف] دوسرے معنے ہیں کہ گھوڑے نظر سے اوجھل ہو گئے بادشاہوں کو جب فوج وغیرہ دکھائی جاتی ہے تو آگے سے گزرتی ہے حضرت سلیمان تو اپنے مصاحبوں کے ساتھ اللہ کے شکر کی باتیں کرنے میں مشغول ہو گئے اتنے میں گھوڑے دور چلے گئے فرمایا واپس لاؤ ۱۲

بھی نہیں کرسکتا میں کہتا ہوں یہ لوگ کس منہ سے نبی اکرم صلعم کی امت ہوتے اور اس سچے رسول کی محبت کا دعوی کرتے ہیں۔ جبکہ انکی طرف ایسی باتیں کہنے سے بھی تامل نہیں کرتے جو کہ اگر انہی الفاظ میں انکی یا انکے عزیزوں کی طرف منسوب کیجائیں۔ تو وہ غصہ میں آ کر لال لال آنکھیں نکال لیں اور مارنے کو تیار ہو جائیں۔

احزاب پ ۲۲ ع ۵ وَتُخْفِي فِي نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَاهُ کے معنی کرتے ہیں کہ اے محمد! تو اپنے جی میں ایک بات چھپاتا تھا (وہ کیا؟ کہ زید چھوڑ دے تو میں زینب سے نکاح کر لوں) اور اللہ اسکو ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ اللہ زیادہ حقدار کہ تو اس سے ڈرے ان معنوں کے رو سے دو گناہ نبی اکرم صلعم کے ذمے لگتے ہیں۔ حالانکہ حضور علیہ السلام کا دامن ان دونوں باتوں سے بالکل پاک ہے نہ آپنے زینب سے نکاح کرنیکا خیال تک بھی کیا اور نہ آپ لوگوں سے ڈرے اس بات کا ثبوت کہ آپنے نکاح کی خواہش تو درکنار خیال تک بھی نہیں کیا یہ آیت ہے جو اس قصہ کے ابتدا میں ہے مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهُ أَمْرًا أَنْ يَكُونَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا مُبِينًا اور کسی مومن مرد و مومنہ عورت کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ جب اللہ اور اسکا رسول کسی معاملہ میں فیصلہ دے تو پھر اسکو کرنے یا نہ کرنے میں اختیار رہے اللہ اور اسکے رسول کی جو عدول حکمی کرتا ہے وہ سخت گمراہی میں پڑ گیا

اس کے شان نزول میں علامہ سیوطی بہ سند صحیح لکھتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے اپنی پھوپھی کی بیٹی زینب بنت جحش سے نکاح کی درخواست کی جب اسے اور اسکے قریبیوں کو معلوم ہوا کہ زید (آزاد شدہ غلام آنحضرت) کے لیے ہے تو انہوں نے انکار کر دیا مگر پھر وحی نازل کہ یہ درخواست ضرور قبول کرنی پڑیگی ورنہ خدا اور رسول کے نافرمانبردار قرار دئے جاؤ گے (کیونکہ اس میں ایک خاص حکمت تھی) اسوقت انکو تسلیم کرنا پڑا۔ اور زید کیساتھ نکاح ہوا۔ اگر آپ اس سے نکاح کرنا چاہتے تو بخوشی کر سکتے تھے۔ اور زینب اور اسکے قریبی بھی اس رشتہ سے بالکل راضی تھے۔ مگر آپنے ایسا نہ کیا مگر وحی الہی سے زید کے ساتھ نکاح کر دیا جس سے صاف ثابت ہے کہ آپکے دل میں یہ وہم بھی نہ تھا کہ زینب سے میں نکاح کروں اور نہ اسوقت کوئی مانع تھا یہ کہنا کہ آپنے اسکو دیکھا نہ تھا بالکل فضول ہے کیونکہ پردے کے احکام اسکے بعد نازل ہوئے اور زینب آپکی پھوپھی کی بیٹی تھی جس سے یہ امر قرین قیاس ہے کہ آپ سے کوئی بات مخفی نہ تھی بلکہ وہ آپکے ہاتھوں میں پلی اور جوان ہوئی پھر آپکے ہاتھ پر بیعت کر چکی اور ہجرت بھی کی پس یہ خیال بھی فضول ہے کہ آپکو حالات بعد میں معلوم ہوئے۔ دوسرا ثبوت اس بات کا یہ ہے کہ جب زید نے طلاق دینا چاہا تو آپنے اسکو روکا اور پھر فرمایا أَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ اور اپنی بی بی کو اپنے نکاح میں رکھ اور اللہ سے ڈر۔ اِتَّقِ اللّٰهَ ایک بڑی بھاری تنبیہ ہے جو ایک نبی کی طرف سے ہو سکتی ہے۔ یہ آیت باواز بلند پکار رہی ہے کہ آپ کی حقیقی خواہش یہی تھی کہ زید کی زوجیت میں رہے اور اپنے ساتھ اسوقت نکاح کرنیکا خیال تک بھی نہ تھا تیسرا قرینہ یہ ہے کہ زَوَّجْنٰكَهَا ہم نے اسکو تیری بیوی بنا دیا فرمایا نہ یہ کہ ہم نے تجھے اجازت دیدی یا تیری خواہش کو پورا

کردیا۔ اس میں نکتہ یہ ہے کہ آپ نے جب اس سے نکاح کیا تو محض وحی الٰہی کی تعمیل کے لئے نہ کہ اپنے ارادہ سے فِيمَا فَرَضَ اللّٰهُ لَهٗ بھی اسی کی طرف مشیر ہے یعنی اس بات میں جو اللہ نے فرض قرار دی ہے کچھ حرج نہیں۔ پس ان تین آیات پر نظر کر کے آپ خیال کرلیں کہ آپ کے دل میں زینب کے ساتھ نکاح کرنیکا خیال مخفی نہ تھا جس کو آپ چھپانا چاہتے تھے اور اللہ نے ظاہر کردیا بلکہ بات یہ ہے کہ یہ نکاح (زینب کا زید کیساتھ) وحی الٰہی کے ماتحت ہوا تھا۔ اب اس طلاق کے بد نتائج کا آپکو بہت کچھ خیال تھا کہ معاندین ومخالفین اعتراض کرینگے کہ یہ نکاح وحی سے کرایا اور اسکا انجام اچھا نہ ہوا۔ اور ادھر زینب کے اقربا (جو پہلے ہی اس ازدواج پر ناراض تھے) کے زیادہ بگڑ جانے اور ابتلا میں آنے کا فکر تھا پس یہ افکار جو آپ کے دل میں تھا اور لوگوں سے ڈرنا بھی کسی خوف ضرر کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اسی ہمدردی کی وجہ سے تھا کہ یہ بیچارے کہیں اس طلاق کیوجہ سے ابتلا میں نہ پڑ جائیں کیونکہ وہ تو کہینگے کہ اگر یہ نکاح وحی الٰہی سے ہوتا تو کبھی اسکا یہ برا نتیجہ نہ نکلتا چنانچہ ایک دوسرے مقام پر نبی اکرم صلعم کو فرمایا لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (شاید تو اس فکر میں کہ لوگ مومن نہیں ہوتے اپنی جان کو ہلکان کرے گا) تو اس سے جھڑک مقصود نہیں بلکہ یہ بطور غمخواری فرمایا ایسا ہی یہاں بھی فرمایا کہ اے نبی اکرم تم لوگوں کے ابتلاء میں آنے سے کیوں ڈرتے ہو۔ ڈر تو اللہ کا رکھنا چاہیئے تم کیا جانو کہ اس بات میں ہماری کیا کیا حکمتیں ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ نبیوں کو ہر بات کا علم پہلے سے نہیں دیا جاتا۔ پھر لوگوں کے ابتلاء میں آنے کا جو خیال تھا تو یہ بھی چند لمحے کے لئے تھا[1]۔ آخر آپ کے دل میں یہ بات قرار پاگئی کہ ضرور اس میں اللہ کی کوئی حکمت ہوگئی پس مجھ انکے ابتلاء کا ڈر نہیں چاہیئے اللہ کی خشیت تو ضروری ہے جو کہ ہر عارف تراست ترساں تراست کے مطابق جتنا کوئی مقرب ہوا تنا ہی زیادہ ہوتی ہے پھر اسکے بعد جب ایام عدت وغیرہ گذر چکے جیسا کہ فَلَمَّا قَضٰى زَيْدٌ مِّنْهَا وَطَرًا سے ظاہر ہے جس کے معنی ہیں جب زید اس سے پوری پوری بے تعلقی کر چکا تو اسوقت تم سے اے نبی نکاح کردیا تو اسوقت حکم الٰہی آیا کہ اس سے تم نکاح کرلو اور اسکی حکمت بھی فرمائی لِكَيْ لَا يَكُوْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ حَرَجٌ فِيْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِيَآئِهِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْهُنَّ وَطَرًا (تاکہ مومنوں پر انکے پالکوں کی بیبیوں کے

---

[1] یہ ہرگز نہ سمجھو کہ آپ کے دل میں لوگوں کا ڈر آیا ہو کہ میں نکاح کرونگا تو کیا کہینگے کیونکہ اگر آپ لوگوں کی باتوں کا ایسا ہی خیال ہوتا تو بت پرستی کی تردید سے جھجکتے اسکے علاوہ اور کئی اصلاحیں فرمائیں مثلاً کثرت ازدواج کو روکا۔ قمار بازی شرابخواری کا قلع قمع کیا۔ اسوقت آپ نے ڈرے تو کیا اس اصلاح کے لئے کہ پالک کی بیوی سے نکاح جائز ہے آپ کو کیوں اتنا ڈر ہونے لگا تھا پھر دیکھو اسی واقعہ کے بیان کیساتھ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اَلَّذِيْنَ يُبَلِّغُوْنَ رِسٰلٰتِ اللّٰهِ وَيَخْشَوْنَهٗ وَلَا يَخْشَوْنَ اَحَدًا اِلَّا اللّٰهَ (جو اللہ کے پیغمبر ہیں وہ اسی سے ڈرتے ہیں یعنی اللہ کے سوا وہ کسی سے نہیں ڈرتے) اس سے ثابت ہوا کہ مامور من اللہ لوگوں سے ہرگز نہیں ڈرا کرتے کہ میں فلاں بات کرونگا یا کہونگا تو لوگ کیا کہینگے یا مجھ کو دکھ پہنچائینگے یہ آیت بھی گواہ ہے اسبات پر کہ آپکا ڈر بوجہ ہمدردی انکے ابتلا میں آنے کا تھا ۱۲

نکاح کر لینے میں جبکہ وہ ان سے بالکل قطع تعلق کر چکیں کچھ تنگی نہ رہے) پھر پہلے وحی سے زید کے ساتھ نکاح کرنے اور پھر اس سے طلاق دلوانے کی بھی جو محض مشیّت الٰہی سے ہوئی حکمت[1] بتلاتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ یہ امر پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ زینب زید کی بی بی بنے وہ طلاق دے اور تمہارے نکاح میں آئے تاکہ لے پالک کی طلاق دادہ بیوی کے نکاح میں کسی قسم کا شک نہ رہے اور آنحضرت صلعم عملی نمونہ بنکر یہ اصلاح سب سے پہلے اپنے گھر سے شروع کریں اور یہ سب سے مؤثر طریق ہے نبی آتے ہی اسلئے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کے احکام کی تعمیل میں لوگوں پر حجت قائم کرنیکے لئے (کہ ان احکام کی تعمیل ہو سکتی ہے) پورا پورا نمونہ بنیں۔ جب نکاح ہو چکا تو اسوقت سب کو پہلی وحی (زید کے ساتھ نکاح) کی حکمت معلوم ہوئی اور پھر یہ اعتراض نہ کر سکے کہ وحی الٰہی کے ماتحت نکاح تھا تو پھر طلاق کیوں واقع ہوا فرمایا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ مَفْعُولًا وَكَانَ أَمْرُ اللَّهِ قَدَرًا مَّقْدُورًا (یعنی یہ اللہ کا کام روز ازل سے مقرر ہو چکا تھا اور گویا کیا جا چکا تھا)

معجزات

اب ہم معجزات انبیاء کی نسبت ایک ضروری بحث لکھتے ہیں کیونکہ بہت سے لوگوں کو انکی نسبت غلط فہمیاں ہو رہی ہیں ہر ایک شخص اپنے تئیں اس بات کا مستحق سمجھتا ہے کہ ہمیں مرزا صاحب حضرت اقدس مدعیٔ مسیحیت کوئی نیا معجزہ حسب طلب دکھائیں آج تک جسقدر نشان دکھائے جا چکے ہیں وہ انکی طرف مطلق غور نہیں کرتے بلکہ نئے سے نئے نشان کو دیکھنا چاہتے ہیں اور قابل افسوس یہ ہے کہ دیکھکر بھی مانتے نہیں ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیئے کہ معجزات تین قسم ہیں جن کو نہیں دکھایا جاتا۔ ایک تو ایسے معجزات جن کے دکھانے سے پردۂ غیب اٹھجائے کیونکہ اسکا اٹھجانا ایمان بالغیب کا سوال زائل کرنے والا ہے یہی وجہ ہے کہ معجزات میں ایک پہلو خفا کا ضرور رہتا ہے اور باوجود اسکے انکو آیات بیّنات کہا گیا ہے دیکھئے ہم بنی اسرائیل ع ۱۰ میں پڑھتے ہیں وَقَالُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْأَرْضِ يَنبُوعًا أَوْ تَكُونَ لَكَ جَنَّةٌ مِّن نَّخِيلٍ وَعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ قَبِيلًا أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِّن زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ فِي السَّمَاءِ وَلَن نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتَابًا نَّقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنتُ إِلَّا بَشَرًا رَّسُولًا (اور کافر کہتے ہیں کہ ہم ایمان نہیں لائینگے جبتک تم ہمارے لئے زمین سے چشمے بہا نہ نکالو یا تمہارے لئے کھجوروں یا انگوروں کا باغ نہ نکالو اور اسمیں بہت سی نہریں نہ چل رہی ہوں یا جیسا تم کہا کرتے ہو ہم پر آسمان کا ٹکڑا نہ گر پڑے یا اللہ اور فرشتے ہمارے سامنے

---

[1] حکمت یہی تھی کہ لے پالک کی بیوی سے نکاح جائز ثابت ہو اگر نبی اکرم صلعم اپنے شوق سے نکاح کرتے تو پھر یہ حکمت نہ بیان ہوتی

یا طلائی گھر تیرے لئے سونے کا گھر ہو یا تو آسمان میں چڑھ جائے اور ہم تیرے چڑھنے پر ایمان نہیں لائینگے جب تک تو ہم پر ایک کتاب اتار لائے جسے ہم پڑھ لیں کہدے پاک ہے میرا رب میں تو بشر رسول ہوں)

کفار کے مندرجہ بالا سوالات کو آپ دیکھئے کہ ان میں سے بعض تو بالکل فضول ہیں جنکا نبوت و دین سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ مثل چشمہ طلائی گھر وغیرہ کی اور بعض ایمان بالغیب کے منافی ہیں اللہ اور اسکے فرشتوں کا سامنے نظر آنا آسمان پر چڑھنا اور وہاں سے کتاب لانا اور بعض عذاب ہیں چونکہ اللہ تعالے رحمٰن ہے اور اسکے بندے نادان اسلئے وہ نہیں چاہتا کہ وہ نادانی سے اگر عذاب مانگتے ہیں تو عذاب بھیجدے پس یہ تمام درخواستیں نامنظور ہوئیں ایسا ہی جو لوگ ہمارے مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ سے ایسے سوالات کرتے ہیں وہ غور کریں کہ ہماری اقتراحی معجزات کیوں اگلے مخالفین کے سوالات سے ملتے ہیں ہم بھی انکا وہی جواب دینگے جو قرآن مجید نے دیا جب ہمارے بھائی کہتے ہیں کہ امام مہدی علیہ السلام نے تو آکر کعبہ کا خزانہ بانٹنا تھا اور یہ تو الٹا چندے مانگتا ہے تو مجھے ہمیشہ یہ آیت یاد آجایا کرتی ہے لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَہٗ مَلَكٌ ~~ہود~~ ۲۶ ۱۲ (اسپر کیوں کوئی خزینہ نہیں اترا (جس سے ہم بھی کھائیں اور یہ چندہ طلب نہ کرے) یا اسکے ساتھ کوئی فرشتہ اترتا (جیسا کہ اب کہتے ہیں مسیح کے ساتھ تو فرشتے نے اترنا تھا) اسکا جواب دیا گیا ہے اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِیْرٌ (تو تو صرف ڈرانیوالا ہے) پس یہی جواب ہم دیتے ہیں کہ مامور من اللہ معارف و حقائق کے خزینے لٹانے کے لئے آتا ہے دنیوی مال تقسیم کرنے یا اسکے حصول کے لئے تو نہیں آتا۔ کہ ایسی لایعنی باتوں کی طرف توجہ کرے اصل میں ایسے سوالات بالکل فضول ہیں کہ اگر مسیح موعود آئیں تو ہمارا قرض اتر جائے یا فلاں کی دیوانگی دور ہو جائے یا فلاں بیماری دور ہو جائے یہ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر تم پہلے مخلصانہ تعلق پیدا تو کرو تمہاری مرضی یہی ہے کہ دروازہ بھی بند رہے اور آفتاب کی روشنی بھی داخل ہو جائے یہ ناممکن ہے پھر اگر کسی کا قرض اتر گیا بھینس دودھ دینے لگ گئی دیوانگی دور ہوئی تو اسمیں دین کا کیا فائدہ مامور من اللہ تو وہ باتیں دکھاتا ہے جس میں شوکت اسلام ظاہر ہو اگر کوئی شخص اندھا ہے اور اس میں **نور ایمان** ہے تو وہ اس آنکھ والے سے ہزار ہا درجے اچھا ہے جس کو ایمان سے کچھ حصہ نہیں دیا گیا ایک مفلس مومن ہمارے نزدیک نمرود سیرت قارون خصلت سے زیادہ اچھا ہے۔ وہ صحت بھی کس کام کی جس کو حاصل کر کے انسان فسق و فجور میں مبتلا ہو۔ اس سے تو وہ رات دن درد سے کراہنے والا مومن خوش نصیب ہے جس کی زندگی خدا کی یاد میں گزرتی ہے بس دوستو! تم یہ درخواست نہ کرو کہ فلاں اندھا بینا ہو جائے کہ اس زمانے میں بہتیرے ڈاکٹر نابینا کو بینا کر رہے ہیں۔ یہاں مسیح تو وہ ہے جو روحانی اندھے کو سوجاکھا کرے اور دل کے مرض کو دور کرے۔ کہ یہ بہت مشکل ہے میرے عزیزو! ہوا میں اڑنا بہت آسان پانی پر چلنا نہایت سہل۔ یہ کام تو ایک مکھی اور کتا بھی کر سکتا ہے مگر ہوائے نفسانی پر غالب آنا اور زندگی کے چشمے پر پہنچنا سخت دشوار ہے پھر بعض سوالات ایسے ہیں جو ایمان بالغیب میں خلل انداز ہیں یہی وجہ ہے کہ ہمارے حضرت ایسے اقتراحوں کا جواب نہیں دیتے کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں مسیح ہیں تو مسیح کے معجزے دکھائیں یہی اعتراض بعینہٖ انہی الفاظ میں ہمارے نبی کریم صلعم پر ہوا جو کچھ انکی طرف سے جواب دیا گیا۔ وہی ہمارے حضور کی طرف سے دیا جائیگا۔ سنو!

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰی القصص ۵ع ۲۰ (جب حق انکے پاس ہمارے حضور سے آیا تو کہنے لگے اسکو ایسے معجزے کیوں نہیں دیئے گئے جیسے موسیٰ کو دیئے گئے تھے) جیسا کہ کہتے ہیں مرزا صاحب کو مسیح سے معجزے کیوں نہیں دیئے گئے۔ اسکا جواب اللہ تعالےٰ نے فرمایا القصص ۵ع ۲۰ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ (کیا انکار کرنے والوں نے موسیٰ کے معجزات کا اس سے پہلے انکار نہیں کیا) اسی طرح حضرت عیسےٰ نے جو معجزات دکھائے کیا یہودیوں نے اسے تسلیم کرلیا پس اس زمانے کے یہودی سیرت کب قبول کرنیکی سعادت حاصل کرسکتے ہیں پھر دیکھو وَاِذَا جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰی نُؤْتٰی مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ انعام ۱۵ع ۸ (جب انکو کوئی نشان دکھایا جاتا ہے تو (وہ اسپر ایمان نہیں لاتے اور) کہتے ہیں ہم نہیں مانینگے جب تک ہمیں ویسے معجزات نہ دکھائے جائیں جیسے اگلے رسولوں کو دیئے گئے) اسکے جواب میں فرمایا گیا اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ (اللہ خوب جانتا ہے کہ کس کو بار نبوت دے) پس جو صلاحیت نبوت رکھے معجزات بھی اسی کو عطا کیے جاتے ہیں نہ کہ ما و شما کو اور نیز خود اس مامور من اللہ کا وجود ہی آیت ہوتا ہے اور وہ نبی ایک روشن نشان ہوتا ہے پس اگلے رسولوں کی معجزات دکھانے کی کیا ضرورت ہے پھر پڑھو بَلْ قَالُوْا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍۭ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ فَلْيَاْتِنَا بِاٰيَةٍ كَمَآ اُرْسِلَ الْاَوَّلُوْنَ الانبیاء ۱ع ۱۷ (کہتے ہیں کہ پریشان خیالات کا مجموعہ ہے بلکہ دل سے یہ اقوال الہام کے نام سے گھڑ لیتا ہے بلکہ یہ شاعر ہے (قسم قسم کے خیالات کو ترتیب دے لیتا ہے) پس اگر سچا ہے تو کوئی ایسا معجزہ دکھلائے جیسا اگلے پیغمبروں کو معجزے دیئے گئے) یہ ایک سوال جو ہمارے نبی اکرم صلعم پر کیا گیا چونکہ بعینہٖ انہی الفاظ میں ہمارے آقا مسیح موعود پر اعتراض کیا جاتا ہے مختلف الہاموں کو دیکھکر اور پھر کوتہ نظری سے انہیں ایک دوسرے کے مخالف پاکر پکار اٹھتے ہیں اجی یہ تو پریشان خیالات ہیں پھر کہتے ہیں دل سے گھڑ لیتا ہے شاعر جو ہوا مسجع فقرے بناکر انکا نام خدا کا کلام و الہام رکھ لیتا ہے ایسا ہی سچا ہے اور مسیح بنتا ہے تو عیسےٰ بن مریم والے معجزے دکھائے اندھوں کو آنکھیں دے مردوں کو زندہ کرے اسکا جواب اب ہم وہی دینگے جو اللہ تعالےٰ نے نبی اکرم صلعم کے مخالفین کو دیا مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ (ان سے پہلے جن بستیوں کو ہمنے ہلاک کیا انہوں نے نہ مانا تو کیا یہ ماننے والی مٹی سے بنے ہیں (یہ ماننے لگے ہیں) اگر یہ جواب حضرت سرور کائنات کی طرف سے کافی ہے اور ضرور ہے تو یہی جواب ہماری طرف سے کافی ہے باقی یہ کہنا کہ نہیں ہم مان لینگے منہ کی باتیں ہیں وہ مخالفین بھی قسمیں کھا کر کہتے تھے کہ ہم ایسا نشان دیکھیں تو مان لیں مگر خدا تعالےٰ نے انہی کو جھوٹا ٹھہرایا وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا قُلْ اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ وَنُقَلِّبُ اَفْـِٕدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖٓ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ (اور بڑی بڑی سخت قسمیں کھاکر کہتے ہیں اگر وہ معجزہ دکھا دو تو ہم ضرور ایمان لائیں کہہ

اللہ کے پاس نشان تو بہت ہیں (وہ دکھا سکتا ہے مگر تمہیں کیا معلوم ہمکو تو یہ معلوم ہے) کہ جب وہ معجزہ دکھانا چاہے تو پھر بھی یہ ایمان نہ لائیں اور ہم انکے دلوں اور آنکھوں کو ایسا الٹا ہونے دیں کہ ایسے ہو جائیں جیسے اس سے پہلے کئی نشان دیکھکر ایمان نہیں لائے اور ہم انہیں سرکشی میں چھوڑدیں کہ بھٹکتے پھریں۔ پھر انکی حالت کو دکھایا ہے کہ ہم انپر فرشتے بھی[۱] اتار دیں اور مردے بھی ان سے کلام کریں اور مخفی چیزیں سامنے کر دیں تو پھر بھی وہ ایمان نہیں لائینگے۔

حاصلکلام یہ یاد رکھئے کہ خدا تعالےٰ وہ نشان بار بار اور دوبارہ نہیں دکھاتا جن کی پہلے تکذیب ہو چکی ہے چنانچہ فرمایا وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰیٰتِ اِلَّآ اَنْ کَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ بنی اسرائیل ع ۶ ۱۵ (اور ایسے نشانات بھیجنے سے کوئی وجہ مانع نہیں بجز اسکے کہ ان نشانوں کو پہلے لوگ جھٹلا چکے ہیں) پس یہ سب نشان جو مسیح وغیرہ کی طرح اقتراحی رنگ میں کئے جاتے ہیں انکا یہی جواب ہے کہ انکی تکذیب ہو چکی اور خدا تعالیٰ کی قدرت کوئی چند خاص معجزات پر حاوی نہیں کہ بار بار وہی معجزے دکھائے جائیں بلکہ وہ ہر زمانے کے مناسب حال نشان دکھاتا ہے آجکل وہی باتیں ہیں جن پر سائنس نے قدرت نہیں پائی کلام بےمثل اور پیشگوئی اس میں بارہا حضرت اقدس نے چیلنج دیا مگر کوئی سامنے نہ آیا حضرت ابراہیم علیہ السلام آگ سے سلامت رہے حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ پر لوہا موم ہوا حضرت عیسےٰ نے پرندا اڑائے آنکھیں درست کیں جذامی تندرست کئے مگر یہ سب باتیں اس زمانے میں معمولی ہو گئیں چنانچہ سب نے دیکھا ہوگا کہ آگ پر چلنے والے چلتے ہیں اور ایسے مردے کہ جنکے اعضاء رئیسہ کو صدمہ نہیں پہنچا ہے ایک قسم کی عارضی زندگی دیدیتے ہیں پس ایسے نشانوں کے دکھلانے سے کیا فائدہ؟

خصوصاً جبکہ معترضین کی غرض محض دل لگی یا اقتراح ہی ہو ایسے لوگوں کا جواب ہم قرآن مجید سے دکھاتے ہیں تاکہ آپکو معلوم ہو کہ انبیاء کرام نے کبھی ہر ایک درخواست معجزہ کو قبول نہیں کیا اور نہ کسی کی پابندی سے معجزے دکھائے اور نہ معجزوں کو اپنے اختیار میں تبلایا دیکھو وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ عنکبوت ع ۵ ۲۱ (کہتے ہیں کہ اسپر رب کی طرف سے کیوں نشان نہیں اترا کہدے نشان تو خدا کے اختیار میں ہیں اور میں ڈرانیوالا ظاہر ہوں۔

---

[۱] کئی بھائیوں کو الہام ہوا خواب میں فرشتوں کے ذریعے معلوم ہوا کہ امام حق ہے مگر انہوں نے نہ مانا مردوں نے بھی خواب میں یہی کہا کہ ہاں یہ امام سچا ہے کئی لوگوں کو انکے باپ دادا اور مولوی ملے کہ یہ شخص (مرزا صاحب) سچا ہے مگر ماننے کی طرف نہ ہی آئے خدا تعالےٰ اپنا رحم کرے + **نوٹ** فرمایا وَمَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَیْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ البقرہ ع ۱۳ (اور ہم کسی نشان کو نہیں لیتے اور نہ چھوڑتے ہیں مگر کہ اس سے اچھا یا اسکی مثل نشان دکھاتے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے) یہ کافروں کے اس سوال کا جواب ہے کہ اگلے نبیوں سے معجزات کیوں دکھائے جیسے کہ اَمْ تُرِیْدُوْنَ اَنْ تَسْئَلُوْا رَسُوْلَکُمْ کَمَا سُئِلَ مُوْسٰی مِنْ قَبْلُ سے ظاہر ہے ۱۲

(۲) وَقَالُوْا لَوْلَا يَأْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ (اور کہتے ہیں اپنے رب کی طرف سے کوئی نشان کیوں نہیں لاتا) اسکا جواب دیا گیا ہے
اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى طٰہٰ ۱۶ (کیا ان کے پاس اگلی کتابوں کی گواہی پیشگوئی کے رنگ میں پہنچی) پس یہی
جواب ہم اپنے مہدی کی طرف سے دیتے ہیں کہ کیا وہ تمام نشان اسپر صادق نہیں آتے جو پہلی کتابوں میں مندرج ہیں ضرور آتے ہیں
اسکے متعلق مفصل بیان آگے آتا ہے (یہ تحریر ہماری بطریق تنزل ہے ورنہ اس برگزیدہ کے ہاتھ پر ہزاروں نشان ظاہر ہوئے اور
ہو رہے ہیں) انہی پیشگوئیوں کا صادق آنا کافی ہے اور نہ ماننا ہو تو پھر پیشگوئیوں کا صادق آنا تو درکنار ہزاروں نشان بھی دکھائے جائیں
تو بھی نہیں ماننے کے ایسے لوگوں کا قرآن مجید میں بھی مذکور ہے کہ انکو نشان نہیں دکھائے جاتے دیکھو اِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا
بِهَا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا
اعراف ۱۷ ۹ (اگر جہان کے سب معجزے بھی دیکھیں تو بھی ایمان نہ لائینگے اگر کوئی رشد کی راہ دیکھیں تو کبھی اسے اختیار نہ کریں اگر گمراہی کا
رستہ دیکھیں پائیں تو اسے اختیار کرلیں) چنانچہ ہم اس زمانے میں دیکھتے ہیں کہ اور ہزاروں گدیاں ہزاروں طریقے ہیں جن کی نبی کریم صلعم
کے زمانے میں کوئی سند نہیں ملتی مگر پھر بھی لوگ انکے مطیع ہوتے جاتے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ بدعت ہے اور نہیں جانتے کہ ایسے
طریقے سے اللہ اور اسکے رسول کا انکار لازم آتا ہے زنانہ لباس زنانہ گفتار رفتار اختیار کرنا ... ... کونسی شریعت
کا حکم ہے لنگوٹ باندھ کر پھرنا نماز روزہ کا تمسخر اڑانا کس شریعت میں لکھا ہے۔ کلمات کفر بکنا۔ بھنگ پینا کہاں جائز ہے
مگر لوگ ہیں کہ اندھا دھند ان میں داخل ہوئے جاتے ہیں ایسے لوگوں سے کوئی نفرت نہیں رکھتا مگر مرزا صاحب کے نام کے
ساتھ ہی جل بل کر کوئلہ ہو جاتے ہیں اور پہلا سوال یہی کرتے ہیں کہ کوئی معجزہ دکھاؤ کچھ دیکھینگے تو مانینگے۔ اصل بات تو یہی ہے
جو خود خدا نے فرمائی کہ سبیل الغی کی متابعت بلا کہے اندھا دھند کئے جاتے ہیں اور سبیل الرشد ہو تو باتیں بنائے
گئے ہیں۔ اور تمسخر میں اڑا دیتے ہیں یا کہدیتے ہیں نہیں جادو کردیا یا دھوکہ بازی سے کام لیا ہے فرمایا (۱) وَاِنْ يَّرَوْا اٰيَةً
يُّعْرِضُوْا وَيَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ القمر ۱۶ ۲۷ (اور جب کوئی نشان دیکھتے ہیں تو روگردانی اختیار کرتے ہیں اور کہتے
ہیں ابجی ایسے دھوکے تو ہمیشہ سے ایسے دھوکہ باز دیتے چلے آئے ہیں) (۲) وَاِذَا رَاَوْا اٰيَةً يَّسْتَسْخِرُوْنَ الصّٰفّٰت ۱۶
(اور جب نشان دیکھتے ہیں تو ہنسی میں اڑا دیتے ہیں) پس ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ وَالَّذِيْنَ سَعَوْا فِيْٓ اٰيٰتِنَا مُعٰجِزِيْنَ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مِّنْ رِّجْزٍ اَلِيْمٌ السباء ۱۶ ۲۲ (اور جو لوگ ہمارے نشانوں میں مخاصمانہ مساعی کرتے ہیں ان
کے لئے عذاب ہے طاعون درد دینے والے سے) اسی آیت کے مطابق ہم دیکھتے ہیں کہ جب خدا کے مامور نے ہزاروں نشان
دکھائے تو بھی انہوں نے نہ مانا اسکے نشانوں کی تکذیب کی تمسخر میں اڑایا تو عذاب الہی نازل ہوا چنانچہ ہمارے سید و مولیٰ
حبیب خدا اشرف الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے جب ہزاروں نشان دکھائے اور مخالفین نے اپنی عناد کی وجہ سے ایک نہ مانی
تو پھر وہ وقت آگیا کہ انپر عذاب نازل ہو چنانچہ فرمایا وَلَنُذِيْقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْاَدْنٰى دُوْنَ الْعَذَابِ
الْاَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (اور ہم ضرور ہی ان منکرین و مخالفین کو اس بڑے عذاب سے ایک عنقریب آنے والے عذاب

کا مزہ چکھائینگے تاکہ یہ رجوع کریں) اور اس عذاب کے نزول کا موجب بھی بتلادیا وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ثُمَّ اَعْرَضَ عَنْهَا اِنَّا مِنَ الْمُجْرِمِيْنَ مُنْتَقِمُوْنَ (اس سے بڑھکر زیادہ ظالم کون ہے جسے اسکے رب کے نشانوں سے تذکیر کیجائے پھر وہ ان سے منہ پھیرے رکھے ہم ایسے مجرموں سے ضرور انتقام لینے والے ہیں۔ پھر یہی عذاب تھا جس کے لئے وہ بدبختان ازل جلدی کرتے تھے اسکے جواب میں فرمایا وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَوْلَا اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ وَلَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ عنکبوت ع۶ ۲۱ (اور یہ عذاب کی جلدی کرتے ہیں اگر اسکی مہلت مقرر نہ ہوتی تو ضرور عذاب آتا اور البتہ اچانک انپر آئیگا اور انکو خبر بھی نہ ہوگی) پھر عذاب کی نوعیت بتلانے کے لئے فرمادیا هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ الانعام ع۸ ۷ (وہ قادر ہے اسبات پر کہ تمپر اوپر سے یا نیچے سے کوئی عذاب اتار دے یا تمہیں فریق بناکر ایک کو دوسرے کی لڑائی کا مزہ چکھادے) پھر اسکی میعاد بھی مقرر فرمادی وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ لَّا تَسْتَاْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً وَّلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ السبا ع۳ ۲۳ (کہتے ہیں یہ وعدہ کب سچا ہوگا اگر تم سچے ہو تو بتلاؤ انکے جواب میں سنادے کہ تمہارے لئے ایک یوم یعنی ایک سال کی میعاد ہے پس اس سے نہ ایک گھڑی پیچھے ہوگی نہ آگے) چنانچہ اسی وعدہ کا ظہور جنگ بدر کی صورت میں ہوا جو ایک برس بعد پیش آیا۔ اس میں بڑے بڑے ائمۃ الکفر مارے گئے۔ اور دین حق کو ہر طرح سے غلبہ ہوا۔ اور پھر خدا کے تمام وعدے پورے ہوئے جو ان الفاظ میں کئے گئے سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا صَغَارٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ الانعام ع۱۵ ۸ (جلدی ہی ان مجرموں کو اللہ سے ذلت اور بڑی سخت مار پہنچیگی کیونکہ فتنہ انگیزیاں کرتے رہے (۲) سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا القصص ع۷ ۲۰ (عنقریب تمہیں اپنے نشان دکھائیگا اور تم انکو پہچان لوگے بعینہٖ یہی حالت ہمارے مسیح موعود و مہدی مسعود کی ہے کہ آپکے ہاتھ پر بیشمار نشان ظاہر ہوئے ہیں جن سے **سعید فطرتوں** نے فائدہ اٹھایا اور مومنین کے ایمان بڑھے اور **شقی فطرت** جسقدر عناد میں دن بدن بڑھتے گئے اور خدا کے غضب کو مشتعل کر کے چھوڑا۔

مسیح موعود کے معجزات

میں حضور علیہ السلام کی چند پیشگوئیوں اور معجزوں کا ذکر کرونگا تاکہ آپ پر حق کی چمک ظاہر ہو سنئے پچیس برس پہلے ایک گمنام قریہ سے یہ آواز آتی ہے کہ ہمپر خدا کی وحی نازل ہوئی وَاِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا (میں تجھے بہت لوگوں کا امام بنانے والا ہوں) کوئی شخص اپنی حالت کی نسبت یہ پیشگوئی نہیں کر سکتا کہ وہ کسی آئندہ زمانے میں لوگوں کا پیشوا ہوگا کیونکہ ملکوں کو فتح کرنا تو آسان ہے مگر دلوں پر حکومت کا حصول خدا کے فضل کی دستگیری کے سوا ہرگز ممکن نہیں۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ وہی شخص جو نہ علم کے اعتبار سے اور نہ ریاست کے اعتبار سے کسی قسم کی وجاہت لوگوں میں رکھتا تھا تین لاکھ پاکباز انسانوں کا پیشوا ہے پھر فرمایا يَنْصُرُكَ

رِجَالٌ نُوْحِیْ اِلَیْہِمْ مِّنَ السَّمَآءِ (تجھے ایسے لوگ مدد دینگے جن پر ہم آسمان سے وحی نازل کرینگے) یہ تو پھر کوئی کہہ سکتا ہے میں آدمیوں کو اپنے تابع کروں مگر یہ ممکن نہیں کہ وہ تابع ہونے والے ایسے ہوں جن میں کئی مرد خدا کی وحی سے مشرف ہوں۔ پورب پچھم۔ اتر دکن والے سنیں کہ اس جری اللہ کے خدام سے کئی اصحاب ایسے ہیں جن کو الہام ہوتا ہے۔ اور وہ الہام بعض پیشگوئیوں پر مشتمل ہونے اور انکے صادق آنے سے اس بات کے مستحق ہوئے کہ انہیں خدا کی طرف سے کہا جائے پھر یَاْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ۔ یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ (دور دراز اور عمیق راہوں سے تجھے مالی مدد پہنچیں گی اور لوگ تیری خدمت میں دور دور سے آئینگے یہ پیشگوئی بھی بعینہ اپنے الفاظ میں پوری ہوئی اسکا نظارہ ذرا دار الامان میں کچھ دن رہکر دیکھئے اور پھر خیال کیجئے وَلَا تُصَعِّرْ لِخَلْقِ اللّٰہِ وَلَا تَسْئَمْ مِنَ النَّاسِ (خلق اللہ سے منہ نہ پھیرنا اور آدمیوں سے بیزار نہ ہونا) یہ الہام بھی پچیس برس پہلے ہوتا ہے جبکہ آپکے پاس ایک دو آدمی کی آمدورفت بھی نہ تھی۔ پھر اسکے ساتھ مخالفین کی حالت کی خبر بھی دی کہ وہ اسقدر مخالفت کرینگے مگر انکی ایک پیش نہ جائے گی اور تو انکی شر سے بالکل محفوظ و مصئون رہیگا یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ یَعْصِمُکَ اللّٰہُ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ خدا تعالے کی طرف دیکھئے پھر فرمایا وَکَانَ اللّٰہُ لِیَتْرُکَکَ حَتّٰی یَمِیْزَ الْخَبِیْثَ مِنَ الطَّیِّبِ کہ خدا تجھے نہیں چھوڑیگا جبتک پاک پلید نکھیڑ نہ لے گو اتنی عمر دراز کرنے کی خبر بھی دی حالانکہ کوئی شخص اور پھر ایسا شخص جس کا دشمن سوائے معدودے چند کے سارا جہاں ہو ہرگز ایسی پیشگوئی نہیں کر سکتا۔ اور نہ یہ دعوی باندھ سکتا ہے کہ میں پاک پلید کے نکھڑنے تک زندہ رہونگا پھر ایک ایسے واقعہ کی خبر دی جسکا کسی کو خواب و خیال تک نہ تھا وہ کیا شاتان تذبحان یہ بجریوں کی طرح معصوم مگر (معرفت الہی) کا دودھ پلانے والے حضرت علیہ السلام کے دو کابلی مرید ہیں جنھوں نے کابل کی سنگلاخ زمین میں اپنے خون سے اپنے امام کی صداقت کا اشتہار دیا اور وہ صرف اس جرم میں کہ کیوں جہاد کی ممانعت کا فتوے دیتے ہیں سنگسار ہوئے اسی واقعہ کی خبر شاتان تذبحان میں دی جا چکی ہے اور اس واقعہ سے پہلے کچھ مہینے یہ الہام بھی شائع ہوا تھا قُتِلَ خَیْبَۃً وَّزِیْدَ ہَیْبَۃً (قتل کیا گیا ایسی حالت میں کہ اسے کسی کی نہ سنی اور اس واقعہ پر ہیبت بڑھ گئی) اسی واقعہ کی خبر ایک مثال کے پیرایہ میں سورہ یسین کے رکوع میں بھی ہے کہ پہلے دو بھیجے گئے مگر انہوں نے تکذیب کی اور کہا وَمَا اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ۔ رحمن نے کسی کو بھی نازل نہیں کیا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ تم جھوٹ بولتے ہو پھر انہوں نے لَنَرْجُمَنَّکُمْ کی دھمکی دی کہ (ہم ضرور سنگسار کرینگے) اور رَجُلٌ یَّسْعٰی سے مراد بھی عظیم الشان انسان ہے جو وہی عَزَّزْنَا بِثَالِثٍ والا ہے آخر اسے بھی شہید کر دیا گیا۔ زیادہ تفصیل کے لئے تذکرۃ الشہادتین دیکھئے ان الہاموں میں چار نشان ہیں پھر اسکے علاوہ لیکھرام کی پیشگوئی دیکھئے خدا کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں

یعنے ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ صلعم کے حق میں کی ہیں عذاب شدید میں مبتلا ہو جائیگا × × ×
اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت
اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالےٰ کی طرف سے نہیں اور نہ اسکی روح سے میرا یہ نطق ہے اور اگر
میں اس پیشگوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کے لئے طیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی
سولی پر کھینچا جائے"

دیکھئے پیشگوئی کرنے والے کو اپنی بات پر کسقدر وثوق ہے جو سوائے مامور من اللہ کے کسی کو نہیں ہو سکتا آخر وہی ہوا
جو فرمایا[1] پھر مسٹر عبد اللہ آتھم کہ اس کے بارے میں فرمایا کہ دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز
انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لیکر یعنے پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائیگا۔
اور اسکو سخت ذلت پہنچیگی۔ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اسکی اس سے عزت ظاہر ہوگی
پھر آخیر میں فرمایا کہ اگر یہ پیشگوئی جھوٹ نکلی تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے رو سیاہ کیا جائے
میرے گلے میں رسہ ڈالدیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہٗ کی قسم کھا کر کہتا
ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا۔ ضرور کریگا ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹلجائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلینگی میں کسی کی تو کہتا نہیں اپنی کہتا ہوں
کہ اس پیشگوئی کی عبارت ہی اس بات کا پورا پورا ثبوت ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے کسی انسان کی کیا طاقت ہے کہ
آئندہ ہونیوالی بات کی اس وثوق سے خبر دے بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے" یہ شرط لیکھرام کی پیشگوئی میں نہیں جس سے صاف ظاہر
ہے کہ وہ ضرور حق کی طرف رجوع کریگا اور جتنا رجوع کریگا اتنا فائدہ بھی اٹھائیگا کیونکہ قرآن شریف میں نازل ہو چکا ہے وَمَا كَانَ اللّٰهُ
مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ انفال ع ۴ ۹ (اور نہیں اللہ انکو عذاب دینے والا ایسا حال میں کہ وہ خدا سے طلب حفاظت کر رہے ہوں) پھر
دیکھو یونس کی قوم کا حال کہ آیا ہوا عذاب ٹل گیا لَمَّا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
یونس ع ۱۰ ۱۱ (جب مان گئے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں خواری کا عذاب ہٹا دیا) پس اسی طرح مسٹر آتھم نے اپنی خوف زدہ حالت
کو جتا کر اور ایک مقام پر آرام نہ کر کے یہ بتا دیا کہ پیشگوئی کی صداقت کا پورا پورا رعب اس پر چھا چکا ہے اور اس رجوع کے علامات تو اسی
جلسہ میں ظاہر ہو گئے کہ آنحضرت صلعم کو دجال کہنے سے انکار کیا مگر خدا تعالےٰ رجوع کے اسقدر کو جانتا تھا جتنا آئندہ والے
وعید کو ٹال سکتا سو جب اس حد تک پہنچا تو ۱۵ ماہ سے یہ وعدہ تاخیر میں پڑ گیا مگر جب کہا گیا کہ قسم کھا کر کہدے کہ پیشگوئی کی
صداقت کی طرف رجوع نہیں کیا تو ہم جھوٹے آخر آپ قسم پر نہ آئے پر نہ آئے۔ لیکن جب خدا نے حق کو ملتبس بالشک ہوتے دیکھا تو پھر
اسی میعاد کے اندر اندر یہ پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اور اس پیشگوئی کا خلاصہ تو یہی تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مریگا سو یہ بات اظہر من الشمس ہے

[1] کہ چھ برس کے اندر چھری سے مذبوح ہو گیا ۱۲ کفار سے خطاب ہے اس سے معلوم ہوا کہ عذاب شوخی و شرارت کے لئے دنیا میں آنکھی
نہ کہ اختلاف مذہب سے کہ اسکا فیصلہ قیامت کو ہوگا ۱۲

کہ حضرت اقدس تو زندہ موجود ہیں مگر فریق ثانی ناموجود۔

ایسا ہی کئی ایک اور نشان ہیں جو آپکے ہاتھ پر ظاہر ہوئے جنکے ہندو بھی گواہ ہیں۔ سر سید احمد خان بالقابہ کو خط لکھا۔ جس میں اشارہ تھا کہ یہ آخری خطاب ہے گویا ان کو عنقریب موت آنے کی خبر دی ایسا ہی پنڈت دیانند سرسوتی کی موت کی خبر دی آپکے جتنے لڑکے پیدا ہوئے انکی ولادت کی خبر آپ نے قبل از وقت دی۔ "دشمنوں میں پھوٹ" اس مفہوم کو لئے ہوئے آپکا الہام تھا جس کا اثر عجیب رنگ میں ظاہر ہوا کہ فرقہ اہلحدیث کے دو پیشواؤں میں اشتہار بازی ہوئی اور انجمن حمایت میں گڑبڑ ہوئی آریہ میں بھی کچھ ایسا ہی فساد ہوا کہ استعفا دینے تک نوبت پہنچی اور یہ تو اوائل کی بالکل مشہور بات ہے کہ آپ مبلغات کا منی آرڈر ہونے سے پہلے فرما دیتے تھے کہ آج اتنا روپیہ آیگا اس بات کے ہندو گواہ رکھ لئے جاتے پھر ایسا ہی ہوتا جیسا کہ فرماتے اسکے علاوہ ہزاروں کرامات ہیں جن میں دوسرے اولیاء سے مابہ الامتیاز یہ ہے کہ آپ بڑی تحدی سے ایک دعوے فرماتے ہیں اور اسکو سنتے ہی لوگ ایسی تدابیر میں لگجاتے ہیں جن سے انکے وقوع میں آنے میں روک پڑے اور پھر اس نشان کے دکھلانے میں آپکا مقصود غیر مسلموں پر اسلام کی صداقت کا اظہار ہوتا ہے کوئی یہ نہیں کہ نذر ونیاز کے لئے مریدوں کی حاجت روائی کرتے رہیں اور چھوٹے چھوٹے عملوں سے کام لیں اور نہ کوئی نشان آپکی ذاتی دشمنی کی بنا پر ظاہر ہوتا ہے یعنی یوں نہیں کہ فلاں فقیر فلاں جگہ گیا انہوں نے روٹی نہ دی تو فقیر صاحب ایسے غصے ہوئے کہ اس گاؤں کو ڈبو دیا لاحول ولاقوۃ۔

حاصل کلام ایسے ایسے نشان خدا تعالے نے اپنے مسیح کے ہاتھ پر ظاہر کئے مگر لوگوں کے انکار میں کچھ فرق نہ آیا تو پھر اسی قانون کے موافق جو پہلے بیان ہوا خدا کا غضب طاعون کی صورت میں ظاہر ہوا جسکی خبر نہ صرف قرآن مجید کی متفرق آیات میں ہے اور دوسری الہامی کتابوں میں اور احادیث میں بلکہ براہین احمدیہ میں پچیس برس پہلے خبر دی کہ الامراض تشاع والنفوس تضاع (امراض پھیلجائینگے اور جانیں ضائع ہونگی) پھر آپنے طاعون کے پنجاب میں آنے سے پہلے ایک اشتہار دیا کہ میں دیکھتا ہوں کہ طاعون کے پودے ملائک اللہ لگا رہے ہیں توبہ کرو تا کہ اس عذاب سے بچ جاؤ مگر لوگوں نے اس نصیحت کو بھی تمسخر میں اڑا دیا اور طعن و تشنیع شوخی ایذا رسانی سے باز آئے۔ آخر خدا کے وعدہ کو ان آنکھوں سے پورا ہوتے دیکھ لیا اور عذاب کو ہر فرد بشر نے محسوس کیا اس موقعہ کے مناسب حال میں نے ایک مضمون لکھا تھا جس کے بعض حصے کا اندراج یہاں لطف سے خالی نہ ہوگا۔

فَبَدَّلَ الَّذِينَ ظَلَمُوا قَوْلًا غَيْرَ الَّذِي قِيلَ لَهُمْ فَأَنزَلْنَا عَلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا رِجْزًا مِّنَ السَّمَاءِ بِمَا كَانُوا يَفْسُقُونَ (البقرہ) (پس بدل دیا ان حقیقی نور سے الگ ہو کر اپنے اعمال کو تاریکی میں ڈالنے والے لوگوں نے خدا کے حکموں کو اوروں[1] کے حکموں سے پس اسکی سزا میں ہمنے زیادتی کرنے والے شریروں پر آسمان سے طاعون نازل کیا اور

---

[1] یہ سطور ۱۹۰۲ء میں لکھی گئی ہیں ۱۳ یعنی روایات اور اپنے مولویوں اور مشائخوں کے اقوال پر ایسا عملدرآمد شروع کیا کہ اسکے سامنے کتاب اللہ کی بھی کچھ پروا نہ کی ۱۲

اور یہ انکے فسق کی سزا تھی ایک دوسرے مقام پر یعنی اعراف ع۲۰ پ۹ میں فرمایا فَبَدَّلَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ قَوْلًا غَیْرَ الَّذِیْ قِیْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَیْهِمْ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَظْلِمُوْنَ۔

ان آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رجز (حدیث میں آیا ہے کہ رجز سے مراد طاعون ہے دیکھو مشکوٰۃ الطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰی طَآئِفَةٍ مِّنْ بَنِیْٓ اِسْرَآئِیْلَ (طاعون۔ رجز ہے جو بنی اسرائیل کے ایک طائفہ پر بھیجا گیا) کے پیدا ہونیکا سبب فسق ہے اللہ کے احکام کو چھوڑکر من دون اللہ کی تابعداری اختیار کرنا ہے جب اللہ تعالیٰ کی اطاعت و طاعت میں کسی غیر کو شریک کرلیا جاتا ہے اور اسکی قائم کی ہوئی حدوں کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا تو وہ اپنی رحمانیت سے اپنا ایک مامور نذیر و بشیر کرکے بھیجتا ہے (وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِیْنَ اِلَّا مُبَشِّرِیْنَ وَمُنْذِرِیْنَ انعام ع۵ پ۷ اور ہم مرسلین کو نہیں بھیجتے ہیں تو خوشخبری سنانے والے اور عذاب کا ڈر سنانے والے کرکے) تاکہ لوگوں کو آنے والے عذاب سے ڈرادے مگر لوگ اسکو قبول نہیں کرتے اور حد سے گزرنے میں نہیں جھجکتے۔ اسوقت خدا کا غضب بھڑکتا ہے جو ایکدم میں بڑے بڑے فراعنہ کو ہلاک کر دیتا ہے چنانچہ دوسرے مقام پر فرمایا وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْیَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِیْهَا فَفَسَقُوْا فِیْهَا فَحَقَّ عَلَیْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِیْرًا بنی اسرائیل ع۲ پ۱۵ (اور جب کسی بستی کو ہلاک کرنیکا ارادہ کریں تو ان عیش پرستوں میں اپنا مامور بھیجدیتے ہیں مگر وہ لوگ بدستور اس میں فسق و فجور کرتے رہتے ہیں اسپر وہ حکم عذاب کے پورے طور سے مستحق ہوجاتے ہیں اور ہم انہیں ہلاک کرکے تباہ کردیتے ہیں) اس آیت کے معنے بعض علماء نے کئے ہیں کہ ہم اس بستی کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں کہ اس میں بدکاریاں کریں یہ بالکل غلط ہیں کیونکہ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ (پ۸ ع۱۰) اللہ تعالیٰ بری باتوں کا حکم نہیں دیتا قرآن میں آچکا ہے نیز اگر بدکاریوں کا حکم بھی دے تو پھر عذاب کیوں بھیجے۔

آجکل آپ صاحبان دیکھتے ہیں کہ طاعون زوروں پر ہے اسکا اصل سبب وہی ہے جو مینے بیان کیا یعنی فسق و فجور اور خدا کے مامور کی تکذیب پس اسکا حقیقی و حکمی علاج بھی اسی سبب کا ازالہ ہے اسکے سوا جسقدر تدبیریں ہیں وہ کبھی دیرپا فائدہ نہ دینگی کیونکہ تم جانتے ہو کہ جب تک کسی مرض کے اصلی سبب کا ازالہ کیا جائے بیرونی تدبیریں کچھ کام نہیں دیتیں۔

افسوس اس زمانہ کے لوگوں نے ابھی تک ان حقیقی اسباب کو نہیں پہچانا جن سے طاعون پھیلا او سعہ ادھر ادھر ہاتھ پاؤں پھیلا رہے ہیں۔ مگر ابھی تک ساحل مقصود تک نہیں پہنچے کاش وہ اپنے مکانوں کو چھوڑنے کے ساتھ ہی اپنی بدعادات کو بھی چھوڑتے اور گھروں کی تبدیلی کے ساتھ ہی اپنے وجود میں بھی تبدیلی کرتے تاکہ ان پر رحم کیا جاتا اگر کوئی پوچھے وہ کونسی بدعادتیں اور بدکرداریاں ہیں تو میں اسکا جواب دونگا **اپنے خیالات و اعمال** کو کتاب و سنت پر عرض کرو تمہیں خود ہی معلوم ہوجائیگا۔ نیز پہلے پہلے چوہوں میں طاعون پڑنا اس بات کا نشان ہے کہ انسانوں نے بھی چوہوں کی خصلتیں اختیار کرلی ہیں (اور یہ جو ایک حدیث میں آیا کہ یہودیوں کا ایک فرقہ چوہے ہوگئے تھے اس سے یہی مراد ہے) آپ ذرا چوہوں کی طرز زندگی پر غور کریں ایک تو ان میں زمین کی طرف جھکنے اور زمینی چیزوں سے اپنی معیشت بہم پہنچانیکا بڑا رجحان ہے

یہانتک کہ اپنی زندگی کو زمین اور زمینی اسباب پر ہی منحصر سمجھتے ہیں اب دیکھ لو کہ اس زمانہ کے لوگوں میں بھی مادہ پرستی کا بڑا زور ہے
اور ہر ایک ان میں سے (الا ماشاء اللہ) زمین کی طرف جھکا ہوا ہے وہ کبھی بھول کر بھی آسمان کی طرف نگاہ نہیں اٹھاتا۔ اور
اس اعلیٰ ہستی سے مدد طلب نہیں کرتا۔ بارش کے لئے کسی زمانے میں آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا کرتی تھیں مگر اب تو ایسی نسلیں
پیدا ہوگئی ہیں کہ وہ خود مینہ برسا سکتی ہیں اور نہروں چشموں کنوؤں پر نازاں ہیں کاش انہیں معلوم ہوتا کہ یہ چیزیں بھی آسمانی
پانی ہی کے محتاج ہیں۔ وہ دین کے کاموں میں بھی اپنی عقلوں پر جمے بیٹھے ہیں اور اپنے تئیں راہ صواب پر سمجھتے ہیں
آسمانی وحی سے بالکل بے پرواہیں۔ غرض چوہوں کی اس خصلت کا انسانوں میں بہت کچھ دخل ہوگیا ہے پھر چوہوں میں شوخی
و شرارت حد سے زیادہ پائی جاتی ہے جب ذرا تاریکی ہوئی اور داؤ لگے تو یہ شرارت کئے بغیر نہیں رہ سکتے ایسا ہی میں دیکھتا
ہوں کہ یہ لوگ بھی خدا سے نہیں ڈرتے جب کبھی کوئی موقعہ لگے تو حقوق اللہ اور حقوق الناس میں نقصان کرنے سے نہیں جھجکتے
خدا کا خوف دلوں سے بالکل اٹھ گیا ہے گناہ بڑی دلیری سے کیا جاتا ہے شوخیوں کی انتہا ہو چکی ہے مگر یاد رکھو خدا اپنا
چہرہ دکھانیوالا ہے اور بدر نبوت نے طلوع کر کے ان لوگوں کے اعمال پر روشنی ڈالنی شروع کی ہے عنقریب آفتاب نصرت کے
طلوع سے سب پردہ کھلجائیگا پھر چوہوں کی یہ عادت بھی ہے کہ کوئی چیز خواہ انکے کام کی ہو یا نہ اسپر بھی دنداں آز تیز کر کے کتر دیتے
ہیں ایسا ہی یہ لوگ بھی بلا ضرورت دنیا کے حصول میں دین میں نقصان ڈالتے ہوئے کوشش کر رہے ہیں ایک کام شروع کرتے ہیں مگر
جب آمدنی کی کوئی سبیل دیکھتے ہیں تو اسکو ادھورا چھوڑ کر اسکی طرف مشغول ہو جاتے ہیں لطف یہ کہ اسے دل لگا کر نہیں کرتے
بلکہ کامیابی حاصل کئے بغیر چھوڑ دیتے ہیں پھر یہ بھی چوہوں کی عادت ہے کہ انکو دولت جمع کرنیکا بڑا لپکا ہے خدا جانے یہ اپنی بلوں
میں روپے دانے وغیرہ کیوں جمع کرتے رہتے ہیں حالانکہ انکے کسی کام نہیں جن لوگوں کا مال بے زکوٰۃ ہے یا وہ اللہ کی راہ میں بوقت
پر خرچ کرنے سے پہلو تہی کرتے ہیں وہ اسی زمرے میں داخل ہیں میں خیال کرتا ہوں چوہوں میں شہوت نفسانی بھی بڑی ہوتی
ہے چنانچہ انکی اولاد کی کثرت اسپر گواہ ہے ان لوگوں کا یہ حال بھی ہماری نظر سے پوشیدہ نہیں پھر چوہوں میں یہ خصلت
بھی میں نے دیکھی ہے کہ اپنے گردہ میں طاعون ظاہر ہونے پر بھاگ جاتے ہیں جو لوگ اپنے چال چلن میں تبدیلی نہیں کرتے اور
اپنی بد عادتوں کو نہیں چھوڑتے اور عذاب حق کو دیکھکر بستی سے بھاگ جاتے ہیں وہ اصل میں چوہوں کا تتبع کرتے ہیں خدا نے
بطور دوا گھروں سے نکلجانے کی اجازت تو دی ہے مگر موت سے بھاگ جانیکو فعل قبیح قرار دیا ہے اور ایسے مجرموں کی عادات
سے بیان کیا ہے چنانچہ الانبیاء ۲ میں ایک آیت ہے فَلَمَّا أَحَسُّوا بَأْسَنَا إِذَا هُمْ مِنْهَا يَرْكُضُونَ
لَا تَرْكُضُوا وَارْجِعُوا إِلَىٰ مَا أُتْرِفْتُمْ فِيهِ وَمَسَاكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْأَلُونَ جب انہوں نے ہمارے
عذاب کے آثار دیکھے یا اسے کسی قدر محسوس کر لیا۔ تو بستی سے بھاگ گئے کیوں بھاگتے ہو نہ بھاگو اور اپنی عیش پرستی
میں لگے رہو اور مکانوں میں بیٹھے رہو۔ شاید پوچھ گچھ ہو عذاب والی بستی سے نکلجانا سنن مرسلین میں بھی داخل ہے اور اسکا
ذکر قرآن مجید میں بھی ہے (فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ أَحَدٌ الحجر ۱۴ (رات کا

کچھ وقت ہے یہاں سے نکل کھڑے ہو اور پیچھے مڑ کر نہ دیکھو) مگر کیا مجرموں کے بھاگنے کا بھی ذکر ہے یا نہیں ضرور ہونا چاہیئے کیونکہ اس زمانے میں خدا ہمیں اگلی تمام قوموں کے نمونے دکھا رہا ہے اور قرآن مجید کا عملی طور سے پھر نزول ہو رہا ہے۔ اس قسم کے نکلنے کو خدا نے فرار عن الموت قرار دیا ہے اور فرمایا قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِیْكُمْ جمعہ ۱ (کہدے موت جس سے تم بھاگتے ہو وہ تو تمہیں ضرور آکر رہیگی) (۲) پھر یہودیوں کے ایک گروہ کا ذکر کیا اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ البقرہ ۲ (کیا تم نے ان لوگوں کے انجام پر نظر کی جو اپنے ملک سے بھاگ نکلے حالانکہ وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے موت کے ڈر سے) واقعی اس قسم کا بھاگنا قلت تدبر سے ہے کیونکہ ہم ایک شاہ کی سلطنت سے بھاگ کر کہیں نہیں جاسکتے طاعون کا مادہ گھروں میں نہیں بلکہ اس خدا کی بنائی ہوئی ہیکل میں ہے جو بطور امانت ہمارے سپرد ہوئی ہے یعنی ہمارا وجود) وہ تو ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ ہم کہیں جائیں اور خدا کی بادشاہی بھی ہر جگہ موجود ہے فرمایا یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ الرحمٰن ۲۷ (اے گروہ جن وانس اگر تم آسمان وزمین کے کناروں سے باہر نکل سکتے ہو تو باہر نکل جاؤ مگر کچھ زور ہو تو نکلو) پس اے عزیز بھائیو! تم مکان تبدیل کرنے سے پہلے اپنے میں تبدیلی پیدا کرو کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَاِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا احزاب ۲۱ (۹) فرار تمہیں ہرگز فائدہ نہ دیگا اگر تم موت یا قتل سے بھاگتے ہو کیونکہ پھر تھوڑے دن ہی رہو گے) مگر اس سے یہ مطلب نہیں کہ طاعون زدہ مقاموں میں خواہ مخواہ پڑے رہو۔ مطلب ان آیات کے پیش کرنے سے صرف یہی ہے کہ مکان تبدیل کرنے کے ساتھ بلکہ اس سے پہلے اپنے خانۂ دل (گذرگاہ جلیل اکبر) کو صاف کرنا چاہیئے خیر یہ مضمون تو طاعون کے اسباب[1] اور اسکے علاج کے بارے میں تھا اب میں آپکو بتاتا ہوں کہ طاعون کی خبر قرآن مجید میں کہاں کہاں ہے دیکھو وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ الحج ۱۷ (اور عذاب کے

[1] منجملہ اسباب طاعون کے ایک یہ بھی ہے جو اس آیت سے ظاہر ہے وَمَا لَهُمْ اَلَّا یُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ یَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ الانفال ۹ (اور کیا ہے انکو کہ عذاب دے انہیں اللہ حالانکہ وہ مسجد سے روکتے ہیں گویا مسجدوں میں نماز پڑھنے سے روکنا بھی خدا کے عذاب کے نزول کا موجب ہے افسوس آجکل احمدیوں کو مسجدوں میں نماز نہیں پڑھنے دیتے حالانکہ مصحف مبارک میں پڑھتے ہیں وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ یُّذْكَرَ فِیْهَا اسْمُهٗ البقرہ (کون ظالم ہے اس سے جو اللہ کی مسجدوں سے خدا کا نام لینے سے روکے ایسے لوگوں کے لئے وعید فرمایا لَهُمْ فِی الدُّنْیَا خِزْیٌ وَّلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ البقرہ ۱ (انکے لئے دنیا میں خواری اور آخرت میں عذاب عظیم ہے) تعجب کہ بعض جوشیلے لوگ (خدا انکے حال پر رحم کرے) اس مقام کو جہاں احمدی نماز پڑھے پاک کرنیکا حکم دیں گویا مشائخ کا ورد عین مسجد میں کرنے والوں کو کچھ نہ کہیں حالانکہ صریحاً قرآن میں آچکا ہے وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا مسجدیں اللہ کے لئے ہیں پس اللہ کے ساتھ کسی کو نہ پکارو ۱۲

سے جلدی کرتے ہیں حالانکہ اللہ اپنے وعدہ کا خلاف نہیں کرتا۔ اور تیرے رب کے نزدیک ایک یوم تمہاری گنتی کے مطابق ہزار برس کا ہے جو ایک اور مقام پر فرما چکا ہے قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ يَوْمٍ (تمہارے لئے ایک یوم کی میعاد ہے) اسلئے اس یوم کی دو طور پر تفریق ہوئی ایک تو اکمال کے بعد اور ایک ہزار برس خیر القرون یعنی (زمانہ نبوی) کے بعد گویا یہ پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بروزی رنگ میں تیرہ سو برس کے بعد چودہویں صدی میں پھر جلوہ افروز ہونگے۔ اور اسوقت مخالفین کو پھر ایک عذاب طاعون کی صورت میں آئیگا۔ آپکی ایک دعا سے بھی یہی امر ثابت ہے چنانچہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ عن ابی بکر الصدیق قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ طَعْنًا وَّطَاعُوْنًا۔ گویا غار میں یہ آپکی دعا ہے کہ طعن و طاعون کا عذاب بھیج۔ سو طعن (نیزے یعنی جنگ کا عذاب غزوہ بدر میں سب نے دیکھ لیا۔ اب طاعون کا عذاب مائۃ بدر میں ان مخالفوں نے دیکھ لیا یہی عذاب جنگ کی طرح اپنی امت (جو نہ صرف زبان سے بلکہ اعمال سے حضور انور کی تابع فرمان ہے) کے حق میں شہادت ہے عن ابی بردۃ بن قیس اخی ابی موسی الاشعری قَالَ قَالَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فَنَاءَ اُمَّتِيْ فِيْ سَبِيْلِكَ بِالطَّعْنِ وَالطَّاعُوْنِ (مسند امام احمد جلد ۳ صفحہ ۴۳۷) اے اللہ میری امت کی فنا اپنی راہ میں طعن و طاعون سے بنا۔ پھر اسکے علاوہ دیکھو آیت وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا كَانَ ذٰلِكَ فِي الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا (بنی اسرائیل ع ۶ پ ۱۵) (اور کوئی بستی ایسی نہیں جسے ہم قیامت سے پہلے ہلاک نہیں کرنے والے یا سخت عذاب نہیں دینے والے یہ بات کتاب میں لکھی ہوئی موجود ہے) اس سے صاف ظاہر ہے کہ قیامت سے پہلے ایک عالمگیر عذاب آنے والا ہے جس سے سب بستیاں کسی نہ کسی رنگ میں متاثر ہو جائینگی۔ سو اے دوستو! وہ یہی عذاب "طاعون" ہے جسکی روز افزوں ترقی کو باوجود انتہائی درجہ کی انسانی کوششوں کے آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ یکزبان ہو کر سب نے کہدیا کہ اسکی کچھ سمجھ نہیں آتی اور نہ اسکی کوئی حکمی دوا ملی ہے کبھی گرمی میں زور ہے کبھی سردی میں کبھی معتدل موسم میں کبھی شہروں میں ہے کبھی دیہات میں۔ گندہ سے گندہ مکان محفوظ ہے تو ساتھ ہی اس مکان میں واردات ہو رہی ہیں جہاں صفائی کے تمام مراتب کو ملحوظ رکھا جاتا ہے ایک کیس مغربی محلہ میں ہوتا ہے تو ایک مشرقی میں۔ گلی سے گزرنے والا طاعون میں گرفتار ہو گیا مگر جس نے سینکڑوں مردے نہلائے اسے کچھ نہ ہوا جنازے سے پاس گزرنے والا طاعون میں پکڑا گیا مگر جس نے ہزاروں جنازے ہاتھوں سے دفن کئے اسے کچھ نہ ہوا غرض کہ اس مرض کا کچھ سر پیر نہ آیا۔ یہ اسلئے ہوا تا لوگ سمجھیں کہ "مرض نہیں" عذاب ہے ورنہ اس زمانے میں جبکہ ہر شے کی اصلی ماہیت و حقیقت معلوم ہو جاتی تھی اسکی بھی اصلیت معلوم ہوتی۔ طاعون کی کئی صورتیں ہو گئیں پہلے گلٹی نکلتی تھی پھر صرف اندر سے خون آنے لگا۔ بعض کو اسہال و قے کے ذریعہ پیام مرگ ثابت ہوا بعض چنگے بھلے چلتے پھرتے بازار میں گر کر جان بحق ہوئے۔ اسی قسم کی متضاد باتیں دیکھکر ہر فرد بشر پکار اٹھا "کہاں بھاگ کر جائیں" کیونکہ نہ کوئی مقام طاعون زدہ ہونے سے خالی ہے اور نہ ہی کوئی ایسی تدبیر ہے جس پر وثوق کیا جا سکے۔ اور نہ کوئی ایسا حکم جسکی طرف اطمینان کے ساتھ صحت کی امید پر دوڑیں

يَقُولُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ نِالْمُسْتَقَرُّ قیامتہ ۲۹ کہیگا
انسان اس دن کہاں بھاگ کر جائیں بھاگیں کیونکر کوئی پناہ کی جگہ نہ ہوگی۔ ہاں اس دن تیرے رب (خدا تعالےٰ یا تیرے دین کی
پرورش کرنے والے مسیح موعود) کی طرف ٹھکانا ہوگا۔ یعنی اسی کی کشتی اس طوفان نوح سے نجات دے سکیگی جو خدا کے حکم سے
تیار ہوئی ہے اور جس کی نسبت پچیس برس پہلے الہام ہوا کہ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا۔ پھر ہم پڑھتے ہیں۔ دیکھو
وَاِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ اَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْاَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ اَنَّ النَّاسَ كَانُوْا
بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ النمل ع ۲ (اور جب انپر ہمارا عذاب وارد ہوگا تو ہم انکے لئے ایک کیڑا زمین سے نکالینگے جو انکو
زخم کریگا کیونکہ یہ لوگ ہماری آیات پر یقین نہیں کرتے تھے) یہ تمام ڈاکٹروں حکیموں نے اپنے چشم دید تجربہ سے تسلیم
کرلیا ہے کہ طاعون کے نہایت باریک کیڑے ہوتے ہیں اور انکا مادہ زمین سے نکلتا ہے گرد و غبار میں مخفی رہتا ہے اور اسی
کے ذریعے منتقل ہوتا ہے۔ اور القول اور بِاٰيٰتِنَا لَا يُوْقِنُوْنَ اس بات کا قرینہ ہے کہ ہم تکلمہم کے معنے زخم کے
کریں کیونکہ یہ نہ ماننے کی سزا ہے اگر یہ معنے کیں ایک جانور نکلیگا جو کلام کرے تو یہ بالکل بے ربط ہیں کیونکہ جن کفار نے مردوں کو
زندہ چاند کو دو ٹکڑے ہوتے عصا کو سانپ بنتے دیکھکر نہ مانا تو کیا وہ ایک جانور کو کلام کرتا دیکھکر مان لینگے جو ایک ممکن الوقوع
بات ہے جانور تو بجا ہم تو اس زمانے میں بیجان چیزوں کو بھی کلام کرتے دیکھتے ہیں دیکھو تار پھر فونوگراف کہ ہو بہو انسانی
آواز سناتا ہے۔ پس اس زمانے کے لوگوں کی نظر میں ایک جانور کا کلام کرنا کیا وقعت رکھتا ہے یہاں تو یہ مناسب حال ہے
کہ انسانوں کے نہ ماننے کی سزا میں عذاب بھیجا جائے۔ اور یہی اس آیت کے معنے ہیں جو ہر طرح سے چسپاں ہیں۔ یہ بھی اسی
آیت سے واضح ہوتا ہے کہ عذاب دابۃ الارض یعنی طاعون کے موقعہ پر کوئی آیات دکھانے والا بھی موجود ہوگا۔ کیونکہ
اگلے نشان جو دکھائے جاچکے ہیں انکی تکذیب کا وبال ان لوگوں پر تو نہیں پڑنا چاہیئے جنہوں نے ان نشانوں کو نہیں دیکھا پس ثابت
ہوا کہ ایک ایسا مرد خدا بھی موجود ہوگا جسکے ہاتھ پر نشان ظاہر ہوں بلکہ خود اس کا وجود آیۃ اللہ ہو اسکے علاوہ انجیل
میں بھی یہ لکھا ہوا موجود ہے کہ دیکھو متی ۲۴ قوم قوم پر اور بادشاہت بادشاہت پر چڑھ آئیگی اور کال اور مری پڑیگی اور
جگہ جگہ بھونچال آئینگے یہ سب کچھ مصیبتوں کا شروع ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا مگر افسوس کہ اس زمانے کے لوگوں نے اسے نظر استخفاف
سے دیکھا اور کچھ "عبرت" حاصل نہ کی بلکہ کچھا تو یہ کہا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ جواب ہی ہے جو پہلے مخالفوں کو دیا گیا طَائِرُكُمْ
مَعَكُمْ یا یوں کہا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ وَالسَّرَّآءُ اعراف ۱۲۶ (یہ دکھ سکھ ہمارے بڑوں کو
بھی پہنچتے ہے) یا اس قسم کے اعتراض کر دیئے مثلاً یہ کہ صرف ہندوستان پر کیوں ہے دوسرے ممالک جہاں شراب خواری
انسان پرستی زیادہ ہے) میں کیوں نہیں اسکا جواب بھی سنئے۔ آپ اگر اخبار دیکھا کرتے ہیں تو یہ امر آپ سے مخفی نہیں رہ سکتا
کہ طاعون نہ صرف ہندوستان میں ہی بلکہ دوسرے ممالک میں بھی آہستہ آہستہ ترقی کر رہا ہے چنانچہ پچھلے دنوں ایک مشہور مخالف
اخبار نے ظاہر کیا تھا کہ اگر کوئی شخص طاعون کے عالمگیر ہونے کا دعوے کرے تو وہ جھوٹا نہیں (ب) پھر عذاب الہی کئی

صورتوں میں نازل ہو رہا ہے اگر دوسرے ممالک میں طاعون نہیں تو طاعون کے قائمقام اور بہت سی بلائیں مثل غرق حرق خسف زلازل جنگ وارد ہیں جس کی آنکھ ہو وہ دیکھے اور جس کے کان ہوں وہ سنے (ج) بیشک یورپ کے لئے خاص "مہلت" ہو اور رہنی چاہیئے کیونکہ بوجہ دور ہونے کے وہ لوگ ابھی ایک حد تک معذور سمجھے گئے ہیں اور ہندوستان والے اسلئے سب سے پہلے ماخوذ ہیں کہ ان میں خدا کا فرستادہ مدت سے آچکا ہے اور اپنے عظیم الشان نشانوں سے اپنی صداقت پر مہر لگا چکا ہے پس باوجود اس بات کے کہ ہر طرح سے حجت قائم ہو چکی ہے جو لوگ شوخی و شرارت سے باز نہیں آتے۔ وہ ضرور ماخوذ ہوتے ہیں یہ ایک بدیہی مثال ہے کہ اپنے اقربا پر بہ نسبت دور افتادوں کے جلدی اور زیادہ افسوس آتا ہے اور یورپ و عرب وغیرہ پر تو ابھی ایسا اتمام حجت نہیں ہوا جیسا اس ملک کے لوگوں پر آتا ہے (د) آپکو معلوم ہو گا کہ ہمارے سید و مولیٰ ختمی پناہ حضرت محمد رسول اللہ صلعم کی رسالت تو سارے جہان کے لئے تھی مگر عذاب میں جو جنگ اور قحط کی صورت میں نازل ہوا تھا سب سے پہلے عرب ہی ماخوذ ہوئے تھے (س) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام یہ اپنی مختلف تحریروں میں بیان فرما چکے ہیں کہ عذاب صرف اختلاف مذاہب سے نہیں آتا بلکہ شوخی و شرارت سے آتا ہے۔ ایسا ہی جب لوگ گناہوں میں حد سے زیادہ بڑھے جاتے ہیں۔ تو پہلے پہل رسول بھیجکر اللہ تعالےٰ حجت پوری کرتا ہے پھر عذاب نازل فرماتا ہے چنانچہ فرمایا وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا۔ پس آپ کا یہ خیال غلط ٹھہرا۔ کہ یورپ میں حد سے زیادہ دہریت یا گناہ ہے وہاں عذاب کیوں نہیں آیا قطع نظر اس سے کہ شرابخوری۔ زنا۔ فسق و فجور کی عادت بجائے خود ایک جہنمی عذاب ہے (ہ) ہندوستان میں اگر بعض قصبات اور دیہات وبائے طاعون سے خالی ہیں تو آپ گھبرائے نہیں اپنے اپنے وقت پر انمیں سے ہر ایک ماخوذ ہو جائیگا بموجب وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا) فہرست احمدی جماعت کے شائع کرنیکی کچھ ضرورت نہیں۔ یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ احمدی جماعت دن بدن ترقی کر رہی ہے آپ دور کیوں جاتے ہیں اپنے ضلع یا تحصیل یا شہر ہی کی طرف خیال رکھئے کہ بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں (ش) اسباب کا علم اللہ تعالےٰ ہی کو ہے کہ کون زیادہ گنہگار۔ شوخ۔ شریر۔ قابل اخذ ہے پس تمہارا اعتراض بیجا ہے کہ فلاں شخص یا گروہ یا گاؤں کیوں ابھی تک ماخوذ نہیں ہوا (و) احمدی جماعت کے آدمی

سلے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ جب تم سے خدا تعالیٰ نے بچانیکا وعدہ کیا ہے تو پھر طاعون والے مقامات اور طاعون زدہ لوگوں سے کیوں ڈرتے اور جدا رہتے ہو سو واضح ہو کہ ہم لوگ ہرگز ہرگز طاعون سے نہیں ڈرتے ہاں طاعون والے کے احکام کی خلاف ورزی سے ڈرتے ہیں تلوار سے ڈرنا بیوقوفی ہے مگر تلوار والے کا خوف نہ کھانا اعلیٰ درجہ کی حماقت ہے ہمارے خدا نے فرمایا ہے لَا تُلْقُوْا بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ البقرہ ۲ (اپنے تئیں ہلاکت والے مقام میں نہ لیجاؤ یعنی خواہ مخواہ سانپ کے بل و ما نہیں ہیں انگلی نہ ڈالتے پھرو) پھر فرمایا وَلَا تَرْكَنُوْا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ہود ۱۲ (اور جن لوگوں نے ظلم کیا انکی طرف مائل بھی نہ ہو یعنی ذرا بھی تعلق نہ رکھو آمد رفت وغیرہ کا ورنہ تمہیں بھی خدا کے غضب کی آگ (طاعون) چھو جائیگی یہ امر موجب ناراضی اللہ تعالےٰ ہے پس اگر ایسا کرو گے تو تمہیں ذرا بھی امداد نہ دی جائیگی یعنی پھر فضل خدا جو تمہارے شامل حال رہیگا ظالم ہونیکا ثبوت یہ ہے کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظَالِمُوْنَ القصص ۶ (اور ہم کسی بستی کو ہلاک نہیں کرتے مگر جب اسکے بسنے والے ظالم ہوں پس عذاب کا نزول انکے ظالم ہونیکا ثبوت ہے پھر فرمایا يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ الممتحنہ ۲ (اے مومنو! جب قوم پر خدا کا غضب نازل ہوا۔ اس سے دوستی نہ لگاؤ ۱۲

بھی طاعون سے مرتے ہیں اور بیشک مرتے ہیں مگر شہید ہوتے ہیں جیسے کہ ایک ہی تلوار تھی جو صحابہ کو شہید اور مخالفین کو مردبناتی پس
یہ فیصلہ آپ اپنی عقل خداداد سے فرمالیجئے کہ طاعون موت ہے یا شہادت (ش) نبی اکرم صلعم نے فرمایا طاعون ہر مسلم کے لئے شہادت
ہو مگر گیا وہ اہلسنت وجماعت سے ہے جو خلیفۃ اللہ کا منکر ہے حالانکہ آیت استخلاف صاف بتلارہی ہے وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ
ذٰلِكَ فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ (ح) طاعون ہم صرف یہ دیکھتے ہیں کہ جماعت کونسی بڑھ رہی ہے۔ فہرست پیش
کرنیکی حاجت نہیں آپ دور کیوں جاتے ہیں اپنے ضلع یا تحصیل یا شہر ہی کی طرف خیال رکھئے کہ بڑھتے ہیں یا گھٹتے ہیں اور جماعت
حقہ کو بھی چشم زخم پہنچنا کوئی مستبعد نہیں دیکھو قرآن مجید فرماتا ہے اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ
وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ (اگر تمہیں کوئی چشم زخم پہنچی ہے تو طرف ثانی کو بھی ایک چشم زخم پہنچ چکی ہے اور یہ ایام
ہم لوگوں میں نوبت بہ نوبت لاتے ہیں) پھر اس میں جو حکمت ہے وہ فرمائی وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا (تاکہ ایمان والوں کو
ظاہر کردے گو یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ دیکھو باوجود ان کھیل اور ابتلاؤں کے یہ بندے ہماری طرف سے نہیں ہٹتے) وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ
الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تاکہ مومنوں کو میل کچیل سے خالص کردے یعنی جو ضعیف الایمان ہیں وہ الگ ہو جائیں بعض اوقات اسلئے ایسا بھی
ہوتا ہے کہ دلوں میں غرور نہ آجائے کہ یہ بھی بجائے خود ایک مرض ہے۔

حاصل کلام خدا تعالےٰ نے یہ ایک بڑا بھاری نشان دکھایا مگر نہ ماننے والوں نے نہ ہی مانا اور اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا
هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ (انفال ع ۹) (اے اللہ اگر
یہ حق ہے تیری طرف سے اور ہم پر آسمان سے پتھر برسایا کوئی اور دردناک عذاب پہنچا) کہنے والی طبیعتوں نے آرام نہ لیا جب تک
زلزلہ نہ آیا۔ زلزلہ کیا تھا خدا تعالیٰ کی ایک قہری تجلی تھی جس کی خبر براہین احمدیہ میں میرے مولا نے پہلے ہی سے ان الفاظ میں دی
رکھی تھی فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا جب پہاڑ پر قہری تجلی ہوگی تو ٹکڑے ٹکڑے کردیگا وَاللّٰهُ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ
اور اللہ تعالےٰ کافروں کے انتظام کو سست کرنیوالا ہے۔ الغ قرآن مجید میں بھی اسکا ذکر تھا اسکے متعلق میرا ایک مضمون ہے جسکا مطالعہ
ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا۔ وہو ہذا۔

قرآن مجید میں جو قصص مذکور ہیں ان سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ سننے والوں کے دل بہلائے جائیں بلکہ یہ اصل میں پیشگوئیاں
ہیں جو ہمارے نبی کریم صلعم کے زمانہ میں واقعہ ہونے والی تھیں جن لوگوں نے سر الشہادتین کو پڑھا وہ خوب سمجھتے ہیں۔ کہ
وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ والا قصہ کسطرح پیشگوئی کے رنگ میں پورا ہوا اسی لیے فرمایا تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ
نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ہود ع ۱۲ (یہ غیب کی خبریں ہیں جو ہم تیری طرف وحی کرتے ہیں) ورنہ یہ قصے یہودیوں عیسائیوں میں پہلے
بھی مشہور تھے ان پر انباء غیب کا اطلاق اگر ہو سکتا ہے تو صرف اس طریقے سے کہ ان قصوں میں جو جھوٹ باتیں مل گئی تھیں
نکال دی گئیں مگر ہمارے بعض مسلمان بھائیوں نے اب پھر انپر تفسیر و نکا رنگ چڑھا کر غیر مسلموں کو اعتراض کا موقعہ دیا ہے
بہر حال قصص میں لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ کی فلاسفی کو سمجھا ہے تو ہمارے ہادی امام نے

له انکے قصوں میں صاحبان دانش کے لئے عبرت ہے ۱۲

آمدم بر سر مطلب۔ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ (یعنی نوح کو اسکی قوم کی طرف بھیجا پس وہ اُن میں رہا پچاس کم ہزار سال عنکبوت ع ۲ ۲۰) سے صاف ظاہر ہے کہ خاتم النبیین کی عمر پر ایک زمانہ نوحی آنے والا ہے یعنے عیش و آرام کا زمانہ جو لوگوں کو فسق و فجور میں ڈال دیتا ہے نوحہ۔ ایک عبرانی لفظ ہے جس کے معنے ہیں آرام اس زمانہ کی مدت العمر بھی بتلائی گئی ہے یعنی خیر القرون کے بعد قریب ایکہزار سال تک یہ زمانہ رہیگا جسکو فیج اعوج کے نام سے تعبیر کیا گیا ہے اس زمانہ کا شر جب حد سے بڑھ گیا۔ اور زمین اس قابل ہوگئی کہ اسکو سزا دیجائے تب خدا نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق ایک نذیر بھیجا جو مثیل نوح ہے دوستو انہیں مبارک دیکھو آسمانِ نبوت پر افق وحی سے وہ بدر نمودار ہو چکا ہے ابھی اسے خود بھی معلوم نہ تھا کہ یہ بار رسالت میرے ہی سر پر پڑنے والا ہے کہ خدائے عالم الغیب کی پاک وحی نازل ہوئی واصنع الفلك باعيننا ووحينا جس سے صاف ظاہر ہے کہ کوئی نوح مبعوث ہو چکا ہے اسکی تشریح اردو الہام میں ہوئی دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کریگا اور بڑے زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا۔ چونکہ حملوں کا لفظ جمع تھا۔ اسلیئے تین انذاری نشان ظاہر ہونے والے تھے اس میں پہلا جیسا کہ خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ تو طاعون تھا اسلیئے کشتی نوح کتاب بنی مگر اب سوال یہ ہے کہ اسکی خبر قرآن مجید میں بھی ہے کیوں نہیں وان من قرية الاية یعنی قیامت سے پہلے ہم ہر بستی کو یا تو ہلاک کرنیوالے ہیں یا سخت عذاب دینے والے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ کوئی ایسا عذاب عالمگیر ہوگا جس کو ہر بستی کے لوگ محسوس کرینگے اور یہ خدا تعالے کا خاص فضل ہے کہ اسنے اپنے تختگاہ کو ولولا الاکرام لهلك المقام کی پاک وحی سے ہلاکت میں داخل ہونے سے بچا لیا پھر دوسرے مقام میں فرمایا اخرجنا لهم دابة الاية اس سے عالمگیر عذاب کی نوعیت بتائی۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ یہ عذاب [لہ] وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا (ہم عذاب نہیں دیتے جبتک رسول نہ بھیج لیں) کے مطابق اجرام طاعونی کے ذریعہ سے ظاہر ہوگا۔ اور اسوقت خدا کی آیت یعنی ایک نبی بھی موجود ہوگا جس کی تکذیب کا یہ نتیجہ ہے۔

(۲) اور دوسرا زلزلہ تھا۔ اسکی خبر قرآن مجید میں ہے دیکھو نہ صرف اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا بلکہ قطعی و یقینی طور سے سورہ والنازعات کہ اس میں فرشتوں کو جو انتظامات حسب الامر الٰہی میں لگے ہوئے ہیں اور ہر کام کو اپنے وقت پر ظہور میں لاتے ہیں بطور گواہ قسمی رنگ میں پیش کر کے فرمایا گیا يَوْمَ تَرْجُفُ الرَّاجِفَةُ تَتْبَعُهَا الرَّادِفَةُ قُلُوْبٌ يَّوْمَئِذٍ وَّاجِفَةٌ اَبْصَارُهَا خَاشِعَةٌ (النازعات ع ۱ ۳۰) جس دن کانپنے گی کانپنے والی یعنے زمین پر اس کثرت سے زلزلے آئینگے کہ اسکا نام ہی راجفہ یعنے کانپنے والی ہو جائیگا اور ایک زلزلہ کے بعد دوسرا زلزلہ آئے گا۔ اس

لہ عذاب اسوقت تک نہیں آتا جبتک کوئی رسول نہ آئے وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا (القصص ع ۶ ۲) اور تیرا رب کبھی بستیوں میں ہلاک کرنیوالا عذاب نہیں بھیجتا جبتک ان کے مرکز میں ایسا پیغمبر نہ بھیجے جو آئتیں پڑھکر سنائے یعنی وحی الٰہی وغیرہ سے تبلیغ نہ کرے ۱۲

دل دھڑک رہے ہونگے اور نظریں جھکی ہوئی ہونگی۔ اب ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلے میں اس آیت کی تفسیر سب نے دیکھ لی اور ان منکرانِ قیامت کے لئے بڑا بھاری نشان ہوگا جو کہتے ہیں یَقُوْلُوْنَ ءَاِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِی الْحَافِرَةِ ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً (کہتے ہیں کیا ہم پھر الٹے پاؤں لوٹائے جائینگے جبکہ ہم کھوکھلی ہڈیاں ہو گئے) حضرت جی نے بھی یہی فرمایا کہ جو لوگ قیامت کے منکر ہیں وہ دیکھ لیں کسطرح ایک سینکنڈ میں ساری دنیا فنا ہو سکتی ہے۔[1]

اور تیسرے حملے کا ذکر بھی اسی آیت تتبعها الرادفة میں کیا گیا ہے کہ پیچھے آئیگی پیچھے آنے والی یعنی یہ دو حملے ایک دوسرے کے پیچھے ہونگے۔ جیسے کہ ایک سوار دوسرے کا ردیف ہوتا ہے چونکہ خدا کے موعود کو وحی نازل ہوئی کہ زلزلة الساعة قوا انفسکم (اپنا بچاؤ ڈھونڈ لو کیونکہ قیامت کا زلزلہ آنے والا ہے) اسکے لئے اسکی نوعیت بھی معلوم ہوگئی۔ مجھے ہوبہو یہی الفاظ سورۃ حج میں مل گئے یٰاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّاۤ اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَ لٰكِنَّ عَذَابَ اللّٰهِ شَدِیْدٌ (اے لوگو! اپنے رب کے عذاب سے بچو کیونکہ اس گھڑی کا ہلا دینے والا عذاب ایک بڑی آفت بھاری ہے جس دن تم دیکھو گے (قیامت سے پہلے آنے کا ثبوت دیکھئے) ہر دودھ پلانیوالی اپنے بچے کو بھول جائیگی۔ اور حمل والی حمل گرادیگی لوگ دیوانہ پھرینگے۔ مگر وہ دیوانہ نہ ہونگے بلکہ عذاب اللہ کا بہت سخت ہے۔ اس سے اگلی آیت پڑھئے اس نشان دکھانے کی وجہ بھی نظر آئے گی کہ لوگ ایک اطاعت چھوڑے ہوئے ہونگے۔

دوستو! اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ۔ دیکھو قرآن مجید میں ان تینوں باتوں کا پہلے سے مذکور ہے جو یقیناً ہونے والی باتیں ہیں اللہ تعالےٰ مجھے اور میرے بھائیوں اور دیگر احباب کو ان نشانوں سے عبرت حاصل کرنے کی توفیق دے۔ اور ہدایت کی راہ پر چلائے۔ رب اماترینی ما یوعدون فلا تجعلنی مع القوم الظّٰلمین۔

اس تیسرے نشان کی بابت جو ابھی ظاہر ہونے والا ہے مختلف قسم کے اعتراض کئے جاتے ہیں اول تو کہتے ہیں کہ قیامت تک کوئی نہ کوئی زلزلہ تو آخر آنا ہوا مگر اسکا جواب تو یہ ہے کہ جب وہ فرماتے ہیں ایسا زلزلہ آیگا جو نہ کسی نے دیکھا نہ کسی نے سنا اور ہماری زندگی ہی میں۔ اس زمانے کے لوگ دیکھینگے تو پھر خصوصیت لگ گئی یا نہ۔ پھر کہتے ہیں وقت

---

[1] افسوس اس سے بھی شوخی شرارت میں کچھ فرق نہ آیا اگر آیا بھی تو عارضی طور سے چند دنوں کے لئے وَلَوْ رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا لِرَبِّهِمْ وَمَا یَتَضَرَّعُوْنَ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَیْهِمْ بَابًا ذَا عَذَابٍ شَدِیْدٍ اِذَا هُمْ فِیْهِ مُبْلِسُوْنَ (المومنون ع ۴) اور اگر ہم نے رحم کر دیا اور اس تکلیف کو ہٹا لیا جو ان پر طاری تھی تو پھر اپنی سرکشی میں بدستور غرقاں ہو گئے اور ہم نے انکو عذاب میں پکڑا مگر وہ اپنے رب کے آگے نہ جھکے اور نہ ہی عاجزی اختیار کی اسی لئے یہاں تک کہ ہم نے ان پر عذاب شدید کا دروازہ کھول دیا تو وہ پھر ہی آس توڑ بیٹھے یہ تیسرا موقعہ ہے جو نظارہ آپ جلد دیکھینگے۔

مقرر بتاؤ یہ بھی کوئی نیا اعتراض نہیں بلکہ اگلے مخالفین کرتے آئے ہیں اس اعتراض پر سخت متعجب ہوں کہ جب اس نشان کے دکھانے کا مقصد بدکاروں کو ہلاک کرنا ہے تو پھر وقت کیوں بتایا جائے کیونکہ اس طرح تو ہر ایک شریر کو اپنے بچاؤ کا موقعہ ملجائیگا۔ ہاں یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ پھر یہ بھی کہنے کا کیا فائدہ ہے کہ عنقریب آئیگا سنو! اسلئے کہ اپنی حالتوں میں تبدیلی کرنیکا موقعہ ملجائے۔ اگر کوئی وقت خاص بتا دیا جائے تو اس میں یہ خرابی ہے کہ لوگوں کو پہلے کچھ فکر نہ ہوگا اور نہ وہ اپنے اعمال کو ٹھیک کرنے کی پروا کرینگے کیونکہ جانتے ہونگے کہ فلاں روز زلزلہ آئیگا پس پہلے ہی اس فکر میں مشقت اٹھانے کی کیا حاجت ہے وہ وقت تو آلے پھر دیکھا جائیگا اور موجودہ صورت میں جبکہ کوئی خاص وقت نہیں مقرر کیا گیا۔ ہر وقت ڈر ہے کہ شاید ابھی آجائے اسلئے سعید روحیں جن میں ذرا بھی صلاحیت کا مادہ ہے خدا سے ڈر کر ہر وقت اپنے عقائد و اعمال کو فساد سے خالی کرنے کی کوشش کر رہی ہیں ہمارے نبی کریم صلعم پر جب یہ سوال کیا گیا ہے کہ مَتٰی هٰذَا الْفَتْحُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ تو مدت نہیں بتلائی گئی بلکہ یہی فرمایا گیا قُلْ یَوْمَ الْفَتْحِ لَا یَنْفَعُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اِیْمَانُهُمْ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَانْتَظِرْ اِنَّهُمْ مُّنْتَظِرُوْنَ (کہدے فتح کے دن ان کافروں کو انکا ایمان کچھ فائدہ نہ دیگا اور نہ پھر مہلت ملیگی (پس اب وقت ہے پاک تبدیلی کرنی ہے تو کر لو) پس ان سے منہ پھیرے رکھ اور انتظار کر (اس وعدہ الٰہی کی) یہ بھی انتظار کرنے والے ہیں احزاب ۲۱ مطلب یہ ہے کہ تمہیں وقت کے تقرر سے کیا مطلب ہے جو اصل غرض اس نشان کی ہے تم اسکی طرف متوجہ ہو پھر اس دن جبکہ حق و باطل میں صاف صاف امتیاز ہو جائے تمہارا ماننا کچھ فائدہ نہ دیگا۔ پس جو کچھ کرنا ہے اس سے پہلے کرو پھر دیکھو سورہ اعراف ۲۳ ۹۔ یَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَیَّانَ مُرْسٰىهَا (تجھ سے اس عذاب کی گھڑی کی بابت پوچھتے ہیں کہ کب آئیگی) اسکا جواب دیا گیا قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّیْ لَا یُجَلِّیْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ثَقُلَتْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَا تَاْتِیْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً کہدے اسکا علم میرے رب کو ہے اسے وقت مقرر پر ظاہر کریگا بھاری حادثہ ہے آسمان و زمین میں۔ اچانک آئے گا پس یہی جواب مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے ہے پھر الملک ۲۶ ۲۹ میں پڑھو وَیَقُوْلُوْنَ مَتٰی هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اور کہتے ہیں یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ اگر تم سچے ہو تو بتاؤ کہدے اس بات کا علم اللہ کو ہے اور میں تو صرف ڈرانے والا ہوں (یعنی میں نے تجھے ایک خطرہ سے اطلاع دیدی ہے یہی میرا فرض تھا بلحاظ عہدۂ نذارت اس سے زیادہ کی کچھ ضرورت نہیں فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِیْٓئَتْ وُجُوْهُ

سلہ حَتّٰۤی اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِیْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ یَجْـَٔرُوْنَ لَا تَجْـَٔرُوا الْیَوْمَ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ قَدْ كَانَتْ اٰیٰتِیْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰۤی اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ مُسْتَكْبِرِیْنَ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ جب حد سے بڑھنے والوں کو ہمنے عذاب میں پکڑا تو لگے بلبلانے اب کیوں گڑگڑاتے ہو۔ اب تمہیں کچھ مدد نہ دی جائے گی جب میری آیتیں تمپر پڑھ پڑھ کر سنائی جاتیں یعنی وہ وحی الٰہی جس میں میری آیت ونشان کی پیشگوئی تھی تو تم اکڑ اکڑ کر الٹے پاؤں بھاگتے اور کچھ پروا نہ کرتے اور بیہودہ فضول اعتراضوں سے یکو اس کرتے۔ یہ آیتیں برابر صادق آرہی ہیں پھر فرمایا فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا (جب عذاب کو دیکھ لیا تو پھر انکے ایمان نے کچھ فائدہ نہ دیا) مومن ۹ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ۔ اور یہی کا الٰہی قانون ہے جو اسکے بندوں میں جاری ہے ۱۲

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَقِیْلَ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَدَّعُوْنَ (پھر جب اسے قریب دیکھ لینگے تو کافروں کے منہ بگڑنے لگینگے اور کہا جاے گا بس یہی وعدہ تھا جسکا تم سوال کرتے تھے) اور یہ جو یہ کہتے ہیں کہ تم ہلاک ہو گئے اسکا جواب بھی قرآنِ مجید سے لیجئے اِنْ اَھْلَکَنِیَ اللّٰہُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ یُّجِیْرُ الْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ط اور اگر مجھے اللہ ہلاک کر دے اور انہیں جو میرے ساتھ ہیں یا رحم کرے (تم ان دونوں صورتوں کا فکر نہ کرو (تجھ کو پرائی کیا پڑی اپنی نبیڑ تو) بلکہ اپنی فکر کرو کہ اس دردناک عذاب سے کافروں کو کون پناہ دیگا)۔

اخیر میں ہم معجزات کی نسبت اتنا ضرور بتانا چاہتے ہیں کہ یہ مامورمن اللہ کے اختیار میں نہیں لیں اقتراحی سوالات درباره معجزات کرنے اور پھر انکے پورا کرنے کو تصدیق و تکذیب کا معیار مقرر کرنا اعلیٰ درجے کی حماقت ہے کیونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَمَا کَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَۃٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ المؤمن ۱۴ع ۸ (اور یہ کسی فرستادہ خدا سے نہیں آتا کہ اللہ کے اذن کے سوا معجزہ دکھائے) پس خدا جب مناسب سمجھے نشان دکھاتا ہے کسی کی پابندی نہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بعض اوقات مامورمن اللہ گھبرا کر کہہ اٹھتے ہیں کہ کوئی نشان دکھائیں مگر پھر بھی خدا تعالےٰ جب چاہتا ہے دکھاتا ہے دیکھو وَاِنْ کَانَ کَبُرَ عَلَیْکَ اِعْرَاضُھُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ فَتَاْتِیَھُمْ بِاٰیَۃٍ وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَمَعَھُمْ عَلَی الْھُدٰی فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْجٰھِلِیْنَ۔ اور اگر کفار انکی رو گردانی تم پر گراں گزری ہے تو اگر استطاعت ہے تو زمین میں کوئی سرنگ نکال کر یا آسمان میں سیڑھی لگا کر کوئی معجزہ لا دکھاؤ۔ اگر اللہ چاہے تو ان سب کو ہدایت پر جمع کر دے (مگر اللہ کا یہ قانون نہیں کہ کسی کو جبراً ہدایت دے) پس تم کوئی نادانوں سے تو نہیں کہ کوئی ایسے نشان دکھانے کا خیال کرو کہ جس سے خواہ مخواہ مان جائیں) پھر اس سے اگلی آیت میں لکھا ہے وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ قَادِرٌ عَلٰٓی اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَۃً وَّلٰکِنَّ اَکْثَرَھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور منکر کہتے ہیں کیوں نہیں اسکے رب سے اسپر کوئی معجزہ نازل ہوا۔ کہدے اللہ تعالےٰ معجزے دکھانے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ مصلحت الٰہی کو نہیں سمجھتے جس کے سبب تاخیر ڈالی جاتی ہے یا درخواست نامنظور ہوتی ہے میں خیال کرتا ہوں کہ ہمارے مسیح موعود علیہ السلام پر جو معجزات کی نسبت اعتراض کیا جاتا ہے انکے لئے یہ تحریر بالکل کافی ہے کیونکہ اس میں تمام صورتوں کا جواب ہے۔ اور یہ جو آنیوالے عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں اور طاعون و ہم اپریل کے زلزلہ سے سیر نہیں ہوئے انکو حضرت عیسےٰ ع کی طرف سے یہ آیت سناتا ہوں۔ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِیْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِہٖ لَقُضِیَ الْاَمْرُ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِیْنَ (جس چیز کی تم جلدی کرتے ہو اگر میرے اختیار میں ہوتی تو کبھی کا فیصلہ ہو چکتا میرے اور تمہارے درمیان اور اللہ ظالموں کو خوب جانتا ہے پس وہ انکو عذاب دئے بغیر نہ چھوڑیگا

لہ اَفَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا بَیَاتًا وَّھُمْ نَآئِمُوْنَ اَوَاَمِنَ اَھْلُ الْقُرٰٓی اَنْ یَّاْتِیَھُمْ بَاْسُنَا ضُحًی وَّھُمْ یَلْعَبُوْنَ۔ اعراف ۱۲ع ۱۲ کیا بے فکر ہو گئے ہیں بستی والے اس سے کہ آئے ان پر ہمارا عذاب اور وہ سوتے ہوں یا ہمارا عذاب دن کو آئے اور وہ غفلت میں ہوں

ختم نبوت

اب ہم ختم نبوت کا مسئلہ حل کرتا ہوں دیکھو خدا تعالےٰ فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا احزاب ۲۲ (اور محمد تم لوگوں میں سے کسی کے باپ نہیں ولیکن اللہ کے رسول اور نبیوں کے خاتم ہیں اور اللہ ہر چیز سے علیم ہے) کفار کا اعتراض تو یہ تھا کہ محمد رسول اللہ بنتے ہیں مگر ہیں ابتر یعنے مقطوع النسل۔ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ (یعنے تجھے بہت کچھ عطا کیا ہے) آدا ا جملہ اولاد بھی ہے۔ پس اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ آپ کے روحانی فرزند ہونگے جو الولد سرٌ لابیہ کے قاعدے کے مطابق حضور ہی کے اوصاف و کمالات کو اپنے اندر لئے ہونگے یہ سلسلہ تا قیامت قائم رہیگا خاتم کے لفظ میں یہ اشارہ ہے کہ اب اسکے بعد جو نبی آئے گا اسپر متابعت شریعت محمدیہ کی مہر لگی ہوگی۔ اور اسکی نبوت کوئی علیحدہ نبوت نہ ہو گی بلکہ اسی نبوت کا ظل ہوگی اور اس آفتاب رسالت سے ہر دم فیض پانے کی محتاج۔ یکدمے دوری ازاں عالیجناب۔ نزد ما کفر است حرمان و تباب کی مصداق۔ ختم کا اطلاق دو حالتوں پر ہوتا ہے ایک تو جب کسی کا کاروبار بند ہو جائے اور پھر کچھ نہ رہے تو کہا جائیگا کہ فلاں پر ختم ہو چکی یہ نحوست و بربادی کی علامت ہے پس نبوت کے ختم کے بھی یہ معنے کرنے کہ اب اسکے بعد اس امت میں کوئی نبی پیدا نہ ہوگا اس امت کی جسکو خیر الامم کہتے ہیں صریحاً ہتک ہے۔ تعجب ہے کہ موسیٰ کی قوم کی تو عورتوں کو بھی وحی ہو اور محمدی امت جو خیر الامم ہو وہ ایسی شر الامم ہو جائے کہ ان میں کوئی نبی مبعوث نہ ہو۔ دوستو! سوچنے کی بات ہے اگر کوئی الگ نبوت و سلسلہ کا مدعی ہو تو بیشک اس میں اسلام کی ہتک ہے مگر جب وہ صاف کہہ رہا ہے کہ میرے پاس جو کچھ ہے وہ محمدی فیض ہے تو پھر اعتراض و غیرت کی کیا جگہ ہے بلکہ یہ تو فخر کی جگہ ہے کہ اس رسول الثقلین کا اتنا عالیشان ہے کہ اسکے غلاموں کا یہ مرتبہ ہے۔

دوسرا ختم کے یہ معنے ہیں کہ جیسے کہتے ہیں فلاں پر ختم ہو گئی کیا معنی کہ اس میں تمام کمالات جمع ہیں بس یہی مطلب ہے ختم نبوت کا اور اسی اعتبار سے ہمارے مسیح موعود کا دعوے نبوت کوئی الگ دعوے نہیں بلکہ صرف اس امر کا اظہار ہے کہ اس آفتاب کمالات کا نور اب اس رنگ میں جلوہ افروز ہے اور نبوت کے بارے میں فرمایا۔ خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ و رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے پس نبوت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد ہی کے پاس رہی علیہ الصلوٰۃ والسلام نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے (دیکھو اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) پھر ایک مقام پر اثنائے تقریر میں فرمایا میں بڑے یقین اور دعوے سے کہتا ہوں کہ آنحضرت صلعم پر کمالات نبوت ختم ہو گئے وہ شخص جھوٹا اور مفتری ہے جو آپ کے خلاف کسی سلسلے کو قائم کرتا ہے اور آپ کی نبوت سے الگ ہو کر کوئی صداقت پیش کرتا اور چشمہ نبوت کو چھوڑتا ہے میں کھول کر کہتا ہوں کہ وہ شخص لعنتی ہے جو آنحضرت صلعم کے سوا آپ کے بعد کسی اور کو نبی یقین کرتا ہے اور آپکی ختم نبوت کو توڑتا ہے یہی وجہ ہے کہ کوئی ایسا نبی آنحضرت صلعم کے بعد نہیں آسکتا جسکے پاس وہی مہر نبوت محمدی[1] نہ ہو۔ ہمارے مخالف اسے

[1] گویا یہ نبوت ایسی ہے جیسے کوئی کسی کی مہرے کر کام چلائے مطلب یہ کہ مہر و حکم محمدی ہی رہا صرف اسکے ذریعے کام لینے والا کوئی اور ہے جو کہ در اصل اور نہیں ۱۲

مسلمانوں نے بھی غلطی کھائی ہے کہ وہ ختم نبوت کی مہر کو توڑ کر اسرائیلی نبی کو آسمان سے اتارتے ہیں اور میں یہ کہتا ہوں۔ کہ
آنحضرت صلعم کی قوت قدسی اور آپ کی ابدی نبوت کا یہ کرشمہ ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی آپ ہی کی تربیت اور تعلیم
سے مسیح موعود آپ کی امت میں وہی مہر نبوت لیکر آتا ہے اگر یہ عقیدہ کفر ہے۔ تو پھر میں اس کفر کو عزیز رکھتا ہوں۔ بعد از
خدا بعشق محمد مخمرم + گر کفر ایں بود بخدا سخت کافرم۔ پھر ایک اور آیت بھی ہے جس سے آپکی احمدیت یعنی احمد ہونے پر پورا پورا
استدلال ہوتا ہے وہ یہ ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ
الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ وَآخَرِينَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ (وہ پاک ذات
جس نے امیوں میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا جو انہیں آیات اللہ پڑھکر سناتا اور ان کا اپنی قوت قدسیہ سے تزکیہ کرتا اور انکو
کتاب و حکمت سکھاتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے صاف گمراہی میں تھے اور پھر وہی رسول اس سب سے پچھلی آنے والی جماعت میں
بھی بھیجا جو ابھی تک ان سے لاحق نہیں ہوئی یہ آخری زمانہ کی جماعت کا ذکر ہے جس میں اس رسول "محمد" کی بعثت کی خبر
دی ہے اور اسکے لئے کسی دوسرے نبی کا ذکر نہ کرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ آنے والا بھی پہلے کا عین ہوگا اور اسی میں فنا
شدہ یہی وجہ ہے کہ وہ حکم نفی وجود کا رکھتا ہے یہ آیت ایک بھاری ثبوت ہے اسبات کا کہ آپ احمد ہیں اور اسی اعتبار
سے نبوت سے متصف ہیں کہ "احمد" سے نبوت منفک نہیں ہو سکتی۔ احمد اندر جان احمد شد پدید۔ اسم من گشت است اسم
آں وحید۔ پھر ہم احادیث میں پڑھتے ہیں کہ اخیر زمانے میں عیسیٰ نبی اللہ اترینگے اور دوسری طرف ہم ثابت کر چکے ہیں
کہ اگلے مسیح تو فوت ہو چکے پس اس آنے والے موعود کو نبی اللہ کہنا جائز ہوا کہ اس آخری مہدی کا نام میرا نام ہوگا اور میری
ہی قبر میں دفن ہوگا۔ یہ بھی اشارہ ہو اسبات کی طرف کہ وہ آنے والا وہی محمد و احمد ہے ورنہ قبر میں داخل ہونا چہ معنی دارد کیا
روضہ مطہر اکھاڑا جائیگا ہرگز نہیں بلکہ اس سے یہی مراد ہے کہ حقیقت میں وہی وجود ہوگا۔ پھر ہم حدیث میں پڑھتے ہیں۔ لَمْ
يَبْقَ مِنَ النُّبُوَّةِ إِلَّا الْمُبَشِّرَاتُ (مشکوۃ بروایت ابو ہریرہ) کہ نبوت میں سے مبشرات باقی رہ گئے ہیں واضح رہے کہ
وحی نبوت دو قسم ہے ایک تو احکام و شریعت اور دوسرے پیشگوئیاں وغیرہ جسمیں مومنوں کو تبشیر اور کفار کو ترہیب ہوتی
ہے تو نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ شریعت جدیدہ کی وحی تو اب قیامت تک نہ ہوگی کیونکہ اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ
نازل ہو چکا ہے کہ آج کے دن میں نے تمہارا دین کامل کر دیا باقی رہی پیشگوئیاں اور بشارتیں سو یہ وہ دروازہ ہرگز بند نہیں ہوا
بلکہ ابد تک جاری ہے ایسی وحی نازل ہوا کریگی جو پیشگوئیوں پر مشتمل ہو یا جس میں مومنوں کی کامیابی کی بشارت ہو چونکہ پیشگوئیوں
میں اصل غیب ہے اور اللہ تعالےٰ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا[1] سوائے رسول کے اسلئے خدا سے خبر پاکر صحیح
پیشگوئیاں کرنیوالے کو ہم رسول و نبی کہیں گے۔ کیونکہ نبا بمعنی خبر سے مشتق ہے پس خدا سے خبر پاکر غیب کی اطلاع
تحدی سے باوجود دعوے رسالت دینے والے کو نبی۔ کہتے ہیں اور یہ کوئی تعجب نہیں کیونکہ حدیث میں ہے مَنْ جَاءَتْهُ الْمَوْتُ

---

[1] فَلَا يُظْهِرُ عَلَىٰ غَيْبِهِ أَحَدًا إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ الجن ۲۹

وَهُوَ يَطْلُبُ الْعِلْمَ لِيُحْيِيَ بِهِ الْاِسْلَامَ فَبَيْنَهُ وَبَيْنَ النَّبِيِّيْنَ دَرَجَةٌ (جو علم کی طلب میں ہو تا کہ اسلام کو اس سے زندہ کرے تو اس میں اور انبیاء میں ایک درجہ رہجاتا ہے) پس جب طلب علم سے ایک درجہ نبوت تک رہجاتا ہے تو وہ شخص جو چشمہ علوم عرفانی ہوگیا وہ نبی نہ ہوگا۔ پھر ہمارے نبی کریم صلعم نے فرمایا عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کے مثیل ہیں) اس حدیث میں علماء سے مراد قوم علما نہیں جو مردہ شوئی اور درود کی روٹیاں لینے کے مہتمم ہیں بلکہ علماء سے وہ صاحب علم مراد ہیں جنکا ایمان ترقی کرتے کرتے یقین کے درجہ تک پہنچگیا۔ اور صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْهِمْ کے مطابق ان تمام نعمتوں کے وارث ہوگئے جو گروہ منعم علیہ الہی انبیاء۔ صدیقین۔ شہداء و صالحین کو ملیں از انجملہ وحی و الہام یعنی مکالمہ الہی بھی ہے جو سب سے بڑی نعمت اور سب سے عمدہ ذریعہ حصول عرفان و یقین کا ہے اور یہ جو لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ سنایا جاتا ہے سو اس سے مراد بھی نبی تشریعی ہے اور یہ خاتم الانبیاء کے منافی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ روایت فرماتی ہیں قُوْلُوْا اِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِیَاءِ وَلَا تَقُوْلُوْا لَا نَبِیَّ بَعْدَهٗ (خاتم الانبیاء کہو مگر لانبی بعدی (میرے بعد کوئی نبی نہیں) نہ کہو) لِاَنَّهٗ اَرَادَ لَا نَبِیَّ یَنْسَخُ شَرْعَهٗ (اس سے یہ مراد ہے کہ کوئی ایسا نبی نہیں جو اسکی شریعت کو منسوخ کرے۔ نیز لانبی بعدی کا موضوع دیکھئے کہ فرمایا کس موقعہ پر ہم وہ حدیث درج کرتے ہیں تا کہ ٹھیک مطلب ذہن نشین ہو حدیث عَنْ مُصْعَبِ بْنِ سَعْدٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَرَجَ اِلٰی تَبُوْكَ فَاسْتَخْلَفَ عَلِیًّا قَالَ اَتُخَلِّفُنِیْ فِی الصِّبْیَانِ وَالنِّسَاءِ قَالَ اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَكُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّهٗ لَیْسَ نَبِیٌّ بَعْدِیْ (جنگ تبوک کی طرف جاتے وقت آنحضرت صلعم نے علی کو خلیفہ بنایا۔ عرض کیا کیا مجھے لڑکوں اور عورتوں میں چھوڑے جاتے ہو فرمایا کیا تو راضی نہیں کہ مجھے اس منزلت پر ہو جو موسیٰ کو ہارون سے تھی یعنے جیسے موسیٰ ع کوہ طور پر گئے اور پیچھے ہارون کو خلیفہ بنا کر چھوڑ گئے ایسا ہی تو ہو مگر ہارون تو نبی تھے۔

اور واضح ہو کہ تم میرے پیچھے نبی نہ کہلاؤ گے۔ کیوں جناب؟ اب آپ سمجھے کہ نہیں کہ یہ لانبی اور بعدی کس موقعہ پر فرمایا اور یہاں بعد سے مراد کونسی غیبوبت ہی پس یہ اعتراض بھی رفع ہوا۔ اور اگر نبی کو لا نفی جنس کے نیچے لا کر عام کریں تو پھر آپ پر بھی اعتراض آتا ہے کہ اسرائیلی نبی عیسےٰ علیہ السلام کے نزول کے تم بھی قائل ہو اگر کہو کہ وہ امتی کہلائے گا تو منصب نبوت سے معزول ہونیکی وجہ بتاؤ۔ اور قصیدہ آمالی کا یہ شعر کاٹ ڈالو وَمَا اَنَّ الْاَنْبِیَاءُ لَفِیْ اَمَانٍ۔ الخ اگر نبی ہی ہوگا تو اعتراض باقی رہا۔

ہاں یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ پھر پہلے اولیاء خلفاء کیوں نبی نہ کہلائے سو واضح ہو۔ کہ دو باتیں تھیں ایک طرف تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سلسلہ محمدیہ کی مشابہت تھی اور دوسری طرف خاتم الانبیاء کا القاب تھا۔ پس اخیر بات کے پاس سے آجتک کسی نے یہ خطاب اختیار کیا اور نہ اسے دیا گیا اور دوسری طرف سلسلہ موسویہ سے مطابقت کے لئے آخری

خلیفہ کو تمام انبیاء بنی اسرائیل کے کمالات سے متصف کر کے نبی کے خطاب سے بھیجدیا۔ تاکہ دونوں باتیں پوری ہوجائیں اور نیز نور نبوت کو چاند سے تشبیہ دیگئی فرمایا وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ (اور اللہ تعالےٰ اپنے نور کو پورا کرنیوالا ہے خواہ کافر برا سمجھیں) پس ہر آئینہ دل میں نور محمدی جلوہ افروز رہا ہے مگر کامل طور سے چودھویں صدی کے خلیفہ میں ظاہر ہوا جیسا کہ عام قانونِ قدرت ہے کہ چودھویں کو چاند کامل ہوجاتا ہے ایسا ہی جب اس حقیقی نور کا پرتو اس احمد پر پڑا تو یہ **نبی** کہلایا۔

پھر اسکے بعد ہم آپ کو ایک آیت سناتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ نبی کے قائمقام ہر صدی کے سر پر ہر زمانے میں قیامت تک آتے رہینگے چونکہ ان میں وہی نور بولیگا جو انکے چشمہ فیض میں تھا۔ اللہ نے اس آیت کو اسی وجہ سے سورہ نور میں رکھا۔ فرمایا وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَلَیُمَکِّنَنَّ لَھُمْ دِیْنَھُمُ الَّذِی ارْتَضٰی لَھُمْ وَلَیُبَدِّلَنَّھُمْ مِّنْ بَعْدِ خَوْفِھِمْ اَمْنًا یَعْبُدُوْنَنِیْ لَا یُشْرِکُوْنَ بِیْ شَیْئًا وَمَنْ کَفَرَ بَعْدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْفٰسِقُوْنَ

اللہ تعالےٰ ان لوگوں میں سے جو تم سے ایمان لائے اور عمل صالح کرتے ہیں وعدہ کیا کہ انکو زمین میں خلیفہ بنائیگا جیسے کہ انسے پہلوں کو خلیفہ بنایا اور ان کے دین کو جو ان کے لئے پسند کیا ہے تمکین کریگا اور خوف کے بعد امن دیگا وہ میری ہی عبادت کرینگے اور ساتھ کسی کو شریک نہ بنائینگے اور جو اسکے بعد انکار کریگا پس وہ لوگ نافرمان ہیں۔

یہ آیت بہت سے جھگڑوں کا ایک منٹ میں فیصلہ کردیتی ہے شیعہ کا دو لفظی جواب ہے۔ ان سے صرف یہی پوچھنا چاہیئے کہ کیا خدا نے امر خلافت کو اپنے ہاتھ میں لیا یا کہ نہیں؟ پھر ابوبکر و عمر خلیفے اور صاحب سلطنت ہوئے یا نہیں تو بس خدا کا کلام اور اسکا متحد ہو کر گواہ ہوئے اسبات پر کہ وہ غصب سے خلیفے نہیں بنے بلکہ خدا نے بنایا کہ اسی نے اس امر کو اپنے ہاتھ میں لے لیا تھا اور فرمایا تھا میں انکو خلیفے بناؤنگا اور ان کے خلیفہ ہوجانے نے انکے مومن و صاحب عمل صالح ہونے پر گواہی دیدی کہ خلافت کی گواہی ایسے ہی لوگوں سے ہے اس میں ان تمام احادیث کا جواب آجاتا ہے جو فضیلت علی کی نسبت بیان کیجاتی ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ موکد بہ نون ثقیلہ ہے یعنی حتمی کہ ضرور بر ضرور امت محمدیہ کے کامل مومنین کو جو اعمال صالحہ میں اپنی نظیر آپ ہوں خلیفہ بناتے رہینگے کس طرح جیسے کہ پہلے ایک قوم کو بنایا وہ کیسے؟ اسکا ثبوت بھی قرآن مجید ہی سے لیجئے کہ پہلے تو ہمارے نبی اکرم کو مثیل موسیٰ فرمایا جیسا کہ اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاھِدًا عَلَیْکُمْ کَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا مزمل (ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جو تم پر گواہی دیگا جیسے کہ فرعون کی طرف ایک باعظمت رسول (موسیٰ) بھیجا۔ یہاں تشبیہ صرف ارسال میں نہیں ورنہ فرعون کے سوا اور کا نام لے دیا ہوتا لوگ بھی یہی سمجھتے تھے کہ یہ نبی (محمد صلعم) مثیل موسیٰ ہیں جبھی تو کہتے لَوْلَآ اُوْتِیَ مِثْلَ مَآ اُوْتِیَ مُوْسٰی (اسے موسیٰ جیسے معجزے کیوں نہیں دیئے گئے) اسکے علاوہ منکرین کا یہ اعتراض کہ کتاب[1] آسمان سے لکھی لکھائی اترے یہ بھی اسی بنا پر تھا۔ کہ وہ تورات کے آسمان سے نازل ہونیکا یوں اعتقاد رکھتے تھے کہ لکھی لکھائی تختیاں

---

[1] اَنْ تُنَزِّلَ عَلَیْھِمْ کِتٰبًا مِّنَ السَّمَآءِ النساء

نیچے گر پڑی تھیں وہ چاہتے تھے کہ قرآن مجید بھی اسی طرح لکھا لکھایا گر پڑے اور اسی مماثلت کے اعتبار سے وہ کہتے کہ ہم سے عہد لیا گیا ہے کہ ہم نہ ایمان لائیں کسی رسول پر حتی یاتینا بقربان تاکلہ النار آل عمران ۱۹ ع ۴ (کسی رسول پر جب تک وہ ایسی قربانی نہ لائے جسکو آسمانی آگ آکر کھائے) اور نیز توریت میں ہمارے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کہ ان کے لئے انکے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی پیدا کرونگا باب استثنا ۱۸۔ یہ تجھ سا ایک نبی آپکے مثیل موسیٰ ہونیکا ثبوت ہے۔ پھر آپکی امت کے خلیفوں کو موسیٰ علیہ السلام کے خلیفوں کا مثیل ٹھہرایا اور سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ کے مطابق فرمایا جیسے کہ اس آیت کے وعدہ سے ظاہر ہے پھر دیکھو یہودیوں سے خلافت کا وعدہ جو پورا ہوا۔ اعراف ۱۵ ع ۶ عسی ربکم ان یہلک عدوکم ویستخلفکم فی الارض فینظر کیف تعملون (عنقریب خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کریگا اور تمہیں زمین میں خلیفہ بنائیگا اور دیکھیگا تم کیسے عمل کرتے ہو) ادھر محمدیوں سے یہ وعدہ ثم جعلنٰکم خلٰئف فی الارض من بعدہم لننظر کیف تعملون یونس ۲ ع ۲ (پھر ہم نے تجھے زمین میں خلیفہ بنایا انکے بعد تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے عمل کرتے ہو) اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ رسول اکرم صلعم نے بھی اس آیت سے یہی سمجھا چنانچہ فرمایا ان اللہ یبعث لہذہ الامۃ علی راس کل مائۃ سنۃ من یجدد لہا دینہا (ابوہریرہ سنن ابوداؤد۔ مشکوٰۃ باب العلم) اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث کریگا جو دین کو تازہ کر دیا کرے اس حدیث کی نسبت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اتفق الحفاظ علی صحتہ۔ حافظان صحت اسکی حدیث پر متفق ہیں ایسی صحیح کی بنا پر یہ سوال ہوسکتا ہے۔ جس کا جواب آپ صاحبان کے ذمے ہے کہ صدی کے سر پر مجدد کا مبعوث ہونا تو ضروری ہے مگر اب اس صدی سے ۲۳ سال گزرے مگر ابھی تک کوئی مجدد پیدا نہ ہوا یہ کیا وجہ ہے بھیجا تو بزعم شما ایک (معاذ اللہ) گمراہ کرنیوالے کو بھیجدیا۔ موسے کو مارے شاہ مدار۔ اگر مجدد کوئی آچکا تو اسکا نام بتا دو تاکہ ہم دیکھیں کہ اسنے آجتک کیا کام کیا اور خصوصاً ایک مدعی جو موجود ہے اسکے معاملہ میں کہانتک کامیابی حاصل کی۔ بعثت سے یہ ظاہر ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہو پس اگر آپ کسی سجادہ نشین عالم کا نام پیش کرینگے تو ہم اسکا اقرار یا تحریر اس بارے میں لینگے کہ آیا واقعی اس خدا نے فرمایا کہ تو مجدد ہے یا خود بخود حضرت نے خود ہی اپنے تئیں یہ خطاب دے لیا اگر خدا نے فرمایا تو خدا سے ہمکلامی کا ثبوت (جو پیشگوئیوں کے صحیح نکلنے سے ہوسکتا ہے) دینا ہوگا اور لوگوں کا کسی کو مقرر کر لینا مجددیت کا ثبوت نہیں کیونکہ یہاں ان اللہ یبعث (اللہ مبعوث کرتا ہے) موجود ہے۔ اس حدیث کی صحت بھی اس لحاظ سے بھی قابل غور ہے کہ قرآن مجید اسکی تصدیق فرماتا ہے جو سب سے بڑا معیار کسی حدیث کی صحت پرکھنے کا ہے فرمایا انا انزلنٰہ فی لیلۃ القدر وما ادرٰک ما لیلۃ القدر۔ لیلۃ القدر خیر من الف شہر تنزل الملٰئکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر سلٰم ہی حتی مطلع الفجر۔ ہم نے اسکو لیلۃ القدر میں اتارا اور تجھے کیا معلوم لیلۃ القدر کیا ہے (لیلۃ القدر

وہ رات ہے جس میں گمراہی کمال کو پہنچکر بدر نبوت طلوع ہوتا ہوتا ہے) لیلۃ القدر ہزار ماہ سے اچھی ہے (جس کے ۸۳ سال چار ماہ ہوتے ہیں اور سولہ سترہ سال حضور کی نابالغی کے ہوئے وہ بھی اس ضلالت میں شامل ہوئے گویا سو برس کے بعد یہ تاریکی کی رات ختم ہو کر آفتاب چڑھتا ہے) اسمیں کیا ہوتا ہے فرشتے اترتے ہیں اور خدا کا کلام نازل ہوتا ہے انکے رب کی فیض ربوبیت سے وہ جیسے جسموں کی پرورش کا اسباب بہم پہنچاتا ہے ویسے ہی روحوں کی تربیت کا انتظام کرتا ہے ہر ایک امر سے سلامتی ہو جاتی ہے اور یہ فجر کے طلوع تک رہتی ہے گویا مجدد کی بعثت کو پو پھٹنے سے تشبیہ دی ہے۔ مبارک وہ جو ذرا سی آسمانی تبدیلیوں سے سمجھ جائے کہ صبح ہونیوالی اور دن چڑھنے والا ہے پس وہ خواب غفلت سے جاگ کر بیداری کی تیاریاں شروع کردے اور آفتاب نکل آنے پر تو شپرہ چشم بھی پکار اٹھتے ہیں کہ دن چڑھ گیا پس اسوقت ماننا یومنون بالغیب میں داخل نہیں ہونے دیتا۔

پھر دیکھو مسروق سے روایت ہے کہ ہم عبداللہ بن مسعود کے پاس بیٹھے تھے اور وہ قرآن پڑھا رہے تھے ایک آدمی نے پوچھا هَلْ سَأَلْتُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلعم كَمْ يَمْلِكُ هٰذِهِ الْأُمَّةَ مِنْ خَلِيْفَةٍ (کیا آپنے رسول اللہ صلعم سے پوچھا اس امت کے کتنے خلیفے ہونگے کہا بارہ بنی اسرائیل کے نقیبوں کی تعداد پر (رواہ احمد)

جس سے معلوم ہوا کہ بارہ خلیفے ضرور سرور کائنات اور مسیح موعود کے درمیان ہونگے قرآن مجید میں فرمایا وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۔ یہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ قسمیں صرف بطور گواہ ہیں گویا اس قدرتی منظر کو پیش کرکے دینی مسئلہ سمجھایا جاتا ہے یہاں آسمان اور بارہ برجوں کو پیش کرکے یہ سمجھایا گیا ہے کہ مخالفین اپنی تدبیروں میں کامیاب نہیں ہونگے وہ مومن مرد اور مومن عورتوں کو دکھتے ہیں مگر عنقریب جہنم کے عذاب سے پہلے عذاب حریق میں گرفتار ہونگے اور ادھر یہ سلسلہ ضرور بالضرور بڑھیگا اور اسکے محافظ بارہ امام خاص خاص وقتوں میں ہونگے یعنی جب ایک عمر کے لوگ گزر جائینگے تو دوسری پود جو اکثر سو برس کے بعد ہوتی ہے) پیدا ہوتی رہیگی ایک ایک خلیفہ ان میں ہدایت کے لئے موجود ہوگا اسی مضمون کو سمجھانے کے لئے فرمایا تَبٰرَكَ الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّقَمَرًا مُّنِيْرًا۔ بہت بابرکت ہے وہ ذات پاک یعنی اسکی برکت کے چشمے تا ابد جاری ہیں یہ نہیں کچھ عرصے کے بعد کسی خاص زمانے میں بند ہو جائیں اور پھر یہ نبوت رسالت و ہمکلامی ہمیشہ کے لئے مفقود ہو جائے جس نے آسمان میں برجوں کو بنایا یہ متفق اللفظ مان لیا گیا ہے کہ برج بارہ ہیں چونکہ زمین سراسر آسمانی تاثیرات و اجرام کے تابع ہے اسلئے ضروری ہے کہ اس سلسلہ کے قیام کے لئے بھی بارہ خلیفے ہوں اور پھر ان میں ایک سراج ہو اور ایک چاند روشنی والا۔ یہ آفتاب کون ہے جناب رسالتمآب محمد رسول اللہ صلعم اور چاند کون جو اسی سے روشنی لیکر روشن ہوا۔ اسکا غلام "مسیح موعود" اسی بات کو مکاشفات یوحنا میں ٹھیک طور سے بیان کیا گیا ہے دیکھو:- (۱۲ باب آیت ۱) اور ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا۔ ایک عورت جو سورج کو

ك یہ عام قانون ہے فرمایا ہو الذی جعل اللیل والنہار خلفۃ لمن اراد ان یذکر (فرقان) وہی پاک ذات جس نے رات اور دن کو ایکدوسرے کے پیچھے آنیوالا بنایا اسکے لئے جو نصیحت پکڑے کہ یہ چال خدا کی تجلیوں کا ہے مفصل متن میں ۱۲ ع سے مراد خدا کا کلام ہے۔

کو اوڑھے ہوئے اور چاند اسکے پاؤں تلے اور سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا۔ سورج سے مراد خاتم کمل سالت حضرت محمدؐ چاند سے احمد اور بارہ سے درمیانی خلفاء مہر و مہ و انجم بزرگوں کو تشبیہ کوئی تعجب نہیں کہ قرآن مجید میں مذکور ہے یوسف کے رؤیا کا اِنِّیْ رَاَیْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِیْ سٰجِدِیْنَ یوسف ۱۲ ۱/۱۶ (میں گیارہ ستاروں اور سورج اور چاند کو اپنے مطیع دیکھتا ہوں) یہاں ستاروں سے مراد بھائی اور سورج سے باپ ہے اور چونکہ یہ رؤیا قصہ کے رنگ میں بیان ہوئی ہے اس میں اشارہ ہے کہ یہی باتیں "نبی کریمؐ" سے گزرینگی اسلام کے بھی بارہ خلیفے ہونگے۔ اور ایک سورج و چاند ہوگا پس انہی دلائل کی بناپر اور خاص وحی سے ہمیں اس منصوص موعود کی بڑے اہتمام سے خبر دی جسکی تابعداری کل امت پر واجب ہوئی سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ کے مقابل رکھنے سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آخری خلیفہ ابن مریم کا مثیل ہوگا اور وہ وہی ابن مریم نہیں ہوگا کیونکہ مشبہ، مشبہ بہ کا عین نہیں ہوتا بلکہ ایکدوسرے کا غیر ہوتا ہے پس کما میں جو حرف تشبیہ ہے وہ اس بات کی طرف مشیر ہے کہ حضرت موسیٰ کا خلیفہ ابن مریم تھا ویسے ہی حضرت محمدؐ کا آخری خلیفہ بھی مسیح ہوگا جو اسکی روح و قوت میں ہوگا مگر وہی نہ ہوگا۔

نزول	فرمایا (ابوہریرہ) قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَيْفَ اَنْتُمْ اِذَا نَزَلَ ابْنُ مَرْيَمَ فِيْكُمْ وَاِمَامُكُمْ مِنْكُمْ۔

اس حدیث میں ختمی پناہ نے اپنے چودھویں خلیفہ کی خبر دی ہے کہ تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم نے تم میں نزول کیا اور وہ تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا۔

پہلے لفظ نزول کو لیتے ہیں اس سے مراد آسمان سے آنا نہیں دیکھو قرآن مجید (۱) وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ الزمر ۲۳ ۱/۱۶ (اور تمہارے لئے آٹھ قسم کے چارپائے اتارے) اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا کسی نے کبھی مویشیوں کو آسمان سے گرتے دیکھا مطلب یہ کہ خدا تعالےٰ نے پیدا کئے (۲) وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ الحدید ۲۷ ۱/۴ (اور ہمنے لوہا اتارا) مگر لوہا تو کانوں سے نکلتا ہے آسمان سے نہیں گرا کرتا (۳) اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا اعراف ۸ ۱/۲۶ (ہمنے تمپر لباس اتارا) مگر سب جانتے ہیں کہ کپڑے آسمان سے نہیں گرا کرتے (۴) قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ (اللہ نے تمہاری طرف یاد دلانیوالا رسول نازل کیا (اتارا) جو تمہیں اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے یہ آیت حجۃ قاطعہ ہے ان لوگوں پر جو نزول سے مراد آسمان سے اترنا سمجھتے ہیں وہ غور کریں۔ ہمارے نبی کریم صلعم مکہ ہی میں پیدا ہوئے تھے مگر باینہمہ انکے لئے نزول کا لفظ آیا۔ پس ایسے ہی آنے والے عیسےٰ کے لئے نزول کا لفظ اسکے آسمان سے اترنے کی دلیل نہیں اسلئے کہ کسی صحیح مرفوع متصل حدیث میں يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ نہیں آیا اگر کہیں ہو بھی تو بھی اس سے یہ مطلب نہیں کہ آسمان سے اتریگا کیونکہ آسمان بشر کے لئے مستقر نہیں بلکہ آسمان سے اترنا اسلئے فرمایا کہ جو امر دنیا پر ہوتا ہے پہلے آسمان پر قرار دیا جاتا ہے ہر ایک نبی رسول مرسل کو آسمان سے طاقت دیجاتی ہے اسی قوت قدسیہ سے وہ لوگوں کے دلوں کو اپنی طرف کھینچتا ہے آنے والے عیسےٰ کے نزول

اسلئے فرمایا تاکہ لوگوں پر ظاہر ہو کہ اس زمانے میں شہرت و تشہیر کے ایسے اسباب بہم پہنچینگے کہ ایک ہی وقت میں کل دنیا پر خبر پہنچ سکے گی۔ کہ "عیسیٰ" آگیا اور اس خبر کی ایسی شہرت ہوگی جیسے کوئی آسمان سے اترے تو ہر ایک کو خبر ہو جائے۔ نیز اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ اسکے ساتھ محض آسمانی حربوں کی مدد ہوگی دنیا کی ظاہری بادشاہی وغیرہ نہ ہوگی آیت هُوَ الَّذِیٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡهِرَهٗ عَلَی الدِّیۡنِ كُلِّهٖ وَكَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا الفتح ۲۶ (وہ پاک ذات جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ بھیجا اور دین حق دیکر تاکہ اسکو تمام دینوں پر غالب کرے اور اللہ اسکے گواہ ہونے کے لئے کافی ہے) میں جو پیشگوئی ہے اسکی نسبت سب مفسر لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے وقت میں پوری ہوگی یہ اسلئے کہ دین کے متعلق دو کام ہیں۔ تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت جناب رسالتمآب کے ہاتھ پر ہو چکی اور تکمیل اشاعت تو اس زمانے میں بوجہ نہ ہونے "اسباب اشاعت" کے ناممکن تھی پس اسکے لئے یہ وقت مقدر تھا جبکہ ریل۔ تار اور ڈاک کے اعلیٰ انتظام کے وسیلے سے یہ کام بڑی سہولت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ میں اے اہل اسلام! آپ سے پوچھتا ہوں کہ تم سچ کہو کہ کبھی اس سے پہلے بھی ایسا مبارک موقعہ ہاتھ آیا تھا کہ سلطنتوں میں اسقدر آزادی ہوئی کہ ہر ایک شخص اپنا عقیدہ آزادی سے ظاہر کر سکے اور پھر دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک (اور ایک عالم سے جہاں دن ہے اس عالم میں جہاں اسیوقت رات ہے چند گھنٹوں میں خبر پہنچائی جاسکے بلکہ خود پہنچ سکے یہاں تک کہ خود لنڈن میں بیٹھا ہے اور اپنی آواز بند کر کے وہاں بھجوائے پھر اپنی صورت بھی بھیج سکے ایسے اسباب کا بہم پہنچنا ہی اس بات کی دلیل ہے کہ رسول اللہ صلعم کی بعثت ثانی یعنی اسی نور محمدی کے پھر کسی مبارک وجود میں جلوہ گر ہونیکا وقت آگیا ہے اور اسکو اظہار الدین کے لئے کسی مادی مدد یعنی فوج لڑائی وغیرہ ذلک) کی ضرورت نہ ہوگی کیونکہ کَفٰی بِاللّٰهِ شَهِیۡدًا صریحاً وارد تنزیل ہو چکا ہے یعنی اللہ ہی اسکی صداقت کی شہادت کے لئے کافی ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ اسکے آنے کو نزول سے تعبیر کرتے ہیں احادیث میں نزول کا لفظ بہت جگہ مقام کرنے کے معنوں میں استعمال ہوا ہے اور کئی مقامات پر صرف توجہ کرنیکے معنوں میں جیسے فرمایا ینزل اللّٰہ الی السماء الدنیا لیلۃ النصف من شعبان (رواہ ابن خزیمہ) (اللہ آسمان دنیا کی طرف شعبان کی پندرہویں کو اترآتا ہے) تو اس سے یہ مراد نہیں کہ پہلے اس سے اوپر ہوتا ہے پھر نیچے چلا آتا ہے کیونکہ خدا تو ہر جگہ موجود ہے (۲) اِنَّ النَّبِیَّ نَزَلَ تَحۡتَ الشَّجَرَةِ (نبی علیہ السلام ایک درخت کے نیچے اترے) تو اس سے مراد "مقام کرنا" ہے کہ آسمان سے اترنا اخیر میں ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں فرمایا قَدۡ جَآءَكُمُ الرَّسُوۡلُ بِالۡحَقِّ مِنۡ رَّبِّكُمۡ النساء ۱۷۰ (تمہارے پاس تمہارے رب سے رسول ضرورت حقہ کے لئے آیا) اور الملک ۲۹ میں ءَاَمِنۡتُمۡ مَّنۡ فِی السَّمَآءِ (کیا بے ڈر ہوگئے تم اس سے جو آسمانوں میں ہے) فرمایا وہ آسمانوں میں سے مراد خدا تعالیٰ ہے اس حساب سے رسول اکرم صلعم آسمان سے اترے مگر کوئی یہ عقیدہ نہیں رکھتا کہ آپ صلعم مکہ میں پیدا نہیں ہوئے پس یہی صورت ابن مریم کے نزول من السماء کی ہے انجیل میں خود حضرت عیسیٰ نے اپنی نسبت فرمایا "میں آسمان سے آیا ہوں" مگر مریم کے پیٹ سے پیدا ہونیکو عیسائی بھی تسلیم کرتے ہیں جو زمین پر ہی تھی

ابن مریم	نزول کا فیصلہ تو ہو گیا اب "ابن مریم" کی نسبت۔ ہمارے مخالفین ہم پر اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب

"ابن مریم" ہیں۔ اگر نہیں تو وہ اس پیشگوئی کے کیونکر مصداق ہو سکتے ہیں۔ اسکے کئی ایک جواب ہمارے پاس ہیں سنئے اول تو وَعَدَ
اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ والی آیت میں خلفائے سلسلہ موسویہ کو مشبہ اور مشبہ بہ ٹھہرایا گیا ہے اور یہ مسئلہ سب کو معلوم
ہے کہ مشبہ مشبہ بہ کا عین نہیں ہوا کرتا پس اس اعتبار سے وہی ابن مریم نہیں آسکتا باقی رہا یہ سوال کہ پھر آنے والے مسیح کو ابن مریم
کیوں کہا گیا سنو بکمال مشابہت کے لئے جو ایک ہی جوہر کے ایسے دو ٹکڑے ہیں کہ گویا ایک چھپا ہے تو دوسرا نکل آیا پس
تشبیہ کے دو طریقے ہیں ایک تو کہتے ہیں کہ فلاں کا چہرہ چاند سا ہے دوسرا اگر چہرہ نہایت ہی خوبصورت ہو تو کہدیتے ہیں یہ تو بالکل
ہو بہو "چاند" ہے یا گلاب کا پھول ہے تو اس سے یہ مراد نہیں کہ چہرہ سچ مچ چاند یا پھول ہے بلکہ کمال مشابہت کے لئے حرف تشبیہ
کو حذف کر دیا گیا ہے پس ایسا ہی یہاں بھی ہے جیسے کوئی بڑا سخی ہو تو اسے کہدیتے ہیں اجی یہ تو "حاتم" ہے بڑا بہادر ہو تو کہہ
دینگے یہ تو "رستم" ہے یا یہ تو شیر ہے تو اس سے یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ شخص مذکور سچ مچ شیر یا وہی "رستم" یا وہی "حاتم" ہے بلکہ اسکے
خصائل صاف چونکہ اس میں موجود ہیں اسلئے ایسا کہا گیا قرآن مجید میں مریم کو یَا اُخْتَ هٰرُوْنَ کہا گیا ہے مگر سب جانتے ہیں
کہ وہ اس ہارون موسیٰ کی بہن نہ تھی مگر کمال تقوے میں تشبہ کے لئے ایسا فرمایا پھر دیکھو فرمایا وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ الْبَحْرَ
فَاَنْجَیْنٰكُمْ (البقرہ ع ۱) (اور جب ہم نے تمہارے لئے سمندر کو جدا کیا اور نجات دی) حالانکہ یہ واقعہ رسول اللہ صلعم کے زمانے کے
بنی اسرائیل سے نہیں گزرا بلکہ اس سے کئی صدیاں پہلے ہو چکا اسی لئے فرمایا کہ انہیں سب اوصاف باپ دادا کے موجود تھے
پھر پیش ہوئی یہ حدیث جو بخاری (اصح الکتب بعد کتاب اللہ الباری) میں ہے کہ مَا مِنْ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ اِلَّا وَالشَّیْطٰنُ یَمَسُّهٗ حِیْنَ
یُوْلَدُ اِلَّا مَرْیَمَ وَابْنَهَا (کوئی بچہ نہیں جنتا مگر شیطان اسے مس کرتا ہے اس سے مریم اور اسکا بیٹا مستثنےٰ ہیں) یہ حدیث
کلام الٰہی (آل عمران ع ۴) وَاِنِّیْ اُعِیْذُهَا بِكَ وَذُرِّیَّتَهَا مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ (میں تجھ سے اس مریم کی اولاد کے بارے
میں شیطان رجیم سے پناہ مانگتی ہوں) سے موافق ہے مگر اس سے یہ مراد لینا کہ صرف ابن مریم ہی مس شیطان سے پاک تھا
ایک صریح گستاخی ہے رسول اللہ صلعم کی شان میں۔ کیا آپ مس شیطان سے پاک نہ تھے پیغمبر نا قدر دانو دستو ضرور تھے
بلکہ انکے غلاموں میں سے کئی ایسے مخلص عباد ہیں جو مس شیطانی سے ہر طرح محفوظ رہے اور رہینگے جیسے کہ فرمایا اِنَّ عِبَادِیْ
لَیْسَ لَكَ عَلَیْهِمْ سُلْطٰنٌ (میرے بندوں پر تیرا ذرا بھی غلبہ نہیں) نیز اس حدیث کے حصر کو وَسَلٰمٌ عَلَیْهِ یَوْمَ
وُلِدَ (اور بچا رہنا ہے مس شیطان وغیرہ سے جس دن پیدا ہوا مریم ع ۲) توڑتا ہے۔
پس ان وجوہات سے علامہ زمخشری نے اس حدیث میں طعن کیا ہے اور یوں کہا ہے معناہ کُلُّ مَنْ کَانَ فِیْ صِفَتِهِمَا
لِقَوْلِهٖ تعالیٰ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِیْنَ یعنے چونکہ مس شیطان سے مخلص عباد حسب وعدہ الٰہی پاک ہیں اسلئے اس
حدیث میں مریم و اسکے ابن سے مراد انکی صفتوں والے مرد و زن ہیں نہ کہ صرف مریم اور اسکا ابن۔ پس دیکھو اس حدیث
میں ابن مریم سے مراد ابن مریم کے اوصاف والا ہے ایسے ہی متنازعہ فیہ حدیث ابن مریم سے مراد مثیل ابن مریم ہے اور اس
بات کا ثبوت کہ مومنوں میں مریمی صفت پیدا ہوتے رہینگے سورہ تحریم سے لیجئے وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

اللہ تعالیٰ مومنوں کے لئے مثال دیتا ہے ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا اسجگہ آتا ہے جہاں وہ واقعات بار بار ہوتے رہتے ہوں) آگے فرمایا وَمَرْیَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِیْ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِیْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِکَلِمَاتِ رَبِّهَا وَکُتُبِهٖ وَکَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِیْنَ (اور مریم بیٹی عمران کی جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا پس ہمنے اس میں اپنا روح پھونکا اور اس نے کلمات رب کی تصدیق کی اور اسکی کتابوں کی اور تھی فرمانبرداروں سے)

اس آیت میں بتلایا گیا کہ مریمی صفت مومن بھی ہونگے جنکے اوصاف یہ ہیں کہ وہ اپنی فرج یعنی سوراخوں (ناک۔ آنکھ منہ کان شرمگاہ وغیرہ) کی پوری پوری محافظت کرتے ہیں یعنی انہیں غیر موقعہ و محل پر استعمال نہیں کرتے جب انکی یہ حالت ہوتی ہے تو ہم اپنا روح القدس ان میں پیدا کرتے ہیں اور کلام نازل ہونے لگتا ہی جسکی وہ تصدیق کرتے ہیں اور وہ اگلی کتابوں کی صداقت کو بھی اپنے نشانوں سے از سرنو تازہ کرتے ہیں اور پھر پورے پورے فرمانبرداروں سے ہوتے ہیں اور ہر وقت دعاؤں میں لگے رہتے ہیں ایسے صفتوں والوں میں روح پھونکا جاتا تو وہ پھر دوسری حالت میں تولد ہوتے ہیں اور انکا نام ابن مریم ہو جاتا ہے اور یہ روحانی معاملہ ہی ہمارے حضرت اقدس کو پہلے کئی الہام یَا مَرْیَمُ اسْکُنْ اَنْتَ وَزَوْجُکَ الْجَنَّةَ بخطاب مریم ہوئی پھر دو سال بعد یا عیسےٰ والا الہام ہوا پس یہی وجہ ہے آپکے ابن مریم کہلانیکی اور ابن کی اضافت صرف نسبتی ہے جیسے ابن السبیل تو اب کوئی نہیں کہتا کہ جو مسافر ہو وہ راستے کا حقیقی بچہ ہوتا ہے بلکہ یہ صرف نہایت تعلق بالسبیل کا ثبوت ہے اور یہ مت کہو کہ آپکا نام تو غلام احمد ہے عیسےٰ و ابن مریم کیسے ہو سنو! بعض نام زمین پر ہوتے ہیں بعض نام آسمان پر جو خدا کی طرف سے کسی خاص نسبت کے اعتبار سے دیئے جاتے ہیں دیکھو تمہارے ماں باپ کو تو اختیار رہے کہ اپنے بیٹے کا نام یوسف داؤد۔ موسیٰ۔ عیسیٰ احمد محمد رکھ لیں حالانکہ یہ صاف ظاہر ہے کہ یوسف پر سچ مچ یوسف نہیں ہو جاتا اور عیسےٰ سچ مچ عیسےٰ نہیں ہو جاتا کلیم اللہ کو سچ مچ یہ رتبہ نہیں عطا ہوتا کہ خدا سے ہمکلام ہوتا ہو تو کیا وہ قادر مطلق خدا اپنے بعض بندوں کو ایسے نام کسی مناسب وجہ مناسبت سے نہیں دے سکتا۔ ضرور دے سکتا ہے اور یہ امر صوفیا میں تو عام مشہور ہے کہ کئی لوگ ابراہیمی المشرب ہوتے ہیں کئی موسوی المشرب کئی محمدی المشرب کئی احمدی المشرب اور اس حالت میں وہ اپنے تئیں ابراہیم موسیٰ محمد۔ احمد کہتے ہیں مگر کوئی ان پر کفر کے فتوے نہیں لگاتا اور نہ کوئی بُرا سمجھتا ہے بلکہ اسے ایک کمال سمجھا جاتا ہے چنانچہ یہ سب مراقبے حضرت شیخ احمد سرہندی مجددی نقشبندی کی تعلیم میں موجود تو پھر ہمارے حضرت اقدس کا عیسےٰ کہلانا آپ کو کیوں برا لگتا ہے بڑے تعجب کی بات ہے۔

الہامی کتب کی پیشگوئیاں

کیا تمنے کبھی اگلے الہاموں کی کتابوں کو دیکھا اور اس میں اپنے نبی اور حضرت عیسےٰ وغیرہ کی نسبت جو پیشگوئیاں ہیں انکو ملاحظہ کیا اور انکے الفاظ کو دیکھا۔ آؤ میں تمہیں بتاؤں۔ توریت میں پیدائش باب ۴۹ میں مسیح ابن مریم کو سیلا لکھا گیا ہے حالانکہ سیلا یہوداہ بن یعقوب علیہ السلام کے پوتے کا نام تھا یہ اسلئے کہ مسیح اسی خاندان سے تھا اسلئے اسے پوتے کا لقب دیا گیا۔ پھر اسی عیسےٰ کی نسبت یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کی ہے کہ ایک کنواری بیٹا جنیگی اور اس کا نام عمانوئیل رکھے گی حالانکہ اسکا نام یسوع رکھا گیا اور ہمارے نبی اکرم کی نسبت **فارقلیط** وغیرہ کا نام آیا ہی مگر نام تو آپکا

محمد تھا۔ دور کیوں جاتے ہو ماں باپ نے تو آپکا نام محمد[۱] ہی رکھا اور اسی نام سے حضور علیہ الصلوٰۃ مشہور ہیں مگر حضرت عیسےٰ کی زبان سے جو پیشگوئی قرآن مجید میں مذکور ہے وہ احمد کے نام سے ہی اور ہم سب آپکو احمد (صلوٰۃ اللہ علیہ وسلامہ) کہتے ہیں مگر آپکا یہ اصلی نام نہ تھا۔ پس ایسا ہی اگر آپکا نام غلام احمد ہے تو انکو عیسےٰ وابن مریم پکارنے میں کچھ مضائقہ نہیں بلکہ عین سنن نبویہ کے مطابق ہے اصل میں بات یہ ہے کہ لوگ نہیں سمجھتے کہ پیشگوئیوں کے الفاظ عالم کی طرح ہوتے ہیں انکے نتیجہ نکلنے میں تو کچھ شک نہیں مگر معلوم نہیں کہ کس رنگ میں ہوویں پاک اور نیکدل لوگوں کا یہی طریق تھا کہ وہ انکے وقوع پر مجمل ایمان رکھتے اور کیفیت میں ظہور تک دخل نہ دیتے تھے اور اس بارے میں سب سے زیادہ نبی اکرم صلعم محتاط تھے دیکھو آپنے پیشگوئی فرمائی کہ امہات المومنین میں سب سے پہلے وہ وفات پائیگی جس کے ہاتھ لمبے ہیں پھر ازواج مطہرات نے آپکے سامنے ہی ہاتھ ماپنے شروع کئے مگر آپنے منع نہ فرمایا اور نہ بتلایا کہ لمبے ہاتھ والی سے کیا مراد ہے[۲] آخر جب پیشگوئی واقع ہوئی تو سب پر کھلا کہ وہ سودہ نہ تھی جسکے ہاتھ لمبے نکلے وہ زینب تھی جو سخی زیادہ تھیں اصل الفاظ یہ ہیں قَالَ اَطْوَلُکُنَّ یَدًا فَاخَذُوْا قَصَبَۃً یَذْرَعُوْنَھَا فَکَانَتْ سَوْدَۃُ اطولھن یَدًا فعلمن بعد انما کانت طول یدھا الصدقۃ وکانت اسرعنا لحوقا زینب وکانت یحب الصدقۃ (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری)

پس جب نبی کریم صلعم کا پیشگوئیوں کے بارے میں یہ حال تھا تو دوسروں کا کیا مذکور کہ انکے ظہور سے پہلے ان پر رائے زنی کریں۔ اور پھر اجماع کرنے کے مجاز ہوں اجماع تو اس چیز پر ہونا چاہیئے جو کہ از قسم حکم ہو اور موجود ہو نہ کہ وہ جو ابھی ظاہر بھی نہیں ہوا۔ یہ عجیب اجماع ہے کہ ابھی وہ معاملہ تو ظہور میں آیا نہیں اور یہ پہلے اجماع کر چکے کاش وہ اتنا ہی سوچیں کہ پیشگوئیوں کی بنا مکاشفات پر ہے جو اعلےٰ درجہ کے خواب عین بیداری کی حالت میں ہوتے ہیں پس انکے تعبیر کا وہی حال ہے جو خوابوں کا کہ اپنے اصل الفاظ میں بالعموم پورے نہیں ہوتے کئی لوگوں کو اس بات کا تجربہ ہے کہ انہوں نے وہ میں ڈھلوں کو جال سے نکلتے دیکھا اور مراد اس سے انکے قیدی تھے جو جیلخانے سے رہا ہوئے ایسا ہی نبی کریم نے عبداللہ کو دنبہ کی صورت میں دیکھا یلحد بمکۃ کبش من قریش (رواہ احمد حنبل عن عثمان) اور اسی طرح حیرہ کو کاٹنے والے کلاب کتوں کھوانتوں کی صورت میں دیکھا پس نصوص کو ظواہر پر حمل کرنے والے پہلے ایسی پیشگوئیوں کو دیکھیں اور سمجھیں کہ کب اپنے اصل الفاظ میں پوری ہوئیں۔

مسیح موعود کے بارہ میں پیشگوئی

اور بالخصوص اس پیشگوئی عیسےٰ والی میں علماء خود ہی خیال کریں کہ کب سب باتوں کو ظاہر پر حمل کرتے ہیں دیکھو کیف انتم۔ وانتم وفیکم سے مراد صحابہ ہیں مگر صحابہ میں عیسےٰ ابن مریم تو نازل نہ ہوئے۔ پس یہ بھی ظاہر سے تحویل ہی کی گئی اور اس سے مراد وہ گروہ لیا گیا جو مثیل صحابہ ہے پھر مسیح کا کام لکھا ہے فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر

---

[۱] ایسا ہی دیکھو یہ حدیث و روی انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اسمی فی التوراۃ احید توراۃ میں میرا نام احید ہے کیونکہ میں اپنی امت کو آگ سے بچاؤنگا واسمی فی الزبور الماحی اور زبور میں میرا نام ماحی ہے کیونکہ اللہ نے میرے ذریعے بت پرستی کو اٹھا دیا ۱۲

[۲] اس سے معلوم ہوا کہ آپ پر بھی ابھی یہ حقیقت نہ کھلی تھی ۱۲

مگر کوئی اسبات کا قائل نہیں کہ صلیب کہ جو ✝ اس صورت کی لکڑی ہی اسکو توڑتا پھریگا اور باہر جنگلوں میں خنزیروں کو مارتا پھریگا بھلا ان کا کیا قصور غرض اس پیشگوئی کے دو دیگر الفاظ باتفاق فریقین ظاہر پر محمول نہیں تو ابن مریم کو کیوں خواہ مخواہ ظاہر و حقیقت پر حمل کریں بلکہ ہمارے پاس بہت سے قرآئن صارفہ موجود ہیں از انجملہ مسیح ابن مریم کی وفات بحاحرف تشبیہ اور پھر مسیح ناصری اور مسیح محمدی کے حلیوں کا اختلاف دیکھو آنے والے مسیح کا حلیہ فرمایا (وعن عبد اللہ ابن عمر مشکوٰۃ جلد ۴) فَرَأَيْتُ رَجُلاً آدَمَ (یعنے گندم گون شخص دیکھا) لَہٗ لِمَّۃٌ (اسکے بال کندھوں تک سیدھے لٹکتے تھے) فَقَالُوا هٰذَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ (پس بتایا کہ یہ مسیح ابن مریم ہے اور معراج کی رات آپ نے عیسے ابن مریم کو دیکھا (عن ابن عمر) فَأَمَّا عِيسٰى فَأَحْمَرُ جَعْدٌ عَرِيضُ الصَّدْرِ (عیسے سرخ رنگ اور گھنگریالے بال اور چوڑے سینہ والا ہے) دیکھئے دونوں حلیوں میں زمین و آسمان کا فرق۔ کہاں گندمی رنگ کہاں سرخ رنگ کہاں سیدھے بال کہاں گھنگریالے یہ ایک بڑی قوی حجت ہے اسبات پر کہ محمدی مسیح اور ہے اور موسوی مسیح اور گو مشابہت کاملہ کے اعتبار سے ان دونوں کو ابن مریم کہا گیا ہی پھر امامکم منکم قرینہ ہے کہ اسی مسیح ابن مریم کی آمد مراد نہیں کیونکہ وہ ابن مریم تو بنی اسرائیل سے تھا اور یہ ابن مریم تمہیں سے ہمارا امام ہوگا نہ کہ کسی دوسری قوم سے جنکے لئے ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (انپر ذلت و عاجزی کی مار ماری گئی) آچکا ہی۔ اب اسی سے اگر امت محمدیہ کا مصلح پیدا ہو تو اس امت کی سخت ہتک اور یہودیوں کی نہایت عزت ہے کہ آخر اسلام الٰہی کے نبی کا محتاج ہوا۔

مسئلہ بروز | پھر ہم اخیر پر آپ کو ایک ایسے امر کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو خود جناب مسیح (جنکے لئے یہ سارا جھگڑا ہے) کا فیصلہ دیا ہوا ہے سنو! ملاکی نبی کی کتاب میں یہ پیشگوئی تھی کہ دیکھو خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں الیاہ نبی کو تمہارے پاس بھیجونگا اور وہ باپ دادا کے دلونکو بیٹوں کی طرف اور بیٹوں کے دلوں کو انکے باپ دادوں کی طرف مائل کردیگا یہ وہی الیاہ تھا جسکی نسبت آسمان پر چڑھ جانیکا عقیدہ یہودیوں میں عام طور سے شایع تھا اور وہ عیسے کے آنے سے پہلے الیاہ کے آنے کے قایل تھا اور عیسیٰ علیہ السلام پر بھی اعتراض کرتے تھے کہ وہ الیاہ جو تم سے پہلے آنے والا تھا وہ کہاں ہے آپ نے بتایا کہ وہ یوحنا ہے دیکھو متی باب ۱۱ ورس ۱۳ و ۱۴ کیونکہ سب نبی اور توریت نے یوحنا کے وقت تک آنے کی خبر دی اور الیاس جو آنیوالا تھا یہی ہی چاہو تو قبول کرو جس کسی کے کان سننے کے ہوں سنے۔

پھر دیکھو:۔ متی باب ۱۷ آیت ۱۱ اور اسکے شاگردوں نے اسے پوچھا پھر فقیہ کیوں کہتے ہیں کہ پہلے الیاس کا آنا ضرور ہے یسوع نے انہیں جواب دیا کہ الیاس البتہ پہلے آئیگا اور سب چیزونکا بندوبست کریگا پر میں تم سے کہتا ہوں کہ الیاس تو آچکا لیکن اسکو نہیں پہچانا بلکہ جو چاہا اسکے ساتھ کیا اسی طرح ابن آدم بھی ان سے دکھ اٹھائیگا تب شاگردوں نے سمجھا کہ اسنے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت کہا حضرات! یہی یوحنا ہیں یوحنا ۱ باب گواہی کے لئے آیا کہ نور پر گواہی دے تاکہ اسکے باعث سے ایمان لائیں باب ۱ یوحنا نے اسکی بابت گواہی دی اور پکار کے کہا یہ وہی ہے جسکا ذکر میں کرتا تھا کہ وہ جو میرے پیچھے آنے والا ہے مجھ سے مقدم ہے قرآن مجید میں بھی یحیی کو مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ اللہ کے کلمہ (مسیح) کا تصدیق کرنے والا (آل عمران ع ۴ پ ۳) لکھا ہے

جس سے اس مضمون کی تصدیق ہوتی ہے پھر دیکھو لوقا ۱/۱۳ تیرے لئے ایک بیٹا جنیگی تو اسکا نام یوحنا رکھنا اور تجھے خوشی و خرمی ہوگی
× × × اور بنی اسرائیل میں سے بہتوں کو انکے خداوند خدا کی طرف پھیریگا اور وہ اسکے آگے الیاس کی طبیعت اور قوت کے ساتھ چلیگا
کہ باپ دادوں کے دلوں کو لڑکوں کی طرف اور نافرمانبرداروں کو راستبازوں کی دانائی کی طرف پھیرے کہ خداوند کے لئے ایک مستعد قوم تیار
کرے دیکھو یہ لفظ ملاکی نبی کی پیشگوئی دربارہ الیاس سے بالکل ملتے جلتے ہیں اور یوحنا نے انکار نہیں کیا کہ میں نہیں ہوں یہ طور
استفہام انکاری ہے مطلب یہ ہے کہ میں ضرور ہوں۔ اور پھر آپ نے یسعیاہ نبی کی پیشگوئی کے الفاظ دہرا کر اپنے الیاس ہونیکی تصدیق
کی کہ میں ایک پکارنیوالے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ درست کرو۔ دیکھو یوحنا ۱/۲۳ یہاں آواز کہنے میں یہ حکمت و نکتہ ہے کہ آپ
اصل میں گو وہ وجود نہیں مگر آواز وہی ہے جو آگے آچکی ہے یعنی الیاس قرآن مجید سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ یحییٰ کی
نسبت لَمْ نَجْعَلْ لَّهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا مریم میں آیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ تناسخ کا رد ہو اور کوئی یہ نہ سمجھے کہ الیاس کی
روح نے یحییٰ میں حلول کر لیا بلکہ صرف بات یہ تھی کہ یحییٰ الیاس کی صفات سے متصف ہو کر آیا تھا۔ اور یہی مسیح کے نزول سے
مراد ہے ہم پر اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ سمیا سے یہ مراد ہے کہ ہم نے یحییٰ کو کسی کا مثیل نہیں بنایا مگر ہم لسان العرب میں پڑھتے ہیں
سمی المسمی باسمہ ہو سمی فلان اذ وافق اسمہ اسمہ (یعنی جب کسی کا نام ہو تو کہتے ہیں یہ اسکا سمی ہے) اور ابن عباس رض
وافقہ الناس نے بھی معنے لم یسم قبلہ احد یحییٰ (یحییٰ کا ہمنام کوئی نہ تھا) کئے ہیں۔ اور اگر مثیل ہی کے معنے ہوں تو بھی ہم
کہتے ہیں کہ جس مثلیت کی نفی ہے۔ ہم اس مثلیت کے قائل نہیں نفی کلی تو ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ بالکل کسی کا مثیل نہ ہونا یعنے
لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ تو خدا کی صفت ہے اور یحییٰ خدا نہیں تھے پس ثابت ہوا کہ بعض امور میں انکا کوئی مثیل نہ تھا یہ ٹھیک ہے مگر باقی
بعض میں وہ ضرور کسی کے مثیل تھے اور یہی ہمارا دعویٰ ہے نیز یحییٰ کے مثیل الیاس ہونیکا اس سے بڑھکر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ باوجود
سخت عداوت کے یہ امر یہود و نصاریٰ میں تواتراً ثابت ہے یہودی کہتے ہیں کہ الیاس نے دوبارہ آنا تھا۔ اور عیسائی بھی باوجود اسکے کہ
ان کو یہ امر مضر ہے کہ اس بات کے قائل ہیں کہ الیاس کی دوبارہ آمد بالکل درست ہے اور یحییٰ کے ذریعے پوری ہوئی پس پیارے دوستو جیسے
ایلیا بطور بروز یوحنا میں ظاہر ہوا ایسا ہی وہ عیسےٰ بن مریم۔ اپنی آمد ثانی کے لئے غلام احمد صلوٰۃ اللہ میں ظاہر ہوا اور یاد رکھو کہ بروز تناسخ
میں بڑا فرق ہے تناسخ تو کہتے ہیں کہ وہی روح کسی دوسرے جسم میں حلول کرے اور بروز کہتے ہیں اسکو کہ شخص کے خواص روحانی کسی دوسرے
شخص میں بطور انعکاس داخل ہوں جیسے سورج کی شعاعیں چاند کو روشن کرتی ہیں حالانکہ سورج اپنی جگہ پر روشن ہے یا جیسے آئینہ میں کسی کا
چہرہ دکھائی دے تو اب گو وہ آئینہ میں نظر آنے والا چہرہ اسی چہرہ کا عکس ہے مگر پھر بھی وہی نہیں پس یہ مثال بروز کی ہے اور یہ کوئی نیا
مسئلہ نہیں بلکہ اگلی کتابوں میں بھی اسکی نظیر ملتی ہے دیکھو استثنا باب ۳۴ میں لکھا ہے کہ یوشع بن نون میں حضرت موسیٰ کی روح آگئی
تو مطلب انکے روحانی خواص آنے سے ہے بعض لوگ جھٹ کہہ اٹھتے ہیں کہ ہم تورات کا اعتبار نہیں کرتے انکو واضح ہو کہ کیا تم قرآن مجید کے
دعویٰ مصدقاً لما معکم کو باطل ٹھہراتے ہو حالانکہ رسول کریم صلعم کے زمانے سے پہلے کی لکھی تورات کو اس زمانے کی تورات سے مطابقت ہے
اگر ایسی ہی بے اعتباری ہے تو پھر فَاسْئَلُوا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ الانبیاء ۱۶/۱۷ کا ارشاد کسلئے ہوا کہ اہل ذکر یعنی اہل کتاب سے

ہے۔ پوچھ لو اگر تم کو کسی بات کا علم نہ ہو اور فَأْتُوا بِالتَّوْرَاةِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ اگر تم سچے ہو تو توراۃ سامنے لا کر پڑھو کس نے فرمایا ہے کہ خیال یہ موہومات ماننے میں ہرگز کوئی عذر نہ چاہیئے جبکی تصدیق اسلامی روایات سے نہیں ہوتی ہو دیکھو کتاب اقتباس الانوار میں لکھا ہے کہ اکثر صوفیاء کا مذہب دربارہ مسیح موعود بروزی نزول کا ہے صاحب لطائف القرآن بھی یہی لکھتے ہیں اولیاء اللہ نے بھی مثیل انبیاء ہونے کا دعویٰ کیا دیکھو شاہ نیاز احمد بریلوی فرماتے ہیں۔ احمد ہاشمی منم عیسیٰ مریم منم خواجہ معین الدین چشتی نے دیوان میں فرمایا۔ دمبدم روح القدس اندر معینے می دمد من نمیگویم مگر من عیسیٰ ثانی شدم۔ سید احمد بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی وصف میں لکھا گیا ہے۔ از پئے احیاء موتے عیسے دم در جہاں اینک پدیدار آمدہ۔ سوئے یثرب احمدم از ثور غار۔ از پئے تعلیم انصار آمدہ۔ مولانا محمد اسمٰعیل شہید بڑے پایہ کے بزرگ فرماتے ہیں سید احمد باہمہ اصحاب خود روزے رسید۔ باصحابہ گوئی آمد باز ختم المرسلین۔ حضرت بایزید بسطامی نے فرمایا کہ خداوند عز وجل کے کئی بندے ابراہیم و موسیٰ و محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دل رکھتے ہیں۔ آں ہمہ منم وہ سب میں ہوں (تذکرۃ الانبیاء) خواجہ محمد پارسا سے منقول ہے کہ فرماتے تھے مقصود از وجود بہاؤ الدین ظہور محمد است۔ بہاؤ الدین کے وجود سے محمد کا ظہور مقصود ہے۔ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب فتوح الغیب میں اسیات کی طرف اشارہ فرماتے ہیں کہ انسان بحالت ترک نفس و اطلاق و فنا فی اللہ تمام انبیاء کا مثیل بلکہ انہی کی صورت کا ہو جاتا ہے۔

ان شہادتوں کے علاوہ دیکھو وہ احادیث کہ ان سے خود بزبان نبوی اس امت محمدیہ کے بعض افراد کا مثیل انبیاء ہونا ثابت ہوتا ہے پس کیا وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد ابن مریم نہ ہوں دیکھو مسلم يَا عَلِيُّ اَمَا تَرْضٰى اَنْ تَكُوْنَ مِنِّىْ بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰى۔ اس حدیث میں علی مرتضیٰ کو ہارون قرار دیا گیا ہے[1] پھر دیکھو کنز العمال میں یہ حدیث مَا مِنْ نَبِيٍّ اِلَّا لَهٗ نَظِيْرٌ مِنْ اُمَّتِيْ وَ ابوبکر نظیر ابراهیم و عمر نظیر موسیٰ و عثمان نظیر هارون و علی ابن طالب نظیری و من سرّہٗ ان ینظر الی عیسے بن مریم فلینظر الی ابی ذر الغفاری (ابن عساکر عن انس) کوئی نبی نہیں مگر اسکی نظیر میری امت میں ہے ابوبکر مثیل ابراہیم عمر مثیل موسیٰ عثمان مثیل ہارون علی ابن طالب میرا مثیل۔ اور جس نے عیسے بن مریم کو دیکھنا ہو وہ ابوذر کو دیکھے[2] پس ان ثبوتوں کے ہوتے ہوئے اگر کوئی ہمارے امام کے ابن مریم بننے کو کفر قرار دے یا کم از کم تعجب کی نگاہ سے دیکھے وہ سنن الٰہیہ اور نبویہ سے بالکل جاہل ہے۔

مسیح محمدی و مسیح موسوی میں مشابہت

اب ہم آپکو بتلاتے ہیں کہ ابن مریم موسوی اور ابن مریم محمدی میں کن وجوہات سے مشابہت ہے اگرچہ صرف سلسلہ کے آخر میں ہونا اس مشابہت کے لئے کافی تھا مگر تاہم مزید تسلی کے لئے ہم لکھتے ہیں (۱) و بنی اسرائیل کے لئے ایک موعود نبی تھے ایسے ہی یہ بھی مسلمانوں کے لئے ایک موعود امام ہیں اگرچہ اسلام میں ہزاروں اولیاء گزرے مگر دوسرے موعود نہ تھے۔ انکے ظہور کے وقت بھی یہودیوں کی سلطنت اس ملک سے جاتی رہی تھی ایسا ہی اس مسیح کے نزول کے وقت اسلامی سلطنت ہند سے اٹھ چکی تھی۔ جیسی ان میں رومی سلطنت تھی ایسے ہی اب ہمیں انگریزی سلطنت ہے جو آپس میں مشابہت

[1] اس سے پہلے حدیث گزر چکی ہے۔ جس میں آپ کو ہارون کہا گیا ہے معلوم ہوا کہ ایک شخص بہتوں کا مثیل ہو سکتا ہے ۱۲

[2] وہ سے مراد مسیح بن مریم اور یہ سے مراد مسیح موعود سمجھئے ۱۲

ومطابقت رکھتی ہیں (۳) یہود کے اس وقت بہت فرقے ہو چکے تھے اور کفر و تکفیر تک نوبت پہنچ چکی تھی اور ہر ایک ان میں سے یہی چاہتا کہ ہمارے موافق مسیح مسائل کا فیصلہ کرے مگر وہ سب غلطیاں جتاتے اسلئے ان پر کوئی راضی نہ تھا ایسا ہی اسلام میں فی زماننا بہت سے فرقے ہو چکے ہیں ہر ایک دوسرے کو گمراہ سمجھتا اور پھر لطف یہ کہ مسیح موعود سے سب ہی ناراض کہ وہ مداہنت اختیار کر کے کسی ایک کو پورے طور سے حق پر نہیں کہتا۔

شرائط جہاد پہلے مسیح نے بھی جہاد کو موقوف کیا اور جنگوں کا خاتمہ کر کے صلح کا شہزادہ کہلایا۔ ایسا ہی اس مسیح نے بھی يضع الحرب کی پیشگوئی کے موافق سے اب چھوڑ دو جہاد کا اے دوستو خیال۔ دیں کے لئے حرام ہے اب جنگ اور قتال اب آگیا مسیح جو دیں کا امام ہے۔ دیں کی تمام جنگوں کا اب اختتام ہے۔ اب آسماں سے نور خدا کا نزول ہے۔ اب جنگ اور جہاد کا فتویٰ فضول ہے۔ دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد۔ منکر نبی کا ہے جو یہ رکھتا ہے اعتقاد کا اعلان کر دیا اور ایسا کرنا نہایت ہی ضروری تھا۔ کیوں؟ اسکا جواب حضرت علیہ السلام کے الفاظ میں سنئے "اگر خدا تعالےٰ کا یہ منشا ہوتا کہ مسلمان دین کے لئے جنگ کریں تو موجودہ وضع کی لڑائیوں کے لئے سب سے فائق مسلمان ہوتے وہی توپوں کی ایجاد کرتے وہی نئی نئی بندوقوں کے موجد ٹھہرتے اور انہیں فنون حرب میں ہر ایک پہلو سے کمال بخشا جاتا یہاں تک کہ آئندہ زمانے کے جنگوں کے لئے انہیں کو غبارہ بنانے کی سوجھتی۔ اور وہی آب دوز کشتیاں جو پانی کے اندر چوٹیں کرتی ہیں بناتے اور دنیا کو حیران کرتے ہیں حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دن بدن عیسائی ان باتوں میں ترقی کر رہے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ خدا تعالےٰ کا یہ منشا نہیں کہ لڑائیوں کے ذریعے اسلام پھیلے۔"

اور پھر جہاد کے بارے میں جو بعض علمائے اسلام کے خیالات ہیں بالکل غلط ہیں شائد انکو معلوم نہیں کہ ہمارے حضرت نبی کریم صلعم نے جسقدر جنگ کئے وہ سب دفاعی تھے آپ اور آپکے اصحاب دس بارہ سال ظلم پر ظلم اٹھاتے رہے ہجرت قبول کی غیر ملکوں کی سختی میں رہنا قبول جلاوطنی اختیار کی مگر مقابلہ پسند نہ کیا آخر جب طرف ثانی کے جور و ستم نے کہیں آرام لینے نہ دیا تو تلوار کا جواب تلوار سے دیا کسی مسلمان بادشاہ نے اگر بلا کسی شرعی ضرورت کے پیشقدمی کی تو ہم کہتے ہیں اسنے غلطی کی اور اسی سبب سے اس کی سلطنت پر زوال آیا تلوار سے دین منوانے کی قرآن شریف میں کہیں اجازت نہیں ہاں شریروں مجرموں اور امن میں خلل ڈالنے والوں کی سزا دہی تو ضروری تھی دیکھو قرآن مجید میں صاف لکھا ہے کہ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ التوبہ ۱۰ (اگر کوئی مشرک (جنگ میں) پناہ لے تو اسے پناہ دے یہاں تک کہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اسکی جا پناہ میں پہنچا دو) اب اس سے زیادہ اس امر کا ثبوت کہ سیف سے دین پھیلانیکا ہرگز اسلام میں حکم نہیں کیا ہو سکتا ہے بحالت جنگ مشرک قابو میں آتا ہے مگر اسے صرف کلام اللہ سنا کر بحفاظت تمام گھر پہنچانیکا حکم ہے اب سنو کہ تلوار کس موقعہ پر اٹھانے کی اجازت ہے اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ الحج ۶ (اجازت

دیگئی ہے ان مسلمانوں کو جو ستمگار فرنے ہیں کہ وہ بھی لڑیں اسلئے کہ انپر ظلم کیا گیا اور اللہ انکی نصرت پر قادر ہے وہ مظلوم ایسے ہیں جو اپنے شہروں سے ناحق نکالے گئے صرف اسبات پر کہ انہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے) بس جبتک یہ صورت نہ ہو تلوار اٹھانیکا حکم نہیں پھر فرمایا وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا البقرہ ۲ (اور لڑائی کرو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو تم سے لڑتے ہیں۔ مگر زیادتی نہ کرو) پھر کہا وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ الآیۃ النساء ۵ (اور تمہیں کیا ہوا کہ جہاد نہیں کرتے اللہ کی راہ میں حالانکہ بے بس مرد و زن و بچے کہہ رہے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم اس ظالم بستی سے نکال) یہ گویا اپنے بے بس مسلمان عورت و بچوں کو ظلم سے چھڑانے کے لئے ہے پھر پڑھو اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ التوبۃ ۱۰ (کیا تم نہیں لڑتے اس قوم سے جنھوں نے اپنی قسموں کو توڑ ڈالا اور رسول کے نکالدینے کی کوشش کی اور تم سے پہلے چھیڑ خانی کی) گویا عہد شکنی۔ اخراج۔ اول چھیڑ تین اسباب ہیں جہاد کے اور یہ جو فرمایا کہ جہاں پاؤ قتل کردو تو اسکی وجہ بھی ساتھ ہی مذکور ہے لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْمُرْجِفُوْنَ فِي الْمَدِيْنَةِ لَنُغْرِيَنَّكَ بِهِمْ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوْنَكَ فِيْهَآ اِلَّا قَلِيْلًا مَّلْعُوْنِيْنَ اَيْنَمَا ثُقِفُوْٓا اُخِذُوْا وَقُتِّلُوْا تَقْتِيْلًا اگر یہ منافق اور جن کے دلوں میں مرض ہے اور شہر میں جھوٹی افواہیں اڑانے والے باز نہ آئے تو ہم تجھے انکی سزا دہی پر مامور کرینگے پھر یہاں تیرے پاس بھی نہ پھٹکنے پائینگے مگر عارضی طور پر موجودہ چند روز جہاں ملے پکڑے جائینگے اور قتل کردئے جائینگے یہ تو امن عامہ میں خلل انداز شریروں پولیٹکل مجرموں اور باغیوں کی سزا ہے جو ہر ایک سلطنت دیتی ہے کوئی دین کے سبب سے یہ حکم نہیں کہ نہ ماننے والے کو ... قتل کردو ایسا ہی جہاں مشرکین کے لئے قتل کا حکم ہے وہاں بھی آل عہد ذہنی کا اسبات کی طرف مشیر ہے کہ وہ مشرک جنھوں نے پہلے لڑائی شروع کی اور ابتک لڑ رہے اور ظلم کر رہے ہیں انکے لئے حکم ہے اور جنگ میں ہر ایک قوم کا یہی حکم ہے اب سنو! دوسرا پہلو فرماتا ہے لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ (اللہ تم ان لوگوں کے ساتھ جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑتے اور تم کو تمہارے شہروں سے نہیں نکالا احسان کرنے اور منصفانہ برتاؤ کرنے یا قسط بھیجنے سے منع نہیں کرتا۔ کیونکہ اللہ انصاف پسندوں کو دوست رکھتا ہے) اِنَّمَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَاَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَظٰهَرُوْا عَلٰٓى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ (منع تو ان لوگوں کی دوستی سے کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑتے ہیں اور تمہارے شہروں سے تمہیں نکال دیا۔ اور تمہارے نکالنے میں مخالفین کی امداد کی ممتحنہ ۲۸) ہمارے علماء کو سخت غلطی لگی ہے کہ وہ یہود و عیسائیوں و ہندوؤں سے بغض رکھنا ثواب سمجھتے ہیں ان نادانوں کو معلوم ہو کہ دوستی صرف ایسے کفار سے منع ہے جو دین کے بارے میں لڑتے۔ اور جلاوطن

---

[۱] ایک مقام پر فرمایا كُلَّمَا رُدُّوْٓا اِلَى الْفِتْنَةِ اُرْكِسُوْا فِيْهَا النساء ۵ فساد میں شامل ہونے کو تیار ہوتی ہیں اور کنارہ کش نہیں ہوتے اور صلح کا پیغام نہیں ڈالتے پس انکو قتل کردیں ۱۲

کرتے ہیں۔ اگر کلی منافرت ہوتی تو عیسائیوں کی نسبت یہ ارشاد نہ ہوتا۔ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ
قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی المائدہ ۶ ع ۱۲ (البتہ تو انکو جو کہتے ہیں ہم نصاریٰ ہیں مومنوں کی دوستی کے لئے زیادہ قریب پاؤ گے) اور نہ پھر یہ
آیتیں نازل ہوتی۔ جنکے مضمون پر آپ غائر نظر سے دیکھیں تو معلوم ہو کہ کفار کے ساتھ کس قسم کے سلوک کا حکم ہے اور کس صورت میں
فرمایا (۱) پکڑو انکو اور مقابلہ کرو جہاں انہیں پاؤ اور انہیں اپنا دوست نہ بناؤ اور نہ مددگار لیکن اگر ایسی قوم سے جا ملیں جنکا
تمہارے ساتھ عہد و پیمان ہے (تو نہ لڑو) اِلَّا الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ اِلٰی قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ النساء ۵ ع ۹ ۔ دیکھئے کسقدر
رعایت منظور ہے کہ کفار تو درکنار کفار کے دوستوں سے بھی لڑائی کا حکم نہیں (۲) وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِی الدِّیْنِ فَعَلَیْكُمُ النَّصْرُ
اِلَّا عَلٰی قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ انفال ۱۰ ع ۶ (اور اگر مسلمان تم کو دین کے بارے میں مطلب
کریں۔ تو تمپر انکی مدد ضروری ہے مگر ایسی قوم کے مقابلے میں نہیں کہ تم میں اور انکے درمیان عہد و پیمان ہو) دیکھئے جہاد کے لئے
سخت شرائط ایک طرف اپنے بھائی اور دوسرے طرف ایسے لوگ جو کفار ہیں مگر انہیں مقدم کیا گیا ہے۔ پھر مساوات کے ثبوت
میں آیت پڑھے وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓی اَهْلِهٖٓ اِلَّآ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا
فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ بَیْنَكُمْ وَبَیْنَهُمْ
مِّیْثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰٓی اَهْلِهٖ وَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ النساء ۱۳ ع ۵ (اور جو مومن کو خطا سے قتل کرے تو اسپر فرض ہے
کہ مسلمان غلام آزاد کرے اور وارثوں کو خون بہا دے اور اگر مقتول ان لوگوں سے ہو جو تمہارے دشمن ہیں تو مسلمان بردہ آزاد کرے۔ اور
اگر ایسی قوم سے جن میں اور تم میں عہد و پیمان ہے تو وارثوں کو دیت اور مسلمان غلام آزاد کرے۔

ان آیتوں سے ظاہر ہے کہ ایک مسلمان مقتول اور ایک غیر مسلم مقتول کی ایک ہی سزا رکھی گئی ہے اس سے بڑھکر اور کیا
رعایت ہو سکتی ہے۔ اسکے علاوہ ان عہد ناموں کو دیکھئے جو خود نبی علیہ السلام اور صحابہ اکرام نے جو غیر مسلم اقوام سے کئے۔ کہ کس
قدر رعایت منظور رکھی ہے۔ انکے گرجوں کو بالکل اسی طرح قائم رکھنے کا حکم تھا۔ اور راہبوں وغیرہ کو بالکل دکھ نہ پہنچانے اور جزیہ معاف
رکھنے کا ارشاد تھا ولا یغیر اسقف من اسقیفتہ ولا راھب من رھبانیتہ × × × ولا یھدم بیت من
بیوت کنائسھم × × ولا یدخل شیء من مال کنائسھم فی بناء مساجد المسلمین ولا فی بناء منازلھم
× × ولا یجعل علی الرھبان ولا الاساقفۃ ولا من یتعبد جزیۃ ولا غرامۃ۔ نقل از عہد النبوۃ۔ یہ وہ معاہدہ
ہے جو رسول اللہ صلعم نے فرمایا (کسی بشپ کو اسکے عہدے سے اور کسی راہب کو اسکی رہبانیت سے اور کسی عابد کو اس کی
عبادت گاہ سے موقوف نہ کیا جائے۔ اور کوئی گرجا عبادتگاہ ویران و منہدم نہ کیا جائے اور نہ گرجوں کے مال سے کوئی چیز مسلمانوں
کے مسجدوں اور گھروں کے بنانے میں خرچ ہو نہ کسی راہب و بشپ پر جزیہ یا تاوان رکھا جاوے

ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اسلام نے پورے غلبہ کی حالت میں بھی دین کو شمشیر سے نہیں پھیلایا بلکہ انکے مذاہب
کی پوری پوری رعایت کا حکم دیا۔ پس ان تحریروں کے ہوتے ہوئے اگر کوئی خیال یا عقیدہ رکھتا ہے۔ کہ ایک وقت آتا ہے جبکہ

کفار کو بزور شمشیر اسلام دیا جائیگا اور اگر وہ نہ مانینگے تو قتل عام کا حکم ہوگا بالکل غلط ہے کیونکہ اسکی نظیر قرآن ثلاثہ کے اسلام میں نہیں پائی جاتی خصوصاً موجودہ صورت میں جبکہ گورنمنٹ انگلشیہ کی عادل سلطنت ہمپر حکمران ہے جسکے عہد معدلت مہد میں ہم اپنے مذہبی فرائض کو کامل آزادی کیساتھ ادا کر سکتے اور کر رہے ہیں اس قسم کا خیال رکھنا کہ ایک مہدی آئیگا جو ان تمام کفار کو قتل کردیگا نمکحرامی میں داخل ہے دوستو! ہم سے پوچھتے ہو تو صاف سن لو کہ ہم اپنی عادل گورنمنٹ کی اطاعت قرآنی حکم کے مطابق کرتے ہیں اور اسکی فرمانبرداری سے خدا بھی اور سر اُدہر ہونا اللہ اور اسکے رسول کی مخالفت اور معصیت سمجھتے ہیں کیونکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ النساء ۸ ع ۵ (اے مومنو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو اسکے رسول کی اور اپنے صاحبان حکومت کی یعنی جو تمپر حاکم ہیں) اور منکم سے آپ کو دہوکہ نہ لگے کہ قرآن کریم میں ہے یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ الانعام ع ۱۵ پ ۸ (اے گروہ جن و انس کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے رسول نہیں آئے) ہمارے نبی اکرم صلعم جنوں کی طرف بھی رسول تھے اگر منکم سے یہی مراد ہو کہ اسی جنس سے تو پھر یہ بات ٹھیک نہ ہوگی کیونکہ رسول الثقلین از نوع انس تھے پس منکم گویا بمعنے فیکم ہوا۔

پس اپنی گورنمنٹ کی اطاعت دینی رنگ میں موجب ثواب سمجھ کر صدق دل سے کرو خونی مہدی کے خیالات دل میں رکھکر یہ بھی از قسم نفاق ہی ہے اور یاد رکھو کہ جہاد اب قیامت تک بند کیا گیا ہے اور اسکی شرائط بالکل موجود نہیں ہمکو اگر کسی غیر مسلم سلطنت کی محکومی میں ضرر پہنچتا ہو تو بھی اُن سے لڑنیکا حکم نہیں بلکہ ہجرت کر جانیکا وَاَرْضُ اللّٰہِ وَاسِعَۃٌ ط اِنَّمَا یُوَفَّی الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَھُمْ بِغَیْرِ حِسَابٍ الزمر ع ۲ پ ۲۳ (اور اللہ کی زمین کھلی ہے صبر کرنیوالونکو انکا اجر بغیر حساب کے دیا جائیگا)

باقی رہی یہ حدیث کہ الجہاد ماضٍ الٰی یوم القیٰمۃ سو اسکی نسبت سنئے کہ فریق مخالف جس قسم کے ہتھیاروں سے کام لیتا ہے اسی قسم کے ہتھیاروں سے لڑنے کی اجازت ہے آج کل تم دیکھتے ہو کہ اسلام پر جسقدر حملے ہو رہے ہیں قلم سے ہو رہے ہیں پس انکے دافعہ و مقابلہ کے لئے قلم سے ہی کام لیا جائیگا اور یہی پیشگوئی تھی حدیث کے یہ معنے ہیں کہ لڑائی کے بھی کام آتا ہے اور اس میں لوگوں کے لئے بیشمار منافع ہیں پس سب سے اعلیٰ منفعت تو یہی ہے کہ اسکے قلم دین میں کام آرہے ہیں۔ اور انہی دو سخن وجہ جہاد ہوتا ہے افسوس کہ جس اسلام کی تعلیم امن و صلحکاری عفو و درگذر کی تھی اسکو ایسی خوفناک صورت میں بعض علماء نے ظاہر کیا ہے کہ غیر اقوام کو دائرہ اسلام میں آنے سے ایک بھاری روک ہے۔ دیکھو قرآن مجید فرماتا ہے فَاصْفَحْ عَنْھُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ (ان سے درگذر کر اور سلامتی کی بات کہہ) الزخرف ع ۷ پ ۲۵ (۲) اِذَا خَاطَبَھُمُ الْجٰھِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا الفرقان ع ۶ (جب ان سے جاہل مخاطب کریں تو ایسی بات کہتے ہیں جس میں سلامتی ہو یہ عباد الرحمٰن کی صفت ہے) (۳) وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ اُولٰٓئِکَ لَھُمْ عُقْبَی الدَّارِ الرعد ع ۳ پ ۱۳ (وہ برائی کے مقابلہ میں بھلائی کرتے ہیں پس انجام بخیر تو ایسے لوگوں کا ہے) (۴) اُولٰٓئِکَ یُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَیْنِ بِمَا صَبَرُوْا وَیَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَۃِ السَّیِّئَۃَ القصص ع ۶ پ ۲۰ (ایسے لوگوں کو دوگنا اجر دیا جائیگا بسبب اسکے کہ انہوں نے صبر کیا (اور یہ بھی کہ ایذائیں مال و جان کا نقصان کرایا مگر اُف تک نہ کی) اور وہ بدی کا مقابلہ نیکی سے کرتے ہیں (۵) اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ

وَبَيْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِيٌّ حَمِيْمٌ (حم السجدہ ۵/۲۴) (برائی کا دفعیہ ایسے سلوک سے کرو جو بہتر ہو۔ اس طرح کرنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تمہارا
دشمن دلسوز دوست بنجائیگا) (۶) وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ (الشوریٰ ۶/۴)
(برائی کا بدلہ اس جیسی برائی ہے مگر جو درگزر کرے اور اس میں کوئی اصلاح ہو پس اسکا اجر اللہ پر ہے) (۷) وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ
اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ (الشوریٰ ۶/۴ ۲۵) (اور البتہ جو صبر کرے اور پردہ پوشی کرے یہ بڑی ہمت کا کام ہے) (۸)
فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ (مائدہ) (پس عفو کر ان سے اور درگزر کر اللہ ایسے احسان کرنیوالوں کو
اپنا محبوب بنا لیتا ہے) (۹) وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ (النور ۱۸) (چاہیے کہ معاف
کریں اور درگزر۔ کیا تم یہ نہیں پسند کرتے کہ اللہ تمہیں بخشدے گویا عفو موجب مغفرت رب کریم ہے) (۱۰) اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ
بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ (النحل) (اپنے رب کی راہ کی طرف حکمت (دانائی کی باتوں)
اور اچھی نصیحتوں سے دعوت کر اور ان سے جھگڑا بھی ہو تو نہایت نیک سلوک کے ساتھ) گویا اسلام کی دعوت کا یہ طریق ہے نہ کہ جہاد۔ جہاد
تو صرف حفاظت خود اختیاری کے لئے ہے۔ اور ان لوگوں کو واجب القتل ٹھہراتا ہے جو پہلے بہتوں کو قتل کر کے خود اسکے مستوجب ہو
چکے ہوں (۱۱) وَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَّهُمْ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا (النساء ۹/۵) (ان سے درگزر کرو اور موقعہ بموقعہ
سمجھاتے رہو اور انکے بارے میں ذہن نشین ہوجانے والی بات کہو) (۱۲) فَذَكِّرْ اِنَّمَاۤ اَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ
(غاشیہ) (پس تو انہیں سمجھا کہ سمجھانا تیرا کام ہے مگر تو انپر داروغہ نہیں کہ جبر کرے) (۱۳) مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ
وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا (جو رسول کی اطاعت کرے اسنے اللہ کی اطاعت کی۔ اور جو منہ پھیرے
تو پھیرے ہم نے تمہیں انپر کوئی نگہبان نہیں بھیجا) (النساء ۱۱/۵) (۱۴) اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (یونس ۱۰/۱۱)
(کیا تو لوگوں کو زبردستی مسلمان بنائیگا یعنی ایسا نہیں چاہیے) (۱۵) وَمَاۤ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِجَبَّارٍ فَذَكِّرْ بِالْقُرْاٰنِ مَنْ
يَّخَافُ وَعِيْدِ (اور تم انپر کوئی زور کرنے والے نہیں پس قرآن سے نصیحت دے اسے جو میرے وعید سے ڈرے) (۱۶)
اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاِنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ (اللہ کی اطاعت
اور رسول کی فرمانبرداری کرو۔ اگر روگردانی کرتے ہو تو کرو ہمارے رسول کے ذمے تو صرف پیغام پہنچا دینا ہے) (تغابن ۲۸) (۱۷) اِنَّ
هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا (مزمل ۲۹) (یہ قرآن ایک تذکرہ ہے پس جو چاہے اپنے رب کی
طرف رستہ اختیار کرے یعنی کوئی زبردستی نہیں کہ خواہ مخواہ مانو) (۱۸) لَاۤ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ
(البقرہ ۳) (دین میں کوئی زبردستی نہیں ہدایت گمراہی سے صاف ظاہر ہوچکی ہے) (۱۹) لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ
(تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین)

ان آیات کو پڑھکر کوئی مسلمان جس کے دل میں ذرا بھی ایمان ہے یہ عقیدہ نہیں رکھ سکتا۔ کہ اسلام کے پھیلانے کے
لئے شمشیر اٹھانے کی ضرورت ہے یا زبردستی منوایا جائے کی اجازت ہے دیکھئے یہاں تو کفار سے اعراض اور نرمی سے

گفتگو کرنے کی نصیحت ہے اور ماننے کو انکی مرضی پر ڈال دیا ہے پس وہ مہدی جو آتے ہی یا تلوار قبول کریگا یا اسلام کیا وہ ان آیات کو قرآن سے نکال دیگا۔ اگر نہیں تو بتلاؤ اسکے پاس کیا دلائل ہیں نبی اکرم صلعم کی شریعت کے منسوخ کرنے کے۔ غضب خدا کا یوں تو زبان سے کہا جاتا ہے کہ ہمارے نبی کل نبیوں کے سردار ہیں اور انکے بعد کسی نبی نے نہیں آنا اور شریعت انکی قیامت تک بلکہ حضرت اقدس سے بھی بغض رکھنے کی یہی وجہ بتلاتے ہیں کہ وہ نبی یا رسول بنتے ہیں مگر خود ایک طرف عیسےٰ بن مریم کے نزول کے قائل ہیں کہ وہ بھی نبی ہے اور نبی بھی بقول انکے صاحب شریعت اور دوسری طرف ایسے مہدی کے خروج کے قائل جو آکر ان آیات کے خلاف عمل کر کے حَتّٰی يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صَاغِرُوْنَ التوبہ ۔ کو بھی منسوخ کردیگا یعنے وہ کفار سے جزیہ بھی قبول نہ کریگا۔ بلکہ تلوار یا اسلام بھلا ایسے ماننے ہی کا کیا فائدہ اور منوانے ہی سے کیا حاصل؟ جس سے دل میں کفر برقرار رہا کیونکہ ظاہر پر تو تلوار کو اختیار ہے مگر دلوں کی تسخیر تو زبان و کلام ہی کی تلوار کر سکتی ہے۔ پس یہی وجہ کہ آخری زمانہ کے مسیح کو کلام کا معجزہ دیا گیا تا وہ اسکے ذریعہ دلوں کے ملک کو فتح کرے۔

(۵) پانچویں مشابہت اس امر میں ہے کہ یہودیوں کا چلن بگڑ گیا تھا خصوصاً انکے مقتدا و علماء و صوفیا سخت مکار دنیا پرست دنیاوی عزتوں کے خواہشمند ہو گئے تھے جیسا کہ آجکل اسلام میں بھی نمونہ دیکھا جا رہا ہے اور یہ حدیث صادق آ رہی ہے سَيَأْتِيْ عَلَى النَّاسِ زَمَانٌ لَا يَبْقٰى مِنَ الْقُرْاٰنِ اِلَّا رَسْمُهٗ وَلَا مِنَ الْاِسْلَامِ اِلَّا اسْمُهٗ مَسَاجِدُهُمْ عَامِرَةٌ وَّهِيَ خَرَابٌ مِّنَ الْهُدٰى فُقَهَاءُ ذٰلِكَ الزَّمَانِ شَرُّ فُقَهَاءَ تَحْتَ ظِلِّ السَّمَاءِ مِنْهُمْ خَرَجَتِ الْفِتْنَةُ وَاِلَيْهِمْ تَعُوْدُ (رواہ الحاکم) ایک زمانہ آتا ہے کہ قرآن سے بجز رسم کے اور اسلام سے بدوں اسم کے کچھ نہ رہیگا (یعنی سب باتیں بطور رسم و عادت ادا ہونگی اسلام انکے اعمال سے ظاہر نہ ہوگا بلکہ اس لحاظ سے کہ باپ دادا مسلمان تھے وہ بھی مسلمان کہلائینگے) انکی مسجدیں بناء و ساز و سامان سے آراستہ ہونگی مگر ہدایت سے خالی اور اجڑی ہوئی اس زمانہ کے فقیہ (ملاں۔عالم) آسمان کے نیچے سب سے بڑے فقیہ ہونگے انکے پاؤں سے فتنہ اٹھیگا (یعنی فساد پھیلانا انکا کام ہوگا) اور انہی کی طرف لوٹیگا۔

(۶) ششم یہودی بھی ایک قیصر کی ماتحت تھے اور یہ بھی ایک قیصر کے مگر قیصر اس قیصر سے بدرجہا بہتر ہے کیونکہ اس نے یہودی علما کے قول پر یقین کر کے گورنر پیلاطوس کو جسنے مسیح سے کسی قدر رعایت کا برتاؤ کیا تھا قید کرا دیا اور اس زمانے میں تو جھوٹی مخبریاں کچھ اثر نہیں پیدا کرتیں۔

(۷) ہفتم جیسے مذہب عیسائی قیصری قوم میں گھس گیا تھا ایسا ہی یہاں بھی امید ہے کہ آخر مسیح موعود کو یہ قوم قبول کریگی جس کے آثار ابھی سے ظاہر ہو رہے ہیں۔ ہشتم اس مسیح کے ظہور کے وقت ایک ستارہ نکلا تھا[1] ایسا ہی ہمارے مسیح کی صداقت کی شہادت میں ایک ذو السنین ستارہ نکلا جو اس پیشگوئی کے بموجب جو ذُو الْأَثْهُرِ جولسکے بارے میں تھی یہ ستارہ ۱۲۹۹ھ میں نکلا ایسا ہی حدیث میں آیا ہے يَطْلُعُ مِنَ الْمَشْرِقِ قَبْلَ خُرُوْجِ الْمَهْدِيِّ نَجْمٌ لَّهٗ ذَنَبٌ (اخرجہ نعیم) کہ مشرق سے مہدی کے نکلنے سے پہلے ایک دمدار ستارہ نکلے گا۔

---

[1] اسی کو دیکھ کر مجوس مشرق سے آئے تھے کہتے ہوئے کہاں ہے وہ مولود یہودیوں کا بادشاہ کیونکہ ہمنے ستارہ مشرق میں دیکھا یہ مشرق سے آنے والے وہی گروہ بنی اسرائیل تھے جو کشمیر کی طرف اقامت پذیر اور منتظر ظہور موعود تھے ۱۲

مجدد الف ثانی نے بھی مکتوب ۱۶ میں اسکا ذکر فرمایا ہے اس مسیح کے وقت میں بھی سورج گرہن ہوا تھا جبکہ اسے صلیب دیا گیا۔
ایسا ہی اس مسیح کے لئے بھی سورج گرہن کامل طور سے ہوا۔ بلکہ ساتھ ہی قمر کو بھی اور پھر ماہ رمضان میں جیسا کہ پہلے ہی سے خبر دی جاچکی تھی
قرآن مجید میں تو اسکے متعلق یہ آیت ہے فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ
يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ (پارہ ۲۹) (جب آنکھیں پتھرا گئیں بحالیکہ چاند کو گرہن ہوا[1] اور سورج و چاند اسی گرہن میں جمع کئے گئے اسوقت
انسان کہینگے کہاں بھاگیں اسکی تشریح میں حدیث آئی ہے اِنَّ لِمَهْدِيِّنَا اٰيَتَيْنِ لَمْ تَكُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ
الْاَرْضِ تَنْكَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَيْلَةٍ مِّنْ رَمَضَانَ وَتَنْكَسِفُ الشَّمْسُ فِي النِّصْفِ مِنْهُ وَلَمْ تَكُوْنَا
مُنْذُ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (سنن دارقطنی) ہمارے مہدی کے لئے[2] دو نشان ہیں جو آسمان و زمین کے پیدا ہونے
سے نہیں ہوئے کہ رمضان میں مقررہ تاریخوں سے پہلی تاریخ میں چاند کو گرہن لگیگا اور سورج کو مقررہ تاریخوں کے نصف میں اس حدیث
سے یہ مراد نہیں کہ پہلی تاریخ چاند کو گرہن لگیگا۔ بھلا اسوقت گرہن کیا لگتا ہے جبکہ وہ اسی دن چڑھا ہے اور پہلی رات کے چاند کو ہلال کہتے
ہیں قمر کا اطلاق اسپر نہیں ہوتا۔ لسان العرب میں ہے ہو بعد ثلث لیال الی اخر الشہر۔ پس مراد یہ ہوئی کہ تیرھویں کو گرہن لگیگا
جو پہلی تاریخ ہی کیونکہ تیرھویں چودھویں یا پندرھویں کو گرہن کا احتمال ہوا کرتا ہے ایسا ہی سورج کے لئے ستائیسویں اٹھائیسویں انتیسویں مقرر ہے
اسکی درمیانی تاریخ ۲۸ ویں مراد ہے یہ دونوں گرہن ۱۳۱۱ھ میں اور پھر امریکہ وغیرہ میں ۱۳۱۲ھ ہوئے اور مدعی کی صداقت پر گواہ ٹھہرے بعض لوگ
کہتے ہیں کہ گرہن تو ٹھیک ہوئے مگر ابھی وہ امام ظاہر نہیں ہوا۔ انکو شاید معلوم نہیں کہ گواہ کبھی قبل از دعوے نہیں دئے گئے۔ گواہ ہمیشہ دعوے
کے بعد ہوتے ہیں پس گرہن موعود کا لگنا اس بات کا ثبوت ہے کہ مدعی ہم سے پہلے موجود ہے یہ کچھ ہمارا ہی خیال نہیں بلکہ احوال الآخرت والے
نے بھی لکھا ہے ؎

تیرھویں[13] چن اٹھیویں[28] سورج گرہن ہوسی اس سالے ؛ وچ ماہ رمضانے لکھیا اک روایت والے

مولوی محمد رمضان لکھتے ہیں (جو ایک مستند حنفی تھے) پہلی تیرھویں چاند کا گہن ہو ستائیسویں گہن سورج کا ہو۔ ایک اور بزرگ فرماتے ہیں[3]

درسن غاشی (۱۳۱۱ھ) دو قرآن خواہد بود ؛ از پئے مہدی و دجال نشاں خواہد بود

اللہ اکبر کیا اعلیٰ کشف ہے کہ سال بھی مقرر کر دیا ہے انکے نزدیک ۱۳۱۱ھ تک مہدی موعود کا موجود ہونا ضروری ہے جیسا انکے
کہنے کے موافق اس سال گرہن ہو گیا تو ضروری ہے کہ مہدی (جو اسی پیشگوئی کا دوسرا حصہ ہے) بھی موجود ہو باقی رہی اس حدیث کی صحت
سو اس میں کلام کرنے میں ہمیں ضرورت نہیں کہ یہ پیشگوئی پر مشتمل ہے۔ جب وہ اپنے وقت میں پوری ہو گئی۔ تو اس بات کا خود ہی ثبوت
لگ گیا کہ حدیث رسول اللہ صلعم سے ہے نیز یہ ایسی حدیث ہے جس کی قرآن مجید تصدیق کرتا ہے پس یہ اس لحاظ سے بھی قابل قبول

---

[1] جن لوگوں نے سورج و چاند کا بذاتہ جمع ہونا مراد لیا ہے وہ غلطی پر ہیں یقول الانسان سے ظاہر ہے کہ لوگ اسوقت زندہ ہونگے پس یہ جمع
لا الشمس ینبغی لہا ان تدرک القمر سورج کی شان نہیں کہ چاند کو پالے کے برخلاف ہے ۱۲ [2] اس سے معلوم ہوا کہ مہدی تو کئی ہونگے اور پیدا ہونگے
کئی دعوے کرینگے مگر جو مہدی ہمارا ہے اسکے ظہور کا یہ نشان ہے ۱۲

ہی پھر تمام فرقوں میں مشہور ہے شیعہ کی کتابوں میں بھی ایسا ہی آیا ہے بس یہی ایک بات "صداقت" کی شہادت کے لئے کافی ہے۔ دہم[10]
مسیح موسوی کو جب دکھ دیا گیا تو ان میں طاعون پھیلا جیسا کہ اس مسیح محمدی پر طعن کا خمیازہ اٹھانے والے اٹھا رہے ہیں۔ یازدہم[11] جیسا کہ
اس مسیح کو باغی بنا کر عدالت میں پیش کیا گیا ایسا ہی اس مسیح پر خون کا مقدمہ بنایا گیا۔ اور اس ضمن میں بغاوت کا الزام دینے کی کوشش
کی گئی دوازدہم[12] جیسا مقدمہ میں اس مسیح کیساتھ چور تھے ایسا ہی آپکے اس مقدمہ میں ایک چور بھی سزایاب ہوا۔ سیزدہم[13] وہ مسیح
جب پلاطوس گورنر کے پیش ہوا تو اس نے کہا میں اسکا کوئی گناہ نہیں پاتا۔ ایسا ہی اس مسیح کو کپتان ڈگلس صاحب ضلع مجسٹریٹ
نے کہا میں آپ پر کوئی الزام نہیں لگاتا چہاردہم[14] وہ مسیح باپ نہ ہونیکی وجہ سے بنی اسرائیل میں سے تہا۔ ایسا ہی یہ مسیح بھی من وجہ
قریش سے تھا اور جیسے وہ ماں کی طرف سے تھے ایسے ہی یہ بھی ہیں کہ آپ کی بعض جدات سیدزادیاں تھیں نیز آپ اہل فارس سے
ہیں اور انکی نسبت احادیث میں آیا ہے فارس عصبتنا اہل البیت (فارس ہمارے عصبہ ہیں اور اہلبیت) پانزدہم[15] جیسے
اس مسیح کے وقت میں دنیا کی وضع جدید ہوگئی تہی۔ سڑکوں ڈاک اور فوج کا انتظام ہوا۔ ایسا ہی اس مسیح کے وقت میں دنیا
میں ایسی تبدیلی ہوئی کہ بالکل نئی معلوم ہوتی ہے۔ بھلا پچاس ساٹھ برس پہلے کس کے خیال میں تھا کہ بے تار برقی کے ذریعہ پیغام پہنچینگے
بجلی کے ذریعہ ریلیں چلینگی ہوائی جہاز اڑینگے ڈاک کا ایسا انتظام ہوگا کہ ایک پیسہ سے دور دور تک کی خبر آئیگی جہاں سے انسان بصرف
زر کثیر اتنی مدت میں واپس نہیں آسکتا یہ جسمانی انتظام جو بدلا ہے تو اس بات کی دلیل ہے کہ روحانی انتظام میں بھی کچھ تغیر ہوا ہے شانزدہم[16]
جیسے بے باپ پیدا ہو کر وہ مسیح آیت اللہ ٹھہرا۔ ایسا ہی اس مسیح کی پیدائش بھی نرالی وضع سے ہوئی کہ آپ توام پیدا ہوئے آپ سے
پہلے ایک لڑکی بھی پیدا ہوئی جو فوت ہوگئی مگر آپ زندہ رہے حالانکہ جوڑے میں سے ایک کے مرنیکے بعد دوسرے کا زندہ رہنا بہت کم ہوتا ہے
حضرت محی الدین عربی نے لکہا تہا کہ خاتم الخلفاء یعنی امت محمدیہ کا آخری خلیفہ جسپر تمام کمالات بوجہ اتم ختم ہوگئے چینی الاصل یعنی
مغل ہوگا اور وہ توام پیدا ہوگا سو یہ نشان حرف بحرف پورا نکلا۔ ہفتدہم[17] جیسے اس مسیح پر کفر کے فتوے لگے ایسے ہی اس مسیح پر علماء نے
تکفیر میں کمی نہیں کی اور یہ پہلے ہی بطور پیشگوئی کتابوں میں مندرج تھا کہ آنے والے مسیح پر کفر کے فتوے لگینگے یہانتک کہ پکار اٹھینگے کہ اس
شخص نے ہمارے دین کو بدل دیا۔ ہژدہم[18] جیسے مسیح نے اپنے احبار و قسیسین کی غلطیاں نکالیں ایسا ہی اس مسیح نے کیا اور یہی وجہ مخالفت
ہے نوزدہم[19] اس مسیح کی پیدائش ایک ظالم بادشاہ کے عہد میں ہوئی تہی ایسے ہی یہ مسیح سکھوں کی عہد میں پیدا ہوا۔ بستم[20] جیسے اس
مسیح کو خبر دی گئی انی متوفیک ورافعک الیّ اور نیز یہ کہ تیرے متبعین کو منکرین پر غالب رکھونگا ایسے ہی اس مسیح کو وعدہ دیا گیا۔
بست ویکم[21] جیسے اس مسیح کے ظہور پر بنی اسرائیل کے گھرانے سے نبوت نکل گئی ایسے ہی اس مسیح کے نزول سے قریش سے امامت کا
خاتمہ کر دیا اور تسلسل من قریش ہلکہا کی پیشگوئی پوری ہوئی بست ودوم[22] جیسے وہ مسیح حضرت موسیٰ سے چودہویں صدی میں آئے تھے ایسے
ہی یہ مسیح اس بات کا ثبوت کہ یسوع مسیح چودہویں صدی میں آئے ایک فاضل یہودی کی تحریر دلپذیر سے لیجئے کہ حضرت موسیٰ 2368
ہبوط آدم میں پیدا ہوئے اور 120 برس عمر پاکر 2488 میں فوت ہوئے اسکے بعد مسیح علیہ السلام 3760 ہبوط آدم میں
پیدا ہوئے گویا 1272ء کا فاصلہ تھا 40 برس عمر محسوب کرلیں تو 1312 ہوتے ہیں پس چودہویں صدی میں ظہور ہوکر مسیح کی مشابہت

پوری ہوئی (نسبت سوم) جیسے وہ مسیح تابع شریعت موسوی تھی اور انکا قول و عقیدہ تھا میں تورات کو منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں
ایسا ہی اس مسیح نے **اعلان** کیا کہ شریعت محمدی قیامت تک قائم ہے اور اس میں ذرا بھی کسی کو رد و بدل کا اختیار نہیں اور ایسا کرنیوالا
کافر ہے اس بات کا ثبوت کہ وہ مسیح حضرت موسیٰ کا خلیفہ تھا نہ کہ صاحب شریعت یہ ہے کہ:-

(۱) آنحضرت صلعم کو بحیثیت صاحب شریعت ہونے کے اس رسول سے تشبیہ دی گئی ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا یعنی موسیٰ
اگر عیسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت نبی ہوتے تو انہی سے بوجہ اقرب (اور جلد یاد آجانے کے قابل) ہونے کے تشبیہ دی جاتی (۲) احقاف ۴ ۲۶
میں ہے وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً (اور اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام و رحمت تھی) اس سے ظاہر ہے کہ شریعت والی کتاب
قرآن مجید سے پہلے تورات ہی تھی نہ کہ انجیل ورنہ ایسا نہ فرماتے (۳) يٰقَوْمَنَآ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى احقاف ۴ ۲۶-۲
جنوں کا قول ہے کہ ہمنے ایک کتاب سنی جو موسیٰ کے بعد نازل ہوئی اس سے معلوم ہوا کہ تورات کے بعد جو شریعت والی کتاب نازل ہوئی وہ قرآن
ہی تھا۔ اگر انجیل میں شریعت ہوتی تو وہ کہتے کہ ہمنے ایسی کتاب سنی جو انجیل کے بعد نازل ہوئی (۴) عیسے علیہ السلام کی بابت آیا ہے وَيُعَلِّمُهُ
الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالْاِنْجِيْلَ (سکھائیگا اسکو کتاب و حکمت یعنی تورات و انجیل) اگر آپ صاحب شریعت نبی تھے تو تورات پڑھنے
کی کیا ضرورت تھی۔ نیز کتاب کے مقابلہ میں تورات اور حکمت کے مقابلہ میں انجیل آیا ہے اس سے ظاہر ہے کہ انجیل میں صرف دانائی کی باتیں ہیں
(۵) انجیل کے معنی ہی بشارت و خوشخبری کے ہیں یعنی مجموعہ مبشرات جن سے ہر نبی حصہ پاتا ہے پس اس میں شریعت کا نام نہیں
(۶) موجودہ انجیل کو اول سے آخر تک پڑھو کوئی بھی نئی شریعت نہ پاؤ گے (۷) خود عیسائیوں کا عملدرآمد ثابت کر رہا ہے کہ انجیل شریعت نہیں
اگر ایسا ہوتا تو وہ اپنی تمدنی و سیاسی زندگی میں خود قوانین وضع نہ کرتے۔ اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ
نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا
فِيْهِ الشورىٰ ۲۶ ۲۵ حضرت عیسے کا صاحب شریعت ہونا ثابت ہوتا ہے یہ غلط ہے۔ کیونکہ اسکا تو یہ مطلب ہے کہ ہمنے تمہارے لئے دین
کا وہی رستہ نکالا جسکی نوح کو وصیت کی اور جسکا ابراہیم اور موسیٰ و عیسے کو حکم کیا کہ دین کو قائم رکھنا اور تفرقہ نہ ڈالنا یعنی سب انبیاء اصول دین میں
متحد تھے پس تم کوئی نیا دین نہیں لائے پھر کیوں مشرکین کو گراں گزرتا ہے اس میں شریعت کا کچھ تذکرہ نہیں اگر ہو تو بات ہی نہیں بنتی کیونکہ
جس شریعت پر موسیٰ و ابراہیم تھے اسپر آنحضرت صلعم نہیں۔ دوسری آیت وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ المائدہ
(اور اہل انجیل فیصلہ دیں ساتھ اس چیز کے جو اللہ نے انمیں اتاری) پیش کرتے ہیں۔ لیکن اگر یہ معنی ہیں کہ اہل انجیل۔ انجیل کی شریعت پر چلیں
تو یہ بالکل باطل ہے کیونکہ کوئی مسلمان حتیٰ کہ ہمارے معترضین (عیسے کو خلیفہ موسیٰ نہ سمجھنے والے) بھی یہ اجازت نہیں دیتے کہ اگر کوئی اس
زمانہ میں انجیلی حکم بجا لائے تو وہ نجات پائیگا پس یہ معنے ہی غلط ہیں جو کئے جاتے ہیں اس سے تو یہ مراد ہے کہ اہل انجیل۔ انجیل میں
جو پیشگوئی دربارہ رسول اکرم صلعم ہے اسکو صحیح جانیں اور عمل کریں کیونکہ جو مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ کے مطابق حکم نہ دے وہ فاسق ہے
اور لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً میں خطاب عام ہے عیسے کی خصوصیت نہیں اور اسطرح تو سب نبی صاحب شریعت بنجاتے ہیں
پس شریعت کے یہ معنی نہیں۔ پس جناب! یہ تیئیس علامتیں ہم نے بیان کر دیں جنکے لحاظ سے ہم اپنے امام کو ابن مریم کہہ سکتے ہیں۔

اِمَامُکُم مِنکُم

اب امامکم منکم کی تفسیر سنیئے! کہ اس سے مراد کوئی الگ امام نہیں بلکہ یہ ابن مریم کی تفسیر میں واقع ہوا ہے کہ وہ آنیوالا ابن مریم تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا (بنی اسرائیل سے نہ آئیگا) اور پھر یہ نزل کی ماتحت ہے اگر امام سے مراد غیر ابن مریم امام مہدی ہو تو لازم آئیگا کہ وہ بھی حسب زعم معترضین آسمان سے اترے حالانکہ یہ بات نہیں پس یہ امام کا لفظ ابن مریم کی تشریح کر رہا ہے اور اسلئے ہو کہ آنحضرت کے بعد کسی بالاستقلال نبوت رکھنے والے کی آمد نہ سمجھی جائے چنانچہ تفسیر نفح الطیب میں آیا ہے اِنَّمَا کَانَ اَلْاِمَامُ مِنَّا لئلا یتدلس بغبار التشبہہ وجہ لانبی بعدی (امام کو ہم نے اسلئے فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئیگا بھی میں کوئی شبہ نہ پڑ جائے) پھر تاریخ ابن خلدون میں ہے کہ اِنَّہٗ ھُوَ الْمَسِیْحُ مُسیلح المسائح من اٰل محمد کہ یہ مسیح امت محمدیہ میں سے ہوگا۔ ہمارے پاس اس بات کے اور ثبوت بھی ہیں کہ مسیح و مہدی کوئی الگ الگ نہیں بلکہ ایک ہی شخص کی دو شانیں ہیں اور وہ جو احادیث میں مہدی کا الگ ذکر ہے اور اسکے ساتھ جہاد وغیرہ کا مذکور ہے تو وہ مہدی ہو چکا ہے جیسے کہ ہم بتائیںگے۔

مسیح و مہدی ایک شخص

پہلا ثبوت تو اختلافات روایات ہے کہ مہدی کے لئے کوئی ایک بات نہیں بتلائی گئی بلکہ کسی حدیث میں کچھ کسی میں کچھ جس سے یا تو سب روایات کو پایۂ اعتبار سے ساقط ماننا پڑیگا یا ان پیشگوئیوں کے کئی مصداق ماننے پڑینگے یا بطور تاویل و استعارہ اس مسیح موعود میں سب باتیں دکھادی جائینگی۔ سب سے بڑی بات قابل توجہ تو یہ ہے کہ بخاری و مسلم حدیث کی مستند کتابوں میں مہدی کے لئے الگ باب ہی نہیں جس سے ظاہر ہوا کہ مہدی مسیح سے الگ نہیں ورنہ اسکا ضرور ذکر ہوتا خصوصاً اس صورت میں جبکہ اسکی ذات سے کئی ایسے اہم امور وابستہ ہیں جن پر اسلام کا دارومدار ہے بلکہ اسنے ایسی کامیابی حاصل کرنی ہے جو کسی نبی کو بھی حاصل نہیں ہوئی یعنی سارے جہان کا مسلمان ہو جانا۔ اب اختلافات کی سنئے کوئی کہتا ہے کہ مہدی اولاد فاطمہؓ سے ہوگا (رواہ ابوداؤد) کوئی اولاد علی سے کوئی اولاد حسنؓ سے (حجج الکرامہ) اور کوئی ولد حسینؓ سے (ابن عساکر) اور کوئی حسن حسین دونوں سے اور کوئی عباس سے قَالَ یَاعَمِّ اَمَا شعرت ان المھدی من ولدک (اے چچا مہدی تیری اولاد سے ہوگا۔ (ابن عساکر) اور کوئی حدیث البشر کم بالمھدی یبعث فی امتی (نجم الثاقب) سناتا ہے کہ ولد فاطمہ یا اولاد عباس کی تخصیص نہیں بلکہ امت میں سے ہی مبعوث ہوگا ایسا ہی نام میں اختلاف ہے کوئی محمد کہتا ہے کوئی احمد اور کوئی عیسےٰ جیسا کہ کتاب جواہر الاسرار قلمی میں لکھا ہے باپ کے نام میں بھی اختلاف ہے کوئی عبداللہ بتاتا ہے اور کوئی حسن جیسا کہ شیعہ کہتے ہیں اب جائے پیدائش و خروج کا حال سنئے کہ کوئی تو تہامہ سے خروج بتلاتا ہے کوئی کدعہ سے کوئی مشرق کی طرف سے کوئی مغرب کی طرف سے (اقتراب الساعۃ) کوئی خراسان سے کوئی مدینہ سے مکہ کی طرف خروج بتاتا ہے کوئی مدینہ سے بیت المقدس کی طرف کوئی حجاز سے آنا اور دمشق میں جانا بتاتا ہے ایسا ہی زمانہ ظہور میں اختلاف ہے کوئی لکھتا ہے کہ عیسےٰ و مہدی ایک ہی زمانے میں ہونگے اور کوئی کہتا ہے کہ وسط میں مہدی ہوگا اور کوئی کہتا ہے کہ زمانہ نبوی کے بعد بہت جلد ۲۰۰ھ کے قریب قریب (مہدیہ مہدی) اب مانہ مدت مہدی کی نسبت سنئے کہ مہدی تیس یا چالیس برس رہیگا۔ دوسری روایت دس سال حکومت کی ہے اور تیسری میں سات سال آیا ہے (رواہ ابوداؤد) چوتھی میں ۹ سال (ابوداؤد) ایک روایت میں سات یا آٹھ سال زندہ رہنا لکھا ہے۔ ان روایات پر نظر کرتے ہوئے ضروری ہے کہ ہم مختلف مہدی ٹھہرائیں اور اس حدیث پر نظر کریں فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ

المھدیین تمسکوابھا وعضوا علیھا بالنواجذ (زجر المواعظ) پس تم لازم پکڑو میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت کو جو مھدی ہیں اسے خوب محکم پکڑو جس سے واضح ہوتا ہے کہ تمام خلفاء مھدی الحق ہیں پھر دیکھو یہ حدیث لن تھلک امۃ انا فی اولھا وعیسے بن مریم فی اخرھا والمھدی فی اوسطھا (ابن عساکر عن ابن عباس) وہ امت ہرگز نہ ہلاک ہوگی کہ میں اس کے اول میں ہوں اور عیسے بن مریم اسکے آخر میں اور مہدی اسکے وسط میں (کنز العمال)

اس حدیث سے ظاہر ہے کہ المھدی وسط زمانہ میں ہوگا یعنی چھٹی صدی میں اور ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تھے آپ اولاد فاطمہ سے بھی تھے اور حسن تصرفات عظیمہ بھی آپ سے اسلام کو بڑی امداد پہنچی۔ یہانتک کہ کئی غیر مسلم قومیں آپ کی ولایت و تقرب کی قائل ہیں اور آپنے دعویٰ بھی کیا۔ کل ولی لہ قدم وانی علی قدم النبی بدر الکمالی جس سے آپکا ارشاد فنا فی حقیقۃ محمدیہ کی طرف ہے پھر آپنے یہ بھی فرمایا۔ واقدامی علی عنق الرجال جس سے ثابت ہوا۔ کہ آپکو کل ولیوں کے سردار ہونے کا دعویٰ تھا یہ تو وسطی مہدی کی نسبت ارشاد ہوا۔ اب آخری زمانے کے مہدی کی طرف خیال فرمائیے ا عن انس بن مالک ان رسول اللہ صلعم قال لا یزداد الامر الا شدۃ ولا الدنیا الا ادبارا ولا الناس الا شحا ولا تقوم الساعۃ الا علی شرار الناس ولا المھدی الا عیسے بن مریم (ابن ماجہ) یعنی ہر ایک کام میں سختی دنیا میں ادبار اور لوگوں میں بخیل بڑھتا جائیگا اور قیامت برے لوگوں پر قائم ہوگی اور اس زمانہ میں کامل مہدی عیسے بن مریم علیہ السلام ہوگا۔ یہ حدیث مرفوع متصل ہے اسکے راوی سب معتبر اور ثقہ ہیں پہلا راوی یونس بن عبد الاعلیٰ من الثقات لا یطعن فیہ بحجۃ حدثنا ائمۃ ثقات سے ہیں کسی کے خواب سے ان پر طعن نہیں ہو سکتا (مصباح الزجاجہ) دوسرا راوی محمد بن ادریس شافعی ہیں جو ثقہ مسلمہ محدثین ہیں تیسرا محمد بن خالد الجندی۔ ابن معین سے روایت ہے کہ وہ ثقہ تھے۔ چوتھے راوی ابان بن صالح جن کی نسبت لکھا ہے صدوق ما علمت بہ باساً ایسے راوی کوئی اندیشہ نہیں پانچویں راوی حسن ہیں جو ہر طرح سے عدل و ثقہ مشہور ہیں چھٹے راوی جو انس ہیں صحابی ہیں پس ایسی معتبر و مستند حدیث سے ثابت ہوگیا کہ وہ المھدی یعنی موعود مسیح ہی ہونہ کہ کوئی اور اسکے ساتھ اگر امامکم منکم اور وہ حدیث جو ابن ماجہ میں ہے کہ تضع الحرب اوزارھا وتسلب قریش ملکھا (لڑائی موقوف کردی جائیگی اور قریش مسلوب الملک ہو جاوینگے) پڑھی جائے تو ظاہر ہوجائیگا کہ مسیح ابن مریم کے نزول کے وقت کوئی قریشی مہدی موجود نہ ہوگا کیونکہ اسوقت تو قریش سے یہ ملک چھین

سلہ ابن عمر سے روایت ہے کہ المھدی من یھدی ویصلح بہ الناس۔ مہدی وہ ہے جس سے لوگ ہدایت پائیں اور اصلاح پکڑیں۔

سلہ اور یہ جو مشہور ہے کہ مسیح کے ساتھ مہدی نماز پڑھیگا اور پھر اس سے استدلال کرتے ہیں کہ مہدی الگ شخص ہے یہ غلط ہے کیونکہ اس روایت میں یہ نہیں کہ وہ مہدی ہوگا بلکہ امیر کا لفظ ہے وہ حدیث یہ ہے وعن جابر قال قال رسول اللہ صلعم لا تزال طائفۃ من امتی علی الحق ظاہرین الی یوم القیامۃ قال فینزل عیسی ابن مریم فیقول امیرھم تعال صل لنا فیقول لا ان بعضکم علی بعض امراء تکرمۃ ھذہ الامۃ۔ رواہ مسلم (مشکوۃ) میری امت میں سے ایک گروہ حق کی امداد کرتا رہیگا یہانتک کہ عیسیٰ ابن مریم اتریگا پس ان مسلمانوں کا امیر کہیگا آ۔ ہمیں نماز پڑھاؤ تو وہ کہیگا بعض تم میں سے بعض پر امیر ہیں اور یہ اس امت کے اکرام کا اظہار ہے کہ وہ اپنے امام کے

لیا جائیگا اور انکی امامت کا زمانہ ختم ہوچکا ہوگا اور الائمۃ من قریش سُننے والا ہے پہلے اسبات کا جواب دو کہ امام ابو حنیفہ جن کی امامت کے تم اس شدومد سے قائل ہو کہ بعض اوقات قول النبی پر انکے اقوال کو ترجیح دے لیتے ہو بلکہ مینے تجربہ سے آزمایا کہ ہزار بار کہیں کہ قرآن مجید فرماتا ہے تو کسی پر اثر نہیں ہوتا اور نہ اعتبار آتا ہے لیکن اگر کہدیں کہ امام اعظم نے یوں کہا تو سب تسلیم کر لیتے ہیں کیا وہ قریشی تھے ہرگز نہیں تو پھر انکی امامت کے کیونکر قائل ہو پھر سنو کہ الائمہ جمع قلت ہے جو منافی ہے ال استغراقی کے پس اس سے کل امام مراد نہیں پھر پڑہو وہ حدیث جس میں ان ھذا الامر فی قریش (یہ بات قریش میں رہیگی) کے ساتھ ما اقاموا الدین کی شرط لگی ہوئی ہے یعنی جب تک دین کو قائم رکھتے اب جیسی انکی حالت ہے سب کو معلوم ہے پس دین کو قائم نہیں رکھا چنانچہ اسکا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ ان میں کوئی وہ نشان (از قسم وحی و الہام و معجزات نہیں رکھتا تو امامت بھی نہیں ہے نیز ہذا الامر سے مراد اگر سلطنت ہے تو واقعات کے خلاف ہے کہ کوئی قریش سلطان نہیں پایا جاتا اور نہ ہر زمانے میں موجود رہا ہے اور نہ یہ لوگوں کے اختیار میں ہے کہ فرمایا توتی الملک من تشاء وتنزع الملک ممن تشاء (جسے چاہتا ہے سلطنت دیتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے) اور اگر مراد روحانی امامت رکھیں اور مراد یہ ہو کہ قریشی امام بنا لیا جائے تو یہ بھی غلط ہے کیونکہ ایسے امور میں مخلوق کو کچھ اختیار نہیں (جسے لوگوں کا انتخاب اس بارے میں ... ہوتا ہے کیونکہ اللہ اعلم حیث یجعل الرسالۃ (انعام ۱۵۶) وارد نزل ہوچکا ہے کہ اللہ ہی کو خوب علم ہے کہ کس جگہ رسالت رکھے اور پھر فرمایا ربی اعلم من جاء بالھدی (میرا اللہ ہی کو خوب علم ہے کہ کون ہدایت سے مشرف ہے) پس خلقت کو کوئی حق حاصل نہیں کہ کسی کو اپنے صلاح و مشورہ سے مامور و امام مقرر کر لیں اور اگر یہ پیشگوئی ہے تو بھی غلط ہے کہ اسوقت کوئی قریشی مدعی امامت نہیں اگر ہے تو وہ غار سے نکلے اور ہمارے امام کے مقابلہ میں اپنا دعوے پیش کرے نیز اسکا یہ جواب ہے کہ یہ حدیث ایسی ہے جیسے فرمایا عن ابی ھریرۃ الملک فی قریش والقضاء فی الانصار والاذان فی الحبشۃ (مشکوۃ) ملک قریش میں قضاء انصار میں اور اذان حبشہ میں۔ مگر کیا آج تک اسپر عمل ہوتا ہے کیا ہماری مسجدوں میں موذن حبشی ہی ہیں اور کیا قضاء انصار میں ہی ہے اور اذان حبشیوں ہی میں۔ پس جیسے یہ اوائل زمانہ سے متعلق ہے ایسے ہی الائمہ من قریش بھی اوائل ایام سے متعلق ہے اور تلک الایام نداولھا بین الناس کے زیر اثر پھر وہ حدیث بھی زیر نظر ہے جس میں آیا ہے کہ قریش سے بارہ امام ہونگے جو ہوچکے پس یہ امام قریش سے نہیں ہونا چاہیے خصوصاً اسلئے کہ مسیح بھی کامل طور سے بنی اسرائیل سے نہ تھا۔ پھر حضرت مرزا صاحب اہل فارس سے ہیں تو مشہور ہیں جیسا کہ حضور علیہ السلام نے اپنی سوانحعمری میں رقم فرمایا ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد سمرقند نواح فارس کی طرف سے آئے تھے اور اس لحاظ سے آپ اس پیشگوئی کے مصداق ہیں جو صحابہ نے و آخرین منھم لما یلحقوا بھم کے بارے میں پوچھی تھی قال وفینا سلمان الفارسی ابو ہریرہ رض فرماتے ہیں کہ ہم میں اسوقت سلمان فارسی تھے فوضع النبی صلے اللہ علیہ وسلم یدہ علی سلمان ثم قال لو کان الایمان عند الثریا لنالہ رجال من ھولاء تو نبی صلعم نے اپنا دست مبارک سلمان پر رکھا پھر فرمایا اگر ایمان ثریا پر بھی ہو تو ان فارس والوں سے کچھ لوگ خصوصاً

بقیہ حاشیہ ... تمہارے امام ہو سکتے ہیں امیر مسلمانان سے آپ کو دھوکہ نہ لگے کہ حدیث میں آیا ہے عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ قال اذا کان ثلثۃ فی سفر فلیومروا احدھم (رواہ ابو داؤد) ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں فرمایا رسول صلعم نے جب تین سفر میں ہوں تو ایک کو امیر بنا لیا جاوے تو گویا جب تین میں بھی امیر ہو سکتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تین لاکھ آدمیوں کا پیشوا امیر نہ ہو سکے ۱۲

رجل من هٰؤلاء عظیم الشان مراد ان ہی سے ہے آئیگا (متفق علیہ) ثریا پر علم کا چلا جانا کوئی خیالی بات نہیں اگر چلا جاوے تو لے آئیگا نہیں بلکہ واقعی اس زمانے میں گیا ہوگا اور وہ لے آئیگا کیونکہ زبانی جمع خرچ تو ہر ایک کر سکتا ہے پس اس رجل من ابناء الفارس کے ظہور کا زمانہ بھی فرمادیا کہ جب علم قرآن و ایمان کا رفع ہو جائیگا اور اس سے یہ مراد نہیں کہ قرآن بجسدہ آسمان پر چڑھایا جائیگا جو کچھ رفع قرآن سے مقصود ہے اسکے لئے یہ حدیث پڑھے کیف یرتفع العلم قیل یا رسول اللّٰہ کیف یرفع العلم وھٰذا القرآن بین اظھرنا (علم کسطرح اٹھایا جائیگا پوچھا گیا یا رسول اللہ علم کا رفع کیونکر ہوگا حالانکہ یہ قرآن ہم میں موجود ہے فرمایا تیری ماں تجھ پیٹے تو نہیں جانتا) وھٰذہ الیھود والنصارٰی بین اظھرھم المصاحف لم یصبحوا یتعلقون بالحرف مما جاءت بہ انبیاءھم الا ان ذھاب العلم ان یذھب حملتہ ثلاث مرات (رواہ احمد) (یہ یہود و نصاریٰ باوجودیکہ صحیفے ان میں موجود ہیں مگر جو تعلیم انبیاء لائے اس سے ذرا بھی سر نہیں پس علم کے جانے سے مراد یہ ہے کہ عمل کرنے والے نہ رہینگے) پھر انہی اہل فارس کی نسبت فرمایا اعظم الناس نصیبا فی الاسلام اھل فارس (رواہ الحاکم) (اسلام میں سب سے بڑا حصہ اہل فارس کا ہے) اب یہ بڑا نصیب اسی صورت میں ہو سکتا ہے جبکہ مسیح موعود اہل فارس سے ہو کیونکہ اہل فارس اسحٰق کی اولاد سے ہیں بموجب حدیث اہل فارس ھم ولد اسحٰق (رواہ الحاکم) (اہل فارس اسحٰق کی اولاد سے ہیں اور اسحٰق سے وعدہ ہے کہ انکی اولاد میں بھی نبوت کو قائم کریگا) پس اگر ایک رسول فی الامیین یعنی اولاد اسمٰعیل سے ہے تو ضروری ہے کہ اسلام میں ہی رسول کا مظہر اتم اولاد اسحٰق سے ہو پس ایسے اہل فارس کی نسبت ہو کہ فرمایا فارس عصبتنا اھل البیت (رواہ الحاکم) سلمان منا اھل البیت (رواہ الطبرانی) اور من اسلم من فارس فھو من قریش جو فارس سے مسلمان ہو وہ قریش سے ہے) اسے یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا کہ حضرت مرزا صاحب مہدی ہیں اور وہ قریش سے ہیں بھی اور نہیں بھی ایسا نزل ابن مریم فیکم وامامکم منکم کی تفسیر ہوئی۔

اور اس بات کے مزید ثبوت کے لئے کہ مسیح و مہدی ایک ہی ہیں یہ روایات بھی ہیں اول تو پیداوار کی ارزانی اور انعامات باری کا ذکر ہے کہ بروایت ابوہریرہ طوبیٰ لعیش بعد المسیح یؤذن للسماء فی القطر ویؤذن للارض فی النبات (کہ آسمان کو بارش اور زمین کو روئیدگی کا حکم کیا جائیگا) اور عدل و داد کی نسبت فرمایا یمر الرجل علی الاسد فلا یضرہ ویطأ علی الحیۃ فلا تضرہ (آدمی شیر پر گذریگا وہ اسے ضرر نہ دیگا اور سانپ پر پاؤں پڑے تو اسے نہ کاٹیگا یہ ایک محاورہ ہے اظہار عدالت کا اور امن کا جیسا کہ کہتے ہیں کہ شیر بکری ایک گھاٹ پانی پیتے ہیں۔ مہدی کی نسبت بھی یہی روایت آئی ہے جس سے معلوم ہو کہ مسیح و مہدی ایک ہی شخص کے دو مختلف نام ہیں (ابو سعید خدری) لہ القطر من السماء وتخرج الارض برکتھا وتملاء الارض قسطا وعدلا (آسمان سے بارش زمین سے برکتیں نیز زمین عدل و انصاف سے بھر جائیگی)

یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ پھر اس موجودہ مسیح و مہدی کے وقت میں کیوں یہ حالت نہیں تو انکو واضح ہو کہ امن و عدل کا تو وہی حال ہے جو ان احادیث میں ہے اور یہ انعامات کے متعلق سنئے کہ جب لوگ امام الوقت کو مان لینگے تو پھر برکات کے دروازے کھل جائینگے اور یہ زمانہ بھی ضرور آئیگا اور ابھی تک اس مسیح کا دور برابر ہے آپ جلدی کیوں کرتے ہو کیا ایک ہی وقت میں مختلف و متضاد باتیں ظاہر ہو جائیں جیسے مہدی کے لئے فراخ سالی کا مذکور ہے اسی کے لئے سخت قحط کی بھی پیشگوئی ہے پس اپنے اپنے وقت پر سب باتیں

پوری دنیا میں جنگ زدہ دونوں کی مدت بھی احادیث میں ایک بیان ہوئی ہے مسیح کے بارے میں ہے فیمکث اربعین سنۃ ثم یتوفی ویصلی علیہ المسلمون (رواہ الحاکم) (۴۰ سال رہے گا پھر وفات پائیگا اور مسلمان اسپر نماز جنازہ پڑھینگے۔ اس آخری فرمان میں یہ اشارہ ہے کہ اسپر جنازہ نہ پڑھنے کے قائل مسلمان ہی نہیں) اور مہدی کے بارے میں یلی المھدی امر الناس . . .

. . . اربعین سنۃ (رواہ نعیم) مہدی لوگوں کے معاملہ کا ۴۰ سال والی رہیگا) (۳) دونوں جنگ کو موقوف کرینگے فیکسر الصلیب ویقتل الخنزیر ویضع الحرب (رواہ بخاری) اور مہدی کے بارے میں ہے گویند بیاید کہ نام را و ریز د خون را (ابن حجر) ذکر مہدی (۴) دونوں کی نسبت لکھا ہے کہ عددی لوٹینگے چنانچہ حدیث میں ہے ویھلک اللہ فی زمانہ الملل کلھا الا الاسلام (اللہ تعالے اسکے زمانہ میں کل مذہبوں کو ہلاک کردیگا مگر اسلام کو) اور لیظھرہ علی الدین کلہ کہ مسیح موعود کے ہاتھ پر اس قرآنی پیشگوئی نے پورا ہونا اس حدیث میں ایک نکتہ ہے کہ مذہبوں کا ہلاک ہونا لکھا ہے یہ کہ اہل ملل کا اسمیں اشارہ ہے کہ جنگ نہ ہوگا بلکہ براہین و حجج سے مذہب ہلاک ہونگے (۵) حلیہ بھی ایک ہے کہ لکھا ہے کہ مسیح موعود کی نسبت آیا ہے رجل آدم (وہ آدمی گندم گون ہے) رواہ مسلم عن ابن عمر اور مہدی کی نسبت بھی ہے آدم ضرب من الرجال (گندم گون جیسے اس ملک کے آدمی ہیں) عن علی رواہ نعیم (۶) دونو کے لئے دو زرد چادروں کا ذکر ہے مہدی کی نسبت ہے علیہ عباء تان قطوانیتان (روشن چادریں) رواہ ابو نعیم) اور مسیح کی نسبت ہے بین مھرودتین (رواہ الترمذی) انکی نسبت بھی یہ کہنا کہ زرد چادروں سے مراد اگر یہی چادریں ہوں تو یہ کوئی ایسی بات نہیں جو مابہ الامتیاز صادق وکاذب میں ٹھہر سکے کیونکہ ہر ایک شخص دو چادریں اس رنگ کی لانے پر قادر ہے۔ پس واضح ہو کہ اسکے یہ معنی ہیں کہ دو بیماریاں ساتھ لاحق ہونگی ایک سر میں جیسے دوار ہمارے حضرت کو اور ایک نچلے حصہ میں جیسے کثرت بول اور یہ ایسی نشانیاں ہیں کہ کوئی کاذب اپنے میں پیدا نہیں کرسکتا میرے خیال میں صرف اسی روایت کا صادق آنا آپکے صدق کی دلیل کافی ہے (۷) مسیح کے لئے ہے امامکم منکم (کہ وہ امام تم ہی میں سے ہوگا) رواہ البیہقی اور مہدی کے لئے بھی ہے یخرج رجل من امتی (ابو داود) ابشرکم بالمھدی یبعث فی امتی علی اختلاف من الناس (لوگوں کے اختلاف کے وقت میری امت میں سے مبعوث ہوگا) (۸) انکی نزول کا مکان بھی ایک ہی ہے کہ یطلع الرایات السود من قبل المشرق × × × فاذا رایتموہ فبایعوہ ولو حبوا علی الثلج فانہ خلیفۃ اللہ المھدی (رواہ ابن ماجہ) یہ حدیث بینے مشرق کے لئے لکھی ہے تاکہ آپ مسیح کی اس روایت سے مقابلہ کریں جس میں آیا ہے ینزل عیسے بن مریم عند المنارۃ البیضاء شرقی دمشق (کہ مسیح دمشق کے مشرق کی طرف ایک نورانی مقام پر اتریگا۔ واضح ہو کہ قادیان دمشق سے مشرق کی طرف ہے نیز یہ کشف میں دیکھا گیا ہے پس دمشق میں ویل و تعبیر کیجا سکتی ہے خصوصاً دوسری روایتوں کے تطابق سے جیسا کہ حضرت نبی کریم نے کھجوروں والا مقام دیکھا تو وہ بجائے یمامہ کے مدینہ نکلا اور ایسا خوابوں میں کبھی ہوتا ہے کہ شہر دکھایا کوئی اور جاتا ہے اور مراد کچھ اور ہوتی ہے ہمارے امام نے لکھا ہے کہ جہاں یزیدی الطبع لوگ بستے ہیں دمشق

ملہ اسی حدیث میں ہے کا یحل لکافر یجد ریح نفسہ الا مات جو اسکے دم کو پائیگا مرجائیگا مسیح کوئی پھنیر سانپ نہیں کہ سانس میں زہر ملی ہلاکت خیز ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اسکا کلام ایسا ہوگا کہ مخالف لاجواب ہوکر دم بخود رہجائیگا ۱۲

کا بھی یہی حال ہے) مگر اس میں اور بھی کئی اسرار ہیں۔ ایک تو دایات من اسود کہ سیاہ نیز وں سے مراد قلم ہی گویا اس بات کی طرف اشارہ ہی کہ وہ قلم سے اظہار الدین کریگا دوم یہ کہ بیعت مہدی کی فرض ہی جیسا کہ مابعوہ کے امر (جو وجوب کے لئے ہوتا ہے) سے ظاہر ہے۔ تیسرا یہ کہ خواہ کسقدر ابتلاء پیش آئے اور سختیاں جھیلنی پڑیں بیعت کرو مطلب یہ کہ ایسی مشکلات پیش آئے گی مگر تم کچھ خیال نہ کریں۔ چوتھا یہ کہ مہدی خلیفۃ اللہ ہے اور خلیفۃ اللہ و رسول اللہ و نبی اللہ کے ایک ہی معنے ہیں۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ وہ وقت قریب ہے یا نہیں جس میں مسیح و مہدی کا ظہور متوقع میں آنا لکھا تھا یہ اسلئے تا آپکو معلوم ہو کہ دعوی عین وقت پر کیا گیا ہی اور ضرورت حقہ کے وقت دعوی کرنا ہی اس امور کی صداقت کا سب سے بڑا بھاری نشان ہے جیسا کہ نبی کریم صلعم کے بارے میں فرمایا وبالحق انزلنہ وبالحق نزل $\frac{\text{بنی اسرائیل}}{۱۲۶}$ ۱۵ (ضرورت حقہ کے ساتھ ہمنے اتارا ضرورت حقہ کے ساتھ ہی اترا)

اسوقت بھی ہمارے ظاہری باطنی پیشوا یعنی علما و صوفیا کی جو حالت ہے محتاج بیان نہیں کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيهِم $\frac{\text{روم}}{۳}$ ۱۱ (کہ علم والے بھی بگڑ گئے اور بے علم بھی اپنے کرتوتوں کے سبب) کا نقشہ پیش نظر ہے پس ایسے وقت میں اس قانون کا بموجب عملدرآمد ہوتا ہے جو اس آیت میں کو سے فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ فَاسِقُونَ ۔ اعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يُحْيِي الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ $\frac{\text{الحدید}}{۲}$ ۲۷ (پس ان پر بہت سی مدت گزر گئی انکے دل سخت ہوگئے اور بہت سے ان میں فاسق ہوگئے پس جب یہ حالت ہو جائے) تو ضرور اللہ تعالے زمین کو آسمانی پانی یعنی وحی کے نزول سے زندہ کیا کرتا ہے اور ہم یہ آیت کھلے کھلے بیان کرتے تاکہ تم عقل سے کام لو (اور جب کبھی زمانے کی یہ حالت ہو تو ضرور یقین کرلو کہ کوئی مامور آچکا ہی اب ہم دیکھتے ہیں کہ قرب قیامت کے وہ نشان جو قرآنی آیات و احادیث میں درکائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات ہیں درج ہیں پورے ہوئے ہیں یا نہیں؟

علامات قرب قیامت ۱۔ اذا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ جب سورج کے نور کی چادر کو لپیٹا جائے۔ شمس سے مراد نبی اور اسکی تعلیم ہی مراد یہ کہ اس سے استفاضہ یعنی کا کسی کو شوق نہ رہے یہ بھی ٹھیک ہے کہ قیامت کے دن سورج لپیٹا جائیگا۔ مگر ہر آیت کا ظہر و بطن ہی اور قیامت کے ہر واقعہ کا نمونہ پہلے بھی دکھایا جاتا ہے اور یہ آیتیں خود گواہ ہیں کہ یہ سب واقعات قیامت کی اقامت سے پہلے ہونگے چنانچہ لکھا ہے

۲۔ وَاِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ ستارے گدلے ہو جائیں ستارے کیا ہیں؟ اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ (میرے صحابی مثل ستاروں کے ہیں۔ گویا علماء کا حال بتایا ہے کہ اسوقت انکی حالت مکدر ہو جائیگی۔

۳۔ وَاِذَا الْجِبَالُ سُيِّرَتْ [لہ] جب پہاڑ چلائے جائینگے وہ تم دیکھ ہی رہے ہو کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ پہاڑوں کے پہاڑ اٹھا کر لے جاتے ہیں اور پھر سرنگیں بے نیم انبوہ دیا گیا اور ان میں سے سڑکیں نکال کر ریلیں چلائیں گیں کیا اس سے پہلے بھی۔ کبھی کسی نے یہ سنا تھا۔

۴۔ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (جب دس دس مہینہ کی گابھن اونٹنیاں بیکار چھوڑی جائیں) عشار سے ظاہر ہے کہ یہ واقعہ قبل روز قیامت کا ہے ورنہ اس دن تضع کل ذات حمل حملها (ہر حاملہ اپنا حمل گرا دیگی) کے مطابق کارروائی ہونی ہے اسکی تشریح میں جناب

لہ وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ سے بھی یہی مراد ہے ۱۲

رسالتمآب فرماتے ہیں وَلَتُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا (رواہ مسلم عن ابی ہریرہ) یعنی اونٹ چھوڑ دیے جائینگے اور ان پر بار برداری نہ ہوگی سو یہ پیشگوئی ریل گاڑی کے ذریعے پوری ہوگئی اب تو اونٹوں کے گھر یعنے عرب و حجاز میں بھی ریل جاری ہے اے مسلمانو کیا اب بھی اس پیشگوئی کے پورے ہونے میں کچھ شک رہ گیا ہے۔

۵۔ وَاِذَا الْوُحُوْشُ حُشِرَتْ جب وحشی یعنی کمینہ لوگ اٹھائے جائیں بلند مرتبہ ہوجائیں یہ بھی ان آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ شریف آجکل مارے مارے پھرتے ہیں اور کمینے برسر روزگار ہیں جیسے کہ قرب قیامت کی نشانیوں میں سے مشکوٰۃ کی حدیث اس بات کو بتلاتی ہے کہ واذا رأیت الحفاۃ العراۃ الصم البکم ملوک الارض (جب ننگے پاؤں والے زمین کے امیر ہوئے)

نیز وحشی جانوروں کے جمع کرنے کا انتظام مراد ہے جیسے کہ آجکل چڑیا خانوں کے ذریعے یہ انتظام بوجہ احسن ہو رہا ہے نیز وحشی آدمیوں سے میل جول جیسے کہ افریقہ وغیرہ کے ننگے پھرنے والے لوگوں کو اعلیٰ بنایا جارہا ہے

۶۔ وَاِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ (جبکہ دریا خشک کئے جائیں) اسکے ثبوت کے لئے میں آپ ہی کے مشاہدہ کو پیش کر رہا ہوں کہ کسطرح بڑے بڑے دریاؤں سے نہریں نکال کر انکو پایاب بنادیا گیا ہے آپ دریائے چناب کو دیکھیں کہ کتنا عظیم اور خوفناک تھا اب ہمارے پاس گاؤں کے قریب دیکھو بعض وقت بالکل پایاب ہوتا ہے وَاِذَا الْبِحَارُ فُجِّرَتْ (دریاؤں کو چیر کر بہا دیا جائے)

۷۔ وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (جب نفوس یعنی آدمیوں کو ملا دیا جائے) یعنی ایسا انتظام ہوجائے کہ سب آدمی کنبہ واحد کے حکم میں ہوجائیں جو ڈاک تار کے ذریعے پورا ہوگیا ہے امریکہ۔ فرانس یورپ سے برابر ہم لوگوں کی خط و کتابت ہو رہی ہے ہم فوٹوگراف کے ذریعے وہاں کی عمارتوں اور لوگوں کے فوٹو بھی دیکھ رہے ہیں اور فونوگراف کے ذریعے انکی آوازیں اور متحرک تصویروں کے ذریعے انکے حرکات و سکنات تک دیکھ رہے ہیں پس اس سے زیادہ نفوس زوجت کا مصداق کیا ہوسکتا ہے۔

۸۔ وَاِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ (جب زندہ درگور لڑکی کے بارے میں پوچھا جائے کہ کس گناہ میں قتل کی گئی) یہ بھی قیامت سے پہلے کا مذکور ہے کیونکہ اسدن کسی گنہگار سے اسکے گناہ کا استفسار نہ ہوگا فیومئذ لا یُسْئَلُ عَنْ ذَنْبِہٖ اِنْسٌ وَّلَا جَآنٌّ (الرحمٰن ع ۲) بلکہ یہ قانون انسداد دختر کشی کی طرف اشارہ ہے جو گورنمنٹ انگلشیہ کے عہد میں رائج ہوا۔

۹۔ وَاِذَا السَّمَآءُ کُشِطَتْ جب آسمان کی کھال اتاری جائے یعنی آسمانی اجرام کی ایسی تحقیق ہو کہ گویا ان کی کھال اتاری جائے گی چنانچہ اس میں کچھ شک نہیں کہ آجکل دوربین وغیرہ سے جسقدر ستارے چاند و آفتاب دریافت ہوئے ہیں کبھی نہیں ہوئے تھے اور ان کے حالات حتیٰ کہ انکے فوٹو اتار کر انکی ہیئت دریافت کرلی ہے کہ ان ان چیزوں سے مرکب ہیں۔

۱۰۔ وَاِذَا الْجَحِیْمُ سُعِّرَتْ میں انکو آتشبازی کا کمال ٹھہراؤنگا جسکا نمونہ بڑے بڑے امیروں کی تقریبوں پر ظاہر ہو رہا ہے توپوں اور بندوقوں کی غیر معمولی آتش فشانی بھی اسی کی گواہ ہے اور معاصی و فسق کی گرم بازاری بھی جہنم کی بھڑکایا جانیکا ثبوت ہے۔

اِذَا الْجَنَّۃُ اُزْلِفَتْ۔ بہشت قریب کی جائے اس زمانے میں ایسا مبارک پر انوار وجود ہوگا کہ اسکی تعلیم کے ذریعے لوگ بہشتی انعامات کا مزہ چکھینگے چنانچہ چکھ رہے ہیں چہ داند بوزنہ لذات ادرک پس انکا انکار اسکے عدم کا مستلزم نہیں۔

۱۱۔ اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا جب زمین خوب ہلائی جائے گی اور زمین اپنے خزانے نکال دے یہ بھی قرب قیامت کا ذکر ہے اور ہم زلزلے سے یہ سب نظارہ دیکھ رہے ہیں اور معدنی ترقیات بھی انتہائی درجہ تک پہنچ چکی ہیں جسکا ثبوت دینے کی حاجت نہیں سب آدمی تعجب و حیرت کے لہجہ میں کہہ رہے ہیں کیا سے کیا ہوگیا یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا کا وقت بھی قریب آگیا کہ ایسے ایسے آلات لگ گئے ہیں جن کے ذریعہ زمین سے خود معلوم ہو جاتا ہے کہ اس نے کیا کیا ہے ؟

اسکے علاوہ کئی نشان احادیث میں آئے ہیں جن میں سے بعض کا ذکر مختلف مقامات میں ہو چکا مثلاً سورج و چاند گرہن ماہ رمضان میں طاعون زلزلہ ستارہ وغیرہ ذلک اب کچھ اور بیان ہوتے ہیں۔

خروج دجّال | پہلے آپکو یہ دیکھنا چاہیئے کہ دجال کے بارے میں جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطلاع دی تو یہ کشفی و خوابی معاملہ تھا یا کچھ اور اگر کشفی ہے تو قابل تاویل بطور استعارہ ہے یا نہیں سو سنیئے!

وعن عبد اللّٰہ ابن عمر ان رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ علیہ وسلم قَالَ اَرَانِیْ اللَّیْلَۃَ عند الکعبۃ فرأیت رَجُلًا (دیکھا میں نے اپنے تئیں رات کے وقت کعبہ کے نزدیک خواب یا کشف میں دیکھا اس سے آگے مسیح موعود کا حلیہ بیان کیا ہے اور آگے مسیح الدجال کا حلیہ جو ان الفاظ پر ختم ہوتا ہے کہ یَطُوْفُ بِالْبَیْتِ فَسَاَلْتُ مَنْ هٰذَا فَقَالُوْا هٰذَا الْمَسِیْحُ الدَّجَّالُ (کہ وہ بھی خانہ کعبہ کے گرد طواف کر رہا ہے میں نے پوچھا کون ہے تو جواب ملا مسیح الدجال (مشکوٰۃ متفق علیہ) اب اگر اس حدیث کو ظاہری الفاظ پر حمل کیا جائے تو ماننا پڑیگا کہ مسیح دجال بھی راہ راست پر ہے کہ مسیح ابن مریم کی طرح طواف کر رہا ہے مگر علماء نے بالاتفاق کہا ہے کہ دجال مکہ و مدینہ میں داخل نہیں پائیگا دیکھو حدیث اِنَّهٗ قَرْیَةٌ اِلَّا هَبَطَهَا غیر مکہ و طیبہ فانہما محرمتان علی کلنا هما میں ہر گاؤں میں اترونگا جیسے کہ آجکل فتنہ رفتہ عبادت گے قائمقام کرتے جاتے ہیں مکہ مدینہ میں نہیں وہ دونو مجھ پر حرام ہیں انکی ہر دروازہ پر ایک فرشتہ ہوگا پہرہ دے رہا تو دوسوتے ہوئے پڑھنے سے روکے (رواہ مسلم دیکھو مشکوٰۃ) اور طواف سے مراد اسکا اپنے کام کے گرد پھرنا ہے پس یہ حدیث جو ایک خواب یا کشف کا بیان ہے[1] یا تمام ظاہر پر حمل نہ کرنے کے ہمارے پاس بہت سے ثبوت ہیں جیسے حدیث عن عائشہ ان النبی صلعم قال لها اریتک فی المنام مرتین (میں نے تجھے دو دفعہ خواب میں دیکھا ریشم کے ٹکڑے میں یقول هٰذه امرأتک (کوئی کہتا ہے یہ تیری عورت ہے) میں نے اسکو کھولا تو دیکھا تو وہی تھی فاقول ان یک هٰذا من عند اللّٰہ یمضہ (میں نے کہا اگر اسکی یہی تعبیر ہو تو ایسا ہی ہوگا) اس سے ثابت ہوا کہ ضروری نہیں کہ جو کچھ خواب یا کشف (کہ وہ خواب کا ایک اعلیٰ درجہ ہے) میں دیکھا جائے بعینہٖ وہی نکلے ایسا ہی حدیث رأیت فی المنام انی اهاجر من مکۃ الی الارض بها نخل (یہ ابو موسیٰ سے مروی ہے) فذهب وهلی الی انها الیمامۃ او هجر فاذا هی المدینۃ۔ مکہ سے کھجوروں والی زمین کی طرف ہجرت کرتا ہوں میں سمجھا یمامہ یا ہجر ہے مگر نکلا مدینہ) یہ تو خوابوں کا ذکر ہے۔

قرآن شریف میں مجاز | ہم تو کہتے ہیں کہ قرآن شریف کی بعض آیات جو ایسی صاف وحی کے سرچشمہ سے ہے کہ اس سے بڑھکر ممکن نہیں

---

[1] ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ آنحضرت صلعم نے دجال کو خواب یا کشف میں دیکھا وہ ایک مثالی عالم ہے اسلئے اسکا حلیہ بیان فرماتے ہوئے کانی لا دیکھو دشمنی فرمایا یعنی گویا کہ تاکہ اس بات پر دلالت کرے کہ حقیقی رویت نہیں بلکہ تعبیر طلب ہے ۱۲

ظاہر پر حمل نہیں لیجا سکتیں چنانچہ دیکھو آیت (۱) فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ کہ یہ امراض قلبی مشہود ہیں الاطباء سے کوئی غرض نہیں ایسا ہی اشتروا الضلالۃ بالھدیٰ ہدایت کے بدلے گمراہی کو خرید لیا کوئی ظاہری بیع و شرا نہیں (۳) صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ (بہرے گونگے اندھے) اسکا اطلاق بھی بنظر ظاہری صحیح نہیں کہ وہ چنگے بھلے تھے (۴) كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ اے قصاص کوئی مسلمانوں کے جسموں پر قلم دوات سے نہیں لکھا گیا (۵) نِسَاؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ (عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں) کیا یہی کھیتی مراد ہو سکتی ہے جس میں کاشت کیجاتی ہے (۶) كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ اس سے لوگوں کا ایسا نکلنا مراد نہیں جیسا دجال کے خروج سے مراد لیجاتی ہے کہ وہ کسی جزیرہ میں قید ہے (۷) عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ غصہ سے انگلیاں کاٹتے تھے تو کیا سچ مچ ہر ایک ان میں سے انگلیاں کاٹتا تھا اور پھر لے سکے جو۔ میں مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ میں حقیقی موت مراد ہے ہرگز نہیں (۸) مَن كَانَ فِي هَٰذِهِ أَعْمَىٰ (جو یہاں اندھا وہاں (یعنے آخرت میں قیامت کے دن بھی) اندھا) کیا اس آیت میں بھی ظاہری بینائی مطلب ہے (۹) إِنَّا جَعَلْنَا فِي أَعْنَاقِهِمْ أَغْلَالًا فَهِيَ إِلَى الْأَذْقَانِ ہم نے انکی گردنوں میں طوق بنائے جو ٹھوڑیوں تک پہنچ گئے) پھر فرمایا جَعَلْنَا مِن بَيْنِ أَيْدِيهِمْ سَدًّا وَمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ (انکے آگے اور پیچھے دیوار بنادی اور اوپر سے پردہ ڈالدیا وہ دیکھ نہیں سکتے) اب کیا سچ مچ کفار کے آگے پیچھے دیوار چنی ہوتی اور وہ آنکھوں سے دیکھ نہ سکتے تھے پھر فرمایا سَنَسِمُهُ عَلَى الْخُرْطُومِ (ہم اسکے سونڈ کو نشان دینگے) تو کیا اس بات کا کوئی ثبوت ہے کہ اسکے سونڈ والا کافر رسول اکرم کے زمانہ میں ہوتا تھا وَوَضَعْنَا عَنكَ وِزْرَكَ الَّذِي أَنقَضَ ظَهْرَكَ (یعنے تجھ سے وہ بوجھ اتارا جس نے تیری پیٹھ توڑ دی تہی) کیا سچ مچ آپ پر کوئی بوجھ لادا گیا تھا جس سے پشت مبارک خمیدہ ہو گئی تھی کَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ (ان کے دلوں پر ایمان لکھا) کیا قلم دوات سے عمل جراحی کر کے دیکھے انکے دلوں پر "ایمان" لکھا ہوا ہے اگر نہیں تو دجال کے ماتھے پر ک ف ر لکھنے کے بھی ایسے ہی معنے ہونگے پھر پڑھو وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ (اپنے ہاتھ کو گردن سے بندھا ہوا نہ رکھو) کیا وہ لوگ ہاتھ باندھ دیا کرتے تھے؟

اسقدر آیتوں کو دیکھکر اگر آپ لوگ ہمپر تاویلیں کر نیکا الزام دیں تو افسوس آپ صاحبان کی جہانت داری پر کہ خود قرآن مجید کی بیشمار آیتوں کے بارے میں ایسا کرنے سو قطع نظر اس کے کہ تاویل محل مدح میں وارد ہوا ہے اور کمالات نبوت سے ٹھہرایا ہے وَلِنُعَلِّمَهُ مِن تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ (اور ہم اسے باتوں کی تاویل سکھائیں یوسف) (۲) ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا الکہف (یہ تاویل ہے اسکی جس پر تو صبر نہ کر سکا قول موسیٰ)

دجال کی حقیقت آنحضرت صلعم و صحابہ کرام پر کیسی منکشف ہوئی

اسکے بعد یہ دیکھئے کہ کیا نبی کریم صلعم اور صحابہ عظام پر دجال کی حقیقت کلی طور سے کھل گئی تہی اور کیا انہوں نے ان الفاظ کو ظاہر پر حمل کیا اور ان کو اس بارے میں کچھ شک و تردد نہ رہا تھا ان سوالوں کے جواب سے پہلے آپ مفصلہ ذیل احادیث پڑھ لیں (عن محمد ابن المنکدر قال رأیت جابر بن عبد اللہ یحلف باللہ ان ابن الصیاد الدجال قلت تحلف باللہ قال انی سمعت عمر یحلف علی ذلک عند النبی صلی اللہ وسلم فلم ینکرہ النبی صلعم (متفق علیہ مشکوٰۃ) محمد بن منکدر تابعی سے روایت ہے کہ میں

جابر بن عبداللہ کو قسم کھا کر کہتے ہوئے پایا کہ ابن صیاد ہی وہ دجال ہے میں نے کہا تو اللہ کی قسم کھاتا ہے اسنے کہا میں نے حضرت عمر رضہ کو اسی بات پر کہ ابن صیاد ہی دجال ہے نبی اکرم کے حضور قسم کھاتے ہوئے دیکھا اور آپ صلعم نے اسکا بالکل انکار نہیں کیا۔ یہ حدیث نہایت ہی صحیح حدیث ہے جو دو معتبر دا صح کتابوں (بخاری و مسلم) میں موجود ہے (۲) حضرت عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں واللہ ما اشک ان المسیح الدجال ابن صیاد (رواہ البیہقی وابوداؤد) بخدا مجھے اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ مسیح دجال ابن صیاد ہے۔ پھر شرح السنۃ میں ایک حدیث ہے لم یزل رسول اللہ صلعم مشفقا انہ ھو الدجال رسول اللہ صلعم کو اس بات کا خوف رہا کہ یہی ابن صیاد دجال ہے۔ اور ایک حدیث ہے عن جابر قال ان عمر قال یا رسول اللہ ائذن لی فاقتل ابن صیاد قال ان یکن ھو فلست صاحبہ یعنی عمر نے عرض کیا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابن صیاد کو قتل کروں فرمایا اگر یہ وہی دجال ہے تو تو اسکا قاتل نہیں۔ ان یکن ھو سے ظاہر ہے کہ حضور صلعم پر اسکی حقیقت ابھی تک نہ کھلی تھی (رواہ احمد) پھر مسلم میں ہے بروایت ابن مسعود کہ عمر نے اجازت مانگی تو فرمایا دعہ فان یکن الذی تخاف فلن تستطیع قتلہ اگر وہی جس سے ہم ڈرتے ہیں تو تو اسکے قتل کی استطاعت نہ رکھیگا پھر پڑھو یہ حدیث عن ابی سعید الخدری۔ قال صحبت ابن صیاد الی مکۃ (کہ میں ابن صیاد کے ساتھ مکہ تک ہم سفر ہوا) اس نے کہا ما لقیت من الناس یزعمون انی الدجال (مجھے جو ملتا ہے دجال ہی یقین کرتا ہے) یہ فقرہ ظاہر کرتا ہے کہ صحابہ کا اسکے دجال ہونے پر اجماع ہو چکا تھا۔ پتہ نہیں اجماع کے لئے یہ ایک حجت ہے ابن صیاد کو دجال ماننے کی۔ گو وہ اپنے دجال نہ ہونے کی دلیل بھی دیتا رہا کہ رسول اللہ نے فرمایا کہ وہ لاولد ہوگا میں صاحب اولاد ہوں پھر فرمایا کہ وہ مکہ و مدینہ میں داخل نہ ہوگا حالانکہ میں انمیں گیا تو معلوم ہوا کہ یہ معاملہ مختلف فیہ تھا اور چونکہ دجال ایک شخص تھا اسلئے اسپر بھی گمان دجالیت ہوا جو ٹھیک ہوگا گو اخیر میں وہ مسلمان ہوگیا اور اسپر مسلمانوں نے نماز جنازہ بروایتے پڑھی جو معاملہ خاص زمانہ صحابہ میں ایسا مشتبہ تھا اسپر یہ ہمارے زمانہ کے لوگ کیوں اسقدر اصرار کرتے ہیں کہ ذرا سی تبدیلی پر کفر کے فتوے دینے کو تیار ہو جاتے ہیں۔

دجّال کی وحدت نوعی ہے۔ دجال ایک نہیں بلکہ بہت سے آدمی مراد ہیں بلکہ ایک گروہ اسکا ثبوت لیجئے اول تو اسکے معنے کتب لغت سے دیکھئے تاج العروس میں لکھا ہے۔ الدجال من الدجالۃ طائفۃ عظیمۃ یحمل المتاع للتجارۃ۔ یعنی دجال سے مراد ایک گروہ عظیم ہے جو تجارت کے لئے مال لئے پھرتا ہو یعنی اسکے سب کاروبار اور ہر طرح کی کامیابیاں تجارت پر موقوف ہوں۔ اور اقرب الموارد میں ہے الدجال۔ الرفقۃ العظیمۃ کمپنی بڑی غیاث اللغات میں اسکے معنے گروہ عظیمہ لکھے ہیں پھر دیکھو عمدۃ القاری کہ اس میں لکھا ہے الدجال علی وزن فعال۔ دجال فعال کے وزن پر ہے اور دجل سے نکلا ہے جسکے معنی کذب و تمویہ کے ہیں یعنی جھوٹ۔ اور حق کو باطل سے گڈمڈ کرنے کے ہیں یعنی دجال اس گروہ کا نام ہے جس کی پالیسی جھوٹ و فریب ہو۔ اور پھر دجال از دجل الارض بمعنی قطعہا و ضربہا۔ قال ابو العباس سمی دجالا لضربہ فی الارض وقطعہ اکثر نواحیہا (ابو العباس نے کہا ہے کہ دجال اسلئے نام رکھا گیا کہ وہ گروہ زمین میں سفر کریگا اور اکثر نواح میں پھریگا) وقال ابن درید سمی بہ لانہ یغطی الارض بالجمع الکثیر مثل دجلۃ تغطی الارض بمائہا (کہ وہ زمین کو اپنی کثیر جماعت سے اسطرح ڈھانپ لیگا جیسے

دجلہ اپنے پانی سے زمین کو ڈھانپ لیتا ہے)

یہ تو لغوی شہادت ہوئی دجال کے گروہ کثیر ہونے کی اور اس بات کی کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو تجارت کرتے گہری حکمت عملی سے کام لیتے اکثر سیر و سیاحت میں رہتے اور کمیٹیاں قائم کرتے اور دن بدن بڑھکر زمین میں پھیلتے جاتے ہیں۔ اب سنو! قرآن کریم کیا فرماتا ہے لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ (المؤمن پ ۲۴) (آسمان و زمین کی پیدائش دجال کے خلق سے بڑھکر ہے) اسکی تفسیر میں معالم التنزیل والا لکھتا ہے کہ الناس سے مراد دجال ہے کیونکہ اس سے بھی ایسے افعال ظہور میں آئینگے کہ اسپر خلق کا گمان ہو مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خدا کے خلق کے سامنے اسکی کچھ حقیقت نہیں۔ دیکھو یہاں دجال کے لئے الناس جمع کا لفظ بولا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ وہ بہت سے لوگوں کے ایک گروہ کا نام ہے۔

پھر سنو! نبی کریم فرماتے ہیں عن ھشام بن عمر قال قال رسول اللہ صلعم یقول ما بین خلق اٰدم الی قیام الساعۃ خلق اکبر فتنۃ من الدجال (رواہ احمد و مسلم) میں نے رسول اللہ صلعم کو فرماتے سنا۔ آدم کے پیدا کرنے سے قیامت کی اقامت تک کوئی مخلوق دجال سے بڑھکر فتنہ والی نہیں دوسری حدیث میں امر اکبر ہے یعنی کوئی امر اہم و خوفناک اس سے بڑھ کر نہیں پھر دیکھو عن انس) فرمایا رسول صلعم نے ما من نبی الا قد انذر امتہ الاعور الکذاب کوئی نبی نہیں جس نے اپنی امت کو اعور کذاب یعنی دجال سے نہ ڈرایا ہو (متفق علیہ) پھر ابی عبیدہ بن جراح سے بھی یہی روایت ہے انہ لم یکن نبی بعد نوح الا انذر الدجال قومہ وانی انذرکموہ (نوح کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا جس نے اپنی قوم کو دجال سے نہ ڈرایا ہو اور میں بھی ڈراتا ہوں)

جب یہ اتنا بڑا عظیم فتنہ اور دینی اعتبار سے قابل خوف گروہ تھا تو کیا وجہ ہے کہ اس سے محفوظ رہنے کی دعا ہمکو نہ سکھائی گئی ہو خصوصاً ام الادعیہ یعنی سورۃ فاتحہ میں اسکا ذکر نہ ہو میرے دوستو! ضرور ذکر ہے آؤ میں تمہیں انہی دجال کے ہم معنی لفظ ضالین بتاؤں۔ یہ ضالین جمع ہے جو اسپر دال ہے کہ دجال بہت سے گمراہ اور گمراہ کن لوگوں کا نام ہے جن سے محفوظ رہنے کی پانچوں اوقات کی نمازوں کی رکعت میں کیجاتی ہے تیسرا ثبوت قرآن مجید میں سے یہ ہے کہ فرمایا نبی کریم صلعم نے من حفظ عشر اٰیات من اول سورۃ الکھف عصم من فتنۃ الدجال (رواہ مسلم و ابو داؤد) اور مسلم کی حدیث میں ہے بروایت نواس بن سمعان کہ فمن ادرکہ منکم فلیقرء علیہ فواتح سورۃ الکھف فانھا جوارکم فتنۃ پہلی حدیث کے معنی ہیں کہ جو پہلی ۱۰ آیتیں سورۃ کہف کی یاد کرے وہ دجال کے فتنہ سے محفوظ رہیگا اور دوسری کے کہ تم میں سے جو دجال کو پالے تو اسپر سورہ کہف کی پہلی آیتیں پڑھے کہ وہ فتنہ سے امن کا موجب ہیں پھر فرمایا من قرأ العشر الاواخر من سورۃ الکھف عصم من فتنۃ الدجال (رواہ الترمذی) جو سورۃ الکھف کی پچھلی دس آیتیں پڑھے وہ فتنہ دجال سے محفوظ رہیگا (۲) و من قرء عشر اٰیات من اٰخرھا ثم خرج الدجال لم یسلط علیہ (جو دس پچھلی آیتیں پڑھے پھر دجال خروج کرے تو اسپر غلبہ نہ پا یگا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ جو آیات کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں ایک شخص واحد کا ذکر ہے یا ایک گروہ و جماعت و کثیر قوم کا ہے

اور پھر یہ کہ نہیں کیا اوصاف ہیں جن کے لحاظ سے انہیں یہ لقب دیا گیا ہے۔

سورۂ کہف کی پہلی دس آیتوں میں یہ آیت بھی ہے وینذر الذین قالوا اتخذ اللہ ولداً ما لہم بہ من علم ولا لاٰبائہم کبرت کلمۃ تخرج من افواہہم ان یقولون الا کذباً (۲) انا جعلنا ما علی الارض زینۃ لہا لنبلوہم ایہم احسن عملاً وانا لجاعلون ما علیہا صعیداً جرزاً (اور انکو عذاب سے ڈرانے کے لئے (یہ کتاب اتاری) جو کہتے ہیں اللہ نے کسی کو اپنا بیٹا ٹھہرایا۔ حالانکہ انکو اور انکے بڑوں کو اسکا کچھ علم نہیں (یعنی وہ کوئی یقینی ثبوت نہیں رکھتے) اسکی ولدیت کا جیسے خدا کی الوہیت کا بڑی سخت بات ہے جو انکے منہ سے نکلتی ہے بالکل جھوٹ بکتے ہیں (۲) ہمنے زمین پر جو کچھ بنایا ہے زینت ہے تاکہ انہیں آزمائیں کہ کون نیک عمل کرتا ہے اور جو کچھ اسپر ہے نیست و نابود کرکے ویران و خشک بنانے والے ہیں گویا اسمیں ایک ایسے گروہ کا ذکر ہے جس نے خدا کا بیٹا قرار دیا اور پھر یہ کہ انکے پاس دنیوی ساز و سامان بہت ہوگا جو انکے لئے موجب زینت ہے یہ زینت ہوگی تو اسلئے کہ کون شکر کرکے ایمان صالح بجا لاتا ہے مگر وہ اسے اپنی عیش و جبور کا ذریعہ ٹھہرائینگے مگر خدا تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ کیوں اتراتے ہیں ہم عنقریب یہ سب کچھ لے لینگے۔

ان آیات میں اور بھی کئی نکات ہیں چنانچہ انزل علیٰ عبدہ میں یہ نکتہ ہے کہ کمال رسول عبدیت میں ہے نہ کہ خدا بننے میں (۲) لم یجعل لہ عوجا میں یہ نکتہ ہے کہ اس زمانے میں ہزاروں کتابیں ہونگی مگر انکی طرف توجہ نہ چاہیئے کہ وہ عوج سے بھری ہونگی (۳) قائلین اتخاذ ولد میں یہود و مشرکین بھی شامل ہیں کہ عزیز و ملائکہ کے ابن و بنات اللہ ہونے کے قائل ہیں (۴) انا جعلنا ما علی الارض میں اشارہ ہے کہ زینت و آرائش و عیش و آرام کے سوا اسوقت بہت سے مہیا ہو جائینگے جیسا کہ ہم دیکھ رہے ہیں السفر سقر مشہور ہے مگر اب ہزاروں میلوں کی مسافت طے کرنے کے جو اسباب ہیں ان پر غور کرو (۵) اصحاب کہف کا ذکر اسلئے فرمایا کہ اسوقت بھی کثرت فتن سے بچنے کے لئے اعتزال ہی علاج ہوگا یعنے انکے عجائبات و طلسمات کے متعلق دل میں جگہ نہ لاؤ یہ مطلب نہیں کہ غار میں چھپ رہو کہ لا رھبانیۃ فی الاسلام آچکا ہو (۶) ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من اٰیاتنا عجباً (کیا تم سمجھتے ہو کہ اصحاب کہف و رقیم ہماری نشانیوں کے موجب تعجب تھے۔ اسمیں یہ اشارہ ہے کہ دجال کے زمانے میں اس سے بھی زیادہ عجائبات کا ظہور ہوگا ۳۰۹ برس تک سونا کچھ تعجب نہیں حالانکہ آجکل ہم اس سے بھی زیادہ طلسمات کو دیکھ رہے ہیں جو کسی سے مخفی نہیں (۷) اصحاب کہف قوم مسیح میں سے تھے یہ اشارہ ہے ضالین کے نکتہ کی طرف کہ آخر انمیں سے بھی کئی موحد بنینگے اور اسلام میں گم ہو جائینگے۔

ان تمام آیات میں شخص واحد کا ذکر نہیں بلکہ ایک قوم کا پس دجال بھی ایک نہیں اب اواخر سورۂ کہف پر نظر کیجاتی ہے قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ (الکہف ۱۲ع) (کیا میں تمہے خبر دوں جو اعمال کے اعتبار سے نقصان میں ہیں وہ۔ وہ لوگ ہیں جن کی ہمہ تن مصروفیت دنیا کی مادی زندگی میں لگی ہوئی ہے وہ اس گمان میں ہیں کہ ہم نئی نئی ایجادیں کر رہے ہیں یہ لوگ اصل میں اپنے رب (جس نے انکی عقلوں و ذہنوں کو جلا دیکر اس لائق بنایا کہ ایسی عجیب ایجادیں کیں) کی نشانوں اور اسکے حضور حاضر ہونے سے منکر ہیں) ان آیات میں ایسی قوم کا ذکر ہے جو اپنی زندگی کا مقصد ہی دنیا کی مادی ترقی سمجھے اور انکی عقلوں و کوششوں کی غایت کوئی صنعت و ایجاد ہو۔ سوالیسا

گروہ بیشک موجود ہیں میں لکھتا ہوں اس سے بڑھکر ایجاد کیا ہو سکتی ہے کہ بلا کسی ظاہری تار کے لاکھوں کوسوں پر پیغام پہنچایا جا سکے میدان جنگ کے ہو بہو
سین نظارے دکھرے) کے اند نظر آئیں ایک دست خط کو تین گھنٹے کے اندر کاغذ کی صورت میں تبدیل کر کے اچھا چھاپ کر شایع کر دیجئے اور پیغام
دینے والا باہر نکلے اور آگے بازار میں اپنے رکھے ہوئے لفظوں کو چھپا ہوا دیکھے ایک بٹن کے دبانے سے فوج کی فوج ہلاک ہو جائے ایک
جہاز کو چھوٹی سی کشتی ہباءً منثورًا کر دے ایسی کاریگریوں و ایجادوں کی تشریح جناب سالتمآب نے فرمائی ہے حدیث دمشقی مندرج فی المسلم میں
فَيَأْمُرُ السَّمَاءَ فَتُمْطِرُ وَالْأَرْضَ فَتُنْبِتُ (آسمان کو حکم کریگا پس وہ مینہ برسائیگا اور زمین کو تو وہ اگائیگی) اس میں اشارہ ہے
اسبابوں کی طرف کہ وہ اپنی حکمتوں سے بادل برسائینگے[ملہ] اور زمین سے غیر معمولی پیداوار روئیدگی اگا سکینگے اور یہ سب باتیں مشاہدات میں آچکی ہیں
کہ کلوں کے ذریعے ایسا انتظام کرتے ہیں کہ بادل برسنے لگجاتا ہے اور اب ایک قسم کا ٹیکا زمین کے لئے ایجاد کیا ہے جس سے خاص قسم کے کیڑے
اناج کو دس گنا کر دیتے ہیں امریکہ میں یہ پڑیاں عام طور سے تقسیم ہو رہی ہیں اسکے علاوہ فن فلاحت و زراعت میں جس قدر ترقی کی گئی ہے
اس سے پہلے کسی کے خواب و خیال میں بھی نہ گذری تھی غرض ان آیات میں بھی شخص واحد نہیں بلکہ جماعت عظیم کا ذکر ہے جو دجال کی جماعت ہونے پر
دال ہے۔

حدیث سے دجال کے گروہ ہونیکا ثبوت

پھر یہ احادیث پڑھئے اور گویا بعد از ال قرآن۔ احادیث سے جماعت ہونیکا ثبوت لیجئے فرمایا يَخْرُجُ فِي آخِرِ الزَّمَانِ دَجَّالٌ يَخْتِلُونَ الدُّنْيَا بِالدِّينِ۔ نکلیگا آخر زمانے میں دجال جو ایک گروہ عظیم
کا نام ہے وہ دین کو دنیا کے ساتھ ملائینگے (یعنی مال و جاہ دنیا کے لئے دین پھیلائینگے اور دین میں دنیاوی اغراض شامل کر دینگے) يَلْبَسُونَ
لِلنَّاسِ جُلُودَ الضَّأْنِ مِنَ اللِّيْنِ (لوگوں کے بہلانے کے لئے دین پھیلانے کی خاطر بکریوں کی کھال پہن لینگے یعنی بظاہر مسکین بنینگے
أَلْسِنَتُهُمْ أَحْلَى مِنَ الْعَسَلِ وَقُلُوبُهُمْ قُلُوبُ الذِّئَابِ (انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہونگی اور ان کے دل بھیڑیوں کے دل ہونگے
ایسے لوگ جو ہیں وہ کسی مزید اشارہ کے محتاج نہیں (رواہ النسائی عن ابو ہریرہ)

اس حدیث میں بھی دجال کے آگے یختلون فرما کر ظاہر کیا ہے کہ یہ ایک قوم کا نام ہے اور اسکی وحدت شخصی نہیں بلکہ صنفی ہے اور چونکہ
سب کا مقصد و مذہب و مشرب ایک ہے اسلئے شخص واحد کے حکم میں ہیں پھر دیکھو حدیث دمشقی کا ابتدا ان يخرج وانا فيكم فانا حجيجه
نفسه والله خليفتي على كل مسلم (اگر وہ نکل آیا دجال اور میں تم میں موجود ہوا اس سے ظاہر ہے کہ آپ پر بھی دجال کی حقیقت ایسی نہ کھلی
تھی کہ اسکے لئے وقت کی تعیین فرماتے اور نیز یہ کہ با وجود کئی قرینوں کے آپ ان پیشگوئیوں کو جو مکاشفات و خواب میں دیکھیں قابل تاویل خیال
کرتے اور گمان رکھتے کہ شاید ان میں کچھ مخفی شرطیں ہوں یا ایسا استعارات و مجازات پر محمول ہوں کہ میری موجودگی ہی میں انکا ظہور ہو جائے۔ اگر

ملہ دجال میں سچ مچ خدائی طاقتیں سمجھ لینا نہایت سخت غلطی ہے مطلب صرف یہ ہے کہ ان سے ایسے کام صادر ہوں جن سے بظاہر نظر دھوکہ
لگے یہ نہیں کہ وہ حقیقۃً خدا کی طرح بادل بنا کر اگانے پر قادر ہوں دیکھو خدا تعالے فرماتا ہے أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ
مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بھلا کس نے آسمان و زمین کو پیدا کیا۔ اور آسمان سے پانی اتارا مطلب یہ کہ یہ کام اللہ کے سوا کوئی اور کرنے پر ہرگز
قادر نہیں (۲) ومن ينزل الغيث اور مینہ برساتا ہے یہ بھی اللہ کی صفت ہے ۱۲

ان پیشگوئیوں نے اپنے الفاظ ظاہر میں پورا ہونا ہوتا تو آپ کبھی ابن صیاد کے دجال ہونیکا خوف کرتے اور نہ یہ فرماتے اگر میری موجودگی میں نکل آیا) تو میں اس تم تمہارے سامنے حجت کے ذریعے غالب آؤنگا اور اگر وہ نکلا اور میں نہ ہوا تو ہر ایک شخص بذاتہٖ بہ حجت اسپر غالب آئیگا اور اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کے لئے میرا خلیفہ ہوگا یعنے ہر ایک کی تائید غیبی اسکے مقابلہ کے لئے شامل حال ہوگی اس حدیث میں بہت سے الفاظ قابل غور ہیں اول تو یخرج کہ اس میں اشارہ ہے کہ دجال اس زمانہ نبوی میں موجود ہی مگر اسکے غلبہ ظہور کا وقت ابھی نہیں آیا اس سے وہ اعتراض بھی دور ہوگیا جو ہم پر کیا جاتا ہے اگر اس سے فلاں خاص قوم مراد ہے تو وہ تو اسوقت بھی موجود تھی صاف کیوں نہ کہدیا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ یخرج سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ ہے تو موجود مگر ان میں ابھی وہ اوصاف پیدا نہیں ہوئے جنکی وجہ سے انہیں دجال کہا جائے نیز دجال جو کہ صیغۂ مبالغہ کا اور صفت ہے اس بات پر دال ہے کہ بلحاظ صفت کے اس قوم کا یہ نام ہے نہ باعتبار ذات کے پس اس قوم کو جو زمانہ نبوی میں موجود تھی کیوں دجال کہا جاتا جبکہ ان میں یہ اوصاف پورے طور سے موجود نہ تھے ہاں موجود ضرور تھی چنانچہ اس حدیث سے ثابت ہی کہ دجال عیسےٰ بن مریم سے پہلے ہے عن حذیفۃ بن الیمان قال قلت یارسول اللہ الدجال قبل عیسےٰ او عیسےٰ بن مریم قال الدجال ثم عیسےٰ بن مریم (میں نے پوچھا یارسول اللہ دجال عیسےٰ سے پہلے ہی یا عیسےٰ دجال سے فرمایا دجال پھر عیسےٰ موعود) اور دجال کو شخص لحد قرار دیکر آخر زمانے تک اسکا کسی ٹاپو میں قید ہونا بتلانا بالکل غلط ہی کہ حدیث شریف میں ہی (جابر) میں نے نبی صلعم کو فرماتے سنا میں اللہ کی قسم کہا کر کہتا ہوں مَا عَلَى الْأَرْضِ مِنْ نَفْسٍ مَنْفُوسَةٍ يَأْتِي عَلَيْهَا مِائَةُ سَنَةٍ وَهِيَ حَيَّةٌ يَوْمَئِذٍ (مشکوٰۃ جلد ۲) کہ زمین پر کوئی سانس لینے والا شخص نہیں جسپر سو سال گزریں اور وہ زندہ ہوں) اس حدیث کے مطابق اس دجال کا مدت سے مرجانا نہایت ضروری ہے پس اس زمانے میں اسکا ظہور بالکل محال ہے کہ وفات یافتہ واپس نہیں آسکتا دوسرا لفظ حجیج ہے جسکی نسبت شروح مشکوٰۃ میں آیا ہی حجیجہ ای فانا محاصمہ ومغالبہ بالحجۃ (یعنے اسکا مقابلہ کرکے بذریعہ حجت و دلائل غالب آنیوالا ہوں) تو معلوم ہوا کہ دجال کا مقابلہ بذریعہ حجج و براہین ہوگا نہ کہ بوسیلہ سیف و سنان پس یقتلہ عند باب اللُد وغیرہ کے یہ معنی ہونگے کہ بذریعہ دلائل قاطعہ اسکو ہلاک کیا جائیگا چنانچہ یضع الحرب اسی کا مشعر ہے اور قرآن شریف میں ہے لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ وَيَحْيَى مَنْ حَيَّ عَنْ بَيِّنَةٍ (تاکہ ہلاک ہو وے جو دلیل سے ہلاک ہوا اور زندہ سمجھا جائے جو کہ دلیل سے زندہ ہے انفال ۱۰) پس غلبہ بذریعہ دلیل ہے اور قتل سے مراد مغلوب ہونا اور کالعدم ہو جانا ہے)۔

تیسرا امر قابل توجہ فامرء حجیج نفسہ اور اللہ خلیفتی علی کل مسلم ہے کہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال شخص واحد نہیں کیونکہ

---

۵۱ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تو یہاں خروج سے مطلب یہ نہیں کہ کسی جزیرے میں قید ہیں ۵۲ نیز دجال کسی خاص مذہب کے افراد کا نام نہیں بلکہ یہ ایک خاص صفت کے گروہ کا نام ہے خواہ کس مذہب سے ہو گو ان اوصاف کے آدمی ایک خاص قوم میں زیادہ پائے جائیں اور للاکثر حکم الکل کے اعتبار سے اسپر اطلاق ہو ۵۳ فواللہ ان الرجل لیاتیہ وھو یحسب انہ مومن فیتبعہ مما یبعث بہ من الشبہات رواہ ابوداؤد مشکوٰۃ جو آدمی اسکے پاس آئیگا وہ اپنے تئیں مومن سمجھیگا مگر وہ ایسے شبہات ڈالیگا کہ اسکا کسی نہ کسی رنگ میں تابعدار بنجائیگا معلوم ہے کہ شبہ ڈالدینا اسی قوم کا کام ہوگا اور یہ بذریعہ تقریری ہوسکتا ہے پس جواب بھی کلام کے ذریعہ ہوگا ۱۲ ۵۵ لد۔ لدراخ کا مخفف سمجھے جو کشمیر سے پرے ہی جہاں حضرت عیسےٰ کی قبر دریافت ہوئی عقیدہ ولدیت کا قلع قمع ہوگیا ۱۲

ایک شخص تمام دنیا کے مسلمانوں میں شک و شبہ ڈالتے پھرنے پر قادر نہیں معلوم ہوا کہ وہ ایک قوم ہوگی جو تمام دنیا پر پھیلی ہوگی اسکے علاوہ ایک اور دلیل اختلاف سے حلیوں کا جو ثابت کرتا ہی کہ دجال گروہ کا نام ہے پہلے دیکھئے آنکھ کی نسبت اَعْوَرُ الْعَيْنُ الْيُمْنٰى كَاَنَّهَا عنبة طافية (بخاری عن ابن عمر) دائیں آنکھ سے کانا گویا وہ انگور پھولا ہوا ہے ایک دوسرے مقام پر فرمایا الدجال اعور العين اليسرٰے (دجال کی بائیں آنکھ کانی ہوگی ابن ماجہ) پھر ایک جگہ ہے الدجال اعور العين اليسرٰے عليها ظفرة (دجال کی بائیں آنکھ مٹی ہوئی ہوگی اسپر ناخنہ ہوگا رواہ احمد عن انس) اور ایکجگہ فرمایا اعور عينه اليسرٰے بعينه اليمنٰى ظفرة غليظة (رواہ الطبرانی کنز العمال) بائیں آنکھ کانی اور دائیں میں موٹا ناخنہ ایک روایت میں ہی احدٰی عينيه كانها كوكب درى (رواہ احمد عن ابن عباس) ایک آنکھ اسکی چمکتے ہوئے ستارے کی مانند ہوگی ایک روایت میں ہی عينه اليمنٰى ممسوحة جاحظة لا حد قتلها كانها نخاعة فى حائط الخ جبہ از بس سینی آنکھ بے نور اٹھی ہوئی ہمیں پتلی نہیں گویا مینخ ہی دیوار میں۔

اس اختلاف کے مٹانے کے لئے ضروری ہے کہ ہم مختلف اشخاص قرار دیں اور پھر ان الله ينظر الى قلوبكم ولا ينظر الى صوركم واجسامكم کو زیر نظر رکھیں کہ اللہ تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے صورتوں اور جسموں کا لحاظ نہیں پس جب ہمنے قرآن کی صاف وحی متلو میں صم بكم عمى اور على ابصارهم غشاوة پڑھکر ان کفار کے ظاہر حال پر نہیں دیکھا اور یہ خیال نہیں کیا کہ جب قرآن میں لکھا ہے کہ وہ اندھے ہیں اور انکی آنکھوں پر پردہ ہے تو ضرور ہونا چاہیئے (حالانکہ مشاہدہ اسکے خلاف تھا یعنی وہ بھلے چنگے سوجاکھے تھے۔ تو کیا وجہ ہے کہ ایک خواب یا کشف کے معاملہ کو (جیسا کہ ثبوت دیا جا چکا ہے کہ یہ روایت کشفی ہے) تو اہ مخواہ ظاہر پر حمل کریں اور پھر لطف یہ کہ اس سے کوئی ما بہ الامتیاز حاصل بھی نہ ہو کیونکہ کئی کانے بلکہ اندھے مومن اور صالح ہیں اور کئی آنکھوں والے کافر فاسق اور دجال کے بھائی ہیں[1] پس الا انه اعور وان ربكم ليس باعور (کہ دجال کانا ہے اور تمہارا رب اعور نہیں (متفق علیہ مشکوٰۃ) سے یہ مراد ہے کہ وہ دجال عیب و نقص سے پاک نہیں یعنی بشری خاص رکھتا ہوگا چنانچہ اسی لئے فرمایا يرد منها كل منهل الا الكعبة وبيت المقدس والمدينة (کہ ہر گھاٹ پر وارد ہوگا مگر خانہ کعبہ اور بیت المقدس اور مدینہ میں نہیں (رواہ الطبرانی عن ابن عمر کنز العمال جلد ۷) یعنی ان مقامات پر اسکو تسلط نہیں ہوگا یہ بھی اسکے اعور ہونیکا ثبوت ہی کیونکہ خدا کی صفت میں آیا ہی والله بكل شئ محيط (اللہ ہر چیز پر احاطہ کرنے والا ہے) ایسا ہی زمین شور زمین قیام کو کہ جو والله يحب المتطهرين۔ اللہ پاک رہنے والوں کو یا پاکیزگی کو محبوب رکھتا ہے) اور ان الله جميل ويحب الجمال کے خلاف ہے (اللہ خوب ہے خوبی کو پسند کرتا ہے) ایسا ہی فيهوى اليه بسيفه فلا يستطيعه (رواہ الطبرانی) (اس مومن پر تلوار لیکر جھپٹیگا مگر قتل پر قادر نہ ہوگا) اسکے ناقص و کمزور ہونے کی دلیل ہی پس جو لوگ دجال میں صفات الوہیت کے قائل ہیں وہ غلطی پر ہیں دیکھو امام شعرانی رحمۃ اللہ اسی لئے یواقیت و جواہر

[1] یہ اصل ضرور سمجھنے کے قابل ہی کہ جب کوئی ما بہ الامتیاز ہو تو وہ ایسا ہونا چاہیئے جس سے دوسروں میں امتیاز حاصل ہو جیسے میں نسر دجا دروں والے مسئلے میں سمجھا چکا ہوں ایسا ہی اعور کا حال ہے اور یہی جواب ہے اسکا جو کہتے ہیں کہ دجال لاولد ہوگا اس سے یہ مراد نہیں کہ اسکے ہاں بیٹا نہ ہوگا کیونکہ اس طرح تو کئی لاولد دجال بنجائینگے پس اس سے مطلب یہ ہے کہ اسکا غلبہ روحانی بعد مسیح موعود کے بند ہو جائیگا۔ اور وہ ابتر ہونا شروع ہو جائیگا ۱۲

ہیں لکھتے ہیں کہ جمیع مایقع علی ید الدجال لیس ھو بامور حقیقة وانما ھی امور متخیلة یفتتن بھا ضعفاء العقول (جو کچھ دجال کے ہاتھ پر ظاہر ہوگا وہ امور حقیقی سے نہیں بلکہ امور متخیلہ[1] سے ہے جس سے کمزور عقلوں والے پریشان ہوں تو ہوں اور یہی دلیل ہے (علاوہ ان دلائل کے جو شروع کتاب میں قرآن مجید و احادیث کے اسپارے متذکرہ ہوئیں کہ سوا اللہ کے کوئی احیا و اماتت پر قادر نہیں) اس بات پر کہ اس مومن کا قتل مجازی ہے اور مراد اس سے اسکا ذلیل و حقیر کرنا ہے خیر یہ تو اعور[2] کے صحیح معنوں کا ثبوت تھا۔ جس کی شاہ عبد الحق دہلوی بھی تصدیق کرتے ہیں اب لیجئے رنگوں کا اختلاف حجج الکرامہ میں لکھا ہے دجال جسیم اور سرخ رنگ ہوگا اور ایک روایت میں ہے سفید رنگ ابلق اور ایک حدیث میں گندم گوں (۱) انہ آدم جعد (رواہ الطبرانی عن عبد اللہ بن مغفل) وہ گندم گوں گھنگریالے بالوں والا ہے (۲) فاذا رجل احمر جسیم جعد الراس قلت من ھذا قالوا الدجال ملخصاً (رواہ مسلم) وہ مرد ہے سرخ جسیم گھنگریالے بالوں والا ایسا ہی حجج الکرامہ میں لکھا ہے وے مرد جوان باشد دیکھو حدیث دمشقی انہ شاک و بروایتے آمدہ کہ پیر باشد یعنی بوڑھا[3] پس یہ رنگ و عمر کا اختلاف بھی اسکے ایک گروہ اور مختلف لوگوں کے مصداق ہونیکی دلیل ہے پھر ایک اور حدیث اسی مقصد کی طرف رہنمائی کرتی ہے و عن ام شریک یعنی ام شریک سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم لیفرن الناس من الدجال حتی یلحقوا بالجبال (لوگ دجال سے بھاگینگے حتی کہ پہاڑوں میں جا پہنچینگے) مینے پوچھا یا رسول اللہ فاین العرب یومئذ قال ھم قلیل (رواہ مسلم) عرب اسدن کہاں ہونگے فرمایا تھوڑے ہونگے یہ تھوڑے اس بات کی دلیل ہے کہ دجال ایک گروہ کا نام ہے جو عربوں سے کثیر ہوگا غرض اتنے ثبوتوں کے بعد بھی اگر آپ کو دجال کے گروہ ہونے میں (جسکے ضمن میں اور کئی مسائل حل کئے گئے ہیں) شک ہے تو پھر خدا ہی آپکو ہدایت دے میں کیا کر سکتا ہوں۔

دجال کے متعلق دیگر علامات کی تشریح

اب ہم دجال کے متعلق جو اور امور وارد حدیث ہوئے ہیں اور جنکا بیان ابھی نہیں ہوا بیان کرتے ہیں۔ (۱) انہ خارج خلة بین الشام والعراق فعاث یمینا و عاث شمالا یا عباد اللہ فاثبتوا (حدیث دمشقی) دجال نکلنے والا ہے ان راستوں جو شام و عراق کے درمیان ہیں پس دائیں بائیں فساد ڈالیگا۔ مابین شام و عراق کا حجاز سے شمال و غرب کی طرف واقع ہے پس مطلب یہ کہ حجاز سے سمت شمال خروج کریگا چنانچہ ملک یورپ اسی طرف ہے پھر خلیہ کا مقام فرمایا (۱) عن ابن عمرؓ انہ سمع رسول اللہ صلعم وھو مستقبل المشرق یقول الا ان الفتنة ھٰھنا من حیث یطلع قرن الشیطان (عمدۃ القاری جلد ۱۱) کہ اس نے رسول صلعم کو فرماتے سنا بحالیکہ آپکا روئے مبارک مشرق کی طرف تھا کہ فتنہ دجال

---

[1] حاشیہ مشکوۃ میں لکھا ہے ہوا احق من ان اللہ تعالیٰ یحقق لہ ذلک وانما ھو تخییل و تمویہ للابتلاء و یثبت المومن ویذل الکافر ۱۲

[2] یہ جو فرمایا ایک آنکھ سالم اور ایک ھینگ اس سے یہ مراد ہے کہ دینی اعتبار سے تو وہ بالکل اندھا ہوگا کہ اتنا بھی نہ سوجھیگا کہ بشر کو خدا بنا رہے ہیں اور دنیا کے اعتبار سے انکو وہ عقل و بصیرت ہوگی کہ آجتک کسی گروہ کو نہیں دیگئی اور یہ ظاہر ہے اور یہی انکے دوسروں سے ممیز ہونیکی بھاری دلیل ہے ورنہ کانے اور بھوے والے تو ہزاروں ہیں ۱۲

[3] آپ ان میں سے ایک کو ضعیف نہ ٹھہرالیں کہ کتاب امام سیوطی میں لکھا ہی ان دو قولوں کی سند صحیح ہے ۱۲

اور سے نکلیگا جہاں شیطان کی قرن یعنی سورج نکلتا ہے مطلب یہ کہ مشرق کی طرف جو یہی ملک ہندوچین مراد ہے اور یہاں کی کارروائی مخفی نہیں (۳) الا انہ فی بحر الشام او بحر الیمن لا بل من قبل المشرق ما ھو واوما بیدہ الی المشرق (رواہ مسلم) کیا وہ بحر شام یا یمن میں ہے؟ نہیں بلکہ مشرق کی طرف سے اور دست مبارک سے مشرق کی طرف اشارہ کیا ما ھو کی نسبت دیکھو حاشیہ مشکوٰۃ ما زائدۃ و لیست بنافیۃ یعنی ما زائدہ ہے نافیہ نہیں اور بل کے بارے میں لمعات دیکھو ھذا معنی نفی الاولین واثبات الثالث یعنی شام و یمن کی نفی اور مشرق کا اثبات ہے) پھر اسکا نشان لکھا ہے مکتوب بین عینیہ ک ف ر یعنی کہ اسکی دو نوں آنکھوں کے درمیان ک ف ر لکھا ہوگا یقرؤہ کل مومن (ترمذی عن انس) اسکو ہر مومن پڑھ لیگا کاتب او غیر کاتب (رواہ الطبرانی عن اسماء بنت عمیس) پڑھا لکھا ہوا ہو یا نہ ہو۔ اب یہ خود ہی سوچ لینا چاہیئے کہ وہ کیسی تحریر ہے جسے ہر خواندہ و ناخواندہ پڑھ لے جناب من یہ سمجھئے کہ سچ مچ حروف میں لکھا ہوا ہو کیونکہ ناخواندہ سے ناممکن ہے کہ وہ الفاظ پڑھ سکے کیونکہ اگر دجال کی پیشانی پر لکھے ہوئے پڑھ سکتا ہے تو کیا وجہ ہے دوسری جگہ وہی یا انہی حروف سے مرکب کچھ اور لفظ نہ پڑھ سکے۔ دوم۔ پھر یہ جھگڑا ہوگا کہ یہ کافر کس رسم خط میں لکھا ہوگا کیونکہ مسلمان صرف عرب میں نہیں رہتے بلکہ ممالک یورپ میں بھی ہیں پس ان مشکلات پر نظر کر کے میرے دوستو یقین کرلو کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اسکا کفر ظاہر ہوگا ہر شخص دیکھتے ہی جان لیگا کہ یہ اس گروہ سے ہے اگر لکھا ہوا ک ف ر ضروری ہوتا ہے تو صحابہ ابن صیاد کو قسمیں کھا کھا کے دجال معہود نہ کہتے کیونکہ یہ ظاہر ہے کہ اسکے ماتھے پر یہ لفظ لکھا ہوا موجود نہ تھا۔ اور نہ کسی نے اسکی عدم دجالیت کی یہ دلیل بیان کی کہ اسکے ماتھے پر تو ک ف ر لکھا ہوا نہیں پھر ہم پڑھتے ہیں اولئک الذین کتب فی قلوبھم الایمان (المجادلہ ۲۸ ع ۳) (یہی ہیں وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان لکھدیا ہے) اب سینہ چیر کر مجھے بتلاؤ کہ کیا سچ مچ کسی کے دل پر یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں بولو! ہرگز نہیں پھر دیکھو یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ (کہ اے ایمان والو! تم پر صیام لکھے گئے۔ البقرہ ۲ ع ۲۳) بس جناب اب اپنے اصول پر یا تو اپنا غیر مومن ہونا مان لیجئے یا دکھائیے کہ کہاں آپ کے جسم پر صیام کا لفظ لکھا ہوا موجود ہے علاوہ ازیں ہم دیکھتے ہیں کہ ٹوپی کے اگلے حصے کو کیپر کہتے ہیں اور پ کی ف سے تبدیلی تو مشہور ہے اور انجن کے اگلے حصے کو بھی کیپر کہتے ہیں پس یہ مسئلہ تو حل ہوگیا۔ اب نہیں مانتے تو آپ کو بتلانا پڑیگا کہ کفار جن کے حق میں ختم اللّٰہ علی قلوبھم آیا ہے انکے دلوں پر سچ مچ لاکھ کی مہر لگی ہوئی ہے ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اول تو الفاظ حدیث ہی مختلف ہیں کسی میں صرف مکتوب کسی میں یقرؤہ کل مومن کسی میں مومن کے ساتھ کاتب کی قید کسی میں یقرؤہ من کرہ عملہ آیا ہے (پڑھ لیگا اسے جسے اسکا عمل برا معلوم ہوگا) ان میں تطبیق بجز ہمارے معنوں کے ممکن ہی نہیں کہ فراست ایمانی ہے انکے بشرے کی طرف دیکھ کر معلوم کر لیا جائیگا یہ مجسم کفر ہے یعرف فونھم بسیمٰھم (اعراف ۸ ع ۶) (وہ پہچان لینگے انکو انکے بشرے و چہرے سے) تعرفھم بسیمٰھم (تو انکو بشرے سے پہچان لیگا۔ البقرہ ۳ ع ۲۶)

---

۵۱ (ابوبکر صدیق) فرمایا رسول اکرم نے الدجال یخرج من ارض بالمشرق دجال مشرقی زمین سے غلبہ حاصل کریگا رواہ الترمذی (دیکھو مشکوٰۃ) دوسری حدیث یاتی المسیح من قبل المشرق۔ مسیح دجال مشرق کی طرف سے آئیگا (متفق علیہ مشکوٰۃ) اس سے آگے لکھا ہے ھمتہ المدینۃ یعنی مدینہ کی فتح کا قصد ہوگا مگر فرشتے اسے شام کی طرف پھیر دینگے اور وہیں ہلاک ہوگا یعنی پھر غلبہ پر رہیگا مشکوٰۃ ۱۲

اب یہ پہچاننا کوئی اس اعتبار سے نہیں کہ انکے ماتھے پر دوزخی یا غیر محتاج لکھا ہوگا بلکہ یہ فراست ایمانی کا ذکر ہے پس ایسا ہی دجال کے کفر کا حال ہے اور یقرءُ کا اطلاق مجازاً ہے اور اسکی مثالیں بہت ہیں جیسے ہم عام طور سے کہتے ہیں کہ تیرا چہرہ بتلا رہا ہے کہ تمنے فلاں کام کیا یا فلاں چیز چھپائی یا تم فلاں جگہ نہیں گئے اسکے بالوں کی نسبت ہے الدجال جعد هجان اقمر کان راسہ غصن شجرۃ[1] (رواہ ابو داؤد) دجال کے گھنگریالے بال سفید اونٹ کی طرح چلنے والا (یعنی تحمل و وقار والا) سر کے بال ایسے جیسے درخت کی شاخیں سچ مچ درخت کی شاخیں سمجھ لیجئے کہ دجال کی نسبت آیا ہے اِنَّ الدَّجَّالَ یَطْعَمُ الطَّعَامَ وَیَشْرَبُ الشَّرَابَ وَیَمْشِیْ فِی الْاَسْوَاقِ (حضرت علیؓ کے خطبہ مروی من ابن المنادی کنز العمال میں لکھا ہے کہ وہ بھی کھانے کھائیگا اور بھی پینے کی چیزیں پئیگا اور بازاروں میں چلیگا پس یہ نہ سمجھئے کہ وہ کوئی از قسم جنات یا ایسی شکل رکھیگا جو اس زمانے کے انسانوں کی نہیں پس اسکا طول جو لکھا ہے وہ بھی اسکی سواری کا سمجھئے کیونکہ غیر معمولی قد و قامت ہو تو اسی مناسبت سے جسامت ہوگی اور پھر موجودہ بازاروں میں چلنا محال نظر آئیگا اور پھر تناقض لازم آئیگا ایسا ہی یہ جو اسکی نسبت مشہور ہے کہ اسکی آنکھیں بند ہونگی اور دل جاگتا ہے میرے خیال میں یہ ایک سخت بے ادبی ہے ہمارے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والتحیات کے حضور میں کہ یہ ان کی صفت ہے بموجب حدیث تنام عینای ولا ینام قلبی (میری آنکھیں سوتی ہیں اور دل جاگتا ہے) ان ظالموں اور بے ادبوں نے دجال کی محبت میں کیا کچھ بک ڈالا ہے ہاں یہ تاویل کرسکتے ہیں کہ انکے پاس ایسے ذرائع ہونگے کہ سونے کی حالت میں جو واقعات گزریں ان سے بھی انکو آگاہی ہو جائے جیسے کہ اس قسم کے آلات بنے ہوئے موجود ہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ دجال یہودے ہوگا ہم کب کہتے ہیں کہ نہ ہوگا مگر وہ شاندار باتیں جو اسکی طرف منسوب کیجاتی ہیں وہ مخالف ہیں ان آیات کے (۱) ضُرِبَتْ عَلَیْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَاءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ (ان پر ذلت و مسکنت تھوپ دی گئی اور اللہ کے غضب سے گھر گئے بقرہ) پس اس قوم میں کوئی ایسا پیدا نہیں ہو سکتا جس پر اسکے نشان تھوڑا عرصہ بھی ظاہر ہوں حاصل کلام دجال ایک معمولی آدمی ہوگا تو اسکا حلیہ بھی آدمیوں جیسا ہوگا بالوں کی نسبت قطط[2] بھی آیا ہے جس سے مراد ہے موئے کوتاہ اور سخت غول اور جس قوم کی طرف اشارہ ہے وہ ایسے ہی بال رکھتی ہے اور "شاب" اسلئے فرمایا کہ اس قوم کے چھوٹے بڑے جوان ہمت ہونگے اور جوانوں کے کام کرینگے اور کام کرتا جنوں تک پہنچ جائیگا اور الشاب شعبۃ من الجنون کے معنے صادق آئینگے اسکے بعد لکھا ہے اسی حدیث دمشقی میں ثم یَاْتِی الْقَوْمَ فَیَدْعُوْهُمْ فیردون علیہ قولہ فینصرف عنهم فیصبحون ممحلین لیس بایدیہم شئ من اموالہم ویمر بالخربۃ فیقول لها اخرجی کنوزک فتتبعہ کنوزها کیعاسیب النحل۔ اس سے پہلے ایک ایسی قوم کا ذکر ہے جو ہمہ تن اس گروہ کے عقاید و اعمال میں محو ہو جائیگی انپر تو خوشحالی کا زمانہ آئیگا جنکو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے فتروح علیہم سارحتہم اطول ما کانت ذری واسبغہ ضروعا وامدہ خواصر کہ انکے مویشی فربہ بڑی بڑی کوہان والے بھرے ہوئے پستانوں والے اور کھنچی ہوئی کوکھوں والے ہونگے۔ اب اس قوم کا ذکر ہے جو دین کو برباد کرنے والے فلسفے کی طرف مشغول نہ ہوگی اور نہ انکی ہر بات کو تہذیب کا جزو اعظم سمجھیگی چونکہ سب ذرائع آمدنی اس قسم کے ہاتھ میں ہونگے اسلئے یہ لوگ کسی قدر عسرت میں رہینگے

---

[1] راسہ کا غصان شجرۃ (احمد عن ابن عباس) [2] یہ لفظ حدیث دمشقی میں آئے ہیں ۱۲ اور جفال الشعر (ابن ماجہ) یعنی گھنے بال بھی آئے ہیں مختلف روایات مختلف آدمیوں پر دلالت کرتی ہیں ۱۲

فرمایا کہ جب وہ اس قوم کی مذہبی یعنی اصلی دعوت کو قبول نہ کریگی تو قحط زدہ ہو جائیگی اور مال سے انکے ہاتھوں میں کچھہ عظیم شے نہ رہیگی پھر وہ دجال گروہ ویرانے میں گزریگا تو اسے کہیگا اپنے خزانے نکال تو خزانے ویرانے کے تابع ہو جائینگے جیسے شہد کی مکھیاں اپنی ملکہ کے پیچھے۔ مطلب یہ کہ ویرانوں سے نہریں جاری کرنے اور دیگر آلات کی مدد سے اسقدر آمدنی ہوگی کہ خزانے کے خزانے نکلینگے اور یہ امر اظہر من الشمس ہے کہ کئی جنگل جہاں سے کسی قسم کی آمدنی کی امید نہ تھی آباد ہوئے اور وہاں دولت کا مینہ برس رہا ہے ہمارے اردگرد کئی مثالیں ایسی موجود ہیں اور خزانوں کے تابع سے یہ مطلب نہیں کہ سچ مچ پیچھے چلینگے بلکہ مراد یہ ہے کہ اس قوم کے قبضے میں آجائینگے جہاں چاہیں لے جائیں اور یعسوب سردار کو کہتے ہیں (یعنے انپر حکومت اسی قوم کی ہوگی) ایک روایت میں ہے علیؓ یعسوب المؤمنین حضرت ابوبکرؓ کی مدح میں لکھا گیا ہے کُنْتَ لِلدِّیْنِ یَعْسُوْبًا (تو دین کا پیشوا تھا) اس سے آگے پڑھئے ثُمَّ یَدْعُوْ رَجُلًا مُمْتَلِئًا شَبَابًا فَیَضْرِبُہٗ بِالسَّیْفِ فَیَقْطَعُہٗ جَزْلَتَیْنِ رَمْیَۃَ الْغَرَضِ ثُمَّ یَدْعُوْہُ فَیُقْبِلُ وَیَتَہَلَّلُ وَجْہُہٗ یَضْحَکُ۔ پھر ایک عظیم الشان رجل کو جو اپنی جوانی میں بھرا ہوگا بلائیگا تو اسے تلوار سے ماریگا پس دو ٹکڑے کرکے تیر انداز کی مار پر پھینکدیگا پھر اسکو بلائیگا تو ہنستے ہوئے چہرے سے سامنے آئیگا واضح ہو کہ حدیث کے اس ٹکڑے میں اس بیان کو کہ دجال بعض رجال مومنین پر تسلط پاکر اسکو کالعدم کردیگا اور پھر مومنین دوبارہ بیدار ہو کر قوت پائینگے تمثیل کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے رَجُلٌ سے کبھو دھوکہ نہ لگے کہ ایسا قرآن مجید میں کئی بار ہوا ہے کہ نام واحد کا مذکور ہے شخص واحد کا ہی اور مراد کثیر ہیں دیکھو وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ الاٰیۃ (۱) (یعنے انسان کو اپنے ماں باپ کے بارے میں وصیت کی اسکی ماں نے اسے اٹھایا الاٰیۃ) میں ایک شخص مراد نہیں بلکہ ہر ایک (۲) وَالَّذِیْ قَالَ لِوَالِدَیْہِ اُفٍّ لَّکُمَا (جس نے اپنے ماں باپ کو اف کہا) اسکی نسبت شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں۔ این تصویر است حالِ فرقی بعید اپس ایک مراد نہیں (۳) وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرْیَۃً کَانَتْ اٰمِنَۃً مُّطْمَئِنَّۃً (مثال بیان کرتا ہے اللہ گاؤں کی جو امن والے مطمئن ہوں) اسپر تفسیر کبیر میں آیا ہے یَحْتَمِلُ اَنْ یَّکُوْنَ شَیْئًا مَّفْرُوْضًا (ممکن ہے کہ یہ شی مفروض ہو) جب قرآن مجید میں فرضی مثالیں بیان ہوسکتی ہیں تو کیا وجہ ہے کہ کلام نبوی خصوصًا مکاشفات میں نہ ہوں اور یہاں تو ظاہر سے پھیرنیکا قرینہ صارفہ بھی ہے ایک تو یہ کہ ہم ثابت کرچکے ہیں دجال کی ظہور بطور از قبیل مکاشفات و رویا ہوناد دوم یہ بھی ثابت کیاجاچکا ہے کہ کسی کو طاقت نہیں کہ زندہ کو موت دے یا مردہ کو جلا سکے ورنہ رَبِّیَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ پر حرف آئیگا ھُوَ یُحْیِ الْمَوْتٰی (وہی مردوں کو زندہ کرتا ہے) کا حصر ٹوٹیگا۔ اور نیز اَللّٰہُ الَّذِیْ (۱) کی صفت میں آیا ہے یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ (مارتا ہے پھر جلاتا ہے) جب یہ صفت دجال میں بھی متحقق ہوگئی تو ہَلْ مِنْ شُرَکَآئِکُمْ مَّنْ یَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِکُمْ مِّنْ شَیْءٍ (کیا تمہارے شریکوں میں کوئی ہے جو ان باتوں میں سے ایک بھی کرے)

ف۵ پس یہ جو لکھا ہے کہ اعرابی اسکے پاس آئیگا اسلئے کہیگا تیرا اونٹ زندہ کردوں تو تو مجھے اپنا صاحب مان لیگا وہ کہیگا تو شیطان اسکی مثل میں آئیگا ایسا ہی ایک شخص آئیگا جس کے بھائی و باپ مرچکے ہونگے فَیَقُوْلُ اَرَاَیْتَ اِنْ اَحْیَیْتُ لَکَ اَبَاکَ وَاَخَاکَ اگر تیرا بھائی اور باپ زندہ کردوں اَلَسْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ رَبُّکَ کیا تو مجھے اپنا رب مانیگا وہ کہیگا ہاں مان لونگا فَیَتَمَثَّلُ لَہٗ الشَّیْطَانُ نَحْوَ اَبِیْہِ وَاَخِیْہِ شیطان اسکے باپ بھائی کی مانند بن آئینگے سب واقعات از قبیل استعارات ہیں اور اشارہ ہے ان شعبدہ ہائے مسمریزم کی طرف چنانچہ آجکل بعض لوگ مردہ اشخاص کی روحیں مجسم دکھا دیتے ہیں بمجرد توجہ پس یہی مطلب ہے ۱۲

غلط ہو جائیگا اور دجالی فرقہ حق بجانب سمجھا جائیگا پس اس جھگڑے کے ایسے معنے چاہئیں جن سے آیات قرآنی کا تخلف لازم نہ آئے وہ یوں ہو سکتے ہیں۔ کہ
قتل سے مراد ذلیل و حقیر کرنا ہے[1] اور ایسا مٹانا کہ کمزور ہو کر ایسے ہو جائیں کہ گویا نہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ مسلمانوں پر ایسا زمانہ آچکا ہے کہ وہ دینی
اعتبار سے بالکل مٹ گئے پس رجل سے مراد اسلام لیجئے کہ کشف یا خواب میں اسلام کو ایک جوانی میں بھرے ہوئے آدمی کی شکل میں دکھلایا
گیا پہلے اسپر دجالی حربے چلے اور حالت نازک ہو گئی یکایک ایک ہنستے ہوئے چہرے نے اسکی مدافعت شروع کی اور پھر اسلام کا بول
بالا ہوا اور ہم دیکھتے ہیں کہ آج ایک خدا کا مرد پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ کوئی ہے جو اپنے مذہب کا مابہ الامتیاز (کہ بجز پیشگوئی و اعجاز نہیں) میرے سامنے
پیش کرے اگر کوئی ہے تو سامنے آئے مگر کوئی نہیں پس انہی باتوں سے یہ پیشگوئی پوری ہو رہی ہے اور کتب تعبیر الرؤیا میں لکھا ہے من رای
انہ ضرب انسانا بسیفہ تسلط علیہ بلسانہ یعنی جس نے دیکھا کہ کسی انسان کو تلوار ماری تو مراد اس سے یہ ہے کہ زبان سے قابو پایا یعنی دجال
کا جو شخص کو تلوار مارنا لکھا ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ پہلے کلام سے غالب آئیگا مگر آخر میں مغلوب ہو گا جیسا کہ تہلیل سے ظاہر ہے دیکھو تعطیر الانام ضحک
فی المنام دال علی فرح والسرور کہ اس سے مراد شادمانی و کامیابی ہے اسی معاملہ کو ایک دوسرے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہے ید عوا رجل
لا یبسط اللہ الا علیہ فیقول ما تقول فیّ (ایک رجل کو دعوت دیگا جسپر اللہ اسے قبضہ دیگا یعنے ایسے اسباب بہم پہنچینگے کہ اسے غلبہ کا
موقعہ ملجائیگا پس پوچھیگا کہ تو میرے حق میں کیا کہتا ہے؟ فَیَقُولُ اَنْتَ عَدُوُّ اللّٰہِ الدَّجَّال تو وہ کہیگا کہ تو اللہ کا دشمن دجال ہے
فَیَدْعُوا بِمِنْشَارٍ فَیَضَعُہٗ حذو راسہ فَیَشُقُّہٗ حَتّٰی یقع علی الارض ثم یُحْیِیْہِ فَیَقُولُ مَا تَقُولُ فِیَّ فیقول و اللہ
مَا کُنْتُ اَشَدَّ بَصِیْرَۃً مِنِّیْ فِیْکَ الان انت عدو اللہ الدجال الذی اخبرنا عَنْکَ رسول اللہ صلعم فیھوی الیہ
بِسَیْفِہٖ فَلَا یَسْتَطِیْعُہٗ فیقول اخروہ عنی (رواہ الطبرانی عن ابن عمر) پس ایک آرہ منگوائیگا اور سر پر رکھکر چیر دیگا یہانتک کہ زمین پر پھینک
دیگا پھر زندہ کریگا کہیگا اچھا اب کیا کہتے ہو پھر وہ رجل کہیگا کہ میں تیرے حال سے ایسا واقف ہوں کہ تجھسے بھی زیادہ تو اللہ کا دشمن دجال ہے
جسکی رسول اللہ صلعم نے خبر دی تھی پھر تلوار سے اسپر حملہ کریگا مگر طاقت نہ پائیگا کہیگا دور ہٹاؤ اس میں بھی پیش آنے والے واقعات کو تمثیلی پیرایہ
میں سمجھایا گیا مطلب تو صرف یہ ہے کہ دعوت کریگا اور سیف زبان سے ایکدفعہ غالب آئیگا اسلام پر مگر پھر اسلام میں زندگی کی روح ایک مسیح کی طرف
سے پھونکی جائیگی اسوقت غالب آنا چاہیگا مگر کچھ پیش نہ جائیگی[2] ناچار کھسیانا ہو کر کہدیگا جانے دو اسے۔ اور یہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ کہ
احمدیوں سے مباحثہ کرنے میں جھجکتے ہیں۔

مخفی نہ رہے کہ اس حدیث میں زندہ کرنے کو جو دجال کی طرف منسوب کیا گیا ہے تو یہ مجازی طور سے ہے مطلب یہ کہ اسکا فتنہ
اور ظلم خدا کی غیرت کو جوش میں لائیگا اور مومنوں کے قوی میں نئے سرے سے ایک روح پھونکی جائیگی تو گویا وہ سب احیا رہو گیا۔ عدو شود
سبب خیر گر خدا خواہد پس اسلئے یہ حقیقت احیاء اسکی طرف منسوب ہوئی۔ اور ضمیر واحد یعنی ہ[3] کو کہنا بھی وحدت صنفی کے اعتبار سے ہے جیسے کہتے

---

[1] قتل کے معنے لعنت جس سے مراد ہے ذلیل و حقیر کرنا ہے دیکھو قاموس لسان العرب وغیرہا ۱۲ قتل الخراصون اشکل بازذلیل ہو
جائیں قاتلہم اللہ انی یؤفکون اللہ انہیں ذلیل کرے کہاں بہکے جاتے ہیں [2] ایک روایت میں ہے فیرید الدجال یقتلہ فلا یسلط
علیہ متفق علیہ مشکوۃ دجال قتل کا ارادہ کریگا مگر غلبہ نہ پا سکیگا [3] اشہد انک دجال متفق علیہ مشکوۃ

ہیں۔ اے قوم تونے یہ کیا کیا یا قَومِ اَنّكَ اَذَيتَ نیز ہر قوم کا سردار ہوتا ہے اور مذہبی وعظ کرنیوالی کمیٹیوں کا اصل ایک کمیٹی پھر اسکا پریزیڈنٹ بھی ہوتا ہے گو وہی اصل الاصول ہے اسکے علاوہ یہ بھی یاد رہے کہ اس زمانے میں اس قسم کے کئی شعبدے ہیں از قسم مسمریزم وطلسمات کہ آدمی کو ایسا کر لیتے ہیں کہ مر گیا جسکو علم مسمریزم میں مشق ہو وہ ایسا کر سکتا ہے میں نے ایک شخص معتبر سے سنا کہ ایک مسمرائزر نے ایسی توجہ کی کہ ایک معمول مردہ ہو گیا حتی کہ جیتا گو مُلا رکھنے سے بھی ہوش نہ آیا۔ اور کلورافارم سے بیہوش کر کے اپریشن کرنیکا نظارہ تو ہر بالغ نظر نے دیکھا ہوگا پس یہ اجمالاً ایسی باتوں کی طرف اشارہ ہے ایک اور نشان ہے ان معه ماء ونارا فاما الذی یراه الناس ماء فنار تحرق واما الذی یراه الناس نارا فماء بارد عذب فمن ادرك ذلك منكم فليقع فی الذی يراه نارا فانه ماء عذب طيب (متفق علیہ بروایت حذیفہ) اسکے ساتھ پانی اور آگ ہونگے جسکو لوگ پانی دیکھیں وہ جلانیوالی آگ ہوگی اور جسے لوگ آگ دیکھیں وہ ٹھنڈا اور میٹھا پانی ہوگا پس جو تم میں سے پائے وہ آگ کی طرف دوڑے کہ وہ ٹھنڈا میٹھا پانی ہے دوسرے مقام پر فرمایا معه نهران یجریان احدهما رای العین ماء ابیض والآخر رای العین نار تاجج فاما ادرکن واحد منکم فلیات النهر الذی یراه نارا ثم لیغمض ثم لیطاطی راسه فلیشرب فانه ماء بارد (رواہ ابو داؤد عن حذیفہ) اسکے ساتھ دو نہریں چلتی ہونگی ایک ان میں سے بظاہر نظر سفید پانی ہوگی اور دوسری بظاہر شعلہ مارنے والی آگ کوئی تم میں سے پائے تو آگ دکھائی دینے والی نہر میں آئے پھر پئے کہ ٹھنڈا پانی ہے تیسرے مقام پر فرمایا ومعه جنة ونار معه جبل من خبز ونهر من ماء (رواہ الطبرانی عن ابن عمر) اسکے ساتھ جنت اور آگ ہونگے پس اسکی دوزخ جنت ہے اور جنت آگ اسکے ساتھ روٹیوں کا پہاڑ ہوگا اور پانی کی نہر چوتھے مقام پر فرمایا یخرج معه وادیان احدهما جنة والآخر نار اسکے ساتھ دو وادیاں ہوگی ایک جنت دوسری دوزخ (رواہ ابو داؤد) پانچویں مقام پر فرمایا یجی معه مثل الجنة والنار فالتی یقول انها الجنة هی النار (متفق علیہ عن ابو ہریرہ) آئیگی اسکے ساتھ مثل جنت و دوزخ کی پس جسے جنت کہیگا وہ دوزخ ہوگی۔

ہمنے یہ سب روایتیں اسلئے جمع کر دیں کہ آپ دیکھیں کہ ان میں کسقدر اختلاف ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اول تو یہ ممکن ہی نہیں کہ بعینہ بعینہ الفاظ نقل کئے گئے ہوں جب یہ بات ہے تو آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ایک لفظ کے پس و پیش سے معانی میں کتنا اختلاف بڑھ جاتا ہے پھر یہ سب معاملات ہوے کشفی ہیں تعبیر طلب ہیں۔ ان پانچوں روایتوں میں جو چیز متحد ہے وہ تو یہی ہے (اور یہی قابل اعتبار ہے) کہ جس کو وہ جنت یا پانی کہے اسے تم دوزخ و آگ سمجھو مطلب یہ کہ سامان عیش و عشرت جو اسکے اور اسکے قدم بقدم چلنے والوں کے پاس ہونگے وہ بظاہر اگرچہ نمونہ جنت (دیکھو مثل الجنة لکھا ہے نہ کہ جنت وجہ یہ کہ حقیقی جنت تو خدا کے قبضے میں ہے دجال مخلوق کو نہیں دے جا سکتے) نظر آئیں مگر اصل میں دوزخ کی جلتی ہوئی آگ کی طرف لیجانیوالے ہیں اور اس میں کیا شک ہے کہ آجکل جو عیش و عشرت کے سامان مہیا ہو گئے ہیں وہ اگلے لوگوں کے خواب میں بھی نہ گزرے تھے۔

ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ آجکل پانی اور آگ سے ہر ایک کام چلایا جاتا ہے نہریں بیشمار کھود دی گئی ہیں جہاں ویرانے میں جائیں ایک نہر جاری ملینگے اور کارخانہ جو ساتھ ہوتے ہیں تو آگ و پانی کا نظارہ بیجا دکھائی دیگا برف بنتی دیکھو بظاہر آگ ہے مگر بباطن ٹھنڈی برف۔ باغات اور درخت لگانے کی عادت بھی تم دیکھتے ہو بلکہ اسکے بغیر تو رہا نہیں جاتا ہر مکان کے گرد ایک باغیچہ ہوتا ہے اور ڈبل روٹیاں تو اسقدر روز

مزہ کو ادنی جانتی ہیں کیونکہ یہ ایک بہار دکھلائے نیز یہ مطلب کہ خوراک پانی کے ذرائع سب قبضے میں ہونگے چاہیں تو بند کردیں اور پھر جانوروں پر خرچ سے کچھ نہ بن پڑے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کَیْفَ بِکُمْ اِذَا ابْتُلِیْتُمْ بِعَبْدٍ قَدْ سُخِّرَتْ لَہٗ اَنْهَارُ الْاَرْضِ وَثِمَارُهَا فَمَنْ اَطْعَمَهٗ وَكَفَرَهٗ وَمَنْ عَصَاهُ حَرَمَهٗ وَمَنَعَهٗ اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰی یَعْصِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَئِذٍ بِمَا عَصَمَ بِهِ الْمَلٰٓئِكَةَ مِنَ التَّسْبِیْحِ (رواہ الطبرانی عن اسماء بنت عمیس) تمہارا کیا حال ہوگا جب تم ایک آدمی کی وجہ سے ابتلا میں پڑ گئے زمین کی نہریں اور پھل اسکے قبضے میں ہونگے جسکو کھلائیگا کافر بنائے گا جو اسکی نافرمانی کرے اسپر رزق حرام کردیگا (مطلب یہ کہ جو اسکے قوانین ذریعہ حصول پر عمل نہ کریگا وہ مفلس و قلاش مریگا اور جو چلا سکیگا مگر عشرت کا گو سامان عیش میں بڑھکر کافر نعمت بار بنے والے ہو جائیگا کیونکہ وہ رازق خدا کو نہ سمجھیگا بلکہ مادی اسباب ہی کے کانٹوں میں الجھیگا) مومنوں کو اللہ تعالی اس دن بچائیگا جیسے ملائکہ کو تسبیح کے ذریعے بچائے رکھتا ہے کیا معنی کہ بہ برکت تسبیح و تقدیس انکے لئے ایسے اسباب بہم پہنچ جائینگے کہ وہ ایسی مصیبتوں سے محفوظ رہینگے انکے لئے ایسی بندش ہوگی جیسے کہ ہم اپنی مہربان گورنمنٹ انگلشیہ کے زیر سایہ عاطفت ہر طرح کی کامل آزادی رکھتے ہیں اور نہ دینی عبادات کے ادا میں اور نہ دنیا کے حصول میں کسی قسم کی رکاوٹ رکھتے ہیں یہ سب خدا کا خاص فضل ہے۔

دجال کے غلبے کے ایام کی بابت حدیث دمشقی میں آیا ہے یَوْمٌ كَسَنَةٍ وَيَوْمٌ كَشَهْرٍ وَيَوْمٌ كَجُمُعَةٍ وَسَائِرُ اَيَّامِهٖ كَاَيَّامِكُمْ قُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَذٰلِكَ الْيَوْمُ الَّذِيْ كَسَنَةٍ اَيَكْفِيْنَا فِيْهِ صَلٰوةُ يَوْمٍ قَالَ لَا اُقْدُرُوْا لَهٗ قَدْرَهٗ ایک دن سال کے برابر اور ایک دن مہینے کے برابر اور ایک دن جمعہ (سات دن) کے برابر اور باقی دن تمام دنوں کے برابر ہونگے کہا رسول اللہ وہ دن جو سال برابر ہوگا اسمیں ایک دن کی نماز کافی ہوگی فرمایا یہ بات نہیں اندازہ کرو یعنی ایک دن معمولی کے برابر یہ لفظی معنے ہیں اسکا مطلب سمجھنے سے آپ اسماء بنت یزید کی حدیث پڑھ لیجئے اَلسَّنَةُ كَالشَّهْرِ وَالشَّهْرُ كَالْجُمُعَةِ وَالْجُمُعَةُ كَالْيَوْمِ كَاضْطِرَامِ السَّعْفَةِ فِي النَّارِ (سال مہینے کے برابر اور مہینہ جمعہ برابر اور جمعہ ایک دن برابر اور دن اتنا جتنے میں کھجور کا پتہ آگ میں جلے) اب دیکھئے یہ دونوں حدیثیں آپس میں متعارض و متناقض ہیں ان میں توفیق ناممکن ہے جب تک ہم نہ تسلیم کریں کہ یہ کلام بطور استعارہ ہے خصوصاً اسلئے کہ کلام اللہ میں آچکا ہے هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَاۗءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ (جس نے شمس کو ضیا اور قمر کو نور بنایا اور منزلیں مقرر کردیں تاکہ سالوں کا ٹھیک حساب معلوم رہے (۲) وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ اور سورج اپنے محور پر خاص رفتار سے چلتا ہے اور یہ اندازہ غلبے والے جاننے والے کا باندھا ہوا ہے یعنی نہ اس سے بے اختیار ہو کر اس چال میں فرق پڑ سکتا ہے اور نہ وہ کسی نادان کا بنایا ہوا ہے کہ چال میں فرق پڑے ہمیشہ ایک ہی قاعدے پر جائیگا (۳) اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ (الرحمن پ ۲۷ ع ۱) سورج چاند ایک خاص حساب سے چل رہے ہیں پس کس طرح ممکن ہے کہ ایک وقت قبل از قیامت ایسا آئے کہ ان میں یعنی انکی چال میں ایسی بے قاعدگی پڑے کہ دن سال برابر ہو جائے میرے دوستو! سنو ہم اس مسئلہ کو حل کرتے ہیں یہ تو آپنے سنا ہوگا کہ مصیبت کے دن لمبے ہوتے ہیں پس اس سے یہی مراد ہے کہ اسقدر فتن فساد اٹھینگے اور دینی اعتبار سے صحیح العقیدہ کا اسقدر زور ہوگا کہ دن لمبے معلوم ہونگے اور برس برس کا معلوم ہوگا اور کسی کو برس کسی کو مہینہ یا ہفتہ کا عرصہ ماننا مختلف طبائع کے اعتبار سے ہے اور مختلف حالات پر نظر کرکے نبی کریم صلعم نے دو قرینے رکھے ہیں کہ دن کے سال برابر ہونے سے حقیقی سال مراد نہیں چنانچہ آپ فرماتے ہیں وسائر ایامہ کایامکم پھر دیکھو سامعین کو تعجب ہوکہ باقی رہا یا انہوں نے مزید اطمینان کے لئے پوچھا کہ نماز اس دن کی جو

سال برابر کیسے پڑھیں تو آپنے فرمایا یہ نہیں جو تم سمجھے ہو (یعنی دن کا سچ مچ سال برابر ہونا) بلکہ دن کو دن کے برابر اندازہ کر (یعنے وہ دن بھی ایسے ہی ہونگے) بلحاظ مقدار ہونگے گو بوجہ غیر معمولی تو نہیں کہ تمکو نمازوں کا فکر پڑ گیا اقدروا لہ کی ضمیر مذکر نماز کی طرف نہیں رہ سکتی اقدروا لہ قدرہ کے معنے سمجھو اور کی نفی صلوۃ کی کفایت کرنے پر نہیں بلکہ فرمایا کہ یہ بات نہیں جو تم سمجھے کہ دن سال برابر گو اصل خیال کی نفی فرمائی یہ تو تم بھی جانتے ہو کہ دن میں ۱۸۰۰ نماز پڑھنا مشکل اور بیہودہ تھی فرمایا سال مہینہ برابر اور مہینہ ہفتہ برابر ہوگا تو اس سے یہ مراد کہ مشکلیں اتنی پڑیں جو پڑکر آسان ہو گئیں" وہی مصیبتوں کے دن پھر معمولی اور کثرت اشغال کے باعث چھوٹے معلوم ہونگے اور اس میں کچھ شک نہیں کہ آجکل کاروبار اشغال اتنے بڑھے ہیں کہ دن رات کام ہی میں گزر جاتا ہے آگے ہم دیکھتے تھے کہ پچیس پچیس برس کے نوجوان فارغ پھرتے اور کوئی انہیں کام میں مبتلا نا مگر اب تو چھ یا سات برس کے بچے کو زمیندار کنوئیں پر کام لگا دیتے ہیں اب وہ کھیلنے کی فرصتیں ہی نہیں چھوٹے چھوٹے بچوں کو وہ وہ افکار ہیں کہ بیچارے بڑھ نہیں سکتے پھر اسکے بعد سب سے زیادہ اس پیشگوئی کا ظہور کلوں کے ذریعہ ہورہا ہے اور یہی اسکے اصل معنی ہیں میری روح سجدہ کرتی ہے اپنے عالم الغیب حضور اس امی نبی کی شان دیکھکر جسنے تیرہ سو برس پہلے ان نو کلوں کا نقشہ کھینچ دیا کیا تمکو اے میرے مسلمان بھائیو! انکار ہے کہ سالوں کے سفر مہینوں میں اور مہینوں کے ہفتوں میں ہوتے ہیں کیا ریل وجہاز نے اس حدیث کے معنوں کو حل نہیں کیا پھر سوت کاتنے غلہ پیسنے کپڑا بننے کی کلوں اور تار برقی اور ڈاکخانہ کے انتظاموں نے یہ بتا نہیں دیا کہ جو کام مہینہ میں ہوتا تھا اب وہ ہفتہ میں بلکہ اس سے بھی جلدی ہو جاتا ہے پس حدیث کے یہی معنی ہیں دجال کے خدائی دعوے کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دعوے نبوت کریگا سو ہم جب ہم ایسی کتابوں کو دیکھتے ہیں جنکو وہ خود ہی لکھکر الہام و نبوت سے منسوب کرتے ہیں تو اسکے معنے صاف کھلجاتے ہیں۔

دجال کی نسبت یہ بھی لکھا ہے کہ یَشْوِیْ فِی الشَّمْسِ شَیْئًا (رواہ الحاکم عن ابن عمر) دھوپ میں کسی چیز کو بھونیگا مطلب یہ کہ وہ اپنی ایجاد و کاریگری کے باعث آفتاب سے کھانا پکانیکا کام لینگے سو ابھی کچھ دن ہوئے ہیں میں نے معتبر اخبار میں پڑھا کہ ایک ایسی مشین ایجاد کی گئی جس میں آتشی شیشوں کے ذریعے سے حرارت پیدا کیجاتی ہے اور اسپر کھانا پکانے وغیرہ کا کام بآسانی ہوتا ہے جس سے مجھے حدیث کی اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر کمال خوشی ہوئی اور میں نے خدا کی جناب میں سجدہ کیا کہ میں ایسے نبی اکرم کے تابعداروں میں ہوں جس کی بات بات صداقت سے لبریز ہے اور اس زمانے میں پوری ہو رہی ہے میں دجال کی نسبت سب بیان کر چکا ہوں۔

دجال کی سواری

اب ایک سواری کا بیان کرتا ہوں جس کا نکلنا اخیر زمانہ میں مقدر تھا مگر اس سے پہلے میں آپکو بتلانا چاہتا ہوں کہ حضرت علی نے دجال کے خروج کے کیا نشان ٹھہرائے۔ یہ بھی ایک ثبوت ہے اسکے خروج کا کیونکہ بقیہ نشان پورے ہو چکے ہیں سو ضروری ہے کہ دجال بھی نکل آیا ہو۔ ورنہ ان نشانوں کے پورا ہو جانے پر دجال کے نکلنے کا قائل نہ ہونا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ سورج کی ٹکی تو نکل چکی ہے مگر دن نہیں چڑھا سنو! اور سننے سے پہلے یہ ذہن نشین کر لو کہ اخبار مستقبلہ جن میں قیاس چل سکے مرفوع کے حکم میں ہوتے ہیں (ترجمہ عرض کرتا ہوں) جب لوگوں نے[۵۱] نمازوں کو ترک کر دیا یعنی

---

۵۱ لا یخرج الدجال حتی تذھل الناس عن ذکرہ وحتی یترک الائمۃ ذکرہ علی المنابر۔ دجال نہ نکلیگا مگر جب لوگ اسکے ذکر سے غافل ہو گئے اور ائمہ نے اسکا ذکر منبروں پر چھوڑ دیا (دیعہ المہدی) نیز ان بین یدیہ ثلث سنین سنۃ (تین سال قحط ہوگا) تمسک السماء فیھا (آسمان مینہ برسانے سے رک جائیگا ایکسال تیسرا حصہ پیداوار رکجائیگی اور دوسرے سال دو تہائی تیسرے سال ایسا سخت قحط پڑیگا کہ مینہ بالکل بند رہیگا اور پیداوار نہ ہوگی بیشمار کھروں اور داڑھوں والے جانور مویشی ہلاک ہونگے پچھلے سال یہ نظارہ دیکھا جا چکا ہے ۱۲

دس فیصدی نمازی مسلمان بہی جو کہا ہو تو میں جواب کا فیصلہ اور عورتیں دس فیصدی بہی نہیں) اور نمازوں کو ضائع کیا اور حکم میں ضعف ہوگیا اور کیا اس میں کچھ شک ہے
جا رہ و پیسے کے آدمی کا ڈر مگر خدا کا خوف نہیں کہ اسکے سامنے بڑی بیباکی سے گناہ کیے جاتے ہیں) ظلم کو فخر سمجھا جانے لگا امیر لوگ فاسق فاجر ہوگئے اور انکے مصاحب
خیانتی اور سردار ظلم پیشہ اور قاری فاسق (یعنی زبان پر قرآن اور باطن میں شیطان) ہو جائیں (اسکی وجہ یہ ہو کہ یہ لوگ طوطے کی طرح پڑھینگے نہ سمجھنے
کی کوشش کرینگے کہ ہم پڑھ کیا رہے ہیں اور ظلم و تعدی برملا ہونے لگے (ظلم سے مراد صرف حقوق عباد کا چھیننا بلکہ حدود اللہ کو تجاوز کرنا)
اور زنا کھلم کھلا ہونے لگا۔ اور سود کا عام رواج ہوگیا (اللہ اکبر بہت کم مسلمان ایسے کہ سکتے ہیں کہ ہم سود دیتے نہیں تو لیتے بھی نہیں حدیث شریف
میں دونوں کو یکساں سمجھا گیا ہے) اور قطع رحمی شائع ہوئی (یعنی رشتہ داروں سے بگاڑ معمولی بات سمجھی گئی) اور رنڈیاں بلائی جانے لگیں اور شرابیں
پی گئیں (اب تو کوئی بیر خالی رہتی ہو خصوصاً انگریزی خواں کا لازمہ ہوگیا الا ماشاء اللہ) اور عہد توڑے گئے پیمان شکنی تو معمولی بات ہوگئی ہو
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ بھی ایک عہد ہو جسے باندھکر لوگ پھر اللہ کے سوا اوروں کو مطلوب بنانے میں غور کرو تمام دن کی محنت اور شب کی
مشقت پیٹ اور اولاد کے لئے ہے یا خدا کے لئے منہ سے کہنا ایاک نستعین تجھ ہی سے مانگتے ہیں اور جانا قبر و منبر پڑھنا محمد رسول اللہ کا کلمہ اور
کسی طاغوت کا ، اور قسمیں توڑنا اور کھانا اور ضائع کرنا معمولی بات ہوگئی (اسکی تو کچھ نہ پوچھو بعض لوگوں کا تکیہ کلام ہی سوگند خدا کی ہوگیا ہے اور
عدالتوں کا قرآن تو بہت ہی ہلکا اور معمولی بات سمجھی جاتی ہی) جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں سستی کیجانے لگی۔ ادھر مقتدی ایسے کہ ایک وہ زمانہ کہ
گھنٹوں لوگ جماعت کے انتظار میں بیٹھے رہیں ایک یہ کہ بیٹھے تو گھڑی سے نہ اٹھیں اور قضا کا ذرا پہلے آگئے تو دو منٹ بیٹھنا بھی گوارا نہیں اور مسجد وں
کو سجایا جانے لگا اور سینہ چوڑے معتبر بنائے گئے خطبہ سنانے کو ملاں ملے اور اگر ملے بھی تو وہی جو ایک فرسودہ پرانا نوشتہ پڑھ سکے۔ اور لطف یہ کہ ترجمہ
وہی (اول تو ترجمہ ہی کب نصیب ہوتا ہی پھر بھی طبیعت نہیں لگتی بندگان خدا اتنا نہیں سمجھتے کہ خطبہ سے مراد تو یہ ہو کہ حسب حال حاضرین و اقتضائے
زمانہ کسی آیت کی تفسیر کیجائے نہ کہ وہی بیشتر کی لکھی ہوئی عبارت پڑھیں صرف مردہ شوئی کی قابلیت دیکھی جائے گی مگر منبر ضرور سو دو سو کا ہو
اور قرآن مجید آراستہ کئے گئے (یعنی اسکے پڑھنے اور پھر سمجھکر پڑھنے کی کچھ پرواہ نہیں اسکے احکام کی خلاف ورزی بیشک ہو مگر سونیکا پانی ضرور
چڑھا ہوا ہو غلاف ریشمی طلائی مرصع ہو اچھا ادب ہے) رشوتیں عام ہوگئیں (اپنا کوئی کام بلا رشوت کے کوئی خوش نصیب ہی کرتا ہوگا) سود کھایا جانے
لگا گندم دیور مٹی دینی بیچا دیکر ساتھ کچھ غلہ مقرر کر دینا تو مسلمانوں میں عام ہو چکا ہے) کمینے عامل بنائے گئے اور خوار کرنا معمولی بات ہوگئی
دو دین کو دنیا کے بدلے بیچا جانے لگا۔ عورتیں اپنے خاوندوں کے ساتھ تجارتیں کرنے لگیں اب تو دکان چلانیکا گر ہی عورت کو بٹھانا سمجھا گیا ہی
اور یہ سب کچھ دنیا کی حرص کرائیگی کون بھرتا ہے یہ مردار لئے پھرتی ہی) اور عورتیں اسٹیج پر آنے لگیں (ایسی با حیا مستورات کے لیکچر سننے ہوں
تو بڑے بڑے شہروں میں جایئے انسے تو نہایت قابلیت سمجھا جاتا ہی) اور مردوں کا تشبہ کرنے لگیں اور مرد عورتوں کا تشبہ (یہ بالکل ظاہر ہی جو کام
مردوں کے متعلق تھے ان سب میں عورتیں دخل دیتے جاتی ہیں) اور سلام صرف رسمی طور سے ہوتا ہو یعنی محبت کوئی نہیں دل سے سلامتی کی دعا نہیں
اٹھتی بغیر گواہی پوچھنے کے گواہی دیں اور قسم طلب کرنے سے پہلے ہی قسم دینے کو طیار کھڑے ہوں اور الفاظ یاد کر چکے ہوں بلکہ قسم کھا بھی لیں (اسکا
نظارہ عدالتوں میں دیکھئے دیکھو وہ دو آنے پر گواہ ملیگا جو عدالت کے کمرے میں قدم رکھنے سے پہلے دو چار قسمیں کھا کر اپنی قابلیت کا ثبوت
دیدیگا بھیڑیوں کے سے دل بھیڑوں کے لباس میں نہاں ہوں دل تو مصبر سے زیادہ کڑوے مگر زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی (رسالہ پڑھنے سے معلوم ہوگا)

کروہ شیرینی آواز کسقدر تلخی اپنے اندر بداخلاقی کی رکھتی ہے) دلی خیالات۔ چھپی باتیں مردار سے زیادہ گندی ہونگی (دین کی باتیں کرو قرآن مجید کی کوئی آیت پڑھو تو ذہن کند ہو جائیگا جمائیاں آنے لگینگی کوئی کام یاد آجائیگا نیند سے آنکھیں بند ہو جائینگی مگر فضول گپیں ہانکتی ہوں کوئی قصہ سننا ہو یا کوئی دنیا کا معاملہ ہو تو صبح تک سننا حرام ہو جائیگا اسوقت ذہن بھی صاف ہوگا فراغت بھی ہوگی طبیعت بھی حاضر۔ نیک باتیں بری سمجھینگے اور بری باتیں نیک (یعنی نماز نہ پڑھو قرآن شریف کا خیال نہ کرو تمہیں کوئی نہ پوچھیگا نہ تمہارا کوئی دشمن نمازی ہو تو سارے جہاں کی تہمتیں تم کو لگائی جائینگی بس بنتی ہیں) اگر کوئی قابل اخراج اور ناپاک ہے تو احمدی نمازی باقی چوری کرنیوالے بھنگ پینے والے سب امن طلب صلحکاری کے فرزند سمجھے جائینگے

یہی نشان ہیں اس وادی کے ظاہر ہونیکا جسکی نوعیت بتلانے کے لیے ہمارے نبی اکرم صلعم نے فرمایا اقم من بشر اسلمی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں یوشك ان تخرج نار من حبس سیل تسیر سیر مطیئة الابل تسیر فی النهار وتقیم باللیل تغدو وتروح یقال غدت النار ایها الناس فغدوا۔ قالت النار ایها الناس فقیلوا۔ راحت النار ایها الناس فروحوا۔ من ادرکته اکلته (رواہ احمد الحاکم بیہقی) قریب ہے کہ ایک آگ[سلہ] نکلے پانی کے بند کرنے سے (مراد ریل جو بھاپ (یعنی آگ کے ذریعے پانی کے انجن بنکر) کے زور پر چلتی ہے) اونٹ کی رفتار چلیگی یعنی صفا و پرنور دن کو چلے گی۔ رات کو قیام کرے بعض مقامات پر صبح کو بھی چلیگی اور شام کو بھی (یعنی اکثر مقامات میں رات دن کے مختلف اوقات میں ہر وقت) کہا جائیگا۔ نار (ریل) تیار ہو گئی ہے لوپس تم بھی چلو (بذریعہ گھنٹوں اور آواز وسکے جو ریل کی آمد و رفت کی خبر دیجاتی ہے اسکی طرف اشارہ ہے) دوپہر کو چلنے لگی تم بھی دوپہر کو چلو شام کو چلنے لگی تم بھی چلو گویا اسکے مختلف اوقات کا نقشہ کھینچدیا ہے پھر فرمایا جسکو پائیگی کھالیگی اور اس میں کیا شک ہے کہ جو ریل پر سوار ہوتا گویا اسکے پیٹ میں چلے جاتا ہے۔

اس سے پہلے اگر اس حدیث کے معنے سمجھنے میں بعض لوگوں نے غلطی کھائی ہو تو ہمکو خواہ مخواہ اسی غلطی میں نہیں پڑنا چاہیے جبکہ اس حدیث کا مصداق ہماری نظروں کے سامنے موجود ہے پھر اسی پر بحث نہیں بلکہ مزید واقفیت کے لئے فرمایا (دیکھو حدیث ابن المنادی مروی عن علی) کل اذن من اذنیه ثلاثون ذراعا۔ ایک کان سے دوسرے کان تک تیس گز کا فاصلہ ہوگا دوسری حدیث رواہ الحاکم میں آیا مابین عرض اذنیه اربعین باعا۔ دونوں کانوں کا درمیانی فاصلہ ۴۰ باع ہوگا[سلہ] یہ مختلف گاڑیوں کے طول کے اعتبار سے فرمایا اور آپ دیکھ لیں کہ عموماً یہی فاصلہ پچھلی گاڑی سے جس میں گارڈ ہوتا ہے اگلی گاڑی تک ہوتا ہے اور یہ بمنزلہ دو کانوں کے ہے ایک دوسرے کو خبر پہنچا سکتے ہیں اور وہی پیش آنے والے خطرات سے آگاہ ہوتے اور اسکا انتظام کرتے ہیں آگے فرمایا مابین حافر حمارہ الی الحافر الاخر مسیرۃ یوم ولیلة اسکے ایکقدم سے دوسرے قدم تک ایک دن رات کا فاصلہ ہوگا) اب اسکے اگر یہ معنے کرو کہ ایک پاؤں سے دوسرے

سلہ ریل کو آگ اسلئے کہا گیا کہ اسکا اصل بھاپ ہی ہے یعنی آگ نہ ہو تو بھاپ بنا ریل ہی نہیں بس اسلئے اسکا ایسا نام فرمایا جو اسکی اصلیت کو بتلا دے یہ بھی معجزہ نبی اکرم ہے کہ تیرہ سو سال پہلے ایک ایجاد کی خبر دی ۱۲ سلہ مابین اذنیه سبعون باعا اسکے دو کانوں کے درمیان ستر باع ہوگا رواہ البیہقی

پاؤں تک تین چالیس میل کا فاصلہ ہو تو یہ بالکل ایک لغو و فضول انہونی بات ہے مطلب یہ کہ ایک سٹیشن سے دوسرے سٹیشن تک ایسے سٹیشن
جنکشن جہاں کہ پانی ملایا جاتا ہے تو گویا اسکا قدم ہے حمار اسلئے فرمایا کہ ریل وہ کام دیتی ہے سواری اور بوجھ اٹھائیگا اور یہی خصوصیت حمار (گدھے) میں[1]
ہے حمار اقمر (سفید گدھا) اسلئے فرمایا کہ وہ گاڑیاں سفید ہوتی ہیں بہ تیز رفتاری کے سنئے یتناول السحاب بیمینہ ویسبق الشمس
الی مغیبھا (بادل کو دائیں ہاتھ چھوڑ جائیگا اور آفتاب کے غروب سے پہلے کہیں کا کہیں پہنچ جائیگا مطلب یہ کہ تیز رفتاری میں نہ بادل اسکا
مقابلہ کرسکتے ہیں نہ کچھ اور ریل غروب تک کہیں کی کہیں جا پہنچیگی دوسرے مقام پر فرمایا یتناول الطیر من الجولۃ اڑتے پرندوں کا مقابلہ کریگا
(بعض پرندے نہایت تیز رفتار ہوتے ہیں مگر وہ ان سے بھی تیز رفتار ہوگا) تطوی لہ الارض منھلا (زمین اسکے ذریعے باآسانی طے ہوسکیگی)
اس میں کیا شک ہے کہ ریل کے ذریعے سفر نہایت آسانی سے طے ہوسکتا ہے کئی من بوجھ ساتھ ہو رات کا وقت ہو بیشک مزے سے سوئے اور
دن ہوتے ہوتے کئی سو کوس طے شدہ دیکھ لیجئے دوسرے مقام پر ہے یطاء کل منھل فی کل سبعۃ ایام ہر ہفتہ کو طے کریگا[2]۔ ساری زمین
جس کا محیط ہے گاڑی ہفتہ میں طے کرسکتی ہے گویا ہر ہفتے جہاں سے چلی تھی وہاں پھر آسکتی ہے حدیث دمشقی میں ما اسراعہ فی الارض (زمین
میں اسکی تیز رفتاری کا کیا حال ہوگا) کے جواب میں فرمایا کالغیث استدبرتہ الریح (مینہ والا بادل جسکے پیچھے آندھی ہو جس سے ریل کی
چال آنکھوں میں پھر جاتی ہے) یخوض البحر الی کعبتیہ (سمندر میں ٹخنوں تک غوطہ زن ہوگا یہ دخانی جہاز کی طرف اشارہ ہے جو کہ اسی اصول پر
چلتا ہے اسلئے اسکا ذکر بھی فرمایا امامہ جبل دخان وخلفہ جبل اخضر (اسکے آگے دھوئیں کا پہاڑ اور پیچھے آسمانی خاکی رنگ کا پہاڑ دھوئیں
ہو دالگتی کہنا کیا انجن سے نکلنے والا دھواں پہاڑ کی شکل میں نہیں ہوتا اور جب دیکھو آپ سمجھ جاتا ہے تو اسکی شکل مندرجہ حدیث ہو جاتی ہے دوسری حدیث
میں ہی ہے بین یدیہ جبلان احدھما فیہ اشجار وثمار وماء والاخر فیہ دخان ونار (میرا ریگا ساتھ اسکے دو پہاڑ
ایک میں پھل اور پانی اور مختلف نباتات (کھانا کھانے والی گاڑی یا جواب کل ڈاک گاڑیوں میں لگنے کی تجویز عملی صورت میں آرہی ہے اسکا
خیال فرمالیجئے اور دوسرے میں دھواں اور آگ انجن جاکر دیکھئے تعجب ہے کہ ایسی ایسی کھلی باتوں کو بھی یہ لوگ نہیں سمجھتے ینادی بصوت لہ
یسمع بہ ما بین الخافقین (ایسی آواز نکالیگا کہ اس کنارے سے اس کنارے تک پہنچ جائیگی مطلب کہ دور دور تک اور یوں بھی تار کے
ذریعے تو جہان کے ایک کنارے سے دوسرے تک چلنے و ٹھہرنے کا پتہ معلوم ہو جاتا ہے الی اولیائی الی اولیائی الی احبائی (ادہر
آؤ میرے دوستو ادہر آؤ میرے دوستو اسطرف میرے مہربانو اسکا نظارہ سٹیشن پر جاکر دیکھو کہ بیچارے قلی کس کس طرح پکارتے ہیں) دوسری
حدیث ثلاث صیحات یسمعھا اھل المشرق والمغرب (تین چیخیں ہونگی جسے مشرق مغرب والے سنیں گے یہ ہندوستانیوں
اور یورپین قوموں کی یکجائی کی طرف بھی اشارہ ہے اور یہ مطلب نہیں کہ کل مشرق مغرب والے سنیں) تین گھنٹیاں جو ریل کے چلنے سے پہلے
ہوتی ہیں انکا خیال فرماکر مان لیجئے کہ ہمارے نبی اکرم صلعم کی پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی اور یہ سب ہماری دلیل ہے آپ کی صداقت
پر کیونکہ غیب پر سوائے رسلان الہی کے کسی کو یقینی اطلاع نہیں دی جاتی۔

۱؎ نیز اس میں یہ اشارہ ہے کہ خرچ کم اور کام بہت

۲؎ تدور الدنیا کلہا فی ثمانیۃ ایام۔ دنیا کے گرد آٹھ روز میں سفر کریگا۔

ایک حدیث کے یہ الفاظ ہیں لا تقوم الساعۃ حتی یخرج نار من ارض الحجاز تضیئ اعناق الابل ببصریٰ (اخرجہ الشیخان) قیامت قائم نہ ہوگی جب تک آگ یعنی ریل حجاز سے نہ نکلے اور اعناق ابل جو بہاڑیاں ہیں اس سے روشن ہوں[1] یہ بھی ریل کی طرف اشارہ ہے اسکی خبر قرآن مجید میں بھی دیگئی ہے چنانچہ فرمایا وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ یعنی جب ایسی سواری نکل آوے کہ اونٹوں کی ضرورت کم ہو جاوے مکہ مدینہ میں ریل بننے سے یہ پیشگوئی اچھی طرح پوری ہو جائیگی پھر فرمایا وخلقنا لہم من مثلہ ما یرکبون اور ہم نے انکے لئے اسکی مثل اور سواریاں بھی بنائیں جنپر یہ سوار ہونگے یعنی ریل وجہاز دخانی وغیرہ خلقنا کی ماضی اس اعتبار سے ہے کہ گویا یہ امر ہوچکا ہے جیسے تبت یدا ابی قال اللہ یعیسے کی ماضی۔

دجال کے ساتھ عورتیں

دجال کے ساتھ عورتوں کا بھی ذکر ہے یعنی اس گروہ کے ساتھ مذہب کی اشاعت میں عورتیں بھی ممد و معاون ہونگی جیسا کہ تم دیکھتے ہو عن ابی سعید الخدری قال مع الدجال امرأۃ یقال لہا لبیبۃ یوم قریۃ الا سبقتہ الیہا فتقول هذا الرجل داخل علیکم فاحذروہ (رواہ نعیم بن حماد) ابو سعید خدری سے روایت ہے کہ دجال کے ساتھ عورت کا فرقہ بھی ہوگا جسے لبیبہ کہینگے وہ دجال کسی گاؤں کا قصد نہ کریگا مگر وہ اسکی طرف پہلے جائیگی (اور یہ ظاہر ہے کہ اپنا قدم جمانے سے پہلے عورتوں کے ذریعے تعارف پیدا کر کے مذہبی اشاعت کی جاتی ہے) وہ کہیگی کہ یہ شخص اب قدم جمانیوالا ہے پس حذر کرو یعنی گویا اسکا آنا اس بات کا الارم ہوگا کہ اپنے اپنے مذہب کی فکر کرلو ورنہ اسکے قابو میں آنا یقینی ہے پھر فرمایا تمیم داری کی حدیث جو ایک خواب ہے وہ کہتا ہے میں نے ایک عورت دیکھی جزیرہ میں (معلوم ہوا کہ یہ قوم جزیرہ سے آئیگی) بالوں کی کثرت سے اسکا آگا پیچھا معلوم نہ ہوتا (اس سے یہ مراد ہے کہ انکی اصلی مقصد کو پانا بہت مشکل ہوگی یعنی بظاہر کچھ ارادہ ظاہر کرے اور اصل میں بات اور ہو) اپنا نام جساسہ بتلایا یعنی تجسس کرنے والی مطلب یہ کہ پہلے ٹوہ لگالائے کہ کس قسم کے لوگ ہیں اور کیا خیالات رکھتے ہیں تاکہ انہی کے مطابق کارروائی شروع کی جائے ابن ماجہ کے حاشیہ پر لکھا ہے تجسس الاخبار فتاتی بہا الدجال (خبریں حاصل کرکے اس گروہ کی طرف لے آئیگی)

یاجوج ماجوج

اب ہم یاجوج ماجوج کا حال لکھتے ہیں پہلے لغوی معنے کے اعتبار سے تحقیق کیجئے اجت النار اجیجاً تلہبت یعنی آگ روشن ہوئی اج الملح اجوجاً (پانی موج زن ہوا) ملاحظہ ہو اقرب الموارد۔ اس بیان سے اشارۃً واضح ہوگیا کہ وہ قوم زیادہ تر اپنے مصنوعات میں پانی و آگ کو کام میں لائیگی اور اسی سے سب کام چلائیگی اور یہ اظہر من الشمس ہے کہ روئی سے لیکر کپڑا بننے بلکہ پہننے تک اور دانہ سے لیکر خوشگوار روٹی تک جسقدر عملوں کی ضرورت ہے وہ سب دخانی کلوں کے ذریعے چلتے ہیں اب دیکھئے قرآن مجید وہ کیا فرماتا ہے قَالُوْا یٰذَا الْقَرْنَیْنِ اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰۤى اَنْ تَجْعَلَ بَیْنَنَا وَبَیْنَهُمْ سَدًّا (انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج زمین میں فساد ڈالنے والے ہیں پس کیا ہم تمہیں چندہ کردیں تا کہ تو ہمارے اور انکے درمیان دیوار بنادے) ذوالقرنین نے روپیہ کی مدد تو نہ لی

---

[1] ایک حدیث میں ہے تخرج نار من حضرموت تحشر الناس (اخرجہ الترمذی) حضرموت سے نار (ریل) نکلے گی لوگوں کو اکٹھا کریگی اب حجاز ریلوے ان تمام باتوں کو پورا کر دیگی میبرد بستوا ہوشیار ہو جاؤ اور بعض کی بیعت کرنو ۱۳۱۲ھ ایدرون ما قیل من جبرہ من کثرۃ الشعر (دیکھو مشکوٰۃ)

مگر فرمایا فَاَعِیْنُوْنِیْ بِقُوَّۃٍ اَجْعَلْ بَیْنَکُمْ وَبَیْنَھُمْ رَدْمًا (مجھے زور سے مدد دو تاکہ میں تمہارے اور انکے درمیان روک بنا دوں) اٰتُوْنِیْ زُبَرَ الْحَدِیْدِ (لوہے کی تختیاں لاؤ) حَتّٰی سَاوٰی بَیْنَ الصَّدَفَیْنِ قَالَ انْفُخُوْا حَتّٰی اِذَا جَعَلَہٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِیْ اُفْرِغْ عَلَیْہِ قِطْرًا فَمَا اسْطَاعُوْا اَنْ یَّظْھَرُوْہُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَہٗ نَقْبًا کہف ١٦/١١ (جب میانی کشادگی کو برابر کر دیا تو فرمایا دھونکو جب دیوار کو آگ بنا دیا تو حکم دیا تانبا انڈیلنے کے لئے لاؤ اس دیوار پر نہ تو وہ چڑھ سکتے اور نہ اس میں سوراخ کرنے پر قادر ہوتے فرمایا یہ میرے رب کی رحمت ہے) فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّیْ جَعَلَہٗ دَکَّآءَ وَکَانَ وَعْدُ رَبِّیْ حَقًّا (پھر جب میرے رب کا وعدہ آیا تو اسکو قابل گذر ٹکڑے کر دیگا۔ (مطلب یہ کہ اس قوم کے پاس ایسے اسباب مہیا ہو جائینگے کہ وہ اس سے بسہولت گذر آئینگے اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے) میرے دوستو یہ وہی دیوار ہے جس کی نسبت رسول اکرم صلعم نے خواب میں دیکھا (عن ابی ھریرۃ) اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ لَیَحْفِرُوْنَ السَّدَّ کُلَّ یَوْمٍ حَتّٰی اِذَا کَادُوْا یَرَوْنَ شُعَاعَ الشَّمْسِ قَالَ الَّذِیْ عَلَیْھِمْ اِرْجِعُوْا فَسَتَفْتَحُوْنَہٗ غَدًا فَیُعِیْدُہُ اللّٰہُ کَاَشَدِّ مَا کَانَ (یاجوج ماجوج دیوار کو کھودتے ہیں ہر روز جب آفتاب کی شعاع کو دیکھتے ہیں تو سردار کہتا ہے واپس لوٹو کل اسے کھول لینگے واپس آتے ہیں تو اسے ہی زیادہ سخت دیکھتے ہیں پھر جب مدت پوری ہو گئی اور اللہ نے ارادہ کیا کہ انہیں لوگوں پر بھیجے تو وہ کھودینگے اور شعاع شمس کو دیکھکر انکا سردار کہیگا لوٹ آؤ انشاء اللہ کل کھل جائیگی (وہ) پس آئینگے تو اسے انکی حالت پر دیکھینگے یعنی جیسی چھوڑ گئے تھے وَھُوَ کَھَیْئَتِہٖ حِیْنَ تَرَکُوْہُ) فَیَحْفِرُوْنَہٗ (پس کھود لینگے) یَخْرُجُوْنَ عَلَی النَّاسِ[١] اور لوگوں پر نکل آئینگے اسکا حاصل مطلب یہ ہے کہ آپکو مکاشفہ میں دکھایا گیا کہ وہ قومیں سرحد کی ورلی طرف کے بلاد فتح کرنے میں ساعی ہیں جب ہزار سال پورا ہو چکیگا تو پھر ایسے اسباب مہیا ہو جائینگے کہ انکی کوششیں بار آور ہونگی اور یہ تو بارہا دیکھا گیا کہ کسی روک یا مانع کو دیوار کی صورت میں دکھایا جاتا ہے اور دیوار کو چھپانا اور پھر اسکے برابر ہو جانے سے مراد یہ ہے کہ مانع روک کو دور کرنے کی کوشش کی گئی مگر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہوا یہ دیوار شاہ کیقباد نے کوہ یورال و جھیل کیسپین کے درمیان بمقام دربند ٣٠ میل لمبی بنائی تھی ٥٣٥ برس قبل مسیح۔ اور جس قوم کے لئے بنائی گئی تھی اسکی صفت ہے مُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِ یعنے انکے زمینی انتظام کو تہ و بالا کر کے نیا نظام قائم کرنے والی پھر دوسرے مقام پر قرآن مجید میں ہے فُتِحَتْ یَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَھُمْ مِّنْ کُلِّ حَدَبٍ یَّنْسِلُوْنَ الانبیاء ع ٦ ١٧ (یاجوج ماجوج ہر بلندی کے مقام پر چڑھکر اترنے والے یعنی مشکل سے مشکل محال سے محال کام کر دکھانے والے) بس یہ صفتیں جس قوم میں پائیں وہی یاجوج ماجوج۔ دیوار سے نکلنے کے بعد کیا کرینگے وَتَرَکْنَا بَعْضَھُمْ یَوْمَئِذٍ یَّمُوْجُ فِیْ بَعْضٍ (بعض انکے بعض پر موج دریا کیطرح چڑھ آئیں یعنی جنگ وغیرہ یہ تو قرآنی شہادت ہوئی پھر احادیث میں دیکھئے پہلے یہ کس کی اولاد ہیں سنئے اِنَّ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِنْ وُلْدِ اٰدَمَ (بیہقی فی البعث عن ابن عمر) یاجوج ماجوج آدم کی اولاد سے ہیں) پس اس میں ایسی باتیں ثابت کرنا جو نسل آدم سے انکو نکالے کہ زبان سے

---

[١] یہ حدیث ہدیۃ المہدیہ میں ہے دیکھو اور بخاری صحیح میں پڑھو اَنَّہٗ عَلَیْہِ السَّلَامُ اسْتَیْقَظَ یَوْمًا مِّنْ نَّوْمِہٖ مُحْمَرًّا وَجْھُہٗ کہ حضور صلعم ایک دن خواب سے بیدار ہوئے چہرہ مبارک سرخ تھا وَھُوَ یَقُوْلُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَیْلٌ لِّلْعَرَبِ مِنْ شَرٍّ قَدِ اقْتَرَبَ فُتِحَ الْیَوْمَ مِنْ رَّدْمِ یَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مِثْلَ ھٰذَا وَحَلَّقَ بِعَقْدِ تِسْعِیْنَ اسوقت آپ فرماتے تھے کہ عرب کے لئے تباہی ہے اس برائی سے جو نزدیک آ گئی آج کے دن یاجوج ماجوج کی دیوار سے اسقدر کھولا گیا اور اتنا حلقہ کر کے عقد تسعین بنایا یعنی سبابہ کے ناخن کے سرے کو انگوٹھے کی گرہ دوم پر رکھا ١٢

پہاڑوں کو چاٹتے ہیں یا کان نیچے اوپر ڈال لیں یا سمندر کا پانی سب کا سب ڈالکر پی جاتے ہیں حماقت ہے ضرور انکے ایسے معنے چاہئیں جو عقل و فکر میں آ سکیں پھر پڑھو (رواہ ابن عساکر عن ابن ہریرہ) ولد نوح ثلاثۃ (نوح کے تین بیٹے تھے) سام و حام و یافث (سام۔ حام۔ یافث) ولد یافث یاجوج ماجوج والترک الصقالبیہ ولاخیر فیہم (یافث کی اولاد یاجوج ماجوج اور ترک اور صقالبی ہیں معلوم ہوا کہ ترکوں کے بھائی ہیں پس جب ترکوں کا مقام آپنے دیکھا ہے تو یاجوج ماجوج کا حال خود بخود کھل گیا بائبل میں بھی یاجوج ماجوج کی بابت پڑھئے حزقی ایل باب ۳۸ درس ۳ اے جوج روس اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں پھر پڑھو باب ۳۹ حزقی ایل باب ۳۹ درس ۶ میں ماجوج اور انپر جو جزیروں میں بے پرواہی سے سکونت رکھتے ہیں معلوم ہوا کہ جزیروں میں رہنے والی قومیں مراد ہیں امریکن وغیرہ۔

اب ان کے نکلنے کی بابت حدیث میں پڑھئے فتح القسطنطنیہ مع خروج الدجال (رواہ ابو داؤد جلد ۲) قسطنطنیہ کی فتح کے بعد دجال نکلیگا اور یہ فتح ۱۴۵۳ء میں سلطان محمد ثانی کے ہاتھ پر ہوئی اور ۱۴۹۸ء میں پرتگیزوں کے جہاز نے ہند کی طرف آنیکی کوشش کی پھر پڑھو (عن زینب بنت جحش) کہ رسول اللہ صلعم کے پاس آئے فرمایا عرب کے لئے تباہی ہے اس تباہی سے جو نزدیک پہنچ گئی کہ آج کے دن یاجوج ماجوج کی دیوار سے کھولا گیا اس قدر اور پھر اپنی دونوں انگلیاں کا انگوٹھے اور اسکی ساتھ کی سے حلقہ بنایا۔

ویل للعرب من شر قد اقترب فتح الیوم من ردم یاجوج و ماجوج مثل ھذہ وحلق باصبعیہ الابہام والتی تلیہا۔

۱۵۹۰ء میں پہلا بیڑا ہندوستان میں آیا اور پھر رفتہ رفتہ ہندوستان برہما افغانستان پر اثر جمگیا ادہر روس وسط ایشیا سے بڑھا تاتار۔ ترکستان کو لیتا ہوا فارس پر اثر جم گیا ادہر روس وسط ایشیا سے بڑھا۔ تاتار ترکستان کو لیتا ہوا فارس پر اثر جما لیا چین پر بھی سب طاقتوں نے رعب جمایا اور اسکا ہی من وجہ خاتمہ ہوا مصر بھی خود مختارانہ حکومت رہگیا۔ ملک بربر۔ مراکش بھی انہی اقوام کے زیر اثر آگیا سلطنت ترکی کا بھی جاہ و جلال جاتا رہا اور یہ پیشگوئی قرآن مجید کی پوری ہوئی انجیل میں بھی ایسا ہی لکھا تھا دیکھو مکاشفات باب ۲۰ درس ۱۲ جب ہزار سال ہوچکینگے شیطان قید سے چھوٹیگا اور نکلیگا تا کہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں یعنی یاجوج و ماجوج کو فریب دے اور انہیں لڑائی کے لئے جمع کرے وے شمار میں سمندر کی ریت کی مانند ہیں اور وے زمین کی وسعت پر چڑھ گئے" یہ الفاظ بالکل صحیح نکلے آج ہم دیکھتے ہیں کوئی ملک کوئی ریاست ایسی نہیں جو ان اقوام کی سلطنت میں بطور رعایانہ ہو یا کم از کم ان کے زیر اثر نہ ہو۔ یہ تو ان کے خروج کا وقت ہوا۔ اب انکے کام دیکھو فیخشون الناس وینحاز المسلمون عنہم الی مدائنہم وحصونہم ویضمون الیہم مواشیہم ویشربون میاہ الارض حتی ان بعضہم لیمر بالنہر فیشربون ما فیہ حتی یترکوہ یبسا (آدمیوں پر چھا جائینگے۔ اور مسلمان ان سے اپنے شہروں اور قلعوں میں پناہ لینگے اور وہ (یاجوج) ان کے مویشیوں پر قبضہ کر لینگے اور زمین کے پانی پی جائینگے (یعنی انکنوں نے نہروں کے فیضے سکھا کہ جہاں چاہینگے بہا دینگے) یہانتک کہ کوئی انمیں سے نہر پر گذریگا تو جو کچھ اس میں ہے پی جائیگا یعنی اسکو صرف کر ڈالیگا۔ اور رخ اور طرف پھیر دیگا) اور اس نہر کو خشک چھوڑیگا حتی ان من بعضہم لیمر بذلک النہر فیقول قد کان ہھنا ماء مرۃ (پھر نوبت یہانتک پہنچیگی کہ ان میں سے کوئی گذریگا تو کہیگا یہاں کبھی پانی ہوتا تھا حتی اذا لم یبق من الناس

اَحَدًا اِلَّا اَخَذَ فِی حِصْنٍ اَوْ مَدِیْنَۃٍ قَالَ فَاِنَّهُمْ هٰؤُلَاءِ اَهْلُ الْاَرْضِ قَدْ فَرَغْنَا مِنْهُمْ بَقِیَ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ
يَهُزُّ اَحَدُهُمْ حَرْبَتَهٗ ثُمَّ يَرْمِیْ اِلَی السَّمَاءِ فَتَرْجِعُ اِلَيْهِ مُخَضَّبَۃً دَمًا لِلْبَلَاءِ وَالْفِتْنَۃِ ایسا ہوگا کہ جب کوئی آدمی نہ رہیگا
مگر کہ قلعوں یا شہروں میں پناہ گزیں ہوجائیگا تو اسکے بعد ایک ان میں اپنا حربہ ہلا کر تیار کرکے آسمان کی طرف پھینکے گا جو اسکی طرف ابتلا و فتنہ
کے لیے خون سے بھرا ہوا آئیگا مطلب یہ کہ وہ آسمانی اجرام کی طرف مشغول ہونگے اور وہاں کی آبادی کا حال معلوم کرنیکا شوق پیدا کرینگے اور
حربہ کے خون آلودہ ہوکر گرنے سے یہ مطلب ہے کہ کچھ کامیابی ہوگی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ اجرام سماوی کی تحقیق جسقدر آجکل ہوتی ہے ابتدا دنیا
سے نہیں ہوئی ہزاروں سورج اور چاند دریافت کئے گئے ہیں اور بیشمار ستارے جن کی بلندی بجائے وقوع چال تکمیل وغیرہ کا حال معلوم کرلیا گیا ہے
بلکہ ان کا فوٹو بھی کھینچ لیا جاتا ہے اور یہ بھی کہ انکی روشنی کس کس چیز سے مرکب ہے پھر یہ کہ آیا انمیں آبادی ہے یا نہیں چنانچہ ایک محقق کا دعوی
ہے کہ مریخ میں آبادی ہے اور وہ انسان اس قسم کے ہیں ان سے گفتگو کا بھی انتظام کیا ہے میں نے ایک کتاب ستاروں کے حالات کی پڑھی تو میں
دنگ رہ گیا کیونکہ اس میں کئی ستاروں کی بلندی اربوں سے زیادہ میل کی لکھی تھی اور ایسے ایسے حالات و خواص لکھے کہ عقل دنگ ہوجاتی ہے میں نہیں
سمجھتا کہ اس سے بڑھکر کوئی اور وقت آئیگا۔ ہدیۃ المہدی میں ایک حدیث ابوہریرہ سے مروی ہے لکھا ہے یخرجون علی الناس فینشفون الماء
ویتحصن الناس منهم فی حصونهم فیرمون بسهامهم الی السماء وعلیها کهیئۃ الدم فیقولون قهرنا اهل الارض و
علونا اهل السماء یعنی لوگوں پر خروج کرینگے پانی کو [پی جائینگے] اور لوگ ان سے قلعوں میں چھپ جائینگے وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکینگے تیر پر لہو
سا کچھ لگ آئیگا یعنی کامیابی اندرے ہوگی کہینگے کہ زمین والوں پر غالب ہوئے ایسے ہی آسمان والوں پر بھی غلبہ حاصل کیا چنانچہ آجکل آسمانی تصرفات
کو اپنے قبضے میں لانیکی کوشش ہورہی ہے مینہ برساتے ہیں ستاروں کی آبادی کے مدعی ہوکر ان سے سلسلہ قائم کرتے ہیں حدیث دمشقی میں ہے دیکھو مشکوۃ
فیمر اوائلهم علی بحیرۃ طبریۃ فیشربون ما فیها ویمر آخرهم فیقول لقد کان بهذہ مرۃ ماء یعنی انکے بحیرہ طبریہ
پر گزرینگے اور کہینگے یہاں کبھی پانی ہوتا تھا یہاں بحیرہ طبریہ کے پی جانے سے مراد بادشاہت تمام ملک کی ہے دیکھئے تعطیر الانام بحر فی
المنام یدل علی ملک قوی (خواب میں سمندر ملک قوی پر دلالت کرتا ہے) پھر لکھا ہے فان شرب ماءہ کلہ (کہ اسکا تمام پانی پی لیتے) سے مراد
ہے فانہ یملک الدنیا ویطول عمرہ (کہ وہ دنیا کا مالک ہوجائیگا اور اسکی عمر لمبی ہوگی گویا مطلب یہ ہے کہ وہ تمام دنیا پر حکومت کرینگے
اور عمر سلطنت بہت دراز ہوگی اور دوسرے کا پانی ہوتا تھا کہنا اس سے مراد یہ ہے کہ کاش مجھے بھی یہ شان و شکوہ حاصل ہوتا اور میں بھی ان
ممالک کا نفع حاصل کرتا آگے لکھا ہے ثم یسیرون حتی ینتهوا الی جبل الخمر وهو جبل بیت المقدس پھر وہ اس جاہ و جلال میں
بڑھتے چلے جائینگے یہانتک کہ جبل خمر پر پہنچینگے) پہاڑ کا رؤیا میں دیکھنا قوۃ و غلبہ پر دال ہے دیکھو کامل التعبیر اگر بیند کہ بر بالائے کوہ ہمی شد
دلیل بزرگی و جاہ یابد اور حضرت جعفر صادق فرماتے ہیں کہ پہاڑ رؤیا میں بادشاہی۔ دلیری۔ ظفر۔ بلندی۔ رئیسی پر دلالت کرتا ہے فیقولون
لقد قتلنا من فی الارض هلم فلنقتل من فی السماء فیرمون بنشابهم الی السماء فیرد الله نشابهم مخضوبۃ دما

لہ فیطاؤن بلادهم لا یاتون علی شیء الا اهلکوہ ولا یمرون علی ماء الا شربوہ رواہ احمد ہدیۃ المہدی (انکے شہروں کو پامال
کردینگے جس چیز پر گزرینگے ہلاک کردینگے اور جس پانی پر گزرینگے اسے پی جائینگے کلوک لذیو لکھتا ہے) ۱۲

وہ کہینگے ہمنے زمین میں سب کو حقیر و ذلیل کر دیا آؤ آسمان والوں کو تابع کریں (یہ اسطرح کہ اپنے کاموں کے لئے مختلف تدبیروں سے کام لیں اور تقدیر کا کچھ لحاظ نکریں اپنی پختہ تدابیر و محکم وسائل پر ایسا یقین ہوگا کہ وہ یہ جانیں گے ہی نہیں کہ تقدیر کے آگے کچھ پیش نہیں جاتی، وہ اپنی مشینوں کلوں اور ہتھیاروں پر ایسا بھروسہ رکھینگے کہ کسی کو دیدہ ان میں لائینگے وہ کہو روس ملسے کیا خبر تھی کہ جاپان اس نازک حالت کو پہنچیگا) وہ اپنے آسمان کی طرف چلائینگے اللہ انکے تیر خون سے آلودہ واپس کریگا اسکا یہ مطلب سمجھو کہ وہ اپنی تدبیروں سے آسمانی تقدیروں کو روکنے کی کوشش کرینگے جیسے آسمان سے طبیعت برسا تو خود برسا لیا ایسا ہی اور باتوں میں تدبیروں سے کام لے لیا اللہ تعالے پہلے پہلے بطور استدراج اور اسلئے کہ گھمنڈ میں پڑ جائیں ان کے تدبیروں کے موافق ہی کام کریگا

ویحصر نبی اللہ واصحابہ حتی تکون راس الثور لاحدھم خیرا من مائۃ دینار لاحدکم الیوم (اسد کا نبی مسیح موعود اور اسکے اصحاب روکے جائینگے یہانتک کہ بیل کا سر انکے لئے اس سے بڑھکر عزیز ہوگا جتنا کہ آجکل تم میں سے کسی کو سو دینار عزیز ہیں مطلب یہ کہ خدا کا نبی پہلے حالت عسر میں رہیگا بوجہ مخالفت کیونکہ اپنے بیگانے سب اسکے حق کے لئے برخلاف و دشمن ہونگے طرح طرح کی تکلیفیں پہنچائینگے اور اسکے مریدوں کیساتھ یہانتک بدسلوگی ہوگی کہ کمینوں کو کہدیا جائیگا کہ انکے کام مت کرو کنووں سے انکا پانی بند مسجدوں سے وہ نکالے جائینگے روئے زمین پر اگر کوئی مجرم ہے تو وہی سمجھے جائینگے ہر ایک قوم و مذہب انکے شکوے سے لبریز ہوگی اور کچا چبا جانا چاہیگی (عادل سلطنت ہے خدا اسے دیر تک برقرار رکھے کچھ پیش نہیں جاتی۔ حدیث کے اس فقرے میں ان تنگیوں کا نقشہ ایک مثال کے ذریعہ کھینچا گیا ہے فیرغب نبی اللہ عیسٰی و اصحابہ (پھر اللہ کا نبی عیسٰے اور اسکے اصحاب دعا کے مجاہدے میں لگینگے) جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس فقرے میں دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو یہ کہ وہ ان مخالفتوں کا مقابلہ علانیہ کرینگے کسی دوسرے طریق سے کچھ کرنا گناہ سمجھینگے کیونکہ بدرجہ غایت امن و صلحکاری کے طالب ہونگے مار کھائینگے گالیاں سینگے مگر اف تک نکرینگے دوم یہ کہ آنے والے عیسٰے کو نبی اللہ کہا گیا پس جو لوگ حضرت مرزا صاحب کو نبی کہنے سے بھڑکتے ہیں وہ سمجھیں کہ خود جناب رسالتمآب سرور کائنات حضرت محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء اسکو نبی اللہ فرماتے ہیں اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ آنے والا عیسٰے اس عیسٰے موسوی کا غیر ہے کیونکہ وہ تو وفات پا چکا پھر اس سے آگے پڑھئے فیرسل اللہ علیھم النغف فی رقابھم فیصبحون فرسی کموت نفس واحدۃ پس اللہ انپر ایک قسم کے کیڑے کی بیماری کو (طاعون سمجھ لیجئے) انکی گردنوں میں تو وہ ایکدن کی مانند مر جائینگے۔ گردنوں میں ورم وغیرہ کے پیدا ہونے سے طبیعت ساکت ہو جاتی ہے کہ گردن پر کچھ نکلے تو بولا نہیں جاتا یعنی دلائل قاطعہ و دعاؤں کی برکت سے وہ خاموش رہ جائینگے علم تعبیر کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس سے مراد ناکام رہنا اور دین میں خلل پڑنا ہے ثم یھبط نبی اللہ عیسٰے واصحابہ الی الارض فلا یجدون فی الارض موضع شبر الا ملاءہ زھمھم ونتنھم (پھر نبی اللہ اور اسکے صحابہ زمین میں اترینگے تو ایک بالشت بھر جگہ بھی نہ پائینگے کہ اس میں انکی بدبو و گندگی سے بھری نہ ہو یعنی انکے عقاید فاسدہ ہر جگہ پھیلے ہوئے ہونگے جو اس جماعت کو مکروہ معلوم ہونگے فیرغب نبی اللہ عیسٰے واصحابہ الی اللہ (پھر اللہ کا نبی مسیح موعود اور اسکے اصحاب اللہ کی طرف توجہ کرینگے بذریعہ دعا) فیرسل اللہ الطیر کاعناق البخت فتحملھم حیث شاء اللہ وفی روایۃ تطرحھم بالمھبل (اللہ انپر پرندے بھیجیگا جنکی گردنیں بختی اونٹوں کی مانند ہونگی وہ انکو اٹھا کر جہاں خدا کو منظور ہوگا پھینک ڈالینگے اور ایک روایت میں ہے عدم میں) امام ابن سیرین لکھتے ہیں طیور سے مراد

فرشتے ہوتے ہیں پس مطلب یہ کہ فرشتے اتریںگے اور انکا غلبہ گھٹا کر کام تمام کر دینگے یعنی انکے عقوبات کی عقائد کا خاتمہ ہو جائیگا و کبیتنی قال
نسلوین من قسیہم دنشابہم وجابہم سبعہ سنین اور مسلمان انکے کمانوں تیروں اور ترکشوں سے سات سال ایندھن جلائینگے
اس سے مراد یہ ہے کہ دین باطل کی شان و شوکت باقی نہ رہیگی اور سب زور سامان اہل حق کے کام آئیگا ورنہ یہ ایک استعارہ ہی ورنہ آجکل تم دیکھتے
ہو کہ بندوق توپ وغیرہ سے کام لیا جاتا ہے اور اب ملک میں ہوتے کوئی بھول کر بھی تیر کمان کا کام نہیں لیتا بلکہ بیوقوف سمجھا جاتا ہے نیز اس
حدیث کو ظاہر پر حمل کرنے سے مخبر صادق پر اعتراض لازم آتا ہے کہ اس زمانہ کی ترقی کی مطلق خبر نہ تھی ثم یرسل اللہ مطراً لایکن منہ
بیت مدر ولا وبر فیغسل الارض حتی یترکہا کالزلفۃ پھر اللہ تعالیٰ مینہ بھیجیگا جس سے کوئی گھر مٹی پتھر یا اون کا باقی نہ بچیگا پس
دھو ڈالیگا زمین کو اور وہ صاف آئینہ کی مانند ہو جائیگی یعنی خدا کی رحمت کی بارش سے جملہ گندے مواد دور ہو جائینگے اور کوئی فتنہ و فساد و شور و شر نہ رہیگا
ان واقعات کی نسبت از قبیل مکاشفات جان کر تعبیر کی گنجائش بھی ممکن بلکہ اغلب ہے کہ یہ سب باتیں کسی آئندہ غیر معلوم زمانے میں اپنے ظاہری
الفاظ سے پوری ہوں کیونکہ مسیح موعود کا زمانہ ہزار برس کا ہے اور اس میں جو کچھ ہوا اسی کی دعا و توجہ و عقد ہمت کا اور اسی کے ہاتھ پر وقوع میں آیا سمجھا
جائیگا جیسا کہ فارس وغیرہ کی فتح کو حضرت عمرؓ کے دست مبارک پر ہوئی پر قرار دیا گیا کہ نبی اکرم صلعم کے ہاتھ پر ہی حسب پیشگوئی کتب سابقہ و حدیث
انکی کنجیاں رکھی گئیں کیونکہ خلیفہ اپنے اصل کا ظل ہوتا ہے اس انجام کے لئے اور حدیثیں بھی وارد ہوئی ہیں چنانچہ دیکھو اذ بعث اللہ دوداً
فی اعناقہم (بھیجیگا ایک کیڑا انکی گردنوں میں پس وہ مرے ہو جائینگے کہ انکی بھنک بھی نہ سنی جائیگی پس مسلمان کہینگے کیا کوئی ایسا آدمی ہے
جو جان ہتھیلی پر رکھکر دیکھے کہ ہمارے مخالف کا کیا انجام ہوا تو ایک آدمی یہ سمجھکر کہ میری جان نج جائے ہی گی خبر تو لاؤں باہر نکلیگا وہ ایک دوسرے
پر مرے ہوئے دیکھیگا تو کہیگا خوشخبری اور مبارک اے گروہ مسلمانان! کہ خدا نے دشمنوں کا قلع قمع کیا پس اپنے شہروں سے نکلینگے اور مویشیوں کو
چھوڑینگے اور انکے گوشت چراگاہ ہونگے اور شکر گذاری کرینگے ایسے ہی جیسی اچھی پیداوار پانے سے (۱) فیھلکہم اللہ ویمیتہم حتی
تجوی الارض نتن ریحہم قال فینزل اللہ المطر فیجرف اجسادہم حتی تقذفہم فی البحر (بدیہ للمہدی) اللہ انکو ہلاک
کردیگا انکی بدبو سے زمین بھر جائیگی اللہ بادل برسائیگا انکے اجسام کو الگ کر کے سمندر میں پھینکدیگا (۲) والذی نفسی محمد بیدہ
ان دواب الارض لتسمن وتشکر شکراً من لحومہم ودماہم (قسم اس ذات کی جسکے قبضے میں محمد کی جان ہے کہ زمین کے جاندار انکے
گوشت اور خون سے موٹے ہونگے اور شکر بجا لائینگے۔

یاد رہے کہ یہ سب کچھ جو قیامت کے قریب ہے اب سے مدت کے بعد کسی غیر معلوم زمانے میں ہونیوالا ہے تو اس میں کسی انسانی تدبیر یا دسترس
کا ہرگز ہرگز اثر نہیں یہ سب کچھ خدا کے قوی ہاتھوں سے ہوگا۔

دابۃ الارض

دابۃ الارض کا ذکر جو قرآن کریم میں ہوا اس سے جو مراد ہے عصر میں بتلا چکا ہوں کہ طاعون وہ دابہ ہے اور واقعی وہ عصائے
موسیٰ کی طرح اژدہا بن کر بیشمار مردم کو ہڑپ کر گیا ہے اور سلیمان کی انگوٹھی کی طرح اپنے رہا سکہ جما لیا اور سب اسکے
نام سے کانپتے ہیں اور وہ ایک فرقان ٹھہرا حق و باطل کے درمیان اسنے ماتھے پر (۱) اسلئے کہ انسانی کیفیات و جذبات کا علم اسی سے

ملہ تم صرف یہی دیکھو کہ طاعون سے خوشی کس قوم کو ہے اور کون ہے جو اسکو خدا کا خاص فرشتہ سمجھتی ہے اور ملعون وغیرہ کہنا کفر سمجھتی ہے اور کونسی قوم ہے جو طاعون کے ساتھ طاعون بے اختیار لگتی ہے

ہوتا ہی نشان کرکے بتا دیا کہ مومن کون ہی اور کافر کون واقعی اسکو اپنے رب کی طرف سے بڑا اسلطان ملا ہے اور مشرق و مغرب میں اسکا غوغا پڑ گیا ہے

پھر یہ دابۃ ریل بھی ہی کہ وہ عصا موسیٰ کے اژدہا کی طرح زمین پر چلتی ہی اور ہر قسم کا مال و اسباب ہڑپ کر لیتی ہے اور جہاں جاتی ہی اپنا سکہ

بٹھا لیتی ہے اور یہ جو حدیث ابن المنادی میں آیا ہے خروج الدابۃ من الصفا وہ بھی اسپر چسپاں آتا ہے کہ عنقریب آپ مکہ مدینہ

ریلوے کے ذریعے یہ بات دیکھ لینگے اور ایسا ہی جو ہدیۃ المہدی میں ہی بروایت والد عبد اللہ بن بریدہ کہ میرے ساتھ رسول صلعم

گئے الیٰ موضع بالبادیۃ قریب من مکۃ (مکہ کے قریب ایک جنگل موضع میں) تو فرمایا تخرج الدابۃ من ھذا الموضع (یہاں سے

دابہ نکلے گا) یہ بھی پیشگوئی ہی وہاں ریل کے اجرا کی اور اسپر صادق آتی ہی حدیث فتصرخ فیسمعھا من بین الخافقین (چیخ مار یگا

پس سنینگے اسکی آواز مشرق و مغرب والے رواہ الطبرانی عن ابی ہریرہ)

اسکے بعد ہم یہ بھی بتائے دیتے ہیں کہ اس سے مراد علماء سو بھی ہیں کیونکہ یہ دابۃ من الارض اچھے معنے میں نہیں لیا گیا چنانچہ سلیمان

علیہ السلام کے بیٹے رحبعام کو دابۃ الارض کہا گیا پڑھو فلما قضینا علیہ الموت ما دلھم علیٰ موتہ الا دابۃ الارض تاکل

منساتہ (جب ہمنے سلیمان پر موت طاری کردی تو اسکی موت کی خبر زمین کے کیڑے یعنی نالائق بیٹے نے دی جس نے اسکے عصا یعنی

سلطنت کو کھا لیا (کمزور کردیا) یعنی جب بادشاہت کمزور ہوگئی تو سب پر کھل گیا کہ اب سلیمان علیہ السلام نہیں ہیں پھر دوسرا ثبوت یہ ہی (رواہ عقیل

کنز العمال جلد ۷) میں نے منبر پر علی کو کہتے ہوئے سنا ان دابۃ الارض تاکل بفیھا وتحدث من استھا فقال لہ رجل اشھد

انک تلک الدابۃ فقال لی علی قولک شدید (دابۃ الارض اپنے منہ سے کھائیگا اور مقعد سے بولیگا ایک آدمی نے کہا میں گواہی دیتا

ہوں آپ ہی وہ دابہ ہیں تو علی نے اسکو ڈانٹا) یہ ڈانٹنا اسی لئے تھا کہ اس سے مراد علماء سو تھی اور مقعد سے گفتگو کا یہ مطلب ہے کہ اسکی ہر بات سعادت

الٹی ہوگی اب ہم بعض احادیث دابہ کے متعلق بیان کرتے ہیں تخرج الدابۃ ومعھا خاتم سلیمان وعصیٰ موسیٰ فتجلوا وجہ

المومن بالعصیٰ وتختم انف الکافر بالخاتم حتی ان اھل الخوان یجتمعون فیقول ھذا مومن ویقول ھذا کافر

(رواہ احمد ابن ماجہ) دابہ نکلیگا اور اسکے پاس سلیمان کی انگوٹھی اور موسیٰ کی مانند عصا ہوگا عصا سے مومن کے چہرے پریشان کریگا اور

انگوٹھی سے کافر کی ناک پر مہر لگائیگا اور لوگ جمع ہوگئے تو کہینگے کافر ہے یہ مومن - اب آپ اچھی طرح بعض جبہ پوشوں کی وضع قطع کو خیال

میں لائیے اور سنت کوئی خواہ نہ ادا کرتے ہوں مگر انگوٹھی پہنے ہونگے ایک عصا بھی ہاتھ میں ہوگا اور منحنی صورت بنائے اپنا فرض منصبی ادا کرتے

پھرتے ہیں وہ کیا کہ فلاں مومن ہی یا کافر - انکو یہ مطلب نہیں کہ امت محمدیہ کی اصلاح کریں یا کسی غیر مسلم کو مسلم بنالیں بس صرف یہ کہ جس مجمع

مسلمانان میں گئے دو چار کو کافر کہہ گئے بھودابہ کی بابت بھی لکھا ہے کہ باوجود ایسی ضرر رسانی اور خفیہ بیخ کنی کے لوگ اس سے پیار کرینگے مثل

امتی ومثل الدابۃ حین تخرج کمثل حیز بنی درفعت حیطانہ وسدت ابوابہ وطرح فیہ من الوحش کلھا ثم جی بالاسد

فطرح وسطھا فارتکدت واقبلت الی النقق یلحسنہ من کل جانب کذلک امتی عند خروج الدابۃ لا یفر منھا احد

لہ دوسری حدیث ابن المنادی میں ہے فتنکت بالخاتم جبھۃ المومن حقاحقا فتنکت بالعصی جبھۃ کل کافر ہذا کافر حقاحقا انگوٹھی سے ہر

مومن کی پیشانی پر مہر لگائیگا کہ یہ سچا مومن ہی پھر عصا سے ہر کافر کی پیشانی پر نشان لگائیگا کہ یہ پکا کافر ہے ۱۲

(رواہ ابو نعیم) میری امت اور دابہ کی مثال یوں ہے کہ شلاً ایک مکان بنایا گیا اور اسکی دیواریں بلند کی گئیں دروازے بند کئے گئے اور اس میں ہر قسم کے وحشی جانور چھوڑے گئے پھر ایک شیر لاکر درمیان میں چھوڑا گیا تو وہ اس سے نہ کانپے اور نہ پریشان ہوکر بھاگے بلکہ ہر طرف سے اسے چاٹنے لگے دمیل کرنے لگے غرض میری امت کا دابہ کے خروج کے وقت یہی حال ہوگا کوئی اس سے نہ بھاگیگا۔ انہی حضرات نے اپنے مطلب کے معنی میں اسلام کی جڑ پر کاٹ دی اسکی صورت بالکل بدلادی اب کوئی مسئلہ سمجھایا جائے تو لوگ بڑے تعجب سے سنتے ہیں کیونکہ انکو معلوم ہی نہیں کہ اسلام کا یہی حکم ہے ایکدفعہ مجھ پر صرف اس جرم میں کفر کا فتوے لگایا گیا کہ یہ کہتا ہے قبروں میں جاکر السلام علیکم کہنا چاہیے[1]۔

باقی رہیں وہ حدیثیں جن میں آیا ہے کہ گردن گھوڑے کی طرح دم گائے کی مانند پاؤں اونٹوں سے سر شیر سے بدن چیتے سا ہاتھ بندر سے یہ اس گروہ کی مختلف اخلاقی حالتوں کا نقشہ ہے کہ گویا ان حیوانات کی خوئیں ان میں پائی جائینگی اور اس بات پر قرینہ کہ وہ آدمی ہی ہوگا اسی روایت کا پہلا حصہ ہے کہ چہرہ آدمیوں سا اور بولی میٹھی ہوگی[2] بلکہ حضرت علی کی روایت میں ہے کہ دابۃ داڑھی والا ہوگا جس سے اسکے انسان ہونیکا ثبوت ملتا ہے اس بات کا ثبوت کہ دابہ کا اطلاق انسان پر ہوتا ہے یہ آیت ہے وما من دابۃ الا علی اللہ رزقہا کوئی جاندار ایسا نہیں جس میں انسان شامل ہی نہیں مگر اللہ پر اسکا رزق ہے۔ دوم یہ حدیث یا عمر ھل رایت دابۃ الجنۃ تاکل الطعام وتشرب الشراب وتمشی فی الاسواق ھذہ دابۃ الجنۃ واشار الیٰ علی بن طالب (رواہ الطبرانی) اے عمر کیا تو نے جنت کا دابہ دیکھا طعام کھاتا ہے پانی پیتا ہے بازاروں میں چلتا ہے یہی جنت کا دابہ ہے اور علی بن طالب کی طرف اشارہ کیا۔ پس دابہ کا انسان ہونا ثابت ہوگیا

دجال۔ یاجوج۔ دابہ کا بیان ہوچکا انکا ذکر زیادہ اہتمام سے اسلئے ہوا کہ یہ بڑی مشہور نشانیاں ہیں دابہ کا خروج تو ان مذکورہ صورتوں کے سوا کسی اور صورت میں ہی ہو سکتا ہے قیامت کے قریب کیونکہ لکھا ہے کہ اسکے خروج کے بعد ایمان مقبول نہ ہوگا وعن ابی ھریرۃ ثلث اذا خرجن لا ینفع نفساً ایمانہا لم تکن امنت من قبل او کسبت فی ایمانہا خیراً طلوع الشمس من مغربہا والدجال ودابۃ الارض (رواہ مسلم) تین چیزیں جب نکلیں تو کسی نفس کو ایمان فائدہ نہ دیگا مگر اسے جو پہلے ایمان لے آیا ہو کہ وہ طلوع آفتاب مغرب سے دجال اور دابۃ الارض ہے

قرب قیامت کے اور نشانات

ان کے علاوہ اور بھی کئی نشان ہیں جنکا مختصر بیان ہوتا ہے

(۱) عن جعفر الباقر علیہ السلام قال ینادی مناد من السماء ان الحق فی آل محمد وینادی من الارض الا ان الحق فی آل عیسیٰ (فرمایا کہ آل محمد اہل اسلام اور آل عیسےٰ (نصاریٰ) میں مباحثہ ہوگا آسمان سے آواز آئیگی کہ آل محمد حق پر ہے اور زمینی آواز یہ ہوگی کہ عیسائی حق پر ہیں وانما الاسفل کلمۃ الشیطان والصوت الاعلیٰ کلمۃ اللہ العلیا (رواہ نعیم) نیچے کی آواز شیطانی [illegible] جھوٹ ہوگا) اور اوپر کی الہی کلام سچ ہوگا) اور پھر حضرت علی سے روایت ہے اذا نادیٰ مناد من السماء ان الحق فی آل محمد فعند ذلک یظہر المہدی علیٰ افواہ الناس ویشربون

[1] بیماری کو بھی اس قسم کی عجیب و غریب صورتوں میں دکھایا جاتا ہے بس طاعون نبی کریم صلعم کو اس شکل میں دکھائی گئی ۱۲

[2] یہ سب احوال الاخرۃ سے لیا گیا ہے وہ حدیث نہیں ملی ۱۲

حیدوک لایکون لہم ذکر غیرہ (رواہ نعیم) کہ جب آسمانی آواز آئی کہ حق آل محمد اہل اسلام میں ہے تو اسوقت مہدی ظاہر ہوگا یعنی سب خلقت پر اسکی
آمد مشتہر ہوگی، لوگوں کی زبانوں پر اسکی محبت سیدوں کے دلوں میں ڈالی جائیگی اور اسی کا ذکر ہوتا رہیگا حضرت یہ سب معاملہ عبد اللہ آتھم کے مباحثہ
میں جو عیسائیوں کی طرف سے تھا پیدا ہوا جب ۱۵ ماہ تک بوجہ رجوع الی الحق جسقدر گذر گیا، آتھم نہ مرا تو آسمانی آواز تو یہی تھی کہ اہل اسلام ہی سچے ہیں
یہ مہلت صرف انابت الی اللہ کے لئے دی گئی ہے مگر زمینی لوگوں نے متفق ہو کر کہا کہ عیسائی سچے ہیں ہزاروں جبہ پوشوں نے ہاں میں
ہاں ملائی اور حضور صلعم کی اس حدیث کو پورا کیا یتبع الدجال من امتی سبعون الفا علیہم السیجان (مشکوۃ جلد ۴) کہ حق کو باطل میں ملانے
والے گروہ کے میری امت ہی ستر ہزار آدمی جن پر سیاہ جبے ہونگے (علماء السوء کا لباس) تابع ہو جاوینگے، آخر وہی بات نکلی جو آسمان سے
ندا آئی تھی اور یہی اس پیشگوئی کا خلاصہ تہا۔ پلے محمدیان بر منار بلند تر محکم افتاد یہی سچ ثابت ہوا اور پھر اسکے بعد آپ کی عزت بڑھی مباحثہ
کے بعد اب تین لاکھ سے زیادہ مرید ہیں جو ہر وقت آپ ہی کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور آپکو اپنا مولا محبوب سمجھتے ہیں (۲) عن ابی جعفر الباقر
علیہ السلام قال اذا کان الصوت فی شہر رمضان فی لیلۃ جمعۃ فاسمعوا واطیعوا (رواہ نعیم) فرمایا کہ جب ماہ رمضان
جمعہ کی رات کو آواز آئے تو سنو اور اطاعت کرو چنانچہ ۴ / رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ میں آپکو مکاشفہ میں ایک نئی خلقت کا آدمی دکھلایا
گیا جو پوچھتا تھا لیکھرام کہاں ہے گویا یہ فرشتہ اسکے قتل کے لئے مامور ہوا تھا پھر لکھا ہے وفی آخر النہار وصوت اللعین ابلیس ینادی
الا ان فلانا قد قتل مظلوما یشکک علی الناس ویفتنہم [۵۲] فکم فی الیوم من شاک متحیر یعنی دن کے آخری حصے میں ابلیس کی آواز
پکاریگی کہ فلاں شخص مظلوم مارا گیا (حالانکہ وہ اپنی شوخی و گستاخی کے سبب جو خدا کے برگزیدہ نبی کے حضور کے مارا گیا) یہ واقعہ لوگوں کو
مشکلات و فتنہ میں ڈالیگا اور بہت لوگ شک میں پڑ جائینگے چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ لیکھرام مقتول ہوا تو زمینی لوگوں نے کہا مظلوم قتل ہوا۔ اور پھر
جو مشکلیں پیش آئیں انکی بابت سنئے کہ ہمارے مسیح موعود کی بھی تلاشی ہوئی بعض اچھے رئیس عالم مسلمانوں پر شبہ ہوا۔ اور بہت فتنہ پڑا فاذا سمعتم
الصوت فی رمضان یعنی الاول فلا تشکوا انہ صوت جبرئیل وعلامتہ ذلک انہ ینادی باسم المہدی واسم
ابیہ (رواہ نعیم) پس جب تم رمضان والی پہلی آواز سنو یعنی وہ مکاشفہ کہ فرشتہ قاتل ہے نہ کہ انسان تو اسمیں شک نہ کرو کیونکہ وہ جبریل
کی آواز ہے اور اسکی علامت یہ ہے کہ وہ مہدی اور اسکے باپ (جو درحقیقت نبی اکرم صلعم ہیں کیونکہ خلیفہ نبی کا ظل اور ولد ہوتا ہے) سے آواز
دیگا یعنی اسکا نام روشن ہوگا چنانچہ اسی پیشگوئی کی صداقت کو کئی عیسائی اور ہندو اصحاب نے بھی تسلیم کر لیا اور اسپر دستخط کر دئیے کہ پیشگوئی
ٹھیک نکلی جس سے آپکا نام روشن ہوا اور آپ ہی سے اس واقعہ کا تعلق تھا کیونکہ اس واقعہ کے ذکر کے ساتھ امام مہدی کا ذکر بھی آیا (۳)
اذا رایت الخلافۃ نزلت الارض المقدسۃ فقد دنت الزلازل والبلابل والامور العظام والساعۃ یومئذ اقرب
الی الناس (اخرجہ ابو داؤد) [۵۳] خلافت کے زمین پاک میں اترنے کے وقت کا زمانہ نہایت مختلف بلائیں اور بڑے بڑے فساد مبتلائے اور

لے ۲ اپریل ۱۸۹۳ء سے دن کے آخری حصے ہی میں یعنی شام کو یہ آواز نکلی کیونکہ وہ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو قتل ہوا ۱۲ ۱۳ دیکھو تلخیص الصحاح

اذا کان المغنم دولا والامانۃ مغنما والزکوۃ مغرما واطاع الرجل زوجتہ وعق امہ وبر صدیقہ وجفا اباہ وارتفعت
الاصوات فی المساجد وکان زعیم القوم ارذلہم واکرم الرجل مخافۃ شرہ وشربت الخمور ولبس الحریر واتخذت القینات الحدیث

یہی قرب قیامت کا موقع ہے سو بیسوے بھائیو! تم متواتر زلزلے دیکھ رہے ہو ۱۸ اپریل کے بعد اب تک زمین کانپ رہی ہے کبھی کہیں زلزلہ آتا ہے کبھی کہیں

(۴) حضرت علی سے یہ خصائل مروی ہیں فرمایا رسول اکرم صلعم نے جب مال غنیمت دولت بجائے امانت کو غنیمت سمجھا جائے زکوٰۃ کو چٹی خیال کیا جائے مرد اپنی عورت کا محکوم بجائے اپنی ماں کو جدا کردے اپنے دوست سے بھلائی کرے مگر باپ پر ظلم کرے اور مسجد میں آوازیں بلند کیجائیں اور قوم کا سردار رذیل و کمینہ ہو اور کسی کی تعظیم محض اسکے شر سے بچنے کے خیال سے کیجائے شراب پیا جائے ریشم پہنا جائے گانے والے رنڈیاں اور باجے رکھے جائیں پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت بھیجیں تو اسوقت سرخ آندھی جیسا کہ آجکل آرہی ہیں) زمین میں خسف ہونے (جیسا کہ زلزلہ میں ولوی کا نگڑہ کا حال) صورتیں بدلنے پتھر پڑنے کا انتظار کرو یہ سب باتیں آجکل پائی جاتی ہیں (اخرجہ الترمذی مشکوٰۃ)

(۵) ابوہریرہ) ستکون فتنۃ . . . . واشراف اللسان فیھا کوقوع السیف (رواہ ابوداؤد) جلدی ایک فتنہ ہوگا جس میں تلوار کی تیزی زبان کی طرح ہوگی یہ آجکل کا زمانہ ہی کہ اس میں زبان ایک دوسرے پر زیادہ تر مذہب کے بارے میں حملہ ہوتا ہے (مشکوٰۃ)

(۶) یرفع العلم ویکثر الجھل ویکثر الزناء ویکثر شرب الخمر ویقل الرجال ویکثر النساء (متفق علیہ) جب علم دین (قرآن) اٹھایا جائے جہالت دینی بڑھ جائے زنا زیادہ ہو جائے مرد کم ہو جائیں اور عورتیں بڑھ جائیں۔

(۷) لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یُکَلِّمَ السِّبَاعُ الانس (درندے آدمیوں سے باتیں کریں) واقعی یہ زمانہ ہی ایسی ترقی کا ہی کہ بندروں وغیرہ کی بولیاں دریافت کی گئیں اور ان میں کسی قدر کامیابی ہوئی اور بیجان چیزیں مثل تار برقی و فونوگراف سے بہت کچھ حالات معلوم ہوتے ہیں ایک آلہ ہے کہ وہ مکان میں رکھا ہو تو جو کچھ غیر حاضری میں ہو معلوم ہو جاتا ہے امر صادق آتے ہیں حدیث کے الفاظ حتی تکلم الرجل عذبۃ سوطہ وشراک نعلہ ویخبرہ فخذہ بما احدث اھلہ (کہ آدمی سے اسکے کوڑے کا سر کلام کری اور اسکے جوتے کا تسمہ اور خبر دیگی اسکی ران جو گھر میں ہوا (مشکوٰۃ)

(۸) عن حسین بن علی) کہ جب تم آسمان سے علامت مشرق کی طرف سے تارہ عظیم دیکھو تو جان لو کہ اچھے دن آگئے اقدام المھدی کیونکہ یہ مہدی کی آمد کا نشان ہی ۱۳۰۰ھ میں یہ نشان ظاہر ہوا دیکھو حدیث الغاشیہ

(۹) (عن شریک) ینکسف القمر فی شھر رمضان مرتین (مہدی کے وقت رمضان دو مرتبہ سورج گرہن ہوگا (رواہ نعیم) چنانچہ ۱۳۱۱ھ ممالک شرقیہ میں اور ۱۳۱۲ھ امریکہ میں ایسا ہوکر شرق و غرب قدیم جدید دنیا کے لیے نشان ٹھہرا

(۱۰) یشرعون المترفین فی ستخلفون بالعابدین ویعاون بالقرآن ما وافق اھواءھم وما خالف ترکوہ (رواہ الطبرانی) رذیلوں کو عزت کی نگاہ کی دیکھیں اور عبادت گزاروں کو حقارت (چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ آجکل متقی نہایت ذلیل سمجھا جاتا ہی اور سوسائٹی میں اسکی کچھ عزت نہیں لباس ہو کچھ نقدی ہو خواہ کسی امیر کے دربار میں چلے جاؤ مگر پرہیزگار متقی مرد خدا دوری سے دھتکارا جائیگا اور قرآن میں اسپر عمل کرینگے جو اسکی خواہشوں کے مطابق ہو اور جو خلاف ہو اسے چھوڑ دینگے جیسے آجکل ظاہر ہی کیا کوئی ایسا عالم ہے جو کسی مسئلہ کا جواب دینے کے لئے پہلے قرآن مجید کھولے بس ادہر ادہر کی کتاب سے جواب دیگا اور قرآن کا کھولنا بے ادبی میں شمار کریگا خواہ اپنے جواب کے (جبکہ اس مسئلہ کا دیا ہی نص صریح مخالف ہو اسکی کچھ پرواہ نہ کریگا اور کہیگا ہمارے مذہب کی کتابوں میں ایسا ہی لکھا ہی۔

(۱۰) قلیلٌ فقہاءہ (فقیہ تھوڑے یعنی دین میں فہم سلیم رکھنے والے) کذاب خطباءہ (خطبہ پڑھنے والے بڑے جھوٹے جھوٹوں کے بادشاہ جیسا کہ آجکل دیکھا جاتا ہے جو سب سے بڑھکر فسانہ گو۔ یاوہ گو بیہودہ سرا ہو وہ سب سے اچھا واعظ خیال کیا جاتا ہے اسکی باتیں قرآن کی صریح آیتوں کے خلاف ہوں احادیث صحیحہ کی تکذیب کرتی ہوں قانون قدرت مخالف ہو ائمہ کرام کی ہتک ہوتی ہو مگر بات مزیدار ہو اور لطیفوں کو لوگ ہنسانے والی یا رولانیوالی تو سب کہہ گئے بس حضرت! اور واعظ تو یہ مراؤن قراءہ قاری بڑے ریاکار یاکلون الدنیا باکلون النار الحطب (دنیا کو ایسے کھائینگے جیسے آگ لکڑی کو (رواہ الدیلمی)

(۱۱) یقرءون القرآن (قرآن پڑھینگے مگر صرف بطور وظیفہ عمل کے لئے نہیں اگر عمل کے خیال سے ہو تو معنے بھی سمجھنے کی کوشش کریں) ویشتغلون باھل البدع یشرکون من حیث لا یعلمون (اہل بدعت کے ساتھ اشتغال رکھینگے (جیسے آجکل دیکھتے ہو جو سب سے بڑھکر بدعتی ہو رسم و رواج کو نہ توڑے مقبرہ پر چڑھاوے اور موت پر ملانے پڑھنے اسقاط کرنے بیہودہ مصارف شادی کو جائز رکھتا ہو اس سے سب رغبت رکھتے ہیں کہتے ہیں مولوی صاحب بڑے اچھے ہیں ٹھیک اسلام پر قائم ہیں اس طرح کے شرک میں مبتلا ہونگے کہ خود انکو علم نہ ہوگا یہ فقرہ بہت قابل غور ہے کہ آجکل کے مسلمانوں پر صادق آتے ہیں کوئی فرقہ سوائے احمدیہ[۱]) ایسا نہیں جس میں کچھ نہ کچھ شرک نہ ہو مگر وہ نہیں سمجھتے کہ ہم مشرک ہیں تعویذ لکھتے ہیں پیروں کو کہتے ہیں کہ جو کریں آپ ہی کریں۔ اور غیر اللہ کی نذریں مانتے ہیں قبروں پر سجدے کرتے اور پھر کہتے ہیں ہم تو حنفی ہیں مشرک نہیں سمجھاؤ تو لٹھ مارنے پر آئیں یاخذون علی قراءتہم وعلمہم الرزق یاکلون الدنیا بالدین (اپنی قرآن خوانی اور علم سے روپیاں لینگے چنانچہ آجکل حافظ ہونیکا منشا یہی سمجھا جاتا ہے کہ کہیں رمضان میں قرآن سنا کر کچھ روپے بٹور لینگے۔ کسی بیمار پر یٰسین پڑھی اور اسکے کپڑے وغیرہ کھینچ لائے ایسا ہی کنز قدوری کافیہ اس ارادے سے نہیں پڑھا کہ علم دین سے واقفی ہو بلکہ اسلئے کہ کسی مسجد کی امامت مل جائے اور اسطرح نمازوں وغیرہ کے شب رات کی روٹیاں ملجائیں جنازہ پڑھینگے مگر نہ اسلئے کہ فرض کفایہ ہے بلکہ اسواسطے کہ اسقاط کا روپیہ ملیگا عید کا خطبہ بھی اسی خیال سے ہے کہ سالانہ قسط مقررہ غلہ کی وصول ہوجائے اگر آپ کہیں کہ میں جھوٹ کہتا ہوں تو تجربۃً ایک سال کچھ نہ دیجئے پھر دیکھئے ملاں صاحب ہوں یا مسٹر پلٹ کر روٹھ کر بیٹھتے ہیں! انہیں میں ذاتی طور سے ایسے حضرت سے واقف ہوں جنہوں نے عید فطر کا خطبہ پڑھتے پڑھتے کتاب ہاتھ سے زمین پر دے ماری تھی کیونکہ غلہ بہت کم وصول ہوا۔ ایک ملاں صاحب کو بھی جانتا ہوں جس نے تراویح کا پڑھانا اسلئے چھوڑ دیا کہ میری روٹی نہیں بچلنے جب کہا گیا بندہ خدا تراویح خدا کے لئے پڑھتے تھے یا روٹیوں کے لئے کیا نہیں گناہ نہ ہوگا فرمایا اچھا مجھے بھی گناہ ہوگا مگر پھر بھی تو بے ایمان ہوکر مرینگے کافی عقائد یہ جھوٹا مگر اسلئے کہ یا یہ سنت و طریق سنت نہیں بلکہ بدعت ہیں غرض دین فروشی کا بازار عجب طور سے گرم ہے (رواہ الدیلمی عن ابن مسعود)

(۱۲) آخر زمانے میں ایسے جاہل پیشوا ہونگے یفتون الناس فیضلون (لوگوں کو فتوے دیکر گمراہ کرینگے) (رواہ ابو نعیم)

(۱۳) ایک ایسا زمانہ بھی آئیگا لایبالی الرجل من این اصاب المال من حلال او حرام (رواہ النسائی) آدمی پرواہ

---

[۱] فرقہ اہلحدیث دوسروں سے بہتر تھا مگر حضرت عیسٰے کو وہ بھی حی قیوم لایزال سمجھتے ہیں اور نیچری حضرات اسباب پر بھروسہ رکھنے کے لئے شرک میں گرفتار ہیں ۱۲

کر مال کھاتا ہے آیا حلال یا حرام ہے یہ معنے کہ حلال و حرام کی کچھ تمیز نہ ہوگی۔

(۱۵) اربع فتن یصیب امتی فی آخرہا فتن مترادفۃ (چار فتنے ہیں جو آخری حصہ امت میں پہنچینگے پے درپے ہر ایک میں یہی سمجھا جائیگا کہ بس اب ہلاکت ہوئی حتی کہ آخر میں کفر تک نوبت پہنچیگی (یصیرون فیہا الی الکفر) سو دیکھتے پہلے سلطنت گئی قحط پڑا طاعون آیا دجال کے گروہ کا خروج بھی مرتد ہو گئے بلا امام و جماعت (نہ کوئی آرام ہوگا نہ کوئی جماعت) ثم المسیح پھر مسیح ظاہر ہوگا (رواہ نعیم بن حماد فی الفتن)

(۱۶) لا یبقی من القرآن الا اسمہ ولا من الاسلام الا رسمہ۔ قرآن رسمی طور سے پڑھا جائیگا یعنے نہ معنی سمجھیں نہ عمل بس صرف پڑھتے ہی جائینگے اور اسلام بھی صرف برائے نام یعنی ایک نام مسلمان رہجائیگا وہ بھی اسلئے کہ مسلمانوں کے بیٹے ہیں باقی کوئی نشان نہیں صرف یہ کہ خنزیر نہیں کھاتے باقی نہ نماز نہ روزہ۔ شادی و موت میں وہی ہندوؤں والی رسمیں اور مشرکانہ اعمال

(۱۷) لیاتین علی امتی ما اتی علی بنی اسرائیل (یعنی بنی اسرائیل کی سب خصائل ان میں ہونگی) یہ دیکھنے سے پہلے قرآن سے یہودیوں کا حال نکالو اور ساتھ برابر ملاتے جاؤ سب باتیں ان میں موجود ہونگی وہ آیات پڑھئے جو یہودیوں کے بارے میں قرآن مجید میں ہیں۔

(۱۸) فرمایا کہ علم اٹھایا جائیگا پوچھا گیا کیونکر وھذا القرآن بین اظہرنا (یہ قرآن ہمارے پاس ہے) فقال ان ذہاب العلم ان یذہب حملتہ (کہ علم کے جانے سے مراد اسکے عالمین کی عدم یابی ہے)

(۱۹) آدمیوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا یکون حدیثہم فی مساجدہم فی امر دنیاہم فلا تجالسوہم فلیس اللہ فیہم۔ انکی باتیں مسجدوں میں دنیاوی امور کے متعلق ہونگی (رواہ الحسین)

(۲۰) آدمیوں پر ایک ایسا زمانہ آئیگا ہمتہم بطونہم (انکی ہمتیں شکم پروری پر خرچ ہونگی یعنے ہر کام کا انجام پیٹ کے لئے ہوگا حالانکہ چاہئے خدا کے لئے دن و رات کا اکثر حصہ کام میں لگے رہیں مگر اسلئے کہ پیٹ میں کچھ پڑے نہ اسلئے کہ خدا کی عبادت کریں) دینہم دنانیرہم (انکا دین درہم و دینار ہوگا یعنی نماز جنازہ نماز پنجگانہ صرف اسلئے کہ حق امامت زائل نہ ہوجائے ورنہ یوں کوئی حب نہیں (رواہ الدیلمی)

(۲۱) تکثر المساجد والقراء یجیئون علماء (مسجدیں چپے چپے پر ہونگی مگر نمازی ندارد قاری تو بہت مگر عالم کوئی نہیں) (رواہ ابو نعیم)

(۲۲) ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ یستخفی المومن کما یستخفی المنافق فیکم الیوم (کہ مومن یوں چھپتا پھریگا کہ جیسے آجکل منافق چھپتا پھرتا ہے۔ (رواہ ابن السنی عن جابر)

(۲۳) ظہور شہادۃ الزور، وکتمان شہادۃ الحق وظہور القلم (جھوٹی شہادتیں شائع ہونگی اور سچی شہادت چھپائی جائیگی اور قلمی جنگ کا زور (رواہ الحاکم عن ابن مسعود)

(۲۴) تسلیم الخاصۃ۔ یعنی خواص علماء عاموں کی تابع ہوجائیں جیسے کہ آجکل دیکھتے ہو کہ ملاں بیچارہ جماعت نہیں کراتا جب تک چوہدری نہ آئے۔

اور وعظ میں کوئی ایسا عیب نہیں بیان کر سکتا جو چوہدری ایس پایا جاتا ہو غرض کہ اسکی شریعت کے احکام بلکہ عامیانہ مذاق کے تابع ہوتے ہیں۔ کئی ملاؤں سے میں پوچھتا ہوں کہ تم جانتے ہو۔ اچھی طرح کہ ظہر دن ڈھلے ہی ہو جاتی ہے اور عصر ایک مثل کے بعد اور دو مثل کے بعد یقینی مگر کیا وجہ کہ تم بلا عذر ظہر کی اذان دوسری مثل میں اور عصر کی غروب آفتاب کے وقت کہتے ہو تو وہ جواب دیتے ہیں اجی جناب کیا کریں عوام الناس سویرے اذان کہنے سے وہابی کہینگے اسلئے ان کے خلاف نہیں کر سکتا خطبہ جمعہ یا عیدین ہی دیکھ پڑھتے ہیں جو قدیم الایام سے پڑھا جاتا ہے تاکہ لوگ اعتراض نہ کریں کہ اب کے وہ خطبہ کیوں نہیں پڑھا شاید مذہب بدل دیا ہے یخرج الرجل بماله الى اطراف الارض فيرجع فيقول لم اربح شيئا لیکہ آدمی دور دور تک اپنا مال تجارت میں لے آیگا نفع کمائیگا مگر واپس لوٹ کر یہی کہیگا کوئی نفع نہیں ہوا (رواہ الحاکم عن ابن مسعود) یعنی ناشکری کا مادہ جیسے آجکل دیکھتے ہو۔

(۲۵) تقوم الساعة والروم اكثر الناس (قرب قیامت میں نصاری زیادہ ہونگے جیسے کہ آجکل ہم دیکھتے ہیں آجکل اکثر روئے زمین پر حاکم عیسائی ہی ہیں۔ (۲۶) لا تقوم الساعة حتى لا يحج البيت (رواہ ابو یعلی والحاکم) قیامت کے قریب خانہ کعبہ کا حج نہ کیا جائیگا چنانچہ بوجہ طاعون حج دشوار ہوگیا کچھ شریف مکہ کے ظلم و بیجا ٹکس سے ڈر کر رہ گئے۔

(۲۷) جب ایسے دل ہو جائیں کہ لا تعود على ما كانت عليه (کہ جسپر قائم ہوں اس سے نہ ہٹیں یعنی رسم و رواج بدعت مشرکانہ عقائد نہ چھوڑیں) ثم تكون دعاة الضلالة اور گمراہی کی طرف بلاتے بہت ہونگے نام تو تابعداری کے مگر عبادتیں خود تراشیدہ وظائف تبلائیں فان رايت يومئذ خليفة الله تعالى فى الارض فالزمه وان نهك جسمك واخذ مالك (پس ان دنوں اگر تو خلیفۃ اللہ مہدی کو دیکھے تو اسکا دامن پکڑلے خواہ تیرا جسم ہلاک اور مال چھینا جائے) اور اگر نہ دیکھے تو پھر ہجرت کر جائے دلوان تموت خواہ تو مر جائے (رواہ ابو داؤد) آجکل آپ دیکھتے سب فرقے اپنی اپنی بات پر جمے ہوئے ہیں مگر شکر ہے امام مہدی اللہ کا خلیفہ موجود ہے اسکا دامن پکڑلو۔

(۲۸) تناكر القلوب (دل برا نکار) يختلف الاقاويل (مختلف باتیں) تختلف الاخوان من الاب والدين (بھائی باپ ماں سے دین میں مخالف ہو) جیسے کہ آجکل دیکھتے ہو کہ بچے بچے کا مذہب جدا ہے۔

(۲۹) مہدی نام قاضی القضاۃ ہے اور نشان بھی ہیں جو مختصراً لکھے جاتے ہیں۔ عسل مصفے سے نقل کر کے باطل مذہب و نکار و رواج بری بدعتیں کافروں فاسقوں سے دوستی صالحوں سے دشمنی مسلمان ایک دوسرے کو ایذائیں دیں جوا کھیلنا عورت عورت سے مرد مرد سے بدفعل رشوت لینا بیرحمی بیحیائی غیبت۔ عیب جوئی (یعنی نیکوں پر نظر نہ ڈالینگے پہلے ہی عیب آجکل کے بعض ملاں کسی کو دیکھیں تو پہلے یہ دریافت نہ کرینگے نماز بھی پڑھتے ہو یا نہیں بلکہ یہی کہ بگڑی رنگیں تو نہیں وغیرہ چھوٹی چھوٹی باتیں دنیا کمانے کے لئے علم کا سیکھنا حریص دغاباز بہانہ جو ہونا عمدہ عمدہ کام نالائقوں کے سپرد ہونا۔ ولد الزنا بہت ہوں کاہن نجومی رمال سچے سمجھے جائیں زلزلے آئیں بجلیاں کڑکیں زمین شق مرگ مفاجات بارش بے وقت باپ کھانا کھاتا ہو تو بیٹے کو نہ پوچھیں علی حتی لکھتے ہیں نیچ لوگ بڑے کام کریں کوئی نصیحت کرے تو الٹا مارنے کو دوڑیں جو بات کریں زیادہ نفاق سے یہ آجکل بہت قاعدہ ہے سامنے گئے حضور مزاج شریف کوئی خدمت فرمائیے مگر پیٹھ پھیرنے کی دیر ہے کہ گالیوں کا انبار لگا دیا عیب گننے لگے آدمی جلد بوڑھے ہو جائیں چھوٹی عمر میں بال سفید۔

وس حتی لا یدری ما صیام ولا صلوٰۃ ولا نسک ولا صدقۃ (نہ جانا جائیگا کہ روزہ کیا ہوتا ہے اور نماز کیا اور قربانی (صدقہ کیا)
میرے دوستو! یہ زمانہ آپکا تم دیکھتے ہو پہلے زمانہ میں جاٹ زمیندار اپنے بچوں کو ملاں صاحب کے پاس بھیجتے کہ انہیں کلمہ کلام اور نماز سکھا دیں اور پختہ
ہوسے والدین شہر میں رہنے والے خود بھی سکھاتے مگر اب تو ہوش سنبھلتے ہی پاتا ہے اسے مدرسہ میں داخل کر آتے ہیں مضامین کی اتنی بھرمار کہ بچے کو
کی فرصت نہیں پس وہ نماز کس وقت یاد کرے جبکہ گرامر جغرافیہ تاریخ اشیاء کے سبق ہی سے فرصت نہیں ملتی ادھر جاٹ بچے کو گنتی میں پڑ
گیا ہے کہ اور نہیں تو بیلوں کو چارے سے روکیگا میں اس نئی آنے والی پود کو بڑے درد بھرے دل سے دیکھ رہا ہوں کہ ان میں سے کیا شہری دیہاتی
بھی نہیں جانتے کہ نماز کیا ہے؟ اور اسکے الفاظ کیا ہیں پس تم دیکھ لوگے کہ انکی اولاد اور پھر انکی اولاد ایسی ہوگی کہ مذکورہ بالا الفاظ
احادیث کے مورد ہونگے ویبقی طوائف الناس الشیخ الکبیر والعجوز یقولون ادرکنا اباءنا علی ھذہ الکلمۃ کچھ
بوڑھے اور بوڑھیاں رہجائینگی مگر ان بیچاروں کی کون سنتا ہے وہ بھی جانتے ہونگے کچھ نہیں صرف یہ کہ ہمنے باپ دادا کو اس کلمہ پر پایا
یہ نشانات جو مذکور ہوئے سب پورے ہو چکے ہیں جنکا پورا ہونا ثابت کرتا ہے کہ مسیح موعود بھی آچکا ہے۔ اب ہم آپ کو مختلف آیات واحادیث
سے بتلاتے ہیں کہ مسیح موعود کے ظہور کا یہی وقت مقرر تھا یعنی چودہویں صدی

آیات قرآنی سے مسیح کے ظہور کا وقت

پہلے قرآنی آیات سے اسکا ثبوت لیجئے۔ السجدہ ع۱ یدبر الامر من السماء الی الارض ثم یعرج الیہ فی یوم کان مقدارہ الف سنۃ مما تعدون (آسمان امر یعنی دین کا انتظام زمین کی طرف
توجہ کرکے کرتا ہے پھر اسکی طرف عروج کرتا ہے یوم میں جو ہزار برس کا ہے اس آیت سے ظاہر ہے کہ ہر ہزار برس کے سر پر ایک عالیشان
مجدد مبعوث ہوتا ہے چنانچہ ساتویں ہزار کا مجدد الف آخر آگیا۔

(۲) جیسے دن کے بعد رات۔ رات کے بعد دن آتا ہے اور خزاں کے بعد بہار ایسا ہی روحانی عالم کا حال ہے پس ایک ہزار گمراہی کا ہوتا ہے اور ایک ہزار
ہدایت کا۔ پہلا ہزار ہدایت کا۔ دوسرا گمراہی کا تیسرا ہدایت کا چوتھا ہزار گمراہی کا۔ پانچواں ہزار ہدایت کا[1]۔ اسی میں ہمارے سید و مولیٰ نبی اکرم
صلعم پیدا ہوئے اور مبعوث ہوئے چھٹا ہزار گمراہی کا تھا جسکو فیج اعوج فرمایا ساتویں ہزار پر پھر ہدایت کا دور آسمان نبوت پر طالع ہوا۔ اور اس
قانون الٰہی کی طرف اشارہ کرنیکے لئے وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً لِّمَنْ أَرَادَ أَن يَذَّكَّرَ أَوْ أَرَادَ شُكُورًا (وہ
پاک ذات جسنے دن رات کو ایکدوسرے کے پیچھے آنیوالا بنایا اسکے لئے جو نصیحت پکڑے) الفرقان نصیحت یہی کہ وہ اس ظاہری نظام پر تدبر کرکے
یقین کرے کہ اسی طرح جہاں ایک دن ایسا آتا ہے کہ اس میں کفر و شرک غفلت کی ظلمت چھا جاتی ہے دوسرا دن ایسا کہ اسمیں ہدایت کا نور چمک اٹھتا ہے

(۳) سات دن بنانے میں بھی اسی کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار ہے اور چونکہ ہر دن ہزار برس کے مقابلہ میں ہے جیسا کہ فرمایا
وان یوما عند ربک کالف سنۃ مما تعدون الحج ع۱۰ (دن تیرے رب کے نزدیک تمہارے حساب کے ہزار برس کے برابر ہے) اسلئے کل
یوم ھو فی شان کے مطابق ہر ہزار کے سر پر ایک نئی تجلی ہوتی ہے ساتواں دن خدا کا دن ہے اسی لئے اس میں الٰہی ایام بڑے زور سے ظاہر ہوتے
ہیں چنانچہ یہ ساتواں ہزار ہے۔

---

[1] اس کا اختتام تبع تابعین کے زمانہ میں ہوا ۱۲

(۴) دنیا کی پیدائش میں بھی یہی راز تھا کہ چھ دن میں بنائی گئی اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ
السجدہ ع۱ ۔ (۲) اللہ وہ ذات جس نے آسمان اور زمین اور انکے مابین کو چھ دن میں بنایا اور پھر ساتویں دن استوی علی العرش کا وقت آیا۔
یعنی پوری و کامل تجلیات عرش تخت حکومت پر متمکن ہوا اور تمام ابالیس و شیاطین کا خاتمہ ہو گیا پس یہ آیت بھی ساتویں ہزار پر ایک عظیم الرتبہ
رسول کی بعثت پر دلالت کرتی ہے۔

(۵) یہ آیات سورہ سجدہ میں ہیں اسکو آپ ہر جمعہ صبح کی نماز خاص طور سے بالالتزام پڑھتے جس سے یہ مقصود تھا کہ لوگوں کو چھٹا ہزار
بھول نہ جائے کہ اسکا اختتام پر مسیح موعود مبعوث ہونے والا تھا۔

(۶) حضرت آدم بھی جمعہ کی آخری گھڑی میں پیدا ہوئے تھے یہ بھی اشارہ ہے اسطرف کہ حضرت عیسےٰ چھٹے ہزار کے اخیر میں مبعوث ہونگے
کیونکہ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ کَمَثَلِ اٰدَمَ آل عمران ع۶ عیسےٰ کی مثال آدم کی مانند ہے پس عیسےٰ فطرتاً چھٹے ہزار کے اخیر میں آنے
والے نبی۔

(۷) جمعہ جو کہ چھٹا دن ہے اسکا قیام التزام بھی ایک روحانی جمعہ کی طرف اشارہ تھا کہ ایک وقت آئیگا جیسے مختلف مسلمان
ایک مسجد میں جمع ہوتے ہیں مختلف قومیں ایک دین میں جمع ہونگی اور وہ چھٹے ہزار کا اخیر اور ساتویں ہزار کا ابتدا ہے ✠

(۸) سات سے قرآن مجید و اسلام کا ایک خاص تعلق ہے دیکھو سات منزلیں قرآن کی اور سات حالتوں سے نکلکر انسان پیدا ہوتا ہے
نطفہ۱۔ علقہ۲۔ مضغہ۳۔ عظام۴۔ لحم۵۔ خلق آخر۶۔ انسان۷۔ سات سال میں جسم بدلتا ہے۔ سات ستارے۔ سات آسمان۔ سات زمین۔ سات
باتوں پر ایمان کامل ہوتا ہے۔ خدا۱۔ ملائکہ۲۔ کتب۳۔ رسل۴۔ یوم الآخر۵۔ قدر خیرہ و شرہ۶۔ بعثت بعد الموت۷
اسلام سات باتوں پر ہے۔ اقرار۱۔ تصدیق بالقلب۲۔ نماز۳۔ روزہ۴۔ زکوٰۃ۵۔ حج۶۔ اخلاق فاضلہ۷۔ سات مقصود انسانی۔ صحت
جسمانی۔ جسمانی آرام۔ روحانی آرام۔ قبر میں آرام۔ بہشت میں آرام۔ وصل یار ہیجانے۔ وضو میں سات کام کرنے پڑتے ہیں۔ سات سال کے
بچے کو نماز پڑھانے کا حکم ہے۔ سات مذہبوں کے مقابلہ۔ دہری نبوت کے منکر۔ دہریہ۲۔ یہود۳۔ نصاری۴۔ بت پرست۵۔ مجوس۶۔ منافق۷۔ سات
اعضاء سجدہ بھی اشارہ کرتے ہیں اس بات پر کہ ساتویں ہزار تمام روحانی کمالات کا خاتم آکر مدارج کمالیت دکھائیگا۔

(۹) سورۃ قدر میں فرمایا لَیْلَةُ الْقَدْرِ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ گویا ہزار ماہ کے بعد ایک وقت آتا ہے جبکہ تنزل الملٰئکۃ والروح
(فرشتے اور خدا کا کلام نازل ہوتے ہیں) پس ضروری ہے کہ اس چودھویں صدی کے ابتدا میں بھی نازل ہو۔ بلکہ وہ شخص جس پر کلام اترنا تھا وہ تیرہویں
صدی کے وسط میں پیدا ہو چکنا چاہیے تھا اور ۱۲۸۴ھ تک جوانی تک پہنچا ہوا کہ ہزار ماہ کے قریباً ۸۴ سال ہوتے ہیں

(۱۰) وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ آل عمران ع۱۳ اور تم کو نصرت دی اور دیگا بدر یعنی چودھویں میں حالانکہ تم ذلیل تھے اور ہو گئے

✠ سورہ جمعہ میں هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ فرماکر فرمایا وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ اور سب سے آخر آنے والے جو ابھی نہیں ملے
ان میں بھی یہی رسول ہے۔ مگر وہ رسول تو وفات پا چکے پس اس سے مراد یہی ہے کہ اسی کا ظل اسی سب سے آخری جماعت میں آئیگا جو اپنے آقا
کی تابعداری و محبت میں محو ہو کر حکم نفی وجود کا رکھیگا ۱۲

یہ کلام پیشگوئی کے رنگ میں واقع ہوا ہے ایک جنگ بدر میں بحالت ضعف مسلمانوں پر مدد الٰہی نازل ہوئی ایک بدر یعنی چودھویں صدی جبکہ مسلمانوں کی حالت پھر آغاز کی طرف عود کر آئیگی جیسے اس حدیث سے ثابت ہے۔

اور آخر کو بصیغہ ماضی فرمانا سنت اللہ ہے جو اسکے وقوع کے قطعی ہونے پر دلالت کرتی ہے جیسے تبت یدا (ہلاک ہوگئے دونوں ہاتھ ابی لہب کے) اذ قال اللہ یعیسیٰ (حالانکہ یہ سوال جواب قیامت کو ہوگا) نفخ فی الصور (پھونکا گیا صور میں) حالانکہ ابھی پھونکا جانا تھا فنادیٰ اصحٰب الجنۃ اصحٰب النار۔ بہشتیوں نے دوزخیوں کو پکارا حالانکہ ابھی پکارنا ہے ولو تریٰ اذ وقفوا علی النار (جب آگ پر کھڑے کئے گئے (حالانکہ کئے جائینگے) پس یہ آیت بھی دلالت کرتی ہے کہ چودھویں صدی میں پھر محمد رسول اللہ آفتاب نبوت کا نور کامل طور سے کسی چودھویں کے چاند کی طرح جلوہ گر ہو اور اسوقت مسلمانوں کی حالت نہایت ذلیل ہو اور انکے دین پر قلمی حملے کئے جا رہے ہوں (دیکھو تلوار کا جنگ بدر تو ہو چکا اب قلم کی باری تھی) اسوقت ایک مرد میدان اٹھے اور انکی مدافعت کر کے دشمن کو شکست فاش[1] دے دشمن کا دعا ہی سے ماننا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فلاں معجزہ دکھایا آجکل محال تہا پس ایسے شخص کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے جو انہیں دکھا دیتا کہ معجزہ اسے کہتے ہیں یا پیشگوئی اور اس قسم کے خارق عادت نشانوں سے خدا کی ہستی منوا دیتا۔

(۱۱) کہف ۱۱ع ۱۰ میں جو ذوالقرنین کا قصہ فرمایا تو اس میں اشارہ تہا کہ اس امت میں بھی ایک ذوالقرنین مبعوث ہوگا کیونکہ قرآن مجید کے قصوں کی یہی فلاسفی ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں یہ پیشگوئی ہے کہ بعینہ یہی حالات امت محمدیہ میں پیش آئینگے چنانچہ جیسے ذوالقرنین پہلے ایک ایسی قوم کی طرف گیا جن پر آفتاب غروب ہو رہا تہا اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ فِي عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ایسے ہی یہ ذوالقرنین مسیح موعود مبعوث ہوا تو نصاریٰ کو دیکھا کہ جو قرآن کے آفتاب سے مطلق نور نہیں لیتے پھر ایک دوسری قوم کی طرف گیا جن پر آفتاب چڑھا ہوا تہا مگر وہ اس سے فائدہ یا قاعدہ نہیں اٹھا رہے تھے تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ دُوْنِهَا سِتْرًا اور یہ ذوالقرنین مسیح موعود نے اپنی قوم کو دیکھا کہ قرآن مجید تو ہے مگر اسکے معارف و حقائق[2] سے بالکل بیخبر ہیں پھر وہ ذوالقرنین ایک ایسی قوم کو ملا جس نے درخواست کی اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدًّا (مفسدوں اور ہمارے درمیان دیوار بنا دے) ایسے ہی احمدی ہے وہ قوم جسکے لئے مسیح موعود علیہ السلام نے ایسی پختہ دیوار عقائد کی بنائی کہ وہ ہمیشہ کے لئے مفسدوں کے حملوں سے مامون و امین ہو گئے اور اسی لحاظ سے آپ ہر طرح ذوالقرنین ہیں یعنی صاحب دو صدیوں کے کیونکہ تیرھویں اور چودھویں دونوں صدیوں کا حصہ آپکو ملا ہے اور یوں بھی آپ کی عمر میں آپ پر بہت سی دو صدیاں جمع ہوئی ہیں چنانچہ دیکھو۔

---

[1] اس بات کا ثبوت کہ اس آیت ولقد نصرکم اللہ ببدر میں پیشگوئی ہے یہ بھی ہے کہ اسے بدر سے ایک خاص مناسبت ہے چنانچہ لکھا ہے یخرج المھدی ویجمع اللہ تعالیٰ من اقصی البلاد علیٰ عدۃ اہل بدر بثلاث مائۃ وثلاث عشر کہ مہدی خروج کریگا اور اللہ تعالیٰ دور دور شہروں سے اہل بدر کی تعداد کے موافق ۳۱۳ اصحاب جمع کریگا و معہ صحیفۃ مختومۃ چھپا ہوا صحیفہ پاس ہوگا جس میں انکے نام ہونگے چنانچہ ایسی ایک کتاب ہے ۱۲

[2] یعنی اسوقت جبکہ مسلمان محض کہ ما تصرف خشک توحید ہوگی جو تعصب اور درندگی کی … ہونگے …

سنہ ۱۸۴۰ء	سنہ ۵۶۰۰ یہود	سنہ ۱۸۸۵	سنہ ۳۹۰۰ ابراہیمی
سنہ ۱۸۴۷ء	سنہ ۲۶۰۰ رومی	سنہ ۱۸۸۸	سنہ ۲۲۰۰ مقدونی
سنہ ۱۸۴۸ء	سنہ ۱۹۰۰ بکرمی	سنہ ۱۸۹۲	سنہ ۴۷۰۰ قسطنطنیہ
سنہ ۱۸۵۳ء	سنہ ۲۶۰۰ بخت نصر	سنہ ۱۸۹۴	سنہ ۱۳۰۰ فصلی
سنہ ۱۸۶۲ء	سنہ ۱۹۰۰ ہسپانی	سنہ ۱۸۹۸	سنہ ۴۷۰۰ سکندری
سنہ ۱۸۷۹ء	سنہ ۱۸۰۰ تباہی یروشلم	سنہ ۱۸۹۳ء	سنہ ۱۳۰۰ فصلی الہی
سنہ ۱۸۸۲ء	سنہ ۱۳۰۰ ھجری		

وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ (اور ہمنے آسمان سے پانی (قرآن مجید) اتارا اسے زمین میں ٹھہرائے رکھا۔

(۱۲) وَاِنَّا عَلٰی ذَهَابٍ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ المؤمنون ۱۸ ۱۶ اور ہم اسکے لیجانے پر قادر ہیں اسی آیت میں مثال کے طور پر فرمایا جیسی آسمان سے پانی اتارتے ہیں اور پھر اسکو خشک کر دینے پر قادر ہیں ایسے ہی قرآن مجید جو آسمانی روحانیت کا پانی ہی ایک زمانے میں اٹھایا جائیگا چنانچہ حدیث میں بھی اسکی خبر دیگئی وہ حدیث درج ہو چکی اس آیت کے اعداد ظاہر کر رہے ہیں کہ سنہ ۱۲۷۴ھ کے قریب یہ بات ہو گی اور اسوقت ایک امام پیدا ہوگا جو لو کان الایمان معلقا بالثریا لناله رجل من ابناء فارس کا شان نزول لئے ہوگا اور قرآن مجید کو اتار لائیگا یعنی اسکو پھر رائج کریگا ایسا کہ گھر گھر میں بامعنی پڑھا جائیگا اس نیت سے کہ اسپر عمل کیا جائے سنہ ۱۲۷۴ امام کے زمانے کی تعیین کر رہا ہے۔

(۱۳) انا ارسلنا الیکم رسولا شاهدا علیکم کما ارسلنا الی فرعون رسولا مزمل ۲۹ سلسلہ محمدیہ کو سلسلہ موسویہ کے مقابل ٹھہرا رہا ہے اور وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَی الْكِتٰبَ فَلَا تَكُنْ فِیْ مِرْیَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ السجدة ۲۳ ۲۱ (ہم نے موسیٰ کو کتاب دی پس تو بھی اسکی لقاء سے متردد نہ ہو) اسکی تائید کرتی ہو مطلب کہ مخالفین یہ خیال کر کے کہ آپ کا کوئی فرزند نہیں اور نیز موجودہ مشکلات کو دیکھ کر کہتے کہ یہ سلسلہ کوئی دن کے لئے ہو اور عنقریب نیست و نابود ہو جائیگا مگر خدا تعالے فرماتا ہی تو ہرگز فکر مند نہ ہو جیسے موسیٰ کا سلسلہ قائم رہا یہ بھی برابر اسی طرح رہیگا اور اس امت میں بھی مصداق وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً یَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰیٰتِنَا یُوْقِنُوْنَ (اور ہمنے ان میں سے امام بنائے جو لوگوں کو ہمارے دین کی ہدایت دیتے جبکہ انہوں نے صبر و استقامت سے کام لیا اور ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے) پیدا ہونگے۔ جو صبر و استقامت کے پتلے اور یقین و عرفان میں کامل ہونگے چنانچہ اس پیشگوئی کے پورا ہونیکے لئے ضروری ہوا کہ آخری مجدد یا خلیفہ مسیح ہو تاکہ مشابہت کامل ٹھہرے اور وہ چودہویں صدی کے سر پر آئے[ف] جیسے کہ عیسیٰ ابن مریم موسوی سلسلہ کا آخری خلیفہ چودہویں صدی پر آیا تھا اور اسکے چودہویں صدی پر شریعت موسوی کا تابع ہو کر آنے کا ثبوت گذر چکا ہی۔

ف درمیان میں ۱۲ خلیفے آئینگے ثبوت یہ احادیث ہیں کیف تهلك امة انا اولها واثنا عشر خليفة من بعدي والمسيح بن مريم آخرها (وہ امت کیونکر ہلاک ہوگی میں اسکے اول ہیں ۱۲ خلیفہ میرے بعد آخری مسیح ابن مریم فصل الخطاب امام محمد پارسا (۲) لایزال الاسلام عزیزا الی اثنی عشر خلیفة کلهم من قریش (مشق علیہ) بارہ خلیفوں تک اسلام غالب رہیگا سب قریشی آخری مسیح ہوگا جو اس مسیح بنی اسرائیل کی طرح من وجہ قریشی سے نہ ہوگا

(١٤) يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره ولو كره الكافرون الصف ٢٨/١٦ (یہ تو چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنی منہ کی پھونکوں سے بجھا دیں مگر اللہ اپنے نور کو کامل کرنیوالا ہے خواہ کافروں کو برا لگے یعنی یہ ہلال ایکدن بدر بنیگا اور محمدی نور کامل ہوکر چودہویں صدی میں افق وحی پر پھر چمکیگا؟ اسکا جواب بھی خود ہی دیا هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ وہی جو اپنے رسول کو بھیجیگا ہدایت اور دین حق کی اشاعت کے لئے تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کردے خواہ مشرکوں کو برا لگے۔ گویا اس آیت میں تکمیل اشاعت ہدایت[ا] کرنے والے رسول کی خبر دیگئی کہ اتمام نور یعنی چودہویں میں آئیگا يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَن يُتِمَّ نُورَهُ التوبہ ١٠ ۔ چاہتے ہیں اللہ کا نور بجھادیں اور اللہ کو یہ منظور ہے کہ نور کو پورا کرے میں بھی یہی اشارہ ہے۔

(١٥) لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ (البتہ انکو خلیفہ بنائیگا زمین میں جیسے انکو خلیفہ بنایا جو ان سے پہلے ہوئے) یعنی موسٰی کے خلیفوں کی طرح امت محمدیہ میں خلیفے ہونگے

حدیث میں ہے ابو ہریرہ اِنَّ اللهَ عَزَّوَجَلَّ يَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْأُمَّةِ عَلٰى رَأْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (رواہ ابو داؤد) اللہ تعالےٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد مبعوث کریگا جو دین کی تجدید کریگا یعنی نبی اکرم کے بلاغ کو تازہ کر دیگا اور چونکہ یہ ثان اس دین نا دانوں نے لگادی ہیں انکو اکھیڑ دیگا۔ اب اس چودہویں صدی کے سر پر بھی کسی مجدد کا موجود ہونا ضروری ہے اور پھر اسی آخری مجدد کی یہ نشانی بھی ہے کہ اسکی عمر میں تمام صدیوں کے سر جمع ہونگے چنانچہ نقشہ سنین گذشتہ سے یہ امر ثابت ہے کہ سب صدیوں کے سر جمع ہونگے اور یہ خصوصیت چودہویں صدی کو حاصل ہے پس اسی میں آخری مجدد کا (جکا صلیب کے زور کے وقت پر آنے کے لحاظ سے مسیح نام ہوگا) آنا ثابت ہوا (١٦) لیستخلفنہم کے اعداد ١٣٠٥ ہیں۔ جو اشارہ کر رہے ہیں اسطرف کہ تمام خلفاء امت محمدیہ کے کمالات کا جامع ١٣٠٥ھ میں ہوگا اور یہی سن آپ کی بیعت خلق لینے کا پہلا حرف اول ہے من جملہ الگ سے خلافت اولی کے سالوں کی طرف اشارہ کر رہا ہے جو تیس تھی یعنی چار خلفاء (ابو بکر۔ عمر۔ عثمان۔ حیدر) کی خلافت ٣٠ برس ہی اور ہم کے اعداد ٤٥ ہیں یہ اشارہ ہے آخری خلیفہ کا (جو نبی اللہ بھی ہوگا) کی مدت خلافت کی طرف کہ پینتالیس برس ہوگی اور حدیث سے بھی یہی ثابت ہے ینزل عیسٰی بن مریم الی الارض فیتزوج ویولد له ویمکث خمساً واربعین سنة ثم یموت (عن عبد اللہ بن عمر رواہ ابن الجوزی) کہ عیسٰی بن مریم ایک خاص زمین کی طرف اترینگے پس نکاح کرینگے اور انکی اولاد ہوگی (بظاہر تو یہ فقرہ معمولی معلوم ہوتا ہے کیونکہ نکاح اور اولاد کوئی غیر معمولی بات نہیں مگر غور سے دیکھو تو معلوم ہوگا اسمیں اشارہ ہے اس بات کا کہ اسکا نکاح اور اولاد خارق عادات نشان ٹھہرینگے بسبب پیشگوئی کے ماتحت ہونیکے چنانچہ اپنے اس نکاح کی بھی آپنے پہلے خبر دی۔ اور پھر ہر ایک بچے کے پیدا ہونے کے بہت مدت پہلے خبر دیتے رہے اور حدیث کے ان الفاظ کی حکمت معلوم ہوئی نیز اس میں ان لوگوں کا رد فرمایا جو کہتے ہیں کہ مہدی تو بے اولاد پیدا ہونا تھا

[ا] دو کام تھے ایک تکمیل امر ہدایت وہ نور رسول اکرم صلعم کی معرفت ہوچکی دوسرا کام تکمیل اشاعت تھی اسکے لئے یہی وقت مقرر و مقدر تھا کیونکہ اشاعت کے اسباب ہی اس زمانے میں پیدا ہوئے ایسے اسباب کہ اس سے پہلے کسی زمانے میں نہ تھے اور نہ خواب و خیال میں آئے تھے سو یہ کام ایک ظلی رسول کی معرفت ہوگا گویا در حقیقت اسی رسول اکرم کے دست مبارک پر پورا ہوا ١٢

چنانچہ بعض لوگوں نے مجھ سے کہا اگر یہ امام مہدی ہے تو انکی اولاد کیوں ہے کمبخت یہ آیت بھی بھول گئے وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً الجز ۱۳ (اور ہمنے رسول تم سے پہلے بھی بھیجے اور انکے لئے بیبیاں اور اولاد بنائی)

(۱۰) مسیح کا کام لکھا ہے یکسر الصلیب ویقتل الخنزیر اسکے اعداد ہیں ۱۸۹۷ء جو ظاہر کر رہے ہیں کہ یہ کام سرانجام کرنیوالا ۱۸۹۷ء تک عیسائیوں پر غلبہ میں ظاہر ہوگا۔

(۱۱) امت فرعون هٰذه الامة اسکے اعداد ہیں ... اشارہ ہے لیکھرام کے سال قتل کی طرف اور یہ سن بھی مسیح موعود کے ظہور کا وقت بتلا رہا ہے کیونکہ اسی کی پیشگوئی کے مطابق یہ قتل واقع ہوا۔

(۱۲) سورج چاند کا گرہن لگنا چونکہ مہدی کے ظہور کا نشان تھا اسلئے اس کا ۱۳۱۱ء میں وقوع ہونا مسیح کے ظہور کے وقت کو بتلا رہا ہے

(۱۳) الآیات بعد المائتین حدیث مشکوٰۃ میں موجود ہے ہزار سال کے بعد گویا ۱۲۰۰ کے بعد ہی تمام نشانوں کا ظہور مقرر تھا اور چودھویں کے سر پر اس نشان دینے والے کا آنا مقدر تھا۔

(۱۴) غلام احمد قادیانی اسکے اعداد (۱۳۰۰) ہیں ۱۳۰۰ میں مسیح موعود کے آنیکا بڑا بھاری ثبوت ہیں اور پھر اسکا کہ غلام احمد قادیانی ہی وہ مسیح موعود ہے جو ۱۳۰۰ کے اختتام پر آنے والا تھا کیونکہ تمام جہان میں یہ کسی کا نام نہیں اور نہ اس نام کا کوئی مدعی ہی اور نہ اسکے نام کے ۱۳۰۰ اعداد ہیں یہ خصوصیت آپ ہی کے نام نامی کو ہے۔

(۱۵) کتب مقدسہ قدیمہ بھی انکی شہادت ہر وقت موجود ہے دیکھو دانیال باب ۱۲ آیت ۹ پہلے فرمایا خدا نے یہ باتیں اخیر تک سربمہر رہینگی یعنی جب تک سعادت کی سمجھ نہیں آتی وقوع پر انکی حقیقت کھلیگی اسوقت بہت لوگ پاک کئے جاوینگے اور سفید کئے جاوینگے اور آزمائے جاوینگے لیکن شریر شرارت کرتے رہینگے اور شریروں میں سے کوئی نہ سمجھیگا پر دانشور سمجھینگے ہر امور کی آخر یہی حالت ہوتی چنانچہ مذکورہ بالا الفاظ میں بطور پیشگوئی آگے لکھا ہے وقت ظہور موعود کو ایک ہزار دو سو نوے دن ہونگے ایکدن سال کے برابر ہی ہوتا ہے دیکھو قرآن مجید قل لکم میعاد یوم الجز ۲۲ (کہدے تمہارے لئے ایکدن یعنی ایک سال کی میعاد ہے) یہ وعدہ فتح جنگ بدر میں جو ایک سال بعد ظہور میں آیا پورا ہوا پس معلوم ہوا کہ خدا کے نزدیک ایکدن سال کے برابر ہے پس اس ۱۲۹۰ھ خیال فرمائے کہ اسوقت مسیح موعود اپنے منصب پر قائم ہوتا

(۱۶) مکاشفات یوحنا ۱۳ اور میں سمندر کی ریتی پر کھڑا تھا اور دیکھا کہ ایک درندہ جانور سمندر سے نکلا جس کے سات سر اور دس سینگ تھے اور اسکے سینگوں پر دس تاج۔ دس سینگ اور دس تاج تو سو ہوئے اور پھر سات سر کے سات سو ہوئے یہ اشارہ ہے نبی اکرم صلعم کی بعثت پر کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے اتنے سال بعد ہونگے اس سے آگے لکھا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ اسکے سروں سے ایک پر زخم کاری لگا ہے گویا اس سرور کائنات کی بعثت درندہ جانور یعنی شیطان کے ضعیف ہو جانیکی پیشگوئی ہے پھر لکھا ہے پر اس کا زخم چنگا ہوا اور اسکو ایک منہ بڑا بول بولنے والا اور کفر بکنے والا دیا گیا اور بارہ سو ساٹھ تک لڑائی کرنیکا اسے اختیار دیا گیا یعنی ۱۲۶۰ھ تک یہ سن بلوغ حضور علیہ السلام ہے جسکے بعد شیطان کی کچلیاں نکال ڈالی جاوینگی اور ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو جاویگا۔

(۱۷) مکاشفات یوحنا ۱۲ اور ایک بڑا نشان آسمان پر نظر آیا ایک عورت سورج کو اوڑھے ہوئے اور چاند اسکے پاؤں تلے اور اسکے

سر پر بارہ ستاروں کا تاج تھا اور وہ حاملہ تھی × × × × اور وہ عورت بیابان میں جہاں اُسکی جگہ تھی بھاگ گئی تاکہ وہاں ایک ہزار دو سو ساٹھ دن تک اسکی پرورش کریں۔ عورت سے مراد اسلام ہے سورج محمد رسول اللہ صلعم اور چاند اُس سے تمام وکمال فیض یافتہ مسیح موعود مرزا غلام احمد اور بارہ ستارے درمیانی بارہ امام اور ۱۲۶۰ دن یعنی سال کے بعد اس حاملہ اسلام نے غلام احمد ایسا فرزند پیدا کیا (صلوۃ اللہ علیہ وسلامہ) یہ مکاشفہ بھی ۱۲۶۰ھ کو مقرر کرتا ہے۔

(۲۶) مکاشفات یوحنا[۱۵] اور ساتویں فرشتے نے پھونکا اور آسمان پر بڑی آوازیں یہ کہتے ہوئے آئیں کہ دنیا کی بادشاہتیں ہمارے خداوند اور اسکے مسیح کی ہوگئیں ساتویں فرشتے کا پھونکنا ساتویں ہزار کا نشان ہے کہ اسکے سر پر مسیح آئیگا جیسا کہ آیت سے ظاہر ہے۔

(۲۶) نعیم بن حماد روایت کرتے ہیں کہ ابو قبیل کا قول ہے کہ اکثر بزرگوں کا اجماع ہے کہ مہدی بارہ سو سال کے بعد پیدا ہوگا یعنی تیرہویں میں اسکی پیدائش ہو (حجج الکرامہ صفحہ ۳۹۴)

(۲۷) سیف مسلول میں قاضی صاحب پانی پتی نے لکھا ہے کہ علماء کے ظن کے مطابق مہدی کا تیرہویں صدی میں ظہور ہوگا یعنی پیدائش اور دعوی تو چودہویں کے سر پر ہی چاہیئے کیونکہ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھا ہے قدوم او علیہ الرضوان بر سر مائۃ خواہد بود۔

(۲۸) نواب صدیق حسن خان تمام نشانات متعلقہ مہدی کے پورا ہونیکو ثابت کرکے لکھتے ہیں۔ آنچہ باقی است ظہور مہدی موعود است اور یہ بھی لکھا ہے سخا امر میرسد کہ شاید صد چہاردہم[۱۴۰۰] ظہورش اتفاق افتد۔ یعنی چودہویں صدی میں آئیگا اور شاید بخیال تقوی ہے[۱۵]

(۲۹) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی مہدی کی پیدائش چراغ دین ۱۲۶۸ھ سے نکالتے ہیں یہ بھی تیرہویں میں پیدائش اور چودہویں میں اعلان ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ دعوے ہمیشہ چالیس سال تک پہنچکر ہوتا ہے۔

(۳۰) ولی نعمت اللہ صاحب لکھتے ہیں آپکا قصیدہ بڑا مشہور ہے۔

غین و رے[۱۲۰۰] سال چوں گذشت از سال ۔۔۔ بو العجب کار و بار مے بینم

ا۔ ح۔ م۔ د[۱۵] مے خوانم ۔۔۔ نام آں نام دار مے بینم

مہدیٔ وقت و عیسیٔ دوراں ۔۔۔ ہر دو را شہسوار مے بینم

یعنی دونوں ایک ہی ہونگے اور ۱۲۰۰ھ کے بعد میں انکی پیدائش ہوگی اور چودہویں میں ظہور

(۳۱) حافظ برخوردار ساکن چنی لکھتے ہیں۔ پچھے اک ہزار دے گزرن تین سو سال۔ جیسے ظاہر ہو سیا کرسی عدل کمال میں نہیں سمجھتا اس سے بڑھکر کوئی شہادت پختہ ہو اور واضح ہو کیونکہ یہ بزرگ اپنے خیال لکھنے سے بڑا ڈرتے تھے وہ ہمیشہ عمدہ روایات سے انتخاب کرکے لکھتے۔

---

[۱۵] حجج الکرامہ ۳۹۴ صفحہ میں لکھا ہے چودہویں صدی سے تجاوز نہ ہوگا ۱۲ [۱۵] آپکے نام کے ساتھ غلام کا ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ باوجود اس شان اعلیٰ کے غلامان احمد سے ہیں اور اسی کے فیض یافتہ ۱۲

(۲۲) شاہ نعمت اللہ ولی کے ایک کامل بزرگ گذرے ہیں۔ در سن غاشی ہجری دو قران خواہد بود + از پئے مہدی و دجال نشان خواہد بود

نشان ظہور موعود کا وقت مقرر کیا ہے کہ سنہ ۱۳۱۱ھ جو لیسا ہی وقت مسیح موعود کا ہے

(۲۳) قاضی ارتضا علیخاں مہدی نامہ میں تیرہویں صدی سے پندرہویں صدی کے درمیان وقت قرار دیتے ہیں۔

(۲۴) حدیث الفاشیہ میں لکھا ہے بعض ابن نجیم چودھویں سال کے سال ہفتم میں مہدی ظہور کرینگے یعنی سنہ ۱۳۰۷ھ اور یہی لدھیانہ

میں بیعت کا اشتہار دینے کا وقت ہے۔

(۲۵) عیسائیوں نے بھی یہی وقت مقرر کیا ہے چنانچہ کتاب لیپانڈ تام بن مسٹر ڈمبل بی نے سنہ ۱۸۹۹ء وقت مسیح موعود مقرر کیا ہے۔ وہ

لکھتے ہیں کہ جب پیشگوئیوں کا اس طرح سے نقشہ کھینچا جائے تو وہ ایسی مکمل صورت اختیار کر لیتی ہے کہ اس میں کوئی تبدیلی بغیر کلام الہی کے انکار

کرنے اور ساری دنیا کے تہ و بالا کرنے کے واقع نہیں ہو سکتی۔ اسلئے میں نے انہیں اصولی امور کو قائم رکھا ہے جو سب کے سب زمانہ تاریکی کے انجام

پر روشنی ڈالتے ہیں یعنی ۱۸۹۹ء جو کہ ہمارا سنہ ۱۸۹۷ء ہے جسکو ہر ایک فہیم شخص اب تسلیم کریگا کہ ایک نئے زمانہ کا ابتدا ہے

(۲۶) کرنل رابرٹسن نے ایک کتاب لکھی کہ حساب کے مطابق سنہ ۱۸۹۹ء سے آگے مسیح کی آمد نہیں بڑھ سکتی۔

معزز ناظرین ان ۲۶ چھبیس زبردست دلیلوں کے ہوتے بھی اگر آپ کو مسیح موعود کے چودھویں صدی کے سر پر آنے میں کچھ شک

ہے تو افسوس ایک دلیل ہی کافی تھی اور یہاں تو ۲۶ دلیلیں ہیں جو زیادہ تر قرآن مجید سے ہیں پھر احادیث و کتب غیر سے و اقوال علماء

سلف سے اب وقت تو ہو چکا مگر تمہارا مسیح نہ آیا کسی اور مسلم مدعی مسیحیت کا موجود ہونا حضور مرزا غلام احمد قادیانی مرسل یزدانی کا

مسیح موعود ہونا ثابت کر رہا ہے مبارک ہے جو اسکو قبول کرتے ہیں۔

مسیح کا ظہور ہندوستان میں ہوگا اب ہم خدا کے فضل سے آپکو بتلاتے ہیں کہ مسیح و مہدی کا ظہور مشرق حجاز یعنی ہندوستان

میں ہوگا۔

(پہلی حدیث) یخرج ناس من المشرق فیوطئون للمہدی سلطانہ (رواہ ابن ماجہ عن عبداللہ) آدمی مشرق سے نکلینگے

جو مہدی کو جو سلطان مشرق ہے جگہ دینگے یعنی اسکی تعظیم و تکریم کرینگے) اس حدیث میں مہدی کو سلطان مشرق فرمایا گیا ہے اور براہین احمدیہ

میں بھی ایک الہام "سلطان احمد مختار" کے لقب کا صحیح ہے یہ سلطان بلحاظ سلطان القلم کے ہے کیونکہ مسیح و مہدی کے لئے یضع الحرب کا ثبوت

پہلے ہو گیا اور مسیح حدیث میں یضع الجزیہ آیا ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ جنگ ہی نہ کریگا کیونکہ جب جنگ ہوگا تو جزیہ خود بخود دینا ہوگا اور یہ تو ہو نہیں

سکتا کہ جنگ ہو اور پھر حکم جزیہ چھوڑ دیا جاوے کیونکہ مہدی یا مسیح ناسخ شریعت محمدیہ نہیں قرآن میں صاف حکم جزیہ لکھا ہے دیکھو آیت

حتی یعطوا الجزیہ۔

(دوسری حدیث) عن عبداللہ بن عمر۔ یخرج رجل من ولد حسن من قبل المشرق لو استقبل به الجبال لہدھا و

یتخذ فیہا طرقاً (رواہ ابونعیم) کہ ایک عظیم الشان شخص یعنی مہدی خروج کریگا مشرق کی طرف سے وہ ایسا باہمت صاحب کرامت کہ پہاڑ سامنے

آئے تو اس میں بھی رستہ نکال لیگا یعنی سب مشکلات پر غالب آئیگا۔

(تیسری حدیث) اِذْ بَعَثَ اللّٰہُ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ فَیَنْزِلُ عِنْدَ الْمَنَارَۃِ الْبَیْضَآءِ شَرْقِیَّ دِمَشْقَ (رواہ مسلم عن نواس بن سمعان) یعنی مشکوۃ مسیح ابن مریم دمشق کے مشرق کی طرف (قادیان ٹھیک مشرق کو ہے) ایک پرانوار روشن مقام میں نزول فرمائیگا یہ حدیث مشرق سے مسیح کے نزول کو ثابت کرتی ہے مسیح کی دمشق سے خصوصیت اسلئے ہے کہ وہ جس مقام میں ہوگا وہاں بھی یزیدی الطبع لوگ ہونگے جو اس امام ہمام سے یا اسکی اولاد سے وہی معاملہ کرنیکے درپے ہونگے جو امام حسین علیہ السلام سے کیا گیا ہمارے حضرت کے مقامات بھی قادیان سے مشرق کی طرف ہی ہیں پھر آپ کا کشف اسپر گواہ ہے کہ آپنے اپنے مرحوم بھائی کو دیکھا کہ قرآن شریف پڑھ رہے ہیں اور پڑھتے پڑھتے ان فقرات کو پڑھا کہ انا انزلنا قریبًا من القادیان × × × پھر نظر ڈالکر جو دیکھا تو معلوم ہوا کہ فی الحقیقت قرآن شریف کے دائیں صفحہ میں شاید قریب نصف کے موقعہ پر یہ الہامی عبارت موجود ہے بعض لوگ نادان یہ کشف عام مجلسوں میں بیان کرکے جاہل لوگوں کو بھڑکایا کرتے ہیں کہ دیکھو مرزائیوں کے قرآن میں یہ الفاظ لکھے ہیں یا کہ مرزا صاحب کا کشف جھوٹا ہے شاید انکو معلوم نہیں کہ کشف قابل تاویل بھی ہوتے ہیں اور حقیقت کے متعذر ہونیکی صورت میں تو یقینًا اور معنی مراد ہونگے میرے دوستو اسکو اپنے ذہن میں رکھو کہ پندرہویں سیپارہ شروع ہوتا ہے سُبْحٰنَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی یاد رکھنا چاہئے کہ یہاں مسجد اقصٰے سے مراد بلحاظ زمان سلم کے قادیان کی مسجد ہے جہاں محمدی فخر نے اس زمانے میں پھر ظہور کیا پس یہی ہے کہ قادیان کا نام قرآن مجید میں ہوگا اور ظاہری طور سے تو لکھا ہوا نہیں خود حضور علیہ السلام لکھتے ہیں دیکھو ازالہ اوہام الہام وکشف ظاہر کرتا ہے کہ قادیان کا نام قرآن شریف میں یا احادیث نبویہ میں بطور پیشگوئی ضرور موجود ہے اور چونکہ موجود نہیں تو بجز اسکے اور کسطرف خیال جاسکتا ہے کہ خدا تعالے نے قادیان کا نام قرآن شریف یا احادیث نبویہ میں کسی اور پیرایہ میں ضرور لکھا ہوگا

(چوتھی حدیث) عِصَابَتَانِ مِنْ اُمَّتِیْ اَحْرَزَهُمَا اللّٰهُ مِنَ النَّارِ عِصَابَةٌ تَغْزُو الْهِنْدَ وَعِصَابَةٌ تَكُونُ مَعَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ (رواہ احمد والنسائی) میری امت کے دو گروہ ہیں جنکو اللہ تعالے دوزخ سے بالکل محفوظ رکھیگا ایک گروہ جو ہند میں غزوہ کریگا اور ایک وہ گروہ جو عیسے ابن مریم (مسیح موعود) کے ساتھ ہوگا۔ اب دیکھئے کہ اس حدیث کو باب غزوۃ الہند میں ذکر کیا گیا ہے معلوم ہوا کہ دونوں گروہ ہندوستان میں ہونگے کیونکہ مقسم دونوں گروہ ہو یا باب غزوۃ الہند ہے اور جماعت عیسے موعود قسیم ہے غازیان ہند کی اور چونکہ قسم اپنے مقسم میں داخل ہوتا ہے اسلئے دونوں کا ہند میں ہونا ثابت ہوا اور یہ حدیث ثابت کرتی ہے کہ مسیح موعود اور مہدی معہود بھی ہند میں ہی ہوگا۔

(پانچویں حدیث) عن ثوبان قال رسول اللّٰہ صلعم اذا رأیتم الرایات السود قد جاءت من قبل خراسان فأتوها فان فیہا خلیفۃ اللّٰہ المہدی (رواہ احمد) ثوبان فرماتا ہے رسول اللہ صلعم نے جب تم سیاہ جھنڈے دیکھو کہ خراسان یعنی مشرق سے آرہے ہیں تو انکی طرف حاضر ہو کہ ان میں خلیفۃ اللہ المہدی ہے سیاہ جھنڈے سے مراد قلم ہے فرمایا ہے

صف دشمن کو کیا ہمنے بہ حجت پامال ٭ سیف کا کام قلم سے ہے دکھایا ہم نے

آپکے آباؤ اجداد سمرقند بخارا کی طرف سے ہی تشریف فرما ہوئے تھے۔

سلہ اسبات کا ثبوت کہ قادیان کی مسجد ہی مسجد اقصٰے ہے یہ ہے کہ مسجد موجود ہے جو قابل بسداری ہے اور اس نشان اور کوئی مسجد ایسی تحت موجود نہیں

(چھٹا ثبوت) ان مثل عیسےٰ عند اللہ کمثل آدم عیسےٰ کی مثال اللہ کے نزدیک مثل آدم کے ہے آدم علیہ السلام کا نزول بالاتفاق ارض ہند میں ہوا تھا پس اس مناسبت سے عیسےٰ موعود کا نزول بھی ہند میں ہونا چاہیئے چنانچہ ہوا اور ہمارے حضرت کو انیّ اَرَدتُ ان استخلف فخلقت آدم الہام ہوا جس نے آپکا آدم ہونا ثابت ہے نعم ما قیل ؎

کانت لآدم ارض الہند منہبطاً ؛ وفیہ نور رسول اللہ مشغول

من ھٰھنا مستبین ان مہدینا ؛ مہند من سیوف اللہ مشعول

آدم کے لئے ہند کی سرزمین جائے نزول ٹھہری اور اس میں رسول اللہ کا نور روشن تھا۔ یہاں سے ثابت ہوا کہ ہمارا مہدی ہندی ہے اور الہی تلواروں سے مسلح ہے۔

(ساتواں ثبوت یہ ہے کہ مسلم نے روایت کی دیکھو مشکوٰۃ کہ دجال کے لئے اومابیدہ الی المشرق (مشرق کی طرف اپنے ہاتھ سے اشارہ فرمایا) تو جہاں اتنا بڑا عظیم فتنہ ہوا۔ اس فتنہ کا دور کرنے والا بھی وہاں ہی پیدا ہونا چاہیئے۔ جیسا کہ تم دیکھتے ہو کہ عرب کی سرزمین میں۔ اسی لئے حضور انور علیہ السلام اسی لئے مبعوث ہوئے تھے کہ تمام فتنے اور فساد اسی جگہ سے تھے۔

آٹھواں ثبوت یہ ہے اور یہ عقلی ہے کہ مسیح موعود نے چونکہ تمام دینوں پر اسلام کو غالب کرنے کے لئے مبعوث و نازل ہوا تھا۔ اسلئے اسکے لئے ایسا مقام مناسب ہے اور وہ ہے کہ جہاں ہر ایک مذہب موجود ہو اور پھر ساتھ ہی آزادی بھی کامل ہو تاکہ ہر ایک صاحب مذہب اپنے خیالات کمال آزادی سے ظاہر کر سکے سو آپ تمام دنیا پر نظر کر کے دیکھ لو کہ کوئی ایسا ملک نہیں جہاں تمام مذاہب کے نمونے موجود ہوں اور پھر ساتھ ہی آزادی بھی حاصل ہے یہ شرف ہندوستان ہی کو ہے پس یہ قدرتی بات بھی مسیح موعود کے ہند میں نازل ہونیکی مقتضی ہے

ملک ہند کے صوبہ پنجاب میں ہوگا

ان آٹھ زبردست ثبوتوں کے بعد اب ہم آپکو بتلاتے ہیں کہ ہند میں پنجاب کے صوبہ کا پتہ بھی اس رسول الثقلین علیہ السلام نے دیا چنانچہ دیکھو یہ حدیث (اخرج احمد عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام) ینزل عیسےٰ بن مریم × × × × × وینزل الروحا فیحج منہا او یعتمرا (فتح الباری)

روحا لغت میں سرسبز و شاداب مقام کو اور نہر کہتے ہیں جس میں بہت سے رستے ہوں یہ مقام ہند میں پنجاب ہی ہے ؎

چہ پنجاب انتخاب ہفت کشور ؛ قسم خوردہ بخاکش آب کوثر

بخاکش سایہ پرہاے بلبل ؛ جواب یک چمن خندیدن گل

اور چونکہ احرام باندھنے کے لئے روحا کوئی مقام نہیں ہے اسلئے حج عمرہ سے مراد بھی کچھ اور لینی پڑیگی کیونکہ حقیقت پر اس حدیث کو عمل کرنے سے شریعت محمدیہ کا نسخ لازم آئیگا حج سے مراد وہ کام ہے جو اسکا مقصود ہے یعنے کسر صلیب و اندرونی اصلاح امت محمدیہ اور اسکے علاوہ صلیبی مذہب کے سوا دوسرے مذاہب کا مقابلہ بطور عمرہ کے سمجھئے۔ پنجاب ہی مقرر ہوگیا۔

پنجاب کے گاؤں قادین میں

اب گاؤں کا نام بھی حدیث ہی میں دیکھئے یخرج المہدی من قریۃ یقال لہا قدعۃ

(کذ حم) وصدق الله تعالیٰ - مهدی ایک گاؤں سے نکلیگا جس کا نام قادیان ہے - یہ کدعہ بہ غلطی سے مشہور ہو گیا ہے پھر خواہ مخواہ یمن میں اسکو تلاش کیا جاتا ہے قادیان کا اصلی نام قاضی ماجھی تھا جو اسکی اصل کی طرف مشیر ہے اور لطف یہ کہ اسپر وہ حدیث بھی صادق آتی ہے کہ مسیح عسکر المسلمین میں اتریگا اس گاؤں کے گرد ابتدا میں ایک فصیل تھی جس کی بلندی ۲۰ فٹ اور عرض اسقدر کہ تین چھکڑے چل سکتے - قریب ایکہزار کے سوار پیادہ فوج رہتی اور حضرت مرزا گل محمد رحمۃ اللہ علیہ کے وقت میں یہ علاقہ مستقل ریاست اسلام تھا پھر لطف یہ کہ مهدی ۵۹ ہند ۵۹ - پنجاب ۵۹ - ماجھی ۵۹ کے ایک ہی جیسے عدد میں یہ شاعرانہ خیالات نہیں اور نہ جعلی کارروائی کہ ہمارے پیدا ہونے سے پہلے خدائے قدیر کی طرف سے یہ نام رکھے گئے ان اعداد کا متحد ہونا ثابت کر رہا ہے کہ مهدی ملک ہند کے صوبہ پنجاب کے گاؤں ماجھی (قاضی) میں ہوگا اس سے زیادہ اور کیا چاہیئے -

گاؤں تو معلوم ہوا طرف بھی معلوم ہوئی کہ مشرق طرف گاؤں کے کیونکہ حدیث میں بسبب مناسبت معنوی قادیان کو دمشق کہا گیا ہے

امام مهدی کا حلیہ

اب حلیہ بھی سنئے حلیہ یہ ہے جو سید الانبیا ختم الرسل نے خود فرمایا - المهدی منی اجلی الجبهة اقنی الانف (رواہ ابو داؤد والحاکم عن ابی سعید دیکھو مشکوٰۃ) مهدی روشن کھلی نورانی پیشانی والا ہے - اور اونچی ناک والا ہے - اور پھر آنے والے عیسیٰ کا حلیہ فرمایا - من ادم الرجال (متفق علیہ مشکوٰۃ) گندمی رنگ اور سیدھے بال - پس اس حلیہ کا مبارک انسان آپکو ملیگا جو خود اپنی روشن پیشانی اونچی ناک اور گندمی رنگ بھورا بادامی سے اور بال بھی ایسے جیسے اسی حدیث میں ہے کہ ینقطر راسه ماءً (اسکے سر سے قطرے ٹپکتے ہونگے یعنی تازہ تازہ دھوئے ہوئے بال معلوم ہونگے) اور حدیث دمشقی میں ہے اذا طأطأ راسه قطر واذا رفعه تحدر منه مثل جمان کاللؤلؤ (جب سر نیوڑھائیگا تو قطرے گریں اور جب اٹھائے تو بھی موتیوں کی طرح) یہ اشارہ کمال استغراق و فکر و محنت کی طرف کہ پسینہ آ رہا ہوگا -

اور میں دعوے سے کہتا ہوں اور علی الاعلان سب کو سنا کر کہتا ہوں کہ پورب پچھم کے رہنے والو اے اتر دکن کے باشندو! خدا کے لئے اٹھو اور اچھی طرح ڈھونڈ بھال کرو کہ چودھویں صدی تو آچکی اور اس میں کوئی مسیح ضرور موجود ہونا چاہیئے اب مجھے اس مذکورہ بالا حلیہ کا کوئی اور مدعی دکھا دو تو میں ابھی تمام کتاب واپس لینے کو طیار ہوں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا تو سب ملکر کہو کہ باوجود اس حلیہ کا مصداق پا لینے کے نہ ماننے سے ہم خدا کے الزام کے نیچے ہو قادیان جانیکی فرصت نہیں تو نہ سہی تم تصویر دیکھ لو اور اس آیت کو مد نظر رکھ کر پڑھو - ومن آیاته خلق السموات والارض واختلاف السنتکم والوانکم ان فی ذالک لآیٰت للعلمین - حضرت یہ رنگوں اور حلیوں کے اختلاف کی وجہ ہی یہی ہے کہ مامور من اللہ کو پہچاننے میں کچھ دقت پیش نہ آئے جبھی یہ حلیہ کا اختلاف تمام جہان کیلئے نشان ہے -

مسیح کی دو زرد چادریں

پھر اس حلیہ کے ساتھ ایک ایسا نشان ہے جو یقیناً کسی مدعی مسیحیت میں نہ ہوا نہ پایا جائیگا اور حقیقت میں یہ ایک ایسا خارق نشان ہے کہ جس کی ماہیت سمجھنے سے تمام شکوک رفع ہو سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ دو زرد چادروں میں آئیگا یعنی اسکو دو بیماریاں لاحق حال ہونگی ایک سر والے حصے میں اور ایک اس کے نیچے حصے میں چنانچہ آپکو دونوں مرض بطور نشان لاحق حال ہیں

کچھ اور نشانیاں مسیح موعود کی

اسکے علاوہ اور بھی کئی نشان اور علامات ہیں جنکا مختصر بیان کیا جاتا ہے -

(۱) آپکا اہل فارس میں سے ہونا اور اس لحاظ سے اہلبیت بننا اور من وجہ قریش سے ہونا۔

(۲) آپکا نام وہی جو رسول پاک کا نام یعنی احمد جیسے فرمایا (عن ابن مسعود) بالفرض دنیا سے ایک دن بھی رہ گیا تو اللہ تعالےٰ اس دن کو دراز کردیگا حتیٰ یبعث فیہ رجل منی یواطی اسمہ اسمی (رواہ ابوداؤد و ترمذی تلخیص الصحاح) یہانتک ایک عظیم الشان شخص میری امت سے پیدا ہو جس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا چونکہ محمد جلالی نام ہے اور اسکا زمانہ گذرا اب جمالی اسم کا ظہور بہ سبب قلمی جہاد کے ہونا تھا اسلئے اسکا نام احمد ہے وہ کیا کریگا یملاء الارض قسطا و عدلا کما ملئت جورا و ظلما (زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیگا جیسے کہ جور و ظلم سے بھری ہوئی ہوگی) اے میرے دوستو سب سے بڑا ظلم کیا ہے قرآن مجید نے خصوصیت سے بیان کیا ہے ان الشرک لظلم عظیم پس اس امام مہدی نے آکر اس شرک کی جڑھیں کاٹ دیں حتیٰ کہ انکی غیرت نے تقاضا نہ کیا کہ عیسیٰ علیہ السلام صفت حی لایزال و لا یحول میں اس قادر حی قیوم کے شریک ہوں پھر دوسرا ظلم یہ تھا کہ بنجوای آیت وما ارسلناک الا رحمۃ للعلمین پ۱۷ الانبیاء (ہمنے تجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت و رسول کرکے بھیجا ہے) اور آیت ما ارسلناک الا کافۃ للناس پ۲۲ السباء (جہاں تجھے تمام لوگوں کیلئے رسول بناکر بھیجا) شریعت محمدیہ کے سب جن و انس مکلف ہوں مگر ان سجادہ نشینوں نے اپنے اپنے عبادت کے طریقے نکالے اور فرقوں کے نام رکھے مجھے کوئی بتائے کہ ہر گدی نشین جو وظیفہ یا توجہ وغیرہ بتاتا ہے یہ نبی کریم نے بھی فرمایا ہرگز نہیں پس گویا یہ اس سرزمین کے جو سرور کائنات فخر موجودات کے لئے خاص تھی سہیم و شریک بنے خدا نے اس نبی کا خلیفہ مامور و مرسل کرکے بھیجا تا ان لوگوں سے جو میرے محبوب و حبیب کی زمین دبا بیٹھے ہیں بیدخل کرے اب یہ خواہ کتنا شور مچائیں ایسا ہو کر رہیگا وہ اس طرح ظلم کے لئے جو حقوق اللہ و حقوق الرسول میں تھے خاتمہ کرکے سب کو قائما بالقسط کردیگا اللھم ایدہ اللہ بروح القدس

(۳) یشبہہ فی الخلق (مہدی خلق میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مشابہ ہونگے اخرجہ ابوداؤد) آپ نبی کریم کے تمام اخلاق جمع کرلو پھر قادیان جاکر حضرت مسیح کی سیرت کا غور سے مطالعہ کرو بعینہ وہی نقشہ نظر آئیگا میں نے دیکھا کہ ہمارے امام کا کوئی ہاتھ پکڑ لے تو خود ہاتھ نہیں چھڑاتے جب یہی سیرت نبوی میں بھی ایسا دیکھا تو اسوقت مجھے یہ حدیث یاد آگئی آپکا اللہ کی رضا پر راضی ہونے کا یہ حال ہے کہ ایکدفعہ کچھ کاغذات ضروری جو تصنیف کا مسودہ تھے لڑکوں نے جلا دیا تو آپنے ما ننسخ من آیۃ الا یۃ پڑھکر تبسم فرمادیا تحمل کا یہ حال کہ آجتک کسی خادم یا گھر کے آدمی نے بیان نہیں کیا کہ آپنے اس سے سخت کلامی فرمائی ہو استغراق یہانتک کہ کھانا پاس پڑا ہوا ہے کتا کھا گیا مگر آپ تصنیف میں ایسے مشغول کہ پتہ تک نہیں آپ ہر ایک سے ایسے پیش آتے ہیں کہ یہی معلوم ہوتا ہے مجھ ہی سے زیادہ محبت فرماتے ہیں آپکی دنیاوی امور سے اسقدر نفرت ہے کہ کسی نے عرض کیا اپنے فرزند ارجمند کے پاس ہونے کے لئے دعا فرمائیے تو فرمایا کہ ہمیں ایسی دعاؤں سے سخت نفرت ہے اپنے ایک فرزند کا خط جو کسی امتحان میں کامیابی کے لئے دعا کرنیکے واسطے تھا چاک فرمادیا اور ارشاد فرمایا کہ دین کو مقدم کرو دین کو سنوارو دنیا خود تمہارے پیچھے بھاگیگی اولاد کی تمنا کرو تو بھی دین کے لئے نہ کہ دنیا کے لئے اپنے مریدوں کے ایسے کارڈ پڑھکر جن میں دنیاوی امور کے لئے درخواست ہوتی ہے فرمایا میں دنیا کی محبت کم کرنیکے لئے آیا ہوں۔ یہ پھر اسی میں گرفتار ہوتے ہیں صحابہ کرام کے سوانح میں نہیں پایا جاتا کہ انہوں نے کبھی دولت یا دنیا کے لئے دعا کرائی ہے ہاں اس رنگ میں دعا کرائی جائے تو ہو کہ فلاح دنیا کا فکر میرے دینی فرائض ادا کرنے میں حارج نہ ہو آپنے تعویذوں کی رسم بھی اڑا دی جو تمام گدی نشینوں کا نشان ہے اور روحانی کے لئے فرمادیا کہ اپنے تئیں تقویٰ و طہارت

سے دعا کی استجابت کے لائق بناؤ الحق یہی ایک نشان آپکی صداقت کا کافی ہے کہ آپ ہمیشہ بیعت در بیعت روا نہیں بن گئی کیونکہ آپ نے کبھی بار فریاد محض
بیعت کے الفاظ نجات کے لئے کافی نہیں مجہہ پر بھروسہ مت کرو بلکہ خدا کے فضل اور اپنے اعمال صالحہ پر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچے تو خدا سے
مانگو اور بار بار مانگو نہ کہ میرا بنکر مانگو اور دوسرے پیشے ریکٹ ہمت اختیار کرو میں صرف تمہیں مانگنے کی راہ بتانے آیا ہوں نہ کہ تمہارا حاجت روا ہونے
یہی ایک نکتہ تہا جو آپنے سمجھکر اسلام کی بنیاد رکھدی ورنہ عوام الناس نے یہی سمجھ رکھا ہے کہ پیر و مرشد دنیا کی مادی خواہشوں کو پورا کرینگے لئے
ہوتے ہیں یہ ایک بڑی بھاری غلطی ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ نذر و نیاز لیکر کوئی اونٹ گھوڑے دوسرے پیروں کی طرح نہیں خرید رکھے کہ ایک
ڈیرا اپنا اُو ضرورت سے زیادہ عالیشان عمارتیں نہیں تعمیر کرائیں بلکہ جو کچھ ہے دین کی اشاعت میں خرچ ہو رہا ہے۔ آپکو مخلوق سے یہانتک ہمدردی
ہے کہ باوجود قوم کی طرف سے گالیاں ملنے اور نقصان پر نقصان اٹھانے کے انہی کو ہدایت کی باتیں سنائے جاتے ہیں۔ غرضیکہ آپکا وجود باجود
انک لعلی خلق عظیم (تو بڑے اعلی خلق پر ہے) کا شان نزول ہے اور کامل مومنوں کی جتنی اوصاف قرآن میں مندرج ہیں میں دعوے سے کہتا
ہوں کہ آپ میں موجود ہیں۔ غرض فقر کی ایسی آیت کہ آنکہیں اٹہتی ہی نہیں اور یہ چشم دید بیان ہے شب بیداری کا یہ حال کہ آجکل بھی اکثر ایک دو
بجے کے قریب ہوتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یا ایہا المزمل قم اللیل الا قلیلا نصفہ پر پورے طور سے عامل ہیں خدا کی باتوں پر ایسا یقین
کہ مقدمہ پر مقدمہ بن رہے ہیں مگر آپکے چہرۂ مبارک پر ذرا اداسی یا فکر کا نام و نشان نہیں آپ پر ایک ایسا وقت آتا ہے کہ جاں نثار احباب بیقرار ہو
جاتے ہیں ولیکن حضور باواز بلند سناتے ہیں ان معی ربی سیہدین دینی امور میں ایسی جرأت کہ بادشاہوں تک اسلام کی دعوت پہنچا دی خدا کی
توحید قائم کرنیکا یہانتک خیال کہ صرف ایک خدا کے لئے سب کو اپنا دشمن بنا لیا شہر چہوڑا گہر سے الگ ہو گئے مگر خدا کو نہ چہوڑا آپکی تقریر میں
ایسی تاثیر کہ ایک لفظ وہ اثر کر جاتا ہے جو سالہا سال کی نصائح و بیسیوں کتابوں نے نہیں کیا ایک دفعہ ایک شرابی امیر حاضر ہوتا ہے مختلف وعظ سن
سن کر یہی کہتا شراب کی برائی تو میں جانتا ہوں مگر چہٹتی نہیں حضور فرماتے ہیں اچھا لگیا امیر والعزم یہ فقرہ وہ کام کر گیا جو دفتر و نسخہ کیا تہا آپ
کسی صحابی کی بیماری کا سنکر ایسے بیقرار ہو جاتے ہیں کہ خود اٹھکر دوائی لے آتے ہیں اور پلاتے ہیں باوجود کثرت مشاغل و حوائج و عوائق اکثر نماز
جنازہ خود پڑھاتے ہیں اپنی لوٹی سی لوٹی کامیابی کو خداوند کریم کے فضل کی طرف منسوب کرتے ہیں میرا ایمان اسوقت بڑھ گیا جبکہ میں نے سنا کہ حضور
فرماتے ہیں جو کچھ مراتب درجے مجھے دئے جاتے ہیں یہ سب آنحضرت صلعم کے فیض روحانی کے ذریعے سے ہیں پھر ہماری تعریف سے تم لوگوں کی اصل نیت
اس نبی کریم کی حمد و ثنا ہونی چاہیئے اور ہماری نسبت کچھ ہو تو اسی سرور انبیاء کے ضمن میں آپ خدا کے حکم ولا تصعر خدک للناس پر

(۴) عن ابی ہریرہ قال رسول اللہ صلعم ینزل عیسے بن مریم فیقتل الخنزیر و یمحو الصلیب و یجمع لہ الصلوٰۃ
و یعطی المال حتی لا یقبل خنازیر سے مراد المسیح بے غیرت قوم ہے جو اولاد کے لئے اپنی عورت کو دوسرے کے پاس بھیجنے سے دریغ نہ کرے قتل سے
مراد انکے عقائد باطلہ کا قلع قمع کرنا ہے ورنہ دوسرے خنزیر و دنے کیا قصور کیا ہے اور وہ کب مکلف الشرع ہیں اور صلیب کو محو کردیگا یعنی اس مذہب
کی عزت بہی لوگوں کے دلوں سے کم کر دیگا اور انکو ہلاک کر دیگا بلکہ ادیان کو جیسے ابوہریرہ سے روایت ہے یہلک اللہ فی زمانہ الملل
کلہا الا الاسلام (رواہ ابو داؤد) اسلام کے سوا سب دین ہلاک ہو جائینگے اسکے زمانے میں سو تم دیکھتے ہو کہ اب لوہر یو آفت میلجز۔ وقوت قدسیہ
کے ذریعے مغربی خیالات نے دنیا پلٹا کہلایا کہ خود بائبل کو تاریخی فسانہ اور اسکا غلطی سے پاک ہونا سمجھنے لگے اور عیسے بن مریم کہاں

تو خدا کا بیٹا سمجھتے اور کہاں اب ایک عاجز انسان ہوگ تو انکو ایک ہی بات کہدو کہ اگر یہ فعل حیا سوز نہیں تو وہ طلاق کی طرح ہر تو ہر ایک فہرست ہوگ کرنیوالوں کی شایع کردو اگر ایسا کرنے سے بچتے ہو تو صاف سمجھ لو کہ خلاف فطرت ہے پھر اسکے لئے نماز جمع کی جائیگی اور یہ کثرت مشاغل و دینی خدمات سے عدم فرصت کی طرف اشارہ ہے کہ ضرورتاً نماز یں جمع کرنی پڑتی ہیں یہ سنت قریباً مردہ ہو چکی تھی کہ پھر اسکا رواج ہوا اور الحمد کی تفسیر لکھنے کے ایام میں تو شروع ہی تھی کہ ایسا ہونا تھا کیونکہ یہ علامت ہے کہ وہ لوگوں کو مال دیگا اور اسے کوئی قبول نہ کریگا اسکے لئے تم روزمرہ شائع ہونیوالے اشتہار دیکھو دیکھو کسقدر روپیوں کا انعام دیا جاتا ہے اور اسے کوئی نہیں لیتا یہ سلسلہ براہین احمدیہ کے وقت سے جاری ہے کہ پہلے پہل اس کتاب کی تردید پر انعام مقرر ہوا اور کسی نے نہ لیا پھر اعجاز احمدی کے جواب کیلئے دس ہزار مقرر ہوئے مگر کسی نے نہ لئے پھر اسی مال کی نسبت حدیث میں آیا ہے یقسم المال ولا یعدہ (رواہ احمد و مسلم) مال تقسیم کریگا گنے گا نہیں چنانچہ دیکھ لو آپکے پاس کوئی حساب کتاب نہیں

(۵) رواہ ابن عساکر یقال ان المهدی ابن اربعین سنة مهدی چالیس سال کا ہوگا چنانچہ دعوئے مہدویت کے وقت آپکی یہی عمر تھی۔

(۶) عن علی رواہ ابن نعیم یخرج رجل قبل المهدی من اهل بیته بالمشرق یحمل السیف ثمانیة عشر شهراً (مہدی سے پہلے ایک مرد خدا اہلبیت کا مشرق میں ۱۸ ماہ تلوار اٹھائے رکھے گا چنانچہ سید احمد بریلوی اتنے مہینے سکھوں سے لڑائی کی۔

(۷) کتاب حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ مہدی کی مخالفت ایسی ہوگی کہ اسپر کفر کا فتویٰ دیا جائیگا علماء وقت گویند این مرد خانہ برانداز دین و ملت ماست کہ بمخالفت برخیزند بحسب عادت خود حکم بتکفیر و تضلیل وے کنند بمیر درد تو اپیہ ہمیشہ سے اگلے مخالفین کا طریق چلا آیا ہے کہ وہ اپنی قلبی عداوت کے اظہار کے لئے دین کا بہانہ کرکے عوام الناس کو بھڑکاتے ہیں بڑے تعجب کی بات ہے کہ گاؤں میں چور اچکے زانی کھینگ فحش شرابی بستے ہیں اور اس طرح کے لنگوٹ پوش خلاف شرع بکنے والے نام کے فقیر ہیں بے نماز ہیں بے روزہ ماہ رمضان میں ایسے بدطینت کھلانیہ کہاتے ہیں مگر انہیں کوئی کچھ نہیں کہتا ہاں کوئی احمدی ہو تو بس اسپر یک زبان ہو کر ٹوٹ پڑتے ہیں اخرجوهم من قریتکم انهم اناس یتطهرون النمل ۱۹ (نکال دو انکو اپنے گاؤں سے کیونکہ یہ پاکباز آدمی بنے پھرتے ہیں) نظر بریں حالات مجھے یقین ہے کہ ان لوگوں کو ہمسے عداوت دین کے لئے نہیں کیونکہ اگر دین کے لئے ہو تو بے نمازوں جھوٹی گواہی دینے والوں انہوں فاسقوں سے بھی ایسی ہی عداوت ہو انکا بھی حقہ پانی بند کریں مگر انکو تو کچھ نہیں کہتے اور احمدیوں جن کی نسبت خود انکا اقرار ہے کہ نماز بڑی آہستگی سے پڑھتے اور تہجد گذار امن صلح کاری کی زندگی بسر کرنے والے ہیں سخت عداوت کہ مسجد میں آنے سے جیتا ہوں کے ناپاک ہونے کا فتویٰ دے مگر ایک ناپاک مشرک بے نماز خواہ چٹائی پر پہروں سویا رہے حیا شانہ باتیں کرتا رہے اسے کچھ نہ کہینگے اے خدا ہماری قوم کو ہدایت دے کیونکہ انکی بولی اس متکبر سے ملتی ہے جو بھڑکانے کے لئے کہتا تھا انی اخاف ان یبدل دینکم المومن ۲۶ (میں ڈرتا ہوں کہیں تمہارا دین بدل دے) اور آپ باوجود گمراہی پر ہونے کے اس بات کا مدعی وما اهدیکم الا سبیل الرشاد (میں تمہیں سیدھی راہ بتاتا ہوں) المومن ۲۹

(۸) مسیح کسی خاص مذہب کے مقلد نہیں ہونگے دیکھو حدیث الغاشیہ اور قول مجدد الف ثانی شان او ازاں بلند تر است کہ تقلید علماء امت کند۔

(۹) مسیح کے ساتھ نو آدمی عجمی ہونگے مگر عربی بولنے پر قادر اور ایک کو خاص خصوصیت حفظ قرآن حاصل۔ چنانچہ یہ حضرات موجود ہیں

(۱۰) مسیح کو کس چیز سے پہچانا جائیگا تو اسکے جواب میں فرمایا بالسکینۃ والوقار سا ایک خاص قسم کی طمانیت سے اور بُردباری بہر کم بننے سے) اس وقار کا نمونہ میں ۔۔۔ دو جلسوں میں دیکھا اتنی مخلوق لاہور و سیالکوٹ میں آپ اسی طرح غضِ بصر کی حالت میں ہیں ۔

. . . .

(۱۱) شہاب ثاقب کا کثرت سے گرنا کہ یہ بھی مامور من اللہ کے ظہور کی علامت ہے چنانچہ ۱۸۸۵ء نومبر میں بہت کثرت سے تارے گرے

(۱۲) مکاشفات میں یہ بھی لکھا ہے کہ ایک چھوٹی سی کتاب ہوگی جس کی سات مہریں کھلیگا یہ سورۃ الحمد کی تفسیر کی طرف اشارہ ہے

(۱۳) تولد معہ اخت لہ فتخرج قبلہ ویخرج بعدہا (فصوص الحکم) اسکے ساتھ اسکی ایک بہن بھی پیدا ہوگی پہلے اس سے۔ اور پیدائش توام ہوگی چنانچہ حضور کیساتھ ایسا ہی ہوا۔ اور آپکی اولاد کی نسبت بحر مواج میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے ایک لڑکی پیدا ہوگی جو مر جائیگی یہ بات بھی پوری ہوئی

(۱۴) اولیاء اللہ اور صاحبان کشف آپکی تصدیق کرینگے اور پہلے خبر دینگے چنانچہ سائیں گلاب شاہ صاحب نے جمالپور لدہیانہ میں خبر دی کہ عیسیٰ جوان ہوگیا ہے وہ علماء کے بیان کردہ معانی قرآن کی غلطیاں نکالیگا مولوی لوگ انکار کرینگے وہ قادیان میں ہے لدہیانہ میں بھی آئے گا

(۲) حضرت پیر گوٹھ والے نے فرمایا میری آشنا مہدی آخر زمان کو بھی دیکھینگے اسکی زبان پنجابی ہے۔

(۳) مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کہ ایک نور آسمان سے قادیان کی طرف نازل ہوا مگر افسوس میری اولاد اس سے محروم رہگئی۔

(۴) سید امیر علیشاہ صاحب سیالکوٹی جنکو تقریباً ہر روز رسول اکرم صلعم کی زیارت کی عزت حاصل ہوتی تھی بڑے زور سے صداقت کی گواہی دیتے ہیں اسکے علاوہ بیسیوں صاحبان کشف و الہام بزرگ ہیں جو خود ہماری بستی اور اسکے نواح میں کئی اصحاب ہیں جنہوں نے بذریعہ کشف و زیارت نبی اکرم انکا صدق فرمایا۔

منجانب اللہ ہونے کے مزید ثبوت

اس کے علاوہ بہت سی آیات اسپر گواہ ہیں کہ آپ خدا کی جانب سے ہیں جیسے خدا تعالےٰ فرماتا ہے ولو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا ۔۔۔ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین الحاقہ ۲۹ (اگر ہمارے ذمے کوئی ایسی بات لگاتا جو ہمنے نہیں کہی تو ہم اسکا دہنا ہاتھ پکڑ لیتے اور رگِ جان کاٹ دیتے) یہ رسول اکرم کی صداقت کے ثبوت میں فرمایا گیا ہے بس اسی کسوٹی پر ہم حضرت مرزا صاحب کو دیکھتے ہیں کہ اگر آپ منجانب اللہ نہ ہوتے تو بار بار اس جھوٹے اصرار سے کہ میں اللہ یا اللہ خدا کی طرف سے ہوں کبھی کے مارے جاتے۔ مگر یہاں تو ہم الٹے انکی تائید ہوتے دیکھتے ہیں جب جسمانی سلطنت میں کوئی جعلی عہدے دار نہیں بن سکتا اور فوراً پکڑا جاتا ہے تو کیا خدا کی سلطنت میں ایسا اندھیر پڑ سکتا ہے باوجود اسکے احاطہ علم کے کہ ایک شخص خدا کی طرف سے جھوٹا دعویٰ کرے اور پھر دن بدن ترقی کرتا جائے اچھا دنیا تو دہوکے میں آگئی کیا آسمانی اجرام بھی اسکے قبضے میں آگئے کہ گرہن موعود ہوگیا اور پھر طاعون بھی آگیا جو مہدی کا نشان مقدر تھا۔ زلزلہ بھی آیا اور جو پیشگوئی کرے وہ بھی پوری نکلے سارا جہان اسکے مخالف ہو مگر وہ برابر کامیاب ہوتا چلا جائے۔

(۲) دوسرا نشان صادق ہونیکا خدا تعالےٰ نے یہ ٹھہرایا کہ موت کی تمنا کیجائے سو میں حضرت کی ان دعاؤں کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو بارہا حضور نے فرمائیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھے موت دے۔ چنانچہ یہ اشعار اسپر گواہ ہیں ؎

اے قدیر و خالق ارض و سما ؛ اے رحیم و مہربان و رہنما

اے کہ میداری کہ بر دل ہا نظر ∴ اے کہ از تو نیست چیزے مستتر

گر تو مے بینی[۱] مرا پر فسق و شر ∴ گر تو دیدستی کہ ہستم بد گہر

پارہ پارہ کن من بد کارہ را ∴ شاد کن ایں زمرۂ اغیار را

بر دل شاں ابر رحمت ہا ببار ∴ ہر مراد شاں بفضل خود برار

آتش افشاں بر در و دیوار من ∴ دشمنم باش و تبہ کن کار من

اے میرے مسلمان بھائی! اگر تیرے دل میں ذرہ بھی انصاف ہے تو ان اشعار کو دیکھ کیا ان میں ایسی تاثیر نہیں کہ کانوں سے اترتے ہی دل میں گڑ جاتے ہیں۔ ضرور ہے پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی جھوٹا اپنے حق میں ایسی پر اثر دعا مانگ سکتا ہے ہرگز نہیں قرآن مجید میں دو تین آیات ایسی ہیں جنکے ذریعے مخالفین کو بار بار اس معیار پر بلایا گیا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو دیکھو فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ البقرہ ع ۱۱ (موت کی تمنا کرو اگر تم سچے ہو) ساتھ ہی انکی طبائع کے لحاظ سے فرمایا وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ (مگر وہ ہرگز تمنا نہ کریں گے اپنی کرتوتوں کے سبب، بلکہ وہ تو ایسے حریص ہیں کہ ہر ایک انمیں سے چاہتا ہے ہزار برس ہو یود احدھم لو یعمر الف سنۃ - یہی اس زمانے کا حال ہے ہمنے انہیں پکارا اور اس معیار صداقت کی طرف بلایا مگر وہ باتوں میں ٹال گئے یٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْٓا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (کہدے اے یہود سیرتو! (ماموروں کا انکار کرنیوالے اسے ایذائیں دینے والے) اگر تم سمجھتے ہو کہ تم سب لوگوں کو چھوڑ کر اللہ کے احباء ہو تو اگر اس دعوی میں سچے ہو تو موت کی تمنا کرو) اللہ اکبر کیسے پر شوکت الفاظ ہیں عجوبہ دیکھی ہے مگر کوئی ہے جو اس معیار پر آئے ہاں ہم احمدی ہیں مگر مخالفین سے ہرگز یہ امید نہیں حالانکہ انکو ولی ہونیکا دعوی ہے مگر موت کی تمنا میں تو انکا یہ حال ہے ولن یتمنوہ ابدا (کہ ایسی کبھی بھی تمنا نہ کرینگے) الموت سے یہ مراد بھی ہے کہ اگر خدا کے مقرب ہونیکا دعوے ہے تو پھر اس مامور من اللہ خدا کے فرستادے کی موت کی تمنا کرو۔ اس زمانے میں بڑے بڑے صوفی خواں ہیں اور ایسے عامل جنکو اپنے تعویذوں جادوؤں کلاموں کا گھمنڈ ہے پھر کئی ایسے ولی بنے پھرتے ہیں جو کہتے ہیں ہم ہی خدا کے پیارے ہیں جب ان سب کو یہ آیت سناتا ہوں کہ انکے یقین میں اگر یہ رسول خدا سچا نہیں تو وہ کیوں ایسی دعا یا ایسا عمل پڑھکر جس سے یہ مر جائے تمام جہاں کو مجھ سے نجات دیں کیونکہ انکے خیال میں تو مرزا صاحب نے دین کو اجاڑ دیا ہے تو پھر کیوں ایسا نہیں کرتے تاکہ میں انکے عملوں کا قائل ہوں مگر وہ خاک بھی نہیں کر سکتے اپنی طرف سے زور لگا چکے ہیں۔

(۳) تیسرا نشان یہ ہے کہ مباہلہ کے بعد دن بدن بجائے تنزل کے ترقی ہوتی جائے اور موت سے محفوظ رہے۔ یہ طریقہ بھی حق کے اتفاق کا ہے دیکھو فمن حاجك فيه الى فقل تعالوا ندع ابناءنا وابناءكم ونساءنا ونساءكم وانفسنا وانفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين آل عمران پ ۳ ع ۶ (کہدے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلاتے ہیں تم بھی اپنے بیٹوں کو بلاؤ پھر ہم اپنی بیٹیوں کو لاتے ہیں تم اپنی بیٹیوں کو لاؤ اور اپنے تئیں بھی ہم شریک کرتے ہیں تم بھی کرو پھر مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کہیں) آخر میں انجام کا انتظار کرتے ہیں کہ کس پر خدا کی مار

۱؎ اگر تو مجھ کو فسق اور شرارت سے پر دیکھتا ہے اور تو نے دیکھا کہ میں بد گہر ہوں تو مجھ بدکار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے خوش کر دے اس مخالفین کے گروہ کو انکے دل پر رحمت کے بادل برسا امیدیں انکی کر دے میرے در و دیوار پر آگ جلا دے اور میرا دشمن ہو کر میرے کام کو تباہ کر دے۔

پڑتی ہے اور جو فریق اسے قبول نہ کرے اسے فتنہ پرداز ٹھہرایا فان تولوا فان اللہ علیم بالمفسدین۔

اسقدر لکھنے کے بعد ہم آپکو حضرت اقدس کا اشتہار دکھاتے ہیں جس میں اسند عا پائی جاتی ہے اور آپ پر کھلجائیگا سچا فریق کون ہے
دیکھو الحکم ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء اور یوں ہوگا کہ تاریخ اور مقام مباہلہ مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچے کو جو لکھ چکا ہوں اپنے ہاتھ میں
لیکر میدان مباہلہ میں حاضر ہونگا اور دعا کرونگا کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں میرا ہی افترا ہے × × × یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں اور
تیری الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر جو موت سے بدتر ہو اور اس سے
رہائی عطا نہ کر جبتک کہ موت آجائے تا میری ذلت ظاہر ہو اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں × × × اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے
لیکن اگر یہ الہام تیرے منہ کی باتیں ہیں تو ان مخالفوں کو جو اسوقت حاضر ہیں ایک سال کے عرصہ تک نہایت سخت دکھ کی مار میں مبتلا کر کسی کو
اندھا کر دے کسی کو مجذوم کسی کو مفلوج۔ کسی کو مجنون۔ کسی کو مصروع کسی کو سانپ یا سگ دیوانہ کا شکار بنا کسی کے مال پر آفت نازل کر کسی
کی جان پر کسی کی عزت پر جب میں یہ دعا کر چکوں تو دونو فریق کہیں کہ آمین

پھر فریق ثانی دعا کرے اگر یہ شخص درحقیقت کذاب مفتری ہے مدعی ہے تو اس مفتری کو ایک سال کے اندر ہلاک کر دے۔

اخیر پر لکھتے ہیں اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایکسال کے اندر مر گیا یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا جس میں جانبری کے آثار نہ پائے جائیں
تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائینگے اور میں ہمیشہ کی لعنت سے ذکر کیا جاؤنگا اور میں ابھی لکھدیتا ہوں کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت
الٰہی یقین کرنا چاہیئے اور پھر اسکے بعد میں دجال یا ملعون یا شیطان کہلانے سے ناراض نہیں لیکن اگر خدا نے ایکسال تک مجھے موت اور آفات
بدنی سے بچا لیا اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہونگے اور ہر ایک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا × × تو دنیا
پر حق ظاہر ہو جائیگا × × × × میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ جب تمام لوگ جو مباہلہ کے میدان میں مقابل آئیں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی
بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھونگا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر انکے ہاتھ پر توبہ کرونگا۔ اور اگر
میں مر گیا تو ایک خبیث کے مرنے سے دنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائیگا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان! کہ خدا کی لعنت اس شخص پر جو اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو نہ تکفیر و توہین کو
چھوڑے نہ ٹھٹھا کرنیوالوں کی مجلسوں سے الگ ہو اور اے مومنو! برائے خدا سب کہو آمین

اسقدر عبارت نقل کرنیکے بعد میں کسی مزید حاشیے کی ضرورت نہیں دیکھتا کیونکہ میں اپنی سمجھ کے لحاظ سے کہہ سکتا ہوں کہ سعید
روح تو یہ پڑھکر مان لیگی کہ یہ شخص جھوٹا نہیں۔ کیونکہ جھوٹے میں اتنا زور نہیں ہوتا۔ پھر افسوس کہ ان گدی نشینوں اولیاء اللہ سے اور عالموں
فاضلوں سے ایک بھی حاضر نہ ہوا۔ جس نے انہوں نے حضور علیہ السلام کے حق پر ہونیکی مہر لگا دی۔

(۴) چوتھا نشان صداقت کا۔ قرآنی معارف و حقائق کا کھلنا ہے ایسے ایسے اسرار کہ فہم بشری سے بالاتر معلوم ہوں سو اسکے
لئے تم الحمد کی مختلف تفسیریں ہی دیکھو اسکے علاوہ اور کئی آیات کی تفسیر بعض لوگ کہتے ہیں یہ تو اپنی رائے سے تفسیر کرتے ہیں اور حدیث
من قال فی القرآن برائی کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔ نادان! اس آیت کو بھول گئے افلا یتدبرون القرآن ام علی قلوب

افقال لہا محمد ۲۶ (کیا یہ قرآن میں تدبر نہیں کرتے کیا دلوں پر قفل چڑھ گئے) دیکھو قرآن میں یہاں تدبر کا حکم ملتا ہے پس رائے سے مراد ایسی رائے کی مخالفت ہے جو کسی دوسری آیت یا صحیح حدیث متواتر کے خلاف ہو نہ کہ مطلق تدبر۔ پس رائے سے اعتراض باطل ہوا افسوس لوگوں کی فکروں کو تقلید نے بالکل محو کر دیا پس یہ جانتے ہی نہیں کہ تدبر کس چیز کا نام ہے دوستو! یاد رکھو جس اور جس کی جماعت پر قرآنی معارف کھلیں وہ یقیناً متقی اور مطہر ہیں کہ لا یمسہ الا المطہرون (اسکی حقیقت کو نہیں پہنچتے مگر مطہر لوگ الواقعہ ۲۷) اجڈ عقلوں نے اسے ظاہری مس پر محمول کیا

(۵) پانچواں نشان یہ کہ وہ اخلاق کے اعلیٰ درجہ پر ہوتا ہے اور اخلاق حسنہ کی تعریف ہم شروع کتاب میں کر چکے یعنی قوائے روحانی و جسمانی کو موقع و محل پر خرچ کرنیوالا سو آیا ندارعقل کے جتنے نشان و علامات کلام الہی میں مذکور ہیں سب حضور میں دیکھ لیجئے اگر کوئی نہیں تو پیش کرو

(۶) چھٹا نشان یہ ہے کہ وہ پوری جرأت سے کام لینے والا ہو اظہار حق کہنے میں کسی ملامت کرنیوالی کی ملامت کا خوف نہ کرے سو اسکے ثبوت میں اور کیا کہوں کہ آپ نے اس حق کے لئے سارے جہان کو دشمن بنا لیا قرآن مجید میں ہے بلّغ ما انزل الیک من ربک المائدہ ع (جو کچھ رب کی طرف سے اترے پہنچا دے (۲) فاصدع بما تؤمر (جو کچھ حکم دیا جاتا ہے کھول کر بیان کر دے الحجر ع ۱۲) (۳) الذین یبلغون رسالت اللہ ویخشونہ ولا یخشون احداً الا اللہ (جو خدا کے پیغام پہنچا دیتے ہیں اور اس سے ڈرتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے احزاب ع ۲۴)

(۷) ساتواں نشان فوق العادت استقامت ہے یعنی سر جائے مگر بات نہ جائے جس بات کو اول روز سے پکڑا اسکو نہ چھوڑا کہ دنیا کو سے وفات پا گئے پھر تمام دنیا نے مخالفت کی مگر آپ کا دعوے قائم رہا میں کئی ایسے مدعیان فضیلت سے واقف ہوں جنہوں نے ہر دلعزیزی حاصل کرنیکے لئے اپنا رنگ بدل دیا پہلے ایک بات کہی جب اسکی مخالفت زیادہ دیکھی جھٹ طرز بدل دیا مگر حضور اور آپکے مرید تو اس بات پر عمل فرما ہیں یہی اہل حق کی نشانی ہے فاستقم کما امرت ومن تاب معک ہود ع ۱۲ استقامت اختیار کر جیسے تمہیں مامور کیا گیا اور جو توبہ کر کے خدا کی طرف جھکے ہوئے تیرے ساتھ ہوئے انکو بھی) ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملٰئکۃ (ربنا اللہ پر استقامت اختیار کرنیوالے ہبط روح الامین بنتے ہیں)

(۸) آٹھواں نشان صداقت لوگوں سے جھٹلایا جانے اور ایذائیں پانے پر پورا پورا صبر ہے جسکا نتیجہ اللہ کی نصرت ہے ولقد کذبت رسل من قبلک فصبروا علیٰ ما کذبوا واوذوا حتیٰ اتٰہم نصرنا ولا مبدل لکلمٰت اللہ انعام ع ۴ (تجھ سے پہلے رسولوں کو جھٹلایا گیا تو انہوں نے جھٹلایا جانے اور ایذائیں دیئے جانے پر صبر کیا یہاں تک کہ ہماری نصرت آ گئی یعنی وعدہ اذا جاء نصر اللہ والفتح ورأیت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا (اللہ کی نصرت اور فتح آ گئی اور تو نے اللہ کے دین میں جوق در جوق لوگ داخل ہوتے دیکھ لئے) پورا ہو گیا اسی لئے لا مبدل فرمایا یعنی خدا کے کلمے جو پیشگوئی کے رنگ میں ہیں پورے ہو کر رہیں اور کلمت لکمر دینکم کی ندا آ جائے یعنی جس مقصد کے لئے بعثت ہو وہ پورا ہو جائے اور سب پکار اٹھیں تمت کلمت ربک صدقا وعدلا (یعنی اللہ کا کلام از روئے صدق و عدل پورا ہوا اور اسکے دشمن اسکے سامنے ہلاک ہوں حقت کلمت ربک علی الذین فسقوا انہم لا یؤمنون یونس ع ۱۱ (تیرے رب کا فرمودہ فاسقون پر پورا ہو گیا وہ ایمان نہیں لاتے اور واستفتحوا وخاب کل جبار عنید ابراہیم ع (رسولوں نے دعا کی اور ہر ایک جابر ضدی ہلاک ہو گیا

(۹) نواں نشان یہ ہے کہ اسکی دعوت عام طور سے قبول کر لیجائے اور ہر فرقہ سے اسکے ماننے والے ہوں کیونکہ ایک گروہ سے مرید تو ہر ایک پیر بنا سکتا ہے فرمایا لہٗ دعوۃ الحق والذین یدعون من دونہٖ لا یستجیبون لہم بشیء الا کباسط کفیہ الی الماء لیبلغ فاہ وما ہو ببالغہ وما دعاء الکفرین الا فی ضلل الرعد ۱۳ (یعنی منادی کا حق اللہ کی جانب سے آجو اسکو پہنچتا ہے جو اسکے بغیر دعوت کرتے ہیں (یعنی اپنے افترا سے) وہ کچھ قبولیت نہیں پاتے انکی تو یہ مثال ہے جیسے کوئی ہاتھ پانی کی طرف پھیلائے کہ منہ میں پہنچ جائے حالانکہ پانی نہیں پہنچتا ایسے ہی لوگ انکی طرف کثرت سے رجوع نہیں کرتے کیونکہ ایسے کفار کی دعوت تو اکارت جاتی ہے)

(۱۰) زمانے کی حالت خود اس مدعی کے صدق پر گواہ ہوتی ہے ایک تو ظہر الفساد فی البر والبحر (اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب کے اعمال و عقائد و اخلاق بگڑے ہوئے ہیں) اور دنیا غفلت کے اعتبار سے مری ہوتی ہے اسوقت سمجھنا چاہیئے کہ خدا کا یہ قانون ضرور کام کریگا تولج اللیل فی النہار۔ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے اور تخرج الحی من المیت (مردہ سے زندہ نکالتا ہے آل عمران ۳۔ پھر فرمایا فمحونا آیۃ اللیل وجعلنا آیۃ النہار مبصرۃ بنی اسرائیل (ہمنے رات کا پہرا ختم کر دیا اور پھر بصیرت دینے والے دن کو جلوہ گر کیا)

(۱۱) گیارہواں نشان یہ ہے کہ وہ مامور من اللہ اگلے تمام رسولوں اور انکی کتابوں اور انکی تعلیم کی تصدیق کرتا ہو فرمایا آمنوا بما انزلت مصدقا لما معکم (ایمان لاؤ جو مینے اتارا تصدیق کرنیوالا اسکا جو تمہارے پاس تعلیم انبیاء سے موجود ہے) یاد رکھنا چاہیئے کہ اصول میں سب انبیاء متحد ہیں پس پہلے دیکھنا چاہیئے کہ مامور من اللہ یہ صدا دیتا ہے یا نہیں کہ ان اللہ ہو ربی وربکم فاعبدوہ ہذا صراط مستقیم الزخرف ۵ (تحقیق اللہ وہی میرا بھی رب اور تمہارا بھی پس اسکی عبادت کرو یہی سیدھا رستہ ہے) رب فرمانے کی یہ وجہ ہے کہ اسوقت تمام دنیا اسباب پرستی میں ایسی محو ہوتی ہے کہ اسے اصل رب بھول جاتا ہے وہ اپنی تدبیروں پر بھروسہ رکھتے ہیں بعض جنکی توجہ دین کی طرف ہو وہ قبروں کی طرف گرتے ہیں یا پیروں کی طرف کہ ہماری فلاں حاجت روائی کریں مسائل کے لئے بھی خدا کی کتاب کو نہیں دیکھتے جب ایسی حالت ہو تو اس آواز کی طرف خیال رکھنا چاہیئے کہ ہو ربی وربکم فاعبدوہ کی ندا کس شخص کی طرف سے آتی ہے پس وہی سچا ہے۔ پس اگر وہ خود حاجت روا بن بیٹھے تو سمجھو کہ خدا کے تخت پر بیٹھنے کی جرأت کرتا ہے اور جھوٹا۔ اور اگر فیض ربوبیت بارہا جانے کا سبق دے اور سمجھائے کہ دیکھو وہی تمہارے جسموں کا رب ہے اور وہی روحوں کا جو ہی روحوں کی تربیت کے لئے مجھ اسم پاک کا مظہر بنا کر بھیجا تو ایمانداروں کا فرض ہے کہ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا (اے ہمارے رب ہم نے ایک ندا دینے والی کی ندا ایمان کے لئے سنی کہ اپنے رب پر ایمان لاؤ پس ہم ایمان لائے آل عمران ۲۰ صدق دل سے پڑھیں کیونکہ سچے رسول کا یہ بڑا بھاری نشان ہے کہ وہ توحید پر زور دیتا ہو جیسے کہ سورہ ہود کے پڑھنے سے معلوم ہوگا کہ ہر پیغمبر یہی کہتا۔ یقوم اعبدوا اللہ مالکم من الہ غیرہ (اللہ کی عبادت کرو اے میری قوم کہ اسکے بغیر تمہارا کوئی معبود و مطلوب نہیں) رسول ایسے وقت میں آتے ہیں جب لوگوں کا مطلوب و محبوب اللہ نہ ہو بلکہ دنیا کی فانی عیش و دولت۔ پس وہ آکر اللہ پر ایمان لانے کی تاکید کرتے ہیں اور کہتے ہیں اے اسباب کے بندو! اور قبر و پیر دوڑنے والو رب تمہارا ایک ہی ہے لوگ اسے جھوٹا کہتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے نبی کی معرفت نصرت و ایمان کا اقرار کر چکے ہوتے ہیں واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتب وحکمۃ ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ ولتنصرنہ (جب اللہ نے نبیوں

کی معرفت میثاق کیا کہ ہم تم کو کتاب اور عقل سلیم دیں پھر جب رسول آئے جو تمہاری باتیں جو کچھ تعلیم انبیاء سے ہے اسکی تصدیق کرنیوالا ہو تو اسپر ایمان لاؤ گے اور اسے مدد دو گے) آخیر یہ فرمایا فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون آل عمران ۹۶ (اسکے بعد جو روگردانی کرے پس وہ لوگ فاسق ہیں) اور فاسق ہلاک ہونیوالے ہوتے ہیں جیسے فرمایا فھل یھلک الا القوم الفاسقون (نہیں ہلاک کئے جاتے مگر نافرمان لوگ احقاف ۲۶) حضور سرور کائنات علیہ السلام کو قرآن مجید میں حکم آیا ہے قل ما کنت بدعا من الرسل احقاف ۲۶ (میں پیغمبروں کو کوئی انوکھا الگ پیغمبر نہیں کہ اور قسم کی تعلیم دوں یا وہ کچھ دکھاؤں جو انہوں نے نہ دکھلایا۔ یا میرا وہ حال ہو جو انکا ہوا) غرضیکہ اس اصل کو خوب سمجھو اور پھر حضرت مرزا صاحب کی رسالت کا معاملہ صاف ہو جائیگا۔

(۱۲) بارہواں نشان۔ اس مصدق لما معکم اور اذ اخذ اللہ میثاق الآیۃ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہر سچے رسول کے لئے پہلا رسول پیشگوئی کر گیا ہوتا ہے اور کچھ علامات مقرر فرما جاتا ہے جو اسپر برابر صادق آتی ہیں مگر عبارت کا صدق اسطرح ہوگا جس طرح اگلے نبیوں پر ہوا ہمارے نبی اکرم صلعم کی صداقت کا بھی یہ نشان ٹھہرایا گیا جیسے کہ فرمایا اولم تاتھم بینۃ ما فی الصحف الاولی طہ ع ۱۶ (کیا انکے پاس اگلے صحیفوں کی پیشگوئیاں نہیں پہنچیں) بعینہ یہی آیت ہم اپنے آقا احمد مرسل یزدانی کے لئے پیش کرتے ہیں کہ آپکی نسبت جو پیشگوئیاں ہوتی رہی ہیں وہ دیکھو کہ سب صادق آرہی ہیں اور یہ ہم ثابت کر چکے ہیں۔ سلہ

(۱۳) تیرہواں نشان یہ ہے کہ اسکی پیشگوئیاں پوری ہوں افسوس کہ اس زمانے کے لوگوں نے یہ سب کچھ دیکھا مگر قبول نہ کیا وہ یا دم اسکن انت وزوجک الجنۃ پر ہی غور کریں کہ پچیس برس کا الہام اور پھر اس سال ہوا کہ آپکو ضرورتاً باغ میں سکونت اختیار کرنی پڑی کیا کسی کو معلوم تھا کہ زلزلہ ۴ اپریل کو آئیگا۔ اور آپ باغ میں ٹھہرینگے۔ قرآن شریف میں یہی صدق کا یہ معیار بتلایا گیا وان یک صادقا یصبکم بعض الذی یعدکم المومن ع ۳ ۲۴ (اگر سچا ہے تو جو کچھ تم سے وعدہ کرتا ہے پورا ہو کر رہیگا)

(۱۴) چودہواں نشان یہ ہے کہ اسکا استہزاء غیر معمولی طور سے ہو سو وہ بھی دیکھ لو ہر گاؤں میں اسکا نظارہ دیکھو۔ شاید کوئی کہے یہ کیا نشان ہے صداقت ہی میں کہتا ہوں ہاتھ کنگن کو آرسی کیا دیکھ لو ہمارے نبی اکرم فرماتے ہیں میں سب نبیوں سے زیادہ ستایا گیا ہوں یہ اسلئے کہ شیطان کو حق سے بڑی سخت دشمنی ہوتی ہے پس وہ اسی کے مقابلہ میں زور لگاتا ہے تم دیکھتے نہیں کہ بستیوں میں ہزاروں شہدے۔ چور۔ زانی۔ فاسق بھنگ نوش بے نماز ہیں انپر کوئی غصہ نہیں مگر احمدیوں کے استہزا سے اور انکو مار فرض سمجھی جاتی ہے انکے امام کو دھوکہ باز پاگل ٹھہراتے ہیں فرمایا کذلک ما اتی الذین من قبلھم من رسول الا قالوا ساحر او مجنون اتواصوا بہ بل ھم قوم طاغون الذاریات ع ۲ ۲۷ (اسی طرح جو ان سے پہلے ہو گذرے ہیں جب انکے پاس کوئی رسول آیا تو کہنے لگے دھوکہ باز ہے مجنون ہے کیا اسکی وہ ایکدوسرے کو وصیت کر جاتے ہیں کہ جو آئے یوں ہی کہنا

سلہ دیکھو یہاں بھی سچے رسول کا نشان مصدقا لما معکم بتایا گیا ہے اور یہ نشان حضرت اقدس میں پورے طور سے فرمایا گیا کہ آپ نے تمام رسولوں بلکہ اولیاء امت محمدیہ کی تعلیم کی تصدیق بھی فرمائی اور نبی کریم صلعم کی عزت یہاں تک کہ ایک ذرہ بھر ادھر ہونا موجب حرمان سمجھتے ہیں ۱۲

سلہ ایک حدیث مجھے اسپر یاد آگئی جو یہ ہے عن علی قال رسول اللہ صلعم یخرج رجل من وراء النھر یقال لہ الحارث حراث علی مقدمتہ رجل یقال لہ منصور یوطن او یمکن لال محمد کما مکنت قریش لرسول صلعم وجب علی کل من نصرہ ایک

بلکہ یہ بڑے سرکش لوگ ہیں) (۲۰) وَمَا يَأْتِيهِم مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ الزخرف ع ۱ ۲۵ (کوئی نبی نہیں آتا مگر یہ اسکی ہنسی اڑاتے ہیں) مگر ہم
اسکے جواب میں يُضَاهِئُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَبْلُ التوبہ ع ۵ ۱۰ (انکی باتیں اگلے کافروں سے ملتی ہیں) بڑھکر صبر کرتے ہیں۔ اور یہ حضرت
کے صدق کی دلیل ہے کیونکہ یہی نبی اکرم کی صداقت کی دلیل فرمائی گئی مَا يُقَالُ لَكَ إِلَّا مَا قَدْ قِيلَ لِلرُّسُلِ مِن قَبْلِكَ حم السجدہ ع ۵ ۲۴ (نہیں
کہا جاتا مگر وہ جو تجھ سے پہلے رسولوں سے کہا گیا) یہ چودہ نشان ہیں جو معیار صداقت قرآن مجید سے بیان کئے گئے ہیں جو سب کے سب حضرت حجۃ اللہ

فروعی اعتراضوں کا جواب

پر صادق آتے ہیں انکے بعد ہم مزید تسلی کرتے ہیں۔ بعض فروعی اعتراضات کا جواب دیتے ہیں اگرچہ انکا جواب دینا
چنداں ضروری نہ تھا کیونکہ اس قسم کا اعتراض کرنیوالوں کی مثال ایسی ہے جیسے ہم تو جانتے ہوں کہ سورج چڑھا ہوا ہے
مگر جان بوجھکر کسی کوٹھری کے گوشہ میں سر دیکر کہیں سورج کوئی نہیں کیونکہ یہاں اندھیرا ہے سو سخت تو کیوں اندھیرے میں سر دیتا ہے اس
تاریک گوشہ سے باہر نکل اور دیکھو اس آفتاب سے تو تمام جہان منور ہو رہا ہے۔ سعادتمند آدمی کا یہی کام ہے کہ بڑے بڑے نشانوں کو دیکھے کہ پورے ہوئے
ہیں یا نہیں جب دیکھ لیں کہ وہ تو پورے ہو گئے تو ایمان لے آئے اور باقی باتوں کو خدا کے حوالہ کرے کیونکہ ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ کسی آئندہ زمانے
میں وہ ظاہری الفاظ میں پورے ہو جائیں یا ممکن ہے کہ انہیں راوی کے بیان میں کچھ غلطی یا غلط فہمی ہو یا ممکن ہے کہ وہ غلطی پر محمول نہ ہو۔ دیکھو
اگر صحابہ بھی اپنا یہی اصول رکھتے کہ جب تک تمام نشان نبی اکرم پر پورے ہوتے نہ دیکھ لیتے ایمان نہ لاتے تو انکے یہ درجے نہ ملتے مگر انہوں نے ایسا نہ کیا۔
بلکہ ضرورت زمانہ یا بعض دیگر موٹی موٹی علامتیں دیکھکر مان لیا اور پھر سب کچھ دیکھ لیا فارس ہی فتح ہوئی گو حضرت عمر کے عہد میں یہ بھی اصل
میں آپ ہی کے ہاتھ پر ہوئی کیونکہ خلیفہ بھی ظل نبی ہوتا ہے اور اسکا کام نبی کا کام سمجھا جاتا ہے اس تمہید کے بعد میں چند اعتراضوں کا جواب دیتا ہوں
کہتے ہیں (۱) حج نہیں کرتے باوجود دولت کے میں پوچھتا ہوں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ حج کے لئے صرف دولت شرط ہے کیا امن و صحت وغیرہ
لوازمات سفر شرط نہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا آل عمران ع ۱۰ ۹۷ (لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے
جسکو وہاں تک پہنچنے کا مقدور[1] ہو) دیکھو امن سب سے بڑی شرط ہے پھر دیکھو فتاوی عالمگیریہ جلد اول کتاب المناسک واما شرائط وجوب الحج فمنہا
امن الطریق (حج کے وجوب کے شرایط سے امن بھی ہے) پس اسکے بعد تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ حضور پر حج کیونکر فرض ہو سکتا ہے کیا آپ کا جانا ممکن ہے
کیا یقینی طور سے جان کے[2] جانے اور فتنہ فساد ہونے کا خوف نہیں جب عادل گورنمنٹ کے عہد میں لوگوں کی مخالفت کا یہ حال ہے تو وہاں کی تو کچھ نہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۸۔ ایک شخص ماوراء النہر سے نکلیگا یعنی سمرقند وغیرہ کی طرف چنانچہ ہمارے امام کے آباؤ اجداد وہیں سے آئے اور ماوراء النہر
کے معنے ہیں نہر کے پیچھے سو دیکھ لو کہ قادیان سے پرے ایک نہر بھی ہے اسکو حارث کہا جائیگا سو یہ بھی ٹھیک ہے کہ آپکا پیشہ زراعت ہے اور آپ گورنمنٹ
کی نظر میں بھی زمیندار کہلاتے ہیں اسکے آگے ایک شخص خدا سے نصرت یافتہ ہوگا اور وہ رجل آل محمد جو امت محمدیہ سے مراد ہے نیز خاص کا ذکر کیا کہ عام کو خود ہی
شامل ہو جائیگا قوت و استواری دیگا چنانچہ آپکی ذات بابرکات سے اسلام کو ایسی نصرت ہوئی کہ ابکوئی مخالف سامنے آنیکے قابل نہیں رہا اسکی نصرت
ہر مومن پر واجب ہوئی پس اے مسلمانو! اس حکم کی تعمیل کرو جیسے کر سکتے ہو۔

[1] مقدور سے مراد زادراہ سواری امن ہے [2] اسپر بعض پکار اٹھتے ہیں وہ تو خدا کا رسول ہے اسے کیا خوف رعایت اسباب سب کو ضروری ہے
نبی اکرم صلعم مکہ سے ہجرت نہ کر گئے تھے جب کہ دشمنوں نے قتل کا ارادہ نہ کیا۔

نیز چونکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے وَلَا تُلْقُوا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ (اپنے ہاتھوں ہلاکت میں مت پڑو) پھر فرمایا اَلْفِتْنَۃُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (فتنہ قتل سے بھی زیادہ برا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ تم لوگ (احمدی) انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم یا علیہ الصلوٰۃ والسلام یا علیہ السلام پڑھتے لکھتے ہو بے شک ہم لکھتے ہیں مگر مرزا صاحب کی حیثیت سے نہیں بلکہ مسیح موعود و مہدی مسعود ہونے کے لحاظ سے (۱) میں تم کو تمہاری کتابوں سے مہدی و مسیح پر صلوٰۃ و سلام وکہا سکتا ہوں کیا تم لوگ حضرت عیسےٰ پر صلوٰۃ و سلام نہیں کہتے حالانکہ بزعم شما وہی عیسےٰ آنے والا ہے تو گویا آنے والے عیسےٰ پر تم نے صلوٰۃ پڑھا اور ہم بھی آنے والے عیسےٰ پر ہی صلوٰۃ پڑھتے ہیں پس اس امر میں ہمارا اتحاد ہے کہ مسیح موعود پر صلے اللہ علیہ وسلم فقرہ پڑھنا جائز ہے صرف جھگڑا تو یہ رہگیا کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود ہیں یا نہیں سو اسکا ثبوت ہم دے چکے (۲) پہلے تو یہ دیکھو کہ صلوٰۃ کے معنے کیا ہیں رحمت کا دعا تو کسی کو یہ دعا کرنے میں کہ اسپر رحمت کاملہ ہو گناہ کیا لازم آئیگا۔ سلام کے معنی ہیں سلامتی پس کسی کیلئے سلامتی مانگنے میں کیا خطا ہے ایک مولوی صاحب علیہ السلام کہنے سے لال پیلے ہوگئے مگر تھوڑی دیر کے بعد میں نے کہا کہ فلاں شخص آپکو سلام علیکم کہتا تھا تو آپ کہنے لگے علیہ السلام میں نے کہا کیوں حضرت وہ نبی ہے فرمانے لگے نہیں عرض کیا یہ بات غلط ٹھہری کہ علیہ السلام انبیاء سے مخصوص ہے باقی رہا صلوٰۃ سو اسکا آپ ہی کی زبان سے غیر نبی پر بھی بولا جانا ثابت کرونگا (۳) دیکھو تم روز پڑھتے ہو اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ اے اللہ محمد پر صلوٰۃ بھیج اور محمد کی آل پر صلوٰۃ بھیج اب بتاؤ کہ محمد کی آل نبی تھی جو اسپر صلوٰۃ بھیجتے ہو جواب دو ورنہ اپنا اعتراض ندامت کے ساتھ واپس لو پھر دیکھو قرآن مجید ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ عَلَیْکُمْ احزاب ۲۲ (وہ خدا جو تمپر (اے مومنو!) صلوٰۃ بھیجتا ہے دیکھو یہاں نبی ٹھہرنی سب پر صلوٰۃ کا ذکر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو خدا کی طرف سے صلوٰۃ ہے تو ہم کب مرزا صاحب کی اپنی طرف سے صلوٰۃ بھیجتے ہیں ہم بھی خدا کی طرف سے ہی کہتے ہیں کہ اللہ صلوٰۃ بھیجے (۴) وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ البقرہ ۲ ۱۹۶ (ایسے صابروں کو بشارت دے جنکو مصیبت پہنچے تو وہ انا للہ زبان و دل سے کہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر انکے رب کی طرف سے صلوٰۃ و رحمت ہے) دیکھئیے یہاں صابرین انا للہ کہنے والوں کو صلوٰۃ من اللہ کا مستحق صریح نص میں فرمایا گیا نبی ہونا شرط نہیں اب بولو! (۵) پھر دیکھو حدیث (رواہ مسلم مشکوٰۃ) مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرًا (جو مجھپر ایک بار صلوٰۃ بھیجے خدا اسپر دس صلوٰۃ بھیجتا ہے) دیکھئیے یہاں نبی کریم پر درود بھیجنے والے کو صلوٰۃ کا مستحق فرمایا گیا (۶) مجھے کوئی ایسی حدیث یا قرآن مجید کی آیت بتلاؤ جس سے معلوم ہو کہ غیر نبی پر علیہ السلام یا علیہ الصلوٰۃ کہنا ناجائز ہے (۷) ہم ثابت کر چکے ہیں کہ ہمارے امام بروزی طور سے محمد ہیں پس محمد (صلوات اللہ علیہ وسلامہ) پر صلوٰۃ پڑھنے میں کیا تامل ہے۔

صلوٰۃ تو سب پڑھتے ہیں مگر اسکا مفہوم بہت کم سمجھتے ہیں اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا کے یہ معنے ہیں کہ اللہ کی صلوٰۃ تو یہ ہوئی کہ اپنے فیض کا مظہر بنا دیا اور نبی بنایا اور ملائکہ کا یہ کہ لوگوں کے دلوں میں اسکے ماننے کی تحریک کی اور مومنوں کی صلوٰۃ یہ کہ سلموا تسلیما اپنا جان و مال اسکے مقاصد میں اللہ سونپ دیں۔

---

۱ حضرت مسیح موعود تو نبی اللہ ہیں اسلئے وہ صلوٰۃ و سلام کے مستحق ہیں مگر میں نے ثابت کیا کہ یہ غیر نبی کے لئے بھی جائز ہے ۲ وَلَا آلِ محمد بمعنی الاتباع ۳ دیکھو حاشیہ مشکوٰۃ باب الصلوٰۃ ۱۲

تیسرا اعتراض اچھے کھانوں کی نسبت پیش کرتے ہیں کہ آپ یہ کھاتے ہیں وہ کھاتے ہیں کم بختو! حاسدو تم کیوں جلتے ہو۔ خدا
نے دیا تو حلال و پاکیزہ کھانا کیونکر منع ہوا قل من حرم زینۃ اللّٰہ التی اخرج لعبادہ والطیبٰت من الرزق قل ھی للذین
اٰمنوا الآیۃ۔

پھر رسولوں کی نسبت تو خاص طور سے پاکیزہ و عمدہ کھانا کھانے کا حکم ہے فرمایا یایھا الرسول کلوا من الطیبٰت واعملوا صالحًا
(اے رسولو! اچھا کھاؤ اور اس اعمال صالحہ کرو) یہ اسلئے کہ غذا کا اثر آدمی کے اخلاق و عادات پر پڑتا ہے۔

چنانچہ ساگ پات کھانے والے دکھو ہندوؤں کا کھانا ہی ہمیشہ اجڈ موٹے عقل کے
ہوتے ہیں گوشت کی کثرت کریں تو درندگی کی خو پیدا ہو جائے پس اس لحاظ سے نبیوں کو عمدہ کھانے کا حکم ہے تا کہ انکے اخلاق و عادات و اعمال
میں کسی قسم کا فساد نہ ہو انکی ذہانت غیر معمولی حکمت کے نزول کی قابلیت رکھ سکیں۔ یہ اسلئے کہ نبی مخلوق کے لیے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری
کا نمونہ بنکر آتے ہیں پس انکے اعمال میں ذرا بھی فساد نہیں چاہیئے اور اسلئے ضروری ہے کہ وہ عمدہ و دلچسپ غذا کھائیں اور یوں بھی الطیبٰت
للطیبین۔ طیب چیزیں طیب مرسلین لوگوں کے لئے ہیں۔ تنزیل میں وارد ہوا ہے پس اسکی مناسبت سے بھی عمدہ کھانوں کی
طرف انکی طبیعت دوڑتی ہیں ہاں معصیت تو اس صورت میں ہی جبکہ اس سے غیر شرعی کام لئے جائیں جب تک یہ نہیں ناجائز نہیں
بلکہ تعمیل حکم الٰہی ہے۔

کیا وہ حدیثیں آپکی نظر سے نہیں گذریں جنمیں رسول اکرم صلعم کے کھانوں کا ذکر ہے اور آپکے فرمان کہ میں گوشت کو اور پھر
فلاں جانور کے گوشت کے فلاں مقام کو پسند کرتا ہوں ایسی احادیث سے نبی اکرم کا اچھے کھانوں کو پسند کرنا پایا جاتا ہے دیکھو شمائل یحب الزبد
والتمر (رواہ ابو داؤد) اور کیوں پسند نہ کریں جب کہ حکم آیا ہے کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم البقرہ (جو کچھ ہم نے تمہیں دیا ہے اس عمدہ پاکیزہ
کھاؤ) اور یایھا الذین اٰمنوا کلوا من طیبٰت ما رزقنٰکم البقرہ ۲ (اے ایمان والو! عمدہ پاکیزہ کھانا خدا کے دیئے سے کھاؤ) یہ بھی عجیب
مسلمان صوفی ہیں گو اول تو عمدہ پاکیزہ چیز سے نفرت رکھتے ہیں۔ اور اگر کھائیں تو ہندو جوگیوں اور برہمنوں کے تتبع میں جنگلی خاک کی ٹانگر برخلاف
حکم یایھا الناس کلوا مما فی الارض حلالًا طیبًا (اے لوگو! زمین میں سے جو کچھ طیب ہے کھاؤ حلال ہو البقرہ ۲) کے

چوتھا اعتراض یہ ہے کہ آپکے پاس بہت سی دولت ہے۔ جھوٹ بالکل غلط بے شک آپکے حضور میں بہت تحائف آتے ہیں جو ان
لوگوں کے لئے خاص نشانی ہے جو کہتے ہیں ہم یہ وظیفے صرف فتوحات کے لئے پڑھتے ہیں چھوڑیں تو آمدنی میں خلل ہوتا ہے بیشک آخرت میں اسکا
کچھ فائدہ نہیں ہاں دنیا میں ہے کہ آمدنی کثیر ہوتی ہے اے درہم و دینار کے بندو! دیکھو حضرت مرزا صاحب کوئی عمل نہیں پڑھتے مگر
سب کا اندازہ ڈاکخانہ سے کرو مگر یہ آپکے پاس جمع نہیں ہوتا جب منظور ہے خرچ ہوتا ہے باقی ظاہری شان و شوکت سو وہ تو تمہارے
اقرار کے موافق بھی ضروری ہے کیونکہ تم لوگ ہی کہتے ہو کہ آنے والا مسیح جاہ و جلال کے ساتھ آئیگا پہلے اسکی فقیرانہ حالت تھی مگر اب شاہانہ
پس جو اعتراض کرتے ہو وہ خود تمہی پر پڑتا ہے پھر میں پوچھتا ہوں کیا دولت انعام الٰہی سے ہے یا نہیں خصوصًا جبکہ دین کی راہ میں خرچ ہو۔ پھر
میرا سوال ہے کیا دولت "نبوت و رسالت کے منافی ہے؟ کیا تم بھول گئے کہ یوسف علیہ السلام شاہ مصر ہوئے اور ملک مال کے کمشنر اد صاحب

اموال کثیرہ۔ ایوب علیہ السلام جن کی بھیڑ بکریوں کا کچھ حساب نہ تھا حضرت ابراہیم کہ جن کے پاس بیشمار اونٹ تھے ایک خواب کی تعمیل میں کئی دن تک اونٹ ذبح کرتے رہے حضرت سلیمان جو جن و انس پر حکمران تھے اور بیحساب دولت کے مالک چنانچہ قرآن مجید میں ہے وَاُوْتِيْنَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ (النمل ع ۲ پ ۱۹) (ہمکو ہر طرح کا ساز و سامان دیا گیا ہے) پھر بلقیس کے قیمتی تحفے واپس کرنے کے وقت فَمَآ اٰتٰىنِيَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ (اللہ نے مجھکو تم سے زیادہ دے رکھا ہے النمل ع ۳ پ ۱۹) فرمایا دنیا کو یوں ہی برا نہ سمجھو کیونکہ اگر بری ہوتی تو رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً دعا قرآن مجید میں ہوتی اور ہی سلیمان علیہ السلام دعا کرتے وَهَبْ لِيْ مُلْكًا لَّا يَنْۢبَغِيْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِيْ (اور مجھکو ایسی سلطنت دے جو میرے بعد کسی کو سزاوار نہ ہو ص ع ۳ پ ۲۳) پھر خدا نے بے حساب رزق دیا هٰذَا عَطَآؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (انہی معنی کے الفاظ آنے والے مہدی کی نسبت وارد ہوئے ہیں کہ مال کا حساب نہیں کریگا کیونکہ خدا اسے بے حساب دیگا اسی اعتبار سے آپکو سلیمان زمان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ حضرت سلیمان پر جو جو نعمتیں ہوئیں آپ پر بھی اچھی اچھی نعمتیں وہاب العطایا نے عطا فرمائیں پھر لطف یہ کہ انکے اہتمام و انتظام کا فکر اوروں کو اور فائدہ خالص دینی رنگ میں یہ اٹھا رہے ہیں۔ اگر ان (سلیمان علیہ السلام) کے لئے ریح مسخر تھی تو یہ چاروں عناصر مسخر ہو چکے ہیں اور ان سے وہ وہ کام لئے گئے ہیں جو سلیمانی زمانے میں ہرگز نہیں لئے گئے اب غوطہ خوری کا اس سے زیادہ بہتر انتظام ہے ایسے ایسے آلات جہاز کشتے بنے ہیں کہ سمندر کے اوپر سے اندر کی چیزیں صاف طور سے نظر آئیں اور ہر غوطہ خور ایسی سہولت سے جاتا ہے کہ اسکو تازہ ہوا برابر پہنچتی رہتی ہے ہوا میں چلنے والے جہاز بھی بنے جو کام مہینوں میں لئے جاتے تھے اس سے کئی گنا کام مشینیں دے رہی ہیں اور ہمارا سلیمان بھی اپنے دین کی اشاعت میں ہمہ تن لگا ہوا ہے پس یہ دولت تو اک صداقت کا نشان ہے کیونکہ آخری خلیفہ کے لئے ایسا ہونا ضروری تھا تعجب کہ ان کم سوادوں نے بھوکوں مرنے کو نبوت کا لازمہ ٹھہرایا حالانکہ بھوک خدا تعالیٰ کا عذاب ہے فرمایا فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ (خدا نے بستی بستی والوں کو بھوک کا لباس پہنا دیا بطور عذاب النحل ع ۱۵ پ ۱۴) یاد رکھو اللہ تعالیٰ مومن کامل کو کبھی بھوکا نہیں مارتا نہ صرف انہیں بلکہ انکی اولاد کو بھی سلاطین کی اولاد کا بھوکوں مرنا تو تاریخ میں دیکھا مگر یہ نہیں کہ کسی نبی کی اولاد خراب و خستہ حال ہو یہ غلط اور محض افترا ہے کہ رسول اکرم صلعم اول سے آخر تک بھوک عسرت کی حالت میں رہے بیشک اوائل میں آپ نے سنن نبویہ کے موافق مصائب جھیلیں مگر یہ نہیں کہ تمام عمر ایک ہی حالت میں گزر گئی ایسا اتہام حضور علیہ السلام کے دشمن کا کام ہے کیا وَوَجَدَكَ عَآئِلًا فَاَغْنٰى (تجھے مفلس پایا پس غنی کر دیا) خدا کا کلام نہیں اب تم بتاؤ وہ شخص سچا جو کہتا ہے کہ نبی کریم نے اپنی زندگی افلاس بھوک و عسرت میں گزاری یا خدا (وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا) (اللہ سے زیادہ سچا کون ہے) جو فرماتا ہے میں نے دولتمند کر دیا۔ اصل بات یہ ہے کہ جن احادیث میں ایسی تنگی یا بھوک کا ذکر آیا ہے وہ اوائل زمانۂ نبوت یا بعض پیشگوئیوں کے موقعوں سے تعلق رکھتی ہیں۔ نادانوں نے عمر بھر کے لئے سمجھ لیا اور یہ بھی سچ ہے کہ آپنے دولت دنیا سے دل نہیں لگایا اور نہ اسکی وقعت آپکی آنکھوں میں کچھ تھی اور یہی حال مسیح موعود علیہ السلام کا ہے کہ آپ فرمایا کرتے ہیں کہ میں دنیا کو ایک مرے ہوئے کیڑے جیسا بھی نہیں سمجھتا۔ انبیاء و اولیاء خواہ مخواہ بندگان حرص ہوا کسی چیز کو لازم نہیں کر لیتے کہ فلاں کھانا ہی ہو تو کھائیں فلاں کپڑا ہو جبھی پہنیں بلکہ جو کچھ ملجائے صبر و شکر سے کھاتے پیتے پہنتے ہیں چنانچہ جہاں تک مجھے معلوم ہے ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ حضرت امام نے کبھی اپنے کپڑوں کا خود فکر

۱؎ حالانکہ اسکے بارے میں ہے اوتیت من کل شیئ (ہر طرح کے ساز و سامان دئے گئے تھے)

نہیں کیا نہ فرمایا کہ فلاں کھانا ہی دستر خوان پر ہو اور یہ خدا تعالےٰ کی خاص رحمت ہے کہ انکے لئے خود بخود اچھے سامان بہم پہنچائے جاتے ہیں پھر صحابہ کی عسرت کی نظیر مثل پیجاتی ہے مگر کیا احمدیوں میں ایسے نہیں جنکو تن ڈھکنے کے لئے پورے طور سے کپڑے نہیں ملتے کھانے کے لئے دن کو ہی تورات کو نہیں یہ خیال غلط ہے کہ قادیان رہنے والے سب کے سب ایک ہی حالت میں ہیں میں نے خود برادرم محمد افضل مرحوم کو کپڑے کو ٹانکے لگے ہوئے دیکھے اور انکی زبانی سنا کئی دفعہ ایسی حالت آتی ہے کہ رات کے لئے آٹا نہیں ہوتا اور پاس پیسہ تک نہ دارد۔ ہاں جیسے کل صحابہ کا حال یکساں نہ تھا ایسا ہی احمدی اصحاب کا ایک حال نہیں آخر وہ بھی صحابی ہی تھے جنہوں نے آٹھ آٹھ ہزار سے زیادہ دینار ترکے میں چھوڑے۔ اگر عسرت ہی مومنین کی علامت ہوتی اور کچھ نہ ہونا ہی صداقت کا نشان تو احکام وراثت کیوں اترتے زکوٰۃ کا حکم آنا فضول تھا یقنن الزکوٰۃ وہم راکعون بھی نازل نہ ہوتا اتممت علیکم نعمتی بھی نہ اترتا کہ مال و دولت بھی منجملہ نعمت الٰہی ہے

پانچواں اعتراض یہ ہے کہ امام حسین علیہ السلام یا حضرت عیسیٰ سے افضل ہونیکا دعویٰ ہے اسکا جواب سنئے کہ اس میں کفر کونسا ہے؟ فضیلت تو کاموں کے اعتبار سے ہوتی ہے سو حضرت مسیح موعود نے جو دینی خدمات کی ہیں انکا سید الشہداء کی خدمات سے مقابلہ کیجئے۔ کب امام حسین علیہ السلام کو دنیا سے مقابلہ پڑا کب سلسلے جہان کو کسی کسی رنگ میں تبلیغ کی انکے شبہات زائل کئے کب خدا ان سے اس کثرت کے ساتھ ہمکلام ہوا۔ اور کب اس صفائی انکشاف کے ساتھ انپر وحی نازل ہوا اور کب ایسے الفاظ سے انکو مخاطب کیا گیا جن سے مہدی معہود کو کیا گیا انت منی بمنزلۃ اولادی۔ وبمنزلۃ عرشی وتوحیدی وتفریدی انت منی وانا منک۔ میرے دوستو! تم مرزا صاحب کو مرزا ہونے کی حیثیت سے نہ دیکھو بلکہ مسیح موعود و مہدی معہود ہونے کے لحاظ سے۔ کیا تم امام ابن سیرین علیہ الرحمۃ مشہور تابعی کا حال بھول گئے بجواب سوال جو فرماتے ہیں کہ وہ اولیاء تو کجا بعض الانبیاء سے بھی زیادہ درجہ رکھتا ہے لقد سئل عن ابن سیرین ما تقول فی امام الہام مہدی المعہود قال ہو افضل من بعض الانبیاء۔

اب تم خود ہی فیصلہ کر لو کہ جب مہدی معہود بعض انبیاء سے افضل ہے تو دیگروں سے کیونکر افضل نہ ہو اور یہ تو بالاتفاق مسلم ہے امام حسین علیہ السلام نبی نہ تھے پس جب نبی پر فضیلت ثابت ہوئی تو غیر نبی پر بطریق اولیٰ ہوگی۔

باقی رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فضیلت کا دعویٰ سو میں آپکے اقوال سے ثابت کئے دیتا ہوں یہ تو سبکا اعتقاد ہے کہ مسیح بہ نسبت سابق بڑے جاہ و جلال سے آئیگا پہلی دفعہ تو چند آدمی انپر ایمان لائے اور یہودیوں نے بہت ایذائیں دیں صلیب پر دینے کی تجویز کی مگر آسمان پر خدا اٹھا لے گیا اور کار نبوت کی تکمیل نہ ہوئی اسی لئے آئندہ زمانہ میں انکا آنا مقدر ہوا جبکہ وہ کل دنیا کو مسلمان بنا دیگا کوئی کافر انکے سامنے اکس نہ سکیگا اور انکو وہ فخر حاصل ہوگا جو سرور کائنات کو بھی نہیں تھا کیونکہ انکے ہاتھ پر تمام دنیا مسلمان نہیں ہوئی خلاصہ یہ کہ مسیح کی دوسری آمد پہلی آمد سے بدرجہا افضل ہوگی تو گویا یہ ثابت ہوا کہ یہ حالت اخیرہ (مسیح موعود کے خطاب سے اسلام کا خلیفہ بنکر آنا) پہلی حالت (خلافت موسوی سے) افضل ہے تو اب ہم قائل ہیں کہ اس مسیح کی دوسری حالت اخیرہ والی شان حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے وجود سے ظاہر ہوئی پس بنا بریں یہ افضل ہیں اس عیسےٰ ابن مریم سے دوسری دلیل یہ ہے کہ افضلیت ہمیشہ کام و دائرہ نبوت کے اعتبار سے ہوتی ہے سو پہلے مسیح کی نبوت کا یہ حال کہ فرمایا و رسولاً الی بنی اسرائیل آل عمران ع ۵ دبنی اسرائیل کی

طرف رسول کرکے بھیجینگے یعنے آپ صرف ایک قوم کے رسول تھے انجیل میں یہی قول کہ میں صرف اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے آیا ہوں مذکور ہے اور ہمارے مسیح موعود یعنی قائم مقام جنکی نبوت تمام جہان کیلئے ہے یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً اعراف ۹ (یعنی اے جہان کے لوگو! تم سب کی طرف رسول ہوں۔ اسی اعتبار سے آپکی صداقت تمام جہان کے لئے ہے پس تمام جہان کا رسول اور کہاں ایک خاص قوم کا رسول۔ درجوں کا تفاوت اسی سے ظاہر ہے۔

تیسری دلیل یہ ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم مثیل تھے موسیٰ علیہ السلام کے مگر درجہ حضور انور (محمد صلے اللہ علیہ وسلم) کا بڑا تھا۔ اسی طرح حضرت محمد کے خلیفے (خصوصاً اس کامل خلیفے کا جو پورے طور سے ظل بہ نسبت دیگر خلائف کا بدر فی النجوم ہو) کا رتبہ حضرت موسیٰ کے خلیفوں سے بڑا ہوگا۔

چوتھی دلیل یہ ہے کہ خدا نے اور اسکے رسول نے امت محمدیہ کو خیر الامم فرمایا پس جب اس امت کے امتی بلند درجہ رکھتے ہیں موسوی امت کے امتیوں سے تو ضرور ہے کہ اس امت کے خلیفے بھی موسوی امت کے خلیفوں سے عالیشان ہوں۔

پانچویں دلیل مشہور تابعی امام ابن سیرین کا قول کہ ھو افضل من بعض الانبیاء کہ وہ بعض انبیاء سے افضل ہوگا)

چھٹی دلیل یہ ہے۔ کہ فضیلت کا دعویٰ باعتبار محمد ہونے کے ہے اور اس میں کیا شک ہے کہ محمد علیہ الصلوٰۃ کا رتبہ عیسےٰ سے افضل ہے۔

ساتویں دلیل عقلی ظاہر ہے کہ جو کام آپ کر رہے ہیں وہ ان سے کسطرح ممکن تھا جیساکہ خود حضرت نے بھی فرمایا۔

آٹھویں دلیل۔ ہمارے امام کا باربار یہ دعویٰ ہے عیسائیوں کے مقابل میں کہ ایک لاکھ پیشگوئی و نشان مجھ سے ظاہر ہوا۔ اور عیسےٰ علیہ السلام نے اپنے نشان دکھائے تو ثابت کرو۔

چھٹا اعتراض یہ ہے کہ آپ اپنی تحاریر میں بعض علمائے اسلام وغیرہ کو گالیاں دیتے ہیں سو حضرت پہلے مجھے یہ معلوم کرنا چاہیئے کہ گالی کی تعریف کیا ہے؟ گالی کے معنے ہیں کسی کی طرف ایسا امر منسوب کرنا جسکا وہ مستحق نہیں اور اس امر سے اسکی عزت پر حملہ ہوتا ہو۔ سو وہ تمام سخت الفاظ جن کو تم اپنے فہم کے موافق گالیاں کہتے ہو انکی بابت سوچو کہ انکا مستحق کن کو قرار دیا گیا ہے صرف انہی کو جنہوں نے پہلے پہلے پیشدستی سے بلاوجہ بے سبب خدا کے برگزیدہ رسول کو مغلظ گالیاں دیں پس اول تو یہ سوال ہے کہ تم اس امام مہدی و عیسےٰ موعود کے منکرین و مکفرین (کافر کہنے والوں) کو کیا کہتے ہو جنکے آنے کی تم امید رکھے بیٹھے ہو پھر میں انجیل سے حضرت عیسےٰ کا نمونہ پیش کرتا ہوں کہ وہ یہودی فقیہوں فریسیوں اور گدی نشینوں کو کیا کہتے تھے اور باوجود اسکے ان پر اعتراض نہیں کیا جاتا۔ دیکھو اے سانپو اسانپ کے بچو متی ۲۳ اندھے متی ۲۳ ریاکار ۲۳ سور اور کتے متی ۷ احمق ۲۳ جہنمی ۲۳ پھر ہم قرآن کریم پر نظر کرتے ہیں کہ اسنے اپنے مخالفین کو کیا کہا انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جھنم ۔ تحقیق تم اور جن کی تم عبادت کرتے ہو یعنی تمہارے معبود دوزخ کے ایندھن ہیں الانبیاء ۱۷ ایسے اس سے بڑھکر اور کیا سخت لفظ ہوسکتا ہے مگر اب تو مسلمان کہتے ہیں یہ درحقیقت ٹھیک تھا اسی لئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی مانا لیکن وہ جو سچا نبی آپ کو نہیں مانتے انکے نزدیک تو یہ سخت گالی ہے۔ اور ہم کہتے ہیں کہ یہ گالی نہیں بلکہ اظہار امر واقعی ہے پس گالی اور اظہار حق میں فرق ہے

جیسے سمجھنا چاہئیے۔

اظہار حق نہ کرنا مداہنت ہے جس سے خدا نفرت فرماتا ہے۔ فرمایا وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ (چاہتے ہیں کہ تو خوشامدانہ طریقہ اختیار کرے تو ہم بھی چرب زبانی سے کام لیں) پھر ایسی صلاح دینے والے کو فرمایا۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيْمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ (اور نہ کہا مان ایسے کا جو جھوٹی قسمیں کھانیوالا ہے ضعیف الرائے ذلیل آدمی عیب ڈھونڈنے والا سخن چینی سے تفرقہ ڈالنے والا۔ نیکی کی راہوں سے روکنے والا۔ زناکار بڑا بدخلق۔ ان سب عیبوں کے بعد ولد الزنا) پھر فرمایا سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ (ہم جلدی اسکی سونڈ پر جو سور کی طرح لمبی ہے (مراد ناک) داغ لگا دینگے یہ آئتیں ایک رئیس و معتمد قوم ولید بن مغیرہ کے حق میں ہیں فرمائے وہ تو نرمی اختیار کرنیکا عرض گذار اور اسکو ان الفاظ میں جواب دیا گیا کیا یہ بھی گالی ہے پھر اور آیات دیکھو جن سے آپکو معلوم ہو کہ قرآن مجید نے اپنے مخالفین کو کیا کہا۔ ان الذین کفروا وماتوا وھم کفار اولئک علیہم لعنۃ اللہ والملئکۃ والناس اجمعین البقرہ ۱۹ ۲ (جو لوگ کافر ہیں اور مر گئے بحالت کفر ان پر اللہ تعالیٰ کی لعنت تمام فرشتوں کی لعنت اور تمام لوگوں کی لعنت) لعنت ایک ایسا لفظ ہے جو تمام سخت الفاظ و دشنام کا مفہوم اپنے اندر لئے ہوئے ہے پھر ایسے لوگوں کو ہی ملعون فرمایا جو ہدایت کی راہ کو چھپائیں فرمایا اولئک یلعنہم اللہ ویلعنہم اللعنون البقرہ ۱۹ ۲) ایسے لوگوں پر اللہ لعنت بھیجتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں) پھر کفار کو فرمایا ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا (اللہ کے نزدیک جو کافر ہیں وہ سب سے برے چارپائے ہیں انفال ۱۰ ۶) لیجئے انسان ہو کر مویشی کہلانے کے بھی لائق نہیں پھر یہودیوں کے عالموں گدی نشینوں کو گدھے ہی فرمایا کمثل الحمار یحمل اسفارا (سورہ جمعہ) اور پھر اسکے علاوہ کسی کو ابولہب (آگ کا باپ) اور کسی کی کلب سے مثال دی۔ مگر باوجود ان تحریروں کو سخت نہیں کہا جاتا اور کیوں کہا جائے جبکہ یہ سب کچھ حق تھا پس ان آیات کو پڑھکر حضرت مرزا صاحب کے زعم شما سخت الفاظ پر اعتراض کردہ صرف دیکھنا تو یہ ہو کہ آپ سچے ہیں یا نہیں اگر سچے ہیں تو جو کچھ فرماتے ہیں سچ فرماتے ہیں اگر نہیں تو پھر اسکا ثبوت طلب کردہ نہ کہ الفاظ کا شکوہ۔ علاوہ ازیں میں یہ بھی کہتا ہوں کہ اوائل میں صرف خفتہ دلوں کو بیدار کرنے کے واسطے آپنے واغلظ علیہم پر عمل کیا بعد اسکے ایام الصلح آئے تو پھر کبھی ایسا نہیں ہوا اگر ہوا بھی تو اسی کو کہا جو اسکے لائق تھا بعض ایسے الفاظ کی تصدیق جسکو مخالفین نے گالی سمجھا عدالت سے بھی ہوئی کہ واقعی یہ اسی لائق تھے پس اس اعتبار سے وہ الفاظ گالیاں نہ ہوئے بلکہ امر واقعی و صورت حقیقی کا اظہار آخر میں یہ بھی جتائے دیتا ہوں کہ مخالفین جو اپنی کتابوں میں حضرت کی گالیوں کی نقل کرتے ہیں تو انکا یہ چھانٹ کر خواہ وہ لفظ کسی خاص کی نسبت نہ بھی ہو تو بھی یہ ظاہر کرتے ہیں کہ دیکھو علماء کو ایسا کہا اے میرے بھائی اس ڈکشنری کے الفاظ کی پڑتال کرو اور اصل موقعہ دیکھو تو حقیقت کھلے۔ سیالکوٹ میں ایک عجیب لطیفہ ہوا جب مرزا کے پر لیکچر سننے سے روکنے کے لئے واعظ کھڑے ہوئے تو ایک واعظ نے کچھ گالیاں پڑھنی شروع کر کہیں جنھیں آدمیوں کا جم غفیر گرد سے ہی سمجھا مرزا صاحب کو گالی دے رہا ہے سب نے نفرین کی مگر حقیقت میں وہ لغات الفاظ مرزا صاحب پڑھ رہا تھا۔

ساتواں اعتراض یہ ہے کہ اگر آپ سچے ہیں تو بعض لوگ پھر کیوں جاتے ہیں مگر کیا بیعت سے پھر جانا اس رسول کی صداقت پر

کچھہ حرف کہتا ہی ؟ ہرگز نہیں کیا نبی کریم صلعم سے بعض مرتد نہیں ہوئے میں قرآن شریف سے شہادت پیش کرونگا سنئے (یا ایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ الاٰیۃ المائدہ ع ۸) اے مومنو جو تم میں سے دین سے مرتد ہو گیا تو کچھہ پروا نہیں خدا اسکے بدلے ایسی قوم دیگا جنکو خدا دوست رکھتا ہوگا اور وہ خدا کو) (۲) ان الذین اٰمنوا ثم کفروا ثم ازدادوا کفرا لم یکن اللہ لیغفر لھم النساء ع ۲۱ (جو ایمان لائے پہر کافر ہوئے اور کفر میں بڑہتے گئے انکو اللہ نہ بخشیگا) کفروا بعد اسلامھم التوبہ ع ۱۰ (انہوں نے اپنے اسلام کے بعد کفر کیا) (۲) کفروا بعد ایمانھم آل عمران ع ۹ النساء (ایمان کے بعد انکار کیا ۔

آٹھواں اعتراض یہ کیا جاتا ہی کہ انپر قرآنی آیتیں الہام ہوتی ہیں ہم نہیں سمجھتا کہ ایک مسلمان کو قرآن کریم سے کیا عناد ہو سکتا ہی اور اسکی آیتوں سے کیوں چڑتا ہی جب ہمارا امام فرماتا ہی کہ میرے تمام فیوضات کا اصل قرآن مجید اور رسول کریم کا وجود باجود ہی تو قرآنی آیات کا الہام کیوں نہ ہو کیونکہ یہ تو اسکا اقرار ہی کہ میں اسی چشمہ کا جرعہ نوش ہوں ہاں معترض یہ کہہ سکتا ہے کہ پہر اترے ہوئے قرآن کے اترنے کی کیا ضرورت اسکا جواب یہ ہے کہ ان آیات کی تصدیق اور رنگ میں ہوتی ہی اور نئے پیرائے میں وہ پوری ہو کر کلام الہی کے مختلف پہلوؤں کی صداقت کا ثبوت دیتی ہے اور یہ بھی دراصل اسی برگزیدہ نبی کا معجزہ ہے پہر اسی کے ضمن میں یہ اعتراض ہی کہ بلسان قومہ (اپنی قوم کی زبان میں) الہام ہونا چاہیئے سو ایک تو اسکا یہی جواب ہے کہ جب یہ فیض نبی عربی کے انوار کا ہے تو الہام عربی ہوگا کہ ام الالسنہ ہے جسکے بولنے سے تمام زبانیں اسکے ضمن میں آجاتی ہیں دوسرا جواب یہ ہی کہ اگلے نبی تو ایک خاص محدود المکان قوم کی طرف آتے ۔ مگر یہ رسول تو تمام جہان کے لئے آیا ہی پس اسکی قوم ساری دنیا ہی اسلئے آپ کو ہر زبان میں الہام ہونا چاہیئے چنانچہ اسی لئے آپکو گاہے اردو میں گاہے پنجابی میں گاہے انگریزی میں جس کا آپ ایک حرف بھی نہیں جانتے) الہام ہوتا ہی تاکہ سب قوموں پر حجت ٹھہرے اور وہ دیکھیں کہ ایک بشر وہ زبان کس طرح بول سکتا ہی جو بالکل نہ جانتا ہو اور زیادہ تر عربی میں اسلئے کہ یہی مبدء فیض ہی پس شاخ اپنے اصل سے الگ نہیں ہو سکتی ۔

نواں اعتراض یہ کیا جاتا ہی کہ جہوٹے ہیں جبھی زبانی مباحثات بند کر دیئے ۔ بندہ خدا ذرا سمجھکر بات کرو بیشک آپنے خود مباحثہ کرنا بند کیا مگر اسوقت جبکہ آپ ایکدفعہ تمام علماء و فضلاء سے بحث کر چکے یا کم از کم مباحثہ کا چیلنج دے چکے اور ان سے صدہا بار نجاست کا نقشہ پیش نظر ہوا اور یوں انپر اتمام حجت ہو چکا ۔

اور نیز اسوقت جبکہ آپ اپنی کتابوں ان تمام اعتراضوں کا جو مخالفین سے کئے جاتے ہیں مفصل یا مجمل یا بطور قاعدہ کلیہ جواب دے چکے بلکہ بطور پیشبندی کئی ممکن الوقوع اعتراضوں کا جواب بہی دیدیا پس تم خود ہی انصاف کرو کہ اسکے بعد آپ کو ایسے نامناسب سلسلے کے جاری رکھنے کی کیا ضرورت تہی جبکہ آپکے اصل منصبی فرض ہیں (جو کہ ہدایت دینا اور مخلوق اللہ میں نیکی اور تقوی کی روح پیدا کرنا ہے) خلل واقع ہوتا تہا کیونکہ بڑے بڑے لمبے تجربے کے بعد یہ معلوم ہو چکا کہ ان لوگوں کی غرض طلب حق نہیں ہوتی بلکہ مباحثات سے انکا اصل مقصود مار جیت اور اپنی شہرت ہوتی ہے کیونکہ طلب حق مقصود ہو تو وہ چند معتبرین کو ساتھ لیکر الگ بیٹھکر بہی متنازعہ فیہا امور کا فیصلہ کر سکتا ہے پہر جب سے حضرت علیہ السلام نے مباحثات کا دروازہ بند کیا ہی اسکے بعد آپ کل مباحثات کو پیش نظر کیجئے کہ سوا فتنہ و شور و شر کا ان کا کچھہ فائدہ نکلا ۔ بس یہی کہ ایک ملاں ادہر سے آیا ایک ادہر سے ایک دو باتیں کیں رگیں پھلائیں اس نے اسے گالی

دی اس نے اسے جہاں لاٹھیاں لیکر اٹھے بعض نیکدل اصحاب نے اٹھکر بیچ بچاؤ کردیا باایں ہمہ آپکی طرف سے عام اعلان ہے کہ ہر ایک شخص اپنے شبہات نیک نیتی سے پیش کرے کہ انکے جواب دے سکتا ہے نیز آپکے مریدوں میں بڑے بڑے علما ہیں ایسے اصحاب کی دعوت قبول کرنیکو تیار ہیں پس وہ پہلے ان سے ہمکلام ہوں کیونکہ اگر انہی سے تسلی نہ ہو سکیں تو امام کے مد مقابل بننے کی کیا ضرورت ہے پھر میں حیران ہوں کہ جب مباحثہ کا موقع آتا ہے تو زبانی گفتگو پر زور ڈالتے ہیں اور جبکہ کوئی مسئلہ پیش کرتا تو انکے لئے موت ہے اسکی وجہ کیا ہے حالانکہ لکھنے میں بہت سے فائدے ہیں ایک تو یہ کہ طرفین میں سے کوئی اپنے قول کا انکار نہیں کر سکتا پھر اگر اس مجلس کے لئے وہ کلام نافع نہ ہو تو کسی دوسری سعید روح کے لئے کافی ہو سکتا ہے نیز تحریر کے ذریعے مباحثہ کرنے میں امن قائم رہتا ہے اور طرفین کو درشت زبانی کا موقع نہیں ملتا اور نہ جہال (جنکو کچھ سمجھ نہیں ہوتی) کو بھڑکنے کی کوئی وجہ ملتی ہے پھر وہ لکھا ہوا آنے والی نسل کے لئے بھی کارآمد ہو سکتا ہے اور زبانی باتیں تو ہوا میں اڑجاتی ہیں تحریری مباحثہ میں فائدہ بھی ہے کہ طرفین جوش غضب کا شکار نہیں ہو جاتے بالکل ٹھنڈے تحمل و حوصلہ سے سوچ سمجھ کر لکھتے ہیں زبانی بولنے سے تو بعض اوقات ایسے مغضوب الغضب ہو جاتے ہیں کہ پھر کوئی علمی بات نہیں سوجھتی ہاں گالیاں یا کافر کہنا ضرور آتا ہے جسکا جواب ہم نہیں دے سکتے۔

دسواں اعتراض یہ ہے کہ آگر فساد ڈالدیا باپ کو بیٹے سے بھائی کو بہن سے جدا کردیا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈال دیا۔ باہم نماز پڑھنے سے روکدیا اسکا جواب یہ ہے کہ یہ کوئی نیا اعتراض نہیں ہر نبی کو ایسا ہی کہتے آئے ہیں دیکھو پہلے پہلے خلیفہ بننے پر ملائک نے تو اعتراض کیا اور کہا اتجعل فیہا من یفسد فیہا ویسفک الدماء (البقرہ ع ۴) دیکھا تو اس میں اسے بناتا ہے جو فساد ڈالیگا اور خونریزیاں تک نوبت پہنچائیگا) مگر خدا نے جوابدیا انی اعلم ما لا تعلمون (میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے) یعنی بظاہر تو فساد معلوم ہوتا ہے مگر حقیقت میں یہ فساد امن و صلح کا موجب ہے پھر نبی کو لوگوں نے یہی کہا یہاں تک کہ اسے گاؤں سے نکالنے پر آمادہ ہوئے اور اسکے پیرووں کو بھی کہا اخرجوھم من قریتکم کہ انکو بستی سے نکال دو کہ یہ فسادی آدمی ہیں مگر آخر زمانے کو معلوم ہو گیا کہ فسادی کون تھے نبی اور انکی جماعت یا معترضین خدا تعالیٰ فرماتا ہے الا انہم ہم المفسدون (سنو اجی فساد کرنے والے تو یہی ہیں) جب کوئی نبی آیا تو اس نے اپنی جماعت کو الگ کر لیا تاکہ اس الگ ہونیکی برکت سے انعام الہی کی وارث ہو اور مفسدوں کے شور و شر فتنہ و فساد سے محفوظ ہے چنانچہ حضرت عیسےٰ نے بھی انجیل میں کہا کہ "میں تلوار چلانے آیا ہوں" ہمارے نبی کریم پر بھی یہی اعتراض کیا جاتا ہے سو انہوں نے آکر عرب میں تلوار چلادی اور باہم لڑادیا مگر عقلمند جانتے ہیں کہ اس تھوڑی سی لڑائی سے پھر ہمیشہ کے لئے اتفاق کرادیا چنانچہ قرآن مجید میں ہے اذ کنتم اعداء فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا۔ (آل عمران ع ۱۱) کہ پہلے دشمن تھے پھر ہمارے دلوں میں الفت پیدا کی اور تم اسکے فضل و کرم سے بھائی بھائی ہوگئے) بس ایسے ہی ظاہری صورت جدائی کی معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں یہ اسکا پیش خیمہ ہے اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ شیعہ اور سنی اور ہندو سکھ و عیسائی جو آپس میں مذہبی تخالف کی وجہ سے ایکدوسرے کے جانی دشمن تھے آپس میں ایک دوسرے کے جانی دوست و سگے بھائی بن گئے ہیں ایسے ہی تمام دنیا کے لوگ جوں جوں اس سلسلے میں داخل ہیں بلکہ انمیں اس احساس سے باہر پاہر پھرتے ہیں اور میں حیران ہوں کہ یہ کس منہ سے کہتے ہیں ہم نے تفرقہ ڈال دیا۔

میں پوچھتا ہوں آگے کب جمع ہو کر اتفاق سے بیٹھے تھے۔ انکی تو یہ حالت تھی کہ تحسبہم جمیعا و قلوبہم شتّٰی (ظاہری صورت میں متفق مگر بباطن متفرق) بلکہ یہ صورت بھی موہوم ہو گئی تھی پہلے ہی کئی فرقے مسلمانوں میں موجود تھے جو ایک دوسرے کی علانیہ تکفیر و تفسیق کرتے تھے پھر حضرت صاحب پر تفریق کا الزام کیونکر آیا انہوں نے تو ایک کلمہ جامعہ و دین واحدہ پر سب جمع کرنا چاہا مگر انہوں نے ایسا نہ کیا اور اسکا خمیازہ بھی پالیا تم خود ہی بتاؤ کہ متفرق قوموں میں اتفاق پیدا کرنے کی ہمیشہ سے سنت اللہ کیا چلی آئی ہے کیا یہی نہیں کہ ایک نبی آیا اور اس نے ایک دین پر جمع کرنیکی ندا دی مگر انکی خواہشوں اور آرزوؤں کی کچھ پرواہ نہ کی اور نہ انکے رسم و رواج کی اور نہ خوشامدانہ طریق اختیار کر کے یہ کہا کہ تم سب راہ راست پر ہو بلکہ ہر ایک کی غلطی جتادی اور کہدیا سلامتی اسی میں ہے کہ اس الہی دین میں داخل ہو یہی حضرت صاحب نے فرمایا اور کیا۔ پس اس طرح اگر تفرقہ پڑتا ہے تو یہ اعتراض سب نبیوں پر آتا ہے اور ایک مسلمان کو ایسا اعتراض نہیں کرنا چاہیئے جس کی زد دوسرے انبیا پر بھی پڑے باقی رہا یہ اعتراض کہ دوسرے مسلمانوں سے الگ نماز وغیرہ کا کیوں حکم دیا ہے اسکا جواب علیحدہ ضمیمہ میں جہاں اعمال کا ذکر ہے آتا ہے یہاں صرف دو آیتیں لکھی جاتی ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ نبی کریم نے اپنے مخالفین سے محبت و دوستی کرنے سے سخت مخالفت فرمائی ہے پس انکی کیا وجہ ہے یہی وجہ ہے ہماری قطع تعلق کی مگر باینہمہ ہمکو بار بار نصیحت دیگئی ہے تم سب سے ہمدردانہ سلوک کرو اور دنیاوی امور میں انہیں اپنے بھائی سمجھو احسان کرو اور انکا ہرگز برا نہ چاہو بلکہ علی الخیر کرتے رہو مگر امور دینی اپنی عبادت میں شریک کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ایسی محبت بھی نہیں چاہیئے جیسی کہ مومنوں کی آپس میں ہونی لازم ہے کیونکہ مخالفین راہ راست پر قائم نہیں بلکہ انہوں نے افراط و تفریط کی راہ اختیار کی۔ اسی لیئے یہودی و نصاری کہلائے مسلمانوں میں بھی ان دو اوصاف کے فرقے پیدا ہونگے پہلے سے پیشگوئی کر دیگئی تھی ایک تو وہ جو دیرینہ موضوع ضعیف روایات کو کلام الہی پر ترجیح دینے والے اور مامور ان الہی سے عناد رکھنے والے ہیں دوسرے وہ جو تفریط کا پہلو اختیار کیئے ہوئے ہیں۔ دونو ہلاک ہونیوالے ہیں اور ہلاک ہونیوالوں کے ساتھی بھی ہلاک ہوئے بلکہ مامور الہی کو دکھ پہنچا کر تو خدا کے غضب میں آگئے جسکا ثبوت آنے والے عذابوں سے بھی مل رہا ہے پس ان سے تعلق اس آیت کے خلاف ہے یایھا الذین اٰمنوا لا تتولوا قوما غضب اللّٰہ علیہم الممتحنہ ۲۸ (اے ایمان والو ایسی قوم کو جن پر اللہ کا غضب ہوا دوست نہ بناؤ) پھر فرمایا یایھا الذین اٰمنوا لا تتخذوا الیہود والنصٰری اولیاء بعضھم اولیاء بعض ومن یتولھم منکم فانہ منھم المائدہ ۹ (اے ایمان والو یہود و نصاری کو دوست نہ بناؤ جو ایکدوسرے کے تمہارے خلاف دوست ہیں جو تم میں سے انکے ساتھ محبت کرے وہ انہی میں سے ہے کیونکہ یہ ظالم ہیں ظالم کون ہیں جو صدق (مامور و رسول صادق و آیۃ اللہ) کا انکار کریں۔ پھر اخیر میں میرا یہ سوال ہے کہ رشتہ ناطے اور حقہ پانی بند کرنے اور ملنا ملانا چھوڑ دینے کی ابتدا کس نے کی ہے کیا انہی مخالفین کی طرح سے یہ فتاوی شائع نہ ہوئے کہ رشتے توڑ دو۔ بلکہ بعض نے تو یہانتک غلو کیا۔ کہ نکاح ٹوٹ جانے کا فتوے دیدیا پھر احمدیوں کو اپنے کنوئیں سے پانی بھرنے سے روک دیا ملنا ملانا اور سوشل تعلقات سے بھی جواب دیدیا بلکہ اپنے کینوں کو کہا کہ انکے کام کروگے تو ہماری طرف سے جواب ہے معاملات کی یہ صورت دیکھکر احمدی اس آیت پر عمل کرتے ہیں ام ابرموا امرا فانا مبرمون الزخرف ۲۵ (کیا انہوں نے قطع تعلق کا فیصلہ کیا ہے تو ہم بھی ایسا ہی کرنے والے ہیں)

اس آیت پر شاہ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کا حاشیہ دیکھیئے کافروں نے مشورہ کیا کہ تمہارے تفاضل سے اس نبی کی بات بڑھی

اب سے جو اس دین میں آوے اور اسکے ماننے والے، کو مار مار کر الٹا پھیر دو اور جو شہر میں ہی آوے اسکو پہلے سنا دو کہ اس شخص کے پاس نہ بیٹھے سو اسنے ٹھہرایا انکا خراب کرنا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اس زمانے میں بھی مخالفین نے نبی کریم صلعم اور آپکے متبعین سے یہی سلوک کیا تھا۔ جواب اس جماعت اور اسکے امام سے ہو رہا ہے پھر ہم کو بدی کا بدلہ بدی دینے کا حکم نہیں بلکہ فرمایا انکے ساتھ نرمی سے پیش آؤ ماریں کھاؤ صبر کرو اگر کوئی حق چھینتا ہے تو صبر کرو یا باقاعدہ طور سے حکومت کے آگے فریاد کرو۔ دست درازی کر کے ملزم نہ بنو بلکہ ان سے برائی کے بدلے بھلائی کرو اور اس طرح خوش خلقی کے ذریعے انکے مدائن قلوب فتح کر لو باقی رہا یہ کہ پھر سلام علیکم کہنا بند کرنیکا کیوں حکم دیا واضح ہو کہ ایسا کوئی حکم نہیں ہاں تہدیداً بعض مکفر معاندین سے سلام بند کرنیکے لئے فرمایا اور اسلام میں تو بعض اوقات مومنین سے بھی سلام بند کرنا ثابت ہے جیسے کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے جو سلام وغیرہ بند کر دیا گیا تھا صرف اسلئے کہ جنگ تبوک سے پیچھے رہ گئے تھے باوجود اسکے کہ وہ برابر نمازوں میں حاضر ہوتے اور اللہ و رسول پر کامل ایمان رکھتے تھے مگر پھر بھی ابو قتادہ چچا زاد بھائی انکی نہیں بولے نہ جواب سلام دیا۔ چنانچہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں فسلمت علیہ فواللّٰہ ما ردّ علی السلام (یعنے سلام دیا مگر اسکا جواب نہ دیا) فقلت یا ابا قتادۃ انشدک باللّٰہ ہل تعلم انی احب اللّٰہ و رسولہ قال فسکت فعدت انشدتہ فسکت (یعنے کہا اے ابو قتادہ تجھے اللہ کا واسطہ کیا تو نہیں جانتا میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت رکھتا ہوں وہ چپ رہا پھر کہا پھر بھی چپ رہا) دیکھئے رسول اللہ صلعم کا ساتھ نہ دینے سے وہ بھی صرف ایکدفعہ یہ سزا تھی تو پھر اسکا کیا حال جو بہت سی آیتوں اور کئی حدیثوں کی پروا نہ کرتا ہوا بڑی بیباکی سے خدا کے مرسل کا نہ صرف انکار کرے بلکہ اسے معاذ اللہ دجال واجب القتل کہے۔ پس ہماری طرف سے جو کچھ ہوتا ہے وہ اتباع احکام رسالتمآب میں ہوتا ہے ہماری دوستی ہماری دشمنی محض للہ و رسولہ ہے یہ دس مشہور اعتراضوں کے جواب ہیں اسکے علاوہ ممکن ہے اور بھی کوئی اہم اعتراض ہو مگر سیدنا حضرت مسیح ابھی طرح تسلی کر دی اور سب اوہام کو بفضلہ وبحولہ دور کیا۔

مسیح موعود کا مذہب

اب میں آپکا مذہب (اگرچہ ابتک جو کچھ لکھا گیا ہے وہ آپ ہی کا مذہب تھا) آپ ہی کے الفاظ میں مجملی طور سے بتاتا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو اور یہ تحقیق کرنیکا موقعہ ملے کہ انمیں بری بات کونسی ہے مفصلہ ذیل نظم اس مطلب کے لئے کافی ہوگی۔ ے

(۱) ما مسلمانیم از فضلِ خُدا ❊ مصطفےٰ ما را امام و پیشوا

(۲) اندریں دیں آمدہ از مادریم ❊ ہم بریں از دارِ دنیا بگذریم

(۳) آں کتابِ حق کہ قرآں نامِ اوست ❊ بادۂ عرفانِ ما از جامِ اوست

(۴) آں رسولے کش محمد ہست نام ❊ دامنِ پاکش بدستِ ما مدام

(۵) مہرِ او با شیر شد اندر بدن ❊ جان شد و با جاں بدر خواہد شدن

(۶) ہست او خیر الرسل خیر الانام ❊ ہر نبوت را برو شد اختتام

(۷) ما از و نوشیم ہر آبے کہ ہست ۞ زو شدہ سیراب سیرابے کہ ہست
(۸) آنچہ ما را وحی و ایمائے بود ۞ آں نہ از خود از ہماں جائے بود
(۹) ما از و یابیم ہر نور و کمال ۞ وصل دلدار ازل بے او محال
(۱۰) اقتدائے قول او در جان است ۞ ہر چہ زو ثابت شود ایمان است
(۱۱) از ملائک از خبرہائے معاد ۞ ہر چہ گفت آں مرسل رب العباد
(۱۲) آں ہمہ از حضرت احدیت است ۞ منکر آں مستحق لعنت است
(۱۳) معجزات او ہمہ حق اند در است ۞ منکر آں مورد لعن خدا است
(۱۴) معجزات انبیاء سابقیں ۞ آنچہ در قرآں بیانش بالیقیں
(۱۵) بر ہمہ از جان و دل ایمان ما است ۞ ہر کہ انکارے کند از اشقیا است
(۱۶) یکسر مو دوری از آں روشن جناب ۞ نزد ما کفر است خسران و تباب

کیا ان عقیدوں والا شخص گمراہ یا کافر ہو سکتا ہے خدارا انصاف سے پھر دیکھو ازالہ اوہام میں آپ فرماتے ہیں۔ ز عشاق قرآن و پیغمبریم ۞ بدیں آمدیم و بدیں بگذریم ہم پختہ یقین کیساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع و حدود و احکام و اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا اور نہ کم ہو سکتا اور اب کوئی ایسی وحی یا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا کہ جو احکام فرقانی کی ترمیم و تنسیخ یا کسی ایک حکم کا تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا خیال کرے تو ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج و ملحد و کافر ہے (۲) ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی کریم کے ہرگز انسان حاصل نہیں کر سکتا (۳) ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلی اور طفیلی طور پر۔

پھر آپکی تعلیم کشتی نوح میں دیکھیے بعض فقرات ملاحظہ ہوں۔ نوع انسان کے لیے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لیے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال کے نبی کے ساتھ رکھو اور اسکے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان پر تم نجات یافتہ لکھے جاؤ اور یاد رکھو کہ نجات یافتہ کون ہے وہ جو یقین رکھتا ہے جو خدا سچ ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں اور تمام مخلوق میں درمیانی شفیع ہیں اور آسمان کے نیچے نہ اسکے ہم مرتبہ کوئی اور رسول ہے اور نہ قرآن کے ہم مرتبہ کوئی اور کتاب ہے اور کسی کے لیے خدا نے نہ چاہا کہ وہ ہمیشہ زندہ رہے مگر یہ برگزیدہ نبی ہمیشہ کے لیے زندہ ہے (۳) اب اسکے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جس پر بروزی طور سے محمدیت کی چادر پہنائی گئی کیونکہ خادم اپنے مخدوم سے جدا نہیں اور نہ شاخ اپنی بیخ سے جدا ہے (۴) اپنی پنجوقتہ نمازوں کو ایسے خوف اور حضور سے ادا کرو کہ گویا تم خدا تعالےٰ کو دیکھتے ہو اور اپنے روزوں کو خدا کے لیے صدق کے ساتھ پورے کرو ہر ایک جو زکوٰۃ کے لائق ہے وہ زکوٰۃ دے اور جس پر حج فرض ہو چکا اور کوئی مانع نہیں وہ حج کرے نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو یقیناً یاد رکھو کہ کوئی عمل خدا تک نہیں پہنچ سکتا جو تقوے سے خالی ہے (۵) خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آئے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جسکے بعد وہ تمہیں زندہ کریگا (۶) تم سچے دل اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست ہو

تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اسکے ہو جاؤ
تا وہ بھی تمہارا ہو جائے (۷) اسکے بندوں پر رحم کرو اور انپر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے
رہو اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ
(۸) بڑے ہو کر چھوٹوں پر رحم کرو نہ انکی تحقیر اور عالم ہو کر نادانوں کو نصیحت کرو نہ خودنمائی سے انکی تذلیل اور امیر ہو کر غریبوں کی خدمت کرو نہ خود
پسندی سے انپر تکبر۔ ہلاکت کی راہوں سے ڈرو۔ خدا سے ڈرتے رہو تقویٰ اختیار کرو۔ مخلوق کی پرستش نہ کرو اور اپنے مولیٰ کی طرف منقطع ہو جاؤ اور دنیا
سے دل برداشتہ رہو ۔۔ ۔۔ ۔۔ چاہیئے کہ ہر صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے
کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا۔ دنیا کی لعنتوں سے مت ڈرو کہ وہ دھوئیں کی طرح دیکھتے دیکھتے غائب ہو جاتی ہیں اور وہ دن کو رات نہیں کر سکتیں
بلکہ تم خدا کی لعنت سے ڈرو جو آسمان سے نازل ہوتی اور جس پر پڑتی ہے اسکی دونوں جہانوں میں بیخکنی کر جاتی ہے۔ تم ریاکاری کے ساتھ اپنے
تئیں بچا نہیں سکتے کیونکہ وہ خدا جو تمہارا خدا ہے اسکی انسان کے پاتال تک نظر ہے (۱۰) تم آپس میں جلد صلح کرلو اور اپنے بھائیوں کے
گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان جو کہ اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں وہ کاٹا جائیگا کیونکہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ باہم ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر
جھوٹے کی طرح تذلل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کے لئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان
داخل نہیں ہو سکتا (۱۱) تم ماریں کھاؤ اور خوش ہو اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت
ہو سو وہ عمل نیک دکھاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجہ پر ہو (۱۲) یہ مت خیال کرو کہ ہمنے ظاہری طور پر بیعت کر لی ہے۔ ظاہر کچھ چیز نہیں۔ خدا
تمہارے دلوں کو دیکھتا ہے اور اسی کے موافق تم سے معاملہ کریگا۔ گناہ ایک زہر ہے اسکو مت کھاؤ۔ خدا کی نافرمانی ایک گندی موت ہے
اس سے بچو۔ دعا کرو تا تمہیں طاقت ملے۔ جو شخص دعا کے وقت خدا کو ہر ایک بات پر قادر نہیں سمجھتا بجز وعدہ کی مستثنیات کے وہ میری
جماعت میں سے نہیں۔ جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں

جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا۔ . . . . " " " "

جو شخص پورے طور پر ہر ایک بدی سے اور ہر ایک بدعملی سے یعنے شراب سے قماربازی سے بدنظری سے اور خیانت سے رشوت سے اور ہر ایک ناجائز تصرف سے توبہ نہیں کرتا — وہ میری جماعت سے نہیں

جو شخص پنجگانہ نماز کا التزام نہیں کرتا . . . . " " " " "

جو شخص دعا میں لگا نہیں رہتا اور انکسار سے خدا کو یاد نہیں کرتا . . . . " " " " "

جو شخص بدرفیق کو نہیں چھوڑتا جو اسپر بد اثر ڈالتا ہے . . . . " " " " "

جو شخص اپنی ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں " " " " "
انکی بات کو نہیں مانتا اور انکی تعہد خدمت سے لاپرواہ ہے۔ " " " "

جو شخص اپنی اہلیہ اور اسکے اقارب سے نرمی اور احسان کے ساتھ معاشرت نہیں کرتا " " " "

جو شخص اپنی ہمسایہ کو ادنے ادنے خیر سے بھی محروم رکھتا ہے . . . . وہ میری جماعت میں سے نہیں
جو شخص نہیں چاہتا کہ اپنے قصوروار کا گناہ نہ بخشے اور کینہ پرور آدمی ہے . . . . " " "
جو شخص اس عہد کو جو اس نے بیعت کے وقت کیا تھا کسی پہلو سے توڑتا ہے۔ . . . . " " "
جو شخص مخالفوں کی جماعت میں بیٹھتا اور ہاں میں ہاں ملاتا ہے ۔ . . . . " " "

ہر ایک زانی فاسق ۔شرابی ۔خونی ۔چور ۔قمار باز ۔خائن ۔مرتشی ۔غاصب ۔ظالم ۔دروغگو ۔جعلساز اور انکا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا ۔جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا ۔ وہ میری جماعت سے نہیں

کیا اسنے بنی اسرائیل کا ملک اور بنی اسرائیل کا بیت مقدس تمہیں عطا نہیں کیا ۔جو آجتک تمہارے قبضہ میں ہے پس اے سست اعتقاد اور کمزور ہمتو! کیا تمہیں یہ خیال ہے کہ تمہارے خدا نے جسمانی طور پر تو بنی اسرائیل کے تمام املاک کا تمہیں قائمقام کر دیا مگر روحانی طور پر تمہیں قائمقام نہ کر سکا ۔بلکہ خدا کا تمہاری نسبت ان سے زیادہ فیض رسانی کا ارادہ ہے خدا نے انکے روحانی جسمانی متاع و مال کا تمہیں وارث بنایا مگر تمہارا وارث کوئی دوسرا نہ ہوگا جب تک کہ قیامت آجائے خدا نے تمہیں نعمت وحی الہام اور مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ سے ہرگز محروم نہ رکھیگا

اب اسکے بعد وہ شرائط لکھے جاتے ہیں جن پر بیعت ہوتی ہے تاکہ آپ کو معلوم ہو کہ حضرت مسیح موعود جس امر پر بیعت کرتے ہیں وہ کسقدر اہم اور نیکی اور تقویٰ کی روح پیدا کرنے والا ہے۔

(۱) بیعت کنندہ سچے دل سے عہد اس بات کا کرے کہ آئندہ اسوقت تک کہ قبر میں داخل ہو جائے شرک سے مجتنب رہیگا۔

(۲) جھوٹ اور زنا اور بدنظری اور فسق و فجور ظلم و خیانت اور فساد و بغاوت کے طریقوں سے بچتا رہیگا۔ اور نفسانی جوشوں کیوقت انکا مغلوب نہ ہوگا اگرچہ کیسا ہی جذبہ پیش آوے۔

(۳) بلاناغہ پنجوقت نماز موافق حکم خدا اور رسول کے ادا کرتا رہیگا اور حتی الوسع نماز تہجد کے پڑھنے اور اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے اور ہر روز اپنے گناہوں کی معافی مانگنے اور استغفار کرنے میں مداومت اختیار کریگا اور دلی محبت سے اللہ تعالیٰ کے احسانوں کو یاد کرکے اسکی حمد اور تعریف کو ہر روز اپنا ورد بنائیگا۔

(۴) یہ کہ عام خلق اللہ عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً اپنے نفسانی جوشوں سے کسی نوع کی ناجائز تکلیف نہیں دیگا نہ زبان سے نہ ہاتھ سے نہ کسی اور طرح سے۔

(۵) ہر حال رنج و راحت عسر و یسر اور نعمت و بلا میں اللہ کے ساتھ وفاداری کریگا اور بہر حالت راضی بقضا ہوگا اور ہر ایک ذلت اور دکھ کے قبول کرنے کے لئے اسکی راہ میں تیار رہیگا اور کسی مصیبت کے وارد ہونے پر اس سے منہ نہیں پھیریگا بلکہ قدم آگے بڑھائیگا

(۶) اتباع رسم اور متابعت ہوا و ہوس سے باز آجائیگا اور قرآن شریف کی حکومت کو بکلی اپنے اوپر قبول کریگا اور قال اللہ اور قال الرسول کو اپنے ہر ایک راہ میں دستور العمل قرار دیگا۔

(۷) تکبر اور نخوت کو بکلی چھوڑ دیگا اور فروتنی اور عاجزی اور خوش خلقی اور حلیمی اور مسکینی سے زندگی بسر کریگا۔

(۸) دین اور دین کی عزت اور ہمدردی اسلام کو اپنی جان اور اپنے مال اور اپنی عزت اور اپنی اولاد اور اپنے ہر ایک عزیز سے زیادہ تر عزیز سمجھے گا۔

(۹) عام خلق اللہ کی ہمدردی میں محض للہ مشغول رہیگا اور جہاں تک بس چل سکتا ہے اپنی خداداد طاقتوں اور نعمتوں سے بنی نوع کو فائدہ پہنچائیگا۔

(۱۰) اس عاجز کے ساتھ عقد اخوت محض للہ باقرار طاعت در معروف باندھ کر اس پر تا وقت مرگ قائم رہیگا اور اس عقد اخوۃ میں ایسا اعلیٰ درجہ کا ہوگا۔ اسکی نظیر دنیوی رشتوں اور رناطوں اور تمام خادمانہ حالتوں میں نہ پائی جاتی ہو۔

انکار کیوں کرتے ہو

اب اے منصف مزاج خدا کے لئے تو آپ کی تعلیم اور بیعت کی شرائط کو دیکھکر کہیئیں بری بات کونسی ہے پس تم لوگونکا انکار کس سبب سے ہے دیکھو ہمارے امام ہمام فرماتے ہیں:۔

انکا یہ وہم بھی غلط ہے کہ قبول کرنے کی حالت میں نقصان دین کا اندیشہ ہے میں نہیں سمجھ سکتا کہ وہ نقصان دین میں کس وجہ سے ہو سکتا ہے نقصان تو اس صورت میں ہوتا کہ اگر یہ عاجز برخلاف تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کے لئے انہیں مجبور کرتا۔ مثلاً کسی حلال چیز کو حرام اور حرام کو حلال بتاتا یا ان ایمانی عقائد میں جو نجات کے لئے ضروری ہیں کچھ فرق ڈالتا۔ یا یہ کہ صوم و صلوٰۃ و حج و زکوٰۃ وغیرہ اعمال شرعیہ میں کچھ بڑھاتا یا گھٹا دیتا۔ مثلاً پانچ وقت میں نماز کی جگہ دو جیسے کے روزے فرض کر دیتا * * * لیکن جس حالت میں یہ عاجز بار بار یہی کہتا ہے کہ اے بھائیو! میں کوئی نیا دین یا نئی تعلیم لیکر نہیں آیا بلکہ میں بھی تم میں سے اور تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن شریف کوئی اور دوسری کتاب نہیں جس پر عمل کریں یا عمل کرنے کے لئے دوسروں کو ہدایت دیں اور بجز جناب ختم المرسلین محمد عربی صلعم کے اور کوئی ہمارے لئے ہادی و مقتدا نہیں جس کی پیروی ہم کریں یا دوسروں سے کرانا چاہیں۔ تو پھر ایک متدین مسلمان کے لئے میرے اس دعوے پر ایمان لانا جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے کونسے فتنے اندیشہ کی جگہ ہے بفرض محال اگر میرا یہ کشف اور الہام غلط ہے جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اسکے سمجھنے میں میں نے دھوکہ کھایا ہے تو ماننے والے کا اس میں حرج ہی کیا ہے کیا اس نے کوئی ایسی بات مان لی جس کی وجہ سے اسکے دین میں کوئی رخنہ پیدا ہو سکتا ہے۔

حضور علیہ السلام کا یہ ارشاد ان آیات سے مطابق ہے (۱) قل ان افتریتہ فعلی اجرامی سورۃ ہود ۱۲ (اگر میں نے اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو اسکا وبال مجھ پر ہی ہے (۲) وان یک کاذباً فعلیہ کذبہ المؤمن ۲۴ (اگر جھوٹا ہو تو جھوٹ کا وبال بھی اسی پر ہے) پس ماننے والوں کو اس میں کچھ خسارہ نہیں آدم سے لیکر تا ایندم منکرین کا ٹولہ ہی خسارہ پانے والا ہے کبھی سنا کہ ماننے والوں کا انجام برا ہوا۔ اسکے بعد میں اس اعتراض کا جواب دیتا ہوں کہ مسیح موعود کے تعلق سے کیا فائدہ احمدیو! تم نے حاصل کیا ہے اور جب دین کامل ہو چکا تو اسکی ضرورت ہی کیا تھی ؟

پہلے ضرورت ہی کیا تھی اسکا جواب سنو! کیونکہ یہ کلمہ اکثر مسلمانوں کے منہ سے نکلتا ہے کہ ہمیں مرزا کی کیا ضرورت ہے وہ اصل میں نبی کریم صلعم کی پیشگوئی کی وقعت کو کم کرتے ہیں اور اسکے فرمان کو گویا لغو قرار دیتے ہیں اے حضرات سنئے! اگر نبی اکرم کے بعد کسی کی ضرورت

نہ تھی تو کیوں (۱) فرمایا کہ ہر صدی پر ایک مجدد آیا کریگا پھر کیوں تاکید آفرمایا کہ خلیفۃ المہدی آئیگا تم اسکی بیعت کرنا کیوں ارشاد کیا (۳) ابن مریم مسیح موعود اتریگا اسوقت تمہارا کیا حال ہوگا کیا ضرورت نہیں تھی تو یونہی کہدیا تھا - بولو! پھر موعود کی بشارت کیوں دی تم کہتے ہو کہ ہمارا دین کامل ہے ہمیں کسی کی کیا ضرورت؟ ضرورت نہیں تو پھر مجدد مائۃ - مہدی اور مسیح کی پیشگوئی کیوں قرآن و احادیث میں ہے (۴) اسکے بعد میرا سوال یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کے خلیفہ ہونے کی کیا ضرورت بنی تھی؟ اور خدا نے لیستخلفنھم فی الارض اکامل مومنین عمل صالح کرنے والوں کو خلیفہ بنائیگا کیوں نازل کیا؟ اگر ظاہری ملک کے انتظام کے لئے خلیفہ کی ضرورت ہے تو روحانی سلطنت کے لئے بھی خلیفہ کی ضرورت لابدی ہے کیونکہ جب ظاہری کام سوا خلیفہ کے نہیں چل سکتا تو باطنی کا چلنا بھی محال ہے (۵) پھر کہتے ہیں ہمیں قرآن شریف کافی ہے اگر قرآن مجید ہی کافی تھا - تو رسول کریم صلعم کی کیا ضرورت تھی پس جس مطلب کے لئے انکی ضرورت تھی (یعنی کہ قرآنی تعلیم کا نمونہ بنکر لوگوں کو دین سکھائیں اور انکا قوت قدسی کے ذریعہ تزکیہ کریں) اسی کے لئے ہر زمانے میں ظل رسول کی ضرورت ہے (۶) پھر کہتے ہو احادیث ہی کافی ہیں اگر یہی کافی تھیں تو پھر چار اماموں کی کیا ضرورت بنی تھی؟ اصل بات یہ ہے کہ خود تمہارا طرز عمل اسکے خلاف ہے تم میں ہر ایک مسجد کے ملاں کا محتاج ہے اور اسے تم تھوڑی سی ضرورت کے لئے امام کہتے ہو پھر کوئی پیر بھی بناتے ہو پھر یہ حقیقی فطرتی تڑپ ہے ایک ایسے وجود کے لئے جو آیات اللہ پڑھکر سنانے والا دین سکھلانے والا تزکیہ یعنی دلوں کو پاک کرنیوالا ہو اور پھر اس منصب کے لائق ہونے کے لئے خود خدا تعالی کی گواہی اسپر موجود ہو کہ واقعی یہ میرا بندہ یہ صفتیں لئے ہوئے ہے اسپر کہتے ہیں کہ مولوی عالم اور پیر صوفی جو ہیں بیشک ہیں (۷) مگر خود انکا مصلح بھی تو کوئی ہونا چاہیئے کیا تم لوگوں کا اپنا اقرار نہیں کہ حقیقی تقوے کی روح انسے نکل چکی ہے اور انکے جو اعمال ہیں وہ خود تمہارے سامنے ہیں پھر اگر یہ لوگ دین اسلام کی اصلاح کے لئے کافی ہیں تو فساد کیوں پڑا؟ اور کیوں دین اسلام کی حالت کمزور اور ناگفتہ بہ ہوئی اور غیر مذاہب کا غلبہ ہو گیا بیشک کئی انجمنیں بنیں کئی مجلسیں قائم ہوئیں مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ خدا تعالی کی سنت مفسدات زمانہ کے دور کرنیکے لئے کیا ہے؟ کسی مرسل یا آسمانی روح کے بھیجنے سے یا کمیٹی قائم کرنے سے بلا شک دیرینہ پہلے طریقے سے کام لیا جاتا ہے کیونکہ اس مجلس کے ممبر تو آخر کار انہی افراد سے ہیں جنکے فساد کی وجہ سے مامور من اللہ مبعوث ہوا -

تعجب ہے کہ یہ لوگ قانون قدرت کا انکار کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ آگ نہیں جلتی جب تک کہ لکڑی اور دیا سلائی نہ ہو اولاد نہیں ہوتی جب تک کہ ماں باپ کی مقاربت نہ ہو شاخ پھل نہیں دیتی جب تک کہ درخت کی جڑھ سے اسکا تعلق نہ ہو تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ ایک شخص علیحدہ رہکر ان فیوضات کو پالے جو ایک صادق کی صحبت سے مخصوص ہیں میں پوچھتا ہوں اگر مسیح موعود نہ آتا تو تم دوسرے مذاہب سے کیا خارق امر اپنے مذاہب کی صداقت میں پیش کر سکتے - یہ سوال کہ

ہمنے مسیح موعود کے تعلق سے کیا پایا

سب سے (۱) سب سے اول تو یہ کہ خدا پر ایمان پایا منہ سے اٰمنت باللہ تو سب کہتے ہیں مگر وہ حقیقی یقین سوائے وحی و مکالمہ الہی یا صاحب وحی و الہام سے تعلق پیدا کرنے کے سوا نہیں حاصل ہو سکتا کیونکہ عقل کے ذریعہ تو صرف اتنا ہی کہہ سکتے ہیں کہ "ہونا چاہیئے" اور یہ ظاہر ہے کہ "ہونا چاہیئے" اور "ہے" میں بڑا فرق ہے یا تقلیدی طور پر ایمان ہوگا کہ باپ دادا خدا کو مانتے چلے آئے ہیں مگر ایسے ایمان میں جو قصور ہے وہ اسی سے ظاہر ہے کہ باوجود اٰمنت باللہ کہنے کے گناہ کرتے ہیں - حالانکہ اللہ کی ہستی پر یقین ہو تو گناہ ہو ہی نہیں سکتا - کیونکہ جب ایک دانا لڑکے کے سامنے گناہ کرتے دل ہچکچاتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ خدا پر ایمان ہو -

اور پھر گناہ بھی ہو۔ لاریب ایمان میں قصور ہے اور یہ اسلئے کہ اصل میں اسکی ہستی پر یقین نہیں اور جو کہتے ہیں کہ "خدا ہے" تو یہ صرف رسمی طور سے یا تقلیدی طرز پر اور فی زمانا تو سائینس کا ایسا زور ہے کہ خدا کی ہستی کا ثبوت معمولی دلیلوں سے سخت مشکل ہو گیا تم کہو کہ خدا یاد دلاتا ہے اور پر ساتا ہے تو وہ کہتے ہیں یہ تو ہم بھی کر سکتے ہیں ایسے ہی اور دلیلوں کا حال ہے غرضیکہ اس زمانے میں صرف یہی دلیلیں قائم آ سکتی ہیں کہ قبل از وقت بعض واقعات کی اطلاع دیکر تحدی سے کہا جائے کہ اس اعلیٰ ہستی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ یہ کام یوں ہوگا پس تم بیشک اسکے خلاف اپنا زور لگالو اسی طرح ہوگا جیسا کہ میرے مولیٰ کریم نے مجھے اطلاع دی جب کام انکی امیدوں کے خلاف انکی کوششوں کے خلاف ظاہر ہوگا تو خود بخود ایک اعلیٰ ہستی کا اقرار کرلینگے اور یہ صرف ہمارے امام ہی سے خاص ہے جس نے ہزارہا پیشگوئیاں کیں اور اپنے وقت پر باوجود مخالفانہ کوششوں کے پوری ہوئیں۔

ابھی تھوڑے دنوں کا ذکر ہے کہ خوفناک زلزلے نے جس کی خبر ۲۵ برس پیشتر سے دے رکھی تھی سب دہریوں کے دل ہلا دیئے اور وہ پکار اٹھے کہ خدا ہے اور یہ واقعہ خدا کی ہستی پر دلیل ٹھہرا بعینہ اس طرح جیسے کہ یوسف کے بھائی یوسف کو حقیر سمجھکر کنوئیں میں پھینکتے ہیں اس وقت بزبان وحی سنایا جاتا ہے وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ یوسف ۱۳ (کہ تو انکے کرتوت سے اطلاع دیگا بحالیکہ انکو انکا خواب و خیال بھی نہ ہوگا) پھر اسکے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ واقعات و حالات کی ایچا پیچی کے بعد یوسف حاکم مصر ہوتے ہیں اور وہی بھائی غلامانہ طور سے حاضر ہوتے ہیں پھر دیکھو ہمارے سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ ایک یتیم لڑکے ہیں امی ہیں کوئی حامی نہیں مگر بڑے پر زور الفاظ میں سناتے ہیں۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ قمر ۲۷ (یہ سب گروہ شکست یاب ہو کر پیٹھ پھیر جائینگے اور فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى طٰہٰ ۶ (تم جلدی جان لوگے کہ راہ راست پر کون ہے اور کون ہدایت یافتہ ہے) آخر واقعات نے جتا دیا کہ محمد رسول اللہ صلعم اس خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی ہیں جو انکی نظروں سے چھپا ہوا تھا! ایسا ہی ایک چھوٹے سے گاؤں سے ۲۵ برس پیشتر ہمیں آواز آتی ہے۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسکو قبول نہ کیا لیکن خدا زور آور حملوں سے اسکی سچائی ظاہر کر دیگا آخر حملے طاعون خوفناک زلزلہ اور آنے والے عذاب کی صورت میں ظاہر ہوئے اور خدا پر ہمارا ایمان ان باتوں نے کامل کر دیا اور ہم تو خدا کی ہستی بڑی صفائی سے محسوس کر رہے ہیں کیونکہ ہر روز ایک نشان ظاہر ہوتا ہے جو اسکی ہستی پر دلیل ٹھہرتا ہے پس پہلا فائدہ تو یہ ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ہم خدا کی بعض صفتوں کے اصل میں منکر ہو چکے تھے مثلاً اسکا متکلم ہونا کہ اب سوا احمدیوں کے مسلمانوں کے تمام فرقے ان سے انکار کئے بیٹھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدا متکلم تھا مگر اگلے زمانے میں رسول اللہ صلعم کے بعد وحی و الہام و مکالمہ کا دروازہ بند ہو گیا۔ اور یہ قول اصل میں ایسا ہی ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ خدا نے ابتدائے زمانہ میں کلام کیا وید اتارے مگر پھر ہمیشہ کے لئے ساکت ہو گیا اور سلسلہ بند کر دیا پھر یہودی اٹھے اور کہنے لگے کہ توراۃ تک ہی کلام کرتا رہا پھر اسکے بعد یہ دروازہ بند ہو گیا اسکے بعد عیسائی بھی کہنے لگے کہ بس انجیل تک ہی صفت تکلم تھی اسکے بعد کچھ ضرورت نہ رہی اب مسلمان کہتے ہیں کہ قرآن شریف تک ہی یہ سلسلہ تھا مگر ان لوگوں کو کیا معلوم کہ عارفین تو بغیر کلام الہی ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتے یہ انکے روح کی غذا ہے پھر واقعات اسکی

تردید کررہے ہیں وہ حدیث مشہور ہے جس میں مرقوم ہے کہ آپ نے ممبر پر کھڑے ہوئے یا ساریۃ الجبل فرمایا کہ اے ساریہ پہاڑ کو پس پشت لے یہ آپکا سپہ سالار تھا جس کو آپنے بموقعہ کھڑے ہوئے دیکھا اور پکارا۔

پھر حضرت علی کی کئی پیشگوئیاں ازروئے الہام ہیں جو بعض اصحاب نے ہزار سے زیادہ تک جمع کی ہیں ازانجملہ ایک یہ کہ اے اہل بصرہ تمہارے شہر کو دیکھتا ہوں کہ سیلاب میں غرق ہے اور مسجدیں ہے جیسے طوفان میں مرغابی کا سینہ پیشگوئی دو دفعہ پوری ہوئی خلیفہ قادر باللہ عباسی کے عہد میں چوتھی صدی کے قریب اور خلیفہ قائم باللہ پانچویں صدی میں ایسا ہی کوفہ کی تباہی کی پیشگوئی پھر ہلاکو خان کے ہاتھ سے بغداد کی تباہی۔

پھر انکے بعد حضور علیہ السلام کے مریدوں میں سے کئی کو الہام ہوتا ہے مخالفین بھی اپنے الہام بیان کرتے ہیں پس اس وحی کا انکار کہ اب بند ہو چکی خدا کی صفت تکلم کا انکار ہے اس سے ہم کو بچایا۔

تیسرا فائدہ یہ ہے کہ ہم زبان سے تو کہتے تھے کہ خدا کی صفات میں کوئی شریک نہیں مگر اسکے ساتھ ہی یہ بھی مانتے کہ عیسےٰ بن مریم اپنی بشری فطرت کے خلاف دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر موجود ہے کھانا کھانیکا محتاج نہیں نہ گھٹتا ہے نہ بڑھتا۔ مردوں کو زندہ کرتا تھا آپنے فرمایا کہ یہ خدا ہی سے خاص ہیں۔ اور ایسا کہنا ایک کفر ہے پس ہم نے اس عقیدہ سے رجوع کیا اور اصل حقیقت سمجھی۔

چوتھا فائدہ۔ ملائکہ کے وجود کی حقیقت کو سمجھا۔ نزول ملائکہ۔ وحی و الہام کی کیفیت شنید سے دید میں آئی اور پہلے ایمان صرف سماع و تقلید پر موقوف تھا مگر اب عینی مشاہدہ سے لذیذ ایمان حاصل ہوا اسکی تفصیل ایسی سمجھ میں آئی کہ اسکا سرور ابتک میرے وجدان میں باقی ہے آپ کی برکت سے مریدوں پر بھی نزول ملائکہ ہوا اور ایمان بالملائکہ حق الیقین کے درجہ کو پہنچا۔

پانچواں فائدہ۔ منہ سے تو کہتے کہ نبی اکرم صلعم کل انبیاء عظام علیہم السلام سے افضل ہیں مگر ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی تھا کہ آپ زیر خاک مدفون اور وفات یافتہ ہیں مگر حضرت موسیٰ کا ایک خلیفہ دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر موجود ہے آپ صلعم سے تو چند کفار مسلمان ہوئے مگر وہ آکر کل جہان کو ایک دین پر جمع کر دیگا آپ کی شریعت کے کئی احکام منسوخ کر دیگا مثلاً جزیہ۔ نبی کریم کو تو کفار نے ایذائیں دیں مکہ سے خارج کرنے میں پہلے کامیاب ہو گئے بعض پیشگوئیوں میں بھی فتحیاب ہوئے مگر عیسےٰ علیہ السلام کی قوت کا یہ حال ہے کہ "دجال" ایک ایسا خوفناک وجود جس سے خدائی کے افعال (مثلاً مینہ برسانا۔ مردوں کو زندہ کرنا وغیر ذلک) ظاہر ہونگے اور جس کے فتنہ سے سبھی انبیاء ڈراتے آئینگے دیکھتے ہی پگھل جائیگا۔ غرض ایسے فاسد عقیدے تھے جن سے بحمد اللہ نجات ہوئی اور ہمارا یقین کامل ہوا کہ دنیا میں اگر کوئی زندہ نبی ہے تو وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کا ادنیٰ ثبوت یہ ہے کہ اسکے نور سے منور ہو کر کئی وجود آتے رہتے ہیں جو دنیا پر اتمام حجت کرتے ہیں۔ چنانچہ اس زمانے میں بھی وہ آچکا ہے جو انکی محبت میں فنا ہو کر وہی ہوگیا۔ یہ آپکے اتباع کے برکات کا ادنیٰ فیض ہے اس طرح سے نبی صلعم کی عزت و عظمت ہمارے دلوں میں بیٹھ گئی کیونکہ جب اسکے غلام کو اتنے فیوضات و خارق عادت معجزات و معارف و حقائق کا منبع و مصدر پایا تو پھر اس آقا کا درجہ کتنا بلند ہوگا۔

چھٹا فائدہ۔ منہ سے تو ہم کہتے کہ سب نبی معصوم ہیں مگر قرآن کی بعض آیات کا ترجمہ غلط فہمی سے مفسرین کے تتبع میں ایسا

ایسا کرتے کہ ان عصمت کے پتلوں پر اتہام لگتے شکر ہے کہ آپ کے سمجھانے سے وہ تمام غلطیاں نکلیں۔ انہی مفسرین علماء کی غلطیاں تھیں جس نے ہمیں اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ الفتح ۲۶ کے معنے نہ سمجھنے دیئے اسکا مطلب تو یہ تھا کہ ایک عظیم الشان فتح مکہ ہوگی تمام کمزوریوں نقصوں عیبوں جو تیری طرف منسوب کیے گئے ہیں یا کئے جائینگے وندان شکن جواب ہوگی گویا وہ انکو ڈھانپ دیگی پھر کسی کو چون و چرا کی مجال نہ رہیگی اور ایسی کے سفینہ میں یہ سمجھ نہ آیا کہ ابراہیم سا عالیشان پیغمبر جس کو پہلے ملکوت السموات والارض دکھائی گئی وہ ستاروں کو کیوں خدا سمجھنے لگا تھا اور پھر پہلے ستاروں ہی کو کیوں دیکھا حالانکہ آفتاب سب سے بڑا اجرم موجود تھا پھر غروب ہونے کا استدلال بھی عجیب ہے حالانکہ ثابت ہو چکا ہے کہ آفتاب ہماری نظروں سے نہاں ہو کر دوسری دنیا والوں پر جلوہ افروز ہوتا ہے پھر حضرت داؤد پر غیر عورت کے دیکھنے اور اسکو نکاح میں لانے کی ہوس کی تہمت ایسی کئی باتیں تھیں جنکا ذکر مفصل کر چکا ہوں۔

(**ساتواں فائدہ**) معجزات انبیاء پر بطور فسانہ کے ایمان تھا خصوصاً غیر مذاہب والوں کے آگے ہم انکی حقیقت کا کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتے کیونکہ ہم اگر تواتر سے ثابت کرتے اگر گویہ بڑی مشکل و ناممکن بات ہے تو وہ بھی اپنے معجزہ و فسانوں کا ثبوت تواتر سے دیتے۔ اسوقت کوئی بات بنائی نہ بنتی کسی ہر یہ سائنسدان سے مقابلہ ہوتا تو پھر خواہ وہ معجزہ ثابت ہو جاتے وہ اسے بالکل معمولی سمجھتا۔ جو لوگ خود جہاز ہوا میں اڑا سکتے ہیں۔ اور چھ ہزار میل دور بیٹھے کانگڑہ کے زلزلہ کا صحیح وقت دریافت کر سکتے ہیں اور زلزلہ کی حالت میں بتا دیتے ہیں کہ فلاں موقعہ پر سخت زلزلہ آیا۔ وہ بھلا ان باتوں کو کیا سمجھتے ہیں سو انکا ایک ہی علاج تھا کہ ایسے معجزے انکو دکھائے جاتے کہ انکی عقلیں حیران ہو جاتیں دیکھو طاعون آیا جسکی سات برس اور ایک حساب سے ۲۵ برس پہلے خبر دی پھر تمام جہان کے ڈاکٹر حکیم زور لگا چکے اسکی کچھ حقیقت نہ کھلی اور نہ اس میں کمی پیدا کر سکے غرض منکروں کا علاج معجزات منانے کے لئے یہ نہیں کہ پچھلے معجزوں کے وقوع کا ثبوت دیا جائے بلکہ یہی کہ انکو بڑی تحدی سے معجزے دکھائے جائیں سو الحمد للہ ہمارا ایسے ہی امام سے تعلق ہے جو سہ کرامت گرچہ بے نام و نشاں است * بیا بنگر ز غلمان محمد کی صدا دمبدم دے رہا ہے اور اب ہمارے سامنے کوئی منکر نہیں آسکتا۔

آٹھواں فائدہ۔ قرآن مجید اگر پہلے اس فخر سے پڑھتے کہ آج اتنے پارے پڑھ ڈالے مگر اس برگزیدہ امام نے سمجھایا کہ خدا نے تمکو طوطا نہیں بنایا جو کچھ پڑھو سمجھ کر پڑھو خوب تدبر کرو تا تم پر معارف حقائق کھلیں پھر اسکی تلاوت زبان تک ہی نہ ہے بلکہ اعمال میں ظاہر ہو اور اسکی تعلیم کا اثر یہ دکھایا کہ انسان خدا کا برگزیدہ صدیق اور رسول ہو سکتا ہے اور اس مرتبہ پر اور کوئی کتاب نہیں پہنچا سکتی۔ اگر کوئی ایسی کتاب کسی مذہب میں ہے تو اپنا نمونہ پیش کرو اور ہمارے مقابل میں آؤ مگر کوئی مقابل میں نہ آیا جس سے اس بات پر مہر ہو گئی کہ دنیا میں اگر کوئی سچا مذہب ہے تو اسلام جو اپنا مابہ الامتیاز اپنے متبعین کے ذریعے پیش کرتا ہے۔

نواں فائدہ۔ سب غیر مذاہب والے علماء جو اسلام پر حملے کر رہے تھے انکا منہ ایک ہی اصل سے بند کر دیا کہ اپنے حق پر ہونے کے دلائل اپنی ہی کتاب سے پیش کرو اور خدا سے تعلق کا ثبوت خارق عادت نشانوں کے ذریعے دکھاؤ مگر سب دم بخود رہ گئے اور ہمارے قلوب یقین سے بھر گئے اور گویا اس طرح ہم احمدی جماعت کے ممبر فتنہ ارتداد سے بالکل محفوظ و مامون ہو گئے ورنہ آجکل مذہب کی اشاعت جس رنگ آمیزی سے ہو رہی ہے اس سے بچنا بڑا مشکل تھا اور ہے۔

دسواں فائدہ - ہم رسولوں نبیوں کو سنتے آتے تھے کہ ایسے ہوتے ہیں مگر اب خدا نے اپنے خاص فضل سے ہمیں تمام رسولوں کا نمونہ ایک وجود مبارک میں دکھا دیا اور ہمارا ایمان سماع سے مشاہدے میں آ گیا اب رسلان الٰہی کے متعلق ہمیں کوئی اعتراض نہیں رہا کیونکہ سب باتیں اس مبارک وجود کے ذریعہ حل ہو گئیں - آپ کا وجود دوسرے انبیاء کے حالات کا آئینہ ہے -

گیارہواں فائدہ - قرآن مجید کے پڑھنے میں ایک خاص لذت محسوس ہوتی ہے اسکی مثال یہ ہے کہ اگر کسی کتاب میں کچھ حالات تم پڑھتے ہو اور وہی واقعات تم پر گزرے ہوں تو تمہیں ایک خاص لطف آئیگا جو دوسرے کو نہیں آ سکتا پس ہم لوگ جب قرآن مجید پڑھتے ہیں تو مزے لے لے کر کیونکہ وہ سب واقعات ہم پر گزرتے ہیں ہمارے مخالف بھی ہمیں وہی کہتے ہیں جو ان مومنوں کے مخالف کہتے تھے غرض یہ لطف وجدان سے مخصوص ہے زبان قلم سے بیان ہونا مشکل ہے ؏ دردِ آشنا ہی جانتے ہیں اس درد کی خلش

بارہواں فائدہ - نماز کو ایک ڈنڈ سمجھے بیٹھے تھے وقت جانے لگا تو اٹھکر دو چار ٹھونگیں لگا لیں مگر اب تو نماز کو بڑے مزے لے لے کر پڑھا جاتا ہے جیسے لذیذ کھانا کھاتے ہوئے چٹخارے لیتے ہیں اور حقیقت میں یہی نماز ہے جو فحشا و منکر سے روکتی اور "معراج" تک پہنچاتی ہے واقعی یہ بڑے افسوس کی بات تھی کہ انسان ظاہری جسمانی وصل میں تو لذت پائے مگر عبدیت و محبوبیت کے وصال میں اس سے ہزار درجے بڑھکر لذت محسوس ہو اور کم از کم اس لذت کے محسوس نہ ہونے کا اتنا غم بھی نہ ہو جتنا کہ سالن میں برابر نمک نہ ہونیکا ہوتا ہے اسکی وجہ یہ تھی کہ نماز کی عظمت ہمارے دلوں میں نہ تھی کیونکہ ان صوفیوں اور مولویوں نے ہمیں اور اور وظیفے اور عمل بتائے ہوئے تھے اور اس طرح جوگیوں اور سیوڑوں کے قواعد بہ تبدیل الفاظ چلنے کی ہدایت کر کے گمراہ کر دیا تھا لیکن خدا کی رحمت آنیکا فکر کیوں ہونے لگا تھا شکر ہے کہ اس ورطے سے ہم نکلے اور اب سمجھ کر نبی کا دین کامل ہے جو کچھ طریق عبادت فرمایا یعنی نماز بس وہی تمام منازل سلوک کے طے کرنیکے لئے کافی ہے اسکے علاوہ ذکر اِرّہ اور لطیفوں وغیرہ کے دھیان کی کچھ ضرورت نہیں اور پھر ہم ارباب متفرقون کے پنجے میں پھنسنے سے بچکر ایک اللہ والے ہو گئے - کیونکہ سمجھ آ گئی کہ نجات اور خدا کی محبوبیت کا مقام نبی کی متابعت سے حاصل ہو گا نہ کہ حزب البحر اور اوراد عشرہ اور دعائے گنج العرش پڑھنے سے -

تیرہواں فائدہ - ہم منہ سے پڑھتے ایاک نستعین مگر ساتھ ہی نماز کے بعد وظیفے کرتے یا شیخ عبد القادر شیئاً للہ کوئی مصیبت بنتی تو قبروں پر دوڑتے پیر کو کہتے جو کرتا ہے آپ ہی نے منکر ہو اب سمجھا کہ نبی و ولی صرف نمونہ کے طور پر ہوتے ہیں اور اپنے عمل سے دکھاتے ہیں کہ یوں خدا سے مانگو نہ یہ کہ ہم سے مانگو -

چودہواں فائدہ - قرآن شریف کی کئی آیتوں کے معنے نہ آتے کسی کے غلط کرتے مگر سب ایسے مقامات اب صاف ہو گئے ہیں ہم منہ سے قرآن کو کامل و غیر متبدل کلام کہتے مگر ساتھ ہی یہ بھی عقیدہ تھا کہ کئی آیتیں قرآن میں عضو معطل کی طرح ہیں ان پر عمل نہیں کیونکہ منسوخ ہو چکی ہیں مگر اب سمجھ آیا کہ وہ اپنی ہی غلطی تھی

پندرھواں فائدہ - آگے صوفیوں کے پیچھے لگ کر فنا فی اللہ و بقا باللہ وغیرہ اصطلاحات سے خوش ہو لیتے مگر اس امام نے سمجھایا کہ یہ زبانی باتیں ہیں اس طرح کا اثر عمل میں کچھ نہیں خیال سے فنا فی اللہ بننے کا کچھ اثر نہیں ہم انکی عملی حالت دیکھینگے کہ وہ بہادر ہو کر

اور مخلوق کا ڈر چھوڑ کر رشد کا ہو چکا ہے یا نہیں اگر وہ نقشبندی سلسلے میں ہونیکی وجہ سے یوں تو تمام منازل طے کر چکا ہی مگر دوسری طرف اسکی یہ حالت ہے کہ دل میں سمجھ چکا ہی مرزا صاحب بکمال حق پر ہیں اور زبان سے اقرار نہیں کرتا صرف اسلئے کہ مخلوق ناراض ہوگی تو افسوس ہے اسکی زندگی پر اور حسرت فنافی اللہ ہونے پر۔

سولہواں فائدہ۔ ہمنے اسکی قوت قدسی و فیض صحبت سے مکالمہ الٰہی کا درجہ حاصل کیا۔

سترھواں فائدہ۔ شاید کوئی ان بعض فوائد کے بارے میں ابھی کا مجدد شوال ہیں یہ پہلے ہی اچھی واضح ہو کہ ان میں استعانت بغیر اللہ سے تنفر بے ادبی و گستاخی کی حد تک پہنچ گیا تھا یہانتک کہ وہ یا رسول اللہ کہنا بھی کفر خیال کرتے حالانکہ ہر روز یہی انکار کرنے والے مسئلے التحیات میں السلام علیک ایھا النبی پڑھتے ایسا نہ انہیں تو اور کیا ہی نیز انہوں نے احادیث کو قرآن مجید کا قاضی ٹھہرا دیا تھا اور نماز میں کوشش بھی ظاہری افعال تک محصور تھی مگر مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بتلایا کہ سلوک و تصوف کی تمام منازل اسی نماز میں ہیں اسی تم باطنی فیض و روحانیت بھی اسی کے ذریعے حاصل کرو۔

اٹھارھواں فائدہ یہ ہو کہ ہمارا تعلق ایک ایسے وجود سے ہے یا بعبارت دیگر ہمارا پیوند ایسے درخت سے ہے یا ہم اس برتھ کی شاخ ہیں جس کو خدا نے اپنے ہاتھوں سے لگایا اور ہر روز جسے آب وحی سے سینچا جاتا ہے پس ہم بحیثیت شاخ ہونے کے اپنی فطرت و استعداد کے موافق اس مصفا پانی سے حصہ لے رہے ہیں اور انشاء اللہ جلدی پھولیں پھلینگے اور ہم میں بقائے دوام کے پھول اور رضا الٰہی کے پھل لگینگے۔ اسکے بعد چند فوائد بہ تبدیل صیغہ حضرت اقدس کی زبانی تحریر ہوتے ہیں۔

انیسواں فائدہ۔ ہمنے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا ہی اور اسکو مفتری یا کذاب نہیں ٹھہرایا اور اسکی نسبت کسی طرح کے شکوک فاسدہ کو دل میں جگہ نہیں دی اسوجہ سے اس ثواب کے ہمیں استحقاق حاصل ہوا جو کہ بھائی پر نیک ظن رکھنے کی حالت میں ملتا ہی۔

بیسواں فائدہ۔ ہم حق کے قبول کرنے میں کسی ملامت کنندہ کی ملامت سے نہیں ڈرتے اور نہ نفسانی جذبات ہم پر غالب ہو سکے اسوجہ سے ہم ثواب کے مستحق ٹھہر گئے کہ ہمنے دعوت کو پاکر اور ایک بانی منادی کی آواز سن کر پیغام کو قبول کر لیا اور کسی طرح کی روک سے رک نہیں سکے۔

اکیسواں فائدہ۔ پیشگوئی کے مصداق پر ایمان لانے کی وجہ سے ہم ان تمام وساوس سے مخلصی پا گئے جو انتظار کرتے کرتے ایک دن پیدا ہو جاتے ہیں اور آخر یاس کی حالت میں ایمان دور ہو جانے کا موجب ٹھہرتے ہیں اور سعید لوگوں نے نہ صرف خطرات سے مخلصی پائی بلکہ خدا تعالےٰ کا ایک نشان اور اسکے نبی کی پیشگوئی اپنی زندگی میں پوری ہوتی دیکھکر ایمانی قوت میں بہت ترقی کر گئے اور ساعی ایمانی پر ایک سرور کا رنگ آگیا۔ اب ان تمام حیرتوں سے چھوٹ گئے جو ان پیشگوئیوں کے بارے میں دلوں میں پیدا ہوا کرتی ہیں جو پوری ہونے میں نہیں آتیں۔

بائیسواں فائدہ۔ ہم خدا تعالےٰ کے بھیجے ہوئے بندہ پر ایمان لاکر اس سخط اور غضب الٰہی سے بچ گئے جو ان نافرمانوں پر ہوتا ہے کہ جن کے حصہ میں بجز تکذیب و انکار کے کچھ نہیں۔

تیئیسواں فائدہ۔ یہ کہ ہم ان فیوض اور برکات کے مستحق ٹھہرے جو ان مخلص لوگوں پر نازل ہوتے ہیں جو حسن ظن سے اس شخص کو قبول کرتے ہیں کہ جو خدا تعالےٰ کی طرف سے آتا ہے۔

یہ ۲۳ فوائد اس مناسبت سے کہ صدی کے بھی تیئیس سال گزرے ہیں بہت ہی دلچسپ ہونگے اخیر میں قرآن شریف کی دو آیات سے اللہ کی طرف سے آنیوالے کو ماننے کے جو فوائد و ثمرات ہیں لکھتا ہوں ملاحظہ فرمائیے۔ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰہِ وَاٰمِنُوْا بِہٖ یَغْفِرْ لَکُمْ مِّنْ ذُنُوْبِکُمْ وَیُجِرْکُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ وَمَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰہِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَلَیْسَ لَہٗ مِنْ دُوْنِہٖۤ اَوْلِیَآءُ اُولٰٓئِكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ احقاف ع ۴ ۲۰ (اللہ کی طرف سے بلانے والے کو (دیکھو داعی کو عام رکھا گیا ہے یعنی جب کوئی بھی منادی ہو تو یہی کرو کہ بلا چون و چرا) مان لو۔ اللہ تمہارے گناہ بخش دیگا۔ تمہاری کمزوریاں دور کردیگا اور درد دینے والے عذاب سے (دنیا کا ہو یا آخرت کا بھوک ہو غم ہو افلاس ہو وبا ہو) بچا لیگا اور جو اللہ کے منادی کو نہ مانیگا تو وہ خدا سے کہیں بھاگ نہیں سکتا۔ کیونکہ اسکے سوا تو کوئی مقابل حامی نہیں (جو خدا کی گرفت سے بچالے) یہی لوگ صاف صاف گمراہی میں اور ہلاک ہونیوالے ہیں) ان آیت میں ماننے اور نہ ماننے دونوں پہلوؤں کا ذکر ہے (۲) جو ایمان لائے ہیں کَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ محمد ۱۶ ع ۲۶ (انکی برائیاں اور عیوب دینی و دنیوی جن سے وہ تنزل میں جا رہے ہیں دور کردیگا اور انکا ظاہری باطنی حال سنوار دیگا۔ الحمد للہ کہ میں اس سوال سے سبکدوش ہوا۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کیا کام کیا؟

اب ایک دوسرے سوال کا جواب میرے ذمے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبعوث ہو کر کیا کام کیا اسی کے ساتھ کہا جاتا ہے کہ کتنے عیسائی یا ہندو یا یہودی مسلمان کئے سو اسکے جواب کیلئے پہلے تو وہ مضمون تبلیغ جو تعلق سے کیا فوائد ہوئے کے جواب میں لکھا گیا ہے بس جناب اول تو یہی بیسیوں کام کئے پھر میں پہلے کتنے غیر مسلم کو مسلم کیا کا جواب دیتا ہوں اسکے بعد چند ایک کاموں کی فہرست دونگا اگرچہ مہاجرین قادیان میں سے کئی ایک کے بتایا جاسکتا ہے کہ ان میں سے بعض پہلے سکھ تھے بعض عیسائی بعض آریہ اور پھر تین لاکھ کے قریب مریدوں کی فہرست کا اکثر صرف زبان سے کلمہ گو تھے اسکے علاوہ عملی حالت نہایت ہی کمزور تھی مگر آپ سے تعلق پیدا کرنے کے بعد تہجد خوان۔ صالح متقی مقیم الصلوٰۃ ہوگئے جیسا کہ تقریباً ہر ایک گاؤں میں یہ نیک نمونہ ہمارے بھائی دیکھتے ہیں کہ ایک وقت بعض پر وہ تھا کہ کبھی بھول کر نماز نہ پڑھی اور اب ایسے نمازی کہ تہجد و شب بیداری طبعی صفت ہوگئی ہے سخت گیر ایسے کہ کوئی انکے سامنے اُف نہ کرسکتا مگر اب ایسے نرم دل صلحکار ہوگئے کہ لاکھ ستم توڑو۔ وہ زبان سے بھی کچھ نہ کہینگے چہ جائیکہ عملی صورت میں بدلہ لیں پھر بعض نمازی تو تھے مگر وہ بھی تقلیدی رسم و رواج کے طور پر صحیح نماز کو نہ پایا تھا اب وہی اسی نماز کو بجائے ٹکڑ کے لذیذ روحانی کھانا سمجھتے ہیں کئی ایک کے اعتقادات کی حالت خراب تھی حدیث کو نہ مانتے کئی ایک معجزات کے منکر کئی دوسری بدعات میں گرفتار غرض حضور علیہ السلام نے تین لاکھ کے قریب کو سچا مسلمان بنادیا

رسول کا کام صرف تبلیغ ہے

یہ سب کچھ ہے لیکن میں ایک اور پہلو سے اس مسئلہ کو سمجھاؤنگا یعنی یہ بتاؤنگا کہ رسول و نبی کا فرض پیغام کو پہنچا دینا یا لوگوں کو مسلمان بنا کر ایک خاص تعداد پیدا کرنا دیکھو (۱) وَاُبَلِّغُكُمْ مَّاۤ اُرْسِلْتُ بِهٖ احقاف ع ۳ ۲۶

(اور میرا کام تو صرف یہ ہے کہ جو پیغام مجھے خدا سے دیے جاتے ہیں وہ تمہیں پہنچا دوں، اگر تم کچھ کا کچھ طلب کرتے ہو) وَلٰکِنِّیْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ (تم ایک
نادان قوم ہو) (۲) مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ المائدہ ع۱۳ پ۷ (نہیں ہے رسول کے ذمے کچھ اور فرض مگر یہی پیغام پہنچا دینا) (۳) فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ المائدہ ع۱۲ پ۷۔ اگر تم روگردانی اختیار کرتے ہو تو کرو کیونکہ واضح ہو کہ ہمارے رسول کے
ذمے تو صاف صاف تبلیغ کر دینا (احکام الٰہی پہنچا دینا) ہے یہ نہیں کہ خواہ مخواہ تمہیں اپنا مرید بنائے یعنی رسول کی صداقت اسکے ماننے والوں
کی تعداد پر موقوف نہیں (۴) وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ الانعام ع۱۳ پ۷ (اور ہم نے تجھے ان پر محافظ نہیں
بنایا اور نہ تم ان پر مقرر ہو۔ پس ضروری نہیں کہ یہ مسلمان ہوں اسی لیے پہلے فرمایا وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا
(مشرکوں سے منہ پھیر لو اور اگر اللہ کی مشیت میں ہوتا تو یہ شرک کرتے) ایسا ہی ہم کہتے ہیں اگر اللہ کی مشیت میں ہوتا تو یہ منکرین مان لیتے (۵)
فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۭ اِنْ عَلَيْكَ اِلَّا الْبَلٰغُ الشوریٰ ع۵ پ۲۵ (اگر یہ روگردانی کرتے ہیں جیسے نہیں مانتے
تو یہ تیرے کذب کی دلیل نہیں ہمنے ان پر نگہبان کرکے تمہیں نہیں بھیجا تمہیں تو صرف پیغام کا پہنچا دینا ہے یہ نہیں کہ انکو مسلمان بھی ضروری بناؤ
(۶) وَقِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَقُلْ سَلٰمٌ ۭ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ الزخرف پ۲۵ (اور ہمیں قسم
ہے رسول کے یارب کہنے کی کہ یہ لوگ کبھی نہ مانیں گے پس انکو جانے دو اور کہو تم ایسوں کو سلام جلدی اسکا خمیازہ چکھ لینگے) اس آیت سے ظاہر ہے
کہ بعض طبائع ہی نہ ماننے والی ہوتی ہیں سو اسکا نہ ماننا کوئی رسول کے منجانب اللہ ہونے کی دلیل نہیں ہو سکتا (۷) وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ
اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَاۗءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ الشوریٰ ع۱ پ۲۵ (اگر اللہ چاہتا تو انکو ایک دین پر کر دیتا لیکن وہ جو
چاہے اسے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے) پس ضروری نہیں کہ رسول پر ایمان لائیں جب ہی رسول کی رسالت ثابت ہو (۸) اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا
وَّلَا رَشَدًا (میں کسی ضرر رسانی کا مالک نہیں اور نہ کسی کو ہدایت دینا میرے اختیار میں ہے میرا کام تو صرف یہ ہے کہ اللہ کا حکم اور اسکے پیغام کہہ کر
سنا دوں چنانچہ فرمایا اِلَّا بَلٰغًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِسٰلٰتِهٖ الجن ع۲ پ۲۹ (۹) وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ
الْمُبِيْنُ النور ع۷ پ۱۸ (اگر تم اس رسول کا کہا مانو گے تو خود ہی ہدایت پاؤ گے رسول کا فرض ہدایت دینا اور مسلمان بنا لینا نہیں بلکہ صرف
پیغامات الٰہی کا صاف صاف پہنچا دینا ہے اور ایسی تبلیغ کرنی کہ فاسد عقاید والوں سے کاٹ کر جدا کر دینے کی راہ بتلائے (۱۰) اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ
اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ القصص ع۶ پ۲۰ (یہ کوئی بات نہیں کہ تم جسے چاہو ہدایت دے لو، اللہ تو اسکو ہدایت دیتا ہے
جو چاہے) پس یہ کوئی بات نہیں کہ اکثر لوگ تمہیں مانیں جب ہی رسالت ثابت ہو۔"

یہ دس آیتیں صاف صاف بتلا رہی ہیں کہ رسول کا فرض صرف احکام الٰہی کا پہنچا دینا اور بتلا دینا ہے کہ فلاں فلاں غلطیاں تم میں ہیں انکی
اصلاح کر لو ورنہ گھاٹا کھاؤ گے اسکے بعد یہ ضروری نہیں کہ وہ لوگ ضرور اس پر ایمان بھی لائیں جب ہی انکی نبوت ثابت ہو سو آپ حضرت امام
المسیح کو دیکھ لو آپنے ہر مذہب کی غلطیاں کھول کھول کر بیان فرما دیں اور سیدھی راہ بتا دی اب کوئی چاہے تو قبول کرے چاہے تو نہ کرے اس سے
آپکو کچھ تعلق نہیں مَنْ شَاۗءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَاۗءَ فَلْيَكْفُرْ اور فرمایا لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ انشاء اللہ ایک زمانہ آتا ہے کہ مغربی اقوام
سلم میں کافۃ فوج در فوج داخل ہوں ہونی کا زمانہ وہ نہیں جب تک جئے بلکہ وہ جب تک دوسرا موعود نہ آئے آئیگا زمانہ ہزار برس ہے پس ہزار برس

میں دیکھہ لینا کہ کیا ہوتا ہے اور کتنے مسلمان ہوتے ہیں آپ پیشگوئی فرما چکے ہیں کہ تین سو برس تک دنیا میں اگر کوئی مذہب ہوگا جو عزت سے ذکر کیا جائے تو یہی احمدی مذہب ہیں اسکا انتظار کرو اسلام اب بھی تیرہ سو برس کے بعد اتنے زور پر یا نبی کریم صلعم کی زندگی میں تو ایک دو یہودی عالموں نے مانا تھا خیر ہم علی سبیل التنزل میں یہ فرض کر کے کہ آپ پر ایک دو عیسائی ایمان لائے اور اس بات پر قطع نظر کر کے کہ تین لاکھ آدمیوں کو از سرِ نو سچا مسلمان کیا یہ کہتا ہوں کہ اگر حضرت نوح علیہ السلام نو سو پچاس برس کے وعظ کرنیکے بعد صرف اسی آدمیوں کو مسلمان بنا سکے اور پھر بھی آپ سچے نبی تھے اسی طرح حضرت لوط علیہ السلام نے صرف ایک گھر کو مسلمان کیا جیسا کہ اس آیت سے ظاہر ہے فَمَا وَجَدْنَا فِيهَا غَيْرَ بَيْتٍ مِّنَ الْمُسْلِمِينَ الذاریات ۲۷ (تو ہمنے ایک گھر کے سوا کوئی مسلمان نہیں پایا) دوسرے موقعہ پر فرمایا ہے وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ اور باوجود اسکے کہ آپ سچے رسول تھے تو کیا وجہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو صرف اسلئے جھوٹا قرار دیا جاوے کہ انپر بہت سے غیر مسلم لوگ ایمان نہیں لائے سوال کے ایک جزو کے جواب سے تو میں فارغ ہو چکا اب میں آپ کے چند کارروائیوں کی فہرست دیتا ہوں۔

مسیح موعود کے کام

(۱) یورپ امریکہ کی دنیا کا یہ خیال تھا کہ یسوع ناصری دو ہزار برس سے زندہ آسمان پر موجود ہے مگر اب آپ نے اسکی قبر سرینگر میں ثابت کر دی اور مفصل بیان کیا کہ وہ انسان تھا اور انسانوں کی طرح کھر دیر یہودیوں کی حکومت کے ماتحت اپنی زندگی کے دن گذار کر فوت ہو گیا وہ صرف کل روحانی کے لئے آیا تھا اسکو پورا بھی نہیں کر گیا بلکہ ایک اور آنے والے کی خبر دے گیا کہ وہ آکر اور بہت سی باتیں بتائیگا جو آگے کہیگا چنانچہ اسکے متعلق بائبل کی چند ایک آیات پیش کیجاتی ہیں مسلمان بھائی انکو غور سے پڑھیں تا کہ انکو معلوم ہو کہ پیشگوئیوں کا مفہوم سمجھنے میں کسطرح غلطیاں کھائی جاتی ہیں اور وہ ایسی لغزشوں سے عبرت حاصل کریں۔

انجیل یوحنا باب ۱۴ آیت ۲۴ اور یہ کلام جو تم سنتے ہو میرا نہیں بلکہ باپ کا ہے[1] جس نے مجھے بھیجا میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ ہوتے ہوئے تم سے کہیں لیکن وہ تسلی دینے والا جو روح قدس ہے یعنی باپ میرے نام سے بھیجیگا وہی تمہیں سب چیزیں سکھلا دیگا اور سب باتیں جو کچھ میں نے تمہیں کہی ہیں تمہیں یاد دلائیگا اس سے آگے پڑھو ۳۰ بعد اسکے میں تم سے بہت کلام نہ کرونگا اسلئے کہ اس جہان کا سردار (سرورِ کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام) آتا ہے اور مجھ میں اسکی کوئی چیز نہیں (یعنی میں اسکے شان و رفع کے آگے ہیچ ہوں) پھر دیکھو ۱۵ باب ۲۶ جبکہ وہ تسلی دینے والا جسے میں تمہارے لئے باپ کی طرف سے بھیجونگا یعنی روح حق جو باپ سے نکلتی ہے آئے تو وہ میرے لئے گواہی دیگا پھر پڑھو ۱۶ لیکن میں اب اس پاس جس نے مجھے بھیجا جاتا ہوں × × × × کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آئیگا پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیجدونگا اور وہ آ کر دنیا کو گناہ سے اسلئے کہ وے مجھپر ایمان نہیں لائے راستی سے اور عدالت سے تقصیر وار ٹھہرائیگا گناہ سے اسلئے کہ وے مجھپر ایمان نہیں لائے راستی سے اسلئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے دیکھو یہاں سے مسیح کے بجسدہ دوبارہ آنیکی نفی ثابت ہوتی ہے پھر اس سے آگے پڑھئے میری اور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم انکی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آئے تو وہ تمہیں سچائی کی راہ بتا دیگی۔ اسلئے کہ وہ اپنی نہ کہیگی

[1] دیکھو یہاں سے حضرت عیسےٰ کا رسول ہونا ثابت ہوتا ہے عیسائی کہتے ہیں وہ خود خدا تھا پھر بھیجا کے کیا معنی اور اپنا کلام ہونیکا انکار کیا

لیکن جو کچھ سنیگی سو کہیگی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دیگی وہ میری بزرگی کریگی"

میں اس پیشگوئی کو پڑھکر لذت و سرور سے ایسا بھر گیا کہ مزید تشریح کی ضرورت نہیں سمجھتا یہ الفاظ پکار پکار کر بشارت آمد محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھرے ہیں مگر تاہم یہ دکہانے کے لئے کہ غلط فہمیاں کیونکر ہوتی ہیں کچھ تشریح کیجاتی ہے۔

پہلے غلط فہمی دیکھئے کہ عیسائیوں نے روح حق روح القدس کو سمجھا جو کہتے ہیں انپر ایک مکان میں آئی اور انکی بولیاں الگ الگ ہو گئیں مگر یہ خلاف پہلے ہر عیسائیوں کے اجماع کے جو اس سے ایک عظیم الشان نبی کی بعثت کے قائل رہے ہیں چنانچہ اسی بنا پر دوسری صدی میں ایک عالم فاضل عیسائی نے دعوے کیا تہا میں ہی وہ "فارقلیط" ہوں اور اسی پیشگوئی کے خیال سے یوحنا کو یہودیوں نے پوچھا کیا تو ایلیا ہے یا وہ نبی" جس سے ظاہر ہے کہ وہ عیسےٰ کے سوا ایک اور نبی کی بعثت کے قایل بہی تھے پھر حضرت ابراہیم داؤد سلیمان علیہم السلام کی پیشگوئیوں اس اعتقاد پر بہی اور بہی جزم ہوا کرتی ہیں علاوہ انکیں خود بادشاہ حبشہ کا رسول کریم پر ایمان لانا اس بات کا ثبوت ہے کہ عیسائی ایک نبی کی بعثت کے قائل ہی تہے پہر یہ بہی دیکھئے کہ روح حق کا ضروری فرض تہا کہ کامل تعلیم دے مگر اس روح القدس نے تو کوئی بات نہ کہائی ہاں حضرت صلعم نے تو شریعت کو کامل کیا پھر یہ کہنا کہ میں جاؤں تو وہ نہ آئیگا" اگر روح القدس ہی تہا کہ یہ پہلے مسیح اور اسکے حواریوں کے پاس تہا پھر اسکا فرض تہا لوگوں پر عیسےٰ کی گواہی دیتا اور روح القدس صرف چند لوگوں پر جو آگے ہی تسلیم کرتی تہی اتری پہر یہ امر بہی قابل استفسار ہے کہ روح القدس نے کہاں گناہ و راستی سے تقصیروار ٹھہرایا پھر یہ بہی دیکھئے کہ روح القدس تو بقول عیسائیاں خود خدا تہی اسپر جو کچھ سنیگی وہی کہے گی کیونکر صادق آسکتا ہے اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہ الفاظ رسول اکرم پر کیونکر صادق آتے ہیں۔

غرض ان دلائل کا ایسا اثر پڑا کہ اب اس دنیا کا اکثر حصہ یسوع کی خدائی کا قائل نہ رہا وہ اسے ایک انسان ہی سمجھتے ہیں اور ہر کہیں اٹھنا ایک فسانہ خیال کرنے لگ گئے ہیں اب سچے مذہب کی تلاش کی ایک تحریک پیدا ہوگئی ہے عنقریب آفتاب ہدایت مطلع ہوا چاہتا ہے وہ وقت قریب ہے گھبرائے نہیں۔

(۲) ہندوؤں سے آریہ ایک اصلاح یافتہ فرقہ ہے جو بت پرستی سے نکلکر ہمارے قریب ہو گیا آپنے ادہر تو ہندوؤں کو سمجھایا کہ اکاش سورج چاند دہرتی جو چار دیوتے سمجھتے ہو یہ بالذات فیض رساں نہیں بلکہ انکے اندر ایک اور طاقت کام کر رہی ہے چنانچہ اسی مطلب کو شیش محل کے ذریعے سلیمان نے سمجھایا تھا یہ تو ٹھیک ہے کہ جَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (پانی سے کل چیز زندہ ہے) اس لحاظ سے اندر دیوتا کل کی پرورش کرنے والا ہے مگر وہ پانی لانیوالا رب العلمین ہے جسکی طرف سے اگر وحی کا پانی نہ آئے تو ظاہری کنوؤں کی طرح عقلوں کے چشمے سوکھ جاویں اسی طرح سورج دیوتا جو درختوں کو موسم بہار میں رنگ و بار دیتا ہے پہل لگتا ہے یہ خدا کی صفت رحمانیت کا ظہور ہے جس کے معنے ہیں بے مانگے دینے والا اور بلا عمل عامل کے بخشنے والا جس طرح ظاہری آنکھ کے لئے اس سورج کی روشنی درکار ہے اسی طرح اس روح کی آنکھیں اس حقیقی آفتاب سے نور پاتی ہیں اسکی ہی ایک تجلّی تو وہ ہے کہ دنیا پر گمراہی کا ڈراپ سین پڑ جاتا ہے اور ایک وہ جس سے اشرقت الارض بنور ربہا کا نظارہ پیش نظر ہوتا ہے پھر چاند پہلوں کے پکانے میں مدد دیتا ہے یہ خدا کی صفت رحیمیت کا ثبوت ہے کہ وہ کمزور عملوں کو نیکی کی توفیق دیتا ہے اور کمال حاصل کرنے کے لئے مدد بخشتا اور عملوں پر اجر مرتب کرتا ہے پھر جیسے زمین پر وہ پھل پک کر اپنے قابل قدر جگہوں

میں پہنچایا ہی ایسے ہی خداتعالےٰ کے حضور ہر انسان اپنے عمل کی جزا پاتا ہی گویہ دہرتی اسکی صفت مالک یوم الدین کی مظہر ہی اسی مناسبت سے فرمایا۔ حملناہم فی البر والبحر دوسری طرف آریوں کو سمجہایا کہ وہ خدا کیا ہی جس کی قدرت ایک معمار جتنی ہے اور وہ کسی چیز کے پیدا کرنے کے لئے محتاج روح و مادہ کا ہی پھر یہ تعجب کہ روح و مادہ خود بخود پیدا ہو گئے اور انکے قویٰ آپس میں خود ہی جڑ گئے مگر اب اکٹھے ہونیکے لئے خدا کے محتاج ہو گئے یہ بالکل غلط ہی اگر یہ حال ہو گئے تو پھر انکو پرمیشر کے مرنے سے بھی کچھ حرج نہیں اور جب انہیں پیدا انہیں کیا تو انپر عبادت کرانے کا کیا حق ہی اور جب ایک معمولی آدمی بھی اپنے قصوروار کا گناہ بخش سکتا ہی تو تعجب ہے کہ خدا توبہ قبول نہ کر سکے اور کسی نیک کو نجات ابدی حاصل نہ ہو بلکہ جونوں کے چکر میں ہے اور وہ بھی بیفائدہ کیونکہ دوسری جون جب اسے یہ معلوم نہیں کہ میں کیا تہا اور سزا کا اثر کیا ہوا پھر ممکن ہے پہلے جنم کی ماں دوسرے میں بیوی بنجائے کسقدر شرم کی بات ہے نیز نیکی پھیلنے سے حیوانات کم ہونے شروع ہو جائیں اور زندگی تنگ گذرنے لگے گویا نیکی پھیلنا وید کا مقصود نہیں کیونکہ اسکا نتیجہ نیکوں کے حق میں برا بر نکلتا ہے حقوق العبد کے متعلق صرف نیوگ کی مثال ہی شرمناک ہے کہ خاوند کے ہوتے دوسرے سے اولاد لینا جائز نطفہ کسکا بچہ کسی کا۔ غرض ایسی باتوں کو خوب سمجہایا اور انپر غلطیاں ثابت فرمادیں۔

(۳) پھر سکھوں کو بڑی ہمدردی اور دلسوزی سے بتلایا کہ تمہارے پیشوا تو سچے مسلمان تہے تم کدہر بہکے جلتے ہو اور حضرت بابا نانک کی اسلام کی ایسی زبردست دلیلیں دیں کہ انکی تردید ہو ہی نہیں سکتی سب سے بھاری دلیل باباصاحب کا چولہ ہے جو بمقام ڈیرہ نانک ضلع گورداسپورہ اب تک موجود ہے باوجود زمانہ کے الٹ پھیر کے اب تک صحیح سالم بحفاظت تمام متبرک سمجہکر سکھوں نے رکھا ہوا ہے۔ اس چولہ کی نسبت جنم ساکہی بھائی بالے والی میں بھی لکہا ہے کہ اسپر قدرت کے ہاتھوں نے کلام لکہا تہا اور اسکی کسی نے تردید نہیں کی اس چولہ پر قرآن شریف کی آیات لکہی ہیں اور بہت سے پاک کلمات لکھے ہیں چنانچہ ایک آستین پر لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکہا ہی اور اسکے ساتھ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمداً عبده و رسوله۔ پھر دوسری آستین پر ان الدین عند الله الاسلام ہے (یعنی دین مقبول اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہی) قل هو الله احد ساری سورة ہی مسطور ہی اس چولہ کی ایسی تعظیم ہوتی ہی کہ ہر گروہ گدی نشینی کے وقت اسکو اپنے سر پر رکھتا جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ اسے خدا کی طرف سے سری باباجی کی نصیحت سمجہتے ہیں اور تعصب کب اسکو پہننے دیتا یہ غلط ہے کہ کسی قاضی سے جنگ میں ملا اول تو آپ کا "جنگ" سے کچھہ تعلق نہ تہا۔ دوسرا یہ کوئی قانون نہیں کہ مسلمان ہاریں تو ایک چولہ دیں پھر اگر یہ مذہبی جنگ تہی تو چولہ کی مضمون کے لحاظ سے تو بوجہ مخالفت اسے پہاڑ ڈالتے نہ یہ کہ بطور تبرک ہر وقت پاس رکہتے اور بحفاظت رکھنے کی وصیت فرماتے اور اگر آپ کی اسلام سے ایسی ہی سخت عداوت تہی تو جنازہ کے لئے ہندو مسلمانوں میں جھگڑا کیوں ہوا کیا ایسے ظاہری عدو کو ہی نہ پہچان سکتے تھے پس یہ بات غلط ہی کیونکہ کسی کتابی سند کی بنا پر یہ بات نہیں بلکہ افواہی ہے۔

دوسرا ثبوت آپکا متفرق مقامات مزارات پر چلہ بیٹھنا ہی جو اسلام ہی سے خاص ہی چنانچہ ایک چلہ آپنے ملتان میں حضرت شاہ شمس تبریز کے روضہ مبارک پر کیا تہا جنوبی دیوار کے پاس ایک مکان بنا ہوا ہے اسپر یا اللہ اور ایک پنجہ کا نشان ہے جسکی نسبت ہندو مسلمانوں کا اتفاق ہی کہ باباصاحب کا لکہا ہوا ہے اصل میں یہ اس بات کی طرف اشارہ تہا کہ وہ اللہ جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم

پر ظاہر ہوا دیکھو میں تیری طرف آگیا تو میری دستگیری کر لفظ اللہ تو اسلامی خاصہ ہے اور اسکا ورد آپکے اسلام کی دلیل ہے اسکے علاوہ شیخ معین الدین چشتی صاحب کے روضہ مبارک پر چالیس روز تک بیٹھے اور مقام سرسہ شیخ عبد الشکور سلمی کے روضہ پر پاک پٹن میں باوا فرید صاحب کے روضہ پر چلہ نشین ہوئے قبر پرستی کے لئے نہیں بلکہ صرف اسلئے کہ ان مزارات پر رحمت الٰہی و برکات کی بارش ہوتی ہے اور ایسی تنہائی میں یکسوئی جو مجاہدات و ریاضیات و ذکر الٰہی و اطمینان قلبی کی جڑ ہے حاصل ہوتی ہے۔

تیسرا ثبوت۔ آپکے جنازہ پر ہندو مسلمانوں کا جھگڑا ہے دیکھو بھائی بالا صاحب جنم ساکھی میں بابے کے مرید پٹھانوں نے کہا کہ ہم لاش دو جنازہ پڑھیں اب دیکھئے پٹھانوں کے اسلام اور انکے عقاید کی پختگی کو ہر کوئی جانتا ہے اگر انکو جنازہ کی ہدایت خاص اپنے پیر کی طرف سے نہ ہوتی تو وہ کیوں ایسا جھگڑا کرتے۔ اگر بابا صاحب انکو اسلام کی حقیقت نہ جتلاتے رہتے بلکہ اسکے خلاف تعلیم دیتے تو انکو کم از کم ایسے رسوم سے لاپرواہ ہو جانا چاہیئے تھا بلکہ متعصب پٹھانوں سے تو جہاد کی امید رکھنی چاہیئے تھی کیا ممکن تھا کہ باوا صاحب انکو اسلام کے خلاف ہدایت دیتے اور وہ انکے مرید بنتے نیز یہ امر بھی قابل غور ہے کہ ہندوؤں نے انکے اس تقاضا کو برا نہیں مانا ورنہ لڑائی ہوتی بلکہ کہا کہ چلو اندر دیکھتے ہیں اندر وہاں صرف چادر پائی یہ نہیں کہا کہ وہ کب مسلمان تھے؟ اسوقت ضروری تھا انکے چند اشعار ہی مخالف اسلام میں پڑھ سناتے مگر انہوں نے بجائے اسکے بڑی خوشی سے آدھی چادر لی اب رہا یہ سوال کہ لاش کہاں گئی یا وہ ضرور کوئی مسلمان مرید لے گیا ہوگا کیونکہ مسلمانوں کے نزدیک تو جھوٹی قبر بنانا بڑا سخت گناہ ہے پس وہ صرف چادر کو دفن کرنا تو اکٹ ہو کر مذہبی طور سے سمجھتے ہی نہیں حنفی مذہب کے مسلمانوں کے خیال میں تو نماز جنازہ سوائے حضور جنازہ ہوتی ہی نہیں پس جنازہ لاش سامنے رکھکر ہی پڑھا ہوگا اور جنازہ پڑھا جانا تو متفق علیہ امر ہے اور اسکے متعلق بابا صاحب کی ایک پیشگوئی بھی ہے دیکھو گرنتھ صاحب۔ ۵ٰ

زن بسیر برادمان کس نیست دستگیر ۔ آخر بیفتم کس ندارد چوں شود تکبیر ۔ عورت لڑکا بھائی کوئی بھی دستگیری نہ کریگا جب کہ تکبیر یعنی نماز جنازہ میری پڑھی جائیگی۔

چوتھا ثبوت۔ آپکے حج کے لئے مکہ مدینہ میں جانا ہے دیکھو بھائی گوردا س صاحب کی واران بابا پھر مکہ میں گیا نیلے کپڑے پہنکر ولی بن کر عصا ہاتھ میں لے کتاب بغل میں (یعنی قرآن مجید) کوزہ و مصلی ہاتھ اور بانگ دی۔ اور مسجد میں جاکر بیٹھے جہاں حاجی لوگ حج گزارتے ہیں یہ علانیہ طور سے) اس سوال کا جواب چاہتا ہوں کیا بابا صاحب بزرگ شخص فریب کے طور سے بھیس بدلکر گیا تھا؟ ہرگز نہیں اور یہ جو کعبہ کی طرف پیر کرنیکا قصہ ہے یہ اس اعتبار سے ٹھیک ہے کہ آپکے پیر اتفاقیہ طور سے ہوگئے تو آپنے رسم و رواج پرستی کو مٹانے اور حقیقت سے آگاہ کرنیکے لئے فرما دیا ابن مانو او افتم وجہ اللہ۔ ہر طرف خدا ہی کی ذات ہے اور یہ بابا صاحب کا قاعدہ تھا کہ آپ مسلمانوں کو نصیحت دینے کے لئے انکی باتوں کی اصلیت سمجھاتے چنانچہ یہ قول آپکا ہے کہ ہندو بتوں کی طرف دوڑتے ہیں تو مسلمان قبروں کی جانب اور دونوں میں سے نہیں جس نیت سے مسلمان جاتے ہیں ٹھیک فرمایا کیونکہ قبروں میں حاجت روائی کی لیاقت نہیں ہے انکی نماز سے آپ کبھی فرما دیتے کہ یہ مسلمان نہیں یعنی تم سا مسلمان چنانچہ سلطان پور میں دولت خاں اور قاضی کے ساتھ نماز پڑھی اور پھر انکے خیالات فاسدہ سے انکو مطلع کیا۔

۵ٰ اگر ایسی صورت ہوتی تو چادر قبر کا پاس رکھتے۔

پانچواں ثبوت آپکے وہ اشعار ہیں جن میں آپ نے اپنے عقائد کا ذکر فرمایا ہی میں چند ایک درج کرتا ہوں مگر جو لوگ بعض ایسی اشعار پیش کرتے ہیں جن سے اسلام کی مخالفت پائی جاتی ہے وہ قلت تدبر کی وجہ سے ہی یعنی انکے اصلی معانی پر اطلاع نہیں پائی ولی کا کلام سمجھنا چھوٹی بات نہیں چنانچہ لکھ محمد اک خدا جو فرمایا تو اس میں آپکے عبد ہونیکی طرف اشارہ ہی اور پاک خدا اور سب گندے بھی ٹھیک ہے کہ "نیکی و عصمت" سوا فضل باری تعالیٰ کے حاصل نہیں ہو سکتی اور یہی مفہوم ہی انبیاء کے استغفار کا یہ مطلب ہو تو پھر بابا نانک صاحب بھی اس مصرعے میں داخل ہوتے ہیں نیز یہ بھی متفق علیہ امر ہی اکثر اشعار الحاقی ہیں اور بابا صاحب کے اصلی اشعار وہی ہیں جن پر آسا مجلہ پہلا لکھا ہی نیز جو اشعار باوجود تعصب و عداوت بعض متبعین کے اسلام کی تعریف میں اب تک موجود ہیں وہ یقیناً انکی طرف سے ہیں جنہی نکالنے کی جرأت نہیں ہوئی ورنہ اپنے مذہب کی تردید اپنی کتاب میں کون لکھتا ہی تیسری وجہ بعض مخالف اشعار پائے جانیکی یہی ہی کہ ابتدا میں آپ ہندوؤں کے گھر پیدا ہوئے اسلئے اس زمانہ کے اشعار اگر مخالفت کا پہلو لئے ہوئے ہوں تو کچھ تعجب نہیں اب چند اشعار لکھتا ہوں۔

اوّل۔ اللہ نور اُپایا قدرت کے سب بندے ❊ اک نور سے سب جگ اُپجیا کون بھلے کون مندے

یہ اللہ نور السمٰوٰت والارض کا ترجمہ اور آپکا یہ فرمانا کہ بعض خوش قسمت اور بعض بدنصیب ہیں تناسخ کا رد[۱] ہے یعنی اچھا برا ہونا پچھلے کرموں کی وجہ سے نہیں بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی مالکیت کا پرحکمت فعل ہی اور اسی شعر میں روح و مادہ کی قدامت کا ابطال بھی ہی جو ہندو مذہب کا سب سے بڑا اصول ہی پھر فرمایا ع سو کیوں منو وسارئے جاکے جیا پران ❊ یعنی اس ذات کو کیوں فراموش کریں جسکے پیدا کئے روح و جسم ہیں۔ قیامت کے متعلق فرمایا۔

نوں مار جوالیس بخشیں ملا ❊ جیوں بھاوے تیوں نام جپا

تو مار کے زندہ کریگا اور توبہ قبول کر گناہ بخشدیگا پھر اپنی طرف بلالیگا جس طرح تیری مرضی ہو اسی طرح عبادت کراتا ہے یہ ترجمہ ہی ثم یمیتکم ثم یحییکم ثم الیہ ترجعون اور غافر الذنب وقابل التوب کا۔ درود شریف پڑھنے کی نسبت فرمایا۔

شیخ مشائخ قاضی ملاں درویش سید ❊ برکت تن کو اگلے پڑھتے رہن درود

یہی مضمون ہی یاایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ کا بہشت کی فلاسفی سمجھانے کے لئے کہ اپنے اعمال و عقائد کے اظلال و آثار کا نام ہی اور اسکا سلسلہ اسی دنیا سے شروع ہوتا ہے۔ فرمایا۔

جنہاں درشن ات ہے اینہاں درشن اُت ❊ جنہاں درشن ات ناں انہاں ات نہ اُت

---

[۱] آپ کے کسی شعر میں اگر تناسخ کا ذکر ہے تو اسی کا جس کا اسلام قائل ہے ایک تو یہ کہ تزکیہ نفس سے اول انسان بلحاظ اخلاق کسی حیوان سے مشابہ ہوتا ہے اور اہل اللہ کشف سے معلوم کر جاتے ہیں کہ وہ اپنے مقام نفس میں فلاں حیوان ہے دوسرا تناسخ یہ کہ ہر ایک دوزخی جس گندے جذبے میں گرفتار ہو گا اسی کے مناسب حال کسی حیوان کی صورت بنا کر دوزخ میں ڈالا جائے گا مثلاً شکم پرستی کے سبب خدا سے دور کتوں کی شکل میں شہوت پرست خنزیر ان کی صورت میں تیسرا یہ ہی کہ انسانی نطفہ ہزارہا تبدلات کے بعد انسانی شکل اختیار کرتا ہی پہلے دانہ ہوتا ہی پھر کھیلے سے کیا ہوا غذا بنا اور نطفہ کی صورت میں آ کر آخر کار انسان بنتا ہے۔

یہی مطلب ہے من کان فی ھٰذہٖ اعمیٰ فھو فی الاٰخرۃ اعمیٰ پھر دیکھو یہ شعر ہے

کلمہ پڑھوں تو نکل پڑے بن کلمہ کل فا ÷ جہاں کلمہ کھولے سب کل کلمہ میں ما

نانک کی سی حرفی کے یہ شعر بھی قابل توجہ اور اصل مطلب پر روشنی ڈالتے ہیں۔

ل ۔ لعنت ہر سر تنہاں جو ترک نماز کرین ÷ تھوڑا بہتا کھٹیا ہتھو ہتھ گوین

م ۔ مرشد من توں من کتیباں چار ÷ من قرآن اک خدا نوں خاصہ جس دربار

قرآن تو ریت نمو

چھٹا ثبوت۔ غیر مذاہب والوں کی شہادت ہے کہ آپ مسلم تھے۔ ڈاکٹر ٹرمپ صاحب ترجمہ گرنتھ میں لکھتے ہیں قیامت کے دن نیک کام والوں کی کوئی پرسش نہ ہوگی اے نانک نجات وہی پائینگے جنکی پناہ حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونگے ہیوز ڈکشنری آف اسلام میں ہے۔ نانک اسلام کے نبی محمد کی شفاعت کا اعتراف کرتا ہے اور بھنگ شراب وغیرہ اشیاء کے استعمال سے منع کرتا ہے دوزخ بہشت کا اقرار کرتا اور انسان کے حشر اور یوم الجزا کا قائل ہے سو لاریب یہ اقوال جو نانک کی طرف منسوب ہیں صاف ظاہر کرتے ہیں کہ وہ اسلام کا قائل اور معتقد ہے

(۴) زمانے کے تعلیمیافتہ لوگ انبیاء کے معجزات و خوارق کو ایک فسانہ خیال کرتے انکو بیشمار معجزات دکھا کر نادم کیا اور اسطرح تمام انبیاء کی صداقت پر از سر نو مہر کردی۔

(۵) سائنس دان قلت تدبر کیوجہ سے دہریت کی طرف جھکے جاتے تھے انکو زبردست نشانوں سے خدا کی ہستی کا قائل کردیا۔

(۶) وہ انسانی کمزوری جو اعمال صالحہ کی توفیق نہ پانے دیتی تھی اپنی دعا اور صحبت سے دور کی اور پاک تعلق رکھنے والے بلا تکلف اعمال بجا لانے لگے اور خدا کے مقرب ہوئے۔

(۷) خود مسلمانوں کی طاقت بوجہ اندرونی جھگڑوں کے کمزور ہوئی جاتی تھی انکو ایک امام کے سایہ میں آنیکی دعوت کرکے ان اختلافات کے مٹجانے کی راہ بتادی اور فرمایا کہ لاتنازعوا فتفشلوا وتذھب ریحکم واصبروا انفصال (اگر بٹے رہوگے تو ہوا اکھڑ جائیگی)

(۸) فقراء و صوفیاء نے بدعات و سلوک کی نئی راہیں اختیار کر رکھی تھیں ان سب مفاسد کو دور کرکے پھر نبی کریم صلعم کا زمانہ دکھا دیا۔ وہی اصحاب کی مجلس ہوئی عبادت وہی معاشرت کا صحیح نمونہ وہی عملدرآمد ان وظیفوں کا نام و نشان تک نہیں جو زمانہ نبوی میں نہیں تھے اور نہ یہ رسومات ہیں جو اب طول آمد سے بوجہ قصور عقلی رائج ہوگئیں۔

(۹) جہاد اور خونی مہدی کی آمد کے انتظار کیوجہ سے گورنمنٹ انگریزی کو بہت کچھ دقتیں پیش آرہی تھیں آپنے علی الاعلان سنا دیا کہ اب جہاد قطعی طور سے بند کردیا گیا کوئی مذہبی لڑائی نہیں اور نہ کوئی خونی مہدی آنے والا ہے جو سب کافروں کو قتل کرے اور جزیہ بھی نہ لے بلکہ اسلام یا تلوار وہی باتیں اسکی زبان پر ہوں گویا اس منافقانہ برتاؤ کا قلع قمع کیا جو گورنمنٹ کے ساتھ رکھنا پڑتا تھا اور ان صحیح عقائد کو پھیلا کر حاکم و محکوم میں مخلصانہ تعلقات پیدا کردیئے

(۱۰) آپنے ایک دنیا پر یہ ثابت کردیا کہ وہ خدا جو سب کے معبود ہونیکی صلاحیت رکھتا ہے وہ مسلمانوں کا قادر خدا ہے۔ جس کی

قدرت نمائیاں تم میری وجود میں دیکھتے ہی ہو اور وہ رسول جس کی متابعت سید ھا جنت کی طرف لیجاتی ہے وہ محمد رسول اللہ صلعم ہے اور وہ کتاب جس کی تعلیم دنیا و آخرت میں راحت و آرام بخشتی ہے قرآن مجید ہے

(۱۱) آپنے دنیا کو ایک بھاری شرک سے نجات دی اور وہ عیسے بن مریم علیہما السلام کو خدائی صفات میں شریک ٹھہرانا تھا جس میں مسلمان و نصاریٰ دونوں شامل تھے۔

(۱۲) دجال کی حقیقت بھی واضح کر دی غلط فہمی سے اسے بھی صفات الٰہی میں شریک ٹھہرایا جاتا تھا حالانکہ جو حلیہ و ساز و سامان اسکا بیان کرتے ہیں اسکو فنا کرنیکے لئے صرف ایک توپ کافی ہے۔

(۱۳) فخر رسل سرور انبیاء کی عزت از سر نو دنیا میں قائم کی مسلمان باوجود متابعت کا دم بھرنے کے حضرت عیسے سے نیچے رہنے والے بتلاتے اور غیر مذاہب کے اعتراضوں نے ناک میں دم کر رکھا تھا مگر آپنے کہا کہ پہلے اسکے غلام کے مقابل میں آؤ پھر ہمارے سید و مولیٰ کا نام لینا۔

(۱۴) آپنے یہ مسئلہ بھی ذہن نشین کر دیا کہ خدا کے کلام و کام میں ضرور مطابقت ہوتی ہے جہاں ہو وہاں اپنے فہم کا قصور سمجھو اور اس مطابقت میں عقل کو مقدم نہ کرو بلکہ کلام خدا کو صرف اسی اصل کے نہ سمجھنے سے اکثر مفسرین نے فاش غلطیاں کی ہیں۔

(۱۵) آپنے ناسخ منسوخ کا مسئلہ بھی سمجھایا کہ قرآن مجید میں ہرگز نہیں۔

(۱۶) تناسخ کی اصل حقیقت کھولدی چنانچہ سکھوں کے پیشوا کے اسلام کے ثبوت میں ہم حاشیہ پر کسی قدر لکھ چکے ہیں آپنے فرمایا کہ اسکی اصل بروز ہے جسکے معنی ہیں کسی کی روح و قوت میں آنا نہ کہ اسکا روح بعینہٖ دوسرے جسم میں حلول کرنا

(۱۷) ایک ہی اصل سے عیسائیوں کے خدا کی خدائی باطل کر دی کہ اسکی خدائی کا ثبوت انجیل سے دو اس میں عیسائی کامیاب نہیں ہو سکتے اگر معجزات دکھانیکی وجہ سے کہتے ہو تو اس سے بڑھکر معجزات ایلیا نے دکھلائے بیٹا ہونیکی وجہ سے کہتے ہو تو اس سے پہلے یہودیوں کو بیٹا چھوڑ "تم خدا ہو" کہا گیا۔

(۱۸) آپنے پیشگوئیوں کے سمجھنے کا طریقہ بھی بتلایا اور یہی بھاری غلطی تھی جسکی وجہ سے اب تک اکثر حضرات راہ حق سے محروم ہیں وہ انکو ظاہری الفاظ میں باوجود قرینہ کے پورا ہونا دیکھنا چاہتے ہیں حالانکہ نہ ایسا کبھی ہوا نہ ہوگا۔

(۱۹) علمائے اسلام نے اکثر ایسے عقیدے پھیلا رکھے تھے جن سے قرآن مجید میں تخالف و تناقض لازم آتا آپنے کہا اے حضرات قرآن مجید میں اختلاف نہیں پس اپنے عقائد کی اصلاح کرو یہ تمہارا اپنا ہی قصور ہے مثلاً تم کہتے ہو کہ پیغمبروں نے مردے زندہ کئے مگر یہ غلط ہے کیونکہ وہ انہم لا یرجعون فرما چکا ہے۔

(۲۰) الہام وحی کے لوگ کسی نہ کسی طرح منکر تھے مثلاً برہمو کہ وہ بالکل ہی قائل نہیں اور دوسری قومیں آریہ۔ یہودی۔ عیسائی مسلم کہ وہ خاص وقت تک اسے مانتے اور آگے کے لئے یہ سلسلہ بند سمجھتے ان سب کی خیالات سے تردید کی یعنی الہامی پیشگوئیاں شائع کرتے۔ ایسی پیشگوئیاں جن میں انسانی عقل و فکر کام نہیں کر سکتی جب کئی برس پہلے فرمائی ہوئی باتیں پوری ہوئیں تو سب بکار اٹھے کہ یہ الہامی تائید ہے افسوس ان لوگوں پر جو الہام کو معرفت شے کا ذریعہ نہیں سمجھتے اور اسکو ایک امر مشکوک قرار دیتے ہیں حالانکہ اسی پر کل مذہبوں کی بنا ہے۔ اور

اور خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے فالھمھا فجورھا وتقوٰیھا (اور سمجھ نفس انسان کو بذریعہ الہام نیکی بدی جتلائی)

(۲۱) آپنے قرآنی آیات کے معارف بیان کر کے مومنین کے ایمان کو تازہ کیا اور منکرین کی توجہ کو منعطف کیا اور وہ بھی سمجھنے لگے کہ قرآن مجید ایک اعلیٰ درجے کی کتاب ہے جس میں ایسی پر حکمت باتیں ہیں۔

(۲۲) لفظ خنزیر کسر صلیب قتل دجال نزول عیسےٰ و نزول ملائکہ ختم نبوت کی بہت عمدہ حقیقت بیان کی جسے اولو الالباب بطیب خاطر قبول کر کے حلاوت ایمانی پاتے ہیں۔

(۲۳) آپنے ان الفاظ کی خوب تشریح کی اور حقیقت جتلائی جن سے اگلی قومیں ہلاک ہو رہی ہیں مثلاً عیسےٰ بن مریم کو خدا کا بیٹا کہنا بہت عمدہ طور سے کہا کہ بیٹا ہونے کے کیا معنے ہیں صرف اسی حقیقت کے نہ سمجھنے کی وجہ سے یہ غلطیاں پڑیں۔ جو انہیں قبول حق سے روک دیتی ہیں چنانچہ آپنے ابنیت کے متعلق فرمایا خدا تعالےٰ کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو باراده الہی اب محبت سے بھر گئی ہی ایک نیا تولد بخشتی ہی اسی وجہ سے اس محبت کی بھری ہوئی روح کو خدا تعالےٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہی استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہی۔

(۲۴) مسلمانوں کے لئے اپنے وجود باجود سے ایک اعلیٰ درجہ کا نمونہ دکھایا جو اللہ اور اسکے رسول کی محبت و متابعت میں فانی ہی اور یہ ظاہر ہے کہ انسان فطرتاً نمونہ دیکھکر کمالات حاصل کرنیکا عادی ہی سو اس ضرورت کو بوجہ احسن پورا کیا بلکہ ایک جماعت بھی ایسی طیار کر دی جو ہر طرح سے قولاً و فعلاً خدا تعالیٰ کی مطیع ہی۔

(۲۵) دنیا میں امن قائم کیا اور بتلایا کہ امن کے ساتھ اپنے مذاہب کی خوبیاں بیان کرو ایک دوسرے پر حملہ کرنیسے خوبی نہیں بلکہ عیب ظاہر ہوتا ہے۔

(۲۶) احادیث رسول اکرم صلعم کے جانچنے کا ایک ایسا معیار بتلایا جس سے تمام اختلافات کا دم بھر میں فیصلہ ہو جاتا ہی اور یہ کہ قرآن سے مطابق کرو اگر مطابق ہوں تو مقبول ورنہ مردود۔ یہ بخاری کی احادیث کا حال ہے اور مسلم کی احادیث قرآن مجید و بخاری کے ساتھ مطابق آنے سے مقبول ہونگی اور باقی کتابوں کی ان دونوں معتبر کتابوں کے تطابق سے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ جو احادیث تعامل کے رنگ میں آ گئیں انکو بہر حال ترجیح ہوگی اور ایسی ضعیف احادیث جو پیشگوئی پر مشتمل ہوں اور وہ پیشگوئی پوری ہو جائے تو سب سے صحیح حدیث وہی ضعیف ہوگی۔

(۲۷) مسلمان زبان سے کہتے کہ ہمنے اگلی کتابوں کو مانا مگر انکو دیکھنا گناہ خیال کرتے اور سخت نفرت کرتے اس شخص سے جسکے پاس سنتے کہ توراۃ یا انجیل ہی آپنے فرمایا کہ قرآن کی مخالفت جن آیات بائبل میں نہیں انہیں بے شک لے لیا جائے

(۲۸) آپنے یہ بھی سمجھایا کہ مذہبی مخالفت کی وجہ سے ہمدردی و نیک سلوک کو ہرگز ترک نہ کرنا چاہیئے۔

(۲۹) دعا کی فلاسفی نہایت اعلیٰ طور سے سمجھائی اور اسکی عظمت قلوب میں پیدا کر دی۔ یہاں تک کے کل تدابیر سے اسکو ترجیح دی اور استجابت کا گر سمجھایا۔ کہ قلق تقوٰی و استقلال ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تمہاری دعا رسمی طور سے الفاظ حفظ کر دہ پر مقصور نہ ہو

بلکہ دل سے اُٹھیں۔

(۳۰) آپنے تقدیر کے مسئلے کو ایسا واضح کیا کہ مولانا حکیم الامتؓ کے ایمان لانے کی وجہ ہی یہی ہے اس بے مثال عالم کی کسی کتاب کسی عالم سے تسلی نہ ہوئی مگر اس برگزیدہ مبارک رسول سے اسی ضمن میں آپنے توکل کے معنے سمجھائے اور اسباب ظاہری و باطنی کو لازم و ملزوم بتلایا یعنی سمجھایا کہ دعا کیساتھ ظاہری تدابیر سے بھی اچھی طرح کام لینا چاہئیے مگر ان پر بھروسہ نہ ہو۔

(۳۱) آپنے اسدفعہ تو تمام مذاہب پر اسلام کی طرف سے اتمام حجۃ کر دیا بس اور کیا چاہئیے! بڑا کام تو یہی ہے اسکے علاوہ اور کام دیکھنے کے لئے ان فوائد کو دیکھنا چاہئیے! جو پچھلے سوال کے جواب میں مذکور ہوئے ہاں ایک اور بات یاد آئی کہ آپنے اُمّتِ مرحومہ کو جو بڑے بوجھوں کے نیچے دبی ہوئی تھی نکال لیا وہ بوجھ کچھ تو غیر قوموں کے اعتراضوں کے تھے اور کچھ اپنے شکوک و اوہام کے جو فلسفے جدیدہ کے سبب سے پیدا ہو گئے تھے اور کچھ ان غیر متعلق وظائف و عبادات کے جو خواہ مخواہ اپنے پر لازم کر لئے گئے تھے گویا ہم ہی وہ ہیں ورھبانیۃ ن ابتدعوھا ما کتبنھا علیھم (اور رہبانیت جسے انہوں نے خود نکال لیا ہمنے انپر فرض نہ کی تھی الحدید ۲۷ پ ۲۷) اسکو ہی ٹھیک نباہا فما رعوھا حق رعایتھا کے مصداق ہو چکے تھے۔ ایسے ایسے مجاہدے و ریاضتیں تھیں اور اب بھی وہ ماننے والوں میں ہیں کہ انسان ناکارہ ہو جاتا ہی کسی کام کا نہیں رہتا گھر بار کو چھوڑنا پڑتا ہی اور پھر اتنا حاصل نہیں ہوتا جتنا احمدی ہو کر صرف نماز پڑھنے سے ہوتا ہی ہمارے نبی اکرم کی حقیقت کی دلیل بھی یہی ہو جو انکا اتارنا لکھی گئی ہی دیکھو آیت اعراف ۱۹۷ پ ۹ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان لانے والے ہیں کون ہیں جو الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰۃ والانجیل یامرھم بالمعروف وینھٰھم عن المنکر ویحل لھم الطیبٰت ویحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم۔ اس آیت میں سچے نبی کے نشانات بیان کئے گئے ہیں۔

وہ نبی عامۃ الناس میں اُمّی مشہور ہو جیسے ہمارے نبی اکرم صلعم تھے تو اُمّی مگر ایسے پر حکمت کلام کے مہبط ہوئے کہ کئی علماء و فضلاء خاکبوسی کو موجب فخر سمجھتے ہیں اسمیں اشارہ ہی کہ مخالف لوگ اپنے علم پر نازاں ہوتے ہیں اور مامور من اللہ اور اسکی جماعت کو جاہل سمجھتے ہیں مگر آخر کار یہ دیکھا جاتا ہی کہ حقیقی علم و فضل کس گروہ کو حاصل تھا ایمان و معرفت کا تعلق دل کی پاکیزگی سے ہے بڑے بڑے مسانید و جامع و منطق وغیرہ کی کتابیں پڑھ لینے پر موقوف نہیں بلکہ ان کتابوں کے عبور اسفار خمسہ کے کوٹھی دار ہونیکا دم مارنے پر منحصر ہے ایسے لوگونکے لئے علم حجاب اکبر کا کام دیتا ہے کیونکہ انکی آنکھوں پر تکبر و خود پسندی کا پردہ چھایا ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ مامور من اللہ اور اسکی جماعت سے استہزا پیش آتے ہیں اور اس استہزا کا وبال انپر پڑتا ہے بقولہ تعالیٰ۔ فلما جاءتھم رسلھم بالبینٰت فرحوا بما عندھم من العلم وحاق بھم ما کانوا بہ یستھزءون المؤمن ۸۴ پ ۲۴ (جب انکے رسول صاف ثبوتوں کے ساتھ آئے تو وہ اپنے علم پر نازاں ہوئے اور انہی استہزا کا وبال انپر پڑا)

صداقت کے نشان چنانچہ دیکھئے کہ حضرت اقدس کو جاہل و اُمّی کہا جاتا ہے مگر آپنے جتنی عربی کتابیں تحدی کے ساتھ لکھیں انکا جواب باوجود انعام مقرر کرنیکے کسی سے نہ ہو سکا خدا جانے مولوی فاضل [illegible] فاضلوں کے استاد کس قعر میں غرق شدہ ہیں

کر منہ سے اتنا تو کہتے ہیں کہ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ (انفال ۴ ع ۶) (اگر ہم چاہیں تو اسکی مثل کہدیں) اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ (یہ پہلی کتابوں کا سرقہ ہے) مگر اسکی مثل لاکر عملی صورت میں نہیں دکھلاتے اور یہی اسکے عجز و کذب کی دلیل ہے کہ ایک ایسے شخص کا مقابلہ کرنے سے معذور ہیں جو انکی نظر میں جاہل ہے اور اسنے کسی مکتب میں باقاعدہ تعلیم نہیں پائی۔

دوسرا نشان یہ بتایا کہ اسکی خبر تورات و انجیل میں مذکور ہے چنانچہ نبی اکرم صلعم کی خبر تورات میں بھی مذکور ہے اور انجیل میں ایسے ہی حضرت مسیح موعود کی خبر ان کتب سابقہ میں مذکور ہے قرآن و احادیث کی پیشگوئیاں تو مذکور ہیں دیکھو انجیل میں آپ کی آمد کا ذکر ہے متی ۲۴ باب جیسے بجلی پورب سے کوندھ کے پچھم تک چمکتی ویسے ہی ابن آدم کا آنا بھی ہوگا (معلوم ہوا کہ آپ مشرق میں پھر آئینگے) پھر نشان بتلائے کہ سورج اندھیرا ہو جائیگا اور چاند اپنی روشنی نہ دیگا (یعنی دونوں کو گرہن لگیگا) تب ابن آدم کا نشان آسمان پر ظاہر ہوگا اور اسوقت زمین کے سارے گھرانے چھاتی پیٹینگے (یعنی موت پڑیگی طاعون اور زلزلہ) اور ابن آدم کو بڑی قدرت اور جلال کے ساتھ آسمان کی بدلیوں پر آتے دیکھینگے اور نرسنگے کے بڑے شور کیساتھ اپنے فرشتوں کو بھیجیگا اور وے اسکے برگزیدوں کو چاروں طرف سے آسمان کی اس حد سے اس حد تک جمع کرینگے (یعنے فرشتے سعید لوگوں کے دلوں میں الہام کرینگے کہ مسیح کو مان لیں) پھر لکھا ہے جیسا نوح کے دنوں میں ہوا۔ ایسا ہی ابن آدم کا آنا بھی ہوگا۔ پھر لکھا ہے کہ اگر گھر کے مالک کو معلوم ہوتا کہ چور کس گھڑی آئیگا تو وہ جاگتا رہتا (معلوم ہوا کہ چور کی طرح آئیگا یعنے بھیس بدل کر تاریکی میں مطلب یہ کہ حقیقت عیسوی ایک اور وجود میں ظاہر ہوگی اسوقت جبکہ کفر کی تاریکی چھائی ہوئی ہوگی) اخیر میں لکھا ہے جس گھڑی تمہیں گمان نہ ہو ابن آدم آئیگا یہ اسلئے کہ لوگ سمجھتے ہونگے اسی نے پھر آنا ہے حالانکہ اسکے مثیل نے ہے اور آسمان سے آنیکی مراد یہ ہے کہ آسمانی نشانوں کے ساتھ اور آسمانی حربہ لیکر۔

تیسرا نشان یہ بتایا کہ نیک کاموں کا حکم دیتا ہے اور برے کاموں سے منع کرتا ہے اور پاکیزہ چیزیں حلال کرتا ہے اور گندہ حرام کرتا ہے سو یہ بات نبی اکرم صلعم میں بھی تھی اور اس سلسلہ میں تم پاتے ہو کیونکہ تم سب لوگ اقرار کرتے ہو کہ حضرت اقدس کوئی بری بات نہیں بتلاتے

چوتھا نشان کہ انکے بوجھ اتارتا ہے یعنی وہ وظائف اور ریاضات اور غیر ضروری اعتراضوں کے بوجھ جو انکے سر پر تھے اور دنیاوی جذبات کے طوق جو گردنوں میں پڑے ہوئے تھے اور انکو مادہ پرست بنا دیا تھا۔

یہ نشان جو سچے نبی کے ہیں اور یہ کام جو رسول کے لکھے گئے ہیں اور جو آپ کی ذات سے پورے ہوئے ہیں دیکھکر دل خود بخود ایمان لے آتا ہے مگر افسوس کہ یہ لوگ سمجھتے ہوئے نہیں سمجھتے۔[ملہ]

مسیح موعود کے انکار سے بچو اب سنو اکہ تحریر گزشتہ سے آپ پر واضح ہو چکا ہے کہ حضرت اقدس خدا تعالےٰ کی طرف سے صداقت و صدق ہیں تمہیں صدق کو جھٹلانے والے کون ہیں یہ آیت پڑھو فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَكَذَّبَ بِالصِّدْقِ

ملہ ان نشانوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مامور من اللہ کے آنے سے پہلے زمانہ کی یہ حالت ہوتی ہے کہ حرام و حلال کی تمیز نہیں رہتی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر نہیں رہتا دیکھو آج کل جو مادی سختہ وہی مسجد کے ملاں کے ٹھہرے وہ چند آدمیوں کے لئے حق کہنے سے معذور اور اس آیت کے شان نزول کانوا لا یتناہون عن منکر فعلوہ ۱۲

إِذْ جَاءَهُ أَلَيْسَ فِي جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكَافِرِينَ (اور کون ظالم ہی اس شخص سی جو خدا پر جھوٹ باندھی اور اس شخص سی جو صدق (مامور من اللہ) کو جھٹلائی جبکہ اسکے پاس آئی کیا ایسے منکروں کا ٹھکانا دوزخ نہیں پھر فرمایا الزمر ۲۴ ۲۷ وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ (جو صدق لایا اور جسنے اسے سچ جانا یہی متقیوں کا گروہ ہی ہے) گویا جو نہیں مانتے وہ متقی نہیں اور ظالم ظالم ہیں اور ظالموں کے لئے فرمایا انہ لا یحب الظلمین شوریٰ ۲۵ ۲۵۔ ظالم خدا کے محبوب نہیں اسکے علاوہ یہ آیات بھی ہیں وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِآيَاتِ رَبِّهِ ثُمَّ أَعْرَضَ عَنْهَا السجدہ ۲۱ ۲۶ (کون ظالم ہی اس شخص سی جسکو آیات رب (از آنجملہ مامور من اللہ کا وجود بھی آیت اللہ ہے) سے بیدار کیا جائے اور وہ اس سے منہ پھیرے (۲) مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ انعام ۳ ۷ (کون ظالم ہی اس سے جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اسکی آیتوں کو (مامور من اللہ کے ہاتھ پر بہت سے نشان ظاہر ہوتے ہیں اس لحاظ سے وہ خود بھی آیت اللہ ہوتا ہی) جھٹلائے ایسے ظالم فلاح نہیں پائینگے) اس سے ظاہر ہی کہ مامور من اللہ کی تکذیب کرنیوالے اظلم ہیں۔

ہمارے دشمنوں کے منہ سے وہ باتیں نکلتی ہیں جو کفار کے منہ سے نکلتی تھیں

اور ان کے منہ سے وہی باتیں نکلتی ہیں۔ جو اگلے مخالفانِ رُسل کے منہ سے نکلتی تھیں ہم انکے ایسے اعتراضات و شبہات کی آیتیں ہی لکھدیتے ہیں تاکہ ان مخالفین کے مثل ثابت ہوں (۱) یہ کہتے ہیں اجی ہم جیسا آدمی ہی تمہارے باپ دادا کے دین سی برگشتہ کرتا ہی اور جھوٹا مفتری ہی مَا هَٰذَا إِلَّا رَجُلٌ يُرِيدُ أَنْ يَصُدَّكُمْ عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُكُمْ وَقَالُوا مَا هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ مُّفْتَرًى (۲) یہ تو ہم جیسا بشر ہی اجی تم پر بڑائی چاہتا ہی (یعنی خواہ مخواہ سردار و امام بننے کا ارادہ ہی چاہتا ہے کہ میرا ہی حکم چلے) اگر اللہ چاہتا تو کوئی فرشتہ بھیجدیتا (اسیئے اس ہی بشری خواص و عادات ظاہر ہوتے ہیں یہ ایک بڑا دہوکہ ہے کہ وہ رسول میں لوازمات بشری دیکھکر پیچھے ہٹ جاتے ہیں حالانکہ بلحاظ بشر ہونیکے ضروری ہے کہ وہ کھائے پیئے عورتوں میں رہے کسی چیز کی محبت کا اظہار کرے۔

اسی بات کو نہ سمجھنے کے لئے فرمایا وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَّسُولًا بنی اسرائیل ۱۱ ۱۶ (اور لوگوں کو جب ہدایت آئی ایمان لانے سے کسی چیز نے منع نہیں کیا مگر اسی بات نے کہ کیا اللہ نے بشر رسول بھیجا) جو باتیں یہ سناتا ہی ہمنے اگلے بڑے بوڑھوں باپ دادا اور علماء سے نہیں سنیں اسکو تو جنون ہو گیا ہی (یعنی خبطی ہے) مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُرِيدُ أَنْ يَتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَنْزَلَ مَلَائِكَةً مَّا سَمِعْنَا بِهَٰذَا فِي آبَائِنَا الْأَوَّلِينَ إِنْ هُوَ إِلَّا رَجُلٌ بِهِ جِنَّةٌ المومنون ۱۸ ۲۶ ہماری قوم سی جو بہت زیادہ مجتہد ہیں وہ اکثر آپ کو خبطی و مجنون ہی کہتے ہیں مگر اسکا ثبوت نہیں دے سکتے کیا ایک مجنون شخص ایسے معارف و حقایق پیش کر سکتا ہی اور اتنے مختلف مذاہب کا اسقدر استقلال سے مقابلہ کر سکتا ہی آپکی کتابیں آپکے عدم جنون پر گواہ ہیں اور یہی ثبوت نبی کریم کے مجنون نہ ہونیکا دیا گیا تھا دیکھو نٓ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ مَا أَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُونٍ وَإِنَّ لَكَ لَأَجْرًا غَيْرَ مَمْنُونٍ وَإِنَّكَ لَعَلَىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ دوات اور قلم جو کچھ لکھتے ہیں بس انکی گواہی ہی اس امر کے ثابت کرنیکے لئے کافی ہی کہ تو اپنے رب کے فیض ربوبیت سے کیسے ہی مجنون نہیں کیونکہ مجنون پر ایسی کتاب

نازل ہو نہیں سکتی پھر ترتیب کام نکا نتیجہ کٹا ہوا نہیں حالانکہ مجنونوں کا کوئی کام مستقل اور نتیجہ خیز نہیں ہوتا اور تو اعلیٰ درجہ کے اخلاق بہ ہے یہ تیسرا
ثبوت ہے مجنون نہ ہونیکا پس یہی دلیلیں اس باطل لغو اعتراض کے جواب میں دیجا سکتی ہیں جو کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کو مالیخولیا و جنون ہے
اور یہ جنون کہنا کوئی عجیب یا انوکھی بات تو نہیں انکے بھائیوں نے کہا یایھا الذی نزل علیہ الذکر انک لمجنون الحجر ۶ ہ اے وہ شخص
جسپر ذکر نازل ہوتا ہے تو تو مجنون ہے، (۳) ولا یکاد یبین الزخرف ۲۵ (عام مجلس میں بات ہی نہیں کر سکتا) چنانچہ یہی ہمارے حضرت
صاحب کو کہتے ہیں کہ عامۃ الناس میں یہ تقریر نہیں کر سکتے کریں تو بے جوڑ اور غیر فصیح الفاظ میں کہینگے اسکی فصاحت پر تو تم لوگوں کی خموشی
نے مہر لگادی کہ کسی کتاب کا جواب بہی مدعیان فصاحت و بلاغت اکٹھے ہو کر بھی نہیں دے سکے (۴) تو تو یہی چاہتا ہے کہ میری ہی سرداری
اور میرا ہی سکہ چلے مگر ہم تو تمہیں کبھی نہ مانینگے کیونکہ تم ہمیں بڑوں کے دین سے برگشتہ کرنے آئے ہو قالوا اجئتنا لتلفتنا عما
وجدنا علیہ اباءنا وتکون لکما الکبریاء فی الارض وما نحن لکما بمؤمنین یونس ۱۱ (کبھی افسوس کے لہجے میں
کہتے ہیں یہ شخص تھا تو بڑا لائق اور اسپر ہمیں بڑی امیدیں تھیں مگر یہ الٹے راہ پڑ گیا قد کنت فینا مرجوا قبل ھذا ہود ۱۲ (۷) کیا یہی بڑا رہ
گیا تھا مسیح بننے کے لایق فلاں گدی کے مالک کو یہ عہدہ کیوں نہ ملا لو لا نزل ھذا القران علی رجل من القریتین عظیم الزخرف ۲۵
اسکا جواب تو یہی ہے اھم یقسمون رحمت ربک (کیا یہ تیرے رب کی رحمت تقسیم کرتے ہیں)
غرض اس قسم کی باتیں انکے منہ سے نکلی ہیں جس کے جواب کے لئے میری دانست میں یہی بات کافی ہے کہ نہیں انکے اعتراض قرآن شریف
میں کافروں کی زبان سے نکلے ہوئے دکھلائے جائیں اور ایک مسلمان کے لئے تو صرف یہی بات ڈوب مرنے کے لئے کافی ہے کہ اسکے منہ سے وہ
بات نکلے جو کافروں کے منہ سے نکلی حالانکہ پہلے یہی حضرات اس امام ہمام کے خروج کے لئے دعائیں کرتے تھے اور اب سب سے پہلے اسکے منکر ہو بیٹھے
یہ بھی کوئی نئی بات نہیں کیونکہ پہلے لوگوں کا بھی یہی حال تھا وکانوا من قبل یستفتحون علی الذین کفروا البقرہ ۱۱ (پہلے تو کافروں
کے مقابل اسکے ظہور کے لئے دعائیں کرتے) فلما جاءھم ما عرفوا کفروا بہ (پھر جب انکے پاس آگیا تو انجان بن بیٹھے اور
انکار کر دیا) پہلے کبھی مسلمانوں کو اگلے کفار کا حال و سلوک دربارہ انبیاء کہتے ہوئے سنا کہ اگر ہم میں وہ رسول آتا تو کبھی ایسا نہ کرتے مگر جب آگیا
تو سب سے پہلے نفرت کرنیوالے ہوئے واقسموا باللہ جھد ایمانھم لئن جاءھم نذیر لیکونن اھدی من احدی الامم فلما
جاءھم نذیر ما زادھم الا نفورا استکبارا فی الارض ومکر السیئ فاطر ۲۲ (اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے اگر انکے
پاس کوئی نذیر آیا تو سب امتوں سے اچھا سلوک کرینگے مگر جب ان کے پاس تم پر ڈرانے والا آیا تو پھر الٹی نفرت ہی میں بڑھے اور لگے سرکشی
کرنے اور اس رسول کے حق میں بری بری تدبیریں کرنے (۲) لو لا ارسلت الینا رسولا فنتبع ایاتک ونکون من المؤمنین
فلما جاءھم الحق من عندنا قالوا لو لا اوتی مثل ما اوتی موسی القصص ۲۰ (آرزو ہے کہ ہماری طرف کوئی رسول بھیجے
تو ہم تیری آیات کے تابع ہوں اور اسکے مومنوں سے بنیں مگر جب وہ حق ہماری طرف سے آگیا تو کہنے لگے اس نے تو موسیٰ سے معجزے نہیں دکھائے
یہ وہ نہیں) جیسے پہلے مسیح و مہدی کا انتظار اور دل میں لئے کہ آئے تو یوں مدد دیں یوں کریں جب آگیا تو کہنے لگے مسیح ہے تو مسیح جیسے
معجزے دکھائے خدا نے تو اپنا فرستادہ بھیجدیا تاکہ یہ نہ کہیں کہ ہمارے پاس کوئی بشارت دینے والا اور ڈرانے والا نہ آیا مگر جب آگیا تو منکر ہو گئے

أَنْ تَقُولُوا مَا جَاءَنَا مِنْ بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ (المائدہ ۳ ع) ۔ غرض ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے
کہ پہلے انہی قوموں کو انتظار تھا مگر جب آیا تو اپنی امیدوں کے خلاف پاکر اسکو ایذائیں دیتے ہیں اور اسے اور اسکے مریدوں کو جو کچھ کہتے ہیں وہ ابراہیم
میں مذکور ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِنْ أَرْضِنَا أَوْ لَتَعُودُنَّ فِي مِلَّتِنَا (اور ان لوگوں نے جو انکار کرتے ہیں کہا
اپنے رسولوں کو ہم تمہیں اپنی بستیوں سے نکال دینگے یا تم ہمارا مذہب اختیار کرلو) مگر انکے اس قول کے جواب میں انکو خدا کی وحی سنائی گئی لَنُهْلِكَنَّ
الظَّالِمِينَ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْأَرْضَ مِنْ بَعْدِهِمْ ذَٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِي وَخَافَ وَعِيدِ (ہم ضرور ظالموں کو ہلاک کردینگے
اور تم کو اس مامور کے مریدو انکے بعد اسی زمین میں وارث بنا دینگے یعنی وہ تباہ ہو جائینگے اور تم انکے وارث ہوگے مگر یہ وعدہ اسکو ملیگا جو میرے مقام سے
ڈرتا ہے اور میرے عذاب سے خائف ہو کر متقی بنے) كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ (المائدہ ۹ ع) (جب کبھی انہوں نے
آگ جلائی (فساد کی لڑائی کی) تو اللہ نے مومنوں کے لئے بجھا دی) چنانچہ اب ہم دیکھ رہے ہیں کہ جہاں کسی بستی میں اکا دکا احمدی ہو تو اسکا حقہ
پانی بند کرکے گاؤں ہی باہر نکالنے کی تجویز کرتے ہیں بلکہ نکال دیتے ہیں مگر آخر دیکھینگے کہ انکا وارث کون ہوتا ہے اور اول تو فساد میں کبھی کامیاب
ہوتے ہی نہیں فساد کے لئے اکٹھے کرتے ہیں اور پھر انہیں کی نااتفاقی ہمارے لئے مفید ہو جاتی ہے اور نہ صرف زبان سے مخالفت کرتے ہیں بلکہ
مال تک خرچ کرنے سے دریغ نہیں مگر باوجود انکے اخراجات کے یہ جماعت بڑھ رہی ہے کتابوں پر کتابیں رسالوں پر رسالے نکل رہے ہیں مگر یہاں روز
افزوں ترقی ہے لقولہ تعالیٰ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً
ثُمَّ يُغْلَبُونَ (انفال ۵ ع) (یہ لوگ اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے روکیں یہ اسی طرح خرچ کرتے چلے جائیں گے مگر آخر کار یہ سب مال و دولت
کا خرچ بوجہ عدم کامیابی انکے لئے موجب حسرت ہوگا کیونکہ یہ مغلوب ہو جائینگے) ہابیل قابیل کا قصہ قرآن میں اسی بات کو سمجھانے کے لئے بیان ہوا ہے
کہ مامور من اللہ کے وقت دو فریق ہوتے ہیں ہر ایک فریق اپنے خیال کے مطابق خدا کی عبادت کرتا ہے اور اسکی راہ میں خرچ کرتا ہے مگر مقبول اسی کا
ہوتا ہے جو عند اللہ متقی ہو چنانچہ فرمایا إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ (اللہ متقیوں سے قبول کرتا ہے اور کامیابی انہی کی ہوتی ہے) اور متقیوں
کا نشان یہ ہے کہ وہ باوجود فریق ثانی کی زیادتی کے ان سے بدلہ نہیں لیتے جیسا کہ ہابیل نے کہا مَا أَنَا بِبَاسِطٍ يَدِيَ إِلَيْكَ لِأَقْتُلَكَ (اور میں
تیرے قتل کے لئے کبھی ہاتھ نہ اٹھاؤنگا) چنانچہ یہی صفت تم احمدیوں میں پاتے ہو۔ مخالف لوگ یاد رکھیں کہ انجام اچھا یعنی آخری کامیابی
اسی دنیا میں پرہیزگاروں کی ہوتی ہے یہ اسلئے کہ اگر اس دنیا میں نہ ہو تو پھر صداقت کا معاملہ مشتبہ ہو جائے کیونکہ قیامت کے دن بہتری کامیابی
کا تو ہر فریق مدعی ہے جو اس دنیا میں حق کے انکشاف کے لئے مفید نہیں اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ ہر رسول کی مخالف جماعت اسی دنیا میں انہیں
کے سامنے ہلاک ہوئی ایسی ہلاک کہ جن پر انکا بھروسہ تھا وہ بھی انکے کام نہ آئے فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُونَ مِنْ
دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ رَبِّكَ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ (ہود ۹ ع) ۱۲ (انکے معبود انکے کام نہ آئے جب تیرے
رب کا عذاب آگیا اور انکی ہلاکت ہی بڑھی پھر فرمایا کہ دنیا کی تباہی آیت ہے یعنی نشان واسطے عذاب آخرت کے إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً
لِمَنْ خَافَ وَعِيدَ۔ مامور من اللہ آتا ہی اسی واسطے ہے کہ مجرمین الگ ہو جائیں فرمایا وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلُ الْمُجْرِمِينَ (انعام ۶ ع) اور
أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ أَنْ لَنْ يُخْرِجَ اللَّهُ أَضْغَانَهُمْ (محمد ۴ ع) ۲۶ (کیا ان لوگوں نے جن کے دلوں میں

مخفی مرض تھا سمجھا کہ ہم انکی دلی عداوتوں کو ظاہر نہ کرینگے۔

تمام اولیاء اللہ دکھ دئے گئے۔

بے شک مجھ کو معلوم ہے کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو جھوٹا سمجھکر اسکے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں اگر وہی "مسیح و مہدی" جسکا ہمیں انتظار ہے آجائے تو اسے سر آنکھوں پر بٹھائیں مگر کیا یہ کوئی نیا عذر ہے جن یہودیوں نے عیسٰے کو ایذا دی مصلوب کرنے کی کوشش کی وہ بھی اسی خیال سے دیتے تھے کہ یہ عیسٰے بن مریم جھوٹا مفتری ہے ایسا ہی جن بدبختانِ ازل نے جہان کے سردار سید الانبیاء کو تکلیفیں پہنچائیں لڑائیاں کیں قتل کرنے کی تدبیریں کیں آخر وہ بھی اسی خیال سے ایسا کرتے کہ یہ "وہ نبی" جسکا ذکر تورات استثنا میں اور انجیل میں "روح حق" کے نام سے ہے نہیں ہے اب دیکھئے کیا اس عذر سے انکی بریت ہوگئی ہرگز نہیں بلکہ خدا کے کام اور کلام نے انہیں مخالفین کو جھٹلایا اور لعنت ابدی کا مستوجب ٹھہرایا اچھا یہ دور کی باتیں ہیں انکو جانے دو میں یہ پوچھتا ہوں کہ اسی اسلام میں جو علماء و فضلاء ہوئے ہیں ان سے امت محمدیہ نے کیا سلوک کیا انکا حال پڑھکر میرے منہ سے بے اختیار یہ آیت جاری ہو جاتی ہے فَلِمَ تَقْتُلُونَ أَنْبِيَاءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ البقرہ (پھر اگلے انبیاء کو قتل کیوں کرتے رہے ہو اگر تم ایسے ہی مومن تھے) اگر ایسے پختہ ایمان کا دعویٰ ہے تو تمہارے بڑے اکابر اولیاء سے اچھا سلوک کرتے جنکو آجکل تم لوگ مانتے ہو مگر تم نے ایسا نہ کیا تاریخی واقعات ندامت کی سیاہی ملنے کے لئے کافی ہیں سنو (۱) ابن عباس افقہ الناس جنکے حق میں رسول اللہ صلعم کی دعا ہے اَللّٰهُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّينِ وَعَلِّمْهُ التَّاوِيلَ انکی نسبت انہی مسلمانوں نے کہا انہ یفسر القرآن بغیر علم وبغیر علم ماثور کہ قرآن کی تفسیر کرتا ہے (۲) حضرت ابوبکر الصدیق ثانی اثنین جاں نثار رسول اللہ کو خارج از اسلام منافق غاصب کہنے والے اور پھر ان پر لعنتیں بھیجنے والے مسلمان ہندوستان و ایران میں بکثرت موجود ہیں (۳) حضرت عمر فاروق جنکی رائے کلام اللہ سے بعض اوقات موافق ہوئی اور جنکے ذریعے اسلام بلاد فارس میں پھیلا اور دین الٰہی نے پوری تمکین حاصل کی انکو "دشمن دین" کہنے والے بھی اسی ملک میں مسلمان موجود ہیں پھر حضرت عثمان ذو النورین کو مرتد کہنے والے بھی (۴) اور حضرت علی مرتضیٰ داماد رسول مجتبیٰ جنکی شان میں "لحمک لحمی جسمک جسمی" موجود ہے "وانت اخی فی الدنیا والآخرۃ" انکو کلمہ گو خوارج کہا کرتے ہیں میں کچھ نہیں کہ سکتا پھر ام المومنین حضرت عائشہ کا واقعہ یاد ہے (۵) امام حسن وحسین وہ جگر گوشگانِ رسول جنت کے جوانوں کے سردار اسی رسول کریم کے دوہتے جنکا کلمہ پڑھتے ہیں کلمہ گو نمازی مسلمانوں نے کیا سلوک کیا کس بیدردی سے زہر دیا کس سنگدلی سے معصوموں سمیت شہید کیا آہ! اسکے سننے کے لئے پتھر کا کلیجہ چاہیئے نامرادوں نے پانی بھی بند کر دیا حالانکہ اسی پانی سے جانور تک اپنی پیاس آزادی سے بجھاتے تھے۔ (۶) حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رض جنکے مذاہب پر اکثر حصّہ مسلمانوں کا چلتا ہے اور جوش عقیدت میں انکے قول کے سامنے قول اللہ و الرسول کو بھی وقعت نہیں دیتا ہے اسی کو مسلمانوں نے جاہل۔ بدعتی۔ زندیق کافر کہا قید کر دیا گیا خشت شماری کا ذلیل کام سپرد کیا آخر اسی جیل میں وفات پائی ایسے عظیم الشان امام کے خلاف لوگوں کو ایسی رائے تھی کہ مجدد سبحانی قدس سرہ العزیز نے بھی طعن کیا ہے (۷) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کو انہی مسلمانوں نے اضر من ابلیس کہا یعنے شیطان سے زیادہ ضرر پہنچانے والا اور "رفض" کی نسبت کر کے قید کر دیا علماء عراق و مصر نے تہمتوں کا وہ طومار باندھا کہ یمن سے بغداد تک پابہ زنجیر لائے گئے اسپر ہزاروں آدمیوں کی ملامت و گالیاں (۸) امام مالک تبع تابعین رحمۃ اللہ علیہ جنکی مؤطا کے لئے خلیفہ وقت نے لکھا تھا کہ حکماً رائج کر دوں۔ مدینۃ النبی (علیہ السلام) کے امام ذلت سے قید کئے گئے۔ آپکی مشکیں ایسی سختی سے باندھی گئیں کہ بازو اکھڑ گیا سر کے کوڑے مارے گئے

(۹) امام احمد حنبل رضی اللہ تعالے جن کے مذہب کے مقلد و حامل حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی المعروف بہ پیر دستگیر سلام اللہ علیہ ہیں پوری اٹھائیس مہینے قید میں ہی بھاری بھاری زنجیریں آپکے پاؤں میں ڈالی گئیں لوگوں نے منہ پر طمانچے مارے ہر شام کو جیلخانے سے کوڑے مار کر نکالے جاتے (۱۰) امام محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ جلا وطن کئے گئے بخارا سے سمرقند آئے مگر وہاں بھی کسی نے ٹھہرنے نہ دیا تو آپنے دلسوزی سے دعا مانگی جو آپکی مصائب و تکالیف کا ثبوت ہے اَللّٰھُمَّ قَدْ ضَاقَتْ عَلَیَّ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ (باوجود وسعت کے زمین مجھ پر تنگ ہو گئی ہے پس مجھے اپنی طرف قبض کرلے) فاقبضنی الیک اللہ اکبر موت کو زندگی پر ترجیح دینا مسلمانوں کی نیک سلوک کی خبر دے رہا ہے۔ (۱۱) امام نسائی کو مسجد میں پیٹا گیا اسی صدمے سے بیمار ہوئے اور وفات پائی (۱۲) قطب الاقطاب بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز شہر بسطام سے سات مرتبہ خارج کئے گئے قصور یہ کہ غیر شرع کلمات زبان پر لاتے تھے علماء نے کفر کا فتوے دیا مگر کیا وجہ ہے کہ اب انہیں اولیاء اللہ ہی سمجھتے ہیں کیوں انہیں برا نہیں کہتے کیا ان آیات کی تاویل نہیں ہو سکتی تھی جو ایسا بیرحمانہ سلوک کیا لا الہ الا انا فاعبدنی کہا تو اپنی نسبت نہیں بلکہ حکایتاً خدا کی طرف سے تھا (۱۳) حضرت ذوالنون مصری کو گلیوں میں گھسیٹا گیا۔ حضرات مولوی صاحبان کی جماعت کفر و زندقہ کے ثبوت کے لئے ہمراہ تھی (۱۴) سلطان المحققین جنید بغدادی کی بھی تکفیر کی گئی (۱۵) محمد بن فضل بلخی اعرف الناس باللہ اتبعھم لسنۃ نبیہ بلخ سے نکالے گئے (۱۵) امام ابوبکر نابلسی رحمۃ اللہ علیہ کی مولویوں کے حکم سے کھال کھینچی گئی (۱۶) ابو الحسن [illegible] رحمۃ اللہ علیہ کو اہل بصرہ نے بصرہ سے نکال دیا (۱۷) ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ زندیق قرار دئے گئے (۱۸) شیخ ابو الحسن شاذلی رحمۃ اللہ علیہ قید کو مصر بھیجے گئے اور انکے لئے تمام بستیوں کو مطلع کیا گیا کہ کوئی اپنے گاؤں میں نہ رہنے دے (۱۹) حضرت محی الدین سید عبدالقادر جیلانی جن کا نام لیوا نیاز چلانے والا مسلمانوں کا کثیر التعداد گروہ ہے اور جنکا علم و فضل و تصرف کسی سے مخفی نہیں۔ شیخ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے جو ایک بڑے عالم فاضل یونیورسٹی مدارس کے اعلیٰ افسر تھے اور ۵۲ کتابوں کے مصنف انکے لئے تلبیس الابلیس لکھی اور آپ کا سخت انکار کیا بلکہ شاہی امداد سے آپکا پانی بھی بند کیا گیا (۲۰) شیخ محی الدین ابن عربی یعنی شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کو اکفر کہا گیا ہے اور حضرت مولوی صاحبان نے فتوے دیا انکا کفر یہود و نصاریٰ کے کفر سے زیادہ سخت ہے پھر یہاں تک اکتفا نہیں بلکہ کہا کہ جو انکے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر اور جو شیخ کے کفر کے شک کرنے والوں کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔ (۲۱) مولٰنا جلال الدین رومی اور مولوی عبدالرحمٰن جامی و شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہم جن میں سے اول الذکر کی تصنیف کی نسبت عام مشہور ہے مثنوی مولوی معنوی ہست قرآں در زبان پہلوی۔ ان تینوں بزرگوں کو کافر کہنے والے دیکھنے ہوں تو نواح سورت میں جائیے وہاں کئی مسلمان آپ کو ملینگے (۲۲) شیخ ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ سنیوں کے امام مانے جاتے ہیں مگر آپ کی طرف کفر و الحاد کی نسبت کی گئی (۲۳) حسین بن منصور حلاج دار پر لٹکائے گئے آپ تو شاہ منصور کے لقب سے مشہور ہیں کیا ہی اچھا کہا ایک بزرگ نے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کو درخت سے آواز انی انا اللہ آئے تو سمجھ لیا جائے کہ درخت کا درمیان میں حجاب ہے اصل کہنے والا خدا ہے تو کیا وجہ ہے کہ منصور سے انا الحق بھی اسی طرح نکلا گویا منصور درمیانی حجاب تھا فی الحقیقت یہ لحن الا کوئی اور تھا (۲۴) حضرت امام غزالی جو مجدد ہوئے ہیں اور جنہوں نے اپنی دلائل قاہرہ کے ذریعے یونانی فلسفے کی بیخ و بن اکھیڑ ڈالی۔ کافر ٹھہرائے گئے کتابوں کو جلا دینا اور انپر لعنت بھیجنا ثواب سمجھا گیا (۲۵) تیمی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جب قوت حج میں یہ علماء باہر نہ آئے تو یہ حیلہ نکالا کہ موچی سے مکر انکی جوتی میں قبل ہو

اللّٰہ احد سورۃ رکھوادی اور پہر نائب حلب سے شکایت کرکے کہال ادھیڑوادی (۲۶) قاضی عیاض صاحب شفا کو یہودی کہا گیا اور پھر قتل کئے گئے (۲۷) امام ابو القاسم رحمۃ اللہ علیہ کو ایک ہزار کوڑے مارے گئے پہر ہاتھ پاؤں کاٹ کر سولی پر چڑھا کر آگ میں جلادیا (۲۸) شیخ الاسلام تقی الدین ابن تیمیہ شہر سے نکالے گئے اور قلعے میں محبوس ہوئے (۲۹) حافظ ابن القیم کو بھی قید کیا (۳۰) امام ربانی شیخ احمد سرہندی مدعی مجددیت الف ثانی پر کفر کا فتوے ہوا سخت بے ادبی کیگئی جہانگیر کے عہد میں گوالیار قید کئے گئے (۳۱) شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پر بدعت و گمراہی کا الزام لگایا گیا (۳۲) مرزا جانجاناں بھی مذہبی ضد سے شہید ہوئے (۳۳) مولانا سید احمد بریلوی پر جیسے فتوے لگائے گئے سب کو معلوم ہیں (۳۴) مولوی محمد اسمٰعیل شہید کی تکفیر کے فتوے مکہ تک لائے گئے حالانکہ یہ دونوں بزرگ اعلیٰ درجہ کے موحد اور سنت نبوی کے مشتاق تھے (۳۵) مولوی عبداللہ صاحب غزنوی جلا وطن کئے گئے اور پنجاب میں آکر پناہ لی۔ (۳۶) مولوی غلام رسول صاحب قلعہ والے سے کیا سلوک ہوا یہ وہی بزرگ عاشق کتاب و سنت ہیں جنکی کتابیں اور دردناک اشعار گھر گھر میں پڑھے جاتے ہیں آپکی تکفیر میں بہی کچھ کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ ابن عبد السلام رحمۃ اللہ علیہ کی تکفیر کیگئی حالانکہ ابن حجر انکے حق میں لکھتے ہیں ہو وافقہ من الغزالی

یہ سب بزرگ جن کا مختصر حال ہمنے اقتباس کرکے لکہا ہے ایسے ہیں جنہیں اب تو بالاتفاق اہل اللہ عالم فاضل متبعان کتاب و سنت مانا گیا ہے مگر اپنے اپنے وقت میں جو ان سے سلوک انہی مسلمانوں کی طرف سے ہوا وہ ناگفتہ بہ ہے پس اگر حضرت امام مہدی سے بھی یہ سلوک ہو رہا ہے تو کچھ تعجب نہیں اور نہ یہ مسلمان حضرات اس عذر سے حق بجانب ہو سکتے ہیں کہ یہ وہ نہیں" کیونکہ ایک زمانہ آتا ہے کہ سب کہینگے "وہ وہی تھا"۔

یہ سخت مکفرین[1] کا حال ہے جو مصداق عَضُّوا عَلَيْكُمُ الْأَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ آل عمران ۱۲۶ (غصہ سے انگلیاں کاٹتے ہیں) ہیں اسکا جواب قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ ہی ہے کاش یہ لوگ آجکل کی پے در پے مصائب شاقہ سے ہی عبرت حاصل کرتے وَلَا يَزَالُ الَّذِينَ كَفَرُوا تُصِيبُهُم بِمَا صَنَعُوا قَارِعَةٌ أَوْ تَحُلُّ قَرِيبًا مِّن دَارِهِمْ حَتَّىٰ يَأْتِيَ وَعْدُ اللَّهِ الرعد ۱۳ (اور منکروں کو انکی کرتوتوں کی سزا میں کوئی نہ کوئی مصیبت پہنچتی رہیگی طاعون۔ زلزلہ۔ اندھیاں۔ امساک باراں لڑائی جھگڑے۔ مقدمے) یا ان کی بستیوں کے قریب بلا نازل ہوتی رہیگی یہانتک کہ اللہ کا وعدہ آجائے) مگر افسوس کہ یہ بجائے عبرت کے سرکشی میں بڑھتے ہیں اور بجائے شکر کہ ہم بچ رہے کہتے ہیں ہم تو محفوظ ہیں وَيَسْتَعْجِلُونَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ الرعد ۱۶ ۱۳ (برائی کے لئے بہلائی سے پہلے جلدی کرتے ہیں) انکو اسکا مزا چکہا دیا جائے مگر وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلَىٰ ظُلْمِهِمْ (تیرا رب باوجود انکی شرارتوں کے مغفرت کرنیوالا ہے) وہ اتنا نہیں سمجھتے کہ عذاب کے نزول سے مراد تضرع کا پیدا کرنا ہوتا ہے مبارک وہ جو دوری سے بلا کو دیکھکر حالتوں میں تبدیلی پیدا کریں اور یہ نہ کہیں طاعون ابھی تک ہمارے گاؤں میں نہیں آیا یا زلزلے سے ہمیں تو کچھ نقصان نہیں پہنچا دیکھو البقرہ ۸۶

---

[1] ایسے لوگ دوسروں کو اپنے ساتھ شامل کرنے کے واسطے ہماری النسبت غلط خبریں شائع کرتے ہیں اور نہایت خراب عقیدے ہماری طرف منسوب کرتے ہیں اور ہماری کتابوں کی عبارتوں کی ایسی تاویل کرتے ہیں جو ہم مراد نہیں رکھتے فرمایا يسمعون كلام الله ثم يحرفونه من بعد ما عقلوه وهم يعلمون البقرہ ۱۔ اللہ کا کلام سنکر پہر اسکو بدل دیتے ہیں پہچانکے کہ سمجھ لیا اور باوجود اصل مطلب جاننے کے کچھ کا کچھ سناتے اور غلط بیانی کرتے ہیں

فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ (یعنے اس عذاب کو اس زمانہ کے لوگوں کے لیئے (حالانکہ ایک محدود قوم میں سکا نزول ہوا) اور پیچھے آنے والی نسلوں کے لئے اور خدا ترسوں کے لیے نصیحت بنایا) کاش ان لوگوں کو معلوم ہوتا اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَشَاقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْهُدٰى لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا وَسَيُحْبِطُ اَعْمَالَهُمْ محمد ۴ (جو لوگ منکر ہوئے اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور ہدایت کے ظاہر ہوئے پیچھے خدا کے فرستادہ کی (خواہ کسی زمانہ میں ہو) مخالفت کرتے ہیں وہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کرسکتے بلکہ ان ہی کے عملوں کو اکارت کردیگا) وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا النساء ۵ (جو ہدایت کے ظاہر ہوئے پیچھے رسول کی مخالفت کریں اور اس رسول کے مومنوں کے سوا کسی اور رستے چلیں تو ہم اسکو اسی طرف جانے دینگے اور جہنم میں پہنچائینگے جو بہت برا ٹھکانا ہے) کیا ان لوگوں کو اپنے مالوں پر بھروسہ ہے کہ اسقدر مخالفت پر تلے ہیں وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ۙ وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ سبا[1]

حق کے مخالفوں کی کچھ اور قسمیں

اسکے بعد ہم کچھ اور قسم کے لوگوں کا ذکر کرتے ہیں ان میں سے کچھ تو ایسے ہیں جنکے دل تو مان چکے ہیں مگر مندرجہ ذیل آیات کے مصداق ہیں (۱) وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا القصص ۶ (اور کہتے ہیں اگر ہم اس ہدایت کی تابع ہوکر تیرے ساتھ ہوں تو یہاں سے نکالے جاویں) میں قسمیہ کہتا ہوں کہ مسجدوں کے ملاں ایسے بہت ہیں جو چند روٹیوں کے لئے علانیہ قبول حق سے معذور ہیں کاش انہیں اخلاقی جرأت ہوتی تو وہ بجائے امام کہلانیکے اپنی مقتدیوں کے مقتدی نہ بنتے ایسی مخلوق پرستی بھی کس کام کی ؟ اگر کوئی بزرگ انکے گزارہ کا پورا انتظام کردیتے تو علانیہ طور سے اقرار کرلیں مگر ہمیں ایسی بزدل لوگ چاہئیں نہیں۔

(۲) يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَاۗىِٕرَةٌ المائدہ ۸ (وہ کہتے ہیں ہمیں ڈر ہے کہیں بیٹھے بٹھائے مصیبت میں نہ پڑ جائیں) یعنے بعض صرف اس خیال سے کہ سب خوش رہیں ہاں میں ہاں ملاتے ہیں۔

اور بعض ایسے ہیں جو کہتے ہیں مانیں تو ہماری عزت میں خلل آتا ہے اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ البقرہ ۲۵ (عزت گناہ پر مجبور کررہی ہے) اور بعض ایسے ہیں جو دو طرفہ کارروائی چلاتے ہیں کوئی خوشی یا فائدہ یا آرام دنیاوی ہو تو ساتھ ورنہ بیگانے اور اپنوں میں شیخیاں بھگارنے پر آمادہ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ التوبہ ۷ (اگر تجھ کو کوئی خوشی پہنچے تو انہیں بری لگتی ہے اور اگر مصیبت پہنچے تو کہتے ہیں ہم ہی تھے جنہوں نے ساتھ نہ دیا اور اپنے بچاؤ کی تدبیر کی)

---

[1] اور اسی مخالفت میں سے انکے منہوں سے نکلتا ہے کہ احمدیوں سے تو ہندو عیسائی اچھے ہیں اور اس بات کے قائل وہ صرف زبان سے ہی نہیں بلکہ عملاً چنانچہ دیکھو ہر گاؤں میں ہندو سکھ ہیں ان سے تو وہی محبت و سلوک و پیار و اٹھنا بیٹھنا ہے مگر احمدیوں سے ایسی بیزاری کہ گاؤں سے نکالنے پر تلے ہوئے کلام کرنے پاس بیٹھنے سے پرہیز ہے کیوں وَيَقُوْلُوْنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا هٰٓؤُلَاۗءِ اَهْدٰى مِنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سَبِيْلًا النساء ۵ کافروں کو کہتے ہیں کہ ان نئے ایمان لانے والوں سے تو یہی اچھے ہیں

(۲) وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ لَمِنْكُمْ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ التوبہ ۱۰ (اللہ کی قسمیں کھا کھا کے کہتے ہیں تم میں سے ہیں حالانکہ وہ تم میں سے نہیں بلکہ بزدل لوگ ہیں) یہ ان لوگوں کا حال ہے جو کسی ڈاکٹر کو احمدی سمجھکر اس سے توجہ کے ساتھ علاج کرانے کے واسطے اس قسم کی باتیں زبان پر لاتے ہیں[۱]۔ اور بعض صرف اسلئے دوستی لگاتے ہیں کہ کسی طرح یہ باتوں میں پھنس کر ہمارے دین میں داخل ہو جائیں وَدَّ كَثِيْرٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ اَنْفُسِهِمْ (بہت سے اہل کتاب چاہتے ہیں کہ مومن ہونیکے بعد پھر منکر کر دیں اور یہ کارروائی انکی محض حسد سے ہے بقرہ ۱)

پھر بعض ایسے ہیں جنکو اپنے تقوے وطہارت و ولایت کا گھمنڈ ہے کہ ہمکو بیعت کی کیا ضرورت ہے اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ المومن ۲۴۔ انکے سینوں میں گھمنڈ مخفی ہے) مگر میں پوچھتا ہوں کہ یہ تکبر و گھمنڈ کیسا ہے جبکہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ النساء ۵ (کیا تُنے ان لوگوں کو دیکھا جو اپنے تئیں پاک ٹھہراتے ہیں) (اپنے منہ میاں مٹھو کیوں بنتے ہیں) مقدس تو وہ ہے جسے اللہ بنائے اور پھر اسکے تقدس کی شہادت بذریعہ کلام و آیات دے جیسی کہ ہمارے امام کی دی۔ اس ھو کہ میں بہت سے حضرات گرفتار ہیں وہ اپنے تئیں غلطی سے مبرا سمجھتے ہیں کاش انکو معلوم ہو[۲] × × × ہو کہ ہم تو صرف اپنے قیاس چلاتے ہیں اور مد مقابل ہمارا خدا ہے جو پاک ہے جس میں غلطی کا امکان نہیں پھر فرمایا فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى النجم ۲۷ (اپنے تئیں مقدس جتاؤ ٹھہراؤ۔ اللہ ہی پرہیزگاروں کو خوب جانتا ہے) کیونکہ یہ معاملہ دل سے تعلق رکھتا ہے جسکا خدا ہی کو پتا ہے ایسے لوگوں کے پیچھے بہت سے لوگ قبول حق سے محروم ہیں وہ کہتے ہیں فلاں حضرت صاحب جو نہیں مانتے بس ہم بھی نہیں مانتے میں کہتا ہوں حضرت صاحب کا تقویٰ کشف والہام کا حال تو حضرت صاحب کے انکار ہی سے ظاہر ہو چکا کہ وہ ایسے شخص کا حال دریافت نہیں کر سکے جس کی صداقت روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے ایسے لوگ کی سکھائی پڑھائے یکا اٹھتے ہیں کہ چلو فلاں قبر پر ولی سے پوچھیں کہ مرزا صاحب حق پر ہیں یا نہیں ان لوگوں کو شرم نہیں آتی کہ زندہ کلام اور زندہ رسول کے ہوتے مردوں کی طرف دوڑتے ہیں کیا انکے نزدیک ہمارا رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم وفات پا گیا وہ تو زندہ ہی کاش کوئی سمجھے پس دو زندہ شاہدوں کے ہوتے ہمیں کیا ضرورت ہے؟ کہ مردوں کی طرف جھکیں کیا تمہارے پاس انکی نسبت کوئی دلیل یا ثبوت یا سند ہے کہ وہ تمہاری پکار سن لینگے اور جو کچھ تمکو نظر آیگا وہ حقیقی ہی ہوگا تمہارے اپنے ہی خیالات کا تمثل نہ ہوگا؟ پھر اس بات کا ثبوت کہ جو کچھ وہاں سے جواب ملا وہ درست ہی ہوگا کیا انکے غلطی سے مبرا ہونیکا کوئی سلطان تمہارا پاس ہے یا کیا انکی محدود واقفیت میں مرنے کے بعد کچھ فرق آگیا ہے اب وہ عالم ہمہ دان ہو گئے ہیں اور اس دنیا کے اقتباس کردہ خیالات میں وسعت پیدا ہو گئی ہے اور وہاں ان لوگوں کو اپنی پڑی ہوئی ہے یا تمہارے جھگڑوں کا فیصلہ کرنے کے لئے دربار لگائے بیٹھے ہیں کیا توہم آمیز یہ خیالات ہیں جو ضعیف الاعتقادی پر دلالت کرتے ہیں خصوصًا ایسی صورت

---

[۱] بعض کوئی خاص راز معلوم کرنیکے لئے ساتھ ہو جاتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے فرمایا قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوْا بِهٖ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ المائدہ ۹ کفر کے ساتھ داخل ہوئے اور کفر سے ہی نکلے اور اللہ انکی دلی بات کو جو چھپاتے ہیں جانتا ہے کفر معنی انکار ۱۲

[۲] ایسے لوگوں سے جو کوئی پوچھنے آئے تو کہتے ہیں اگر فلاں عقیدہ یوں بیان کرے تو ماننا ورنہ نہ ماننا اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا المائدہ ۶ اگر یوں کہے تو ماننا ورنہ نہیں ۱۲

ہیں جبکہ وہ حضرت امام المسیح کے دلائل سنکر فوت نہیں ہوا اور انکا ایمان ان پیشگوئیوں پر "مستحکم" تہا - ہاں میں جانتا ہوں کہ بعض ایسے آدمی بھی ہیں جو کہتے ہیں ہمیں خواب میں مرزا صاحب کی صورت بری دکھائی گئی ہے مگر انکو معلوم ہونا چاہیئے کہ یہ انکے اپنے ہی بد خیالات کی بھیانک تصویر ہے اگر وہ کل قسم کے خراب خیالوں اور تعصبوں اور عنادوں سے فارغ ہو کر تہ دل سے مولیٰ کریم کے حضور عجز و الحاح کے ساتھ دعا کرتے ہوئے خدا سے انکشاف حقیقت کے لیے ملتجی ہوں تو ایسا کبھی ہو اور بعض اوقات تعبیر خواب میں غلطی ہوتی ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہمیں نبی کریم صلعم کی زیارت ہوئی اور انہوں نے مرزا صاحب کو جھوٹا کہا تو یہ قریبًا ناممکن ہے اکثر ایسی باتیں محض بڑ مارنے والوں کے منہ سے اپنا تقرب جتلانے کے لئے نکلتی ہیں گویا وہ اپنی علمی کمزوری کو اس طرح سے دباتے ہیں تاکہ مناظرہ میں اگر جھوٹا نہ ہونا پڑے اور جو کسی کو یہ صورت نظر بھی آئے کہ نبی کریم صلعم نے اسے ایسا فرمایا ہو تو اسکو زیارت النبی کی حقیقت سمجھنی چاہیئے کہ یہ ایک تمثل ہے[1] اور یہ تمثل معانی اور اعیان بلکہ ذات اللہ سبحانہ کا بھی ہوتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت ختم الرسالۃ کو جب ▽ پھر △ پھر ▭ پھر انسانی صورت پر دیکھکر حضور سے تعبیر پوچھی تو آپ نے حالت اولیٰ میں اوپر کا تعلق یعنی الٰہی زیادہ نیچے کا تعلق یعنی تخلق تھوڑا - اور حالت ثانیہ میں عکس اولیٰ اور حالت ثالثہ میں ہر دو تعلق برابر کی تاویل فرمائی پھر ممکن ہے کہ رؤیا میں جسکو دیکھیں وہ بعینہ نہ ہو بلکہ اسکا تمثل ہو چنانچہ پوچھیں تو مرئی انکار کرتا ہے الشیطان کا تمثل بھی بعینہ صورت کے متعلق ہے کہ رؤیائی صورت کے متعلق اور اگر بعینہ حضرت کا روح ہے تو بحسب یضل بہ کثیرًا ویہدی بہ کثیرًا اس سے گمراہی پیدا ہو گئی ہے یعنی مرئی تو وہی روح پاک ہے مگر کلام کا تمثل دیکھنے والے کے خیال کے مطابق ہوا علاوہ ازیں یہ بھی یاد رہے کہ ہماری طرف بھی کئی شہادتیں اس امر کی موجود ہیں چنانچہ ایسے بزرگوں کی جنہیں ہر روز نبی اکرم صلعم کی زیارت کا فخر حاصل ہوتا ہے کہ انکو نبی اکرم صلعم نے فرمایا کہ مرزا صاحب مسیح موعود صادق ہیں پس انکے بطلان کی تمہارے پاس کیا دلیل ہے اور کیا وجہ ہے کہ تمہاری شاذ رویت کو ترجیح دیجائے -

اخیر میں ہم اتنا کہتے ہیں کہ اگر قولی باتوں میں اختلاف پڑ گیا ہے تو آؤ آپ سمجھیں کہ عملًا خدا تعالےٰ کس کی طرف ہے اور یہی نبی کریم صلعم نے اپنی صداقت کی دلیل فرمائی قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی مَکَانَتِکُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ تَکُوْنُ لَہٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ انعام ع ۱۶ (اپنی جگہ پر تم کوششیں کرو اور میں بھی کر رہا ہوں پس عنقریب اسی دنیا میں تمہیں معلوم ہو جائیگا کہ اخیری کامیابی کس کو حاصل ہوتی ہے کیونکہ ظالموں (جو جھوٹی وحی کا دعوے کرے وہ بھی ظالم اور اظلم ہے) کو خدا کامیابی نہیں دیا کرتا) پس حضرات! آپ ذرا صبر سے کام لو اور دیکھو کہ یہ سلسلہ کیونکر ترقی کر رہا ہے اور کس طرح اسکے مخالف اور تباہی کے منصوبے باندھنے والے فردًا فردًا گوشہ گمنامی میں پڑتے ہیں اور اگر ذرا غور سے کام لو تو پچھلے واقعات ہی کافی ہیں کہ جنہے بالمقابل آ کے مباہلہ کیا اور شوخی و شرارت سے کام لیا - ہلاک ہو گئے

■ باتیں ہمنے نہایت دلسوزی سے عوام الناس کم علموں اور بے علموں کے لئے لکھی ہیں جو کہ کسی گدی نشین یا مشہور مولوی کے

---

[1] امام غزالی علیہ الرحمۃ نے بھی یہی فرمایا رسالہ حقیقت روح میں اور مالتفرقہ میں کہ نبی کریم کا خواب میں دکھائی دینا اسطرح پر نہیں ہوتا کہ آپ کا شخص مبارک روضہ مبارک سے خواب دیکھنے والے کے مقام میں منتقل ہو کر آتا ہو بلکہ رائی کی حس میں صورت مبارک موجود ہوتی ہے اور وہ مثال جسم کی نہیں ہوتی کہ وہ خود محسوس ہے اور شاس سے کچھ فائدہ کہ یہی روح سے مراد ہے مگر بعینہ روح نہیں بلکہ روح کی مثال ہے جو معرفت کے لئے نبی اکرم جلوہ دیکھنے والے ہیں واسطہ بن گئی - ۱۲

کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔ اور میں ان لوگوں کو مشورہ دیتا ہوں کہ خدا کے لئے قرآن شریف ترجمہ ہی سنا کریں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ پہلے انبیاء کرام سے قوم نے کیا سلوک کیا اور انپر کیا کیا اعتراض کئے اور انکی طرف سے کیا جواب ملا مگر ترجمہ سننا کسی متقی سے اور ترجمہ بھی مستند ہو اور ہم تجربہ سے کہتے ہیں کہ ہماری بستی میں جس نے قرآن سنا احمدی ہو گیا اسی لئے یہ تحریک شروع ہو گئی کہ قرآن شریف نہ سنو! ایسے حالات دیکھ کر آیت یاد آتی ہے وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ الانعام ع۳ (وہ قرآن سننے سے منع کرتے ہیں اور آپ بھی بھاگتے ہیں مگر اس طرح کرنے سے کچھ اپنی ہی تباہی کرتے ہیں مگر سمجھتے نہیں) اور بعض ایسے بھی ہیں جو سنکر متکبرانہ وضع سے غصہ میں لال پیلے ہو کر اٹھ جاتے ہیں۔

اور سنکر کانوں میں مار دیتے ہیں وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا كَأَنَّ فِي أُذُنَيْهِ وَقْرًا لقمن ع۱ ۲۱ (جب انپر ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو متکبرانہ وضع میں اٹھکر چلدیتے ہیں گویا کہ سنا ہی کچھ نہیں اور کانوں میں بہرہ پن ہے) اور میں نے ایسے لوگوں کو بھی دیکھا جو توحید کے مضمون کو خشک سمجھکر اور بار بار یہ تاکید سنکر کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ پکارو بھڑک اٹھتے ہیں اور کبیدہ خاطر ہو جاتے ہیں وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ الزمر ع۵ ۲۴۔ اور قصے تو خواہ ساری رات سنتے رہیں مگر کلام اللہ کی تلاوت کے وقت ضرور نیند آ جائیگی اور ناخوشی کی نشانیاں ظاہر ہونے لگینگی وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ تَعْرِفُ فِي وُجُوهِ الَّذِينَ كَفَرُوا الْمُنْكَرَ بلکہ بعض اوقات تو حملہ کرنے پر طیار ہو جاتے ہیں يَكَادُونَ يَسْطُونَ بِالَّذِينَ يَتْلُونَ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا الحج ع۱۰ ۔ پھر بعض ایسے ہیں کہ وہ پکار اٹھتے ہیں کہ ہم بے اعتناء ہیں کہ کبھی اسطرف اور کبھی اسطرف بس جب فقیر کو سر دے رکھا ہی اسی کو دے رکھیں گے اے حضرات! سوچو اگر تم اپنے اس قول و فعل سے ابو جہل وغیرہ کی طرز عمل کی تائید کرتے ہو کیونکہ تم بار بار کہتے ہو کہ ہمکو ایسی نصیحتوں سے اثر نہیں ہوتا قَالُوا قُلُوبُنَا غُلْفٌ البقرہ ع۱۱ ۱۔ اور بعض تو اثر کے ایسے قائل ہیں کہ ہماری مجلسوں میں آتے ہی نہیں کہ کہیں اثر نہ ہو جائے چنانچہ جب میں سیالکوٹ لاہور بایام تشریف آوری سیدنا المسیح علیہ الصلوٰۃ گیا تو مخالف مجلسوں میں یہی تاکید سنتا کہ مرزا صاحب کے مکان پر نہ جاؤ نہ جاؤ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اس غیر معمولی اثر کے جو ہماری مجلس اور کلام میں بہ برکت امام ہے قائل تھے ورنہ منع کیوں کرتے اگر انہیں اپنے وعظوں پر اعتماد ہوتا تو کبھی منع کرکے خواہ مخواہ انکو ہماری طرف نہ بھیجتے کیونکہ الناس علی ما منعوا حریص غالبا ایسی صورت میں جَعَلُوا أَصَابِعَهُمْ فِي آذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِيَابَهُمْ نوح ع۱ ۲۹ (اپنی انگلیاں کانوں میں ٹھونس لیتے ہیں اور کپڑے اوڑھ لیتے ہیں کہ آواز کانوں میں نہ آئے) کا نزول ہوتا ہی ایسے لوگوں کو شاید یہ معلوم نہیں کہ اگر یہ اصول صحیح ہو کہ مخالف کی بات سننی چاہیئے تو ہمیں کیا حق ہے کہ غیر مسلموں کو اپنی بات سننے کے لئے کہیں اور جب تک حق بات کانوں میں نہ پڑے تو ہدایت کسطرح آئے اور کیا ان لوگوں کا مذہب ایسا ہی کمزور ہے کہ ہماری باتیں سننے سے جاتا رہتا ہے اگر یہی بات ہے تو یہ انکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے! شاید کوئی یہ کہے کہ ہمیں بھی حکم ہے کہ مخالفوں کی مجلس میں نہ بیٹھو تو واضح ہے کہ اس سے یہ مراد نہیں کہ جہاں کہیں علمی صورت میں ہمارے خلاف بیان کیا جا رہا ہو وہاں نہ جاؤ بلکہ اس سے یہ مطلب ہے کہ جہاں کوئی گالی دے رہا ہو توہین کر رہا ہو وہاں نہ ٹھہرو کیونکہ اسکا انجام نیک نہیں۔ ان گالیوں کی تردید نہ کرنا مداہنت ہے اور کچھ نہیں

فساد کا اندیشہ پس کنارہ ہی اولیٰ ہے اسی لئے فرمایا ولا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین۔

اور بعض ایسے لوگ بھی ہیں جو کہتے ہیں مجدّد تو مانتے ہیں مگر مہدی و مسیح نہیں مان سکتے ایسے لوگوں کو واضح ہو کہ وہی شخص جسے تم مجدّد مانتے ہو بار بار قسمیں کھا کھا کر کہہ رہا ہے کہ میں ہی مہدی و مسیح ہوں جسکا نبی کریم نے وعدہ کیا؟ تو کیا وہ جھوٹ بولتا ہے اور کیا مجدّد بھی جھوٹ بولا کرتا ہے اور باوجود جھوٹ بولنے کے مجدد رہتا ہے اگر نہیں تو پھر مہدی ماننے میں کیا عذر ہے انہیں سے بعض جو مہدویت کے دعوے کو کراہت کی نظر سے دیکھتے ہیں انکا حال ان سے ملتا جاتا ہے جو کہتے تھے ائت بقرآن غیر ھذا او بدلہ (اسکے سوا کوئی اور قرآن لاؤ یا مضمون بدل دو مطلب یہ کہ جو ہماری آرزوؤں کے موافق ہو) انکا جواب یہی ہے قل ما یکون لی ان ابدلہ من تلقائ نفسی ان اتبع الا ما یوحی الی یونس ۱۱ (کہدے کہ میری یہ مجال نہیں کہ میں اپنی طرف سے اس میں تبدیلی کروں میں تو اسکی تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے)

بعض ایسے کہ ان سے جب پوچھا جائے تو کہتے ہیں میاں اچھا ہے! مہدی و مسیح کے معاملہ میں سکوت! ایسے لوگوں کی اچھی طرح چھان بین کرنی چاہیئے کیونکہ اکثر ان میں سے منافق اور مخلوق پرست ہیں یہ لوگ اسلئے یہ کلمہ کہتے ہیں کہ دو طرفہ بنی رہے اور مخلوق اسطرف متوجہ نہ ہو مثلاً کسی غیر احمدی نے پوچھا تو کہدیا تمہیں اس سے کیا؟ تم اپنی خیر لو مگر چونکہ ایسے کلمات بعض دفعہ نیک نیتی سے بھی نکلتے ہیں اسلئے چاہیئے! کہ مختلف لوگوں کے ذریعے اس سے استفسار کریں درصورت مخالف جواب سمجھو کہ چالباز ہے۔ اور حقیقت میں ہے بھی تعجب کی بات کہ باوجود انکی کتابوں اور نشانوں کے کوئی شخص خاص فیصلہ نہ کر سکے۔

آخر میں میں ایک آیت لکھکر حضرت امام الزمان کے دعاوی کے ثبوت کو جو خاتم النبیین کی تفسیر میں اب تک بیان ہوئی ختم کرتا ہوں ارایتم ان کان من عند اللہ ثم کفرتم بہ من اضل ممن ھو فی شقاق بعید الشوریٰ ۲۵ (دیکھو اگر یہ سچ مچ اللہ ہی کی طرف سے ہو۔ اور تم اسکے منکر رہے[1] تو پھر اس شخص سے جو ایسی مخالفت کر رہا ہے کون زیادہ گمراہ ہوگا) ماننے والوں کا تو پھر بھی کچھ نہ گیا کیونکہ کوئی دین نہیں بدلا مگر مکفرین و منکرین کا تو برا حال ہوگا۔

اسکے آگے مجھے قبر۔ بہشت۔ دوزخ یوم الآخر کا حال بیان کرنا ہے۔ و باللہ التوفیق

---

[1] بعض کے انکار کی وجہ صرف یہ ندامت ہے کہ اگر اب ہمنے مان لیا تو پھر یہ لوگ جنکو سناتے رہے تھے کہ مرزا مفتری کذاب ہے (عیاذاً باللہ) انکے ساتھ کس منہ سے ملینگے وہ ہمیں ڈھلمل یقین کہیں گے پس اس خیال سے انکار پر اصرار کر رہے ہیں قرآن شریف میں بھی ایسے لوگوں کا ذکر ہے ثم بعثنا من بعدہ رسلاً الی قومھم فجاؤھم بالبینت فما کانوا لیومنوا بما کذبوا بہ من قبل یونس ۱۱ (پھر ہمنے کئی رسول انکی قوموں کی طرف بھیجے جو ثبوت لیکر آئے مگر وہ ایمان نہیں لائے صرف اسوجہ سے کہ پہلے جھٹلا چکے تھے (کہتے ہونگے اب کس منہ سے مانیں۔ پہلے اسے جھوٹا کافر قرار دے چکے ہیں) (۲) آپکو کیا معلوم کہ اذا جاءت لا یؤمنون معجزے دکھانے پر بھی ایمان نہ لائینگے کیونکہ ہم انکے دل اور انکی آنکھیں الٹی رہنے دینگے کما لم یؤمنوا بہ اول مرۃ (جیسے کہ پہلی دفعہ ایمان نہیں لائے الانعام ۱۳۶)

یوم الآخر

"مرنے کے بعد انسان کی کیا حالت ہوتی ہے" اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے اول اس بات کو سمجھنا چاہیئے کہ روح بغیر جسم کچھ کام نہیں دے سکتی اور روح کی عمدہ صحت جسم پر موقوف ہے دیکھو دماغ کے کسی حصہ کو چوٹ لگے تو حافظہ جاتا رہتا ہے بلکہ زیادہ چوٹ لگنے سے تو ہوش و حواس ہی رخصت ہو جاتے ہیں حاصل کلام جسم کی ذراسی تکلیف و خلل کا اثر روح پر پڑتا ہے اور وہ بیکار ہو کر رہجاتی ہے چنانچہ پیر فرتوت کا جسم کمزور ہوتا ہے تو روح بھی بڈھی ہو جاتی ہے اور اسکا علمی سرمایہ بھی جاتا رہتا ہے چنانچہ فرمایا لِكَيْلَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ان تمام باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ روح کے ساتھ جسم کی رفاقت ابدی ہے خواہ جسم کی نوعیت بدل جائے۔

اس تمہید کے بعد سمجھئے کہ مرنے کے بعد جس عالم میں انسان جاتا ہے اسکا نام برزخ ہے جہاں روح کو حسب اعمال، خود مستعار طور پر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لیے جسم ملتا ہے مگر وہ جسم اس جسم کی قسم نہیں ہوتا بلکہ ایک نور سے یا تاریکی سے جیساکہ اعمال کی صورت ہو جسم تیار ہوتا ہے گویا کہ اس آنے والے عالم میں انسان کی عملی حالتیں جسم کا کام دیتی ہیں اور وہاں جو کچھ پیش آتا ہے وہ کوئی نئی حالت نہیں ہوتی بلکہ یہی دنیا کی زندگی کی حالتیں زیادہ صفائی سے کھلجاتی ہیں جو کچھ انسان کے عقائد اور اعمال کی کیفیت صالحہ یا غیر صالحہ ہوتی ہے وہ اس جہان میں مخفی طور پر اسکے اندر ہوتی ہے اور اسکا تریاق یا زہر ایک چھپی ہوئی تاثیر انسانی وجود پر ڈالتا ہے۔ مگر آنے والے جہان میں ایسا نہیں ہوتا بلکہ وہ تمام کیفیات کھلا کھلا اپنا چہرہ دکھلاتی ہیں چنانچہ کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ و نخرج لہ یوم القیٰمۃ کتابا یلقاہ منشورا [بنی اسرائیل] کی تفسیر میں ہم بتا چکے ہیں کہ خدا تعالےٰ فرماتا ہے ہمنے اسی دنیا میں ہر ایک شخص کے اعمال کا اثر اسکی گردن پر باندھ رکھا ہے اور یہی مخفی اثر ہیں جنکو ہم آخرت کے دن کھلم کھلا دکھلا دینگے پھر سورہ الھٰکم التکاثر میں اس عالم کا ذکر ہے فرمایا کَلَّا لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا عَيْنَ الْيَقِيْنِ یعنی اگر تم علم سے کام لو تو دوزخ کو اسی دنیا میں یقینی علم[1] کے ساتھ دیکھ لو کہ اس آنے والی آگ کا مادہ انسان میں موجود ہوتا ہے پھر عالم برزخ میں تو یقین کی آنکھوں کے ساتھ دیکھو پھر تیسرا عالم بھی آئے گا جس پر کامل مواخذہ ہو کر یہ سب حالات سامنے پر گزرینگے اور حق الیقین دوزخ کے بارے میں حاصل ہوگا۔ اس عالم کی مثال یوں سمجھئے جیسے خواب میں جب انسان کو تپ چڑھنی ہو تو وہ دیکھتا ہے کہ آگ بڑے شعلوں سے جل رہی ہے بلغمی مادہ کا زور ہو تو پانی دیکھتا ہے غرض کہ جس قسم کے مواد غالب ہوں عالم خواب میں اسی قسم کی جسمانی حالتیں نظر آتی ہیں بس اسی طرح عالم برزخ کا حال سمجھئے کہ جیسے اعمال ہوں ویسی ہی خوفناک صورتوں اور مضر اثروں سے واسطہ پڑتا ہے اور یہی معنے ہیں قبروں میں بچھوؤں سانپوں وغیرہ کے کاٹنے کے ورنہ یہ ظاہری سانپ یا بچھو مردہ جسم کو کیا تکلیف پہنچا سکتے ہیں اور عالم برزخ میں جس قسم کا عذاب یا آرام ہوتا ہے وہ اس آنے والے بہشتی آرام کا نمونہ ہوتا ہے اور یہ بطور حوالات کے مت سمجھئے! بلکہ اچھے لوگ

---

[1] علم الیقین دور سے دھوآں دیکھکر آگ کا یقین، عین الیقین، آگ کے شعلے دیکھکر، حق الیقین آگ میں پڑ کر آگ کا یقین ۱۲

مرنیکے بعد ہی بہشت میں چلے جاتے ہیں اور برے لوگ مرتے ہی دوزخ میں جیسے کہ آیات مندرجہ ذیل سے ثابت ہے (۱) قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ پیس ۲۳ ع ۲ (کہا گیا مرنے والے کو بہشت میں داخل ہو جا۔ قَالَ يَا لَيْتَ قَوْمِي يَعْلَمُونَ کہا کاش میری قوم کو بھی اس معاملہ کی خبر ہوتی)

(۲) اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف خوش بخوش لوٹ آ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي وَادْخُلِي جَنَّتِي الفجر پ ۳۰ (میرے بندوں میں داخل اور جنت میں آ جا یہ ندا ہے جو مرنے کے وقت نفس کو دیجاتی ہے ف سے ثابت ہے کہ یہ سب کام مرنے کے بعد فوراً ہو جاتے ہیں۔

(۳) عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللّٰهُ آل عمران پ ۴ (شہید اپنے رب کے پاس ہی رزق دیے جاتے ہیں جو کچھ اللہ نے دے رکھا ہے اس پر خوش ہیں) اب مرنیکے بعد دوزخ میں جانے کی نسبت سنئے (۱) ر ائگی فی سواء الجحیم (اس نے دیکھا اسکو جہنم کے درمیان (۲) مِمَّا خَطِيئَاتِهِمْ أُغْرِقُوا فَأُدْخِلُوا نَارًا نوح پ ۲۹ (اپنے گناہوں کے باعث غرق کئے گئے پھر ساتھ ہی دوزخ میں داخل کر دیے گئے) (۳) النَّارُ يُعْرَضُونَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَعَشِيًّا۔ آگ کے صبح و شام فرعونیوں کو سامنے لا کر کھڑا کیا جاتا ہے پس یہ برزخ کا حال ہے۔ وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ۔ اور قیامت کے دن حکم ہوگا فرعونیوں کو بہت سخت عذاب میں داخل کرو۔ یہ آیت صاف صاف بتا رہی ہے کہ برزخ میں مخفی طور سے ہر ایک بدکار کافر اپنے عذاب کو چکھیگا پھر اسکے بعد ایک اور تجلی کا دن ہے جبکہ کھلا کھلا جسم اختیار کر کے اس عذاب سے بالکل پر دہ ہٹا دیا جائیگا (۴) وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وُقِفُوا عَلَى النَّارِ الانعام پ ۷ (اگر تو وہ حالت دیکھے جب کہ دوزخ پر کھڑے کئے جائینگے) یہ بھی اسی برزخ کا ذکر ہے اور وہاں انہیں اپنا کیا ہی پیش آئیگا اسی لئے فرمایا بَلْ بَدَا لَهُمْ مَا كَانُوا يُخْفُونَ مِنْ قَبْلُ الانعام پ ۷ (جو کچھ انکے اندر مخفی تھا وہ بھی ظاہر ہوا) کوئی نئی بات تو پیش نہیں آئیگی یہی برزخ والی خبر ہے جسکو رسول کریم صلعم نے روضة من رياض الجنة (بہشت کے باغوں سے ایک باغیچہ) أو حفرة من حفر النار (یا آگ کے گڑھوں سے ایک گڑھا) فرمایا ورنہ دوزخ کا گڑھا کیونکر باغ کہا جا سکتا ہے اور پھر انکے لئے جو قسمتاً ہی یا نہنگ ہوں یا جلا دیے جائیں یہ گڑھا تو مطلق باغ نہیں بن سکتا پس اسے پیارے دوست خوب سمجھو کہ وہ قبر یہ گڑھا نہیں بلکہ وہ تو وہی عالم برزخ کے مقام میں ہے جہاں روح مع جسم اعمالی کے بعد موت چلی جاتی ہے اور جسکی نسبت خدا تعالیٰ فرماتا ہے ثُمَّ أَمَاتَهُ فَأَقْبَرَهُ عبس پ ۳۰ (پھر انسان کو مارا۔ اور اسکو قبر میں رکھا) یہ ہر ایک انسان کا ذکر ہے پس چونکہ کئی انسانوں کو درندے کھا جاتے ہیں اور کئی جلا جاتے ہیں کئی کو درندے کھا جاتے ہیں اسلئے وہ یہ ظاہری قبر نہیں ہو سکتی بلکہ برزخ کے مقام کا نام ہے۔

اور اسی قبر میں منکر و نکیر کا سوال و جواب ہوتا ہے اور یہی وہ قبر ہے جس میں فرشتوں کے اٹھا کر بٹھانے اور عذاب یا راحت دینے پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہو سکتا۔ آج تک اس بات کو سوائے نبی کریم صلعم کے کوئی نہ کھول سکا کوئی تو اس بات کا قائل رہا کہ صرف روح کو سوال و جواب عذاب و ثواب ہوتا ہے یہ بھی غلط کوئی اس خاکی جسم کو ساتھ ملا کر اس گڑھے میں عذاب سوال و جواب کرنے کے معتقد تھے یہ بھی غلطی اور واقعات کے خلاف کیونکہ لوگوں نے تو مردہ کے آنکھوں پر پارہ رکھدیا کہ فرشتے اٹھا کر بٹھلاتے ہیں یا عذاب وغیرہ یہاں دیتے ہیں تو ضرور پارہ نیچے اترا ہوگا مگر پھر قبر کھودنے پر پارہ وہیں پایا اسکا جواب دیتے ہیں حضرت امام غزالیؒ بھی کامیاب نہیں ہوئے صرف اتنا کہا کہ خدا تعالیٰ قادر ہے بیشک قادر ہے مگر اپنے دلیل کے ضعف کو اسکی قدرت میں کیوں چھپایا۔ خدا تعالیٰ کو کسی

کا ڈر نہیں کہ پھر پارہ اوپر رکھا دے نیز جلا ہوئے اور پھانسی پر تین چار روز تک بعد موت لٹکے رہے لوگوں کی نسبت پھر اعتراض پیش
آتا ہے ہاں ہم پر یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ جسم جب گناہ میں شریک ہے تو ضرور اسکو بھی عذاب ملنا چاہیئے بیشک یہ ٹھیک ہے مگر یہ بھی معلوم ہونا
چاہیئے کہ جسم تو بترتیب اللہ ساتویں سال بالکل بدلجاتا ہے پس صرف اخیری جسم کو جو عند الموت ہے عذاب دینا ٹھیک نہیں اسکا صحیح جواب
یہی ہو سکتا ہے کہ ہر انسان کے ساتھ حسب اعمال اسکے ایک جسم تیار ہوتا رہتا ہے جو اس دنیا میں بھی اہل اللہ کو دکھائی دیتا ہے اور اس میں اس
جسم خاکی کے ذرات بھی شامل ہوتے ہیں پس انکو عذاب ہوتا ہے انہی کو راحت پہنچتی ہے تو اس جسم عنصری کو بھی عذاب و راحت ہو جاتی ہے
اور یہی وہ قبر ہے جس میں دوزخ یا بہشت کی طرف کھڑکی کا کھولا جانا فرمایا ہے اور کھڑکی کی کشادگی بحسب مرتبہ ایمان و عمل اس میت کے[۱]
ہوتی ہے اسی لئے فرمایا کہ جو فنا فی اللہ ہونے کی حالت میں دنیا سے جدا ہوتے ہیں انکے لئے صرف کھڑکی ہی نہیں کھلتی بلکہ تمام وجود
و قوی کیساتھ بہشت میں داخل ہو جاتے ہیں مگر پھر بھی قیامت کے دن سے پہلے اکمل و اتم طور پر لذات جنت حاصل نہیں کر سکتے
اور ایسا ہی دوزخیوں میں سے بعض ایسے ہیں کہ انکی طرف صرف کھڑکی ہی نہیں کھلتی بلکہ وہ تمام وجود کے ساتھ دوزخ میں ڈال دیئے جاتے ہیں
جیسا کہ اغرقوا فادخلوا نارا سے ظاہر ہے غرض کہ حسب ایمان و عمل بہشتی یا دوزخی تجلی ہوتی ہے اور وہ مرنے والا اگرچہ بھی ایمان رکھتا ہے
اور اپنے پیچھے اولاد صالح چھوڑ کر مرا ہے جو جد و جہد سے اسکے لئے دعائے مغفرت کرتے ہیں اور صدقات و خیرات اسکی مغفرت کی نیت سے
مساکین کو دیتے ہیں یا ایسے کسی اہل اللہ سے اسکی محبت تھی جو تضرعات سے جناب الہی سے اسکی بخشش چاہتا ہے یا کوئی ایسا خلق اللہ
کے فائدہ کا وہ کام دنیا میں کر گیا ہے جس سے بندگان خدا کو کسی قسم کی مدد یا آرام پہنچتا ہے تو اس خیر جاری کی برکت سے وہ کھڑکی اسکی
جو بہشت کی طرف کھولی گئی دن بدن اپنی کشادگی میں زیادہ ہوتی جاتی ہے اور وہ کھڑکی ایک بڑا وسیع دروازہ ہو کر آخر یہاں تک نوبت پہنچتی
ہے کہ شہیدوں اور صدیقوں کی طرح وہ بہشت میں ہی داخل ہو جاتا ہے مگر پھر بھی یہ موقع جہنم کبریٰ و جنت عظمیٰ سے پہلے ہے اور یہ
عالم برزخ کا دوسرا درجہ ہے جو یوم الحساب سمجھا جائیگا مگر ابھی وہ اسے تجلی کا دن آگیا ہے اس حالت میں ہی بوجہ تعلق جسد کامل ہونے میں[۲]
ایک اعلیٰ درجہ کی تیزی پیدا ہو کر خدا تعالیٰ کی تجلی رحم یا تجلی قہر کا حسب حالت کامل طور پر مشاہدہ ہو کر وہ لذات و عقوبات ترقی پذیر ہو جائینگے
اور جنت عظمیٰ و جہنم کبریٰ بہت قریب نظر آئینگے اسکے لئے فرمایا وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِیْنَ وَبُرِّزَتِ الْجَحِیْمُ لِلْغٰوِیْنَ الشعراء ۱۹
جنت متقیوں کے لئے بہت قریب کیجائیگی اور دوزخ سرکشوں کے لئے بہت نزدیک) اس حالت میں ہی درجات برابر ہوں بلکہ جنتی کی
یہ شان ہوگی نُوْرُهُمْ یَسْعٰی بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَبِاَیْمَانِهِمْ التحریم ۲۸ (انکا نور آگے اور دائیں ساتھ ہوگا) اور بعض بدوں کی نار اسکے افئدہ میں قدرتہ

---

[۱] یعنی عالم برزخ کی اور یہ دو تین گز زمین کے نیچے گڑھے والی قبر ضرور موجب تحریک اور بہ نزاع جسم کے ہے اس قبر کے لئے یہی وجہ
ہے کہ قبر پر جانے سے ایک خاص قسم کی اداسی چھا جاتی ہے اور نبی کریم صلعم نے بعض اوقات قبور سے گزرتے ہوئے فرمایا فلاں قبر والے
کو عذاب ہو رہا ہے یہ کشفی نظر کا خاصہ ہے اور اس قبر کو اس برزخی قبر سے اوائل میں کچھ تعلق ضرور ہوتا ہے جبھی قبر ع
فغال بنجر جیسا کہ حدیث میں آیا ہے سنتا ہے ۱۲

[۲] کیونکہ روز حساب کو حشر اجساد تو ہو چکا اب صرف اس عظمیٰ جنت میں و کبریٰ جہنم میں دخول باقی ہے ۱۲

اَلَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَۃِ. پھر اسکے بعد تیسرا درجہ آئیگا جیکہ کُبْکِبُوْا فِیْھَا الشعراء ۵۶ اوندھے منہ گرائے جائینگے. شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حجۃ البالغہ میں قریب قریب یہی لکھا ہے چنانچہ فرماتے ہیں کہ جو کہ نفس نطقیہ مخصوصہ بالانسان "عند الموت" مادے کو بالکل چھوڑ دیتا ہے جھوٹ بکتا ہے روح کے ساتھ دو مادے ہیں ایک مادہ بالذات جسے نسمہ کہتے ہیں وہ ساتھ رہتا ہے ایک مادہ بالعرض یعنی جسم ارضی وہ جب فاسد ہوجاتا ہے تو نفس نطقیہ کے جذر جوہر میں جو چیزیں ہوتی ہیں وہ اسے تعذیب یا تنعیم دیتی ہیں از قسم مناسبات ہوا جیسے طہارۃ تعظیم باری تو خوشی اور از قسم منافرات مثل حب مال و اہل ہوں تو غم پھر برزخ میں آدمیوں کے کئی اقسام ہیں بعض تو اہل الیقظہ ہیں جنکو نفس منافرات و نفس مناسبات سے عذاب ہوتا ہے قولہ تعالے اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰهِ الزمر ۲۴ ۲ (ہائے حسرت میں نے کیوں خدا کے حضور میں کوتاہی کی) یہ تیز حس والوں و داناؤں کا حال ہے اور بعض اہل النوم انکا حال ایسا ہے جیسے بلغمی مزاج خواب دیکھتا ہے کہ سرد رات ہے اور ٹھنڈا دریا اور زمہریری ہوا۔ یکایک موجوں نے کشتی کو آلیا وہ بھاگتا ہے مگر بھاگنے کا رستہ نہیں اور آخر اسی میں غرق ہوجاتا ہے اور سخت درد و تکلیف اٹھاتا ہے مگر یہ خواب تو صبح تک ہے اور برزخ میں یوم القیمۃ تک یہی حال ہے اور وہاں اسی اعمال کی مناسبت کے مطابق تکلیف حقیقی طور سے پہنچتی ہے چنانچہ جس میں سبعی مادہ زیادہ ہو اسے درندے ہی زخم پہنچاتے ہیں اور صاحب البخل کو بچھو سانپ اور علوم آسمانی کا زوال یہی دو فرشتوں کی صورت میں نازل ہوکر سوال کرتا ہے من ربك وما دينك وما تقول لك فی النبی صلعم۔ اسی باب میں آپنے لکھا ہے کہ جس میں بہیمی مادہ قوی ہو اور ملکی ضعیف تو ایسے لوگوں کو اکثر روحانی امور جسمانی شکل میں نظر آتے ہیں چنانچہ جب نیک اعمال میں زیادہ استغراق ہے تو وہ خوبصورت منہ والے ملائکہ کی صورت میں نظر آتا ہے جنکے ہاتھوں میں ریشم ہو نہایت نرم گفتگو جنت کی طرف دروازہ کھلا دکھائی دیتا ہے جس سے خوشبو آتی ہے اور بد اعمال میں مصروفیت رہی ہو تو سیاہ ملائکہ نظر آتے ہیں درشت کلام اور یہ عالم قبر اسی عالم کا بقیہ ہے اور یہ علوم دنیا میں حاصل کردہ وہاں کسی تصویر میں نظر آتے ہیں۔

اب اسکے بعد اس جہنم کبرے و جنت عظمیٰ کا حال سنئے! کہ بقول حضرت اقدس علیہ السلام دوزخ اور بہشت دونوں اصل میں انسان کی زندگی کے اظلال و آثار ہیں کوئی ایسی نئی جسمانی چیز نہیں ہے کہ جو دوسری جگہ سے آوے یہ سچ ہے کہ وہ دونوں جسمانی طور سے متمثل ہونگے مگر وہ اصل روحانی حالتوں کے اظلال و آثار ہونگے ہم لوگ ایسے بہشت کے قائل نہیں کہ صرف جسمانی طور پر ایک زمین لگائے گئے ہوں اور نہ ایسے دوزخ کے ہم قائل ہیں جس میں درحقیقت گندھک کے پتھر ہیں بلکہ اسلامی عقیدہ کے موافق بہشت و دوزخ انہی اعمال کے انعکاسات ہیں جو دنیا میں انسان کرتا ہے اور جس نے بہشت کو دنیا کی چیزوں کا مجموعہ سمجھا اسنے قرآن شریف کا ایک حرف بھی نہیں سمجھا کیونکہ خدا تعالے فرماتا ہے فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّاۤ اُخْفِیَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ السجدہ ۲۶ ۲۱۔ کوئی نفس نیکی کرنے والا نہیں جانتا کہ وہ کیا کیا نعمتیں ہیں جو اسکے لئے مخفی ہیں۔ پس اگر یہ دنیا کی چیزیں ہی تھیں تو پھر مخفی کہنا اور نہ جاننا چہ معنے دارد اور ہر نبی کریم صلعم لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر علی قلب بشر (حضرت) نہ کسی آنکھ نے دیکھیں نہ کسی کان نے سنیں اور نہ کسی دل میں گزریں فرماتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ اس دنیا کی نعمتوں سے صرف اسمی اشتراک ہے اور یہ جو فرمایا کُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا جب وہ عالم آخرت میں پھلوں سے رزق پائینگے تو کہینگے یہ تو

وہ پھل ہیں جو پہلے ہی سے دئیے گئے تھے کیونکہ وہ انکے پہلے پھلوں سے بہت مشابہ پائینگے تو یہاں پہلے پھلوں سے مراد دنیا کی جسمانی نعمتیں نہیں بلکہ یہ خدا کی محبت اور پیار کی غذا کا ذکر ہے جو وہاں جسمانی شکل میں پائینگے اور جس کو وہ اس دنیا میں روحانی حواسوں سے چکھ چکے ہونگے اور وہی وہ غذا انہوں نے ان دنیاوی آنکھوں سے نہیں دیکھی بلکہ وہ اور ہی آنکھیں تھیں پس یہ کہنا درست ہے کہ ان کانوں سے نہیں سنا ان آنکھوں سے نہیں دیکھا کیونکہ وہ تو اپنے ہی اعمال جسمانی شکل میں متشکل ہو گئے ہیں چنانچہ آیت مَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى سے ظاہر ہے کہ اس جہان کی روحانی نابینائی اُس جہان میں جسمانی طور پر مشہود اور محسوس ہوگی ایک اور آیت میں فرمایا اسکو پکڑو وغلّوه ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ ثُمَّ فِيْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ الحاقة ۲۹ (پھر طوق ڈالدو پھر دوزخ میں جھونک دو پھر ستر گز لمبی زنجیر سے جکڑ دو) یہاں طوق دنیا کی خواہشوں کی شکل ہے جنہوں نے دنیا میں انسان کے سر کو زمینی چیزوں کی طرف جھکا رکھا تھا۔ اور وہ آگ دنیا کی خواہشوں کی سوزش ہے کیونکہ فاسق انسان دنیا کی زندگی میں ہوا و ہوس کا ایک جہنم اپنے اندر رکھتا ہے چنانچہ ناکامیوں میں اسکی سوزش کا احساس کرتا ہے پس جبکہ اپنی فانی شہوات سے دور ڈالا جائیگا اور ہمیشہ کی ناامیدی طاری ہوگی تو خدا تعالےٰ ان حسرتوں کو جسمانی آگ کے طور پر ظاہر کریگا فرمایا وحيل بينهم وبين ما يشتهون سبا ۲۲ (ان میں اور انکی خواہشوں میں جدائی ڈالدی جائیگی) اور یہی عذاب کی جڑ ہے اور ستر گز زنجیر کے لئے فرمایا کہ ایک فاسق بسا اوقات ستر برس عمر پالیتا ہے اور یہی ستر برس جو اسنے دنیا کی گرفتاری میں گزارے عالم معاد میں ایک زنجیر کی صورت میں متمثل ہونگے پھر فرمایا اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ المرسلت ۲۹ (اے بدکارو سہ گوشہ سایہ کی طرف چلو جس کی تین شاخیں ہیں نہ سایہ کا کام دیں نہ گرمی سے بچائیں) اس آیت میں تین شاخوں سے مراد قوت سبعی اور بہیمی اور وہمی ہیں جو لوگ ان تینوں قوتوں کو اخلاقی رنگ میں نہیں لاتے انکی تعدیل نہیں کرتے انکی یہ قوتیں یوں نمودار ہونگی کہ گویا تین شاخیں بغیر پتوں کے کھڑی ہیں غرض اسی طرح کل سامان جنت کی حقیقت ہے کہ وہ اعمال کے آثار ہیں جو مجسم نظر آئینگے اور اس بات کے سمجھانے کے لئے کہ بہشت کی چیزوں کا اس دنیا سے صرف اسمی اشتراک ہے فرمایا مثل الجنة التي وعد المتقون تجري من تحتها الانهر اكلها دائم وظلها الرعد ۱۳ (جنت کی مثال جسکا متقیوں کو وعدہ دیا گیا ہے اسکے نیچے نہریں چلتی ہیں اسکے پھل سدا بہار ہیں اور چھاؤں ہمیشہ رہنے والی) پس اس دنیا کی فانی چیزوں سے اسکی کیا نسبت وہاں تو ایمان بمنزلہ تخم اور پنج ارکان اسلام بمنزلہ انہار ہیں پھر فرمایا مثل الجنة التي وعد المتقون فيها انهر من ماء غير اسن و انهر من لبن لم يتغير طعمه وانهر من خمر لذة للشربين وانهر من عسل مصفى ولهم فيها من كل الثمرات ومغفرة من ربهم محمد ۲۶ (جنت کی مثال جسکا وعدہ متقیوں کو دیا گیا ہے کہ جیسے ایک باغ جس میں نہریں ہوں جنکا پانی متعفن نہ ہو نیز دودھ کی نہریں جس کا مزہ کبھی نہیں بدلتا اور شراب کی نہریں جو سرور بخش ہیں اور نہریں شہد کی نہایت صاف انکے لئے اس میں ہر قسم کے پھل ہونگے اور رب کی طرف سے کمزوریوں کو دبا کر کمال پر کمال دیا جائیگا) اس میں سمجھایا گیا ہے کہ وہ زندگی کا پانی جو عارف دنیا میں روحانی طور پر پیتا ہے اسمیں ظاہری طور پر موجود ہے اور وہ روحانی دودھ جس سے وہ شیر خوار

بچہ کی طرح روحانی طور پر دنیا میں پرورش پاتا ہی بہشت میں ظاہر بظاہر دکھائی دیگا اور وہ خدا کی محبت کی شراب جس کو وہ دنیا میں روحانی طور پر ہمیشہ مست رہتا تھا اب بہشت میں ظاہر بظاہر اسکی نہریں نظر آئینگی اور وہ حلاوت ایمانی کا شہد جو دنیا میں روحانی طور پر عارف کے منہ میں جاتا تھا وہ بہشت میں محسوس اور نمایاں نہروں کی طرح دکھائی دیگا۔

بہشت کی یہ کیفیت جو بیان ہوئی اگر سمجھ لی جائے تو پھر کوئی "ملحد" بہشت کو رنڈیوں کا چکلہ نہ کہے اور نہ دہریہ مزاج جیسوں کے ایسے ایسے فضول اعتراض سننے میں آئیں کہ کیا وہاں فرشتے شہد کے چھتے اتارتے پھرینگے یا دودھ و شہد پر مکھیاں تو نہ بیٹھینگی۔ یہ سب اعتراض جب ہی صحیح ہو سکتے ہیں کہ دودھ یا شہد اس دنیا کے دودھ و شہد کی مانند ہوا اگر یہ نہ ہو تو پھر اعتراض ہی کیسا؟ اسی طرح اس سوال کا جواب کہ انسان کا جسم بہشت میں کیسا ہوگا سمجھ میں آسکتا ہی ہر ایک دانشمند سمجھ سکے کہ یہ جسم تو فانی ہی پس اسی جسم کا جنت میں ہونا اسکے ابدی ہونیکا انکار کرنا ہی کیونکہ جسد عنصری کے خواص ہی سے یہ بات نہیں کہ تحلیل یا فنا نہ ہو پس وہ ایسا جسم ہوگا جو ابدی ہونے کی صلاحیت رکھے حضور اقدس فرماتے ہیں جسم تو ہونگے مگر یہ نہیں کہا کہ یہی یا اور تین سال کے بعد پہلا جسم تو رہتا نہیں اسکا قائم مقام نیا جسم آ جاتا ہے پس ہمارا یہ ایمان ہی کہ ایک جسم دیا جائیگا جیسا اس علیم کے علم میں ہے وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ لے اور ضرور لیگا اور اس حصہ کو بھی جلالی رنگ میں غیر فانی کر دے سوائے ذات باری تعالےٰ کے کسی دوسرے کی یہ صفت نہیں کہ ابدالاباد تک رہے ہی انسان کو غیر فانی جسم جو دیا جائیگا یہ خدا کا عطیہ ہی اور اس دن کا خدا کی بڑی حکمت نے تقاضا کیا ہی کیونکہ اسنے انسان کو پیدا کیا تا وہ اپنی خالقیت کیساتھ شناخت کیا جائے اور پھر وہ سب کو ہلاک کریگا تا کہ اپنی قہاریت کے ساتھ شناخت کیا جائے اور پھر ایکدن سب کو کامل زندگی بخش کر ایک میدان میں جمع کریگا تا وہ اپنی قادریت کے ساتھ پہچانا جائے اور اسلئے کہ انبیاء اور انکے مخالفین کی حالت کا اظہار ہو کہ جنکو دنیا میں ذلیل سمجھا جاتا تھا وہ عرفا کی کرسی پر بٹھلائے جاتے ہیں اور جنکو کاذب کہا جاتا تھا وہی صادق ہیں۔

بہشت کی نعمتوں پر یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہی کہ ہمیشہ ایک حالت پر رہنا تو کچھ راحت نہیں بخشتا بلکہ موجب عذاب ہو جاتا ہی اور اسی طرح دوزخ کے عذاب کا حال ہی کہ ممکن ہے مشکلیں اتنی پڑیں کہ آسان ہو گئیں کا مصداق ہو جائے سو اسکا جواب یہ ہے کہ بہشتی نعمتوں اور جنت والوں کی نسبت فرمایا کہ وہ کہینگے کہ رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ التحریم ۲۸ دکھلائے ہماری ربوبیت کرنے والے ہمارے نور کو کامل کر اور گزریوں کو دبا تو ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ ترقیات غیر متناہیہ کی طرف اشارہ ہے یعنی ایک کمال نورانیت کا انہیں حاصل ہوگا۔ پھر دوسرا کمال نظر آئے گا اسکو دیکھکر پہلے کمال کو ناقص پائینگے پس کمال ثانی کے حصول کے لئے التجا کرینگے اور جب وہ حاصل ہوگا تو ایک تیسرا مرتبہ کمال کا ان پر ظاہر ہوگا پھر اس کو دیکھکر پہلے کمالات کو ہیچ سمجھینگے اور یہی ترقی کی خواہش ہی جس سے نئی سے نئی نعمت ملیگی واغفر لنا کے معنے اسی لئے حالت ناقصہ کو دبانا لکھتے ہیں کہ جب بہشت میں جاچکے تو اب گناہوں کے بخشے جانے میں کون سی کسر تھی جس کی التجا کرتے ہیں پس اسکے یہ معنے ہیں کہ وہ غیر متناہی کمالات کو چاہتے رہینگے۔ ہر پہلا کمال بہ نسبت آئندہ ناقص نظر آئیگا جسکے دور ہونے کی دعا کرینگے اور وہ قبول ہوگی اسی طرح دوزخ کے عذاب کی نسبت فرمایا بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ النساء ۵۶ کہ ہم انکے چمڑے بدلتے رہینگے تاکہ عذاب کو چکھتے رہیں یعنی نئی سے نئی طرز میں عذاب ہوگا اور یہ تو سب مانتے ہیں کہ

کہ خدا کا تجدد و محدود نہیں ہوتا۔

اخیر میں اتنا بھی مخفی نہ رہے کہ ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ دوزخ کی ہمیشگی خدا کی ابدیت کی مانند نہیں بلکہ ایک زمانہ ایسا آئیگا ہے کہ دوزخ میں کوئی نہ رہے جیسے کہ حدیث شریف میں آیا ہے یاتی علیٰ جہنم زمان لیس فیہا احد و نسیم الصبا تحرک ابوابہا دوزخ پر ایک ایسا زمانہ آئیگا کہ اس میں کوئی نہ رہیگا اور ٹھنڈی ہوا اسکے دروازوں کو ہلائیگی۔ لامحدود ہمیشگی کا قائل ہو افسوس! وہ خدا کی صفت رحمانیت کی قدر نہیں کرتا کیا وہ خدا کو ایک ایسے آدمی کی طرح سمجھتا ہے جس کا غصہ کم ہونے ہی کو نہ آئے ہم تو اسکے بندے ہیں پس کیا وجہ ہے کہ دوزخیوں کی آہ و زاری اسکی رحمت کو نہ کھینچ لائے کیا یہ آیت قرآن مجید میں نہیں ہے کہ ورحمتی وسعت کل شیٔ اعراف ۱۹۶ (میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے) اب کیا ہر چیز میں دوزخ نہیں۔ ضرور ہے! پس کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی رحمت کا پانی ایک وقت اسکو ٹھنڈا نہ کر دے دوستو! ہمارا خدا بڑا رحیم ہے پس ہمیں یقین ہے کہ وہ کفار پر بھی آخر رحم کریگا صرف تادیباً اُس "پلید" مادہ کو جس نے سرکشی کرائی جلانے کے لئے ہر بدکار کافر دوزخ میں رہیگا جب مادہ جل جائیگا اور کئے کی سزا پالیگا تو پھر نکال لیا جائیگا چنانچہ یہ بتلانے کیلئے کہ جہنم بطور تادیب گاہ ہے نہ کہ ظلم و ایذا رسانی کا گھر فرمایا۔ فامہ ھاویہ (کہ اسکی ماں دوزخ ہوگی) یعنے جیسے ماں اپنے بچے کی تادیب کرتی ہے ایسے ہی یہ "دوزخ" ہے پس اس میں خلود کیسا اور یہ جو قرآن شریف میں خالدین فیہا آیا اور یہ کہ دوزخی اس سے نہ نکلینگے تو یہ ٹھیک ہے مگر خلود ایسا نہیں جیسا کہ خدا کو ہے۔ اور نہ نکلنا بھی اسی وقت تک جب تک کہ اس میں رہنے کے قابل ہیں خدا تعالیٰ فرماتا ہے لبثین فیہا احقابا (وہ طاغی اس میں کئی حقبے رہیگے پس اسکی مدت مقرر ہوگی نہ کہ لامحدود زمانہ پھر فرمایا خالدین فیہا مادامت السمٰوٰت والارض الا ماشاء ربک فعال لما یرید ہود ۱۲ رہینگے۔ جب تک آسمان و زمین رہے یعنی انکا رہنا اسی مناسبت سے ہوگا جتنا کہ انہوں نے اس آسمان و زمین میں زندگی بسر کی اور پھر فرمایا جب تیرا رب چاہے نجات دیدے کیونکہ وہ جو چاہے کرنیوالا ہے۔ ان آخری الفاظ میں سمجھا دیا کہ دوزخیوں کا اس میں رہنا خدا کی مرضی تک ہے اور فعال لما یرید سے سمجھایا کہ ایک وقت ایسا آئیگا جبکہ دوزخ میں کوئی نہ رہیگا آگے بہشت کے لئے بھی مادامت السمٰوٰت فرمایا مگر ساتھ ہی عطاء غیر مجذوذ فرمادیا کہ بہشتی انعام و اکرام کبھی قطع نہ ہوگا بلکہ ہمیشہ ہمیشہ رہیگا لیجئے جناب! بہشت و دوزخ کا ذکر تو ہو چکا۔ دنیا کے خاتمہ کی نسبت مجھے اتنا کہنا ہے کہ حدیث الدنیا سبعۃ آلاف اور سات دنوں کے تقرر سے ایسا ہی ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار ہے اور اب ساتواں ہزار شروع ہے اسکے اخیر پر دنیا کا خاتمہ ہے ہم نہیں جانتے کہ یہی قیامت کبریٰ ہے یا ان صغریٰ قیامتوں کی طرح ہے جو آگے اس جہان پر آ چکی ہیں اور اس قیامت کبریٰ کے بعد خدا تعالیٰ خلق نو پر قادر ہے کہ کوئی اور جہان و آسمان و زمین بنا دے۔ کہ اسکی مخلوق کی کوئی حد نہیں۔

اتنا لکھنے کے بعد **الحمد** خدا کا ایک عاجز و گنہگار بندہ اپنی اس دعا کو یاد کرتا ہوا جو اول کتاب میں مانگی تھی اپنے مولا کریم کی جناب میں بڑے تعظیم کے ساتھ سر جھکاتا اور شکریہ کا سجدہ بجا لاتا ہے۔ جس نے اتنی بڑی ضخیم کتاب لکھنے کی توفیق بخشی +

فہرست مضامین ظہور المہدی

خاتمۃ الکتاب

الحمد للہ کہ یہ کتاب انشاء اللہ تعالٰے مخالفوں پر اتمام حجت کریگی - اور یارانِ طریقت کے لئے مددگار و معاون ثابت ہوگی و چھپ کر شائع ہوتی ہے - ہر ایک احمدی کو جو نیا نیا سلسلہ میں شامل ہُوا یا تمام کتب سلسلہ احمدیہ دیکھنے کی فرصت نہیں رکھتا چند منٹ کے مطالعہ میں معلوم ہو جائیگا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو دعوے کئے ان کے ثبوت آیات قرآن و احادیث سید الانس والجان - و اقوال ائمہ زمان میں کیا ہیں - اور ہم احمدی غیر احمدیوں سے کن کن باتوں میں مختلف ہیں - اور ان اخلاقی مسائل میں ہمارا مشرب کیا ہے؟ اور اسکے لئے ہم کیا ثبوت اپنے پاس رکھتے ہیں -

اللہ تعالٰی ہی میری محنت کو قبول فرمانے والا اور اسے نافع للناس بنانے والا ہے اسی کے حضور میں یہ نذر ہے اور اسی کے فرستادہ مامور کی شان اور تعلیم دنیا والوں پر ظاہر کرنے کے لئے میں نے قلم اٹھایا اور اسی کے برگزیدہ مسیح کی یادگار اولو العزم فضل عمر کے عہد میں اسے شائع کرتا ہوں - ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ؎

صفر ۱۳۳۳ھ
دسمبر ۱۹۱۴ء

محمد ظہور الدین اکمل
قادیان دارالامان ضلع گورداسپور پنجاب